﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾

توحیدِ خالص

Tawheed-e-Khalis

مؤلف

الشیخ العلامہ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندی رحمۃ اللہ علیہ

﴿ وَلِلَّهِ ٱلۡأَسۡمَآءُ ٱلۡحُسۡنَىٰ فَٱدۡعُوهُ بِهَا ﴾

توحیدِ خالص

تالیف

العلامہ الشیخ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ : الاستاذ محمد رفیق الاثری حفظہ اللہ

افادات: الشیخ العلامہ محمد ناصر الدین الالبانی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر



المکتبۃ الراشدیۃ نیو سعیدآباد سندھ

نام	:	توحید خالص
تالیف	:	العلامہ الشیخ بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ	:	الاستاذ محمد رفیق الاثری حفظہ اللہ
صفحات	:	٦٨١
طبع	:	اول
تعداد	:	گیارہ سو
مطبع	:	نجم پرنٹنگ پریس، کراچی
ڈسٹری بیوٹرز	:	فضلی سپر مارکیٹ، اردو بازار، کراچی ۰۲۱-۲۲۱۲۹۹۱
		دار الفکر الاسلامی، نواب آباد، واہ کینٹ ۰۳۲۱۵۲۱۶۲۸۷
		المکتبہ الراشدیہ نیو سعید آباد ۰۳۳۳۲۵۸۰۸۳۸
		رحمانیہ کتاب گھر گاڑی کھاتہ حیدر آباد ۰۳۰۰۳۰۹۱۶۴۱

Islamic Center for Academic Research (ICAR)

B-132, Block -1, Gulistan-e-Jauhar, University Road, Karachi, Pakistan

http://www.icarpak.com

E-mail: icar.edu@gmail.com

Telephone: **0092-214025175**

فہرست





بسم الله الرحمن الرحيم

التشكر

الحمدلله الذي لاتتم الصالحات الا برضاه_ فبه نستعين ولا مستعان من سواه_ ولا يعين أحد من استعنه الاالتراب يملأ فاه_ والصلاة والسلام على محمد الذي على العالمين اصطفاه_ واختاره للمعراج فاسراه_ فمن سلك طريقه تفيده تقواه_ والعاند مكدوس لاينفعه قواه.

اما بعد! فاني اشكرالله العزيز اولا على ما استخدمني لنشر توحيده باشاعة هذا الكتاب الكريم ثم اشكر الاخوان الذين ساعدوني بمساعدة مالية وعلى رأسهم الاخ زين العابدين نزيل مطرح بسلطنة عمان اما المصنف رحمه الله فكيف لانشكره اذ هو الذي سابق الجميع من نشكره من الاخوة بافشاء توحيد الله عزوجل حين الف هذا الكتاب الذي هو بين ايديكم (توحيد خالص).

واقول ثانيا ان المصنف الف كتبا كثيرة فانا ان شاء الله سوف نزينها بحلية الطباعة .

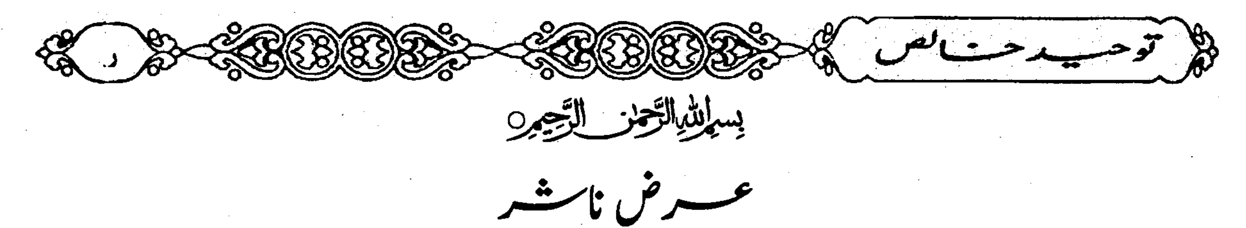
اخيرا ادعو الله ان يغفر خطايانا جميعا فمن الف كتابا في التوحيد او سعى لافشائه.

آمين يا رب العالمين.

ابن المؤلف

المدرس بالمسجد الحرام

بمكة المكرمة



بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں کی راہ نمائی کے لئے انبیاء کو مبعوث کرنے کا سلسلہ شروع فرمایا۔اور ہر نبیؑ مرسل نے بندوں کو یہ دعوت دی کہ اللہ کو ایک مانیں، اسی سے اپنی ہر مشکل کی آسانی کا سوال کریں اور اسی کی اطاعت و فرماں برداری کو حرزِ جان بنائیں۔ گویا توحید باری تعالیٰ ہی ایک ایسی دعوت ہے جس کو تمام انبیاء میں مشترک مانا گیا ہے۔ اسی بات کو واضح کرتے ہوئے اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾(النحل ۳۶)

ترجمہ: کہ ہم نے ہر امت میں رسول مبعوث کئے تاکہ وہ لوگوں کو اس بات کا حکم دے سکیں کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اطاعتِ طاغوت نہ کرو۔

جس طرح توحید کا علم حاصل کرنا اور اس کی اقسام کو سمجھنا ہر مسلمان پر واجب ہے اسی طرح شرک و بدعت کی معرفت حاصل کرنا بھی ہم سب پر لازم ہے۔ خصوصاً ساکنین پاک و ہند کے لئے تو اس کی اہمیت و افادیت کئی گنا زیادہ ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہاں شرک، بدعت، الحاد، استشراق و تصوف کی ہر نوع پوری آب و تاب سے پھل پھول رہی ہے۔ایسے میں کسی کے پاس توحید کا علم و عرفان ہونا ایک نعمتِ لازوال سے کم نہیں ہے۔

اللہ رب العالمین نے اس خطۂ زمین پر یہ بہت بڑا احسان عظیم فرمایا کہ جہاں ایک طرف شرک و بدعت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے امت مسلمہ کی جانب بڑھے تو وہیں اللہ کے نیک سیرت، باعمل اور عالی ہمت بندے امت کی تعلیم و تربیت کے لئے نورِ قرآن و حدیث لے کر اجالا کرنے پہنچ گئے۔

تاریخ پاک و ہند اس بات پر شاہد ہے کہ کہیں مولانا ثناء اللہ امر تسری رحمۃ اللہ علیہ قادیانیوں کی سرکوبی کرتے نظر آتے ہیں تو کہیں علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ قاطع رافضیت و بہائیت ہیں۔ اور اگر بات توحید و شرک، سنت و بدعت، دلیل و تاویل اور مناظرے کی ہو تو العلامہ الشیخ بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ مسندِ امامت پر فائز نظر آتے ہیں۔

توحیدِ خالص شیخ صاحب کی ان کتب میں سے ایک ہے جو آپ نے مسئلۂ توحید کو سمجھانے کے لئے امت مسلمہ کے وسیع تر مفاد میں تالیف فرمائیں۔ اس کتاب میں آپ نے توحیدِ اسماء و صفات، مسئلۂ توسل اور جائز و ناجائز دعاء کے مسئلے کو جس عالمانہ اور محققانہ انداز سے مدون کیا ہے یقیناً تاریخ پاک و ہند اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور خوب سے خوب تر یہ کہ کہیں بھی منہج سلف صالحین سے انحراف کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ یہی آپ کا طریقۂ عمل تھا۔

یہ کتاب اس وجہ سے بھی اپنی مثال آپ ہے کہ اس میں مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے نا صرف یہ کہ مسائلِ عقیدہ کی توضیح و تشریح بیان فرمائی ہے بلکہ دلائلِ مخالفین کا بھی محدثانہ طرزِ عمل اختیار کر کے بادلیل رد کیا ہے۔ اور کسی ایک مسئلے کے لئے وارد احادیث و آثار کی بھی مکمل تحقیق فرمائی ہے۔ اس پر مزید یہ کہ صرف احادیث ذکر کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ احادیثِ مبارکہ سے مستنبط



مسائل کو بھی تفہیم و تعلیم کے لئے اوراق کی زینت بنا دیا۔

اسی جامعیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شاہ صاحب نے ائمہ اربعہ کے اقوال کو بھی گونہ گوں ذکر کیا تاکہ مسلکِ حق اظہر من الشمس ہو جائے۔

غرض یہ کہ توحید خالص آیات و احادیث، اقوال وآراء، دلائل و براہین، استنباط و استدلال اور تحقیق کا حسین ترین امتزاج ہے۔سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ کتاب اس شخصیت کی تالیف ہے جس کی ہمہ وقت محنتِ شاقہ اور اخلاص نے ناصرف سندھ بلکہ پوری سرزمینِ پاکستان کو گہوارۂ اہل توحید بنا دیا۔

المرکز الإسلامی للبحوث العلمیة نے توحید باری تعالیٰ کے موضوع پر سندھی زبان میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب توحیدِ ربانی کے نام سے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا جس کو اللہ رب العزت نے قبولِ عام بخشا۔اسی کتاب کے مطالعے سے بہت سے لوگوں نے اپنے عقائدِ باطلہ کی اصلاح کی اور توحید کی شاہراہِ نجات کے راہی بن گئے۔ وللہ الحمد والمنہ۔

ہم اس نعمتِ عظمیٰ پر رب ذوالجلال والاکرام کے حضور سربسجود ہیں اوراسی کی خاص توفیق و حمایت سے ہم شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور کتاب کو جسے محترم جناب محمد رفیق اثری حفظہ اللہ نے اردو زبان کے قالب میں ڈھالا ہے، امت مسلمہ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی تنقیح و تصحیح، تخریج و تحقیق اور تحسین وتزئین سے لے کر طباعت و تجلید تک کے تمام مراحل میں مکمل احتیاط کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ہر کام میں جدّت و پیشہ ورانہ مہارت ہماری اوّلین ترجیحات میں سے ہے۔تاکہ روایتی اندازِ اشاعت و طباعت سے ہٹ کر کتبِ اسلامیہ ایک حسین سانچے اور بین الاقوامی معیار کے مطابق قارئین کے سامنے پیش ہوں۔

اس سلسلے میں ہم اپنے جملہ رفقائے کار کا جن میں ہمارے بھائی محترم نصرت اللہ شاہ الراشدی، محترم سرور الٰہی اور محترم حبیب اللہ بھٹو صاحب شامل ہیں، تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں کہ جن کے علمی مشوروں سے مرصع ہو کر یہ کتاب عام فہم ہو گئی ہے۔

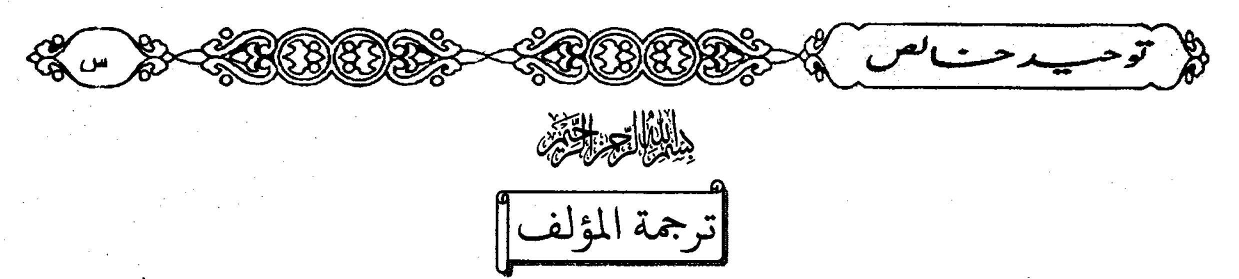
ہم اللہ رب العالمین سے دعا گو ہیں کہ اس کتاب کو ہمارے لئے توشۂ آخرت بنادے اور ہم سب کو توحیدِ خالص سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرما۔آمین

اخوکم

مسعود احمد السندی

مدیر المرکز الإسلامی للبحوث العلمیة

کراچی



بسم الله الرحمن الرحيم

ترجمة المؤلف

وهو الحافظ المحدث السيد الشريف ابو محمد بديع الدين شاه بن السيد الشريف احسان الله شاه بن السيد الشريف رشد الله شاه بن السيد رشيد الدين شاه بن السيد الشريف محمد راشد شاه الراشدي الحسيني.

ولد في ١٢/ ٥/ ١٩٢٦م بقرية "بير جندة" بقرب "بنت العرب" ثم هاجر والده الشريف احسان الله شاه من "بير جندة" وأسس قرية جديدة واسس فيها مدرسة كما كانت في تلك القرية فالتحق بها المصنف فتدرس بها ماشاء الله واخذ العلم من الشيخ الحافظ امين محمد والشيخ شفيع محمد والشيخ عبدالكريم والشيخ محمد اسماعيل رحمهم الله وهو المبتدي.

ومن الشيخ محمد عيسى خيلي والشيخ قطب الدين ، والشيخ بهاء الدين خان والشيخ محمد السندي والشيخ ابي الروح محب الله شاه الراشدي والشيخ عبدالله وغيرهم رحمهم الله تعالى اجمعين. وهو منتهي وحفظ القرآن في اقل من اربعة اشهر في بيته بدون ان يذهب الى اي شيخ وكان عمره حينئذ ثلاث وعشرون سنة.

واخذ الاجازة للرواية من الشيخ الأستاذ المفسر المحدث ابي الوفاء ثناء الله الأمرتسري والمحدث ابي سعيد شرف الدين الدهلوي والشيخ العلامه الحافظ عبدالله الروبري والشيخ ابي اسحاق نيك محمد الأمرتسري والشيخ ابي محمد عبدالحق الهاشمي والشيخ محمد خليل بن محمد سليم ، رحمهم الله.

واستجازه الشيخ سعيدي بن مهدي البغدادي والشيخ عبدالقادر بن حبيب الله السندي والشيخ الحافظ فتحي الجهلمي والشيخ على بن عامر يمني والشيخ نورالله بن شهباز الهندي والشيخ الحسن السعودي والشيخ اسلم بن محمد الأردني والشيخ سيف الرحمن بن مصطفى المكي والشيخ وصي الله الهندي وآخرون، كما استجازه اخوه الأكبر وشيخه محب الله شاه الراشدي. ومن مستجيزيه ابن المؤلف الراقم للحروف.

تلامذته: من تلامذته الشيخ عمر عبدالله السبيل والشيخ عبدالله بن محمد الحربي والشيخ محمد موسى افريقي، الشيخ شفيع محمد والشيخ محمد قاسم المدرس بالمدرسة المحمدية آزاد بير جنده الا وان المدرسة وقرية المذكورة والجامع المسجد الفردوس أسسها المصنف بعد ما انتقل من قرية. وخلق كثير ومنهم المترجم.

قيامه بقمع الشرك والبدعة ونشره التوحيد والرسالة

كانت منطقة السند معهد الشرك والبدعة، واهل التوحيد والسنة كانوا مستضعفين حتى كان اذا دخل المسجد رجل يقول محمد رسول الله ﷺ بشر وليس بنور لقوله تعالى: ﴿قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ﴾ (الكهف: ١١٠) فيطردونه من المسجد والذي دخل المسجد ويصلي نحو صلاته ﷺ ضربوه وطردوه

وسموه الوهابي وغسلوا من المسجد الموضع الذي صلى فيه ومنهم من اخرج البلاط من المسجد من مكان الذي صلى فيه مطابقا لقوله ﷺ صلوا كما رأيتموني أصلي.

وان دخل كلب في المسجد لم يبالوا به والوهابي عندهم اخفض من من سواه حتى سمعت من بعض المشايخ انه ذهب احد مشايخهم إلى احد الهنادكة الحلواني ليطلب منه شيئا من الحلويات فطلب الحلواني منه قيمته فتركه ورجع الى مسجده واعلن وقال ان فلانا صار وهابيا فامتنع الناس ان يشتروا منه شيئا فبردت تجارته فجاء الى الشيخ وقدم له من انواع الحلويات وارضى الشيخ وبعد ما رضى الشيخ عنه اعلن وقال ان فلانا قد رجع عن الوهابية فبعد ذلك فتح باب تجارته.

ياللعجب! كرهوا من ينسب الى الوهاب ولم يبالوا لعبادته الاوثان!!!

هكذا كانوا يتنافرون من اهل الحق ولكنه سبحانه وتعالى ثبت قلب السيد الشريف احسان الله شاه الراشدي والد المصنف لافشاء التوحيد والسنة فحارب الشرك والضلال فلأجل ذلك لقب بصاحب السنة ولكن الأسف اذ لم يكن عمره الا ثلاث واربعون سنة فتوفاه الله رحمه ثم بارك الله في ابنيه فسلكا طريقه لنشر التوحيد والرسالة وهما المصنف واخوه الاكبر مر ذكره. (رحمهما الله) . آمين.

فاما المصنف كأنه وقف حياته لنشر دين الله الخالص بالتدريس كما بيناه وبالوعظ والارشاد والمناقشات ضد اهل الباطل والتصنيف وغير ذلك.

فأما الوعظ والإرشاد: فذهب المصنف الى مواضع خطيرة لنشر التوحيد كما انه ذهب في قرية تسمى كارو صدر (رئيس احمد) قرية بقرب تندو الله يار. كان هناك قبريعبد فذهب هناك في يوم عيدهم فاولئك قد تهيئوا للقتال وجاؤا بكل اسلحة ماستطاعوا معهم ولكن الله ثبت اقدام الشيخ والذين معه وقذف في قلوبهم الرعب فشردوا ﴿ وَقُلْ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَزَهَقَ ٱلْبَٰطِلُۚ إِنَّ ٱلْبَٰطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾ ﴾ (الإسراء) ولله الحمد الذي سد عيدهم بعد ذلك اليوم.

وكذلك في مواطن كثيرة نصره الله مع قلة من معه فصدق الله العظيم اذ قال: ﴿إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾ ﴾ محمد

ومع ذلك كان يذهب كل جمعة من قرية سعيد آباد الى حيدرآباد فيصلي بالناس الجمعة ويسمعهم خطبة الجمعة ويعظهم بضوء الكتاب والسنة وذلك في الجامع الواقع عند باب القلعة واستمر بذلك سنوات عديدة الى ان انتقل من قرية قديمة الى قرية جديدة التي أسسها هو وسماها آزاد بير جنده فكانت هي مركز الارشاد والدعوة.

ومع ذلك كان يرتحل ويشترك في موتمرات الدعوية في السند والبنجاب وكان يسافر الى السعودية في كل سنة الا ماشاء الله ان لايسافر، فيلقى الكلمات بالعربية والاردية بالحرمين الشريفين والقى المحاضرات في الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة في عهد فضيلة الشيخ عبدالعزيز آل باز وكان الشيخ نائبا لرئيس الجامعة.

فلما فهم بعض الناس الحق فاجتمعوا وكوّنوا جماعة وسموها جماعة اهل حديث المركزية بحيدرآباد وانتخبوا المصنف اميرا للجماعة واستمر لها اميرا عشر سنوات.

ولما اعترف الناس بعلمه وخدمته للدين الإسلامي نخبوه أميرا للجماعة بباكستان الغربية ولكن الشيخ لم يرض بذلك مع ذلك لبث معهم سنتين تقريبا اواقل واختار وحدة الجماعة على الامارة.

وأما المناقشات: فان الشيخ ناقش مناقشات عديدة ومن اهمها اذ كان في بداية من بلوغه ناقش المصنف الشيخ محمد عمر من علماء البريلوية في مسئلة عيد ميلاد النبي ﷺ وذلك في بلدة كبرو، فبهت الشيخ محمد عمر على رؤوس الأشهاد. وقد كتب ما قال كل واحد منهما وطبع باللغة السندية.

ثم بعد سنوات جاء عمر الاشروي في السند وكان من علماء البريلوية فدعا علماء الديوبنديين وأعلن وقال تعالوا نناقش حتى يتبين للناس الحق من الباطل، ولكن لم يكن احد منهم ان يقدر فيناظره حتى كان يذهب في مجالس العلماء الديوبنديين ويتكلم عليهم وكأن على رؤسهم الطير وهم ناكسو رؤسهم كأنهم الحيطان أو ليس في أجسادهم الروح بل كأنهم خشب مسندة. حتى اضطروا الى علماء اهل الحديث فجاؤ الى المصنف ليخلصهم من عمر الاشروي، فرضى المصنف ليناظرِه بشرط وهو أن يكون الاعلان بالمناظرة بين البريلويين وأهل الحديث ولايكون هناك اسم الديوبنديين، فلما اعلنوا بذلك اختار الاشروي الفرار ولم يدركه القرار حتى ذهبوا اليه واجبروه على المناظرة في المسائل التى كان يحملها الى علماء الديوبنديين ولما اجبروه كما كان يجبرهم رضى بالمناظرة فعين المقام والوقت فحسب الوعد حضر المصنف ولم يحضر الاشروي ثم اخبروا بأنه ذاهب الى لاهور فتبعوه وهو راكب على عربة يرد المحطة فاخذوه واجبروه للمناظرة فقال دعوني لا استطيع ذلك لاجل بواسير لحق بي، فقال له احدهم انما نتكلم باللسان وخلوا سبيله فذهب ولم يرجع الى السند ومن ذلك اليوم تنصرت الجماعة ودخل الناس فيها افواجا وكذلك نصره ربه في كثير من المناظرات: ﴿ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٢١﴾﴾ الحديد

اما التصانيف: فله مصنفات كثيرة بالعربية والأردية والسندية المطبوعة وغير المطبوعة. فمنها:

❁ المرآة لطرق حديث من كان له امام فقراءة الإمام له قراءة (مخطوط) (مع تحقيق وتعليق)

❁ خير المشرب فى سنية الركعتين قبل المغرب (جاهز للطباعة) ❁ وصول الإلهام لاصول الإسلام (غير منقوط) (جاهز للطباعة)

❁القنديل المشعول فى حديث اقتلوا الفاعل والمفعول (جاهز للطباعة)❁ جزء منظوم في اسماء المدلسين
❁ تحقيق الدعاء برفع اليدين وما قيل فى إسلام الأبوين (مخطوط)❁ توحيد رباني (مطبوع بالمركز الاسلامي)
❁ مقدمة التفسير (جاهز للطباعة) ❁ تفسير سورة الفاتحة ❁ نشاط العبد بجهر ربنا ولك الحمد
❁ الفتاوى البديعية (مخطوط مشتمل على اللغات الثلاثة)❁ تنقيد سديد على رسالة اجتهاد وتقليد (مطبوع)
❁ التحقيق المقطوع فى اثبات وضع اليمين على الشمال بعد الركوع ❁ ضرب اليدين على منكرى رفع اليدين
❁ تعليق المنصور على وضع الأيدي على الصدور (جاهز للطباعة)❁ قال اقول في تسويد تحرير المجهول
❁ رفع الإرتياب عن حكم الاصحاب (مع تحقيق جاهز للطباعة) ❁ العجوز للهداية العجوز (مخطوط)
❁ نقض في قواعد علوم الحديث (مطبوع) ❁ تحريفات اهل الراء والمدهشة (مطبوع)
❁ السمط الإبريز حاشية مسند عمر بن عبدالعزيز (مطبوع)❁ حجة الوداع (مطبوع)
❁ عين الشين بترك رفع اليدين (مطبوع) ❁ قاياني وجهندائي خاندان، بينهما برزخ لا يبغيان (مطبوع)
❁ توحيد خالص (وهو هذا) (وغير ذلك من الكتب المؤلفة)

أقول: وبعض الكتب تحت التأليف يرجى اختتامها قريبا ان شاء الله تعالى، فمنها. (بالعربية)
❁ أزهار الحدائق فى تذكار من جمع احاديث خير الخلائق ❁ صريخ المهمد فى وصل تعليقات مؤطا الامام محمد
❁ شيوخ الامام البيهقي (تراجمهم) ❁ مسند السنن الكبرى للبيهقي ❁ التبويب لاحاديث تاريخ الخطيب
❁ التعليق على جزء رفع اليدين للامام البخاري وغير ذلك من الكتب القيمة.

لوقيل ان الله خلق المصنف لنشر التوحيد والسنة لم يكن القائل في ذلك القول كاذبا.

أقول ولأجل تغير الاحوال اضطر أن يهاجر الى بيت الله المعظم فهاجر في آخر سنة خمس وتسعين وثلاث مائة بعد الالف الى مكة المكرمة واشتغل بالتدريس في المسجد الحرام بفضل ذى الجلال والاكرام فيدرس به من الكتاب والسنة ويدعوا الناس اليهما مع كل اخلاص. مع ذلك يذهب الى باكستان في كل سنة مرة واحدة للوعظ والارشاد.

ابن المصنف بمكة المكرمة في ٢/ ٣/ ١٣٩٨ هـ بيوم الخميس



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ سید بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات

نام: سید بدیع الدین شاہ **کنیت:** ابو محمد **ذات:** سید **تاریخ پیدائش:** بدھ ۲۹/ ۱۰/ ۱۳۴۴ھ، مطابق ۱۲/ ۵/ ۱۹۲۶ع

پیدائش کا مقام: گوٹھ فضل اللہ شاہ (پرانا پیر جھنڈہ) نزد نیو سعید آباد، ضلع مٹیاری، (سابقہ ضلع حیدرآباد) سندھ

خاندانی پس منظر: علامہ سید بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے، بدیع الدین بن احسان اللہ بن رشد اللہ بن رشید الدین بن سید محمد یاسین بن سید راشد شاہ الحسینی۔

قاضی فتح محمد نظامانی تفسیر مفتاح رشد اللہ (۱) میں سید راشد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے ملایا ہے۔ اسی طرح علامہ سید بدیع الدین شاہ الراشدی اپنی چالیسویں پشت میں جناب امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتے ہیں۔

جناب سید راشد شاہ کی اولاد کو راشدی حسینی کہا جاتا ہے سید راشد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑوں میں سے سید علی مکی رحمۃ اللہ علیہ عراق کے شہر کاظمین سے ہجرت کر کے موجودہ ضلع دادو میں لکی شاہ صدر کے پاس آکر ٹھرے، ان کی اولاد کو لکیاری سادات کہا جاتا ہے۔ راشدی لکیاری سادات میں سے ہیں۔ سید راشد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندانی اور دینی جانشینی کے لحاظ سے اس کی اولاد میں دو سلسلے چلے۔

(۱) پیر پگارو خاندان (۲) پیر جھنڈو خاندان۔ علامہ سید بدیع الدین شاہ الراشدی کا پیر جھنڈو خاندان سے تعلق تھا۔

پیر جھنڈو خاندان کا علمی مقام بلند رہا ہے، سید رشید الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ کو چودھویں صدی ہجری کا مجدد کہا گیا ہے جس نے عمل بالحدیث کو ترجیح دی اور تصوف کے بعض غلط مسائل کا رد کیا، اس کے فرزند سید رشد اللہ شاہ سید نذیر حسین دھلوی اور امام شوکانی کے تلمیذ رشید علامہ حسین بن محسن الانصاری الیمانی کے شاگرد تھے، انہوں نے حدیث کی خدمت کی، اور مسلک اہل حدیث کی تائید میں، اور مخالفین کے رد میں بیشتر کتابیں لکھی ہیں۔

تعلیم وتربیت: علامہ سید بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاندانی مدرسہ "دار الرشاد" میں تعلیم حاصل کی اور شروع میں اپنے والد احسان اللہ شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر تربیت رہے، ان کے والد ماجد محب السنۃ اور سلفی العقیدہ عالم دین تھے۔ ۱۹۳۸ع میں سید احسان اللہ شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی، اس وقت علامہ سید بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر چودہ یا پندرہ سال تھی۔

اساتذہ: علامہ سید محب اللہ شاہ الراشدی، شیخ محمد اسماعیل بن عبد الخالق سندھی، شیخ ولی محمد بن محمد عامر کیریو، شیخ محمد نور عیسی خیل، شیخ بھاؤالدین جلال آبادی، شیخ محمد مدنی، شیخ عبد اللہ بن عمر بن عبد الغنی، شیخ محمد بن خلیل بن محمد سلیم رحمۃ اللہ علیہم۔

سند اجازہ: تعلیم حاصل کرنے کے بعد علامہ سید بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ درج ذیل علماء کرام سے سند اجازت حاصل کی۔

۱- (۱/ ۲۴، ۲۷)



✿ علامہ ابو الوفاء ثناء اللہ امر تسری۔ ✿ شیخ حافظ عبد اللہ روپڑی امر تسری۔ ✿ محدث ابو سعید شرف الدین الدھلوی۔
✿ شیخ محدث ابو اسحاق نیک محمد۔ ✿ شیخ محدث ابو محمد عبد الحق بھاولپوری رحمۃ اللہ علیہم۔

قوت حافظہ: اللہ تعالی نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی قوت حافظہ سے نوازا تھا۔ آپ نے تین مہینوں میں قرآن مجید حفظ کیا اور بے شمار احادیث کے حافظ اور لاتعداد صفحات کتب کے مستحضر تھے۔ کاتبوں کو املاء کراتے وقت محسوس ہوتا تھا کہ آپ مکتبہ راشدیہ کے حافظ ہیں۔

اس وقت سندھ کے سیاسی اور مذہبی حالات: شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی دور میں برصغیر میں برطانوی تسلط تھا۔ انگریز استعمار کا معروف نسخہ لڑاؤ اور حکومت کرو اس کی وجہ سے سندھ پر انگریزوں کے نمک خوار پیر اور جاگیر دار مسلط تھے۔ شرک، تصوف اور تقلید کا راج تھا، عمل بالقرآن والحدیث اور سلفیت کا دور دور تک نام ونشان ہی نہیں تھا۔ عقیدۂ توحید اور عمل بالحدیث کی دعوت دینا، شرک اور تقلید کا رد کرنا موت کو پکارنے کے برابر تھا۔

علامہ سید بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ کے کارنامے

دعوت توحید ورد شرک وبدعت: اوپر ذکر کئے ہوئے ماحول میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ میں کام شروع کیا۔ وہ وقت تھا جب سندھ میں جماعت اہل حدیث کی ایک مسجد بھی نہیں تھی جب کے آپ کی وفات کے وقت سندھ میں زیر نظم ۸۰۰ مساجد اہل حدیثوں کی تھیں۔ وہ سب اللہ رب العالمین کے فضل وکرم اور پھر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محنت کا نتیجہ تھا۔ (اَللّٰھُمَّ زِد فَزِد)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے توحید وسنت کی دعوت وتبلیغ کیلئے درج ذیل طریقے اختیار کئے۔

(۱) خطابت: شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک اچھے خطیب تھے، سندھی، اردو، اور عربی زبان میں خطابت کی برابر مہارت حاصل تھی، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تقریر کے اہم موضوع توحید اور رد شرک وبدعت اور اتباعِ سنت اور ردِ تقلید تھے۔ اپنی جوانی کے دور میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۳ سے ۴ گھنٹے تک تقریر کرتے تھے اور قرآن کو میٹھی آواز اور اچھے انداز میں پڑھا کرتے تھے۔ ان کی تقریر پر بھی استدلال اور مناظرے کا انداز غالب تھا، لوگ کبھی بھی ان کی تقریر سے اکتاہٹ اور بیزاری محسوس نہیں کرتے تھے، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حرمین شریفین میں بھی کافی سال قیام پزیر رہے، بیت اللہ شریف میں روزانہ درس دیا کرتے تھے، وہاں عربی کے ساتھ ساتھ اردو اور سندھی میں بھی درس اور تقاریر ہوا کرتی تھیں۔

(۲) مناظرہ: شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس ماحول میں سندھ کے اندر کام شروع کیا تھا وہاں مخالفت اور مناظرہ ہونا لازمی امر تھا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اثبات حق اور ردِ باطل کے لئے بہت سارے مناظرے کئے، رموز راشدیہ میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کافی مناظروں کی تفصیل آئی ہے، ان کے علاوہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریری مناظرے بھی کئے جن میں سے کچھ مطبوع اور کچھ غیر مطبوع ہیں۔

(۳) تالیف وتصنیف: توحید وسنت کی دعوتِ عام کرنے کیلئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سندھی اردو اور عربی زبان میں تقریباً ۱۵۰ کتابیں تصنیف فرمائیں، ان کی تصانیف میں سے قرآن مجید کی تفسیر "بدیع التفاسیر" ایک عظیم خدمت اور نمایاں کارکردگی ہے، یہ

تفسیر قرآن مجید کی سورۃ الحجر کی ابتدائی آیات تک لکھی جاسکی ہے جو کہ ایک مقدمہ اور دس جلدوں پر مشتمل مطبوع ہے۔ بدیع التفاسیر میں عقیدۂ سلف اور اتباع السنۃ کی دعوت اور دفاع حق کا بہترین کارنامہ ہے، مسئلہ توحید اسماء وصفات اور التوسل والوسیلہ کے موضوع پر اردو زبان میں یہ کتاب "توحید خالص" ایک مثالی تصنیف ہے۔

عربی زبان میں قرآن مجید کی ہر ایک آیت سے توحید باری تعالی کیلئے استدلال کرتے ہوئے تفسیر جلالین کے انداز میں مختصر تفسیر لکھنا شروع کی تھی جو ابتدائی سورتوں تک ہو سکی، سندھی زبان میں "توحید ربانی" کے نام سے عقیدۂ توحید کو عام فہم انداز سے سمجھانے کیلئے کتاب لکھی گئی تھی۔

(۴) تدریس: شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں اپنے مدرسہ "المدرسہ المحمدیہ" میں پڑھایا، ۱۹۷۴ع سے ۱۹۷۸ع تک مکۃ المکرمہ میں قیام پذیر رہے وہاں حرم شریف میں حدیث اور تفسیر کی کتابیں پڑھاتے تھے جہاں دنیا کے کونے کونے سے بیشمار طلباء وعلماء نے آکر ان سے استفادہ کیا، اس کے ساتھ ہی کچھ عرصے تک وہاں "دار الحدیث الخیریۃ" میں مدرس کی حیثیت سے رہے، پاکستان واپس آنے کے بعد ملک اور بیرون ممالک سے طلباء آکر استفادہ کیا کرتے تھے اسی لئے ان کو شیخ العرب والعجم کے لقب سے یاد کیا جاتے ہیں۔

(۵) تلامذہ: آپ کے شاگردوں نے دنیا کے کونے کونے میں توحید وسنت کی دعوت عام کی، آپ کے شاگردوں کی تعداد بیشمار ہے، جن میں سے علامہ مقبل بن ھادی الوادعی، شیخ عاصم عبداللہ القریوتی، شیخ حسن حیدر یمنی، شیخ حمدی عبدالمجید سلفی، شیخ محمد موسی افریقی، شیخ عمر بن محمد بن عبداللہ السبیل، شیخ عبداللہ بن محمد الحربی شہیر، شیخ ربیع بن ھادی المدخلی، شیخ وصی اللہ عباس الہندی، شیخ محمد شاہ الراشدی، شیخ نوراللہ شاہ الراشدی، شیخ سعیدی بن مہدی البغدادی، شیخ عبدالقادر بن حبیب اللہ السندی المدنی، شیخ حافظ فتحی جہلمی، شیخ علی بن عامر یمنی، شیخ نور اللہ بن شہباز الہندی، شیخ حسن سعودی، شیخ اسلم بن محمد الاردنی، شیخ سیف الرحمن بن مصطفی المکی، شیخ صلاح الدین مقبول احمد، شیخ شمس الدین افغانی، شیخ محمد رفیق الاثری، شیخ ارشاد الحق الاثری، شیخ حافظ زبیر علی زئی، شیخ عبداللہ ناصر الرحمانی، حافظ مطیع الرحمن، شیخ یعقوب ھوساوی المکی، شیخ محمد حسین ظاھری، شیخ محمد قاسم وغیرہ، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

مکتبہ راشدیہ کا قیام: شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کتب بینی اور مطالعہ کا شوق ورثے میں ہی ملا تھا، آپ کے جد امجد علامہ سید رشد اللہ شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ مکتبہ کی بنیاد رکھی تھی جس میں بیشمار نادر ونایاب قلمی کتب موجود تھیں، مذکورہ مکتبہ کا ایک حصہ نیشنل میوزیم کراچی کے سپرد کیا گیا تھا جن میں قلمی نسخوں کی تعداد تقریباً بارہ سو(۱۲۰۰) تھی۔ فالی اللہ المشتکی

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد علامہ سید احسان اللہ شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ کو کتب جمع کرنے کا بڑا شوق تھا اور آپ نے بیشمار مخطوط اور مطبوع کتب جمع کیں، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے خاندانی مکتبہ سے کچھ کتابیں ملی تھیں، اس کے بعد جد امجد رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی پیٹ پر پتھر باندھ کر کتابیں جمع کیں اور آپ کی زندگی کا یہ ہی کل سرمایہ ہے، مکتبہ راشدیہ آپ اپنے ورثاء کے لئے وقف کر گئے جس میں مختلف علوم وفنون پر مشتمل ہزاروں کتب کی تعداد میں مخطوط اور مطبوع کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ فللہ الحمد

مکتبہ راشدیہ کی جدید تعمیر: بحمد للہ تعالی مکتبہ راشدیہ کی نئی عمارت تیاری کے آخری مراحل میں ہے، جس میں تحقیقات کا شعبہ قائم کیا جائیگا اور مخطوط وغیر مطبوع کتب پر تحقیق (Research) بھی کی جائیگی، اور پورے مکتبہ کو کمپیوٹرائزڈ (Computerized) کیا جائیگا۔ اور مدرسہ محمدیہ کی از سر نو تعمیر، مدرسہ للبنات، اور جامعہ راشدیہ (RashdiaUniversty) کا قیام بھی جلد از جلد عمل میں لایا جائیگا۔ ان شاء اللہ تعالی

جمعیت اہل حدیث سندھ کی تأسیس: جس میں جماعت اہل حدیث کے منتشر افراد کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کیلئے جمعیت اہل حدیث سندھ کو قائم کیا، جس کے آپ تاحیات امیر رہے، جس کا مقصد توحید وسنت کی دعوت کو عام کرنا، جماعت کے افراد میں ربط قائم کرنا، اور ان کے جملہ مسائل کو حل کرنا تھا۔

جماعت اہل حدیث سے محبت: شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت اہل حدیث سے بڑی محبت تھی، آپ نے اپنا مال اور عمر اللہ کی راہ میں صرف کردی، جماعت کے ہر فرد کے بڑے خیر خواہ اور مصلح تھے، ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسروں سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہیں، اللہ کے فضل وکرم سے بڑے مہمان نواز تھے اور جماعت کے ہر دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے۔

وفات: ۸ جنوری ۱۹۹۶ع کی رات بعد نماز عشاء موسی لین لیاری کراچی میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روح اللہ تعالی کے حکم سے پرواز کرگئی (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ ۹ جنوری کو جامع مسجد فردوس آزاد پیر جھنڈو نیو سعید آباد میں نماز جنازہ ہوئی، نماز جنازہ کے بعد قریہ پیر جھنڈو نزد نیو سعید آباد میں اپنے والد ماجد اور بڑے بھائی علامہ محب اللہ شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ دفن کئے گئے۔ اَللّٰھُمَّ اغفر لھم ...

سالانہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس کا قیام

جد امجد شیخ بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ نیو سعید آباد میں ہر سال سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے تین روزہ کانفرنس کرواتے تھے، بحمد للہ جد امجد رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کی ہوئی سیرت النبی ﷺ کانفرنس تاحال عظیم الشان انداز میں رواں دواں ہے، اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صدقہ جاریہ میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ (ان شاء اللہ) ۲۷ سالانہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس کے موقعے پر مکتبہ راشدیہ اور المرکز الاسلامی کی طرف سے توحید خالص کا عظیم تحفہ امت مسلمہ کیلئے پیش کیا جاتا ہے۔

بقلم

سيد نصرت الله شاه الراشدي حفيد الشيخ بديع الدين شاه الراشدي



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى، هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ كَانَ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ فَأَحْدَثَ الْأَشْيَاءَ كَمَا شَاءَ وَقَضَى. ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ۝٥ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ ۝٦﴾ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَمَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالضُّحَى وَالدُّجَى.سَوَاءٌ مِنْكُمْ مَنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَبِهِ وَسِعَ سَمْعُهُ الْأَصْوَاتَ فَوْقَ السَّمَوَاتِ الْعُلَى يُعْطِي مَنْ سَأَلَ يَغْفِرُ لِمَنْ إِسْتَغْفَرَ يُجِيبُ لمن تَضَرَّعَ لَدَيْهِ وَدَعَي ، لَا يَخِيبُ مَنْ أَتَى بَابَهُ إِنَّ أَحْسَنَ بِهِ ظَنَّهُ وَرَجَى، وَلَمْ يَقْنَطْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَ لَمْ يَيْئَسْ مِنْ رَوحِهِ وَ مِنْهُ خَشِيَ وَخَافَ وَاتَّقَى. وَ بِالْعَمَلِ الصَّالِحِ تُوَسِّلُ إِلَيْهِ وَبِكُلِّ مَا يَتَقَرَّبُ بِهِ لَدَيْهِ مِنْ أَفْعَالِ الْخَيْرِ وَالتَّقْوَى دُونَ تُوَسُّلَ بِذَاتِ أَحَدٍ مِنَ الْأَعْلَى وَالْأَدْنَى، وَيَجْزَى الْعَامِلِينَ جَزَاءَ الْأَوْفَى. وَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ مَنْ عَمِلَ وَسَعَى أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْعَلِيَ الْمُتَعَالِي الْأَعْلَى الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَحْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى وأشهدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عبدُه ورَسُولُه أَكْمَلُ الْعَابِدِينِ أَفْضَلُ مَنْ صَامَ وَصَلَّى وَقَامَ وَتَلَا، إِمَامَ السَّاجِدِينَ وَقَائِدُ مَنْ أَخْلَصَ لَهُ الْعِبَادَةَ مِنَ الشِّرْكِ وأخلي، دَعَي أُمَّتَهُ إِلَى رَبِّهِ ودَلَّهُمْ عَلَى آيَاتِهِ الْكُبْرَى فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ الدالة عَلَى تَوْحِيدِهِ وَعَظَمَتِهِ وَعُلُوِّهِ وَقَهْرِهِ فَوْقَ عبادِهِ مَنْ عَلاَ. مَنْ أَطَاعَهُ نَجَحَ، وَصَعِدَ إِلَى حَضْرَةِ ذِي الْعَرْشِ عَمَلُهُ الصَّالِحُ وَلَهُ جَزَآءَن الْحُسْنَى. وَحَصَلَ لَهُ الْقَبُولُ الْحَسَنُ فَلَا يَخَافُ وَلَا يَحْزَنَ وَلَهُ الْجَنَّةُ الْمَأْوَى وَ مَنْ عَصَاهُ هَلَكَ وَتُرَدُّ حَسَنَاتُهُ عَلَى رَأْسِهِ تَطْرَحُ وَتَلْقَى. لَا يَقْبَلُ كده وَلَا يَكْتُبُ نَصَبَهُ وَلَا يَرْفَعْ فَوْقَهُ قَدْرَ شِبْرٍ وَلَا يُنْمَى صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ دَائِمًا مَعَ مَلَاءٍ صَلَاةً أَكْثَرَ مِنْ أَنْ تَعُدَّ أَوْ تُحْصَى وَسَلَّمَ عَلَيْهِ تَسْلِيماً أَوسَعَ مَن أَن يَنْحَصَرَ أَوْ يَسْتَقْصَىٰ وَ عَلَى آلِهِ وَأَهْلِهِ وَصَحْبِهِ كُلُّ مَنْ عَنْهُ رَوَى. وَأَخَذَ عَنْهُ مَا يَجِبُ إِعْتِقَادُهُ ويصح إِسْتِعْمَالَهُ وَحِفْظُ وَوَعَى. وَمَنْ حَمَلَهُ عَنْهُمْ كُلٌّ خَلَفٍ مَنْ سَلَفَه كُلُّهُمْ أولو النهى. وَهَلُمَّ جرًّا إِلَى يَوْمِنَا هَذَا ثُمَّ بَعْدَنَا إِلَى آخِرِ الْأَيَّامِ وَالسَّاعَةُ الْأُخْرَى كُلُّهُمْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ كَمَا أَمَرَ وَ يَصِفُهُ بِمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ وَبَيَّنَ وهَدَى دُونَ تَعْطِيلٍ وَلَا تَمْثِيلٍ وَلَا تأويلٍ وَلَا يَقُولُ كَيْفَ وَلَا مَتَى. بَلْ يُصَدِّقُ وَيَقِرُّ وَيَثْبُتُ كَمَا جَاءَ وَأَتَى. وَكَمَا يَذْكُرُ فِي آيَاتِ اللهِ وَالْحِكْمَةِ وَيُتلَى. اللَّهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلَى الْإِيمَانِ وَوَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى. وَعَلَى صِرَاطِ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الهدى،وَجَنِّبْنَا عَنْ طَرِيقِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَجَمِيعُ أَهْلِ الطغى، أَنْتَ وَلِيُّنَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَأَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ، وَالرَّفِيقِ الْأَعْلَى. أَمَّا بَعْدُ:

سب تعریفیں اللہ کیلئے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ پھر راہ دی ، وہی الاول ، الآخر ، الظاہر والباطن ہے۔ وہ تھا اور کوئی چیز نہ تھی۔ اس نے چیزیں بنائیں جیسا کہ چاہا اور فیصلہ کیا۔ رحمٰن عرش پر مستوی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں اور ان کے درمیان اور تحت الثریٰ ہے سب اسی کا ہے ، اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے ، زمین میں نہ آسمان میں اور جو رات میں رہتی ہے اور دن میں

روشنی میں ہے اور تاریکی میں جو آہستہ بات کہے یا زور سے، اس کیلئے برابر ہے۔ اس کی سمع اونچے آسمانوں پر آوازوں کو حاوی ہے، جو مانگتا ہے اسے دیتا ہے، جو بخشش چاہے بخش دیتا ہے، جو اس کی جناب میں تضرع کے ساتھ دعا کرے قبول کرتا ہے، جو اس کے دروازے پر جاتا ہے ناکام نہیں لوٹتا۔ اگر اس کے بارے میں اچھے گمان رکھتا ہے اور امید رکھتا ہے اور اس کی رحمت سے ناامید نہیں اور اس کی مہربانی سے مایوس نہیں اور اسی سے ڈرے اور خوف کرے اور تقویٰ کرے، اس کے حضور عملِ صالح اور نیکی و تقویٰ کے ان تمام کاموں کو وسیلہ بنائے جو اس کے تقرب کا باعث ہیں کسی اعلیٰ و ادنیٰ کی ذات کو نہیں۔ عمل کرنے والوں کو پورا صلہ عطا کرے گا۔ کسی عمل و سعی کرنے والے کا اجر ضائع نہیں کرے گا۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں وہ بلند، بڑا اعلیٰ، زبردست، جبار، متکبر، خالق (پیدا کرنے والا) صورت بنانے والا ہے۔ اس کے اچھے نام ہیں، اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر وسیع ہے۔ ہر چیز کا اس نے شمار کیا ہوا ہے۔ میرا رب بھٹکتا بھولتا نہیں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جملہ عبادت گزاروں میں اکمل اور روزہ رکھنے والوں، نماز پڑھنے والوں، تلاوت کرنے والوں میں افضل ہے۔ سجدہ کرنے والوں کا امام، شرک سے صاف عبادت گزاروں کا قائد، اپنی امت کو رب کی طرف بلایا اور ان کو آفاق اور خود ان کے اپنے اندر نشانات عظیمہ کی نشاندہی کی جو کہ اس (اللہ) کی توحید و عظمت اور بندوں پر اس کے علو و قہر پر دلالت کرتے ہیں۔ جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کی کامیاب ہوا۔ اس کے عمل مالکِ عرش کے پاس چڑھ گئے اور اس کیلئے اچھا بدلہ ہے۔ اس کو قبولِ حسن حاصل ہوا۔ وہ نہ خوف کرے گا اور نہ غم۔ اسی کے لئے ہے جنتُ الماویٰ اور جس نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی ہلاک ہوا۔ اس کی نیکیاں برباد ہوئیں۔ اس کے سر پر ماری گئیں اور پھینکی گئیں۔ اس کی محنت غیر مقبول، اس کی کاوش غیر مکتوب، ایک بالشت کے برابر بھی اونچی نہ ہو اور نہ بڑھے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے گروہ پر بے شمار رحمت فرمائے اور آپ ﷺ پر شمار و استقصاء سے وسیع سلام اور آپ ﷺ کی آل، خاندان اور اصحاب پر بھی جنھوں نے آپ سے روایت کی اور عقائد واجبہ اور قابل عمل شریعت کو حاصل کیا۔ حفظ کیا اور یاد رکھا اور رحمت ہو ان بعد میں آنے والوں پر جنھوں نے اوائل سے علم لیا اور یہ سب کے سب عقل و زیرکی کے مالک تھے اور آج تک آنے والے اور ہمارے بعد قیامت تک آنے والوں پر، سب ہی اپنے رب پر ایمان لاتے ہیں اس کے حکم کے مطابق اور اس کی ذات کی صفات سے اسے متصف مانتے ہیں جیسا کہ اس نے اپنی وصف کی اور اسے واضح فرمایا اور ہدایت کی۔ تعطیل، تمثیل اور کسی تاویل کے، بغیر وہ صفات کے بارے میں کیف اور متیٰ سے سوال نہیں کرتے بلکہ جیسا کہ اللہ کے کلام و حکمت میں آیا اور ذکر ہوا۔ اسی طرح تسلیم و اقرار کر لیتے ہیں، اے اللہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھ اور جو تو چاہے اور راضی ہو اس کی توفیق دے۔ جن پر تو نے انعام کیا ان کی راہ عطا فرما، جن پر غصہ کیا گیا اور جملہ سرکشوں کے راستے سے ہمیں دور رکھ تو ہی ہمارا دنیا و آخرت میں متولی ہے۔ ہمیں اسلام پر وفات دے اور صالحین اور الرفیق الاعلیٰ کے ساتھ لاحق فرما۔ (آمین)



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اما بعد ! آپ نے دو اہم مسئلوں کے متعلق سوال کیا ہے۔ ہم اللہ کا نام لے کر اسی سے توفیق طلب کر کے دونوں کا تفصیل کے ساتھ جواب لکھتے ہیں اور براہینِ نقلیہ وعقلیہ سے دونوں مسئلوں کو واضح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اور آپ کو اور سب مسلمانوں کو صحیح طریقے پر چلنے کی توفیق بخشے اور شیطان کے تسلط اور باطل کے اثر سے محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

سوال نمبر ۱ : توحید کے متعلق اس وقت مسلمانوں میں مندرجہ ذیل پانچ اقسام کے نظریات موجود ہیں، علماءِ کرام کا ایک طبقہ توحید کی تشریح اس طرح کرتا ہے کہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور وہ خود اس سے الگ ذات ہے جو بنفسہ و بذاتہ مستوی عرش عظیم اور وراء الوراء ہے۔

مولانا رومی جو قرآن مجید کے بڑے عالم اور مفسر مانے جاتے ہیں اور جن کا کلام صدیوں سے زبان زدِ خواص و عوام ہے، مثنوی میں فرماتے ہیں۔

گر نبودے ذات حق اندر وجود   آب و گل را کے ملک کردے سجود

ایک اور مشہور و معروف صوفی بزرگ اور ملتانی زبان کے عظیم شاعر خواجہ غلام فریدؔ صاحب ایک خاص طبقہ کی نمائندگی اس طرح فرماتے ہیں:

حسن ازل دا تھیا اظہار   احدوں ویس وٹا تھی احمد

احد احمد وچہ فرق نہ کوئی   ہکو ذات صفات

احد وی اوہے احمد وی اوہے   موئیں چین مچین

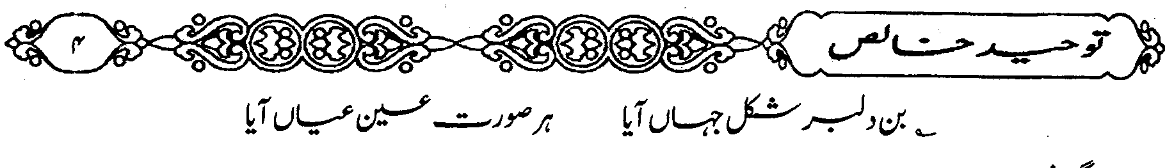
چوتھے نظریۂ توحید کے شارح ایک بہت بڑی ہستی حاجی امداد اللہ مہاجر المکی ہیں، جو دیوبندی حضرات کے پیرومرشد ہیں۔ ان صاحب کو صوفیاءِ کرام میں ایک ارفع واعلیٰ مقام پر فائز سمجھا جاتا ہے اور بریلوی حضرات کے نزدیک بھی وہ بڑے پایہ کے بزرگ مانے جاتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب "شمائم امدادیہ" میں رقم طراز ہیں:

بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا   اور خدا ظاہر بندہ کنت کنزا مخفیا [1]

پانچویں نظریۂ توحید کی صورت وہ ہے جس کی تشریح اپنے کلام میں تمام وحدۃ الوجودی حضرات فرمایا کرتے ہیں اور خواجہ غلام فریدؔ صاحب نے بھی جو اپنے ہم خیال اور ہم مشرب مسلمانوں کے عظیم گروہ کے مسلم الثبوت نمائندہ کی حیثیت رکھتے ہیں، فرماتے ہیں:

---

[1] ۔ شمائم امدادیہ (۳۸).



بن دلبر شکل جہاں آیا   ہر صورت عین عیاں آیا

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

ہر صورت وچہ آوے یار   کر کے ناز ادا لکھ دار

تیسری جگہ فرماتے ہیں:

ہر اعداد کوں سمجھیں واحد   کثرت ہے مفقود میاں
سب صورت وچہ یار کوں جانڑیں   غیر نہیں موجود میاں

ان پانچوں مذکورہ بالا صورتوں میں توحید کو جس رنگ میں پیش کیا گیا ہے اس کا ماحاصل بالاختصار یہ ہے:

① پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ سارے جہاں اور جملہ کائنات سے الگ اور اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔

② دوسری صورت میں اللہ تعالیٰ آدم کے اندر تھا۔

③ تیسری صورت میں اللہ تعالیٰ سیدنا رحمت اللعالمین ﷺ کی شکل وجود میں ظاہر ہوا۔

④ چوتھی صورت میں اللہ تعالیٰ ہر نوع انسان کے روپ میں ہے اور آخری اور

⑤ پانچویں صورت میں اللہ تعالیٰ ہر نوع مخلوق کی صورت میں موجود ہے۔

ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ ساری کائنات اور جملہ مخلوقات مخلوق و مرزوق اور غیر ہے اور اللہ تعالیٰ خالق و رازق اور واجب الوجود ہے اور دوسری جانب یہ کہا جاتا ہے "لا موجود إلا الله" خدارا اس گتھی کو سلجھائیں۔ کیونکہ جب تک توحیدِ خالص پر کسی مسلمان کا عقیدہ قرآن و حدیث کے مطابق صحیح اور درست نہ ہو گا اس کا ایمان قابل قبول رہ سکتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی عمل وزن دار۔ بینوا توجروا۔

سوال نمبر ۲: علماء کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ ازراہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں دلائل و براہین کے ساتھ دعا مانگنے کے مندرجہ ذیل چار معروف طریقوں میں سے درست اور جائز طریقوں کی تصدیق اور نشاندہی فرما کر مرہونِ احسان فرما دیں اور اگر ان کے علاوہ کوئی دیگر طریقۂ دعا ہو تو اس سے بھی مطلع فرما دیں۔ ناجائز طریقے کے بارے میں صاف صاف فیصلہ کن ارشاد فرمایا جائے؟

بنی نوع انسان میں ہر ایک کے ساتھ پوری حیات مستعار میں خوشی و غم، دکھ سکھ اور یُسر و عُسر ساتھ ساتھ لگا ہوا ہے۔ انسان جس وقت بھی کسی قسم کی تکلیف مصیبت یا دکھ درد میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی بھی دلی خواہش اور آرزو ہوتی ہے کہ جتنا جلدی ہو سکے وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرے اور جس طرح بھی ہو اس کی تکلیف اور محرومی دور ہو جائے۔ اپنی ہر کوشش کے علاوہ اس وقت وہ اپنے خالق و مالک کو بھی یاد کرتا ہے اور گڑگڑا کر اس کو پکارنے لگتا ہے۔

دعا مانگنے کے چار معلوم و معروف طریقے یہ ہیں:



① علماء کرام کا ایک طبقہ یوں فرماتا ہے کہ اس ساری کائنات میں صرف ایک ذات پاک اللہ تعالیٰ ہی ہے جو براہ راست جملہ مخلوقات کی فریاد و پکار سنتا ہے اور ان کے رنج و غم دور کرتا ہے اور دکھ درد کا مداوا کرتا ہے لہٰذا صرف اسی اکیلے کو ہی صدقِ دل سے پکارو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔

② بعض حضرات کا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وغیر ہما بزرگ بھی ہماری فریادیں سنتے اور ہماری مشکلات حل کرتے ہیں اور ان کی توجہ اور نظرِ کرم سے بھی ہمارے دکھ درد اور رنج و الم دور ہو سکتے ہیں۔

③ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ ہمیں براہِ راست اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارنا چاہئے بلکہ دعا مانگنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ: اے اللہ تو اپنے حبیب کریم علیہ السلام یا فلاں نبی، ولی کے وسیلے سے ہماری دعا قبول فرما اور ان کے طفیل ہمارے دکھ درد دور فرما۔

④ بعض صاحبان فرماتے ہیں کہ دعا یوں مانگنی چاہئے کہ: اے بزرگانِ عزام واولیاءِ کرام آپ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ سے ہماری سفارش فرما کر ہماری مراد پوری کرا دیجئے اور ہماری مشکلیں حل کرا دیجئے کیونکہ وہ آپ کی سنتا اور مانتا ہے۔

(احقر العباد محمد یٰسین قمر، بیرون لوہاری گیٹ محلہ کمہاراں والہ گلی امام دین مکان نمبر ۱۵۹۶، ملتان)

توحید کے بارے میں عقیدۂ سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم

جواب ۱: وباللہ تعالیٰ التوفیق۔ توحید کی تشریح اول ہی صحیح ہے اور یہی عقیدہ سلف میں جمیع اہل اسلام کا تھا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کتاب "الأسماء والصفات" میں فرماتے ہیں: أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الحَافِظُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّد بِنْ عَلِي الْجَوهَرِي بِبَغْدَادٍ ،قال حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيم بْن الْهَيْثَم،حَدَّثَنَا مُحَمَّد بْـن كَثِيرِ الْمَصِيصَى، قَالَ: سَمِعْتُ الْأَوْزَاعِي، يَقُوْلُ : كُنَّا وَالتَّابِعُون مُتَوَافِرُوْنَ نَقُولُ : إِنَّ اللهَ تَعَالَى ذِكْرُهُ فَوْقَ عَرْشِهِ ، وَنُؤْمِنُ بِمَا وَرَدَتِ السُّنَّةُ بِهِ مِنْ صِفَاتِهِ جَلَّ وَعَلاَ. ([1])

ہمیں ابو عبد اللہ الحافظ نے خبر دی، کہا مجھے ابو عبد اللہ محمد بن علی جوہری نے بغداد میں خبر دی، کہا ہمیں ابراہیم بن ہیثم نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں محمد بن کثیر مصیصی نے حدیث بیان کی، کہا میں نے اوزاعی کو یہ کہتے سنا: ہمارا اور سب تابعین کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے، ہم اللہ جل مجدہ کی جملہ صفات کو مانتے ہیں جو احادیث میں آئی ہیں۔

وَقَالَ أَبُو إِسْمٰعِيلَ الْأَنْصَارِيّ فِي ذَمِ الْكَلَامِ وَأَهْلِهِ. أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ يَحْيَ بِنْ يُونُس أَنْبَأَ أَبُوطَالِبْ الْيُوسِفِيُّ أَنْبَأَ أَبُو إِسْحَاقَ الْبَرْمَكِي أَنْبَأَ عَلِي بْنِ عَبْدُالْعَزِيْزِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي حَاتِمْ قَالَ سَأَلْتُ أَبِي وَأَبَا زُرْعَةَ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالَى عَنْ مَذْهَبِ أَهْلِ السُّنَّةِ فِي أُصُولِ الدِّيْنِ وَمَا أَدْرَكَا عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ فِي جَمِيعِ

---

[1] ـ الأسماء و الصفات للبيهقي (ص ۲۹۱) حديث نمبر(۸۳٤).

الْأَمْصَارِ وَمَا يَعْتَقِدَانِ مِنْ ذَلِكَ فَقَالاَ : أَدْرَكْنَا الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيْعِ الْأَمْصَارِ حِجَازاً وَعِرَاقاً وَمِصْراً وَشَاماً وَيَمْناً فَكَانَ مَذْهَبُهُمْ أَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالى عَلَى عَرْشِهِ بَائِنْ مِنْ خَلْقِهِ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ بِلَا كَيْفٍ ﴿أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿١١﴾﴾ كذا في كتاب العلو للعلي الغفار للذهبي ثم أسنده الذهبي عنهما أيضا بسند اٰخر. (١)

ابو اسمٰعیل انصاری نے کلام اور متکلمین کی مذمت میں کہا ہمیں احمد بن ابی الخیر نے خبر دی، یحییٰ بن یونس سے کہا ابو طالب یوسفی نے خبر دی کہا ابو اسحاق برکی نے خبر دی اس کو علی بن عبد العزیز نے کہا کہ ہمیں عبد الرحمن بن ابی حاتم نے حدیث بیان کی، کہا میں نے اپنے باپ اور ابو زرعہ سے اصولِ دین کے بارے میں اہل سنت کا مذہب پوچھا اور ان سے ملنے والے علماءِ امصار کا عقیدہ دریافت کیا تو دونوں نے جواب دیا ہم حجاز و عراق، مصر و شام اور یمن کے علماء کو ملے ہیں ان کا مذہب تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عرش پر ہے۔ مخلوق سے جدا جیسا کہ اس نے اپنی صفت بیان کی ہے اور بلا کیف اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ ذہبی نے اس کی ایک اور سند بھی بیان کی ہے۔

وَقَالَ الْحَافِظُ أَبُو عَبْدُاللهِ بْنِ بَطَّةَ فِي كِتَابِ الْإِبَانَةِ: أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْن ، وَجَمِيْعَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالى عَلَى عَرْشِهِ ، فَوْقَ سَمَاوَاتِهِ بَائِنْ مِنْ خَلْقِهِ. (٢)

حافظ ابو عبد اللہ بن بطہ اپنی کتاب ''الابانہ'' میں لکھتے ہیں: صحابہ و تابعین سے جملہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، آسمانوں کے اوپر اور اپنی مخلوق سے جدا۔

وَقَالَ أبو نصر السجزى الْحَافِظ فِي كِتَا بِ الْإِبَانَه : وأئمتنا كا لثورى ومالك وابن عينيه وحماد بن زيد وابن المبارك وفضيل بن عياض وأحمد وإسحاق متفقون على أَنَّ اللهَ فَوْقَ الْعَرْشِ بِذَاتِهِ وَأَنَّ عِلْمَهُ بِكُلِّ مَكَانٍ.

ابو نصر السجزی الحافظ کتاب ''الابانہ'' میں کہتے ہیں: ہمارے ائمہ ثوری، مالک، ابن عینیہ، حماد بن زید، ابن المبارک، فضیل بن عیاض، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ سب متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ عرش پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے۔ (۳)

وكذالك أبو الحسن الأشعرى نَقَلَ الْإِجْمَاع عَلَى أَنَّ اللهَ مُسْتَوٍ عَلَى عَرْشِهِ.

اسی طرح ابو الحسن الاشعری نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مستوی عرش ہے۔

وقال الشيخ أبو عمر الطلمنكى المالكى في كتاب ''الوصول إلى معرفة الأصول'': أَجْمَعَ أَهْل السُّنَّة عَلَى أَنَّ اللهَ تَعَالَى عَلَى عَرْشِهِ الْمَجِيْد عَلَى الْحَقِيْقَةِ لاَ عَلَى الْمَجَاز.

---

١ – (صحيح) مختصر العلو (١ / ٧٥)، العلو للعلي الغفار (١٣٧)

٢ – الإبانة الكبرى لابن بطة (٦ / ١٤١) باب الإيمان بأن الله عز وجل على عرشه بائن من خلقه

٣ – الإبانة عن أصول الديانة (١ / ٤٢)

امام ابو عمر طلمنکی "الوصول إلى معرفة الأصول" میں کہتے ہیں: اہلسنت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقتاً عرش پر ہے مجازاً نہیں۔[1]

وقال الحافظ أبو نعيم صاحب حلية الأولياء في "كتاب الإعتقاد" طَرِيقَتنَا طَرِيقَة السَّلَفِ الْمُتَّبِعِين لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ وَمِمَّا إعْتَقَدُوْه...وَأَنَّ الْأَحَادِيْث الَّتِي ثَبَتَتْ فِي الْعَرْشِ وَإِسْتَوَاءِ اللهِ عَلَيْه يَقُولُونَ لَهَا وَيُثْبِتُونَهَا مِنْ غَيْرِ تَكْيِيف وَلَا تَمْثِيل وَأَنَّ الله تَعَالى بَائِنْ مِنْ خَلْقِهِ وَالْخَلْقُ بَائِنُون مِنْه لَا يَحِلُّ فِيهِمْ وَلَا يَمْتَزِجُ بِهِمْ وَهُوَ مُسْتَوَاء عَلَى عَرْشِهِ فِي سَمَائِه مِنْ دُوْن أَرْضِه. كذا في العلو للذهبی.[2]

حافظ ابو نعیم مؤلف حلیۃ الاولیاء "کتاب الاعتقاد" میں کہتے ہیں: ہمارا طریقہ سلف والا ہے جو کہ کتاب و سنت و اجماعِ امت کے پابند تھے، ان کے عقائد میں ہے کہ جن احادیث میں عرش پر اللہ تعالیٰ کا استواء ثابت ہے اسے بلا کیف و بلا تمثیل تسلیم کیا جائے اور یہ کہ اللہ اپنی مخلوق سے جدا ہے۔ ان میں حلول نہیں کر چکا اور نہ ان کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ وہ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ آسمان پر، زمین پر نہیں۔ "کتاب العلو" للذہبی میں اسی طرح ہے۔

قَالَ إعْلَمُوا رَحِمَكُم الله أَنَّ مَذَاهِب أَهْل الْحَدِيْث أَهْل السُّنَّة وَالْجَمَاعَة الإِقْرَار بِاللهِ وَمَلٰئِكَتِه وَكُتُبِه وَرُسُلِه وَقُبُول مَا نَطَقَ بِهِ كِتَابُ الله وَمَاصَحت بِه الرِّوَايَة عَنْ رَسُوْلِ الله لَامَعْدَل عَماً وَرَدَ بِه وَيَعْتَقِدُوْن أَنَّ الله مَدْعُوا بِأَسْمَائِه الْحُسْنى مَوْصُوفٌ بصفاته التي وصف بها نفسه ووصف بها نبيه وخلق آدم بيده ويداه مبسوطتان بلا إعتقاد كيف إستوى على العرش بلا كيف.

کہا جان لو اللہ تم پر رحم کرے، اہل حدیث، اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ، فرشتے، اس کی کتابیں اس کے رسولوں کا اقرار کرنا اور جو اللہ کی کتاب میں آ جائے اور جو رسول اللہ ﷺ سے بہ سند صحیح ثابت ہو اسے بلا تحریف قبول کرنا، اور وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اچھے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ وہ ان صفات سے متصف ہے جو اس نے خود بیان کیں اور اس کے رسول نے بتائیں۔ آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اس کے ہاتھ کھلے ہیں کس طرح کھلے ہیں، یہ عقیدہ رکھے بغیر وہ بلا کیف مستوی عرش ہے۔

بلکہ امام ابو عبد اللہ الحاکم "معرفة علوم الحديث" میں روایت کرتے ہیں کہ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنِ صَالِحٍ بن هَانِئَ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا بَكَر مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاق بْنِ خُزَيْمَةَ يَقُولُ: « مَنْ لَمْ يَقِرُّ بِأَنَّ اللهَ تَعَالَى عَلَى عَرْشِهِ قَدِ اسْتَوَى فَوْقَ سَبْعِ سَمَاوَاتِهِ، فَهُوَ كَافِرٌ بِرَبِّهِ يُسْتَتَابُ، فَإِنْ تَابَ، وَإِلَّا ضُرِبَتْ عُنُقَهُ، وَأُلْقِيَ عَلَى بَعْضِ الْمَزَابِلِ حَيْثُ لَا يَتَأَذَّى الْمُسْلِمُونَ، وَالْمُعَاهِدُوْنَ بِنَتِنِ رِيحِ جِيْفَتِهِ، وَكَانَ مَالُهُ فَيْئاً لَا يَرِثُهُ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، إِذ الْمُسْلِمُ لَا يَرِثُ الْكَافِرُ كَمَا قَالَ ﷺ».

---

[1] – الصواعق المرسلة في الرد على الجهمية والمعطلة لإبن القيم (۲/۳۲٤، ۳۷۵، ۳۷٦)

[2] – العلو للذهبي (١٤٥, ١٤٨).



میں نے محمد بن صالح بن ہانی کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نے ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اقرار نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، سات آسمانوں کے اوپر، وہ اپنے رب کا کافر ہے۔ اس سے توبہ طلب کی جائے توبہ کرلے تو فبہا ورنہ اس کی گردن اڑادی جائے اور کسی کوڑے پر ڈال دیا جائے جہاں کہ مسلمان اور ذمی اس کی گندی ہوا اور بدبو سے ایذاء نہ پائیں۔ اس کا مال فئ ہے، کوئی مسلمان اس کا وارث نہ ہو گا کیونکہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ (۱)

وَرَوَى عَبْدِاللهِ بْنُ أَحْمَدَ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ الْإِمَامُ الْمَشْهُورُ أَنَّهُ قَالَ : لَيْسَ فِي أَصْحَابِ الْأَهْوَاءِ شَرٌّ مِنْ أَصْحَابِ جَهْمٍ يُرِيدُوْنَ عَلَى أَنْ يَقُولُوا: لَيْسَ فِي السَّمَاء شَيْءٌ وَاللهِ أَرَى أَنْ لاَ يَنَاكِحُوا وَلاَ يُوَارِثُوا .

وَرَوَى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي حَاتِمْ فِي "كتاب الرد على الجهمية" عَنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنْ مَهْدِيٍّ قَالَ : أَصْحَابُ جَهْمٍ يُرِيدُوْنَ أَنْ يَقُوْلُوْا إِنْ اللهَ لَمْ يُكَلِّمْ مُوسَى وَيُرِيدُوْنَ أَنْ يَقُوْلُوا : لَيْسَ فِي السَّمَاء شَيْءٌ وَأَنْ اللهَ لَيْسَ عَلَى الْعَرْشِ أَرَى أَنْ يُسْتَتَابُوا فَإِنْ تَابُوا وَإِلَّا قُتِلُوا . (۲)

عبد اللہ بن احمد امام عبد الرحمن بن مہدی سے روایت کرتے ہیں کہ خواہشات کے پیروکاروں میں جہمیہ سے زیادہ کوئی بھی برا نہیں ہے جو کہ کہتے ہیں کہ آسمان میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ کی قسم میں دیکھتا ہوں کہ ان سے مناکحت نہ کی جائے اور نہ ہی موارثت۔

ابن ابی حاتم نے جہمیہ کی تردید میں اس سے روایت کیا کہ کہا ان کا ارادہ ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام نہیں کیا۔ ارادہ کرتے ہیں کہ کہیں آسمان میں کچھ بھی نہیں اور یہ کہ اللہ عرش پر نہیں۔ میرا خیال ہے ان سے توبہ طلب کی جائے توبہ کرلیں تو ٹھیک ورنہ قتل کردیئے جائیں۔ (۳)

عقیدۂ سلف پر دلائلِ قرآن

اس عقیدے کی صحت پر قرآن و سنت شاہد ہیں اور قرآن مجید کی آیات میں متعدد قسموں کے ادلہ ہیں۔

الف: اللہ بذاتہ عرش پر مستوی ہے

۱۔ ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ﴾ (الأعراف: ٥٤)

ترجمہ: تحقیق تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا۔

۲۔ ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ﴾ (یونس)

---

[1] – معرفة علوم الحديث للحاكم (ص ٨٤) حديث نمبر ١٦١

[2] – العقيدة الحموية الكبرى لابن تيمية (ص ٤٠٠)

[3] – كتاب الحمويه لابن تيميه (٤٠٠)

ترجمہ: یقیناً تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا۔

۳۔ ﴿ اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ﴾ (الرعد: ٢)

ترجمہ: اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر جنہیں تم دیکھتے ہو اونچا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوا۔

۴۔ ﴿ الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ﴿٥﴾ ﴾ (طه) ترجمہ: رحمن نے عرش پر استوا کیا۔

۵۔ ﴿ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمَٰنُ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا ﴿٥٩﴾ ﴾ (الفرقان)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین کو چھ ایام میں پیدا کیا، پھر رحمن نے عرش پر استوا کیا، اس کے بارے میں خبر والے سے پوچھ۔

۶۔ ﴿ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ﴾ (السجدة: ٤)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں چھ دنوں میں پیدا کیں، پھر عرش پر استوا کیا۔

۷۔ ﴿ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ ... ﴾ الحديد: ٤

ترجمہ: وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر اس نے عرش پر استوا کیا۔

استواء بمعنی ارتفاع (بلند ہونا) ہے

اور استواء کے معنیٰ الارتفاع والعلو بھی ہے۔ "صحیح بخاری کتاب التوحید باب وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ" میں ہے:

قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ ﴿ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ ﴾ ارْتَفَعَ ﴿ فَسَوَّاهُنَّ ﴾ خَلَقَهُنَّ وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿ اسْتَوَىٰ ﴾ عَلَا عَلَى الْعَرْشِ. وَأَثَرُ أَبِي الْعَالِيَةِ وَصَلَهُ ابْنُ جَرِيرٍ مِنْ طَرِيقِ عَبْدِاللهِ بْنِ جَعْفَر عَنْ أَبِيهِ عَنْهُ وَأَثَرُ مُجَاهِد وَصَلَه الْفِرْيَابِي فِي تَفْسِيرِهِ عَنْ وَرْقَاء عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيح عَنْه. كذا في فتح البارى. [1]

ابو العالیہ نے کہا: ﴿ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ ﴾ یعنی ارتفع اونچا ہوا، مجاہد کہتے ہیں ﴿ اسْتَوَىٰ ﴾ بمعنی علا کے ہے یعنی عرش پر اونچا ہوا۔ ابو العالیہ کے اثر کو ابن جریر نے موصولاً بیان کیا ہے۔ عبد اللہ بن جعفر کے طریق سے وہ اپنے باپ سے اور وہ ابو العالیہ سے مجاہد کے اثر کو فریابی نے اپنی تفسیر میں موصول روایت کیا۔ ورقاء سے وہ ابن ابی نجیح سے وہ مجاہد سے۔

وقال إسحاق بن راهويه سمعت غير واحد من المفسرين يقول ﴿ الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ﴾ أى إرتفع كذا في تفسير محاسن التأويل للقاسمى. [2]

---

[1] – صحيح البخاري (٢٢/ ٤٢٧) كِتَاب التَّوْحِيدِ بَاب (وَكَانَ عَرْشُه عَلَى الْمَاءِ) فتح الباري لابن حجر (١٧/ ١٧٦)

[2] – تفسير محاسن التأويل للقا سمى (٢٧٠٣/٧)

اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں میں نے کئی مفسرین سے سنا کہ ﴿ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ﴾ کا مفہوم ہے رحمٰن عرش پر اونچا ہوا۔

استواء بمعنی استیلاء (غلبہ) غلط ہے

وَقَدْ نَقَلَ أَبُو إِسْمَاعِيل الْهَرَوِي فِي كِتَاب الْفَارُوق بِسَنَدِهِ إِلَى دَاوُدَ بْن عَلِي بْن خَلَف قَالَ : كُنَّا عِنْد أَبِي عَبْد الله بْن الْأَعْرَابِي يَعْنِي مُحَمَّد بْن زِيَاد اللُّغَوِي فَقَالَ لَه رَجُل ﴿ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ﴾ فَقَالَ هُوَ عَلَى الْعَرْش كَمَا أَخْبَرَ ، قَالَ يَا أَبَا عَبْد الله إِنَّمَا مَعْنَاه اِسْتَوْلَى ، فَقَالَ اُسْكُتْ لَا يُقَال اِسْتَوْلَى عَلَى الشَّيْء إِلَّا أَنْ يَكُون لَه مُضَادٌّ ، وَمِنْ طَرِيق مُحَمَّد بْن أَحْمَد بْن النَّضْر الْأَزْدِي سَمِعْت ابْنَ الْأَعْرَابِي يَقُول أَرَادَنِي أَحْمَد بْن أَبِي دَاوُدَ أَنْ أَجِد لَه فِي لُغَة الْعَرَب ﴿ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ﴾ بِمَعْنَى اِسْتَوْلَى فَقُلْتُ وَاللهِ مَا أَصَبْتُ هذَا. [1]

ابو اسمٰعیل ہروی کتاب "الفاروق" میں داؤد بن خلف سے باسند نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہم ابو عبد اللہ بن الاعرابی یعنی محمد بن زیاد اللغوی کے پاس تھے۔ ایک شخص نے اس سے کہا ﴿ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ﴾ جواب دیا وہ عرش پر ہی ہے جس طرح کہ اس نے خبر دی ہے۔ اس شخص نے کہا اس کا معنیٰ ہے رب تعالیٰ نے غلبہ پالیا۔ جواب دیا: "استولی علی الشئ" اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی اس کا مقابل ہو لہٰذا یہاں یہ معنیٰ نہیں بن سکتا، اور محمد بن احمد بن نضر الازدی کے طریق سے ہے میں نے ابن الاعرابی سے سنا کہ احمد بن داؤد نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ لغت عرب میں تلاش کرو استویٰ بمعنی استولی آتا ہو میں نے کہا اللہ کی قسم مجھے یہ نہیں ملا۔

اور حافظ ابن قیم نے "الصواعق المرسلہ" میں اس کے بطلان پر بیالیس ۴۲ وجوہ لکھے ہیں۔ من جملہ ان سے:

الوجه الثالث : ماقاله الخطابي في كتابه "شعار الدين" وزعم بعضهم أن الإستواء هنا بمعنى الإستيلاء ونزع فيه إلى بيت مجهول لم يقله شاعر معروف يصح الإحتجاج بقوله ولو كا ن الإستواء هنا بمعنى الإستيلاء لكان الكلام عديم الفائدة لأن الله تعالىٰ قد أحاط علمه وقدرته بكل شئ وكل قطر وبقعة من السماوات والأرض وتحت العرش فما معنى تخصيص العرش بالذكر ثم أن الإستيلاء أنما يتحقق معناه عند المنع من الشئ فإذا وقع الظفر به قيل إستولى عليه فأى منع كان هناك حتى يوصف بالإستيلاء بعده (هذا لفظه وهو من أئمة اللغة).

والوجه الخامس : أن هذا تفسير لكلام الله بالرأى المجرد الذى لم يذهب إليه صاحب ولا تابع ولا قاله

---

[1] - فتح الباري لابن حجر (١٧ / ١٧٧)



إمام من أئمة المسلمين ولا أحد أهل التفسير الذى يحكىٰ أقوال السلف وقد قال النبی ﷺ من قال في القرآن برأيه فليتبؤ مقعده من النار.

الوجه العاشر: أن الإستيلاء والإستواء لفظان متغايران ومعنيان مختلفان فحمل أحدهما على الاخر. إن أدعى أنه بطريق الوضع فكذب ظاهر فإن العرب لم تضع لفظ الإستواء للإستيلاء البتة، وإن كان بطريق الإستعمال في لغتهم فكذب أيضا فهذا نظمهم ونثرهم شاهد بخلاف ما قالوا فتتبع لفظ إستوى ومراد ها في القرآن والسنة وكلام العرب هل تجد ها في موضع واحد بمعنى الإستيلاء اللّٰهُمَّ الا أن يكون ذلك البيت المصنوع المختلفة وإن كان بطريق المجاز فهو إنشاء من المتكلم بهذا الإستعمال فلا يجوز أن يحمل عليه كلام غيره من الناس فضلاعن كلام الله وكلام رسوله.

الوجه الخامس عشر: أن الأشعرى حكى إجماع أهل التفسير على بطلان تفسير الإستواء بالإستيلاء.

الو جه السابع والعشرون: أن أعلم الخلق به قد أطلق عليه أنه فوق عرشه (كما في الحديث الآتيه) وهذه الفوقية هو تفسير الإستواء المذكور في القرأن والسنة .([1])

تیسری وجہ یہ ہے کہ خطابی نے اپنی کتاب ”شعار الدین“ میں کہا بعض کا خیال ہے کہ اس جگہ استواء بمعنی استیلا ہے اور ایک مجہول بیت (شعر) سے استدلال کیا یہ بیت کسی معروف شاعر کا مقولہ نہیں کہ اس سے استدلال صحیح ہو۔ اگر اس جگہ استوا بمعنی استیلا ہو تو کلام بے فائدہ بن جاتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت ہر چیز کو محیط ہے۔ آسمانوں اور زمین کا چپہ چپہ اس کے تصرف میں ہے تو صرف عرش پر استیلا و قبضہ کی بات کیا معنی رکھتی ہے۔ اس استیلا کا مفہوم تو یہ ہے کسی کو ایک چیز سے روکا جارہا ہے اور وہ اس پر کامیاب ہو جائے پھر کہا جاتا ہے استولی علیه یعنی اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہاں (حق تعالیٰ کیلئے) کون سی رکاوٹ ہے کہ اسے استیلا سے موصوف قرار دیا جائے۔ (خطابی ائمہ لغت سے ہیں)۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ ایسا کہنا قرآن پاک کی تفسیر بالرائے کے زمرے میں آتا ہے۔ کسی صحابی یا تابعی نے ایسا نہیں کہا نہ ہی مسلمانوں کے کسی امام نے یہ بات کہی ہے اور نہ ہی مفسرین میں سے کوئی یہ تفسیر بیان کرتا ہے جو کہ اقوال سلف نقل کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرلے وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے۔ دسویں وجہ یہ ہے کہ استواء اور استیلاء دو متغائر لفظ ہیں جن کا الگ الگ معنی ہے ایک کو دوسرے پر محمول کرنا اگر بطریق وضع ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ عرب نے استواء کو استیلاء کے معنی میں وضع نہیں کیا۔ اگر لغت عرب میں استعمال کِے طریق سے ہے تو بھی جھوٹ ہے کہ استعمالات اہل عرب نظم و نثر میں ایسا نہیں ملتا۔ استویٰ کا لفظ قرآن، سنت اور محاورات عرب میں تلاش کیجئے۔ کہیں بھی استیلاء کے معنی میں مستعمل ہے؟ ہاں صرف بناوٹی اور مخترع بیت میں اگر ایک کا محمول کرنا دوسرے پر مجاز کے طور پر کہا جائے تو ایسا کہنے والے کا اپنا استعمال ہو گا۔ کسی اور انسان کے کلام کو بھی اس پر

---

[1] – مختصرا من مختصر الصواعق المرسلة للشيخ محمد الموصلي (۲ / ۳۲۱- ۳۲۶)



محمول نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے کلام کو اس پر محمول کیا جائے۔ پندرھویں وجہ یہ ہے کہ امام اشعری رحمہ اللہ نے مفسرین کا اجماع نقل کیا ہے کہ استواء بمعنی استیلاء مراد لینا باطل ہے۔ ستائیسویں وجہ یہ ہے کہ مخلوق میں ذات حق کو سب سے زیادہ جاننے والے رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کیلئے عرش پر ہونے کا اطلاق فرمایا ہے۔(جیسا کہ احادیث ذیل میں آرہا ہے) اور یہ فوقیت آیت میں مذکورہ استواء کی تفسیر ہے۔

اور بعضوں نے چوتھی آیت میں یہ تاویل کی ہے۔ علیٰ کو فعل بنایا ہے۔ فاعل الرحمن اور استوی کا فاعل عرش کو بنایا ہے۔

قال الزركشي في "البرهان في علوم القرآن": ورد بوجهين "أحدهما" أنه جعل الصفة فعلا ومصاحف أهل الشام والعراق والحجاز قاطعة بأن (على) هنا حرف ولو كان فعلا لكتبوها باللام ألف كقوله ولعلا بعضهم على بعض "والثانى" أنه رفع العرش ولم يرفعه أحد من القراء. (1)

زرکشی "البرہان فی علوم القرآن" میں کہتے ہیں کہ یہ تاویل دو وجہ سے غلط ہے ایک یہ کہ مؤول نے صفت کو فعل بنادیا ہے۔ مصاحف اہل شام و عراق و حجاز سب میں علیٰ اس جگہ حرف ہے۔ اگر فعل ہوتا تو اسے لام اور الف سے لکھا جاتا جس طرح ایک دوسرے مقام پر ہے "ولعلا بعضهم على بعض" دوسری وجہ یہ ہے کہ اس مؤول نے العرش کو مرفوع بنادیا حالانکہ قراء میں سے یہ کسی کی بھی قرأت نہیں ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اس دوسری آیت کے خلاف ہوگا۔

جن آیات میں ﴿ٱسۡتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ﴾ کا ذکر ہے

۱۔﴿ هُوَ ٱلَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي ٱلۡأَرۡضِ جَمِيعٗا ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ فَسَوَّىٰهُنَّ سَبۡعَ سَمَٰوَٰتٖۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٞ ﴿٢٩﴾ ﴾

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی سب چیزیں پیدا کیں پھر آسمان کی طرف مستوی ہوا اور انہیں سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ (البقرة)

۲۔﴿ ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٞ ﴾ فصلت: ۱۱ ترجمہ: پھر آسمان کی طرف مستوی ہوا اور وہ دھواں تھا۔

﴿ٱسۡتَوَىٰٓ﴾ کا مطلب: صحیح بخاری میں ابو العالیہ کا قول نقل ہوا ہے کہ استویٰ بمعنی ارتفاع ہے اور "مختصر الصواعق المرسلہ" میں ہے کہ: هذا بمعنى العلو والإرتفاع بإجماع السلف. (2) باجماع سلف یہ علو اور ارتفاع کے معنی میں ہے۔

اور امام بغوی تفسیر "معالم التنزيل: على هامش الخازن" میں لکھتے ہیں کہ: اکثر مفسرین سلف رحمہم اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اس آیت کا معنی ہے آسمان کی طرف اونچا ہوا۔

---

1 – البرهان في علوم القرآن (۲ / ۸۱)

2 – مختصر الصواعق المرسله (ج ۲ / ۳۲۰)

اور امام ابن جریر تفسیر "جامع البیان" میں فرماتے ہیں کہ: وأولى المعاني بقول الله جل ثنائه: ﴿ ثُمَّ اَسۡتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ فَسَوَّىٰهُنَّ ﴾ علا عليهن وارتفع، فدبرهنّ بقدرته، وخلقهنّ سبع سمٰوات. والعجبُ ممن أنكر المعنى المفهوم من كلام العرب في تأويل قول الله:﴿ ثُمَّ اَسۡتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ ﴾، الذى هو بمعنى العلو والإرتفاع، هربًا عند نفسه من أن يلزمه بزعمه إذا تأوله بمعناه المفهم كذلك أن يكون إنما علا وارتفع بعد أن كان تحتها إلى أن تأوله بالمجهول من تأويله المستنكر. ثم لم ينْجُ مما هرَب منه! فيقال له: زعمت أن تأويل قوله"إستوى" أقبلَ، أفكان مُدْبِرًا عن السماء فأقبل إليها؟ فإن زعم أنّ ذلك ليس بإقبال فعل، ولكنه إقبال تدبير، قيل له: فكذلك فقُلْ: علا عليها علوّ مُلْك وسُلْطان، لا علوّ انتقال وزَوال. ثم لن يقول في شيء من ذلك قولا إلا ألزم في الآخر مثله. ولولا أنا كرهنا إطالة الكتاب بما ليس من جنسه، لأنبأنا عن فساد قول كل قائل قال في ذلك قولا لقول أهل الحق فيه مخالفًا. وفيما بينا منه ما يشرِف بذى الفهم على ما فيه له الكفاية إن شاءالله تعالى. قال أبو جعفر: وإن قال لنا قائل أخبرنا عن إستواء الله جل ثنائه إلى السماء، كان قبل خلق السماء أم بعده؟ قيل: بعده، وقبل أن يسويهن سبعَ سمٰوات، كما قال جل ثنائه: ﴿ ثُمَّ اَسۡتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلۡأَرۡضِ ٱئۡتِيَا طَوۡعًا أَوۡ كَرۡهًا ﴾ والإستواء كان بعد أن خلقها دُخانًا، وقبل أن يسوِّيها سبعَ سمٰوات. وقال بعضهم: إنما قال:"إستوى إلى السّماء"، ولا سماء، كقول الرجل لآخر: إعمل هذا الثوب ، وإنما معه غزلٌ. وأما قوله"فسواهن" فإنه يعنى هيأهن وخلقهن ودبَّرهن وقوَّمهن. والتسوية في كلام العرب، التقويم والإصلاح والتوطئة، كما يقال: سوَّى فلان لفلان هذا الأمر. إذا قوّمه وأصلحه وَوَطَّأه له. فكذلك تسوية الله جل ثنائه سمواته: تقويمه إياهن على مشيئته، وتدبيره لهنّ على إرادته، وتفتيقهنّ بعد ارتاقهنّ .

فرمانِ الٰہی ﴿ ثُمَّ اَسۡتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ فَسَوَّىٰهُنَّ ﴾ کا صحیح ترین معنی یہ ہے کہ وہ آسمانوں پر اونچا ہوا اور ارتفاع کیا۔ اپنی قدرت سے ان کی تدبیر کی اور انہیں سات آسمان بنایا اور اس پر تعجب ہے جو اس آیت کے اس معنی کا انکار کرتا ہے جو کلام عرب سے ماخوذ ہے یعنی یہ کہ آسمان کی طرف مستوی ہوا یعنی علو اور ارتفاع اختیار فرمایا۔ وہ اپنے خیال میں ایک مستنکر تفسیر سے بھاگنا چاہتا ہے۔ پھر جو تفسیر کی ہے اس میں بھی وہی موجود ہے جس سے ہٹنا چاہتا ہے اسے کہا جائے تیرے نزدیک استویٰ کی تفسیر ہے، "أقبل" یعنی متوجہ ہوا۔ کیا وہ آسمان سے منہ پھیرے ہوئے تھا کہ متوجہ ہوا؟ اگر کہے یہ توجہ تدبیر ہے توجۂ فعل نہیں، تو اسے بھی کہہ دو کہ آسمان پر علو اور ارتفاع بھی ملک و سلطان کا ہے ، علو انتقال و زوال نہیں۔ اس بارے میں وہ جو بات کہے گا ہمارے بیان کردہ معنی میں وہی الزام اس کو دیا جائے گا۔ ہم غیر متعلق باتوں سے کتاب کی طوالت سے بچنا چاہتے ہیں ورنہ ہم ہر اس قائل کی باتوں کا فساد واضح کرتے جنہوں نے اس بارے میں اہل حق کے خلاف کوئی بات کہی ہے اور ہم نے جو بیان کیا ہے فہم و فراست کے حامل کیلئے کافی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ابو جعفر کہتے ہیں: اگر کوئی کہے ہمیں بتاؤ اللہ جل شانہ کا آسمان کی طرف استوا تخلیق آسمان سے پہلے تھا یا بعد میں؟ کہا جائے گا آسمان کی تخلیق کے بعد استواء ہے مگر سات آسمانوں کے بنانے سے پہلے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "پھر وہ آسمان کی طرف مستوی ہوا جبکہ وہ دھواں تھا اسے اور زمین کو کہا آؤ، بہ خوشی یا بہ کراہت" اور استواء آسمان کو دھویں کی صورت میں پیدا کرنے کے بعد اور سات آسمان بنانے سے پہلے تھا۔ بعض نے کہا استوی الی السماء اس لئے کہا جیسا کہ ایک شخص دوسرے کو کہتا ہے یہ کپڑا بناؤ حالانکہ اس کے پاس سوت ہے۔ ﴿فَسَوَّىٰهُنَّ﴾ کا مطلب انہیں تیار کیا، پیدا کیا۔ ان میں تدبیر کی، درست بنایا، کلام عرب میں تسویہ اصلاح و درستگی کو کہتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے فلاں نے فلاں کیلئے امر کا تسویہ کیا یعنی درست کیا۔ اصلاح کی اور اسے موافق بنایا۔ اسی طرح اللہ تعالی کے "تسوية" کا مطلب ہے اپنی مشیت کے مطابق ان کی درستگی کرنا اور اپنے ارادہ کے مطابق ان میں تدبیر کرنا اور وہ بند ہوتے ہیں تو انہیں کھول دینا۔([1])

اللہ تعالیٰ کے عرشِ عظیم کا ذکر

۱۔ ﴿فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾﴾ التوبة

اگر اعراض کریں تو کہہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس پر توکل کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔

۲۔ ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ (هود: ٧) ترجمہ: اس کا عرش پانی پر تھا۔

۳۔ ﴿فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾﴾ الأنبياء. پس اللہ پروردگارِ عرش اس سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

۴۔ ﴿قُلْ مَن رَّبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ﴾ المؤمنون

ترجمہ: کہہ دو کہ سات آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ کہیں گے اللہ ہی ہے۔

۵۔ ﴿فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ﴿١١٦﴾﴾ المؤمنون

ترجمہ: اللہ تعالی سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عرش کریم کا رب ہے۔

۶۔ ﴿اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٢٦﴾﴾ النمل ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی عرش عظیم کا رب ہے۔

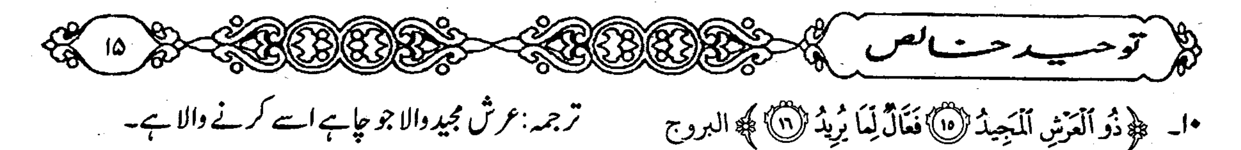
۷۔ ﴿رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ غافر: ١٥

ترجمہ: اونچے درجات والا عرش والا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے روح القا کرتا ہے۔

۸۔ ﴿سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾﴾ الزخرف

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کے رب، عرش کے مالک کی تنزیہ کرتا ہوں۔ اس سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

[1] – تفسير الطبري (١ / ١٩٢)



۱۰۔ ﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾﴾ البروج ترجمہ: عرش مجید والا جو چاہے اسے کرنے والا ہے۔

﴿اَلْعَرْشِ﴾ کا مطلب: اور عرش میں خود علو کا معنی ہے۔ کما مر اور نیز احادیث میں بھی اس کی تصریح ہو گی اور صاحبِ عرش کا اس پر مستوی ہونا اس کے بائن عن الخلق ہونے کا مستلزم ہے۔

قال الإمام أبوبكر الأجرى في كتاب الشريعة : والذى يذهب إليه أهل العلم : أن الله عز وجل سبحانه على عرشه فوق سماواته ، وعلمه محيط بكل شيء، قد أحاط علمه بجميع ما خلق في السماوات العلا ، وبجميع ما في سبع أرضين وما بينهما وما تحت الثرى ، يعلم السر وأخفي ، ويعلم خائنة الأعين وما تخفي الصدور ، ويعلم الخطرة والهمة ، ويعلم ما توسوس به النفوس يسمع ويرى ، ولا يعزب عن الله عز وجل مثقال ذرة في السماوات والأرضين وما بينهن ، إلا قد أحاط علمه به فهو على عرشه سبحانه العلى الأعلى ترفع إليه أعمال العباد ، وهو أعلم بها من الملائكة الذين يرفعونها بالليل والنهار.

امام ابو بکر آجری کتاب "الشریعہ" میں کہتے ہیں: علماء کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔ آسمانوں کے اوپر۔ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اس کا علم بلند آسمانوں اور ساتوں زمینوں اور ان کے مابین اور ماتحت الثری کو محیط ہے۔ وہ پوشیدہ اور مخفی ترین امور کو جانتا ہے۔ خائن آنکھوں اور جو سینوں میں چھپا ہے سب کو جانتا ہے۔ دل کے جھٹکے اور ارادے کو جانتا ہے۔ دلوں میں جو وساوس آتے ہیں انہیں سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اللہ سے آسمانوں اور زمینوں میں کوئی ذرہ کے قدر بھی دور نہیں مگر وہ اس کا علم رکھتا ہے۔ وہ اپنے عرش پر ہے۔ بلند ہے، اعلیٰ ہے، میں اس کی تنزیہ کرتا ہوں۔ اپنی طرف بندوں کے اعمال اٹھاتا ہے اور وہ انہیں ان فرشتوں سے زیادہ جانتا ہے جو رات دن ان اعمال کی معرفت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ (۱)

اور پہلی آیت کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ: أي: هو مالك كل شيء وخالقه، لأنه رب العرش العظيم، الذى هو سقف المخلوقات وجميع الخلائق من السموٰات والأرضين وما فيهما وما بينهما تحت العرش مقهورون بقدرة الله تعالى، وعلمه محيط بكل شيء، وَقَدَره نافذ في كل شيء، وهو على كل شيء وكيل. (۲)

یعنی وہ ہر چیز کا مالک ہے اور اس کا خالق، اس لئے کہ وہ بڑے عرش کا رب ہے، یہ عرش کل مخلوق کیلئے چھت ہے اور کل مخلوق آسمان ہوں یا زمین یا ان کے بیچ یا ان کے درمیان سب عرش کے نیچے ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اس کی تقدیر ہر چیز پر نافذ اور وہ ہر چیز کا بنانے والا۔

اور تفسیر "مدارک التنزیل" للنسفی میں ہے کہ: ﴿وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ﴾ هوأعظم خلق الله ، خلق مطافاً لأهل

۱ — كتاب الشريعة للآجري (۲۸۸)

۲ — تفسير ابن كثير (۲ / ٤٠٤)



السماء وقبلة للدعاء.[1]

وہ ربِّ عرش عظیم ہے۔ اللہ کی مخلوق میں (عرش) سب سے بڑا ہے اور آسمان والوں کے لئے مطاف اور دعا کے لئے قبلہ ہے۔

اور دوسری آیت کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ہے: وقال ابن عباس: إنما سمى العرش عرشا لإرتفاعه. وقال إسماعيل بن أبي خالد، سمعت سعد الطائى يقول: العرش ياقوتة حمراء. وقال محمد بن إسحاق في قوله تعالى: ﴿ وَهُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُۥ عَلَى ٱلْمَآءِ ﴾ فكان كما وصف نفسه تعالى، إذ ليس إلا الماء وعليه العرش، وعلى العرش ذو الجلال والإكرام، والعزة والسلطان، والملك والقدرة، والحلم والعلم، والرحمة والنعمة، الفعال لما يريد.

سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں عرش کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ اونچا ہے، اسمٰعیل بن خالد نے کہا میں نے سعد طائی سے یہ کہتے سنا کہ عرش سرخ یاقوت ہے اور محمد بن اسحاق نے اس آیت (اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا) کی تفسیر میں کہا حقیقت یہی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت میں بیان فرمائی، پانی کے سوا کچھ نہیں اور اس پر عرش ہے اور عرش پر ذوالجلال والاکرام، عزت و سلطنت کا مالک ہے، وہ بادشاہ، صاحب قدرت، علم اور رحمت و نعمت والا ہے۔ جو ارادہ کرتا ہے۔[2]

وفي النسفي: ﴿ وَكَانَ عَرْشُهُۥ عَلَى ٱلْمَآءِ ﴾ أى فوقه يعنى ما كان تحته خلق قبل خلق السماوات والأرض إلا الماء.

تفسیر نسفی میں ہے اس کا عرش پانی کے اوپر تھا، مقصد یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے عرش کے نیچے پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔[3]

وفي تفسير الفتوحات الالٰهية للجمل: بل هو في مكانه الذى فيه ألآن وهو ما فوق السماوات السبع والماء في المكان الذى هو فيه الان وهو ما تحت الأرض السبع.

تفسیر "الفتوحات الالٰھیة للجمل" میں ہے اللہ تعالیٰ اپنی اسی جگہ تھا جہاں اب ہے سات آسمانوں کے اوپر اور پانی وہیں تھا جہاں اب ہے یعنی ساتویں زمین کے نیچے۔[4]

اور چوتھی آیت کے تحت ابن کثیر میں ہے: ومن هو رب العرش العظيم، يعنى: الذى هو سقف المخلوقات، كما جاء في الحديث الذى رواه أبو داؤد، عن رسول الله ﷺ أنه قال: شَأْنُ اللهِ أَعْظَمُ مِنْ ذَٰلِكَ ، إِنَّ عَرْشَهُ عَلَى

---

[1] – تفسير النسفي (٢ / ١٥٢)

[2] – تفسير ابن كثير (٢ / ٤٣٧)

[3] – تفسير النسفي (٢ / ١٣)

[4] –تفسير الفتوحات الإلهية (٢/٣٨٢)



سَمَاوَاتِهِ. (ثم ذكر أحاديث أُخرى إلى أن قال) وقال الضحاك، عن ابن عباس: إنما سمى عرشًا لإرتفاعه. وقال الأعمش عن كعب الأحبار: إن السمٰوات والأرض في العرش، كالقنديل المعلق بين السماء والأرض. وقال مجاهد: ما السمٰوات والأرض في العرش إلا كحلقة في أرض فَلاة.

اور وہ عرش عظیم کا رب ہے وہ عرش جو کہ مخلوقات کی چھت ہے۔ جس طرح کہ سنن ابو داوٗد کی ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی شان اس سے بڑی ہے، اس کا عرش آسمانوں پر ہے۔([1]) (پھر چند اور احادیث ذکر کیں) اور پھر امام ابن کثیر نے کہا ضحاک، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عرش اس لئے کہلایا کہ یہ اونچا ہے، اعمش، کعب الاحبار سے روایت کرتے ہیں کہ آسمان و زمین عرش میں اس طرح ہیں جیسا کہ آسمان اور زمین کے درمیان لالٹین لٹکی ہوئی ہو۔ مجاہد کہتے ہیں کہ سارے آسمان اور زمین ایسے ہیں جس طرح میدان میں ایک چھلہ (یعنی انگوٹھی)۔ ([2])

اور پانچویں آیت کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ہے: فذكر العرش؛ لأنه سقف جميع المخلوقات، ووصفه بأنه كريم، أى: حسن المنظر بهى الشكل، كما قال تعالى: ﴿فَأَنۢبَتۡنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوۡجٖ كَرِيمٍ ﴿١٠﴾﴾ لقمان. ([3])

عرش کا ذکر اس لئے کیا کہ یہ جمیع مخلوقات کیلئے چھت ہے، اس کی صفت کریم اس لئے کہ یہ اچھے منظر والا اور خوبصورت ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہم نے اس میں ہر طرح کے اچھے اچھے جوڑے اگائے"۔

اور تفسیر نسفی میں ہے: وصف العرش بالكريم لأن الرحمة تنزل منه أو لنسبته إلى أكرم الأكرمين. ([4])

عرش کی صفت کریم اس لئے کہ رحمت وہیں سے اترتی ہے یا یہ اکرم الاکرمین کی طرف نسبت ہے۔

وفي الخازن : أى الحسن وقيل المرتفع هكذا في البغوى على هامشه. ([5])

تفسیر خازن میں ہے، کریم یعنی خوبصورت۔ بعض کہتے ہیں اس کا معنی اونچا ہے، خازن کے حاشیہ پر بغوی میں بھی اسی طرح ہے۔

اور تفسیر "فتح القدیر" للشوکانی میں ہے: ووصف العرش بالكريم لنزول الرحمة والخير منه، أو بإعتبار من إستوىٰ عليه، كما يقال : بيت كريم : إذا كان ساكنوه كراماً. ([6])

عرش کی صفت کریم اس لئے کہ اس سے رحمت اور خیر نازل ہوتی ہے یا اس پر مستوی ہونے والے کے اعتبار سے کریم

---

[1] – (ضعيف) ضعيف سنن أبي داؤد رقم الحديث (٤١٠١).

[2] – تفسير ابن كثير (٣ / ٢٥٣)

[3] – تفسير ابن كثير (٣ / ٢٥٩)

[4] – تفسير النسفي (٣ / ١٣٠)

[5] – تفسير الخازن (٥ / ٣٨)

[6] – فتح القدير (٣ / ٤٨٥)



ہے جیسا کہ بیت کریم اس گھر کو کہتے ہیں جس میں رہنے والے کریم (باعزت) ہوں۔

اور نویں آیت کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ہے: (أی: صاحب العرش) المعظم العالی علی جمیع الخلائق. (1)

یعنی عرش عظیم جو کہ کل مخلوق سے اونچا ہے، کا مالک ہے۔

وفي النسفي : ﴿ذُو الْعَرْشِ﴾ خالقه ومالكه ﴿الْمَجِيدُ﴾وبالجر : حمزة وعلى على أنه صفة للعرش ومجد الله عظمته ومجد العرش علوه وعظمه. وفي الجلالين :أي المجيد بالرفع : المستحق لكمال صفات العلو. وهكذا في الجمل و محاسن التأويل.

تفسیر نسفی میں ہے: ﴿ذُو الْعَرْشِ﴾ یعنی اس کا پیدا کرنے والا، مالک اور بزرگی والا، حمزہ اور علی نے ﴿الْمَجِيدُ﴾ کو مجرور پڑھا کہ العرش کی صفت ہے۔ اللہ کا مجد اس کی عظمت ہے اور عرش کا مجد اور بڑائی ہے۔

اور تفسیر جلالین میں ہے: کہ ذو العرش یعنی اس کا خالق و مالک بزرگی والا۔ المجید رفع کے ساتھ یعنی مکمل صفات علو کا مستحق، "جمل" اور "محاسن التاویل" میں بھی اسی طرح ہے۔ (2)

وہ آیتیں جن میں فرشتوں کے عرش کو اٹھانے کا ذکر ہے

۱۔ ﴿وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٥﴾﴾ الزمر

ترجمہ: تو فرشتوں کو عرش کے ارد گرد گھیرا ڈالے دیکھے گا وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تنزیہ کرتے ہیں۔ ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور کہا گیا سب تعریف اللہ کیلئے جو کہ کائنات کا پروردگار ہے۔

۲۔ ﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ﴾ غافر: ۷

وہ عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور ان کے ارد گرد والے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تنزیہ کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔

۳۔ ﴿وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ﴿١٧﴾﴾ الحاقة

ترجمہ: اپنے اوپر اس دن تیرے رب کے عرش کو آٹھ (فرشتے) اٹھائیں گے۔

قال الإما م البيهقي في الأسماء والصفات:وأقاويل أهل التفسير على أن العرش هو السرير ، وأنه جسم مجسم ، خلقه الله تعالى وأمر ملائكته بحمله وتعبدهم بتعظيمه والطواف به ، كما خلق في الأرض بيتا وأمر بني آدم بالطواف به وإستقباله في الصلاة. وفي أكثر هذه الآيات دلالة على صحة ماذهبوا إليه،وفي الأخبار والآثار الواردة في معناه دليل على صحة ذلك. وهكذا في تفسير القرطبي.

---

1 – تفسير ابن كثير (٤ / ٤٩٦)

2 – تفسير النسفي (٤ / ٣٤٦) , تفسير الجلالين (١٢ / ٤٢٢) , تفسير الجمل (٤ / ٥١٥) , تفسير محاسن التاويل (١٧ / ٦١١٨)



امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاسماء والصفات" میں کہا ہے کہ: مفسرین کہتے ہیں عرش، سریر ہے، جسم مجسم ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا اور فرشتوں کو اس کے اٹھانے کا حکم دیا اور یہ کہ اس کی تعظیم اور طواف کے ذریعہ عبادت کریں جیسا کہ سرزمین میں اپنا گھر بنایا اور بنو آدم کو اس کے طواف کا اور نماز میں اس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا۔ ان آیات میں دلیل ہے کہ مفسرین کا نظریہ صحیح ہے اور احادیث و آثار میں بھی اس کی صحت کی دلیلیں موجود ہیں اور تفسیر القرطبی میں بھی اسی طرح ہے۔ (۱)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ بذاتہ آسمانوں پر ہے

۱۔ ﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِى فَأَوْقِدْ لِى يَٰهَٰمَٰنُ عَلَى ٱلطِّينِ فَٱجْعَل لِّى صَرْحًا لَّعَلِّىٓ أَطَّلِعُ إِلَىٰٓ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّى لَأَظُنُّهُۥ مِنَ ٱلْكَٰذِبِينَ ﴿٣٨﴾ ﴾ القصص

ترجمہ: اور فرعون نے کہا اے جماعت میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا۔ اے ہامان میرے لئے پختہ اینٹیں تیار کرو اور ایک عمارت بناؤ تاکہ میں موسیٰ (علیہ السلام) کے اللہ کو جھانک کر دیکھوں اور میں اسے جھوٹوں میں سے گمان کرتا ہوں۔

۲۔ ﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَٰهَٰمَٰنُ ٱبْنِ لِى صَرْحًا لَّعَلِّىٓ أَبْلُغُ ٱلْأَسْبَٰبَ ﴿٣٦﴾ أَسْبَٰبَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ فَأَطَّلِعَ إِلَىٰٓ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّى لَأَظُنُّهُۥ كَٰذِبًا ۚ وَكَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوٓءُ عَمَلِهِۦ وَصُدَّ عَنِ ٱلسَّبِيلِ ۚ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِى تَبَابٍ ﴿٣٧﴾ ﴾ غافر

ترجمہ: اور فرعون نے ہامان سے کہا میرے لئے عمارت بناؤ تاکہ آسمانوں کے اسباب تک پہنچوں اور موسیٰ (علیہ السلام) کے اللہ کو جھانکوں، میں اسے جھوٹا گمان کرتا ہوں اور اس طرح فرعون کو اس کے برے عمل اچھے لگے اور روکا گیا راہ سے اور فرعون کی تدبیر صرف تباہی کی تھی۔

ان آیتوں سے چند امور ظاہر ہوئے ہیں:

① انبیاء سابقین علیہم السلام نے بھی یہی عقیدہ پیش کیا۔
② اس کا انکار فرعونی اتباع ہے۔
③ بلکہ گمراہی و ضلالت اور سیدھی راہ سے بھٹکنا ہے۔
④ اس بد عقیدے کا باعث برائیوں کا محبوب و پسندیدہ ہونا ہے۔
⑤ یعنی شریعت کو معطل کرنے کیلئے ایک تجویز و حیلہ ہے۔
⑥ مگر اللہ تعالیٰ ایسے باطل حیلہ کو ہلاک و برباد کر دیتا ہے۔

ففي شرح العقيدة الطحاوية : فمن نفي العلو من الجهمية فهو فرعوني ، ومن أثبته فهو موسوى محمدى.

"شرح العقیدہ الطحاویہ" میں ہے: جہمیہ میں سے جس نے علو کی نفی کی وہ فرعونی ہے اور جس نے علو ثابت کیا وہ موسوی

---

۱ - الأسماء والصفات للبيهقي (ص ٢٦١)، تفسير القرطبي (١٥ / ٢٦٣)



اور محمدی ہے۔ ([1])

۳۔﴿ وَفِي ٱلسَّمَآءِ رِزۡقُكُمۡ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿٢٢﴾ ﴾ الذاریات اور آسمانوں میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

مع قوله تعالى:﴿ إِنَّمَا تَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَوۡثَٰنٗا وَتَخۡلُقُونَ إِفۡكًاۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمۡلِكُونَ لَكُمۡ رِزۡقٗا فَٱبۡتَغُواْ عِندَ ٱللَّهِ ٱلرِّزۡقَ ﴾ العنكبوت: ١٧

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جن لوگوں کی تم عبادت کرتے ہو تمہارے لئے رزق کے مالک نہیں ہیں۔ اللہ کے پاس سے رزق تلاش کرو۔

ظاہر ہے کہ رزق اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہ آسمانوں کے اوپر ہے۔

۴۔﴿ ءَأَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ أَن يَخۡسِفَ بِكُمُ ٱلۡأَرۡضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ﴿١٦﴾ ﴾ الملك

کیا تم آسمان والے سے بے خوف ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے، پھر وہ تیزی کے ساتھ ہلنے لگے گی۔

۵۔﴿ أَمۡ أَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ أَن يُرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ حَاصِبٗاۖ فَسَتَعۡلَمُونَ كَيۡفَ نَذِيرِ ﴿١٧﴾ ﴾ الملك

یا تم آسمان والے سے بے خوف ہو کہ وہ تم پر کنکریوں والی آندھی چھوڑ دے، پھر تم جان لوگے میرا ڈرانا کیسا ہے؟

قال البيهقي في كتاب الإعتقاد : وقال : ﴿ ءَأَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ ... ﴾، وأراد من فوق السماء ، كما قال : ﴿ ...وَلَأُصَلِّبَنَّكُمۡ فِي جُذُوعِ ٱلنَّخۡلِ ... ﴾ طه: ٧١ ، يعني على جذوع النخل ، وقال : ﴿ فَسِيحُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ ... ﴾ التوبة: ٢ ، يعني على الأرض ، وكل ما علا فهو سماء ، والعرش أعلى السماوات ، فمعنى الآية والله أعلم : أأمنتم من على العرش ، كما صرح به في سائر الآيات. ([2])

وقال في الأسماء والصفات: قال أبو عبد الله الحافظ : قال الشيخ أبو بكر أحمد بن إسحاق بن أيوب الفقيه : قد تضع العرب في بموضع على قال الله عز وجل : ﴿ فَسِيحُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ ... ﴾ وقال: ﴿ ...وَلَأُصَلِّبَنَّكُمۡ فِي جُذُوعِ ٱلنَّخۡلِ ... ﴾ ومعناه : على الأرض وعلى النخل ، فكذلك قوله: ﴿ ...فِي ٱلسَّمَآءِ ... ﴾ أى على العرش فوق السماء ، كما صحت الأخبار عن النبي صلى الله عليه وسلم . ([3])

امام بیہقی کتاب "الاعتقاد" میں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ ءَأَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ ... ﴾ اس جگہ "فی" بمعنیٰ علیٰ ہے۔ مقصد ہے کیا تم اس سے بے خوف ہو جو آسمان پر ہے جس طرح ﴿ ...وَلَأُصَلِّبَنَّكُمۡ فِي جُذُوعِ ٱلنَّخۡلِ ... ﴾ میں بمعنیٰ علیٰ

---

[1] – شرح العقيدة الطحاوية (ص ٢٥٩)

[2] – الاعتقاد للبيهقي (ص ٤٢)

[3] – الأسماء والصفات للبيهقي (ص ٢٩٩)



ہے۔اسی طرح دوسری جگہ ہے ﴿فَسِيحُواْ فِي ٱلْأَرْضِ ... ﴾ یعنی زمین پر سیر کرو، ہر اوپر والی چیز سماء ہے اور عرش آسمانوں پر ہے تو آیت کا مفہوم یہ ہوا "کیا تم اس ذات سے بے خوف ہو جو عرش پر ہے" جیسا کہ یہ مفہوم دیگر آیات میں بھی موجود ہے۔
نیز "الاسماء والصفات" میں ہے کہ ابو عبد اللہ الحافظ نے کہا شیخ ابو بکر احمد بن اسحاق بن ایوب الفقیہ کہتے ہیں کہ اہل عرب لفظ "فی" علیٰ کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَسِيحُواْ فِي ٱلْأَرْضِ ... ﴾ نیز فرمایا: ﴿...وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ ٱلنَّخْلِ ... ﴾ دونوں جگہ "فی" بمعنی علیٰ ہے۔اسی طرح اللہ کے قول: ﴿...فِي ٱلسَّمَآءِ ...﴾ میں کہ اس کا مفہوم ہے، "علی العرش فوق السماء" یعنی عرش پر آسمانوں کے اوپر جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث میں ہے۔

مفسرین کی آراء

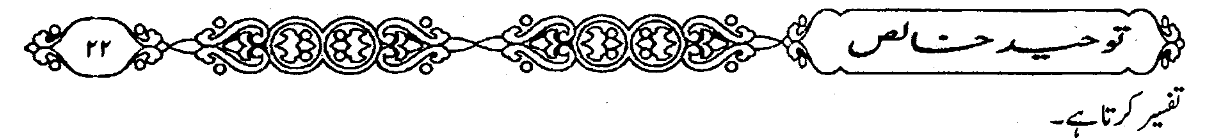
پہلی آیت کے تحت تفسیر ابن جریر میں ہے کہ: وقوله: ﴿لَّعَلِّيٓ أَطَّلِعُ إِلَىٰٓ إِلَٰهِ مُوسَىٰ﴾ القصص: ٣٨، يقول: أنظر إلى معبود موسى، الذى يعبده، ويدعو إلى عبادته ﴿وَإِنِّي لَأَظُنُّهُۥ﴾ القصص. فيما يقول من أن له معبودا يعبده في السماء، وأنه هوالذى يؤيده وينصره، وهو الذى أرسله إلينا من الكاذبين. وهكذا في تفسير زاد المسير لابن الجوزى.
﴿لَّعَلِّيٓ أَطَّلِعُ إِلَىٰٓ إِلَٰهِ مُوسَىٰ﴾ کا مفہوم ہے میں موسیٰ کے معبود کو دیکھوں جس کی وہ عبادت کرتا ہے اور اس کی دعوت دے رہا ہے، میرا خیال ہے وہ اپنے اس زعم میں جھوٹا ہے کہ اس کا ایک معبود ہے جو آسمان پر ہے اور وہی اس کی تائید و نصرت کرتا ہے اور اس نے اسے اپنا پیغام دے کر بھیجا ہے، "زادالمسیر لابن الجوزی"، میں بھی اسی طرح ہے۔[1]
اور دوسری آیت کے متعلق ابن جریر میں ہے کہ: وقوله: ﴿...وَإِنِّي لَأَظُنُّهُۥ كَٰذِبًا ...﴾ غافر: ٣٧، يقول: وإني لأظنّ موسى كاذبا فيما يقول ويدّعى من أن له في السماء ربا أرسله إلينا. [2]
﴿...وَإِنِّي لَأَظُنُّهُۥ كَٰذِبًا ...﴾ کا مقصد ہے میں موسیٰ کو اس کے اس دعویٰ میں جھوٹا سمجھتا ہوں کہ اس کا آسمان میں رب ہے جس نے اس کو ہماری طرف بھیجا ہے۔
اور تیسری آیت کے متعلق تفسیر ابن جریر میں ہے: وقال آخرون: بل معنى ذلك: ومن عند الله الذى في السماء رزقكم، وممن تأوّله كذلك واصل الأحدب. [3]
دوسرے کہتے ہیں کہ: اس کا معنی ہے اللہ کے پاس ہے جو کہ آسمان میں ہے، تمہارا رزق ہے، واصل الأحدب بھی یہی

---

[1] – تفسير الطبري (٢٠ / ٧٨) ، تفسير زاد المسير لابن الجوزي (٦ / ٢٢٣)

[2] – تفسير الطبري (٢٤ / ٦٦)

[3] – تفسير الطبري (٢٦ / ٢٠٥)



تفسیر کرتا ہے۔

وفي تفسير القرطبي: وقال سفيان الثوری: ﴿...وَفِي ٱلسَّمَآءِ رِزۡقُكُمۡ...﴾ أی عند الله في السماء رزقكم. (1)

تفسیر القرطبی میں ہے: سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ﴿...وَفِي ٱلسَّمَآءِ رِزۡقُكُمۡ...﴾ یعنی اللہ کے پاس آسمان میں تمہارا رزق ہے۔

اور چوتھی و پانچویں آیت کے تحت ابن جریر میں ہے: ﴿ءَأَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ ...﴾ (الملك: ١٦) وهو الله.

ترجمہ: ﴿ءَأَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ ...﴾ یعنی اللہ۔ (2)

وفي القرطبي: وقال المحققون: أأمنتم من فوق السماء، كقوله: "﴿فَسِيحُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ﴾ أی فوقها لا بالمماسة والتحيز لكن بالقهر والتدبير. وقيل: معناه أأمنتم من على السماء، كقوله تعالى: ﴿وَلَأُصَلِّبَنَّكُمۡ فِي جُذُوعِ ٱلنَّخۡلِ﴾ أی عليها. ومعناه أنه مدبرها ومالكها، كما يقال: فلان على العراق والحجاز، أی واليها وأميرها. والأخبار في هذا الباب كثيرة صحيحة منتشرة، مشيرة إلى العلو، لا يدفعها إلا ملحد أو جاهل معاند. والمراد بها توقيره وتنزيهه عن السفل والتحت. ووصفه بالعلو والعظمة لا بالأماكن والجهات والحدود لأنها صفات الأجسام. وإنما ترفع الأيدی بالدعاء إلى السماء لأن السماء مهبط الوحی، ومنزل القطر، ومحل القدس، ومعدن المطهرين من الملائكة، وإليها ترفع أعمال العباد، وفوقها عرشه وجنته، كما جعل الله الكعبة قبلة للدعاء والصلاة، ولأنه خلق الأمكنة وهو غير محتاج إليها، وكان في أزله قبل خلق المكان والزمان. ولا مكان له ولا زمان. وهو الآن على ما عليه كان. (3)

تفسیر القرطبی میں ہے: محققین کہتے ہیں: ﴿...مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ ...﴾ اور ﴿فَسِيحُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ ...﴾ میں فی بمعنی فوق ہے۔ یہ نہیں کہ اس کے ساتھ ملا ہوا بلکہ قہر و تدبیر میں اس پر ہے، یہ بھی کہا گیا ہے یہ بمعنی علی ہے جس طرح ﴿...وَلَأُصَلِّبَنَّكُمۡ فِي جُذُوعِ ٱلنَّخۡلِ ...﴾ میں ہے۔ مقصد یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کا مدبر و مالک ہے۔ جس طرح کہا جاتا ہے فلان علی العراق والحجاز یعنی وہ والی اور امیر ہے۔ اس بارے میں احادیث صحیحہ بکثرت موجود ہیں۔ بے دین یا ضدی جاہل ہی ان کا انکار کر سکتا ہے، ان (محققین) کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سفل اور تحت سے منزہ ہے اور علو و عظمت سے متصف مگر یہ علو مکان و جہت و حدود میں نہیں ہے کیونکہ یہ تو اجسام کی صفتیں ہیں اور دعا میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں کہ آسمان ہی وحی کا مقام ہے اور بارش کی منزل اور محل قدس ہے اور وہی پاک فرشتوں کی رہائش ہے، بندوں کے اعمال ادھر ہی اٹھائے جاتے ہیں۔ آسمانوں

---

1 – تفسير القرطبي (١٧ / ٤١)

2 – تفسير الطبري (٢٩ / ٧)

3 – تفسير القرطبي (١٨ / ٢١٦)

کے اوپر عرش ہے اور اللہ کی جنت جس طرح کعبہ دعا و صلوٰۃ کا قبلہ بنا دیا گیا ہے اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جگہوں کا خالق ہے اور ان کا محتاج نہیں، مکان و زمان کی تخلیق سے پہلے بھی وہ تھا اس کیلئے نہ مکان نہ زمان۔ اب بھی وہ اس صفت پر ہے جس پر پہلے تھا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرش پر ہے وہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا

قال اللہ تعالیٰ:﴿قُل لَّوْ كَانَ مَعَهُۥٓ ءَالِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَّٱبْتَغَوْا۟ إِلَىٰ ذِى ٱلْعَرْشِ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر اس کے ساتھ معبود ہوتے جس طرح یہ لوگ کہتے ہیں تو یہ عرش والے کی طرف راہ ڈھونڈتے، وہ پاک ہے اور اس سے بہت بلند ہے جو یہ کہتے ہیں۔ (الإسراء)

اس آیت میں صاف بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے (جو آسمانوں کے اوپر ہے) اور وہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا نیز اس آیتِ کریمہ سے اللہ تعالیٰ کا عرش پر ہونے کے علاوہ یہ صاف واضح ہے کہ وہ (مخلوق سے جدا) ہے اور کوئی اس کے عرش تک نہیں پہنچ سکتا ہے چہ جائیکہ اتحاد الوجود ہو یا امکانِ حلول ہو۔

تفسیر القرطبی میں ہے کہ: قال ابن العباس رضی اللہ تعالی عنهما: لطلبوا مع اللہ منازعة وقتالا كما تفعل ملوك الدنيا بعضهم ببعض. وقال سعيد بن جبير رضی اللہ تعالی عنه: المعنى إذا لطلبوا طريقا إلى الوصول إليه ليزيلوا ملكه، لأنهم شركائه. وقال قتادة: المعنى إذا لابتغت الآلهة القربة إلى ذى العرش سبيلا، والتمست الزلفة عنده لأنهم دونه، والقوم إعتقدوا أن الأصنام تقربهم إلى الله زلفي، فإذا إعتقدوا في الأصنام أنها محتاجة إلى الله سبحانه وتعالى فقد بطل أنها آلهة.

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: (اگر اللہ کے علاوہ اور معبود ہوتے) تو وہ اللہ کے ساتھ منازعت و قتال کرتے جس طرح کہ دنیا کے بادشاہ ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں، سعید بن جبیر کہتے ہیں معنی یہ ہے کہ معبودان (باطلہ) عرش والے کی طرف تقرب حاصل کرنے کیلئے کوشاں ہوتے اور اس کا قرب تلاش کرتے اس لئے کہ وہ اس سے کم تر ہیں۔ مشرکین کا اعتقاد تھا کہ بت انہیں اللہ کے قریب کرتے ہیں، تو ان کے عقیدے سے بھی ثابت ہو گیا کہ وہ اللہ کے محتاج ہیں۔ لہٰذا ان کا الٰہ ہونا باطل ہوا۔ (1)

۲۔﴿بَلْ أَتَيْنَٰهُم بِٱلْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَكَٰذِبُونَ ﴿٩٠﴾ مَا ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ مِن وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُۥ مِنْ إِلَٰهٍ ۚ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ سُبْحَٰنَ ٱللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٩١﴾﴾ المؤمنون

بلکہ ہم نے ان کو حق دیا ہے یہ (اس کا انکار کرنے میں) جھوٹے ہیں۔ اللہ نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی نہ اس کے ساتھ کوئی الٰہ ہے ورنہ ہر الٰہ اپنی پیدا کردہ چیزیں لے جاتا اور ایک دوسرے پر علو اختیار کرتے۔ اللہ پاک ہے اس سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

یہ جو عام واعظین معراج کا واقعہ بیان کرتے وقت یہ ذکر کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ عرش پر گئے تو جوتے اتارنے لگے

---

1 - تفسير القرطبي (۲۰ / ۲۷۵)

حکم ہوا کہ جوتے سمیت اوپر آؤ۔ یہ ایک جھوٹی کہانی ہے۔ اس کا کہیں بھی ثبوت نہیں۔ خود یہ آیتیں اس کی تکذیب کرتی ہیں۔ اگر کسی کا عرش پر جانا ممکن ہوتا تو اللہ اپنے نبی ﷺ کو یہ چیلنج دینے کا حکم نہ دیتا بلکہ یہ کہنا تو گویا کسی کو اللہ کے برابر کرنا ہے۔

امام نجم الدین الغیطی نے "رسالۃ المعراج" میں اس کی وضاحت کی ہے اور آخر میں فرماتے ہیں کہ: وما ذكر في سوال المتقدم يعني من أنه رقى العرش بنعله فقاتل الله من وضعه ما أعدم حيائه وأدبه ما أجراه على إختلاق الكذب على سيد المتأدبين رأس العارفين والله اعلم بالصواب.(1)

گزشتہ سوال میں جو یہ مذکور ہے کہ نبی ﷺ جوتے سمیت عرش پر چڑھے۔ اللہ اس (قول) کے وضع کرنے والے کو ہلاک کرے، کتنا بے حیا و بے ادب ہے اور سید المتأدبین رأس العارفین ﷺ پر یہ شخص جھوٹ بنانے میں کتنا جری ہے؟

امام نجم الدین الغیطی کے متعلق شیخ ابن العمادی "شذرات الذهب" میں ایک حنفی کا قول نقل کرتے ہیں کہ: حافظ عصره ومحدث مصره وحيد دهره الرحلة الإمام والعمدة الهمام إجتمعت على صدارته في العلم علماء البلاد واتفقت على ترجيحه بعلم الأسناد مختصرا.(2)

اپنے دور کا حافظ، اپنے شہر کا محدّث، اپنے زمانہ کا یگانہ امام اور قابل اعتماد سردار، علماء بلاد اس کی صدارت علم پر مجتمع ہیں اور علم الاسناد میں اس کی ترجیح پر اتفاق کرتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خان بریلوی کی ملفوظات میں بھی مذکورہ واقعہ کے متعلق ہے کہ یہ روایت محض باطل و موضوع ہے۔(3)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اوپر ہے

۱۔﴿ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿١٨﴾ ﴾ الأنعام

ترجمہ: وہ اپنے بندوں پر قاہر ہے اور وہ حکمت والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

۲۔﴿ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ... ﴾ الأنعام: ٦١

ترجمہ: وہ اپنے بندوں کے اوپر زبردست ہے اور ان پر محافظ مقرر کرتا ہے۔

۳۔﴿ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٥٠﴾ ﴾ النحل

ترجمہ: اپنے رب سے ڈرتے ہیں اوپر سے اور انہیں جو حکم دیا جائے کرتے ہیں۔

ان آیات میں بھی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے اوپر اور ان سے علیحدہ ہے۔ اور تفسیر قرطبی میں ہے:﴿ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن

---

1 – رسالة المعراج (ص ٩٠-٩١)

2 – شذرات الذهب (٨ / ٤٠٦)

3 – ملفوظات احمد رضا خان بريلوي (٢ / ٩٥)



فَوْقِهِمْ ...﴾ أي عقاب ربهم وعذابه، لأن العذاب المهلك إنما ينزل من السماء. (۱)

اپنے رب سے ڈرتے ہیں اوپر سے، یعنی رب کے عقاب و عذاب سے ڈرتے ہیں اس لئے کہ مہلک عذاب آسمان سے اترتا ہے۔

صرح البيهقي في الأسماء والصفات عن الفراء، في قوله عز وجل ﴿ وَهُوَ ٱلْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ ...﴾ قال : كل شيء قهر شيئا فهو مستعل عليه.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاسماء والصفات" میں تصریح کی ہے کہ: الفراء نے ﴿ وَهُوَ ٱلْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ ...﴾ کی تفسیر میں کہا جو چیز کسی پر قاہر ہو وہ اس پر عالی ہے۔ (۲)

وہ آیتیں جو ان آیات کے ہم معنی ہیں

۱۔ ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ ٱلْخَلْقِ غَٰفِلِينَ ﴿١٧﴾ ﴾ المؤمنون

ترجمہ: اور ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان پیدا کئے اور ہم اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہیں۔

۲۔﴿ تَكَادُ ٱلسَّمَٰوَٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِن فَوْقِهِنَّ ...﴾ الشورى: ٥ ترجمہ: قریب ہے آسمان ان کے اوپر سے پھٹ جائیں۔

۳۔ ﴿ أَفَلَمْ يَنظُرُوٓاْ إِلَى ٱلسَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَٰهَا وَزَيَّنَّٰهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ﴿٦﴾ ﴾ ق

ترجمہ: کیا اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھتے ہم نے اسے کیسے بنایا اور زینت دی اور اس میں کوئی شگاف نہیں۔

۴۔﴿ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٢﴾ ﴾ النبأ ترجمہ: اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔

اور اللہ تعالیٰ کا عرش ان آسمانوں کے اوپر ہے۔ كما مروا كما سيأتي ان شاء الله تعالى.

اللہ سبحانہ وتعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے

قال الله تعالى: ﴿ قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى ٱلسَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَىٰهَا ...﴾ البقرة: ١٤٤

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف مڑتا دیکھتے ہیں۔ ہم آپ کو وہی قبلہ دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں۔

تفسیر ابن جریر میں ہے: وإنما قيل له ذلك ﷺ فيما بلغنا لأنه كان قبل تحويل قبلته من بيت المقدس إلى الكعبة يرفع بصره إلى السماءِ ينتظر من الله جل ثنائه أمرَه بالتحويل نحو الكعبة، ثم أسند ذلك قتادة والربيع و هكذا في القرطبي وابن كثير وغيرها من التفاسير. (۳)

---

۱ – تفسير القرطبي (۱۰ / ۱۱۳)

۲ – الأسماء والصفات للبيهقي (ص ۲۹۹) حديث نمبر (۸۴۹)

۳ – تفسير الطبري (۲/ ۱۱) , تفسير القرطبي (۲ / ۱۴۵) , تفسير ابن كثير (۱ / ۳۰۰)

آپ ﷺ کیلئے یہ اس لئے کہا گیا کہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل سے پہلے آپ ﷺ اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھاتے تھے۔ اللہ جل شانہ کے حکم کا انتظار کرتے تھے کہ کعبہ کی تحویل کا حکم آ جائے۔ قتادہ، ربیع اور سدی نے یہ بات باسند بیان کی اور قرطبی، ابن کثیر، خازن مع البغوی[1] الشوکانی[2] اور القاسمی[3] وغیرہ تفاسیر میں اس طرح ہے۔

گویا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے امید رکھ کر آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تھے چنانچہ نسفی کے الفاظ یہ ہیں کہ: تردد وجهك وتصرف نظرك في جهة السماء . وكان رسول الله ﷺ يتوقع من ربه أن يحوله إلى الكعبة موافقة لإبراهيم ومخالفة لليهود وهذا الطف مما قيل أن تقلب وجهه كناية عن الدعاء.

آپ اپنا چہرہ اور نظر بار بار آسمان کی طرف کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو توقع تھی کہ رب تعالیٰ تحویل کا حکم دے گا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی موافقت اور یہود کی مخالفت کیلئے۔ (اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ اعتقاد ہو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے)۔[4]

اور قاسمی کے الفاظ یہ ہیں: وهذا الطف مما قيل أن تقلب وجهه كناية عن الدعاء.

یہ معنی اس سے زیادہ صحیح ہے جو کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے چہرہ موڑنے سے مراد دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علو کا قرآن سے مزید ثبوت

۱۔ ﴿ عَٰلِمُ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ ٱلْكَبِيرُ ٱلْمُتَعَالِ ﴾ الرعد: ۹ پوشیدہ امور اور ظاہر کا جاننے والا بڑا اور بلند ہے۔

۲۔ ﴿ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ النحل: ۱ وہ پاک ہے اور بلند ہے اس سے جو شریک بناتے ہیں۔

۳۔ ﴿ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ بِٱلْحَقِّ ۚ تَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ النحل

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کو بامقصد پیدا کیا اور جو شریک بناتے ہیں، ان سے بلند ہے۔

۴۔ ﴿ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا ﴾ الإسراء وہ پاک ہے اور جو کہتے ہیں اس سے بہت بلند اور اونچا ہے۔

۵۔ ﴿ فَتَعَٰلَى ٱللَّهُ ٱلْمَلِكُ ٱلْحَقُّ ﴾ طه: ۱۱۴ پس اللہ، بادشاہ حق بلند ہے۔

۶۔ ﴿ عَٰلِمِ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ فَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ المؤمنون

ترجمہ: غیب حاضر کا جاننے والا ہے وہ بلند ہے ان سے جن کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

---

[1] – تفسير خازن مع البغوي (۱ / ۱۰۳)

[2] – فتح القدير للشوكاني (۱ / ۲۳۱)

[3] – تفسير قاسمي (۲ / ۳۰۰)

[4] – تفسير النسفي (۱ / ۸۲)



۷۔﴿ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٣﴾ ﴾ النمل — اللہ پاک اور بلند ہے ان سے جو شریک بناتے ہیں۔

۸۔﴿ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾ ﴾ القصص — اللہ پاک ہے اور جن کو شریک بناتے ہیں ان سے بلند ہے۔

۹۔﴿ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾ ﴾ الزمر — وہ (اللہ) پاک ہے اور جن کو شریک بناتے ہیں ان سے بلند ہے۔

وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات ﴿اَلْعَلِيُّ﴾ اور ﴿اَلْاَعْلٰى﴾ مذکور ہیں

۱۔ ﴿ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿٢٥٥﴾ ﴾ البقرة

ترجمہ: اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو وسیع ہے۔ ان کی حفاظت اس کو تھکاتی نہیں اور وہ بلند عظیم ہے۔

۲۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿٣٤﴾ ﴾ النساء — ترجمہ: بے شک اللہ بلند بڑا ہے۔

۳۔﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٦٢﴾ ﴾ الحج — ترجمہ: اور یقینا اللہ بلند، بڑا ہے۔

۴۔﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾ ﴾ سبأ — ترجمہ: اور وہی بلند بڑا ہے۔

۵۔﴿ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿١٢﴾ ﴾ غافر — ترجمہ: پس حکم اللہ بلند، کبیر کیلئے ہی ہے۔

۶۔﴿ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿٤﴾ ﴾ الشورى

ترجمہ: اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہی بلند عظیم ہے۔

۷۔ ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿١٥﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٦﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿١٧﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿١٨﴾
وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿١٩﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿٢١﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿٢٢﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿٢٣﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى
﴿٢٤﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٢٦﴾ ﴾ النازعات

ترجمہ: "کیا آپ کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کا واقعہ آیا جب ان کے رب نے ان کو پاک وادی طویٰ میں پکارا۔ (کہ) فرعون کے پاس جاؤ وہ حد سے بڑھ گیا ہے، اسے کہو کیا تو پاک ہونا چاہتا ہے؟ اور یہ کہ میں تجھے تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں؟ پس تو اس سے ڈرے۔ پس اس کو بڑی نشانی دکھائی، اس نے جھوٹا کہا اور نافرمانی کی۔ پھر مڑا، جدوجہد کی اور جمع کئے اور ندا لگائی میں ہی تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔ پس اللہ نے اس کو پچھلی سزا کیلئے پکڑ لیا۔ اس واقعہ میں ڈرنے والوں کیلئے عبرت ہے"۔

سیاقِ آیت سے ظاہر ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو رب اعلیٰ کی طرف بلایا تبھی اس نے یہ حرکت کی۔

۸۔ ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿١﴾ ﴾ الأعلى — ترجمہ: اپنے رب اعلیٰ کے نام کی پاکی بیان کیجئے۔

ان سب آیات سے اللہ تعالیٰ کے لئے صفتِ علو ظاہر ہوتی ہے جن سے اس کا بائن من الخلق ہونا روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔

تفسیر ابن جریر میں ہے: وأما تأويل قوله ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ﴾ فإنه يعني: والله العلى... و﴿الْعَلِيُّ﴾ «الفعيل»

من قولك:«علا يعلو علوا» ، إذا ارتفع، «فهو عال وعلى»، و﴿ٱلْعَلِيُّ﴾ ذو العلو والإرتفاع على خلقه بقدرته.[1]

﴿وَهُوَ ٱلْعَلِيُّ﴾ کی تفسیر ہے کہ اللہ بلند ہے۔"العلى بوزن الفعيل علا يعلوا علو افهو على" اونچا ہوا﴿ٱلْعَلِيُّ﴾ اللہ تعالیٰ، کہ وہ اپنی مخلوق پر علو اور ارتفاع رکھتا ہے۔

وفي زاد المسير لابن الجوزی : والعلی : العالی القاهر ، «فعيل» بمعنی «فاعل». وقال الخطابی : وقد يكون من العلو الذی هو مصدر : علا يعلو، فهو عال ، كقوله تعالى:﴿ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ ۝٥﴾ طه، ويكون ذلك من علاء المجد والشرف ، يقال منه: على يعلى علاءً.

زاد المسیر لا بن الجوزی میں ہے: ﴿ٱلْعَلِيُّ﴾ عالی اور قاہر فعیل بمعنی فاعل، خطابی نے کہا کبھی یہ علو سے مشتق ہوتا ہے جو کہ "علا يعلو فهوعال" کا مصدر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:﴿ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ ۝٥﴾ اس میں علو مجد و شرف مراد ہے اور اسی سے ہے "على يعلى علاء".[2]

وہ آیتیں جن میں آسمانوں کی بلندی کا ذکر ہے

۱۔ ﴿وَٱلسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ ٱلْمِيزَانَ ۝٧﴾ الرحمن ترجمہ: اور آسمان کو اس نے اونچا کیا اور ترازو رکھا۔

قال ابن جرير يقول تعالى ذكره : والسماء رفعهافوق الأرض.[3]

امام ابن جریر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور آسمان کو زمین پر اونچا کیا۔

وقال الشوكاني والمعنى : أنه جعل السماء مرفوعة فوق الأرض.[4]

امام شوکانی کہتے ہیں، مقصد یہ ہے کہ آسمان کو زمین پر اونچا بنایا۔

۲۔ ﴿رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّىٰهَا ۝٢٨﴾ النازعات. یا آسمان اسے بنایا اس کی مقدار رفعت اونچی کی پس اسے درست حالت میں بنایا۔

قال ابن جرير وعلق بقوله:﴿...بَنَىٰهَا ۝٢٧﴾ رفعها فجعلها للأرض سقفا.[5]

امام ابن جریر کہتے ہیں: ﴿...بَنَىٰهَا ۝٢٧﴾ کے ساتھ اس کی اونچائی کو متعلق کیا۔ پس اسے زمین کیلئے چھت بنا دیا۔

[1] – تفسير الطبري (٣ / ١٣)

[2] – زاد المسير (١ / ٢٦١)

[3] – تفسير الطبري (٢٧ / ١١٨)

[4] – فتح القدير (٥ / ٩٢١)

[5] – تفسير الطبري (٣٠ / ٤٣)



وقال ابن كثير﴿ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّىٰهَا ﴿٢٨﴾ ﴾ أي: جعلها عالية البناء، بعيدة الفناء، مستوية الأرجاء، مكللة بالكواكب في الليلة الظلماء. (١)

امام ابن کثیر کہتے ہیں: ﴿ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّىٰهَا ﴿٢٨﴾ ﴾ یعنی اسے بلند عمارت بعید اور برابر اطراف والا اور تاریک رات میں تاروں سے مرصع بنایا۔

قال القرطبي : ﴿ ... بَنَىٰهَا ﴿٢٧﴾ ﴾ أي رفعها فوقكم كالبناء.﴿ رَفَعَ سَمْكَهَا ...﴾ أي أعلى سقفها في الهواء، يقال: سمكت الشئ أي رفعته في الهواء، وسمك الشئ سموكا: إرتفع. وقال الفراء: كل شئ حمل شيئا من البناء وغيره فهو سمك. وبناء مسموك وسنام سامك تامك أي عال، والمسموكات : السموات. ويقال: اسمك في الديم، أي اصعد في الدرجة. (٢)

امام قرطبی کہتے ہیں: ﴿ ... بَنَىٰهَا ﴿٢٧﴾ ﴾ یعنی ان کے اوپر عمارت کی طرح اونچا کیا ﴿ رَفَعَ سَمْكَهَا ...﴾ اس کی چھت ہوا میں بلند کی، محاورہ ہے "سمكت الشئ" یعنی میں نے اسے ہوا میں اونچا کیا۔ "سمك الشئ" یعنی اونچا کیا، فراء کہتا ہے جو کسی چیز کو اٹھائے وہ "سمك،سموك" ہے۔ عمارت ہو یا کوئی اور چیز "سنام سامل" اونچی کوہان۔ "المسموكات" یعنی اونچے آسمان کو کہا جاتا ہے۔ "اسمك في الديم" یعنی درجہ میں اونچا ہو۔

وهكذا في تفسير الشوكاني. (٣) تفسیر الشوکانی میں بھی اسی طرح ہے۔

وقال البغوى : على هامش الخازن :﴿ ... بَنَىٰهَا ﴿٢٧﴾ ﴾ النازعات: ٢٧ ﴿ رَفَعَ سَمْكَهَا ...﴾ سقفها.

بغوی نے کہا ﴿ ... بَنَىٰهَا ﴿٢٧﴾ ﴾ اسے بنایا ﴿ رَفَعَ سَمْكَهَا ...﴾ اس کی چھت اونچی کی۔(٤)

وفي القاسمى رفع سمكها أى أعلاها والسمك قامة الشئ وقد رفع أجزاءها فوق رؤسنا فسواها أى عدلها بوضع كل جرم في موضعه.

تفسیر القاسمی میں ہے ﴿ رَفَعَ سَمْكَهَا ...﴾ یعنی اسے بلند کیا "السمك" چیز کی قامت کو کہتے ہیں۔ اس کے اجزاء کو ہمارے سروں کے اوپر اونچا کیا ﴿ ...فَسَوَّىٰهَا ﴿٢٨﴾ ﴾ یعنی ہر حصہ کی وضع درست حالت میں بنائی۔(٥)

---

١ – تفسير ابن كثير (٤ / ٦٤٨)

٢ – تفسير القرطبي (١٩ / ٢٠٣)

٣ – فتح القدير (٥ / ٣٦٧)

٤ – تفسير البغوي (٧ / ١٧٢)

٥ – تفسير القاسمي (٦٠٥٢/١٧)



اور اوپر ثابت ہوا نیز احادیث سے بھی ثابت ہو گا کہ عرش باری تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے۔فافھم

﴿ وَإِلَى ٱلسَّمَآءِ كَيۡفَ رُفِعَتۡ ۝١٨ ﴾ الغاشية ترجمہ: اور آسمان کی طرف (نہیں دیکھتے) کیسے اونچا کیا گیا۔

﴿ٱلۡمَلَإِ ٱلۡأَعۡلَىٰ﴾ کیا ہے؟

۱۔﴿ لَّا يَسَّمَّعُونَ إِلَى ٱلۡمَلَإِ ٱلۡأَعۡلَىٰ وَيُقۡذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٖ ۝٨ ﴾ الصافات

ترجمہ: نہیں سن پاتے "ملاء الاعلیٰ" کی طرف اور ہر طرف سے مارے جاتے ہیں۔

قال ابن جرير : إلى جماعة الملائكة التي هم أعلى ممن هم دونهم. ([1])

امام ابن جریر نے کہا: ملاء الاعلیٰ سے مراد فرشتوں کی وہ جماعت ہے جو نیچے والوں سے اوپر ہے۔

وقال القرطبي : الملأ الأعلى: أهل السماء الدنيا فما فوقها، وسمي الكل منهم أعلى بالإضافة إلى ملأ الأرض. ([2])

امام قرطبی کہتے ہیں الملاء الأعلیٰ سے آسمان دنیا اور اوپر والے مراد ہیں۔ان کو اعلیٰ اس لئے کہا گیا کہ زمینی جماعت سے اونچے ہیں۔

وكذا قاله الشوكاني. ([3]) اس طرح امام شوکانی نے کہا۔

وقال البغوى على هامش الخازن : أي: إلى الكتبة من الملائكة. و﴿ٱلۡمَلَإِ ٱلۡأَعۡلَىٰ﴾ هم الملائكة لأنهم في السماء، ومعناه: أنهم لا يستطيعون الاستماع إلى الملأ الأعلى،﴿...وَيُقۡذَفُونَ ...﴾ الصافات: ٨ يرمون، ﴿...مِن كُلِّ جَانِبٖ ۝٨ ﴾ من آفاق السماء بالشهب. ([4]) وهكذا في الخازن.

بغوی فرماتے ہیں:﴿ٱلۡمَلَإِ ٱلۡأَعۡلَىٰ﴾ یعنی فرشتوں کی فوج،ان کو جماعت اعلیٰ اس لئے کہا کہ یہ آسمان میں ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ (جنات) ملاء اعلیٰ کی طرف استطاعت نہیں رکھتے۔آفاق آسمان کے ہر طرف سے ان کو شعلے مارے جاتے ہیں۔"تفسیر خازن" میں بھی اسی طرح ہے۔

وقال ابن كثير : أي: لئلا يصلوا إلى الملأ الأعلى، وهي السماوات ومن فيها من الملائكة، إذا تكلموا بما يوحيه الله مما يقوله من شرعه وقدره، كما تقدم بيان ذلك في الأحاديث التي أوردناها عند قوله تعالى﴿... حَتَّىٰٓ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمۡ قَالُواْ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمۡۖ قَالُواْ ٱلۡحَقَّۖ وَهُوَ ٱلۡعَلِيُّ ٱلۡكَبِيرُ ۝٢٣ ﴾ سبأ: ٢٣ ولهذا قال ﴿...وَيُقۡذَفُونَ

---

[1] – تفسير الطبري (٢٣ / ٣٩)

[2] – تفسير القرطبي (١٥ / ٦٥)

[3] – فتح القدير (٤ / ٣٧٥)

[4] – تفسير البغوي (٦ / ١٥)



...﴾ أي: يرمون ﴿... مِن كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾﴾ أي: من كل جهة يقصدون السماء منها. (١)

امام ابن کثیر کہتے ہیں (ان کو شعلے اس لئے مارے جاتے ہیں) کہ ملاء اعلیٰ یعنی آسمانوں اور ان میں رہنے والے ملائکہ تک نہ پہنچ سکیں، جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کردہ شریعت و تقدیر پر گفتگو کرتے ہیں جس طرح کہ اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ان احادیث میں جو کہ ہم نے اس آیت ﴿... حَتَّىٰٓ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا۟ مَاذَا ...﴾ کے ذیل میں پیش کی ہیں یعنی جب ان کے دلوں سے خوف ہٹتا ہے تو کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا کہا؟ کہتے ہیں حق (کہا) اور وہ بلند بڑا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿... وَيُقْذَفُونَ ...﴾ یعنی آسمان کی جس جہت کا وہ ارادہ کرتے ہیں ادھر سے ہی مارے جاتے ہیں۔

وقال النسفي : أي الملائكة لأنهم يسكنون السماوات ، والإنس والجن هم الملأ الأسفل لأنهم سكان الأرض ﴿... وَيُقْذَفُونَ ...﴾ يرمون بالشهب ﴿... مِن كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾﴾ من جميع جوانب السماء من أي جهة صعدوا للإستراق.

امام نسفی فرماتے ہیں اس سے مراد ملائکہ ہیں کہ وہ آسمانوں پر رہتے ہیں اور انسان و جن "الملاء الأسفل" ہیں کہ یہ زمین کے باسی ہیں۔﴿... وَيُقْذَفُونَ ...﴾ یعنی آسمان کے جس جہت سے سرقہ کیلئے چڑھتے ہیں ان کو شعلے مارتے جاتے ہیں۔ (٢)

وفي زاد المسير لابن الجوزى : وهم الملائكة الذين في السماء . (٣)

"زاد المسیر" لابن الجوزی میں ہے: یہ وہ فرشتے ہیں جو آسمان میں ہیں۔

٢۔﴿ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِٱلْمَلَإِ ٱلْأَعْلَىٰٓ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾﴾ ص ترجمہ: مجھے الملاء الاعلیٰ کا کوئی علم نہیں جب وہ جھگڑتے ہیں۔

روى ابن جرير : عن ابن عباس والسدى وقتادة. وقال الشوكانى : هم الملٰئكة.

ابن جریر نے ابن عباس، سدی اور قتادہ سے روایت کیا اور شوکانی نے کہا: یہ فرشتے ہیں۔ (٤)

وفي زاد المسير : يعني الملٰئكة. (٥) "زاد المسیر" میں ہے یعنی فرشتے۔

یہاں تین طریقہ سے استدلال کیا جاتا ہے:

اولاً: ثابت ہو چکا ہے کہ عرش آسمانوں کے اوپر ہے۔

---

١ – تفسير ابن كثير (٤ / ٣)

٢ – تفسير النسفي (٤ / ١٧)

٣ – زاد المسير (٧ / ٤٧)

٤ – تفسير الطبري (٢٣ / ١٨٤) , فتح القدير (٤ / ٤٣٠)

٥ – زاد المسير (٧ / ١٥٤)

ثانیاً: اللہ تعالیٰ فرشتوں سے اوپر ہے جیسے سورۃ نحل کی آیت میں ہے: ﴿ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٥٠﴾ ﴾ النحل

ترجمہ: اور اللہ ہی کیلئے سجدہ کرتے ہیں ، وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں جانور اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے، اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جو حکم دیئے جاتے ہیں کرتے ہیں۔

ثالثاً: اللہ کی طرف سے ان فرشتوں پر وحی کا نازل ہونا، فافہم۔

لوحِ محفوظ کہاں ہے؟

۱۔﴿ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿٤﴾ ﴾ الزخرف

ترجمہ: اور یہ ام الکتاب میں ہمارے پاس لکھی ہوئی ہے، اونچی اور محکم۔

قال ابن جرير : يقول تعالى ذكره: وإن هذا الكتاب أصل الكتاب الذي منه نسخ هذا الكتاب عندنا لعليّ: يقول: لذو علوّ ورفعة. ثم أسند معناه عن ابن عباس وعطية بن سعد وعكرمة وقتادة والسدى.

امام ابن جریر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ کتاب کا اصل ہے جو ہمارے پاس ہے اور جس سے یہ لکھی گئی ﴿ لَعَلِيٌّ ﴾ یعنی علو و رفعت والی ہے۔ پھر یہی مفہوم ابن عباس، عطیہ بن سعد، عکرمہ، قتادہ اور سدی سے باسند بیان کیا۔ ([1])

وقال ابن كثير: ﴿ وَإِنَّهُ ﴾ الزخرف: ٤, أي: القرآن ﴿ فِي أُمِّ الْكِتَابِ ﴾ أي: اللوح المحفوظ،قاله ابن عباس،ومجاهد، ﴿ لَدَيْنَا ﴾ أي:عندنا، قاله قتادة وغيره، ﴿ لَعَلِيٌّ ﴾ أي: ذومكانة عظيمة وشرف وفضل، قاله قتادة. وهكذا في الخازن مع البغوى والقرطبى وغيرهم. ([2])

امام ابن کثیر فرماتے ہیں: ﴿ وَإِنَّهُ ﴾ الزخرف: ٤, یعنی: القرآن ﴿ فِي أُمِّ الْكِتَابِ ﴾ یعنی: اللوح المحفوظ یعنی لوح محفوظ میں ہے، ابن عباس اور مجاہد نے ایسے ہی کہا۔ ﴿ لَدَيْنَا ﴾ ہمارے پاس ﴿ لَعَلِيٌّ ﴾ عظیم مرتبہ اور شرف و فضل والی، قتادہ نے ایسا ہی کہا۔ خازن میں بھی یوں ہی ہے۔ قرطبی وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔

۲۔﴿ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ﴿٧٧﴾ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ﴿٧٨﴾ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴿٧٩﴾ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨٠﴾ ﴾ الواقعة

ترجمہ: یہ قرآن کریم ہے، محفوظ کتاب میں، نہیں ہاتھ لگاتے اسے مگر پاک، ربِ کائنات کی طرف سے اتری ہوئی ہے۔

---

[1] – تفسير الطبري (٢٥ / ٤٨)

[2] – تفسير ابن كثير (٤ / ١٢٢) , الخازن (٦ / ١٠٨) , تفسير القرطبي (١٦ / ٦٢)



قال القرطبي : قوله تعالى:﴿ فِي كِتَٰبٍ مَّكۡنُونٍ ۝٧٨ ﴾ مصون عند الله تعالى.والكتاب هنا كتاب في السماء، قاله ابن عباس. وقال جابر بن زيد وابن عباس أيضا: هو اللوح المحفوظ.

امام قرطبی فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ فِي كِتَٰبٍ مَّكۡنُونٍ ۝٧٨ ﴾ یعنی کتاب میں جو اس کے پاس محفوظ ہے۔ الکتاب سے مراد لیتے ہیں۔ آسمانی کتاب ہے جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اور جابر بن زید اور ابن عباس کا دوسرا قول ہے کہ یہ لوح محفوظ ہے۔[1]

وقال ابن كثير : أي: إن هذا القرآن الذي نزل على محمد لكتاب عظيم. ﴿ فِي كِتَٰبٍ مَّكۡنُونٍ ۝٧٨ ﴾ أي: معظم في كتاب معظم محفوظ موقر. [2]

امام ابن کثیر کہتے ہیں: مقصد یہ ہے کہ قرآن جو محمد ﷺ پر اتارا گیا ایک عظیم کتاب ہے ، قابل تعظیم محفوظ اور پر وقار کتاب میں ہے۔

۳۔﴿ فِي صُحُفٖ مُّكَرَّمَةٖ ۝١٣ مَّرۡفُوعَةٖ مُّطَهَّرَةِۭ ۝١٤ بِأَيۡدِي سَفَرَةٖ ۝١٥ كِرَامِۭ بَرَرَةٖ ۝١٦ ﴾ عبس

باعزت صحیفوں میں جو کہ اونچے ہیں ، پاک ہیں ، لکھنے والے اور عزت والے نیکوں کے ہاتھ میں۔

تفسیر جلالین میں ہے:﴿ ...مُّكَرَّمَةٖ ۝١٣ ﴾ عند الله﴿... مَّرۡفُوعَةٖ...﴾ في السماء. وهكذا في النسفي. [3]

باعزت یعنی اللہ کے ہاں اونچے یعنی آسمان میں۔ تفسیر نسفی میں اسی طرح ہے۔

وفي الشوكاني:قال الواحدي:قال المفسرون: مكرمة يعني : اللوح المحفوظ﴿... مَّرۡفُوعَةٖ...﴾ يعني: في السماء السابعة. [4]

شوکانی میں ہے : واحدی نے کہا: مفسرین کہتے ہیں﴿ ...صُحُفٖ مُّكَرَّمَةٖ ۝١٣ ﴾ لوح محفوظ﴿... مَّرۡفُوعَةٖ...﴾ ساتویں آسمان میں اونچے۔

ثابت ہوا کہ قرآن کریم کا اصل آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں ہے وہاں سے نازل ہوا۔ یہ تقریر استدلال بھی مدعی پر اتم دلیل ہے۔

فرشتے اُترتے ہیں؟

۱۔﴿ إِذۡ تَقُولُ لِلۡمُؤۡمِنِينَ أَلَن يَكۡفِيَكُمۡ أَن يُمِدَّكُمۡ رَبُّكُم بِثَلَٰثَةِ ءَالَٰفٖ مِّنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ مُنزَلِينَ ۝١٢٤ ﴾ آل عمران

---

[1] – تفسير القرطبي (١٧ / ٢٢٤)

[2] – تفسير ابن كثير (٤ / ٢٩٨)

[3] – تفسير الجلالين (٤ / ٢٩٨) , تفسير النسفي (٤ / ٣٣٣)

[4] – فتح القدير (٥ / ٣٧٢)

ترجمہ: جب آپ ایمانداروں کو کہہ رہے تھے کیا تمہیں کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار اتارے ہوئے فرشتوں کے ذریعہ تمہاری مدد کرے۔

۲۔﴿ وَلَوْ أَنزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنظَرُونَ ﴿٨﴾ ﴾ الأنعام

ترجمہ: اگر ہم فرشتہ اتارتے تو بات کا فیصلہ ہو جاتا پھر یہ مہلت نہ دیئے جاتے۔

۳۔﴿ وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ ﴾ الأنعام

ترجمہ: اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے بولتے۔

۴۔﴿ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُّنظَرِينَ ﴿٨﴾ ﴾ الحجر

ترجمہ: اور ہم فرشتے صرف حق کے ساتھ اتارتے ہیں اور اس وقت انہیں مہلت نہیں ملے گی۔

۵۔﴿ يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ﴿٢﴾ ﴾ النحل

ترجمہ: اپنے حکم سے روح کے ساتھ فرشتوں کو اتارتا ہے۔ جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے یہ کہ خبردار کرو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس مجھ ہی سے ڈرو۔

۶۔﴿ قُل لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا ﴿٩٥﴾ ﴾ الإسراء

ترجمہ: کہہ دیجئے اگر زمین میں فرشتے ہوتے اطمینان سے چلتے تو ہم آسمان سے فرشتہ رسول بھیجتے۔

۷۔﴿ وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ ﴾ مريم

ہم تیرے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں جو کچھ ہم سے پہلے اور بعد میں ہے سب اسی کا ہے اور تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے۔

۸۔﴿ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنزِيلًا ﴿٢٥﴾ ﴾ الفرقان

ترجمہ: (یاد کرو) جس دن آسمان بادلوں کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے اتارے جائیں گے۔

۹۔﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ ﴾ فصلت

ترجمہ: بیشک جو لوگ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے پھر استقامت اختیار کرتے ہیں، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غمگین ہو اور جس جنت کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی بشارت قبول کر لو۔

۱۰۔﴿ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم ﴾ القدر: ٤ ترجمہ: اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے اترتے ہیں۔

ان آیات سے بھی واضح ہوا کہ فرشتے آسمان میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب وہ چاہے اترتے ہیں اور اللہ کی طرف سے جو حکم ہوتا ہے وہ اسے پہنچاتے ہیں یا عذاب کرتے ہیں یا خوشخبری دیتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کا "بائن عن الخلق" ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ وہی ان کو نازل فرماتا ہے۔

پہلی آیت کے تحت تفسیر القاسمی میں ہے: ﴿ إِذۡ تَقُولُ لِلۡمُؤۡمِنِينَ أَلَن يَكۡفِيَكُمۡ أَن يُمِدَّكُمۡ رَبُّكُم ... ﴾ لتقويتكم ونصركم ودفع أعدائكم ﴿ ...بِثَلَٰثَةِ ءَالَٰفٍ مِّنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ مُنزَلِينَ ﴿١٢٤﴾ ﴾ آل عمران. من سمائه لقتال أعدائه. ([1])

جب آپ علیہ السلام کہہ رہے تھے ایمانداروں کو ، کیا تمہیں کافی نہیں کہ تمہاری تقویت اور نصرت اور دشمنوں کے دفع کرنے کیلئے تمہارا رب تین ہزار فرشتے آسمان سے اتارے ، اللہ کے دشمنوں سے لڑنے کیلئے۔

تیسری آیت کے تحت "تفسیر ابن کثیر" میں ہے: يقول تعالى: ولو أننا أجبنا سؤال هؤلاء الذين أقسموا بالله جهد أيمانهم ﴿ لَئِن جَآءَتۡهُمۡ ءَايَةٌ لَّيُؤۡمِنُنَّ بِهَا ﴾ (الأنعام: ١٠٩) فنزلنا عليهم الملائكة، أي: تخبرهم بالرسالة من الله بتصديق الرسل. ([2])

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر ہم ان کی بات مان لیں جو اللہ کی پختہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس نشانی آجائے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے اور ان پر فرشتے اتاریں جو انہیں اللہ کے رسول علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کی اطلاع دیں۔

اور پانچویں آیت کے تحت "النسفی" میں ہے کہ: والمعنى أعلموا الناس قولي ﴿ ...لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱتَّقُونِ ﴿٢﴾ ﴾ النحل. فخافون . مطلب ہے: لوگوں کو میرا حکم بتادو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس مجھ سے ہی ڈرو۔ ([3])

اور چھٹی آیت کے تحت "تفسیر شوکانی" میں ہے: وفيه إعلام من الله سبحانه بأن الرسل ينبغي أن تكون من جنس المرسل إليهم ، فكأنه سبحانه إعتبر في تنزيل الرسول من جنس الملائكة أمرين : الأوّل : كون سكان الأرض ملائكة، والثاني : كونهم ماشين على الأقدام غير قادرين على الطيران بأجنحتهم إلى السماء ، إذ لو كانوا قادرين على ذلك لطاروا إليها ، وسمعوا من أهلها ما يجب معرفته وسماعه فلا يكون في بعثة الملائكة إليهم فائدة .

اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ہے کہ پیغام پہنچانے والے ان کی جنس سے ہونے چاہئیں جن کی طرف پیغام بھیجا جا رہا ہے کہ فرشتوں کی تنزیل کے بارے میں دو باتیں اللہ تعالیٰ نے ملحوظ فرمائی ہیں اول یہ کہ زمین کے باشندے فرشتے ہوتے ، دوسرا وہ قدموں پر چلتے پروں کے ساتھ آسمان پر اڑنے کی قدرت نہ پاتے کیونکہ اگر اس پر قادر ہوں تو ہو وہاں اڑ کر چلے جائیں اور آسمان والوں کی باتیں سن لیں تو ان کے پاس فرشتے بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ([4])

اور نویں آیت کے تحت "تفسیر ابن الجوزی" میں ہے:

---

[1] - تفسير القاسمى (٤ / ٩٦٣)

[2] - تفسير ابن كثير (٢ / ١٦٥)

[3] - تفسير النسفي (٢ / ٢٨٠)

[4] - فتح القدير (٣ / ٢٥١)



﴿ نَحْنُ أَوْلِيَآؤُكُمْ ... ﴾ (فصلت: ٣١) قال المفسرون : هذا قول الملائكة لهم ، والمعنى : نحن "الذين "كنّا نتوّلاكم في الدُّنيا ، لأن الملائكة تتولّى المؤمنين وتحبُّهم لِمَا ترى من أعمالهم المرفوعة إلى السماء. (١)

ہم تیرے دوست ہیں، مفسرین کہتے ہیں یہ فرشتوں کا مقولہ ہے، مقصد یہ ہے کہ ہم ہی وہ ہیں جو دنیا میں تمہارے ساتھ تھے کیونکہ ملائکہ ایمانداروں کے اعمال کی وجہ سے جو آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں۔

اور دسویں آیت کے تحت تفسیر نسفی میں ہے: تتنزل عليهم الملائكة من عندالله سبحانه بالبشرى التى يرونها من جلب نفع أو دفع ضرر أو رفع حزن. (٢)

ان پر اللہ سبحانہ کی طرف سے فرشتے خوشی کی باتیں لاتے ہیں، نفع حاصل کرنا یا نقصان دور کرنا یا غم دور کرنا۔

تنزل الملائكة إلى سماء الدنيا أو إلى الأرض؟ فرشتے آسمان دنیا کی طرف اترتے ہیں یا زمین کی طرف؟

اور تفسیر قرطبی میں ہے: أي تهبط من كل سماء، ومن سدرة المنتهى، ومسكن جبريل على وسطها. فينزلون إلى الارض ويؤمنون على دعاء الناس، إلى وقت طلوع الفجر، فذلك قوله تعالى: ﴿ تَنَزَّلُ الْمَلَـٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ ... ﴾ (القدر: ٤) وقال مقاتل: هم أشرف الملائكة. وأقربهم من الله تعالى.

یعنی آسمان سے اور سدرۃ المنتہیٰ سے اترتے ہیں۔ جبریل ان کے درمیان رہتا ہے، زمین کی طرف اترتے ہیں۔ طلوع فجر تک مومنین کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فرشتے اور روح اترتے ہیں۔ مقاتل کہتا ہے، یہ فرشتے فرشتوں میں افضل اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قریب ترین ہیں۔ (٣)

آسمانی کتابوں کا نزول

یہ وہ آیتیں ہیں جن میں قرآن مجید اور دوسری کتابوں کے اتارنے کا ذکر ہے اور بوجہ کثرت آیات ان کو سورتوں کی ترتیب پر ذکر کیا جاتا ہے:

سورۃ البقرۃ

ا۔ ﴿ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ ﴾ البقرة (٤)

اور وہ لوگ جو آپ کی طرف اتاری گئی کتاب اور جو آپ سے پہلے اتاری گئیں، سب پر ایمان لاتے ہیں۔

---

[١] – زاد المسير (٧ / ٢٥٥)

[٢] – تفسير نسفى (٢ / ٣٧٠)

[٣] – تفسير القرطبي (٢٠ / ١٣٣)

۲۔﴿ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِۦٓ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا۟ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ﴾

برا ہے وہ جو انہوں نے اپنے نفسوں کا اس سے سودا کر لیا کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کا انکار کرتے ہیں، اس حسد میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہا اتارا۔

۳۔﴿ وَلَقَدْ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ءَايَٰتٍۭ بَيِّنَٰتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ إِلَّا ٱلْفَٰسِقُونَ (۹۹) ﴾

یقیناً ہم نے آپ کی طرف واضح آیات اتاریں ان کا فاسق ہی انکار کرتے ہیں۔

۴۔﴿ قُولُوٓا۟ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنزِلَ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِۦمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ ﴾ (۱۳۶)

کہو ہم اللہ کے ساتھ اور جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف اتارا گیا، اس پر ایمان لائے۔

۵۔﴿ ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلْمُؤْمِنُونَ ۚ ﴾ (۲۸۵)

رسول اور ایمان والوں نے مانا اس کو جو اس کے رب کی طرف سے اس کی طرف اتارا گیا۔

۶۔﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُوا۟ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ﴾ (۱۷۰) ترجمہ: جب کہا جائے اس کے تابع ہو جاؤ جو اللہ نے اتارا۔

۷۔﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ ٱلْبَيِّنَٰتِ وَٱلْهُدَىٰ ﴾ (۱۵۹)

بیشک وہ لوگ جو واضح دلیلوں اور ہدایت کی باتوں کو جو ہم نے اتاری ہیں چھپا لیتے ہیں۔

۸۔﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ ﴾ (۱۷۴)

بیشک وہ لوگ جو اللہ کی اتاری ہوئی کتاب میں سے چھپاتے ہیں۔

۹۔﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٍ مِّنَ ٱلْهُدَىٰ وَٱلْفُرْقَانِ ۚ ﴾ (۱۸۵)

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور جس میں حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔

سورۃ آل عمران

۱۰۔﴿ نَزَّلَ عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ ٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ (۳) مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ ٱلْفُرْقَانَ ۗ ﴾

آپ پر حق کے ساتھ کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کی تصدیق کرتی اور اس سے پہلے تورات و انجیل اتاری لوگوں کیلئے رہنما اور فرقان نازل کیا۔

۱۱۔﴿ رَبَّنَآ ءَامَنَّا بِمَآ أَنزَلْتَ وَٱتَّبَعْنَا ٱلرَّسُولَ فَٱكْتُبْنَا مَعَ ٱلشَّٰهِدِينَ (۵۳) ﴾

اے ہمارے رب آپ نے جو اتارا ہم نے مانا اور ہم نے رسول کی اتباع کی، پس ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ۔

۱۲۔﴿ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تُحَآجُّونَ فِىٓ إِبْرَٰهِيمَ وَمَآ أُنزِلَتِ ٱلتَّوْرَىٰةُ وَٱلْإِنجِيلُ إِلَّا مِنۢ بَعْدِهِۦٓ ۚ ﴾ (۶۵)

اے اہل کتاب ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو، حالانکہ تورات وانجیل ان کے بعد اتاری گئی ہیں۔

۱۳۔﴿ وَقَالَت طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ ءَامِنُوا۟ بِٱلَّذِىٓ أُنزِلَ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَجْهَ ٱلنَّهَارِ ﴾ (۷۲)

اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا ایمانداروں پر جو اتارا گیا دن کے اول میں، اس پر ایمان لے آؤ۔

۱۴۔﴿ قُلْ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ أُنزِلَ عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ ﴾ (۸٤)

کہہ ہم اللہ پر اور جو ہم پر اتارا گیا اور جو ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر اتارا گیا ایمان لاتے ہیں۔

سورة النساء

۱۵۔ ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ ءَامِنُوا۟ بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم ﴾ (٤٧)

اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی جو ہم نے اتارا اس کو مان لو یہ تصدیق کرتی ہے، اس کی جو تمہارے پاس ہے۔

۱۶۔﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُوا۟ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ ﴾ (٦٠)

کیا تو نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا۔

۱۷۔﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ ﴾ (٦١)

اور جب انہیں کہا جاتا ہے، اس کی طرف آؤ جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف آؤ۔

۱۸۔﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ﴾ (١٠٥)

تحقیق ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں میں اللہ کے دکھائے سے فیصلہ کریں۔

۱۹۔ ﴿ وَأَنزَلَ ٱللَّهُ عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ﴾ (١١٣)

اور اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت اتاری اور آپ کو وہ بتایا جو آپ نہ جانتے تھے۔

۲۰۔﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِى نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ مِن قَبْلُ ﴾

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول اور اس کتاب کو مان لو جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب کو جو پہلے نازل کی تھی۔

۲۱۔﴿ لَّٰكِنِ ٱللَّهُ يَشْهَدُ بِمَآ أَنزَلَ إِلَيْكَ أَنزَلَهُۥ بِعِلْمِهِۦ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ يَشْهَدُونَ ﴾ (١٦٦)

لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا کہ اسے اتارا ہے اپنے علم کے ساتھ اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں۔

۲۲۔﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا (١٧٤) ﴾ النساء: ١٧٤ ترجمہ: ہم نے تمہاری طرف واضح روشنی اتاری ہے۔

سورة المائدة

۲۳۔﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ﴾ المائدة: ٤٤ بیشک ہم نے تورات اتاری ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔

۲۴۔﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ﴾ المائدة: ٤٤ اور جو شخص اللہ کے اتارے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا۔

۲۵۔﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۖ فَٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ ﴾ المائدة :۴۸)

اور ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری ہے اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے تھی اور اس کی محافظ ہے۔ پس آپ ان کے مابین اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی اتباع نہ کریں۔

۲۶۔﴿ وَأَنِ ٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ﴾ المائدة :۴۹ اور یہ کہ ان کے مابین اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ کر۔

۲۷۔﴿ قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ هَلْ تَنقِمُونَ مِنَّآ إِلَّآ أَنْ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلُ ﴾ المائدة : ۵۹

کہہ اے اہل کتاب تم ہم سے اس بات کا انتقام لے رہے ہو کہ ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ہم سے پہلے اتارا گیا پر ایمان لا چکے۔

۲۸۔﴿ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ﴾ المائدة : ۶۸

اور جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف اتارا گیا بہتوں کو بڑھائے گا۔

۲۹۔﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا۟ ٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ ﴾ المائدة : ۶۶

اگر یہ لوگ تورات، انجیل کو اور جو ان کے رب سے ان کی طرف اتارا گیا اس کو قائم و نافذ کریں۔

۳۰۔﴿ قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَىْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا۟ ٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ۗ ﴾ المائدة : ۶۸

کہہ اے اہل کتاب تم کچھ بھی نہیں جب تک تورات اور انجیل اور جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا ہو قائم نہ کرو۔

۳۱۔﴿ وَلَوْ كَانُوا۟ يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلنَّبِىِّ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ ﴾ المائدة : ۸۱

اور اگر ایمان لے آئیں اللہ پر اور نبی پر اور اس چیز پر جو اس کی طرف اتاری گئی۔

۳۲۔﴿ وَإِذَا سَمِعُوا۟ مَآ أُنزِلَ إِلَى ٱلرَّسُولِ تَرَىٰٓ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ ٱلدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا۟ مِنَ ٱلْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَآ ءَامَنَّا فَٱكْتُبْنَا مَعَ ٱلشَّٰهِدِينَ ﴿٨٣﴾ ﴾ المائدة.

جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اتارا گیا تو آپ ان کی آنکھوں کو آنسو بہاتا دیکھیں گے، اس لئے کہ انہوں نے حق جان لیا ہے، کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے پس ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ۔

۳۳۔﴿ وَإِن تَسْـَٔلُوا۟ عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ ٱلْقُرْءَانُ تُبْدَ لَكُمْ ﴾ المائدة : ۱۰۱

جب قرآن اتارا جارہا ہے اگر تم نے اس کے بارے میں سوال کیا تو تمہیں بتا دیا جائے گا۔

۳۴۔﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ ﴾ المائدة :۱۰۴

جب انہیں کہا جائے آؤ اس کی طرف جو اللہ نے اتارا اور آؤ رسول کی طرف۔



سورۃ الأنعام

۳۵۔﴿ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَٰبًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٧﴾ ﴾

اگر ہم آپ پر کاغذ میں کتاب اتاریں اور یہ اسے اپنے ہاتھ بھی لگائیں تو کفر کرنے والے ضرور کہیں گے یہ تو صاف جادو ہے۔

۳۶۔﴿ وَمَا قَدَرُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِۦٓ إِذْ قَالُوا۟ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَىْءٍ ۗ قُلْ مَنْ أَنزَلَ ٱلْكِتَٰبَ ٱلَّذِى جَآءَ بِهِۦ مُوسَىٰ ﴾ (۹۱)

یہ لوگ اللہ کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے کہ کہتے ہیں ، اللہ نے انسان پر کوئی چیز نہیں اتاری ، فرمادیں جو کتاب موسیٰ لایا وہ کس نے اتاری ہے۔

۳۷۔﴿ وَمَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ﴾ (۹۳) ترجمہ: جو کہتا ہے میں اتاروں گا جیسا کہ اللہ نے اتارا۔

۳۸۔﴿ وَهُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ إِلَيْكُمُ ٱلْكِتَٰبَ مُفَصَّلًا ۚ وَٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُۥ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِٱلْحَقِّ ﴾ ۱۱۴

اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف واضح کتاب اتاری اور جس کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ یقیناً تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوئی۔

۳۹۔﴿ وَهَٰذَا كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ مُبَارَكٌ فَٱتَّبِعُوهُ وَٱتَّقُوا۟ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٥٥﴾ ﴾

یہ کتاب ہے جسے ہم نے اتارا برکت والی ہے پس تم اس کی اتباع کرو اور ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

۴۰۔﴿ أَن تَقُولُوٓا۟ إِنَّمَآ أُنزِلَ ٱلْكِتَٰبُ عَلَىٰ طَآئِفَتَيْنِ مِن قَبْلِنَا ﴾ (۱۵۶)

کہ تم (نہ) کہو کتاب ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتاری گئی۔

۴۱۔﴿ أَوْ تَقُولُوا۟ لَوْ أَنَّآ أُنزِلَ عَلَيْنَا ٱلْكِتَٰبُ لَكُنَّآ أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ ﴾ (۱۵۷)

یا (نہ) کہو اگر ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ راہ یافتہ ہوتے۔

سورۃ الأعراف

۴۲۔﴿ ٱتَّبِعُوا۟ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ ۗ ﴾ (۳)

تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف جو اتارا گیا اس کی اتباع کرو اس کے سوا اور حمایتیوں کے پیچھے نہ چلو۔

۴۳۔﴿ إِنَّ وَلِۦِّىَ ٱللَّهُ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْكِتَٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿١٩٦﴾ ﴾

میرا مددگار اللہ ہے جس نے الکتاب نازل کی اور وہی نیکوں کا متولی ہے۔

سورۃ الأنفال

۴۴۔﴿ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ ٱلْفُرْقَانِ يَوْمَ ٱلْتَقَى ٱلْجَمْعَانِ ۗ ﴾ (۴۱)

اور ہم نے اپنے بندے پر فرقان کے دن اتارا جس دن کہ دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں۔



سورۃالتوبۃ

۴۵۔﴿ يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَن تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُم بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ﴾ (٦٤)

منافق ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے بارے میں کوئی سورت نہ اتار دی جائے جو ان کے دلوں کے بھید ظاہر کر دے۔

۴۶۔﴿ وَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُو الطَّوْلِ مِنْهُمْ ﴾ (٨٦)

جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ، اس کے رسول کے ساتھ ہو کر جہاد کرو تو ان میں سے قدرت والے آپ سے اجازت طلب کرنے لگ جاتے ہیں۔

۴۷۔﴿ الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ ﴾ (٩٧)

اعراب کفر ونفاق میں زیادہ سخت ہیں اور اس لائق کہ یہ اللہ کے اپنے رسول پر اتارے احکام کی حدود کو نہ جانیں۔

۴۸۔﴿ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ﴾ (١٢٤)

جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے ان میں بعض کہتے ہیں تم میں سے کس کو اس نے ایمان میں زیادہ کیا ہے۔

۴۹۔﴿ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ ﴾ التوبة: ١٢٧

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے ایک دوسرے کو دیکھنے لگ جاتے ہیں، کیا تمہیں کوئی دیکھ رہا ہے؟

سورۃ یونس

۵۰۔﴿ فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكَ ﴾ (٩٤)

اگر تو شک میں ہے اس سے جو ہم نے تیری طرف نازل کیا تو ان لوگوں سے پوچھ جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔

سورۃ ھود

۵۱۔﴿ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٤﴾ ﴾

پس جان لو یہ اللہ کے علم کے ساتھ نازل ہوئی ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں کیا تم اسلام میں آتے ہو؟

سورۃ یوسف

۵۲۔﴿ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢﴾ ﴾ ترجمہ: ہم نے اس کو قرآنِ عربی اتارا تاکہ تم سمجھو۔

سورۃ الرعد

۵۳۔﴿ وَالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ ﴾

جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے یہ حق ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۵۴۔﴿ أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ٱلْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰٓ ﴾ (۱۹)

کیا پس وہ جو جانتا ہے کہ جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا حق ہے۔ اس کی مانند ہے جو (اس بات سے) اندھا ہے۔

۵۵۔﴿ وَٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَفْرَحُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ ﴾ (۳٦)

اور جن کو ہم نے کتاب دی ہے آپ کی طرف نازل کردہ سے خوش ہوتے ہیں۔

۵٦۔﴿ وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ﴾ (۳۷) ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان اتارا ہے۔

سورة إبراهيم

۵۷۔﴿ الٓر ۚ كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ ٱلنَّاسَ مِنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ﴾ (۱)

کتاب ہے ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا تاکہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر ان کے رب کے حکم سے روشنی میں لائے۔

سورة الحجر

۵۸۔﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ﴿٩﴾ ﴾ ہم ہی نے ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

سورة النحل

۵۹۔﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوٓا۟ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ ﴾

جب انہیں کہا جائے تمہارے رب نے کیا اتارا ہے کہتے ہیں یہ تو پہلے لوگوں کی تحریریں ہیں۔

٦۰۔﴿ وَقِيلَ لِلَّذِينَ ٱتَّقَوْا۟ مَاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا۟ خَيْرًا ۗ ﴾ (۳۰)

اور جب متقین سے کہا جائے تمہارے رب نے کیا اتارا ہے کہتے ہیں اچھائی (نازل کی ہے)۔

٦۱۔﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٤﴾ ﴾ (٤٤)

اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو ان کی طرف نازل کردہ کی وضاحت فرمائیں اور تاکہ یہ سوچ سکیں۔

٦۲۔﴿ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ ٱلَّذِى ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ ﴾ (٦٤)

اور ہم نے آپ پر کتاب نہیں نازل کی مگر اس لئے کہ آپ ان کے لئے ان کی اختلاف کردہ باتوں کی وضاحت کریں۔

٦۳۔﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ تِبْيَٰنًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾ ﴾ (۸۹)

اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری اس میں ہر چیز کی وضاحت ہے اور یہ راہنمائی اور رحمت اور مسلمانوں کیلئے خوشخبری ہے۔

٦۴۔﴿ وَإِذَا بَدَّلْنَآ ءَايَةً مَّكَانَ ءَايَةٍ ۙ وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوٓا۟ إِنَّمَآ أَنتَ مُفْتَرٍۭ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٠١﴾ ﴾

جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے اس کو جو اتارتا ہے تو کہتے ہیں تو مفتری ہے بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔



سورة بني إسرائيل

۶۵۔﴿ وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ﴾ (۱۰۵) ترجمہ: حق کے ساتھ ہم نے اسے نازل کیا اور حق کے ساتھ نازل ہوا۔

۶۶۔﴿ وَقُرْءَانًا فَرَقْنَٰهُ لِتَقْرَأَهُۥ عَلَى ٱلنَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَٰهُ تَنزِيلًا ﴿١٠٦﴾ ﴾

اور قرآن کو ہم نے جدا جدا نازل کیا تاکہ آپ اسے آہستہ آہستہ لوگوں پر پڑھیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا نازل کیا۔

سورة الكهف

۶۷۔﴿ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ ٱلْكِتَٰبَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُۥ عِوَجَا ﴿١﴾ ﴾

سب حمد اللہ ہی کیلئے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی بھی کجی نہیں رکھی۔

سورة طه

۶۸۔﴿ مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ ﴿٢﴾ إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ﴿٣﴾ تَنزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ ٱلْأَرْضَ وَٱلسَّمَٰوَٰتِ ٱلْعُلَى ﴿٤﴾ ﴾

ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ تکلیف میں پڑیں بلکہ اس لئے کہ خشیت والوں کو سمجھائیں یہ اس ذات کی تنزیل ہے جس نے زمین اور اونچے آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔

سورة الأنبياء

۶۹۔﴿ لَقَدْ أَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ كِتَٰبًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٠﴾ ﴾

یقیناً ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی جس میں تمہارے لئے ہدایت ہے، کیا پس سمجھتے نہیں ہو۔

۷۰۔﴿ وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَٰهُ ۚ أَفَأَنتُمْ لَهُۥ مُنكِرُونَ ﴿٥٠﴾ ﴾

یہ برکت والا ذکر ہے ہم نے اسے اتارا ہے کیا تم اس کا انکار کرنے والے ہو۔

سورة النور

۷۱۔﴿ سُورَةٌ أَنزَلْنَٰهَا وَفَرَضْنَٰهَا وَأَنزَلْنَا فِيهَآ ءَايَٰتٍۭ بَيِّنَٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١﴾ ﴾

یہ سورت ہم نے اسے اتارا ہے اور فرض کیا ہے اور اس میں واضح احکام ہم نے نازل کئے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

۷۲۔﴿ وَلَقَدْ أَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ ءَايَٰتٍ مُّبَيِّنَٰتٍ وَمَثَلًا مِّنَ ٱلَّذِينَ خَلَوْا۟ مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٣٤﴾ ﴾

ہم نے تمہاری طرف واضح آیات (قرآن) اور تم میں سے پہلے گزر جانے والوں کے حال اور متقین کیلئے وعظ و نصیحت نازل کئے ہیں۔

۷۳۔﴿ لَّقَدْ أَنزَلْنَآ ءَايَٰتٍ مُّبَيِّنَٰتٍ ۚ وَٱللَّهُ يَهْدِى مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٤٦﴾ ﴾

ہم نے واضح آیات نازل کیں اور اللہ جسے چاہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔



سورۃ الفرقان

۷۴۔﴿ تَبَارَكَ ٱلَّذِي نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَٰلَمِينَ نَذِيرًا ﴿١﴾ ﴾

برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ جہان والوں کو ڈرانے والا ہو۔

۷۵۔﴿ قُلْ أَنزَلَهُ ٱلَّذِي يَعْلَمُ ٱلسِّرَّ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٦﴾ ﴾

کہہ اسے اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ کو جانتا ہے یقیناوہی بخشنے والا مہربان ہے۔

۷۶۔﴿ وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ ٱلْقُرْءَانُ جُمْلَةً وَٰحِدَةً ۚ كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِۦ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَٰهُ تَرْتِيلًا ﴿٣٢﴾ ﴾

اور کفر کرنے والے کہتے ہیں ، اس پر قرآن ایک ہی بار کیوں نہ اتارا گیا اس طرح ہے تاکہ ہم آپ کے دل کو مضبوط کریں اور ہم اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔

سورۃ الشعراء

۷۷۔﴿ إِن نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ ءَايَةً فَظَلَّتْ أَعْنَٰقُهُمْ لَهَا خَٰضِعِينَ ﴿٤﴾ ﴾

اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی نازل کر دیں پس ان کی گردنیں اس کے سامنے جھک جائیں۔

۷۸۔﴿ وَلَوْ نَزَّلْنَٰهُ عَلَىٰ بَعْضِ ٱلْأَعْجَمِينَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَأَهُۥ عَلَيْهِم مَّا كَانُوا۟ بِهِۦ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٩﴾ ﴾

اگر ہم اسے کسی عجمی پر نازل کرتے جو ان پر پڑھتا تو اسے نہ مانتے۔

سورۃ القصص

۷۹۔﴿ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ ۖ ﴾ (۸۷)

اللہ کی آیات سے آپ کو کوئی بھی نہ روکے اس کے بعد کہ آپ پر نازل کی گئی ہیں۔

سورۃ العنکبوت

۸۰۔﴿ وَقُولُوٓا۟ ءَامَنَّا بِٱلَّذِيٓ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَٰهُنَا وَإِلَٰهُكُمْ وَٰحِدٌ ﴾ (٤٦)

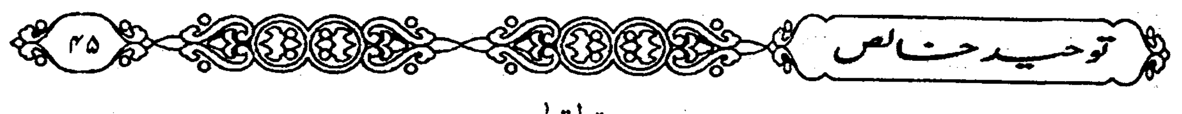
ہم مانتے ہیں جو اترا ہم پر اور جو اترا تم پر اور تمہارا ہمارا معبود ایک ہی ہے۔

۸۱۔﴿ وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ ۚ فَٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۖ وَمِنْ هَٰٓؤُلَآءِ مَن يُؤْمِنُ بِهِۦ ۚ ﴾

اور اس طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے پس جن کو ہم نے کتاب دی ہے اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان (عربوں) میں سے بھی ہیں جو اس کو مانتے ہیں۔(٤٧)

۸۲۔﴿ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ ﴾ (٥١)

کیا ان کو کافی نہیں کہ ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔



سورة لقمٰن

۸۳۔﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُواْ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُواْ بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآ ﴾ (۲۱)

اور جب انہیں کہا جائے جو اللہ نے اتارا اس کے تابع ہو جاؤ کہتے ہیں ہم تو اس کے تابع ہوں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔

سورة السجدة

۸۴۔﴿ تَنزِيلُ ٱلْكِتَٰبِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝٢ ﴾

کتاب رب کائنات کی طرف سے اتاری ہوئی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

سورة سبا

۸۵۔﴿ وَيَرَى ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْعِلْمَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ ٱلْحَقَّ ﴾ (٦)

جن کو علم دیا گیا ہے جانتے ہیں کہ جو آپ کی طرف نازل ہوا تیرے رب کی طرف سے وہی حق ہے۔

سورة یس

۸۶۔﴿ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّآ أُنذِرَ ءَابَآؤُهُمْ فَهُمْ غَٰفِلُونَ ۝٦ ﴾

زبردست، مہربان کا نازل کردہ ہے تاکہ آپ ایک قوم کو ڈرائیں جن کے آباء نہیں ڈرائے گئے پس یہ غافل ہیں۔

۸۷۔﴿ مَآ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ أَنزَلَ ٱلرَّحْمَٰنُ مِن شَىْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ۝١٥ ﴾

تم تو ہم جیسے انسان ہو، رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری تم جھوٹ ہی بولتے ہو۔

سورة ص

۸۸۔﴿ أَءُنزِلَ عَلَيْهِ ٱلذِّكْرُ مِنۢ بَيْنِنَا ۚ بَلْ هُمْ فِى شَكٍّ مِّن ذِكْرِى ۖ بَل لَّمَّا يَذُوقُواْ عَذَابِ ۝٨ ﴾

کیا ہم میں سے اس پر ذکر اتارا گیا، بلکہ لوگ میری یاد سے شک میں ہیں بلکہ انہوں نے میرا عذاب نہیں چکھا ہے۔

۸۹۔﴿ كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ مُبَٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓاْ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُواْ ٱلْأَلْبَٰبِ ۝٢٩ ﴾

یہ کتاب ہے ہم نے اسے اتارا تیری طرف، برکت والی ہے تاکہ اس کے احکام میں تدبر کریں اور تاکہ عقل والے سمجھ حاصل کریں۔

سورة الزمر

۹۰۔﴿ تَنزِيلُ ٱلْكِتَٰبِ مِنَ ٱللَّهِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَكِيمِ ۝١ ﴾ ترجمہ: کتاب اللہ عزت والے، حکمت والے کی نازل کردہ ہے۔

۹۱۔﴿ ٱللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ ٱلْحَدِيثِ كِتَٰبًا مُّتَشَٰبِهًا ﴾ (۲۳) ترجمہ: اللہ ہی نے بہترین بات کو نازل فرمایا، آپس میں ملتی

۹۲۔﴿ وَاتَّبِعُوٓا أَحۡسَنَ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَكُمُ ٱلۡعَذَابُ بَغۡتَةً وَأَنتُمۡ لَا تَشۡعُرُونَ ﴿٥٥﴾ ﴾
اور تابع ہو جاؤ ان عمدہ احکام کے جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کئے گئے اس سے پہلے کہ تمہیں عذاب آلے اور تمہیں پتہ ہی نہ ہو۔

سورۃ المومن

۹۳۔﴿ تَنزِيلُ ٱلۡكِتَٰبِ مِنَ ٱللَّهِ ٱلۡعَزِيزِ ٱلۡعَلِيمِ ﴿٢﴾ ﴾ ترجمہ: یہ کتاب اللہ زبردست جاننے والے کی نازل کی ہوئی ہے۔

سورۃ فصلت

۹۴۔﴿ تَنزِيلٌ مِّنَ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ﴿٢﴾ كِتَٰبٌ فُصِّلَتۡ ءَايَٰتُهُۥ قُرۡءَانًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَعۡلَمُونَ ﴿٣﴾ ﴾
بہت رحم کرنے والے مہربان کی طرف سے اتری ہوئی کتاب ہے جس کے احکام مفصل ہیں یعنی قرآن عربی (زبان) میں اس قوم کے لئے جو جانتے ہیں۔

۹۵۔﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِٱلذِّكۡرِ لَمَّا جَآءَهُمۡۖ وَإِنَّهُۥ لَكِتَٰبٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَأۡتِيهِ ٱلۡبَٰطِلُ مِنۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهِۦۖ تَنزِيلٌ مِّنۡ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ ﴾
بے شک یہ نادر کتاب ہے اس میں نہ آگے سے نہ پیچھے سے باطل آتا ہے، یہ حکمت والے قابل تعریف ذات کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

سورۃ الشوریٰ

۹۶۔﴿ وَقُلۡ ءَامَنتُ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِن كِتَٰبٍۖ ﴾ (۱۵) ترجمہ: اور کہہ میں ایمان لایا اس پر جو اللہ نے کتاب اتاری۔

۹۷۔﴿ ٱللَّهُ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ وَٱلۡمِيزَانَۗ ﴾ (۱۷) اللہ ہی ہے جس نے کتاب حق کے ساتھ اتاری اور میزان بھی۔

سورۃ الزخرف

۹۸۔﴿ وَقَالُواْ لَوۡلَا نُزِّلَ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ ٱلۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيمٍ ﴿٣١﴾ ﴾
اور کہتے ہیں یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا۔

سورۃ الدخان

۹۹۔﴿ إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍۚ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ﴿٣﴾ ﴾ ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا بیشک ہم ڈرانے والے ہیں۔

سورۃ الجاثیۃ

۱۰۰۔﴿ تَنزِيلُ ٱلۡكِتَٰبِ مِنَ ٱللَّهِ ٱلۡعَزِيزِ ٱلۡحَكِيمِ ﴿٢﴾ ﴾ یہ کتاب اللہ غالب، حکمت والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔



سورة الأحقاف

۱۰۱۔﴿ تَنزِيلُ ٱلْكِتَـٰبِ مِنَ ٱللَّهِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَكِيمِ ﴿٢﴾ ﴾ ترجمہ: یہ کتاب اللہ غالب، حکمت والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔

۱۰۲۔﴿ قَالُوا۟ يَـٰقَوْمَنَآ إِنَّا سَمِعْنَا كِتَـٰبًا أُنزِلَ مِنۢ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾ (۳۰)

انہوں نے کہا اے ہماری قوم یقینا ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی، اس سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔

سورۃ محمد

۱۰۳۔﴿ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ وَءَامَنُوا۟ بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّـَٔاتِهِمْ ﴾ محمد: ۲

اور جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اور محمد ﷺ پر جو اتارا گیا ہے اسے مانتے ہیں اور وہی ہے سچا دین، ان کے رب کی طرف سے، اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ اتار دیئے۔

۱۰۴۔﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا۟ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَـٰلَهُمْ ﴿٩﴾ ﴾

یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی اتاری ہوئی کو ناپسند جانا پس ان کے عمل ضائع کر دیئے۔

۱۰۵۔﴿ وَيَقُولُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۖ فَإِذَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ ﴾ محمد: ۲۰

اور کہا ایمانداروں نے کیوں (جہاد کیلئے) کوئی حکم نہیں اتارا جاتا، پس جب محکم سورت اتار دی گئی۔

۱۰۶۔﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا۟ لِلَّذِينَ كَرِهُوا۟ مَا نَزَّلَ ٱللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِى بَعْضِ ٱلْأَمْرِ ۖ ﴾ محمد: ۲۶

یہ اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کرتے ہیں، ہم بعض امور میں تمہاری اطاعت کریں گے۔

سورۃ الحدید

۱۰۷۔﴿ هُوَ ٱلَّذِى يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِۦٓ ءَايَـٰتٍۭ بَيِّنَـٰتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ ٱلظُّلُمَـٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ ۚ ﴾ الحدید: ۹

وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات اتارتا ہے تاکہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔

۱۰۸۔﴿ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ ﴾ الحدید: ۱۶

کیا ایمانداروں کیلئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد اور اترے ہوئے حق کے آگے جھک جائیں۔

۱۰۹۔﴿ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِٱلْبَيِّنَـٰتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْمِيزَانَ لِيَقُومَ ٱلنَّاسُ بِٱلْقِسْطِ ۖ ﴾ الحدید: ۲۵

ہم نے واضح دلائل کے ساتھ اپنے رسول بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب و میزان نازل کی تاکہ لوگ عدل قائم کریں۔

سورۃ الحشر

۱۱۰۔﴿ لَوْ أَنزَلْنَا هَـٰذَا ٱلْقُرْءَانَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُۥ خَـٰشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ ٱللَّهِ ۚ ﴾ الحشر: ۲۱



اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اسے اللہ کے ڈر سے جھکا ہوا اور پھٹا ہوا دیکھتے۔

سورة التغابن

۱۱۱۔﴿ فَـَٔامِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا ﴾ (۸) پس اللہ اور اس کے رسول اور اس روشنی پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کی۔

سورة الطلاق

۱۱۲۔﴿ قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿۱۰﴾ رَّسُولًا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ ءَايَٰتِ اللَّهِ مُبَيِّنَٰتٍ ﴾ الطلاق: ۱۱

اللہ نے تمہاری طرف ہدایت اتاری ہے، رسول ہے جو تم پر اللہ کی واضح آیات کی تلاوت کرتا ہے۔

سورة الملك

۱۱۳۔﴿ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَآءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ ﴾ الملک: ۹

انہوں نے کہا ہاں ہمارے پاس ڈرانے والا آیا مگر ہم نے تکذیب کی اور کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں نازل کی۔

سورة الحاقة

۱۱٤۔﴿ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَٰلَمِينَ ﴿۴۳﴾ ﴾ الحاقة ترجمہ: رب کائنات کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

سورة الدهر

۱۱۵۔﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْءَانَ تَنزِيلًا ﴿۲۳﴾ ﴾ الإنسان ترجمہ: یقیناً ہم ہی نے قرآن کو آپ پر اتارا ہے۔

سورة القدر

۱۱٦۔﴿ إِنَّا أَنزَلْنَٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ ﴾ القدر ترجمہ: ہم نے اسے لیلۃ القدر میں نازل کیا۔

ان آیاتِ کریمہ میں بیان ہے کہ قرآنِ حکیم اور دیگر کتبِ سابقہ آسمانوں سے اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر لوگوں کی ہدایت کیلئے اتاری گئیں اور ان آیات سے دو طرح سے استدلال ہے، اولاً اللہ تعالیٰ خلق سے اوپر عرش پر ہے اور اس نے کتابوں کو نازل کیا ہے کیونکہ نزول سے مراد اوپر سے نیچے اترنا ہوتا ہے اور منزل علیہم اس کے بندے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا بائن عن الخلق ہونا ثابت ہوا اور صوفیوں و اتحادیوں کی یہ بات غلط ہوئی کہ عابد و معبود میں فرق نہیں ہے۔ "تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا"۔

حافظ ابن قیم "القصیدہ النونیہ" میں علو باری تعالیٰ کی چھٹی دلیل یوں بیان کرتے ہیں:

هذا وسادسها وسابعها النزول ... كذلك التنزيل للقرآن

والله أخبرنا بأن كتابه ... تنزيله بالحق والبرهان

أيكون تنزيلا وليس كلام من ... فوق العباد أذاك ذو إمكان

أيكون تنزيلا من الرحمن ... والرحمن ليس مباين الأكوان (1)

اللہ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس کی نازل کردہ کتاب حق دلائل کے ساتھ نازل ہوئی اور بندوں کے اوپر سے نہ ہو کیا یہ بھی امکان ہے؟ رحمٰن کی طرف سے اترے اور رحمٰن کائنات سے جدا نہ ہو ایسا ہو سکتا ہے؟

ملائکہ کی کیا ذمہ داری ہے؟

اس میں وہ آیات ہیں جن میں بیان ہے کہ قرآن و دیگر کتب سماویہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لانے والے فرشتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان احکام لانے میں واسطہ ہیں۔

۱۔﴿ قُلْ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ ﴿٩٧﴾ ﴾ البقرة

کہہ جو شخص جبریل کا دشمن ہے تو اس (جبریل) نے اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر اتارا ہے، تصدیق کرتی ہے اس کی جو اس سے پہلے ہے، ہدایت اور خوش خبری ایمانداروں کیلئے ہے۔

۲۔﴿ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿١٠٢﴾ ﴾

کہہ روح القدس نے اس کو آپ کے رب سے حق کے ساتھ نازل کیا تاکہ یہ مومنوں کو ثابت قدم رکھے اور ہدایت و خوشخبری ہے مسلمانوں کیلئے۔ (النحل)

۳۔﴿ وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿١٩٥﴾ ﴾ الشعراء

اور بیشک یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے الروح الامین نے اسے آپ کے دل پر نازل کیا تاکہ آپ صاف عربی (زبان) میں ڈرانے والوں میں سے ہوں۔

۴۔﴿ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ لِّيَعْلَمَ أَن قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ ﴾ الجن: ۲۸

مگر جس رسول کو پسند کر لے اس کے آگے پیچھے نگران لگا دیتا ہے تاکہ ظاہر کرے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے ہیں۔

۵۔﴿ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿١٩﴾ ﴾ التکویر ترجمہ: یہ عزت والے پیغام رساں کا (لایا ہوا) قول ہے۔

ان سب آیات کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام فرشتوں کی معرفت بھیجتا ہے، مزید وضاحت یہ آیت کرتی ہے:

۶۔﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿٥١﴾ ﴾ الشوری

---

(1) – متن القصيدة النونية لابن القيم (ص ٦١)

ترجمہ: کسی انسان کے ساتھ اللہ کلام نہیں کرتا مگر وحی کے طور پر یا پردہ پیچھے یا اپنا پیغام رساں بھیجے وہ اللہ کے حکم سے جو چاہے القاء کرتا ہے، بیشک اللہ بلند، حکمت والا ہے۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام کا نیچے نبی کریم ﷺ کے پاس کتاب کو خلق کی ہدایت کیلئے لانے کا ذکر ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے: أي: من عادى جبريل فليعلم أنه الروح الأمين الذي نزل بالذكر الحكيم على قلبك من الله بإذنه له في ذلك، فهو رسول من رسل الله مَلَكي . . . وكذلك من عادى جبريل فإنه عدو لله؛ لأن جبريل لا ينزل بالأمر من تلقاء نفسه، وإنما ينزل بأمر ربه.

یعنی جو شخص جبریل کو دشمن جانے وہ جان لے کہ یہ الروح الامین ہے جو آپ کے دل پر حکمت بھرا ذکر لے کر اللہ کے حکم سے اترا ہے یہ اللہ کے ملکی رسولوں میں سے ایک ہے، اسی طرح جو شخص جبریل سے دشمنی کرلے وہ اللہ کا دشمن کیونکہ جبریل اپنی طرف سے حکم نہیں لاتا اللہ کے حکم سے اترتا ہے۔([1])

پس اللہ تعالیٰ عرش پر امر کرنے والا ہے اور خلق اس سے نیچے ہے اور فرشتے اس کے احکام لانے والے ہیں اور بقیہ آیات سے بھی یہی معنی ظاہر ہے اور "تفسیر ابن جریر" میں دوسری آیت کے تحت ہے: يقول: قل جاء به جبريل من عند ربي بالحق.([2]) ونحوه في النسفي ([3]) وفي الخازن:{من ربك} يعني أن جبريل نزل بالقرآن من ربك يا محمد.([4])

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آپ ﷺ کہیں جبریل میرے رب کے پاس سے حق کے ساتھ آیا، اسی طرح نسفی میں ہے اور خازن میں ہے، من ربك یعنی اے محمد ﷺ جبریل آپ کے رب کی طرف سے قرآن لے کر آیا۔

و المراد بالروح الأمين جبريل وهو أمين وحى الله تعالى إلى أنبيائه على قلبك، قال الزجاج معناه نزل عليك فوعاه قلبك فثبت فلاتنساه أبدا.

الروح الامین سے مراد جبریل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء کی طرف وحی کے امین ہیں، علی قلبك: زجاج کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جبریل آپ کے پاس لایا اور آپ کے دل نے اسے یاد کرلیا اور ثبت ہو گیا۔ آپ اسے کبھی نہ بھولیں گے۔

اور چوتھی آیت کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ہے: يختصه بمزيد معقبات من الملائكة يحفظونه من أمر الله، ويساوقونه على ما معه من وحي الله.([5])

---

[1] – تفسير ابن كثير (١ / ١٣٢)

[2] – تفسير الطبري (١٤ / ١٧٧)

[3] – تفسير النسفي (٢ / ٣٧)

[4] – لباب التأويل في معاني التنزيل للخازن (٤ / ١٤)

[5] – تفسير ابن كثير (٤ / ٤٣٣)



جبریل کے ساتھ دیگر فرشتے ارسال کر دیتا ہے جو اللہ کے امر سے اس (حکم) کی حفاظت کرتے ہیں اور اللہ کی وحی پہنچانے میں اس (جبریل) کی حفاظت کرتے ہیں۔

ليعلم الله أن قد أبلغوا أی الرسل رسالات ربهم كاملة بلا زيادة ولا نقصان إلى المرسل إليهم.

تاکہ اللہ واضح کر دے کہ رسولوں نے کمی بیشی کیے بغیر مرسل إلیهم کو اس کے پیغام دیئے ہیں۔

پس مرسل اور مرسل إلیهم میں مباینت ہے اور درمیان میں احکام لانے کیلئے واسطے ہیں جن کو رسل کہا گیا ہے اور

پانچویں آیت کے تحت "تفسیر ابن جریر" میں ہے: يقول تعالى ذكره: إن هذا القرآن لتنزيل رسول كريم؛ يعني: جبريل، نزله على محمد بن عبد الله. (1)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ قرآن رسول کریم یعنی جبریل کا نازل کردہ ہے یعنی وہ اسے محمد ﷺ بن عبد اللہ پر اتار لائے ہیں۔

يعني جبريل لكونه نزل من جهة الله سبحانه وتعالى إلى رسوله الكريم ﷺ.

اس سے مراد جبریل ہے کہ وہی اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ﷺ پر نازل کر لائے ہیں۔

اور چھٹی آیت کے تحت "تفسیر شوکانی" میں ہے: قال الزجاج: المعنى: أن كلام الله للبشر: إما أن يكون بإلهام يلهمهم، أو يكلمهم من وراء حجاب كما كلم موسى، أو برسالة ملك إليهم. (2)

زجاج کہتے ہیں: اللہ کا انسانوں سے کلام کرنا یا تو الہام کے ذریعے سے یا حجاب کے پیچھے سے کلام کرنا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور یا کوئی فرشتہ بھیج کر۔

رسولوں کی اقسام

قسم اول: وہ آیتیں جن میں فرشتوں میں سے رسولوں کا ذکر ہے، قال اللہ تعالیٰ:

۱۔﴿وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ﴾ آل عمران ترجمہ: لیکن اللہ اپنے پیغام رسانوں میں سے جسے چاہے چنتا ہے۔

۲۔﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿٦١﴾﴾ الأنعام

ترجمہ: جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجاتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے اس کی جان لیتے ہیں اور وہ کمی نہیں کرتے۔

۳۔﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ﴾ الأعراف: ۳۷

ترجمہ: حتیٰ کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے جان لینے کیلئے آجاتے ہیں۔

---

1 – تفسير الطبري (۳۰ / ۷۹)

2 – فتح القدير للشوكاني (٤ / ٥٣٠)

۴۔﴿ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرَٰهِيمَ بِٱلْبُشْرَىٰ ﴾ (هود: ٦٩) ہمارے رسول ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔

۵۔﴿ قَالُوا۟ لَا تَخَفْ إِنَّآ أُرْسِلْنَآ إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٠﴾ ﴾ (هود) اور انہوں نے کہا خوف نہ کر ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

۶۔﴿ قَالُوا۟ يَٰلُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَن يَصِلُوٓا۟ إِلَيْكَ ﴾ هود: ٨١

ترجمہ: کہا اے لوط ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ تجھ تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے۔

۷۔﴿ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا ٱلْمُرْسَلُونَ ﴿٥٧﴾ قَالُوٓا۟ إِنَّآ أُرْسِلْنَآ إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿٥٨﴾ ﴾ الحجر

ترجمہ: کہا اے مرسلین تمہارا کیا مقصد ہے، انہوں نے کہا ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

۸۔﴿ فَلَمَّا جَآءَ ءَالَ لُوطٍ ٱلْمُرْسَلُونَ ﴿٦١﴾ ﴾ الحجر ترجمہ: جب آل لوط کے پاس بھیجے ہوئے آگئے۔

۹۔﴿ فَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ ﴾ مریم

ترجمہ: ہم نے اس کے پاس اپنی روح (جبرائیل علیہ السلام) کو بھیجا اور اس کیلئے ٹھیک انسانی بھیس بنایا۔

۱۰۔﴿ ٱللَّهُ يَصْطَفِى مِنَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ ٱلنَّاسِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌۢ بَصِيرٌ ﴿٧٥﴾ ﴾ الحج

ترجمہ: اللہ انتخاب کرتا ہے، فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں سے، یقیناً اللہ سننے، دیکھنے والا ہے۔

قال ابن جرير: الله يختار من الملائكة رسلا كجبرئيل وميكائيل اللذين كانا يرسلهما إلى أنبيائه، ومن شاء من عباده ومن الناس، كأنبيائه الذين أرسلهم إلى عباده من بني آدم.

امام ابن جریر کہتے ہیں: اللہ فرشتوں میں سے رسول منتخب کرتا ہے جیسا کہ جبریل و میکائیل کو منتخب کیا کہ انہیں اپنے انبیاء اور بندوں میں سے جس کی طرف چاہا بھیجا اور انسانوں میں رسول، جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کو اس نے عام بنی آدم کی طرف مبعوث کیا۔([1])

تفسیر ابن کثیر، تفسیر خازن اور تفسیر شوکانی میں اسی طرح ہے۔

۱۱۔﴿ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرَٰهِيمَ بِٱلْبُشْرَىٰ قَالُوٓا۟ إِنَّا مُهْلِكُوٓا۟ أَهْلِ هَٰذِهِ ٱلْقَرْيَةِ ﴾ العنكبوت: ٣١

ترجمہ: جب ہمارے رسول ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے انہوں نے کہا ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔

۱۲۔﴿ وَلَمَّآ أَن جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِىٓءَ بِهِمْ ﴾ العنكبوت: ٣٣

ترجمہ: جب ہمارے رسول، لوط کے پاس آیا تو ان کی وجہ سے غمگین ہوا۔

۱۳۔﴿ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ جَاعِلِ ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ رُسُلًا أُو۟لِىٓ أَجْنِحَةٍ مَّثْنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَ ﴾ فاطر: ١

ترجمہ: سب حمد اللہ کیلئے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، فرشتوں کو رسول بنایا، دو دو تین تین اور چار چار پروں والے۔

---

[1] – تفسير الطبري (١٧ / ٢٠٤) وتفسير ابن كثير(٣ /٢٣٥)، لباب التأويل في معاني التنزيل للخازن (٥ /٢٣)والشوكاني (٣/٤٥٥)

۱۴۔﴿ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٣١﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ ﴾ الذاریات

ترجمہ: کہااے بھیجے ہوئے تمہارا کیا کام ہے انہوں نے کہا ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

قسم دوم: وہ آیتیں جن میں انبیاء سابقین علیہم السلام کے ارسال کا ذکر ہے، سورتوں کی ترتیب ملحوظ رہے۔

سورۃ البقرۃ

۱۔﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِن بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ﴾ ۸۷

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور اس کے پیچھے رسول بھیجے۔

۲۔﴿ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿٨٧﴾ ﴾

ترجمہ: کیا جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسی باتیں لاتا ہے جو تمہارے دلوں کو پسند نہ آئیں بڑائی کرتے ہو پس ایک جماعت کو جھٹلاتے ہو اور ایک جماعت کو قتل کرتے ہو۔

۳۔﴿ حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ﴿٢١٤﴾ ﴾

ترجمہ: حتیٰ کہ رسول اور اس کے ساتھیوں نے کہا اللہ کی مدد کب آئے گی؟ خبردار اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔

۴۔﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ﴾ (البقرۃ: ۲۵۳) یہ رسول ہیں جنہیں ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔

۵۔﴿ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ﴾ ۲۸۵

ترجمہ: ہر ایک نے اللہ، فرشتوں، کتابوں اور رسولوں کو مان لیا ہے، ہم رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔

سورۃ آل عمران

۶۔﴿ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ﴾ ۴۹

ترجمہ: بنی اسرائیل کی طرف رسول بھیجا کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں۔

۷۔﴿ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ﴾ ۱۴۴ ترجمہ: اس سے پہلے (اللہ کے) رسول گزر گئے۔

۸۔﴿ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٨٣﴾ ﴾

وہ لوگ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم کسی رسول کو تسلیم نہ کریں، جب تک وہ قربانی نہ لائے جسے آگ کھا جائے، آپ کہیں مجھ سے پہلے رسول نشانیاں لائے اور وہ نشانی جو تم کہہ رہے ہو پس تم نے ان کو کیوں قتل کیا اگر سچے ہو۔

۹۔﴿ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿١٩٤﴾ ﴾

ترجمہ: اے ہمارے رب ہمیں دے وہ جو تو نے اپنے رسولوں (کی زبانی) ہم سے وعدہ کیا اور ہمیں قیامت کے دن رسوانہ کرنا بیشک آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

سورۃ النساء

۱۰۔﴿ وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذۡنِ ٱللَّهِۚ ﴾ ٦٤

ترجمہ: ہم نے ہر رسول صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

۱۱۔﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُواْ بَيۡنَ ٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ ﴾ ١٥٠

بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے مابین تفریق کا ارادہ کرتے ہیں۔

۱۲۔﴿ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَلَمۡ يُفَرِّقُواْ بَيۡنَ أَحَدٍ مِّنۡهُمۡ ﴾ ١٥٢

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور کسی میں تفریق نہ کی۔

۱۳۔﴿ وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنَٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِن قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَۚ ﴾ ١٦٤

ترجمہ: اور کچھ رسولوں کے واقعات ہم نے آپ پر پہلے بیان کر دیئے ہیں اور کچھ کے حالات بیان نہیں کئے۔

۱۴۔﴿ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةُۢ بَعۡدَ ٱلرُّسُلِۚ ﴾ ١٦٥

ترجمہ: (تعریف کرتا ہوں) خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے رسولوں کی تاکہ لوگوں کیلئے اللہ پر رسولوں کے بعد کوئی حجت نہ رہے۔

۱۵۔﴿ إِنَّمَا ٱلۡمَسِيحُ عِيسَى ٱبۡنُ مَرۡيَمَ رَسُولُ ٱللَّهِ وَكَلِمَتُهُۥٓ ﴾ ١٧١

ترجمہ: مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہی ہیں۔

سورۃ المائدۃ

۱۶۔﴿ وَقَالَ ٱللَّهُ إِنِّي مَعَكُمۡۖ لَئِنۡ أَقَمۡتُمُ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَيۡتُمُ ٱلزَّكَوٰةَ وَءَامَنتُم بِرُسُلِي ﴾ ١٢

اور اللہ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں کے ساتھ ایمان لائے۔

۱۷۔﴿ وَلَقَدۡ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا بِٱلۡبَيِّنَٰتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنۡهُم بَعۡدَ ذَٰلِكَ فِي ٱلۡأَرۡضِ لَمُسۡرِفُونَ ﴿٣٢﴾ ﴾

ترجمہ: یقیناً ہمارے رسول ان کے پاس واضح دلائل لائے پھر ان میں سے بہت اس کے بعد حد سے آگے بڑھ رہے ہیں۔

۱۸۔﴿ لَقَدۡ أَخَذۡنَا مِيثَٰقَ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ وَأَرۡسَلۡنَآ إِلَيۡهِمۡ رُسُلًاۖ كُلَّمَا جَآءَهُمۡ رَسُولُۢ بِمَا لَا تَهۡوَىٰٓ أَنفُسُهُمۡ فَرِيقًا كَذَّبُواْ وَفَرِيقًا يَقۡتُلُونَ ﴿٧٠﴾ ﴾

ترجمہ: ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ہم نے ان کی طرف رسول بھیجے۔ کیا جب ان کے پاس کوئی رسول ایسی ہدایات لائے جو ان کے دلوں کو پسند نہ آئیں تو ایک فریق کو جھٹلاتے ہیں اور ایک فریق کو قتل کرتے ہیں۔

۱۹۔﴿ مَا ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ﴾ ۷۵

ترجمہ: مسیح بن مریم ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے۔

۲۰۔﴿ يَوْمَ يَجْمَعُ ٱللَّهُ ٱلرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَآ أُجِبْتُمْ ۖ قَالُوا۟ لَا عِلْمَ لَنَآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّٰمُ ٱلْغُيُوبِ ﴿١٠٩﴾ ﴾

ترجمہ: (یاد کرو) جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا اور کہے گا، تم کو کیا جواب ملا کہیں گے ہمیں کوئی علم نہیں بیشک آپ ہی پوشیدہ باتوں کے جاننے والے ہیں۔

۲۱۔﴿ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى ٱلْحَوَارِيِّـۧنَ أَنْ ءَامِنُوا۟ بِى وَبِرَسُولِى ﴾ ۱۱۱

ترجمہ: اور جب میں نے حواریوں کو کہا میرے اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔

سورة الأنعام

۲۲۔﴿ وَلَقَدِ ٱسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِٱلَّذِينَ سَخِرُوا۟ مِنْهُم مَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿١٠﴾ ﴾

اور آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ استہزا کی گئی پس جس بات پر استہزا کرتے تھے ان میں سے استہزا کرنے والوں کو عذاب نے آگھیرا۔

۲۳۔﴿ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا۟ عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا۟ وَأُوذُوا۟ حَتَّىٰٓ أَتَىٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَٰتِ ٱللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِن نَّبَإِى ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٣٤﴾ ﴾

آپ سے پہلے رسول جھٹلائے گئے انہوں نے صبر کیا اس پر جو جھٹلائے گئے اور ایذا دیئے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آگئی اور اللہ کے کلمات کو کوئی نہیں بدل سکتا اور آپ کے پاس رسولوں کی بعض خبریں آگئی ہیں۔

۲۴۔﴿ قَالُوا۟ لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَآ أُوتِىَ رُسُلُ ٱللَّهِ ﴾ ۱۲٤

ترجمہ: انہوں نے کہا ہم ہرگز نہیں مانیں گے یہاں تک کہ لائے جائیں مثل اس کے جو اللہ کے رسول دیئے گئے ہیں۔

۲۵۔﴿ يَٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتِى ﴾ ۱۳۰

ترجمہ: اے گروہ جن وانسان کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے جو تم پر میری آیات بیان کرتے۔

سورة الأعراف

۲۶۔﴿ فَلَنَسْـَٔلَنَّ ٱلَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٦﴾ ﴾

ترجمہ: ہم ان سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف بھیجے گئے اور ضرور پوچھیں گے رسولوں سے۔

۲۷۔﴿ يَٰبَنِىٓ ءَادَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ ﴾ ۳۵ اے اولاد آدم اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں۔

۲۸۔﴿ يَقُولُ ٱلَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِٱلْحَقِّ فَهَل لَّنَا مِن شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوا۟ لَنَآ ﴾ ۵۳

ترجمہ: کہیں گے وہ لوگ جو پہلے اسے بھول چکے، ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے کیا (اب) ہمارے لئے

کوئی سفارشی ہے جو سفارش کرے۔

۲۹۔﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥٓ﴾ ۵۹

بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا پس کہا اے قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

۳۰۔﴿وَقَالُوا۟ يَٰصَٰلِحُ ٱئْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِن كُنتَ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٧٧﴾﴾

ترجمہ: اور انہوں نے کہا اے صالح اگر تو رسولوں میں سے ہے تو جس کا ہم سے وعدہ کرتا ہے اسے لے آ۔

۳۱۔﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا فِى قَرْيَةٍ مِّن نَّبِىٍّ إِلَّآ أَخَذْنَآ أَهْلَهَا بِٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ ﴿٩٤﴾﴾

ترجمہ: اور ہم نے جس بستی میں نبی بھیجا اس کے باشندوں کو فقر و تکالیف کے ساتھ پکڑا کہ وہ عاجزی کریں۔

۳۲۔﴿وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَمَا كَانُوا۟ لِيُؤْمِنُوا۟ بِمَا كَذَّبُوا۟ مِن قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿١٠١﴾﴾

ترجمہ: ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آئے (معجزات کے بعد) انہوں نے نہ مانا، اس لئے کہ (معجزات سے) قبل ہی یہ انکار کر چکے تھے، اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

۳۳۔﴿وَقَالَ مُوسَىٰ يَٰفِرْعَوْنُ إِنِّى رَسُولٌ مِّن رَّبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٠٤﴾﴾

ترجمہ: اور موسیٰ نے کہا اے فرعون میں رب کائنات کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔

سورة يونس

۳۴۔﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَآءَ رَسُولُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُم بِٱلْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾﴾

ترجمہ: ہر امت کیلئے رسول ہے جب ان کا رسول آ جاتا ہے تو انصاف کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔

۳۵۔﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنۢ بَعْدِهِۦ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَآءُوهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ﴾ ۷۴

ترجمہ: پھر ہم نے اس کے بعد رسول بھیجے ان کی قوموں کی طرف اور وہ واضح دلائل ان کے پاس لائے۔

سورة هود

۳۶۔﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ إِنِّى لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٥﴾﴾

ترجمہ: یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا (کہا) میں تمہارے لئے صریح ڈرانے والا ہوں۔

۳۷۔﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِـَٔايَٰتِنَا وَسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ ﴿٩٦﴾﴾

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو اپنے نشانات اور واضح طاقت کے ساتھ بھیجا۔

۳۸۔﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ ٱلرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِۦ فُؤَادَكَ ۚ﴾ ۱۲۰

ترجمہ: رسولوں کے واقعات میں سے ہم وہ تمام بیان کرتے ہیں جس سے آپ کے دل کو ثبات بخشیں۔

سورۃ یوسف

۳۹۔﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِىٓ إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ ٱلْقُرَىٰٓ ﴾ ۱۰۹

ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے بستی والوں میں سے مرد ہی رسول بھیجے جن کی طرف ہم نے وحی کی۔

۴۰۔﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا ٱسْتَيْـَٔسَ ٱلرُّسُلُ وَظَنُّوٓاْ أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُواْ ﴾ ۱۱۰

ترجمہ: یہاں تک کہ رسول مایوس ہو گئے اور گمان کیا کہ جھٹلائے گئے۔

سورۃ الرعد

۴۱۔﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَٰجًا وَذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِىَ بِـَٔايَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ﴾ ۳۸

ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے ان کی بیویاں اور اولاد بھی بنائی، کوئی رسول اللہ کے حکم کے بغیر نشانی نہیں لا سکتا۔

سورۃ ابراھیم

۴۲۔ ﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِۦ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ﴾ ۴

ترجمہ: ہم نے جو بھی رسول بھیجا سوا اس کی قوم کی زبان میں تا کہ ان کیلئے بیان کرے۔

۴۳۔﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِـَٔايَـٰتِنَآ أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ ٱلظُّلُمَـٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ وَذَكِّرْهُم بِأَيَّىٰمِ ٱللَّهِ ۚ ﴾ ۵

ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکال اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلاؤ۔

۴۴۔ ﴿ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَـٰتِ فَرَدُّوٓاْ أَيْدِيَهُمْ فِىٓ أَفْوَٰهِهِمْ وَقَالُوٓاْ إِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ أُرْسِلْتُم بِهِۦ وَإِنَّا لَفِى شَكٍّ مِّمَّا
تَدْعُونَنَآ إِلَيْهِ مُرِيبٍ ۝٩ ﴾

ترجمہ: ان کے پاس واضح دلائل کے ساتھ رسول آ گئے پس انہوں نے اپنے ہاتھ منہ میں ڈال لئے اور کہا جس پیغام کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہمیں اس میں شک و تردد ہے۔

۴۵۔﴿ قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِى ٱللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ﴾ ۱۰

ترجمہ: ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں شک ہے؟ جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

۴۶۔﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَـٰكِنَّ ٱللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ﴾ ۱۱

انہیں ان کے رسولوں نے کہا ہم واقعی انسان ہی ہیں تمہاری طرح مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔

۴۷۔﴿ وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَآ أَوْ لَتَعُودُنَّ فِى مِلَّتِنَا ﴾ ۱۳

اور کفر کرنے والوں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے۔ الا یہ کہ تم ہماری ملت میں واپس آ جاؤ۔



۴۸۔﴿ فَلَا تَحْسَبَنَّ ٱللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِۦ رُسُلَهُۥٓ ﴾ ۴۷

ترجمہ: آپ گمان نہ کریں کہ اللہ اپنے رسولوں سے کیا ہوا وعدہ خلاف کرے گا۔

سورة الحجر

۴۹۔﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِى شِيَعِ ٱلْأَوَّلِينَ ۝١٠ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ۝١١ ﴾

ترجمہ: بیشک ہم نے آپ سے پہلے سابق اقوام میں رسول بھیجے ان کے پاس جو بھی رسول آیا انہوں نے اس کے ساتھ استہزا کی۔

سورة النحل

۵۰۔﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ ﴾ (۳۶)

ترجمہ: ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے دور ہٹو۔

۵۱۔﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِىٓ إِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝٤٣ ﴾

ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے صرف مرد ہی رسول بھیجے جن کی طرف ہم نے وحی کی ذکر والوں سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

۵۲۔﴿ تَٱللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ ﴾ (۶۳) اللہ کی قسم یقیناً ہم نے آپ سے پہلے قوموں کی طرف رسول بھیجے ہیں۔

سورة بني اسرائيل

۵۳۔﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۝١٥ ﴾ ترجمہ: جب تک ہم رسول نہ بھیجیں (کسی کو) عذاب دینے والے نہیں۔

۵۴۔﴿ سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا ۖ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۝٧٧ ﴾

ترجمہ: یہ دستور ہے ان رسولوں کا جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے اور ہمارے قانون میں تم تبدیلی نہ پاؤ گے۔

سورة الكهف

۵۵۔﴿ وَمَا نُرْسِلُ ٱلْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ﴾ (۵۶)

ترجمہ: ہم رسول بھیجتے ہیں صرف خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے۔

۵۶۔﴿ ذَٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا۟ وَٱتَّخَذُوٓا۟ ءَايَٰتِى وَرُسُلِى هُزُوًا ۝١٠٦ ﴾

ان کے کفر کے سبب ان کی سزا جہنم ہے اور اس لئے کہ انہوں نے میرے احکام اور میرے رسولوں کو مذاق بنالیا ہے۔

سورة مريم

۵۷۔﴿ وَٱذْكُرْ فِى ٱلْكِتَٰبِ مُوسَىٰٓ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝٥١ ﴾

کتاب میں موسیٰ کا ذکر کر بیشک وہ مخلص تھا اور رسول، نبی تھا۔

۵۸۔ ﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ﴿٥٤﴾ ﴾
کتاب میں اسماعیل کا ذکر کر یقیناوہ سچے وعدے والا اور رسول، نبی تھا۔

سورۃ طٰہٰ

۵۹۔ ﴿ قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ﴿٤٦﴾ فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴾ ۴۷
ترجمہ: (اللہ نے) کہانہ ڈرو تحقیق میں تمہارے ساتھ ہوں، سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں لہٰذا دونوں اس کے پاس جاؤ اور کہو ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے۔

۶۰۔ ﴿ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ﴿٩٦﴾ ﴾
ترجمہ: (سامری نے) کہا میں نے ایک چیز دیکھی جو انہوں نے نہ دیکھی میں نے رسول کے نشان سے ایک مٹھی بھری اور اسے ڈالا اور اسی طرح میرے دل نے میرے لئے اچھا ظاہر کیا۔

۶۱۔ ﴿ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُم بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ ﴾ ۱۳۴
ترجمہ: اگر ہم اس سے پہلے عذاب دے کر ان کو ہلاک کر دیتے تو کہتے اے ہمارے رب ہمارے پاس تو نے رسول کیوں نہ بھیجا ہم تیرے احکام کی اتباع کرتے۔

سورۃ الأنبیاء

۶۲۔ ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾ ﴾
ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے بھی مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم نے وحی کی اگر تم نہیں جانتے تو ذکر والوں سے پوچھ لو۔

۶۳۔ ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ ﴾
اور ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔

۶۴۔ ﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤١﴾ ﴾
ترجمہ: آپ سے پہلے (بھی) رسولوں سے استہزا کی گئی پس ان اقوام میں سے مذاق اڑانے والوں کا ان کی استہزا نے احاطہ کر لیا۔

سورۃ الحج

۶۵۔ ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ ﴾ ۵۲
ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی رسول اور نبی بھیجا جب اس نے (اللہ کے احکام کی) تلاوت کی تو شیطان نے اس کے بیان کردہ (کے بارے میں وساوس) ڈالے۔



سورۃ المؤمنون

۶۶۔﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦ فَقَالَ يَـٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـٰهٍ غَيْرُهُۥٓ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٢٣﴾ ﴾

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اس نے کہا اے قوم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کیا پس نہیں ڈرتے ہو؟

۶۷۔﴿ فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـٰهٍ غَيْرُهُۥٓ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣٢﴾ ﴾

ہم نے ان میں انہی میں سے رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم نہیں ڈرتے ہو؟

۶۸۔﴿ ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۖ كُلَّ مَا جَآءَ أُمَّةً رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ ۚ ﴾ ۴۴

ترجمہ: پھر ہم نے لگاتار رسول بھیجے جب بھی کسی قوم کے پاس ان کا رسول آیا انہوں نے اس کو جھوٹا کہا۔

۶۹۔﴿ ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَـٰرُونَ بِـَٔايَـٰتِنَا وَسُلْطَـٰنٍ مُّبِينٍ ﴿٤٥﴾ ﴾

ترجمہ: پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور واضح قوت کے ساتھ بھیجا۔

۷۰۔﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُوا۟ مِنَ ٱلطَّيِّبَـٰتِ وَٱعْمَلُوا۟ صَـٰلِحًا ۖ ﴾ (۵۱) اے رسولوں پاک میں سے کھاؤ اور صالح عمل کرو۔

سورۃ الفرقان

۷۱۔﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ إِلَّآ إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِى ٱلْأَسْوَاقِ ۗ ﴾ ۲۰

ترجمہ: آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔

سورۃ الشعراء

۷۲۔ ﴿ قَالَ رَبِّ إِنِّىٓ أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ ﴿١٢﴾ وَيَضِيقُ صَدْرِى وَلَا يَنطَلِقُ لِسَانِى فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَـٰرُونَ ﴿١٣﴾ ﴾

ترجمہ: کہا اے رب میں ڈرتا ہوں کہ میری تکذیب کریں گے اور میں گھٹن محسوس کروں گا اور میری زبان نہ چلے گی تو (میرے ساتھ) ہارون کو بھیج۔

۷۳۔﴿ فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَآ إِنَّا رَسُولُ رَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿١٦﴾ ﴾

ترجمہ: تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو ہم رب العالمین کے رسول ہیں۔

۷۴۔﴿ فَوَهَبَ لِى رَبِّى حُكْمًا وَجَعَلَنِى مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٢١﴾ ﴾ ترجمہ: مجھے میرے رب نے حکم عطا کیا اور مجھے رسولوں میں سے بنایا۔

۷۵۔﴿ قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ ٱلَّذِىٓ أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ﴿٢٧﴾ ﴾ ترجمہ: کہا تمہارا رسول جو تمہاری طرف مبعوث ہوا مجنون ہے۔

۷۶۔ ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ ﴾ ترجمہ: قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا۔

۷۷۔﴿ إِنِّى لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ ﴾ ترجمہ: میں تمہارے لئے امانتدار رسول ہوں۔

٧٨۔﴿ كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٣﴾ ﴾ ترجمہ: عاد نے رسولوں کی تکذیب کی۔

٧٩۔﴿ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾ ﴾ ترجمہ: ثمود نے رسولوں کی تکذیب کی۔

٨٠۔﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ ﴾ ترجمہ: قوم لوط نے بھیجے ہوؤں کو جھٹلایا۔

٨١۔﴿ كَذَّبَ أَصْحَابُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧٦﴾ ﴾ ترجمہ: اصحاب ایکہ نے رسولوں کو جھوٹا کہا۔

سورة النمل

٨٢۔﴿ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ﴿١٠﴾ ﴾ ترجمہ: بیشک میرے پاس رسول نہیں ڈرتے۔

٨٣۔﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ ﴾ ٤٥

ترجمہ: یقیناً ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو۔

سورة القصص

٨٤۔﴿ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧﴾ ﴾

ترجمہ: ہم اسے تیری طرف ضرور واپس کریں گے اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔

٨٥۔﴿ وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي ﴾ ٣٤

ترجمہ: اور میرا بھائی ہارون زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، اسے میرے ساتھ معاون بنا کر بھیج وہ میری تصدیق کرے گا۔

٨٦۔﴿ وَمَا كُنتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٤٥﴾ ﴾

ترجمہ: اور آپ اہل مدین کے ہاں نہیں رہتے تھے کہ ان پر ہماری آیات پڑھتے لیکن ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔

٨٧۔﴿ وَلَوْلَا أَن تُصِيبَهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا ﴾ (٤٧)

اگر یہ نہ ہوتا کہ ان کے کئے کی وجہ سے انہیں مصیبت پہنچے تو یہ کہتے کہ اے ہمارے رب ہماری طرف تو نے رسول کیوں نہ بھیجا۔

٨٨۔﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ﴾ ٥٩

ترجمہ: تیرا رب بستیوں کو برباد نہیں کرتا یہاں تک کہ اصل بستی میں رسول بھیجتا ہے جو لوگوں کو ہماری آیات بتاتا ہے۔

٨٩۔﴿ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ ﴾

ترجمہ: (یاد کرو) اس دن کو کہ انہیں پکارے گا اور کہے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟

سورة العنكبوت

٩٠۔﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا ﴾ ١٤

ترجمہ: تحقیق ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، وہ ان میں ساڑھے نو سو سال رہے۔



سورۃ الروم

۹۱۔﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ ﴾ ٤٧

ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے قوموں کی طرف رسول بھیجے وہ ان کے پاس واضح باتیں لائے۔

سورۃ سبأ

۹۲۔﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿٣٤﴾ ﴾

ہم نے جس بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

۹۳۔﴿وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِن نَّذِيرٍ ﴿٤٤﴾ ﴾ اور آپ سے پہلے ہم نے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا۔

۹۴۔﴿فَكَذَّبُوا رُسُلِي فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٥﴾ ﴾ اور انہوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی پھر میرا عذاب کیسا تھا؟

سورۃ فاطر

۹۵۔﴿ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٤﴾ ﴾

اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے اور اللہ ہی کی طرف امور لوٹائے جاتے ہیں۔

۹۶۔﴿ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿٢٥﴾ ﴾

اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی جھٹلایا تھا، ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے، صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔

سورۃ یٰس

۹۷۔﴿وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿١٣﴾ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ ﴿١٤﴾ ﴾

بستی والوں کا (حال) ان کو بیان کریں جب کہ ان کے پاس بھیجے ہوئے آئے جب ہم نے ان کی طرف دو بھیجے ان کی تکذیب کر دی ہم نے تیسرے کے ساتھ (ان کی) تقویت کی اور تینوں نے کہا پختہ بات ہے ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

۹۸۔﴿ قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ﴿١٦﴾ ﴾ ترجمہ: کہا اللہ جانتا ہے ہم ہی تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

۹۹۔﴿ وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٠﴾ ﴾

ترجمہ: شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا کہا اے قوم! رسولوں کی اتباع کرو۔

۱۰۰۔﴿ يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٠﴾ ﴾

ترجمہ: بندوں پر افسوس ہے جو بھی رسول ان کے پاس آیا انہوں نے اسی کے ساتھ استہزا کیا۔

۱۰۱۔﴿ هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿۵۲﴾ ﴾
ترجمہ: یہی وہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔

سورة الصافات

۱۰۲۔﴿ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۳۷﴾ ﴾
ترجمہ: بلکہ (نبی) حق لایا اور رسولوں کو سچا کہا۔

۱۰۳۔﴿ وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۲۳﴾ ﴾
ترجمہ: یقینا الیاس رسولوں میں سے ہے۔

۱۰۴۔﴿ وَإِنَّ لُوطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۳﴾ ﴾
ترجمہ: اور تحقیق لوط بھیجے ہوؤں میں سے ہے۔

۱۰۵۔﴿ وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۹﴾ ﴾
ترجمہ: اور پختہ بات ہے یونس مرسلین سے ہے۔

۱۰۶۔﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۷۱﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ ﴿۱۷۲﴾ ﴾
ترجمہ: واقعی ہمارا حکم اپنے بھیجے ہوئے بندوں کیلئے پہلے صادر ہو چکا ہے کہ ان کی مدد کی جائے گی۔

۱۰۷۔﴿ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۸۲﴾ ﴾
ترجمہ: اور رسولوں پر سلام، اور سب حمد اللہ ہی کیلئے ہے جو کائنات کا مربی ہے۔

سورة المؤمن

۱۰۸۔﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ﴾ ۲۲
ترجمہ: یہ اس لئے کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لاتے تھے۔

۱۰۹۔﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿۲۳﴾ ﴾
ترجمہ: اور تحقیق ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات اور واضح حجت دے کر بھیجا۔

۱۱۰۔﴿ قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۚ قَالُوا فَادْعُوا ۗ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿۵۰﴾ ﴾
ترجمہ: کہیں گے کیا تمہارے پاس رسول واضح ہدایات لے کر نہ آئے؟ جواب دیں گے کیوں نہیں کہیں، گے پس پکارو، مگر کافروں کا پکارنا بے فائدہ ہے۔

۱۱۱۔﴿ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۷۰﴾ ﴾
ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے کتاب اور اس کی تکذیب کی جو ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا وہ عنقریب جان لیں گے۔

۱۱۲۔ ﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن
يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ ﴾ ۷۸



ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے بعض کے حالات آپ پر بیان کر دیئے اور کچھ ایسے ہیں جن کے حال تجھے نہیں بتائے کوئی رسول بھی اللہ کے حکم کے بغیر نشانی نہیں لا سکتا تھا۔

۱۱۳۔ ﴿ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَـٰتِ فَرِحُوا۟ بِمَا عِندَهُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٨٣﴾ ﴾

ترجمہ: حتیٰ کہ جب ان کے پاس ان کے رسول واضح باتیں لے آئے اس علم پر خوش ہوئے جو ان کے پاس ہے وہ جو استہزاء کرتے تھے (اس کے وبال نے) ان کا احاطہ کر لیا۔

سورۃ الفصلت

۱۱۴۔ ﴿ إِذْ جَآءَتْهُمُ ٱلرُّسُلُ مِنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ ﴾ ۱۴

ترجمہ: ان (عاد و ثمود) کے پاس جب ان کے آگے پیچھے سے رسول آئے۔

۱۱۵۔ ﴿ مَّا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبْلِكَ ﴾ (۴۳) آپ سے وہی کہا جاتا ہے جو آپ سے پہلے کے رسولوں سے کہا گیا۔

سورۃ الزخرف

۱۱۶۔ ﴿ وَكَذَٰلِكَ مَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِى قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَآ إِنَّا وَجَدْنَآ ءَابَآءَنَا عَلَىٰٓ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰٓ ءَاثَـٰرِهِم مُّقْتَدُونَ ﴿٢٣﴾ ﴾ الزخرف

ترجمہ: اس طرح ہم نے جس بستی میں بھی ڈرانے والے بھیجے وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا ہم نے اپنے باپ داداؤں کو ایک نظریہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چلیں گے۔

۱۱۷۔ ﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَآ أَجَعَلْنَا مِن دُونِ ٱلرَّحْمَـٰنِ ءَالِهَةً يُعْبَدُونَ ﴿٤٥﴾ ﴾

ترجمہ: آپ سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجے ان سے پوچھئے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کوئی معبود بنائے ہیں جن کی پوجا کی جائے؟

۱۱۸۔ ﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِـَٔايَـٰتِنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَإِي۟هِۦ فَقَالَ إِنِّى رَسُولُ رَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿٤٦﴾ ﴾

تحقیق ہم موسیٰ کو اپنی آیات کے ساتھ فرعون اور اس کے گروہ کی طرف بھیجا تو موسیٰ نے کہا میں رب العالمین کا رسول ہوں۔

سورۃ الدخان

۱۱۹۔ ﴿ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿١٧﴾ أَنْ أَدُّوٓا۟ إِلَىَّ عِبَادَ ٱللَّهِ ۖ إِنِّى لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٨﴾ ﴾

ترجمہ: ان سے پہلے ہم نے قوم فرعون کو آزمایا اور ان کے پاس عزت والا رسول آیا کہ اللہ کے بندوں کو میرے سپرد کر دو بیشک میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔

سورۃ الأحقاف

۱۲۰۔ ﴿ قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ ٱلرُّسُلِ ﴾ ۹ ترجمہ: کہہ دیجئے میں کوئی نئے انداز کا رسول نہیں ہوں۔



سورۃ ق

۱۲۱۔﴿كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ﴿١٤﴾﴾ ق ترجمہ: ہر ایک نے رسولوں کی تکذیب کی پھر میری دھمکی ثابت ہو گئی۔

سورۃ الذاریات

۱۲۲۔﴿وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾﴾ الذاریات

ترجمہ: اور موسیٰ (کے حال میں نشانی ہے) جب کہ ہم نے اسے واضح دلیل کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا۔

۱۲۳۔﴿كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٥٢﴾﴾ الذاریات

ترجمہ: اسی طرح ان سے پہلوں کے پاس جو بھی رسول آیا انہوں نے کہا یہ جادوگر ہے یا مجنون۔

سورۃ الحدید

۱۲۴۔﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ﴾ ۱۹

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی رب کے نزدیک سچے اور شہداء ہیں۔

۱۲۵۔﴿أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ﴾ ۲۱

ترجمہ: (جنت) ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔

۱۲۶۔﴿وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ﴾ ۲۵

ترجمہ: اور تاکہ اللہ ان کو ظاہر کر دے جو اس (کے دین) کی اور اس کے رسولوں کی غیب کے ساتھ مدد کرتے ہیں۔

۱۲۷۔﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ﴾ ۲۶

ترجمہ: اور یقینا ہم نے نوح و ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت رکھی۔

۱۲۸۔﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا﴾ ۲۷ ترجمہ: پھر ان کے پیچھے ہم نے اپنے رسول بھیجے۔

سورۃ المجادلۃ

۱۲۹۔﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢١﴾﴾

ترجمہ: اللہ نے لکھا ہے میں اور میرے رسول ہی ضرور غالب ہوں گے بیشک اللہ ہی قوت و غلبہ والا ہے۔

سورۃ الحشر

۱۳۰۔﴿وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۚ﴾ (٦)

ترجمہ: اور لیکن اللہ جس پر چاہتا ہے اپنے قاصد مسلط کر دیتا ہے۔



سورۃ الصف

۱۳۱۔ ﴿ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦ يَـٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِى وَقَد تَّعْلَمُونَ أَنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ ﴾ ۵

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے قوم تم مجھے کیوں ایذا دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔

۱۳۲۔﴿ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ يَـٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُم ﴾ ۶

ترجمہ: اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل پختہ بات ہے میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔

سورۃ الطلاق

۱۳۳۔﴿ وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِۦ فَحَاسَبْنَـٰهَا حِسَابًا شَدِيدًا ﴾ ۸

ترجمہ: اور کتنی بستیاں ہیں جو اپنے رب کے حکم سے سرکش ہو گئیں پس ہم نے پوری سختی کے ساتھ ان کا حساب لیا۔

سورۃ الحاقۃ

۱۳۴۔﴿ فَعَصَوْا۟ رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿١٠﴾ ﴾ ۱۰

ترجمہ: پس وہ اپنے رسول کے نافرمان ہو گئے، اس نے ان کو پورے زور سے پکڑ لیا۔

سورۃ نوح

۱۳۵۔﴿ إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١﴾ ﴾

ترجمہ: بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ دردناک عذاب آنے سے پہلے ان کو ڈرا دیں۔

سورۃ المزمل

۱۳۶۔﴿ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ ٱلرَّسُولَ فَأَخَذْنَـٰهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿١٦﴾ ﴾

ترجمہ: جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا، فرعون نے اس کی نافرمانی کی ہم نے اسے شدت کے ساتھ پکڑا۔

سورۃ الشمس

﴿ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللَّهِ نَاقَةَ ٱللَّهِ وَسُقْيَـٰهَا ﴿١٣﴾ ﴾

ترجمہ: ان کو اللہ کے رسول نے کہا اللہ کی اونٹنی اور اس کے حصہ پانی (کا خیال کرو)۔



قسم سوئم

جن میں نبی کریم ﷺ کے ارسال کا ذکر ہے، یہاں بھی سورتوں کی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

سورة البقرة

۱۔ ﴿ وَلَمَّا جَآءَهُمۡ رَسُولٞ مِّنۡ عِندِ ٱللَّهِ مُصَدِّقٞ لِّمَا مَعَهُمۡ نَبَذَ فَرِيقٞ مِّنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ كِتَٰبَ ٱللَّهِ وَرَآءَ ظُهُورِهِمۡ ﴾ ۱۰۱

ترجمہ: اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے رسول آ چکا ہے، تصدیق کرتا ہے اس کی جو ان کے پاس ہے، اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

۲۔ ﴿ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ بِٱلۡحَقِّ بَشِيرٗا وَنَذِيرٗاۖ وَلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ أَصۡحَٰبِ ٱلۡجَحِيمِ ﴿١١٩﴾ ﴾

بیشک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بھیجا ہے۔ جہنم والوں کے بارے میں آپ سے نہیں پوچھا جائے گا۔

۳۔ ﴿ رَبَّنَا وَٱبۡعَثۡ فِيهِمۡ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِكَ ﴾ ۱۲۹

ترجمہ: اے ہمارے رب اور ان میں سے ایک رسول بھیج جو ان کو تیرے احکام سنائے۔

۴۔ ﴿ لِّتَكُونُواْ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيدٗاۗ ﴾ ۱۴۳

ترجمہ: تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

۵۔ ﴿ كَمَآ أَرۡسَلۡنَا فِيكُمۡ رَسُولٗا مِّنكُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡكُمۡ ءَايَٰتِنَا ﴾ ۱۵۱

جس طرح ہم نے تم میں رسول بھیجا جو ہمارے احکام تمہیں سناتا ہے۔

۶۔ ﴿ وَإِنَّكَ لَمِنَ ٱلۡمُرۡسَلِينَ ﴿٢٥٢﴾ ﴾ ترجمہ: اور یقیناً آپ رسولوں میں سے ہیں۔

۷۔ ﴿ فَإِن لَّمۡ تَفۡعَلُواْ فَأۡذَنُواْ بِحَرۡبٖ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦۖ ﴾ ۲۷۹

ترجمہ: اور اگر تم نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کیلئے تیار ہو جاؤ۔

۸۔ ﴿ ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلۡمُؤۡمِنُونَۚ ﴾ ۲۸۵

ترجمہ: رسول نے مانا جو اس کے رب سے اس کے پاس اتارا گیا اور ایمانداروں نے بھی۔

سورة آل عمران

۹۔ ﴿ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُولٞ مُّصَدِّقٞ لِّمَا مَعَكُمۡ ﴾ ۸۱

ترجمہ: پھر تمہارے پاس رسول آیا، تصدیق کرتا ہے اس کی جو تمہارے پاس ہے۔

۱۰۔ ﴿ وَكَيۡفَ تَكۡفُرُونَ وَأَنتُمۡ تُتۡلَىٰ عَلَيۡكُمۡ ءَايَٰتُ ٱللَّهِ وَفِيكُمۡ رَسُولُهُۥۗ ﴾ ۱۰۱

ترجمہ: تم کس طرح انکار کرتے ہو حالانکہ تم پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول ہے۔

۱۱۔﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ﴾ ۱٤٤ ترجمہ: اور محمد ﷺ صرف رسول ہے۔

۱۲۔﴿ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ ﴾ ۱۵۳ ترجمہ: اور رسول تمہیں پیچھے سے بلا رہا تھا۔

۱۳۔﴿ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ ﴾ ۱٦٤

ترجمہ: تحقیق اللہ نے ایمانداروں پر احسان کیا کہ ان میں ان ہی میں سے رسول بھیجا۔

سورة النساء

۱۴۔﴿ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ﴾ ۱۳

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

۱۵۔﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ﴾ (۵۹) اے ایمان لانے والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

۱۶۔﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ ﴾ ٦٤

اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے خود پر زیادتی کی آپ کے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت چاہتے اور ان کیلئے رسول مغفرت طلب کرتا۔

۱۷۔﴿ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم ﴾ ٦٩

ترجمہ: اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے یہی لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا۔

۱۸۔﴿ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ﴾ ۷۹ ترجمہ: اور ہم نے آپ کو لوگوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا۔

۱۹۔﴿ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ ﴾ ۱۱۵

ترجمہ: اور جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور ایمان والوں کی راہ کے سوا کسی اور کی اتباع کرے ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ متوجہ ہو۔

۲۰۔﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ ﴾ ۱۷۰

ترجمہ: اے لوگو تمہارے پاس رب کی طرف سے حق کے ساتھ رسول آ چکا ہے۔

سورة المائدة

۲۱۔﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ ﴾ ۱۵

ترجمہ: اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا ہے جو بیان کرتا ہے۔

۲۲۔﴿ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ﴾ ۳۳

ترجمہ: جزا ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

۲۳۔﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ لَا يَحۡزُنكَ ٱلَّذِينَ يُسَٰرِعُونَ فِي ٱلۡكُفۡرِ ﴾ ۴۱
ترجمہ: اے رسول آپ کو وہ لوگ غمگین نہ کریں جو کفر کی طرف تیز جا رہے ہیں۔

۲۴۔﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ﴾ (۵۵) ترجمہ: تمہارا ساتھی اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہی ہیں۔

۲۵۔﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ وَإِن لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهُۥۚ ﴾ ۶۷
اے رسول جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس اتارا گیا پہنچا دیجئے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام نہ پہنچایا۔

۲۶۔﴿ وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ ﴾ ۹۲ ترجمہ: اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

سورة الأعراف

۲۷۔﴿ ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِيَّ ٱلۡأُمِّيَّ ٱلَّذِي يَجِدُونَهُۥ مَكۡتُوبًا عِندَهُمۡ فِي ٱلتَّوۡرَىٰةِ وَٱلۡإِنجِيلِ ﴾ ۱۵۷
ترجمہ: جو اس رسول، نبی امی کی اتباع کرتے ہیں جس کی صفات تورات وانجیل میں اپنے پاس لکھی پاتے ہیں۔

۲۸۔﴿ قُلۡ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّي رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيۡكُمۡ جَمِيعًا ٱلَّذِي لَهُۥ مُلۡكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحۡيِۦ
وَيُمِيتُۖ فَـَٔامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِيِّ ٱلۡأُمِّيِّ ﴾ ۱۵۸
ترجمہ: کہہ دیجئے، اے لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کیلئے آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے پس اس پر اور اس کے رسول، نبی امی پر ایمان لاؤ۔

سورة الأنفال

۲۹۔ ﴿ يَسۡـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلۡأَنفَالِۖ قُلِ ٱلۡأَنفَالُ لِلَّهِ وَٱلرَّسُولِۖ فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَأَصۡلِحُواْ ذَاتَ بَيۡنِكُمۡۖ وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ إِن كُنتُم
مُّؤۡمِنِينَ ﴿١﴾ ﴾
آپ سے انفال کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ انفال اللہ اور رسول کیلئے ہے پس تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم ایمان والے ہو۔

۳۰۔﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمۡ شَآقُّواْ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥۚ وَمَن يُشَاقِقِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَإِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعِقَابِ ﴿١٣﴾ ﴾
ترجمہ: یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

۳۱۔﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَوَلَّوۡاْ عَنۡهُ وَأَنتُمۡ تَسۡمَعُونَ ﴿٢٠﴾ ﴾
ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے اعراض نہ کرو جبکہ تم سن رہے ہو۔

۳۲۔﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱسۡتَجِيبُواْ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ ﴾ ۲۴

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی بات قبول کرو جب بھی وہ تمہیں بلائے۔

۳۳۔﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَخُونُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ ﴾ (۲۷) اے ایمان لانے والو اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو۔

۳۴۔﴿ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَىْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُۥ وَلِلرَّسُولِ ﴾ ۴۱

ترجمہ: اور جان لو کہ تم نے جو چیز غنیمت میں حاصل کی ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول کا ہے۔

۳۵۔﴿ وَأَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَنَٰزَعُوا۟ فَتَفْشَلُوا۟ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ﴾ ۴۶

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو جھگڑا نہ کرو پس بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

سورۃ التوبۃ

۳۶۔﴿ بَرَآءَةٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦٓ إِلَى ٱلَّذِينَ عَٰهَدتُّم مِّنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ۝١ ﴾

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول کی برأت ان مشرکوں سے جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے۔

۳۷۔﴿ وَأَذَٰنٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦٓ إِلَى ٱلنَّاسِ يَوْمَ ٱلْحَجِّ ٱلْأَكْبَرِ أَنَّ ٱللَّهَ بَرِىٓءٌ مِّنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُۥ ﴾ ۳

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو حج اکبر کے دن اعلان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہیں۔

۳۸۔﴿ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ﴾ ۲۴

ترجمہ: (مذکورہ چیزیں) تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اللہ کی راہ میں جہاد سے زیادہ مرغوب ہیں تو انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ اپنا فیصلہ لائے۔

۳۹۔﴿ قَٰتِلُوا۟ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَلَا بِٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ ﴾ ۲۹

ترجمہ: ان سے لڑو جو اللہ کو اور آخرت کو نہیں مانتے اور جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا، حرام نہیں سمجھتے۔

۴۰۔﴿ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ ﴾ ۳۳

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔

۴۱۔﴿ وَمَا مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَٰتُهُمْ إِلَّآ أَنَّهُمْ كَفَرُوا۟ بِٱللَّهِ وَبِرَسُولِهِۦ ﴾ ۵۴

ترجمہ: ان کے نفقات اس لئے قبول نہیں کئے جائیں گے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرتے ہیں۔

۴۲۔﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا۟ مَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَقَالُوا۟ حَسْبُنَا ٱللَّهُ سَيُؤْتِينَا ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ وَرَسُولُهُۥٓ ﴾ ۵۹

ترجمہ: اگر یہ اس پر راضی ہو جائیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو دیا اور کہیں ہمیں اللہ کافی ہے وہ ہمیں اپنا فضل دے گا اور اس کا رسول ﷺ۔

۴۳۔﴿ أَلَمْ يَعْلَمُوٓا۟ أَنَّهُۥ مَن يُحَادِدِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَأَنَّ لَهُۥ نَارَ جَهَنَّمَ خَٰلِدًا فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْخِزْىُ ٱلْعَظِيمُ ۝٦٣ ﴾

کیا یہ نہیں جانتے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتا ہے تو اس کیلئے جہنم ہے، اس میں ہمیشہ رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے۔

۴۴۔﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ ﴾ ۷۱

ترجمہ: اور مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، یہ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز کا اہتمام کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔

۴۵۔﴿ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ﴾ ۷۴

ترجمہ: یہ صرف اس بات کا بدلہ لے رہے ہیں کہ ان کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کیا۔

۴۶۔﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨٤﴾ ﴾

ترجمہ: اور ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی اس کا جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا کفر کیا اور فاسقانہ زندگی میں مر گئے۔

۴۷۔﴿ فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ﴾ ۱۰۵ ترجمہ: اللہ تمہارے عمل دیکھے گا اور اس کا رسول۔

۴۸۔﴿ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ ﴾ ۱۲۰

ترجمہ: اہل مدینہ اور ان کے ارد گرد والے اعراب کیلئے جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہیں۔

۴۹۔﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم ﴾ ۱۲۸

ترجمہ: تحقیق تمہارے پاس تم سے ہی اللہ کا رسول آ چکا ہے، تمہاری تکلیف اس پر شاق ہے اور یہ تم پر حریص ہے۔

سورۃ الرعد

۵۰۔﴿ كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَا أُمَمٌ ﴾ ۳۰

ترجمہ: اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی قوم میں بھیجا کہ جس سے پہلے قومیں گزر چکی ہیں۔

۵۱۔﴿ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ﴿٤٣﴾ ﴾

ترجمہ: اور کافر کہتے ہیں آپ رسول نہیں، کہہ دیجئے اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے اور وہ جس کے پاس کتاب ہے۔

سورۃ الأنبياء

۵۲۔﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾ ﴾ ترجمہ: اور ہم نے آپ کو جہان والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

سورۃ الحج

۵۳۔﴿ لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ ﴾ (۷۸) تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔



سورۃ المؤمنون

۵۴۔﴿أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ﴿٦٩﴾﴾ کیا وہ اپنے رسول کو نہیں پہچانتے پس یہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

سورۃ النور

۵۵۔﴿ وَيَقُولُونَ ءَامَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾﴾

اور کہتے ہیں ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی ، پھر ان میں سے ایک فریق پھر جاتا ہے اور یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔

۵۶۔﴿ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾﴾

اور جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ ان کے مابین فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک فریق اعراض کر جاتا ہے۔

۵۷۔﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾ ۵۱

ترجمہ: ایماندار جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کردے تو کہتے ہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

۵۸۔﴿ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾﴾

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس سے خائف رہے پس یہی لوگ کامیاب ہیں۔

۵۹۔﴿ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٥٤﴾﴾

ترجمہ: (آپ علیہ السلام کہہ دیجئے) کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی ، اگر تم نے اعراض کیا تو اس کی ذمہ داری اس پر اور تمہاری ذمہ داری تم پر ہے ، اگر تم نے اس کی پیروی کی تو ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے اور رسول کی ذمہ داری صرف صریح تبلیغ ہے۔

۶۰۔﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَءَاتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٦﴾﴾

ترجمہ: اور نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

۶۱۔﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ ءَامَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ۶۲

ترجمہ: مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو مانتے ہیں جب اس کے ساتھ ایک جامع مقصد پر ہوتے ہیں تو بلا اجازت نہیں جاتے بیشک اجازت لینے والے ہی اللہ اور اس کے رسول کو ماننے والے ہیں۔

۶۲۔﴿ لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا﴾ ۶۳

ترجمہ: تم آپس میں رسول کو ایسے نہ پکارا کرو جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

سورة الفرقان

۶۳۔﴿ وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ﴾ ۷

ترجمہ: اور کہتے ہیں اس رسول کو کیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔

۶۴۔﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ ﴾

ترجمہ: جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا اور کہے گا کاش کہ میں رسول کے ساتھ راستہ بنالیتا۔

۶۵۔﴿ وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ﴿٣٠﴾ ﴾

ترجمہ: اور رسول نے کہا اے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔

۶۶۔﴿ وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ﴿٤١﴾ ﴾

ترجمہ: جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ سے آپ کا مذاق اڑاتے ہیں (کہتے ہیں) کیا اس کو اللہ نے رسول بھیجا۔

۶۷۔﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٦﴾ ﴾ اور ہم نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا رسول بنا کر بھیجا۔

سورة العنكبوت

۶۸۔﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٨﴾ ﴾ ترجمہ: اور رسول پر صرف واضح تبلیغ ہے۔

سورة الأحزاب

۶۹۔ ﴿ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢﴾ ﴾

اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہتے ہیں ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے دھوکے کا ہی وعدہ کیا ہے۔

۷۰۔﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾ ﴾

رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے بہترین نمونہ ہیں اس کیلئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

۷۱۔﴿ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﴾ (۳۳) ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرو۔

۷۲۔﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾ ﴾

ترجمہ: کسی مومن مرد اور عورت کیلئے لائق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دیں تو ان کا اختیار بھی ہو اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صاف بھٹک گیا۔

۷۳۔﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ ﴾ ۴۰

ترجمہ: محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن (وہ) اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے۔



۷۴۔﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾ ﴾

ترجمہ: اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

۷۵۔﴿ یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ ﴾

ترجمہ: جس دن آگ میں چہرے بدل دیئے جائیں گے، کہیں گے اے کاش کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔

۷۶۔﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ ﴾

ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام انسانوں کیلئے رسول بنایا، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

سورۃ فاطر

۷۷۔﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ ﴿۲۴﴾ ﴾

ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا اور ہر قوم میں ڈرانے والا آیا۔

سورۃ یٰس

۷۸۔﴿ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴﴾ ﴾ ترجمہ: یقیناً آپ رسولوں میں سے ہی ہیں صراط مستقیم پر۔

سورۃ الزخرف

۷۹۔﴿ بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۹﴾ ﴾

ترجمہ: بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے آباء کو فائدہ اٹھانے دیا حتیٰ کہ ان کے پاس حق اور بیان کرنے والا رسول آگیا۔

سورۃ محمد

۸۰۔﴿ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا ﴾ ۳۲

ترجمہ: ہدایت واضح ہو جانے کے بعد انہوں نے رسول کی مخالفت کی یہ اللہ کو ہرگز نقصان نہ دے سکیں گے۔

۸۱۔﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ ﴾

ترجمہ: اے ایماندارو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

سورۃ الفتح

۸۲۔﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ ۹

ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول کو مانو۔

۸۳۔﴿ بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا ﴾ ۱۲

ترجمہ: بلکہ تم گمان کرتے تھے کہ رسول اور ایمان والے کبھی بھی اپنے گھروں کو نہ جائیں گے۔

۸۴۔﴿ وَمَن لَّمْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ﴿١٣﴾ ﴾

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتا، بیشک ہم نے کافروں کیلئے جہنم تیار کی ہے۔

۸۵۔﴿ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ﴾ ۱۷

ترجمہ: اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس کو باغوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

۸۶۔﴿ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ ﴾ ۲۶

ترجمہ: پس اللہ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر سکینت اتاری اور کلمہ تقویٰ ان کے ساتھ لازم آیا۔

۸۷۔﴿ لَّقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ﴾ (۲۷) ترجمہ: اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچا ثابت کر دیا۔

۸۸۔﴿ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿٢٨﴾ ﴾

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کرے، اللہ گواہ کافی ہے۔

۸۹۔﴿ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ﴾ ۲۹

ترجمہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں۔

سورۃ الحجرات

۹۰۔﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ﴾ (۱) اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو۔

۹۱۔﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ﴾ الحجرات: ۳

بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آواز پست کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے آزمایا ہے۔

۹۲۔﴿ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ ﴾ ۷

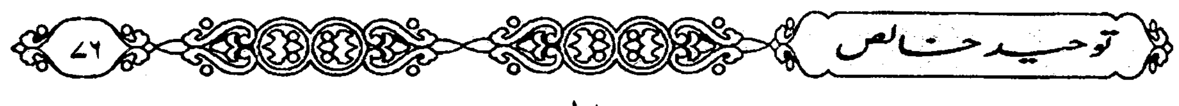
ترجمہ: اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول ہے اگر اکثر معاملات میں تمہارے کہے پر چلے تو تم تکلیف میں پڑ جاؤ۔

۹۳۔﴿ وَإِن تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُم مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ﴾ ۱۴

ترجمہ: اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہ کرے گا۔

۹۴۔﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا ﴾ ۱۵

ترجمہ: مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو مانتے ہیں پھر شک نہیں کرتے۔



سورۃ الحدید

۹۵۔﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۙ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ ﴾ ۸

ترجمہ: اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور رسول تمہیں بلا رہا ہے کہ تم اپنے رب کو مانو۔

۹۶۔﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ ﴾ ۲۸

ترجمہ: اے ایمان لانے والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے دے گا۔

سورۃ المجادلة

۹۷۔﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﴾ ۵۔۲۰ ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں۔

۹۸۔﴿ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ ﴾ ۸

ترجمہ: اور گناہ اور زیادتی کرنے اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی کرتے ہیں۔

۹۹۔﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ ﴾ ۹

ترجمہ: اے ایمان والو جب سرگوشی کرو تو گناہ، ظلم اور نافرمانی رسول کی سرگوشی نہ کرو۔

۱۰۰۔﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ﴾ ۱۲

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم رسول سے باتیں کرو تو اپنے نجویٰ (علیحدہ بات کرنا) سے پہلے خیرات کرو۔

۱۰۱۔﴿ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﴾ المجادلة: ۱۳ ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

۱۰۲۔﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﴾ ۲۲

اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لانے والی قوم کو تو ایسا نہ پائے گا کہ اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرنے والوں کے ساتھ دوستی رکھیں۔

سورۃ الحشر

۱۰۳۔﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﴾ (٤) ترجمہ: یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔

۱۰۴۔﴿ وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ ﴾ ۶

ترجمہ: اور جو اللہ نے اپنے رسول کو فئی (وہ مال جو بغیر لڑائی کے حاصل ہو) دیا اور تم نے اس پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔

۱۰۵۔﴿ مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ ﴾ ۷

ترجمہ: جو بستیاں اللہ نے اپنے رسول کو فئی میں دیں وہ اللہ اور رسول کیلئے ہی ہیں۔

۱۰۶۔﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ﴾ ۷

ترجمہ: اور جو تمہیں رسول دے دے لے لو اور جس سے منع کردے رک جاؤ۔



۱۰۷۔﴿ وَيَنصُرُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ﴾ (۸) ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔

سورۃ الممتحنۃ

۱۰۸۔﴿ يُخْرِجُونَ ٱلرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ ۙ أَن تُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ رَبِّكُمْ ﴾ ۱

ترجمہ: تمہیں اور رسول کو اس لئے نکالتے ہیں کہ تم نے اپنے رب (اللہ) کو مان لیا ہے۔

سورۃ الصف

۱۰۹۔﴿ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِى مِنۢ بَعْدِى ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ ۖ ﴾ ٦

ترجمہ: اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جن کا نام احمد ﷺ ہے۔

۱۱۰۔﴿ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ ﴾ ۹

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام مذاہب پر غالب کرے۔

۱۱۱۔﴿ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُجَٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ بِأَمْوَٰلِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ﴾ ۱۱

ترجمہ: تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو۔

سورۃ الجمعۃ

۱۱۲۔﴿ هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّۦنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ ﴾ ۲

ترجمہ: اللہ وہ ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے۔

سورۃ المنافقون

۱۱۳۔﴿ قَالُوا۟ نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُۥ ﴾ ۱

ترجمہ: کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے، اللہ جانتا ہے کہ آپ واقعی اس کے رسول ہیں۔

۱۱۴۔﴿ هُمُ ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا۟ عَلَىٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ ٱللَّهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّوا۟ ۗ ﴾ ۷

ترجمہ: یہی کہتے ہیں اللہ کے رسول کے پاس والوں پر خرچ نہ کرو تاکہ خود ہی بکھر جائیں۔

۱۱۵۔﴿ وَلِلَّهِ ٱلْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِۦ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨﴾ ﴾

ترجمہ: عزت اللہ کیلئے ہے اور اس کے رسول کیلئے اور ایمانداروں کیلئے لیکن منافق نہیں جانتے۔

سورۃ التغابن

۱۱۶۔﴿ وَأَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ ۚ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا ٱلْبَلَٰغُ ٱلْمُبِينُ ﴿١٢﴾ ﴾



ترجمہ: اور اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو، اگر تم نے اعراض کیا تو ہمارے رسول پر وضاحت کے ساتھ پہنچا دینا ہے۔

سورۃ الحاقہ

۱۱۷۔﴿إِنَّهُۥ لَقَوۡلُ رَسُولٖ كَرِيمٖ ۝٤٠﴾ ترجمہ: یہ فرمودہ رسولِ کریم کا ہے۔

سورۃ الجن

۱۱۸۔﴿وَمَن يَعۡصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَإِنَّ لَهُۥ نَارَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۝٢٣﴾

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے، اس کیلئے جہنم کی آگ ہے، اس میں ہمیشہ رہے گا۔

سورۃ المزمل

۱۱۹۔﴿إِنَّآ أَرۡسَلۡنَآ إِلَيۡكُمۡ رَسُولٗا شَٰهِدًا عَلَيۡكُمۡ﴾ (۱۵) بیشک ہم نے تمہاری طرف بھی تم پر گواہی دینے والا رسول بھیج دیا ہے۔

سورۃ البینۃ

۱۲۰۔ ﴿رَسُولٞ مِّنَ ٱللَّهِ يَتۡلُواْ صُحُفٗا مُّطَهَّرَةٗ ۝٢﴾ ترجمہ: اللہ کی طرف سے رسول ہے جو پاک صحیفے پڑھتا ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ خالق اور مخلوق میں مباینت اور عابد و معبود میں فرق ہے اور ہمہ اوستیوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ "لا موجود الا اللہ"، اس لئے کہ اگر دوسرا وجود ہے ہی نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے کن کو رسول بنا کر بھیجا اور کن کی طرف بھیجا ہے اور اپنی کتب قرآن، تورات، انجیل، زبور وغیرہ کن پر اتاری ہیں؟

﴿كَبُرَتۡ كَلِمَةٗ تَخۡرُجُ مِنۡ أَفۡوَٰهِهِمۡۚ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبٗا ۝٥﴾ الکھف: ۵

وحی کی اقسام

قسم اوّل: فرشتوں کی طرف وحی:

۱۔ ﴿إِذۡ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمۡ فَثَبِّتُواْ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْۚ سَأُلۡقِي فِي قُلُوبِ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ٱلرُّعۡبَ فَٱضۡرِبُواْ فَوۡقَ ٱلۡأَعۡنَاقِ وَٱضۡرِبُواْ مِنۡهُمۡ كُلَّ بَنَانٖ ۝١٢﴾ الأنفال

ترجمہ: جب تیرے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو میں کفر کرنے والوں کے دل میں رعب ڈالوں گا۔ پس گردنوں کے اوپر مارو اور ان کے ہر پور پر ضرب لگاؤ۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے: هذه نعمة خفية أظهرها الله تعالى لهم، ليشكروه عليها، وهو أنه تعالى وتقدس وتبارك وتمجد أوحى إلى الملائكة الذين أنزلهم لنصر نبيه ودينه وحزبه المؤمنين، يوحي إليهم فيما بينه وبينهم أن يثبتوا الذين آمنوا.

یہ ایک مخفی نعمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ظاہر کیا ہے تاکہ اس کا شکر ادا کریں اور وہ یہ کہ اللہ جل مجدہ نے فرشتوں کو جنہیں اپنے نبی، دین اور اپنے گروہ مومنین کی نصرت کے لئے اتارا، وحی کی کہ ایمان لانے والوں کو ثابت قدم رکھو۔ ([1])

۲۔﴿وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا﴾ (فصلت: ۱۲) ترجمہ: ہر آسمان میں اس کے امر کی وحی کی۔

وأخرج الفريابي وعبد بن حميد عن مجاهد رحمه الله في قوله ﴿وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا﴾ (فصلت ۱۲) قال: ما أمر به وأراده من خلق النيرات وغير ذلك. ([2])

فریابی اور عبد بن حمید نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے آیت ﴿وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ ...﴾ کی تفسیر میں تخریج کی ہے کہ انہوں نے کہا اس سے مراد اللہ کا امر وارادہ ہے۔ روشن ستارے وغیرہ۔ درالمنثور میں اسی طرح ہے، بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اسے تعلیقاً روایت کیا ہے، دیکھئے تفسیر حم السجدہ۔

وهو قول ابن عباس، قال: ولله في كل سماء بيت تحج إليه وتطوف به الملائكة بحذاء الكعبة، والذي في السماء الدنيا هو البيت المعمور. ([3])

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہر آسمان میں کعبہ کے محاذاۃ میں اللہ کا ایک گھر ہے جس کا فرشتے قصد کرتے ہیں اور اس کا طواف کرتے ہیں، آسمان دنیا میں البیت المعمور ہے۔ تفسیر قرطبی میں اسی طرح ہے۔

قسم دوئم: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی:

۱۔﴿ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ﴾ آل عمران: ٤٤، يوسف: ۱۰۲

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں، ہم نے آپ کی طرف وحی کیں۔

۲۔﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾﴾ النساء

ترجمہ: ہم نے تیری طرف وحی کی جیسا کہ ہم نے نوح اور اس کے بعد کے نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور (ان کی) اولاد اور عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون، سلیمان (علیہم السلام) کی طرف وحی کی اور داؤد (علیہ السلام) کو زبور دی۔

۳۔﴿وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ﴾ الأنعام: ۱۹

---

[1]۔ تفسير ابن كثير (۲)

[2]۔ الدر المنثور في التأويل بالمأثور للسيوطي (٤ / ١٦٣) وعلقه البخارى فى صحيحه فى تفسير حم السجدة

[3]۔ تفسير القرطبي (١٥ / ٣٤٥)

ترجمہ: میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تا کہ تمہیں اور جس تک یہ پہنچے اس کے ذریعے ڈراؤں۔

۴۔﴿ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ ﴾ (الأنعام: ۵۰ یونس: ۱۵ ، الأحقاف: ۹) میں اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔

۵۔﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِىَ إِلَىَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَىْءٌ ﴾ الأنعام: ۹۳

ترجمہ: اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ بنائے یا کہے میری طرف وحی ہوئی حالانکہ اسے کوئی چیز وحی نہ کی گئی۔

۶۔﴿ ٱتَّبِعْ مَآ أُوحِىَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ ﴾ الأنعام: ۱۰۶

ترجمہ: اور اس کے تابع ہو جا جو تیرے رب کی طرف سے تیری طرف وحی کیا گیا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

۷۔﴿ قُل لَّآ أَجِدُ فِى مَآ أُوحِىَ إِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُۥٓ ﴾ الأنعام: ۱۴۵

ترجمہ: کہہ دیجئے میری طرف جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کسی کھانے والے کیلئے حرام نہیں پاتا۔

۸۔﴿ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۖ فَإِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿١١٧﴾ ﴾ الأعراف

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی ڈال پس اس نے نگل لیا جو انہوں نے بنایا۔

۹۔﴿ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ ٱلنَّاسَ ﴾ یونس: ۲

ترجمہ: کیا لوگوں کیلئے تعجب کی بات ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کو وحی کی کہ لوگوں کو ڈرائیے۔

۱۰۔﴿ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّءَا لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَٱجْعَلُوا۟ بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً ﴾ یونس: ۸۷

ترجمہ: ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی کی کہ مصر میں اپنی قوم کے لئے (اقامت) کے گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ بناؤ۔

۱۱۔﴿ وَٱتَّبِعْ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيْكَ وَٱصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ ٱللَّهُ ۚ ﴾ یونس: ۱۰۹

ترجمہ: اور جو آپ کی طرف وحی کی جائے اس کی اتباع کیجئے اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے۔

۱۲۔﴿ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهِۦ صَدْرُكَ ﴾ ہود: ۱۲

ترجمہ: شاید کہ آپ بعض وحی کی ہوئی چھوڑ دیں اور آپ کا سینہ اس سے تنگ ہو جائے گا۔

۱۳۔﴿ وَأُوحِىَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُۥ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ ءَامَنَ ﴾ ہود: ۳۶

ترجمہ: نوح کی طرف وحی ہوئی کہ آپ کی قوم میں سے ایمان نہ لائیں گے مگر وہی جو ایمان لا چکے۔

۱۴۔﴿ أَنِ ٱصْنَعِ ٱلْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا ﴾ (المؤمنون: ۲۷) ترجمہ: اور ہماری زیر نگرانی اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا۔

۱۵۔﴿ تِلْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ ٱلْغَيْبِ نُوحِيهَآ إِلَيْكَ ۖ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَآ أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَٰذَا ۖ ﴾ ہود: ۴۹

ترجمہ: یہ غیب کی خبروں سے ہیں ہم نے آپ کی طرف وحی کیں۔ آپ اور آپ کی قوم اس سے پہلے ان سے آگاہ نہ تھے۔

۱۶۔﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ ٱلْقَصَصِ بِمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ ﴾ یوسف: ۳

ترجمہ: ہم آپ پر احسن القصص بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن وحی کیا ہے۔

۱۷۔﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِىٓ إِلَيْهِم ﴾ یوسف: ۱۰۹، النحل: ۴۳

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم نے وحی کی۔

۱۸۔﴿ كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَٰكَ فِىٓ أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَآ أُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ ٱلَّذِىٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ ﴾ الرعد: ۳۰

اسی طرح ہم نے آپ کو ایک قوم میں بھیجا ہے جن سے پہلے کئی قومیں گزر گئیں تاکہ آپ ان پر وہ تلاوت کریں جو ہم نے آپ کو وحی کیا۔

۱۹۔﴿ فَأَوْحَىٰٓ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٣﴾ ﴾ ابراهيم

ترجمہ: پس ان کی طرف ان کے رب نے وحی کی کہ ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے۔

۲۰۔﴿ ثُمَّ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ أَنِ ٱتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَٰهِيمَ حَنِيفًا ﴾ النحل: ۱۲۳

ترجمہ: پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ ادیان باطلہ سے کنارہ کرنے والے ابراہیم کی ملت کی اتباع کر۔

۲۱۔﴿ ذَٰلِكَ مِمَّآ أَوْحَىٰٓ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ ٱلْحِكْمَةِ ﴾ (الإسراء ۳۹) یہ اس میں سے ہے جو تیرے رب نے تیری طرف حکمت وحی کی۔

۲۲۔﴿ وَٱتْلُ مَآ أُوحِىَ إِلَيْكَ مِن كِتَابِ رَبِّكَ ﴾ الكهف (۲۷) اپنے رب کی کتاب پڑھیں جو آپ کی طرف وحی کی گئی۔

۲۳۔﴿ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَىَّ ﴾ الكهف (۱۱۰) کہہ میں تمہاری طرح انسان ہی ہوں البتہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

۲۴۔﴿ وَأَنَا ٱخْتَرْتُكَ فَٱسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰٓ ﴿١٣﴾ ﴾ (طه) میں نے تجھے ہی چنا ہے پس جو وحی کیا جاتا ہے اسے کان لگا کر سن۔

۲۵۔﴿ إِنَّا قَدْ أُوحِىَ إِلَيْنَآ أَنَّ ٱلْعَذَابَ عَلَىٰ مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٤٨﴾ ﴾ طه

ترجمہ: ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ جھوٹا کہنے والے اور اعراض کرنے والے پر یقیناً عذاب ہے۔

۲۶۔﴿ وَلَقَدْ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِى فَٱضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِى ٱلْبَحْرِ ﴾ طه: ۷۷

ترجمہ: ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو لے چل پھر ان کیلئے سمندر میں راستہ بنا۔

۲۷۔﴿ وَلَا تَعْجَلْ بِٱلْقُرْءَانِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَىٰٓ إِلَيْكَ وَحْيُهُۥ ﴾ (طه: ۱۱۴) وحی مکمل ہونے سے پہلے قرأت کی جلدی نہ کر۔

۲۸۔﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ ﴾ الأنبياء

ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے اس کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پس میری ہی عبادت کرو۔

۲۹۔﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِىٓ إِلَيْهِمْ ﴾ (الأنبياء ۷)

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے مرد ہی بھیجے اور ان کی طرف وحی کی۔

۳۰۔﴿ قُلْ إِنَّمَآ أُنذِرُكُم بِٱلْوَحْىِ ﴾ (الأنبياء: ۴۵) ترجمہ: کہہ دیجئے میں تو تمہیں وحی کے ساتھ ڈراتا ہوں۔

۳۱۔﴿ قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ﴾ الأنبياء: ۱۰۸

ترجمہ: کہہ دیجئے میری طرف وحی کی گئی ہے، تمہارا الٰہ ایک ہی ہے۔

۳۲۔﴿ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِيٓ إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ ﴿٥٢﴾ ﴾ الشعراء

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو لے چلو، تمہارا پیچھا ہو گا۔

۳۳۔﴿ فَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنِ ٱضْرِب بِّعَصَاكَ ٱلْبَحْرَ ۖ فَٱنفَلَقَ ﴾ الشعراء: ٦٣

ترجمہ: ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی کو دریا میں مار پس وہ پھٹ گیا۔

۳۴۔﴿ وَٱتَّبِعْ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۚ ﴾ ٢ آپ کے رب کی طرف سے جو تمہیں وحی کی گئی ہے اس کی اتباع کرو۔

۳۵۔﴿ وَٱلَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ مِنَ ٱلْكِتَـٰبِ هُوَ ٱلْحَقُّ ﴾ (الفاطر ۳۱) اور جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے وہی حق ہے۔

۳۶۔﴿ إِن يُوحَىٰٓ إِلَيَّ إِلَّآ أَنَّمَآ أَنَا۠ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٧٠﴾ ﴾ ص ترجمہ: مجھے یہی وحی کی گئی ہے کہ میں ہی صاف ڈرانے والا ہوں۔

۳۷۔﴿ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ﴾ الزمر: ٦٥

ترجمہ: آپ کی طرف اور آپ سے پہلوں کی طرف وحی کی گئی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے۔

۳۸۔﴿ كَذَٰلِكَ يُوحِيٓ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ ٱللَّهُ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴿٣﴾ ﴾ الشوری

ترجمہ: اسی طرح آپ کی طرف اور آپ سے پہلوں کی طرف اللہ غالب حکمت والے نے ہی وحی کی ہے۔

۳۹۔﴿ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ أُمَّ ٱلْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا ﴾ الشوری: ۷

ترجمہ: اور اس طرح ہم نے آپ کی طرف قرآن عربی کی وحی کی تا کہ آپ ام القریٰ اور ارد گرد والوں کو ڈرائیں۔

۴۰۔﴿ شَرَعَ لَكُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحًا وَٱلَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ ﴾ الشوری: ۱۳

ترجمہ: آپ کے لئے وہ دین مشروع کیا جس کی ہم نے نوح کو وصیت کی اور اسی کی آپ کی طرف وحی کی۔

۴۱۔﴿ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِي مَا ٱلْكِتَـٰبُ وَلَا ٱلْإِيمَـٰنُ ﴾ الشوری: ۵۲

ترجمہ: اور اس طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح کو اتارا، آپ اس سے پہلے نہ جانتے تھے کتاب اور ایمان کیا ہے۔

۴۲۔﴿ فَٱسْتَمْسِكْ بِٱلَّذِيٓ أُوحِيَ إِلَيْكَ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٤٣﴾ ﴾ الزخرف

ترجمہ: جو آپ کی طرف وحی کی گئی اسے مضبوطی سے تھام لیں، آپ ہی صراط مستقیم پر ہیں۔

۴۳۔﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلْهَوَىٰٓ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾ ﴾ النجم

ترجمہ: اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، یہ وحی ہی ہے جو القا کی گئی ہے۔

۴۴۔﴿ فَأَوْحَىٰٓ إِلَىٰ عَبْدِهِۦ مَآ أَوْحَىٰ ﴿١٠﴾ ﴾ النجم ترجمہ: اس نے اپنے بندے کی طرف وہ وحی کی جو کرنی تھی۔

۴۵۔﴿ قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ ٱسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ ٱلْجِنِّ ﴾ الجن: ۱



ترجمہ: کہہ دیجئے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا۔

قسم سوئم: دیگر اشیاء کی طرف وحی:

۱۔﴿ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿٦٨﴾ ﴾ النحل

ترجمہ: تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھپروں میں۔

۲۔﴿ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿٣٧﴾ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿٣٨﴾ ﴾ طه

تحقیق ہم تم پر ایک بار پہلے بھی احسان کر چکے ہیں، جب ہم نے تمہاری ماں کی طرف وحی کی (جو الہام کے ذریعے بتائی جاتی ہے)۔

۳۔﴿ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ ﴾ القصص: ۷

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا، جب تو اس پر خوف محسوس کرے تو اسے دریا میں ڈال دے۔

۴۔﴿ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ﴿٢﴾ وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿٣﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴿٤﴾ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴿٥﴾ ﴾ الزلزال

ترجمہ: جب زمین ہلائی جائے گی بھونچال سے اور زمین اپنے بوجھ نکال ڈالے گی اور انسان کہے گا اسے کیا ہو گیا ہے؟ یہ اپنی باتیں بتائے گی اس لئے کہ اس کے رب نے اس کو وحی کی (یعنی حکم بھیجا کہ وہ بتائے)۔

وحی کے متعلق "لسان العرب" میں ہے: وقال أبو الهيثم يقال أَوْحَيْتُ إليه أُوحِي إيحاءً إذا أشرت إليه وأَوْمأْتَ واسْتَوْحى الشئ حرَّكه ودعاه ليُرْسِله واسْتَوْحَيْتُ الكلبَ واسْتَوْشَيْتُه وآسَدْتُه إذا دعوته لترسله. مختصراً الوَحْيُ الإشارة والكتابة والرِّسالة والإلْهام والكلام الخَفِيُّ وكلُّ ما أَلقيته إلى غيرك وأَوْحى إليه بَعَثَه و أَلْهَمَه و أَوْحى الرجلُ إذا بعَث برسول ثقة إلى عبد من عبيدِه ثِقة وأَوْحى أَيضاً إذا كَلَّم عبدَه بلا رسول والوَحْيُ ما يُوحِيه الله إلى أَنبيائه سمي وَحْياً لأَنَّ الملك أَسَرَّه على الخلق وخَصَّ به النبيِّ ﷺ المبعوثَ إليهِ وقال الزجاج في قوله تعالى ﴿ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي ﴾ (المائدة: ١١١) قال بعضهم أَلْهَمْتُهم كما قال عز وجل ﴿ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ ﴾ وقال بعضهم أَتَيْتُهم في الوَحْي إليك بالبَراهِين والآيات التي استدلوا بها على الإيمان. قال الأَزهري وقال الله عز وجل ﴿ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ... ﴾ (القصص: ٧) قال الوَحْيُ ههنا إلقاءُ اللهِ في قلبِها وقيل إنَّ معنى الوَحْي ههنا الإلهام قال أَبو إسحق وأَصل الوحي في اللغة كلها إعلام في خَفاء ولذلك صار الإلهام يسمى وَحْياً قال الأَزهري قال الله عز وجل ﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ... ﴾ (الشورى: ٥١) معناه إلا أَن يُوحيَ إليه وَحْياً فيُعْلِمَه بما يَعْلَمُ البَشَرُ أَنه أَعْلَمَه إما إلهاماً أَو رؤْيا وإما أَن يُنْزل عليه كتاباً أَو قرآناً يُتْلى عليه وكل هذا إعْلامٌ وإن اختلَفت أَسبابُ الإعْلام.

ابو الہیثم فرماتے ہیں: وحی اشارہ، کتابت، رسالت، الہام اور کلام مخفی کے معنی میں ہے اور جو چیز دوسرے کی طرف پھینکے أوحی إلیـــه اس کی طرف بھیجا، اس کو الہام کیا أوحی الرجــل اپنے بندوں میں سے ایک کی طرف اپنا قابل اعتماد پیغام رساں بھیجا، أوحی بغیر واسطے کے بندے سے کلام کیا۔ أوحی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی طرف القاء کیا اسے وحی اس لئے کہتے ہیں کہ فرشتہ اس بات کو دوسرے لوگوں سے چھپاتا ہے اور مبعوث الیہ نبی کو ہی بتاتا ہے۔

زجاج آیت ﴿ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى ٱلْحَوَارِيِّـۧنَ ﴾ (المائـدة: ١١١) کی تفسیر میں کہتے ہیں: بعض نے کہا اوحیت کا معنی میں نے ان کو الہام کیا جیسا کہ دوسری جگہ ہے ﴿ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى ٱلنَّحْلِ ﴾ (النحل: ٦٨) بعض نے کہا اس کا معنی ہے میں نے ان کو حکم دیا۔ بعض نے کہا میں نے ان کو وحی میں وہ براہین اور نشانات دیئے جن سے انہوں نے ایمان پر استدلال کیا۔ الازہری کہتے ہیں ﴿ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ أُمِّ مُوسَىٰٓ ﴾(القـصص: ٧)اس آیت میں وحی سے مراد القاء ہے بعض نے الہام کہا ہے، ابو اسحاق کہتے ہیں، لغت میں وحی مخفی طور پر بتانے کو کہتے ہیں، الہام بھی اس لئے وحی کہلاتا ہے، الازہری نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ ٱللَّهُ ﴾ (الـشورى: ٥١) اس کا معنی ہے اللہ کسی انسان سے کلام نہیں کرتا، الا یہ کہ اس کی طرف وحی کی جائے پس وہ جان لیتا ہے کہ اللہ نے اس کو بتایا ہے یا الہام کے ذریعہ یا خواب کے ذریعہ یا یہ کہ اس پر کتاب و قرآن نازل کرتا ہے اور یہ سب اس کا بتانا ہے، چاہے بتانے کے اسباب مختلف ہوں، ابو الہیثم کہتے ہیں۔ أوحیت إلی فلان، أوحیت إلیـه أوحیـا، أوحی إلیـه، أوحی إیحاء ان محاورات کا معنی ہے میں نے اس کی طرف اشارہ کیا، ایماء کیا إستوحی الشیء یعنی اس کو حرکت دی اس کو بلایا تاکہ اسے بھیجے إستوحیت الکلب میں نے کتے کو بلایا تاکہ اسے چھوڑوں۔

الغرض موحی (وحی کرنے والا) دوسرا ہے اور موحی الیہ (جس کی طرف وحی ہوتی ہے) وہ دوسرا ہے۔ وجودیوں کی کتنی اندھی سمجھ ہے کہ ان دونوں میں فرق نہیں سمجھتے۔ قرآن مجید میں زکریا علیہ السلام کے متعلق ہے کہ:

﴿ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِۦ مِنَ ٱلْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰٓ إِلَيْهِمْ أَن سَبِّحُوا۟ بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿١١﴾ ﴾ (مریم)

ترجمہ: وہ حجرے سے اپنی قوم کے سامنے آئے اور ان کو اشارہ کیا کہ صبح و شام تسبیح کہو۔

کیا وہ اور ان کی قوم ایک وجود ہیں؟ دوسری جگہ فرمایا کہ: ﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيَـٰطِينَ ٱلْإِنسِ وَٱلْجِنِّ يُوحِى بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ ٱلْقَوْلِ غُرُورًا ۚ ﴾ (الأنعام: ١١٢)

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بنائے یعنی شیاطین انسان و جن وہ ایک دوسرے کو دھوکہ دے کر مزین بات کا القاء کرتے ہیں۔

کیا یہاں وجودیوں میں مغایرت و مباینت نہیں ہے؟ پھر فرمایا: ﴿ وَإِنَّ ٱلشَّيَـٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَـٰدِلُوكُمْ ﴾(الأنعام: ١٢١) ترجمہ: شیاطین اپنے دوستوں کی طرف القا کرتے ہیں تاکہ تمہارے ساتھ جھگڑا کریں۔

یہاں بھی مغایرت ہے، الحاصل وحی کی جتنی آیات ہیں وہ صاف بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فوق العرش بائن عن الخلق ہے۔



قال ابن جرير في تفسيره : وأما قوله: "نُوحيه إليك"، فإن تأويله: نُنزّله إليك... و أصل "الإيحاء" إلقاء الموحِي إلى الموحَى إليه. وذلك قد يكون بكتاب وإشارة وإيماء، وبإلهام، و برسالة. (۱)

نُوحيه إليك یعنی ہم اسے آپ کی طرف نازل کرتے ہیں ، ایحاء کا اصل معنی وحی کرنے والے کا موحیٰ الیہ کی طرف القاء کرنا ہے ، یہ کبھی کتاب کے ذریعہ ہوتا ہے اور کبھی اشارہ اور ایماء سے اور کبھی الہام و رسالت سے۔

یہی لفظ بعض آیات میں بھی آیا ہے جن کو اس فقرہ کا تتمہ سمجھنا چاہئے۔

۱۔﴿ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝٥ ﴾ المزمل ترجمہ: ہم آپ کی طرف بھاری بات ڈال رہے ہیں۔

وفي تفسير النسفي (۴/۳۰۳) والجمل والجواهر للطنطاوی : أی ننزل. وفي الشوكانی(۵/۳۰۷) أی سنوحی إليك وفي سواطع الإلهام للفيضی (۶۸۳) سأرسل.

تفسير نسفي ، جمل اور الجواهر للطنطاوی میں ہے یعنی اتارتے ہیں ، شوکانی میں ہے ہم تیری طرف وحی کریں گے۔سواطع الإلهام للفيضی میں ہے ، بھیجنے والے ہیں۔

وأخرج أحمد وعبد بن حميد وابن جرير وابن نصر والحاكم وصححه عن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا أوحى إليه ، وهو على ناقته ، وضعت جوانبها فما تستطيع أن تتحوّل حتى يسري عنه ، وقلت ﴿ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝٥ ﴾ المزمل.

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن نصر، حاکم روایت کرتے ہیں، حاکم نے اسے صحیح کہا کہ بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی علیہ السلام کی طرف جب وحی ہوتی اور آپ اونٹنی پر ہوتے تو وہ اپنے اطراف زمین پر رکھ دیتی جنبش نہ کر سکتی جب تک آپ سے یہ کیفیت زائل نہ ہوتی۔میں کہتا ہوں (آیت کا معنی ہے) ہم آپ کی طرف بھاری بات ڈالیں گے،الدر المنثور میں اسی طرح ہے۔ (۲)

پس ملقی اور ملقی علیہ ایک نہیں۔فتدبر۔

۲۔﴿ أَءُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ۝٢٥ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ۝٢٦ ﴾ القمر

ترجمہ: کیا ہم میں سے ذکر کا اسی پر القاء کیا گیا ہے بلکہ یہ تو جھوٹا متکبر ہے ، ابھی کل معلوم کر لیں گے کون جھوٹا متکبر ہے۔

قال ابن جرير : يعنون بذلك: أنزل الوحي وخصّ بالنبوّة من بيننا وهو واحد منا، إنكارا منهم أن يكون الله يُرسل رسولا من بني آدم. وقال ابن كثير: ثم تعجبوا من إلقاء الوحي عليه خاصة من دونهم، ثم رموه بالكذب. وفي الخازن: يعنى أنزل الوحی عليه.

۱- تفسير الطبري (۳ /۲٦٦)

۲- الدر المنثور في التأويل بالمأثور للسيوطي (٦ / ٦٢٨)



ابن جریر کہتے ہیں: ان کی مراد اس سے یہ تھی کہ وحی اسی پر اتری اور نبوت اسی کو ملی، حالانکہ یہ بھی ہم میں سے ایک ہے۔ ان کو اس بات کا انکار ہے کہ اللہ نے بنی آدم سے کوئی رسول بھیجا ہے، ابن کثیر کہتے ہیں: آپ پر القاء وحی سے تعجب کر رہے ہیں۔ پھر انہوں نے آپ کو جھوٹ کا الزام دیا۔ خازن میں ہے یعنی اس پر وحی نازل کی گئی ہے۔(۱)

وهكذا في البغوى على هامشة وفي الجمل قوله : ألقى أى : أنزل. وفي النسفي أى أنزل عليه الوحى من بيننا. وفي الفيضى ألقى : أرسل الذكر ما أوحاه عليه من بيننا.

اسی طرح بغوی کے حاشیہ میں ہے: جمل میں ہے ألقى یعنی أنـزل، نسفی میں ہے یعنی ہم میں سے کیا اسی پر وحی نازل کی گئی؟ فیضی میں ہے ألقى یعنی ارسال کی گئی الذکر جو وحی کی۔(۲)

الغرض: یہ آیتیں بھی آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید کے نزول کو ثابت کرتی ہیں۔ القا کسی چیز کو اس جگہ پھینکنا جسے تو دیکھ رہا ہے پھر مطلقاً پھینکنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

بعض اشیاء اللہ کے نزدیک ہیں

اس میں وہ آیتیں ہیں جن میں اللہ جل شانہ نے بعض اشیاء کا بلفظ عند ولدی (عندی اور لدی کے الفاظ استعمال کر کے) اپنے پاس ہونا بتایا ہے۔

۱۔﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِۦ وَيُسَبِّحُونَهُۥ وَلَهُۥ يَسْجُدُونَ ۝٢٠٦ ﴾ الأعراف

بیشک وہ لوگ جو تیرے رب کے پاس ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اسی کی تنزیہ کرتے ہیں اور اسی کیلئے سجدہ کرتے ہیں۔

عام مفسرین یہاں فرشتے مراد لیتے ہیں بلکہ قرطبی تو لکھتے ہیں: يعني الملائكة بإجماع. (۷ / ۳۵۶)

اس آیت سے مراد بالاجماع فرشتے ہیں۔

اور تفسیر ابن جریر میں ہے کہ: فإن الذين عند ربك من ملائكته لا يستكبرون عن التواضع له والتخشع، وذلك هو "العبادة". وفي الفيضى : إن الملائكة الذين لهم العلاوالعلو عند ربك ملك الكل لايستكبرون سموا وعلوا. (۳)

ابن جریر کہتے ہیں: جو تیرے رب کے پاس فرشتے ہیں اس کے آگے بوجہ تواضع اور خشوع بڑائی نہیں کرتے اور یہی عبادت ہے، فیضی میں ہے، فرشتے جو تیرے رب کے پاس انتہائی بلندیوں پر ہیں، رب کے آگے بڑائی نہیں کرتے۔

۱– تفسير الطبري (۲۷ / ۱۰۰)، تفسير ابن كثير (٤ / ٢٦٥)، لباب التأويل في معاني التنزيل للخازن (٦ / ٢٢٩)

۲– الجمل (٤ / ٢٤٧)، النسفي (٤ / ٢٠٤)، الفيضى (٢٦٩)

۳– تفسير الطبري (۹ / ۱٦۸)، سواطع الإلهام للفيضى (٢٣١)



۲۔﴿ يَمۡحُواْ ٱللَّهُ مَا يَشَآءُ وَيُثۡبِتُۖ وَعِندَهُۥٓ أُمُّ ٱلۡكِتَٰبِ ﴿٣٩﴾ ﴾ الرعد

ترجمہ: اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور ثابت رکھتا ہے اور اس کے پاس ہے اصل کتاب۔

قال ابن جرير : وأولى الأقوال في ذلك بالصواب قولُ من قال: وعنده أصل الكتاب وجملته، وذلك أنه تعالى ذكره أخبر أنه يمحو ما يشاء ويثبت ما يشاء، ثم عقَّب ذلك بقوله:﴿ وَعِندَهُۥٓ أُمُّ ٱلۡكِتَٰبِ ﴿٣٩﴾ ﴾، فكان بيِّنًا أن معناه. وعنده أصل المثبّت منه والمَمحوّ، وجملتُه في كتاب لديه.([1])

ابن جریر کہتے ہیں: اس بارے میں صحیح ترین بات یہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میں جو چاہتا ہوں مٹاتا ہوں اور جو چاہتا ہوں ثابت کرتا ہوں اس کے بعد فرمایا ﴿ وَعِندَهُۥٓ أُمُّ ٱلۡكِتَٰبِ ﴿٣٩﴾ ﴾ (الرعد: ۳۹) یعنی جملہ مکتوب اس کے پاس ہے، مثبت ہو چاہے مٹا ہوا سب کا سب اس کے پاس ایک کتاب میں ہے۔

اسی طرح دوسرے سب تفاسیر والے لکھتے ہیں۔

۳۔﴿ فَإِنِ ٱسۡتَكۡبَرُواْ فَٱلَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُۥ بِٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِ وَهُمۡ لَا يَسۡـَٔمُونَ ﴿٣٨﴾ ﴾ فصلت

ترجمہ: اگر یہ بڑائی کرتے ہیں تو تیرے رب کے پاس والے رات اور دن اس کی تنزیہ کرتے ہیں اور وہ تھکتے نہیں ہیں۔

یہاں بھی سب مفسرین فرشتے مراد بیان کرتے ہیں۔ تفسیر ابن جریر میں ہے: فإن الملائكة الذين عند ربك لا يستكبرون عن ذلك، ولا يتعظمون عنه، بل يسجدون ليلا ونهارًا. ففي النسفي : و﴿ عِندَ رَبِّكَ ﴾عبارة عن الزلفي والمكانة والكرامة . ([2])

وہ فرشتے جو تیرے رب کے پاس ہیں اس سے بڑائی نہیں کرتے نہ خود کو عظیم جانتے ہیں بلکہ رات دن سجدہ میں ہیں۔

﴿ عِندَ رَبِّكَ ﴾ سے مراد قرب، مرتبہ اور عزت ہے۔

۴۔ ﴿ قَالَ عِلۡمُهَا عِندَ رَبِّي فِي كِتَٰبٖۖ لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى ﴿٥٢﴾ ﴾ طه

ترجمہ: کہا اس کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے میرا رب نہ خطا کرتا ہے نہ بھولتا ہے۔

۵۔﴿ فَوَجَدَا عَبۡدٗا مِّنۡ عِبَادِنَآ ءَاتَيۡنَٰهُ رَحۡمَةٗ مِّنۡ عِندِنَا وَعَلَّمۡنَٰهُ مِن لَّدُنَّا عِلۡمٗا ﴿٦٥﴾ ﴾ الكهف

ترجمہ: پس انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت دی اور علم عطا کیا۔

۶۔﴿ كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ أَنۢبَآءِ مَا قَدۡ سَبَقَۚ وَقَدۡ ءَاتَيۡنَٰكَ مِن لَّدُنَّا ذِكۡرٗا ﴿٩٩﴾ ﴾ طه

---

[1]– تفسير الطبري (١٣ / ١٧١)

[2]– تفسير الطبري (٢٤ / ١٢١) ، مدارك التنزيل وحقائق التأويل للنسفي (٤ / ٩٥٠)



ترجمہ: اسی طرح ہم پہلے کی خبریں آپ کو بتاتے ہیں اور تحقیق ہم نے اپنے پاس سے تجھے ذکر کر دیا۔

۷۔﴿ وَلَدَيْنَا كِتَٰبٌ يَنطِقُ بِٱلْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٦٢﴾ ﴾ المؤمنون

ترجمہ: اور ہمارے پاس کتاب ہے حق بولتی ہے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

۸۔﴿ وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى ٱلْقُرْءَانَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ﴿٦﴾ ﴾ النمل

ترجمہ: اور بیشک آپ کو حکمت والے جاننے والے کی طرف سے قرآن دیا گیا ہے۔

ان آیات کا ماحاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر جو وحی نازل ہوئی ہے وہ اس لوح محفوظ سے نازل ہوئی ہے جو آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اس میں یہ آیت ﴿ وَإِنَّهُۥ فِىٓ أُمِّ ٱلْكِتَٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِىٌّ حَكِيمٌ ﴿٤﴾ ﴾ (الزخرف: ٤) بھی ملا لیجئے۔

تفسیر ابن جریر میں دوسری آیت کے تحت ہے: يقول تعالى ذكره لمحمد ﷺ: وقد آتيناك يا محمد من عندنا ذكرا يتذكر به، ويتعظ به أهل العقل والفهم، وهو هذا القرآن الذي أنزله الله عليه، فجعله ذكرى للعالمين.

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ سے کہا اے محمد ﷺ ہم نے آپ کو اپنی طرف سے ذکر دیا جس سے اہل عقل و فہم نصیحت و موعظت حاصل کریں گے اور وہ یہی قرآن ہے جسے اللہ نے آپ پر اتارا اور جہان والوں کیلئے نصیحت بنایا۔([1])

اور آٹھویں آیت کے تحت تفسیر شوکانی میں ہے کہ: أي يلقى عليك فتلقاه وتأخذه من لدن كثير الحكمة والعلم. آپ پر القا کیا جاتا ہے آپ اسے لے لیتے ہیں بہت حکمت و علم والے کی طرف سے۔([2])

۹۔ ﴿ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ٱبْنِ لِى عِندَكَ بَيْتًا فِى ٱلْجَنَّةِ ﴾ التحريم: ١١

ترجمہ: جب اس نے کہا اے رب میرے لئے اپنے پاس بہشت میں گھر بنا۔

قال الله تعالى: ﴿ عِندَ سِدْرَةِ ٱلْمُنتَهَىٰ ﴿١٤﴾ عِندَهَا جَنَّةُ ٱلْمَأْوَىٰٓ ﴿١٥﴾ ﴾ النجم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے "قصیدہ نونیہ" ([3]) میں ہے:

هذا وعاشرها إختصاص البعض   من أملاكه بالعند للرحمن

دسویں دلیل یہ ہے کہ رحمان کی بعض املاک کو اس کے نزدیک ہونے کی خصوصیت حاصل ہے۔

---

[1]– تفسير الطبري (١٦ / ٢٠٩)

[2]– فتح القدير للشوكاني (٤ / ١٢٢)

[3]– متن القصيدة النونية لابن القيم (٦٣)

وكذا اختصاص كتاب رحمته بعند الله فوق العرش ذو تبيان

جیسا کہ اس کی کتابِ رحمت کا اس کے پاس عرش کے اوپر ہونا واضح ہے۔

لو لم يكن سبحانه فوق الورى كانوا جميعا عند ذي السلطان

اگر اللہ تعالٰی سب مخلوق کے اوپر نہ ہوتا تو سب کے سب اس صاحبِ سلطنت کے نزدیک ہوتے۔

ويكون عند الله إبليس وجبريل هما في العند مستويان

اور ابلیس وجبریل اس کے نزدیک ہونے میں برابر ہوتے۔

وتمام ذاك القول أن محبة الرحمن غير إرادة الأكوان

اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ محبتِ رحمٰن اور ارادہ اکوان میں مغایرت ہے۔

إن قلتم عندية التكوين فالذاتان عند الله مخلوقان

اگر تم کہو یہاں تکوینِ نزدیکی مراد ہے تو جبریل وابلیس دونوں اللہ کے پیدا کردہ ہیں۔

أو قلتم عندية التقريب تقريب الحبيب وما هما عدلان

یا کہو کہ محبت کی نزدیکی مراد ہے تو یہ دونوں اس میں برابر نہیں ہیں۔

فالحب عندكم المشيئة نفسها وكلاهما في حكمهما مثلان

تمہارے نزدیک حب اور مشیت ایک ہی ہے اور حکم میں دونوں مماثل۔

لكن منازعكم يقول بأنها عندية حقا بلا روغان

مگر تمہارا مخالف کہے گا کہ یہاں حقیقی قرب مراد ہے اس کیلئے

اللہ کی محبت و قرب اور احسان کی عزت حاصل ہے۔

جمعت له حب الإله وقربه من ذاته وكرامة الإحسان

اس کے لئے اللہ کی محبت و قرب اور احسان کی عزت حاصل ہے۔

والحب وصف وهو غير مشيئة والعند قرب ظاهر التبيان

حب ایک وصف ہے اور مشیت دوسرا وصف اور عند کا معنی واضح طور پر نزدیک ہونا ہے۔



اعمال وغیرہ اللہ کی طرف چڑھتے ہیں

اس میں وہ آیتیں ہیں جن میں بعض اشیاء اعمال وغیرہ کا اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھنے کا ذکر ہے: مثل: رفع صعود و عروج.

۱- ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ ﴾ آل عمران: ۵۵

ترجمہ: جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے بھر لوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا۔

۲- ﴿ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًۢا ﴿۱۵۷﴾ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۱۵۸﴾ ﴾ النساء

ترجمہ: انہوں نے اسے "یقینا قتل نہیں کیا ہے" بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔

اور اس بات پر امت کا اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور آیت اولی کے تحت حاشیہ جامع البیان میں ہے کہ: والإجماع على أنه (علیہ السلام) حيٌّ في السماء ينزل و يقتل الدجال ويؤيد الدين. ترجمہ: اس بات پر اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں، آپ نزول فرمائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور دین کی تقویت کریں گے۔

اور امام بیہقی "کتاب الاسماء والصفات" طبع ہند میں یہ باب قائم کرتے ہیں: "باب قول الله عز وجل لعيسى عليه السلام: ﴿...إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ ...﴾ پھر سب سے پہلے یہ حدیث ذکر فرماتے ہیں کہ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ. ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کیسے ہو گے جب ابن مریم آسمان سے تمہارے بیچ اترے گا اور امام تم سے ہو گا۔ ([1])

اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں بھی اجماع امت کا ذکر کیا ہے اور تفسیر قاسمی میں پہلی آیت کے تحت ہے: وقد دلت هذه الآية بظاهرها على أن الله تعالى فوق سماواته كقوله: ﴿... بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۱۵۸﴾ ﴾ وهو مذهب السلف قاطبة. مختصرا

ظاہر آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلکہ اسے اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب، حکمت والا ہے اور یہی مذہب ہے سب سلف صالحین کا۔ ([2])

۳- ﴿ يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ إِلَى ٱلْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِى يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُۥٓ أَلْفَ سَنَةٍ ﴾ السجدة: ۵

آسمان سے زمین تک امر کی تدبیر کرتا ہے پھر وہ امر اس کی طرف عروج کرتا ہے ایک دن میں جس کی مقدار ہزار سال ہے۔

۴- ﴿ إِلَيْهِ يَصْعَدُ ٱلْكَلِمُ ٱلطَّيِّبُ وَٱلْعَمَلُ ٱلصَّٰلِحُ يَرْفَعُهُۥ ۚ ﴾ فاطر: ۱۰

ترجمہ: اسی کی طرف پاک کلمات چڑھتے ہیں اور عمل صالح کو وہ اٹھاتا ہے۔

---

[1]- صحيح البخاري كِتَاب أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ بَاب نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَام حديث رقم (۳۱۹۳)، صحيح مسلم كِتَاب الْإِيمَانِ بَاب نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ حَاكِمًا بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ حديث رقم (۲۲۲)

[2]- تفسير القاسمي (۲۵۸/٤)



۵۔﴿ مِّنَ ٱللَّهِ ذِى ٱلْمَعَارِجِ ﴿٣﴾ تَعْرُجُ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ إِلَيْهِ فِى يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُۥ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ﴿٤﴾ ﴾ المعارج
اللہ کی طرف سے جو معارج والا ہے، فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں' ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔
یہ آیات بھی اللہ تعالیٰ کا اوپر اور بائن عن الخلق ہونا ثابت کرتی ہیں۔

قال البيهقى فى الأسماء والصفات قلت : صعود الكلم الطيب والصدقة الطيبة إلى السماء عبارة عن حسن القبول لهما، وعروج الملائكة يكون إلى مقامهم في السماء . وإنما وقعت العبارة عن ذلك بالصعود والعروج إلى الله تعالى على معنى قول الله عز وجل : ﴿ ءَأَمِنتُم مَّن فِى ٱلسَّمَآءِ ... ﴾ الملك: ١٦ وقد ذكرنا أن معناه : من فوق السماء على العرش، كما قال : ﴿ فَسِيحُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ ... ﴾ التوبة: ٢ أي : فوق الأرض ، فقد قال : ﴿ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ ... ﴾ النحل: ٥٠ وقال : ﴿ ٱلرَّحْمَـٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ ﴿٥﴾ ﴾ طه: ٥ ثم قد مضى قول أهل النظر في معناه ، وحكينا عن المتقدمين من أصحابنا ترك الكلام في أمثال ذلك ، هذا مع اعتقادهم نفي الحد والتشبيه والتمثيل عن الله سبحانه وتعالى.

امام بیہقی کتاب "الاسماء والصفات" میں فرماتے ہیں کہ : میں کہتا ہوں اچھے کلمات اور پاک صدقہ کے آسمان کی طرف چڑھنے کا مقصد ہے ان کا مقبول ہونا ملائکہ کا عروج آسمان میں ان کے مقام تک ہے' اس کی تعبیر صعود اور عروج کے الفاظ سے اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کے اس فرمان میں ﴿ ءَأَمِنتُم مَّن فِى ٱلسَّمَآءِ ... ﴾ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ آسمان کے اوپر عرش پر ہے' جس طرح فرمایا ﴿ فَسِيحُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ ... ﴾ بمعنی "فوق الارض" ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (فرشتے) اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ ان کے اوپر ہے، نیز فرمایا : رحمان عرش پر مستوی ہے۔ اہل نظر بھی اسی طرح کہتے ہیں' ہم ہمارے متقدمین اصحاب مسلک نقل کر چکے ہیں کہ وہ اس قسم کے مسائل میں کلام نہ کرتے تھے تاہم ان کا اعتقاد یہی تھا کہ حد' تشبیہ اور تمثیل کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے نفی کی جائے۔ ([1])

امام راغب اصفہانی "المفردات فی غرائب القرآن" میں لکھتے ہیں : واستعير الصعود لما يصل من العبد إلى الله كما استعير لنزول لما يصل من الله إلى العبد فقال سبحانه: ﴿ ...إِلَيْهِ يَصْعَدُ ٱلْكَلِمُ ٱلطَّيِّبُ ... ﴾ فاطر: ١٠

لفظ الصعود استعارہ ہے اس سے جو بندے کی طرف سے اللہ کے پاس پہنچتا ہے جس طرح نزول استعارہ ہے اس سے جو اللہ کی طرف سے بندہ کو پہنچتا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اس کی طرف طیب کلمات صعود کرتے ہیں۔ ([2])

اور امام ابن قتیبہ "تفسیر غریب القرآن" میں سورت سجدہ کی آیت کو یوں بیان کرتے ہیں : يدبر الأمر أي يقضي

---

[1]– الأسماء والصفات للبيهقي (٣٠٢)

[2]– غريب القرآن للأصفهاني (١ / ٢٨٢)



القضاء من السماء فينزله إلى الأرض ثم يعرج إليه أي: يصعد إليه في يوم كان مقداره أي: مسافة نزوله وصعوده ألف سنة يريد نزول الملآئكة وصعودها.

" يدبر الامر "یعنی آسمان سے فیصلہ صادر کرتا ہے اور اسے زمین کی طرف اتارتا ہے" ثم يعرج إليه "یعنی اس کی طرف ایک دن میں صعود کرتا ہے۔" كان مقداره "یعنی نزول و صعود کی مسافت ہزار سال ہے یعنی فرشتوں کے نزول و صعود کی۔

اور تفسیر ابن جریر میں سورت معارج کی آیت کے تحت ہے کہ: يقول تعالى ذكره: تصعد الملائكة والروح، وهو جبريل عليه السلام إليه، يعني إلى الله عزّ وجلّ ، والهاء في قوله:(إِلَيْهِ) عائدة على اسم الله،﴿... يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ﴿٤﴾ ﴾(المعارج) يقول: كان مقدار صعودهم ذلك في يوم لغيرهم من الخلق خمسين ألف سنة، وذلك أنها تصعد من منتهى أمره من أسفل الأرض السابعة إلى منتهى أمره، من فوق السموات السبع.

اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے: فرشتے اور روح یعنی جبریل علیہ السلام اللہ عزوجل کی طرف چڑھتے ہیں' إِلَيْهِ کی ضمیر اسم اللہ کی طرف عائد ہے۔﴿... يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ﴿٤﴾ ﴾یعنی ان کی صعود کی مقدار ایک دن ہے جو کہ دوسری مخلوق کیلئے پچاس ہزار سال کے برابر ہے اور ساتویں زمین کے اسفل سے ساتویں آسمانوں کے اوپر کو چڑھتے ہیں ان ہر دو جگہ پر اسی کا حکم چلتا ہے۔([1])

اور تفسیر نسفی میں ہے: أي إلى عرشه ومهبط أمره .

ترجمہ: ﴿ يَعْرُجُ إِلَيْهِ ﴾ میں ضمیر﴿إِلَيْهِ ﴾عرش اور مهبط امره کی طرف راجع ہے۔([2])

اور تفسیر جمل میں سجدہ کی آیت کے تحت ہے کہ: وقد قيل أن العرش موضع التدبيركما أن مادون العرش موضع التفصيل قا ل الله: ﴿...ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ...﴿٤﴾ ﴾(السجدة) ثم استوى على العرش يدبرا لأمر يفصل الآيات وما دون السموات موضع التصريف قال الله تعالى ﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا ...﴿٥٠﴾ ﴾ الفرقان.

کہا گیا ہے عرش مقام تدبیر ہے جس طرح کہ عرش سے ادھر جگہ تفصیل ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ترجمہ: پھر وہ عرش پر مستوی ہوا حکم کی تدبیر کرتا ہے یعنی احکام کی تفصیل کرتا ہے۔ آسمانوں سے نیچے تصریف کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے لوگوں) کے واسطے) طرح طرح سے بیان کیا ہے تاکہ اچھی طرح سمجھ لیں۔ ([3])

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے: أي: يتنزل أمره من أعلى السموات إلى أقصى تخوم الأرض السابعة، كما قال الله تعالى: ﴿ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ... ﴾ (الطلاق: ١٢). وترفع الأعمال إلى ديوانها فوق سماء الدنيا.

---

[1]– تفسير الطبري (٢٩ / ٧٠)

[2]– تفسير نسفي (٤ / ٤٩٠)

[3]– تفسير جمل (٣ / ٤١٣)



یعنی اس کا حکم آسمانوں کے اوپر سے ساتویں زمین کے نیچے تک ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ترجمہ) اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین سے ان کی مانند ان سب میں اللہ کے احکام اترتے رہتے ہیں' انتہی۔ اور اعمال دفتر اعمال کی طرف آسمان دنیا کے اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔(۱)

ہر ایک نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے

اس میں وہ آیتیں ہیں جن میں اللہ کی طرف لوٹنے کا ذکر ہے' جیسے رجوع مآب وغیرہ۔

۱۔﴿ ٱلَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَٰقُواْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَٰجِعُونَ ﴿٤٦﴾ ﴾ البقرة

ترجمہ : وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ اپنے رب سے ملیں گے اور اس کی طرف آئیں گے۔

۲۔﴿ ٱلَّذِينَ إِذَآ أَصَٰبَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوٓاْ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَٰجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ ﴾ البقرة

ترجمہ : وہ لوگ جب انہیں مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ کیلئے ہیں اور ہم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۳۔﴿ وَإِلَى ٱللَّهِ تُرْجَعُ ٱلْأُمُورُ ﴿٢١٠﴾ ﴾ البقرة، آل عمران:۱۰۹ والانفال:٤٤ الفاطر:٤ الحديد:٥

ترجمہ : اور اللہ ہی کی طرف امور لوٹائے جاتے ہیں۔

۴۔﴿ وَٱتَّقُواْ يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى ٱللَّهِ ... ﴾ (البقرة: ٢٨١) اس دن سے ڈرو جس میں تمہیں اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا۔

۵۔﴿ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ ... ﴾ آل عمران: ٥٥ ترجمہ : پھر میری طرف تمہارا لوٹنا ہے۔

۶۔﴿ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ... ﴾ الأنعام: ٦٠ ترجمہ : پھر اس کی طرف تمہارا لوٹنا ہے۔

۷۔﴿ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ ... ﴾ الأنعام: ١٠٨ ترجمہ : پھر اپنے رب کی طرف انہوں نے رجوع کرنا ہے۔

۸۔﴿ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ ... ﴾ الأنعام: ١٦٤ ترجمہ : پھر اپنے رب کی طرف تم نے لوٹنا ہے۔

۹۔﴿ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ... ﴾ يونس: ٤ ترجمہ : اس کی طرف تم سب نے لوٹنا ہے۔

۱۰۔﴿ ...وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٥٦﴾ ﴾ (يونس, والقصص:٧٠, يٰس:٢٢, والزمر:٤٤) ترجمہ : اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۱۱۔﴿ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ ... ﴾ هود: ٤ ترجمہ : اللہ ہی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔

۱۲۔﴿ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ ٱلْأَمْرُ كُلُّهُۥ ... ﴾ هود : ١٢٣ ترجمہ : اور اس کی طرف جملہ امور لوٹائے جاتے ہیں۔

۱۳۔﴿ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ ٱلْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٤٠﴾ ﴾ مريم

ترجمہ : ہم زمین اور جو اس پر ہیں کے وارث ہوں گے اور ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔

۱۔ تفسير ابن كثير (٣/ ٤٥٧)

۱۴۔﴿ وَتَقَطَّعُوٓاْ أَمۡرَهُم بَيۡنَهُمۡۖ كُلٌّ إِلَيۡنَا رَٰجِعُونَ ﴿٩٣﴾ ﴾ الأنبياء

ترجمہ: اپنے دین میں انہوں نے باہم اختلاف کیا ہر ایک ہماری طرف رجوع کرنے والا ہے۔

۱۵۔﴿ وَٱلَّذِينَ يُؤۡتُونَ مَآ ءَاتَواْ وَّقُلُوبُهُمۡ وَجِلَةٌ أَنَّهُمۡ إِلَىٰ رَبِّهِمۡ رَٰجِعُونَ ﴿٦٠﴾ ﴾ المؤمنون

ترجمہ: اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل ڈر رہے ہوتے ہیں کہ یہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

۱۶۔﴿ أَفَحَسِبۡتُمۡ أَنَّمَا خَلَقۡنَٰكُمۡ عَبَثٗا وَأَنَّكُمۡ إِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُونَ ﴿١١٥﴾ ﴾ المؤمنون

ترجمہ: کیا تم سمجھتے ہو ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

۱۷۔﴿ قَدۡ يَعۡلَمُ مَآ أَنتُمۡ عَلَيۡهِ وَيَوۡمَ يُرۡجَعُونَ إِلَيۡهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُواْۗ ﴾ النور: ٦٤

ترجمہ: جس پر تم ہو وہ جانتا ہے اور جس دن اس کی طرف لوٹائے جائیں گے انہیں بتادے گا جو کچھ کیا۔

۱۸۔﴿ وَٱسۡتَكۡبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُۥ فِي ٱلۡأَرۡضِ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّ وَظَنُّوٓاْ أَنَّهُمۡ إِلَيۡنَا لَا يُرۡجَعُونَ ﴿٣٩﴾ ﴾ القصص

ترجمہ: اس نے اور اس کی فوج نے بلا استحقاق زمین میں بڑائی کی اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔

۱۹۔﴿ كُلُّ نَفۡسٖ ذَآئِقَةُ ٱلۡمَوۡتِۖ ثُمَّ إِلَيۡنَا تُرۡجَعُونَ ﴿٥٧﴾ ﴾ (العنكبوت)

ترجمہ: ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے پھر ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۲۰۔﴿ ٱللَّهُ يَبۡدَؤُاْ ٱلۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ ثُمَّ إِلَيۡهِ تُرۡجَعُونَ ﴿١١﴾ ﴾(الروم)

ترجمہ: اللہ ہی نے ابتداء خلق کی پھر اعادہ کرے گا پھر اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۲۱۔﴿ ... إِلَيۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ فَنُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوٓاْۚ ... ﴾ لقمان: ۲۳ ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے پس ہم بتادیں گے جو انہوں نے کیا۔

۲۲۔﴿ ... ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمۡ تُرۡجَعُونَ ﴿١١﴾ ﴾ السجدة ترجمہ: پھر اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۲۳۔﴿ وَلَئِن رُّجِعۡتُ إِلَىٰ رَبِّيٓ إِنَّ لِي عِندَهُۥ لَلۡحُسۡنَىٰۚ ... ﴾ (فصلت: ٥٠)

ترجمہ: اگر میں اپنے رب کی طرف گیا تو میرے لئے اس کے ہاں اچھائی ہے۔

۲۴۔﴿ يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفۡسُ ٱلۡمُطۡمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ٱرۡجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةٗ مَّرۡضِيَّةٗ ﴿٢٨﴾ ﴾ الفجر

ترجمہ: اے مطمئن نفس بحالت راضی ہونے اور پسندیدہ ہونے اپنے رب کی طرف چل۔

۲۵۔﴿ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ ٱلرُّجۡعَىٰٓ ﴿٨﴾ ﴾ العلق ترجمہ: بیشک تیرے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے۔

*** یہ سب آیات اللہ تعالیٰ کے مباین من الخلق ہونے پر دلالت کرتی ہیں ورنہ رجوع کا کیا مطلب ہوگا؟**

۲۶۔﴿ ... وَيُحَذِّرُكُمُ ٱللَّهُ نَفۡسَهُۥۗ وَإِلَى ٱللَّهِ ٱلۡمَصِيرُ ﴿٢٨﴾ ﴾ آل عمران، النور: ٤٢, الفاطر: ١٨

ترجمہ: اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

۲۷۔﴿...وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾﴾ (المائدۃ، المؤمن:۳ الشوریٰ:۵۱) ترجمہ: اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

۲۸۔﴿...ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿٤٨﴾﴾ الحج ترجمہ: پھر میں نے ان کو پکڑا اور میری طرف ہی لوٹنا ہے۔

۲۹۔﴿...أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ﴿٥٣﴾﴾ الشوری ترجمہ: خبردار اللہ تعالیٰ کی طرف ہی تمام معاملات لوٹتے ہیں۔

۳۰۔﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ﴿٤٣﴾﴾ (ق) ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہماری طرف لوٹنا ہے۔

۳۱۔﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿٤﴾﴾ الممتحنة

ترجمہ: اے ہمارے رب تجھ پر ہم توکل کرتے ہیں اور تیری طرف توجہ کرتے ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔

ان آیات میں بھی وہی معنی ہیں المفردات للراغب میں ہے: وصار الى كذا إنتهى إليه ومنه صير الباب لمصير الذى ينتهى إليه فى تنقله وتحركه قال واليه المصير وصار عبارة عن التنقل من حال إلى حال.

"صار إلى كذا" اس کی طرف ہوا۔ اس سے "صير الباب" ہے کہ آخر وہ دروازہ بن جاتا ہے فرمایا: "واليه المصير" یعنی اس کی طرف لوٹنا ہے صار ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوا۔ ([1])

اور ظاہر ہے کہ حرکت و نقل کا اثبات اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی ذات مبارک اس سے منزہ ہے۔ ثابت ہوا کہ خالق و مخلوق میں مباینت ہے فافهم.

۳۲۔﴿وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ﴿١٤﴾﴾ آل عمران ترجمہ: اور اللہ کے پاس لوٹنے کی اچھی جگہ ہے۔

۳۳۔﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾﴾ الرعد

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کیلئے خوشی ہے اور لوٹنے کی اچھی جگہ۔

۳۴۔﴿قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۚ إِلَيْهِ أَدْعُو وَإِلَيْهِ مَآبِ ﴿٣٦﴾﴾ الرعد

کہہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں اللہ کی عبادت کروں اس کے ساتھ شریک نہ بناؤں اس کی طرف بلاؤں اور اس کی طرف مرجع ہے۔

۳۵۔﴿وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٢٥﴾﴾ ص ترجمہ: اور اس کیلئے ہمارے پاس قرب ہے اور اچھا مقام رجوع۔

۳۶۔﴿ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ﴿٣٩﴾﴾ النبأ

ترجمہ: یہ دن حق ہے جو چاہے اپنے رب کی طرف مقام رجوع بنالے۔

۳۷۔﴿إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴿٢٦﴾﴾ الغاشية

ترجمہ: بے شک ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے پھر ہم پر ہی ان کا حساب ہے۔

تفسیر غريب القرآن لابن قتيبه میں ہے: ﴿وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ﴿١٤﴾﴾ أى المرجع من آب يؤب إذا رجع.

---

[1] المفردات للراغب (۲۹۲)

﴿وَٱللَّهُ عِندَهُۥ حُسۡنُ ٱلۡمَـَٔابِ ١٤﴾ یعنی رجوع کا مقام آب یؤب بمعنی رجع سے مشتق ہے۔ إيابهم رجوعهم. اياب بمعنی رجوع ہے۔

الأوب ضرب من الرجوع وذلك. الاوب رجوع کی ایک قسم ہے۔

أن الأوب لايقال إلا فى الحيوان الذى له إرادة والرجوع يقال فيه وفى غيره يقال أب اوبا وايابا ومآبا قال الله تعالى: ﴿إِنَّ إِلَيۡنَآ إِيَابَهُمۡ ٢٥﴾ الغاشية ، وقال : ﴿فَمَن شَآءَ ٱتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ مَـَٔابًا ٣٩﴾ النبأ، والمآب مصدر منه واسم الزمان والمكان قال الله تعالى :﴿وَٱللَّهُ عِندَهُۥ حُسۡنُ ٱلۡمَـَٔابِ ١٤﴾ آل عمران.

الاوب کا استعمال ارادہ والے جانور کے رجوع پر ہوتا ہے اور الرجوع کا اطلاق جانور اور غیر جانور سب پر ہوتا ہے۔ اس کے مصادر اوب' اياب اور ماباآتے ہیں۔ قرآن میں ہے "﴿إِنَّ إِلَيۡنَآ إِيَابَهُمۡ ٢٥﴾ الغاشية اسی طرح فرمایا"﴿فَمَن شَآءَ ٱتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ مَـَٔابًا ٣٩﴾ النبأ. ﴿ٱلۡمَـَٔابِ﴾ مصدر ہے اور اسم زمان و مکان بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "﴿وَٱللَّهُ عِندَهُۥ حُسۡنُ ٱلۡمَـَٔابِ ١٤﴾ آل عمران۔ ([1])

اور امام سفیان ثوری اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی مآب بمعنی مرجع ہے۔

سفيان عن مجاهد عن عبيد بن عمير في قوله :﴿وَإِنَّ لَهُۥ عِندَنَا لَزُلۡفَىٰ وَحُسۡنَ مَـَٔابٖ ٢٥﴾ (ص) قال يدنوا من الرب تعالى حتى يضع يده قريبا.

سفیان مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ عبید بن عمیر ﴿وَإِنَّ لَهُۥ عِندَنَا لَزُلۡفَىٰ وَحُسۡنَ مَـَٔابٖ ٢٥﴾ (ص) کی تفسیر میں کہتے ہیں 'انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کے انتہائی قریب ہو جاتا ہے۔ ([2])

یہی معنی عام تفاسیر میں ہے مثلاً: ابن جريرو القرطبي وابن كثير وزاد المسير والخازن مع البغوى وغيرهم([3])

۳۸۔﴿وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّكُمۡ إِلَيۡهِ تُحۡشَرُونَ ٢٠٣﴾ البقرة

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو اور جانو یقیناً تم اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

۳۹۔﴿وَمَن يَسۡتَنكِفۡ عَنۡ عِبَادَتِهِۦ وَيَسۡتَكۡبِرۡ فَسَيَحۡشُرُهُمۡ إِلَيۡهِ جَمِيعٗا ١٧٢﴾ النساء

ترجمہ: جو اس کی عبادت سے انکار اور تکبر کریں گے ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

---

[1] – تفسير غريب القرآن لابن قتيبه (۱۰۲)

[2] – تفسير الثوري (۱۱۳)

[3] – إبن جرير (۳/ ۱۰۵)، القرطبي (٤/ ۳۱)، إبن كثير(۱/ ۲٥۲)، الخازن مع البغوي (۱/ ۲۷٥)، النسفي (۱/ ١٤٨)، الشوكاني (۱/ ۱۰۸)، الجلالين ومعه علي هامشه جامع البيان للسيد معين الدين(٤٥، ۲۰۱، ۲۰۳، ۳۷۹)، الفيضي(۸۳، ۳۱٦، ۳۱۸)، المراغي (۱۳/ ۱۰۱)، القاسمي (٤/ ٥۰۸)، المنار(۳/ ۲٤٦) وغيرها.

۴۰۔﴿ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ ﴾ الأنفال

ترجمہ: جان لو یقیناً اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے اور یہ کہ اس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔

۴۱۔ ﴿ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ ﴾ الملك

ترجمہ: کہہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

"الحشر إخراجَ الجماعة عن مقرهم". یعنی: الحشر لوگوں کو ان کی ٹھہرنے کی جگہ سے نکالنا۔

۴۲۔﴿ إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ ﴾ مريم

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں رحمان کے پاس بندے بن کر آجائیں گے۔

۴۳۔﴿ إِنَّهُ مَن يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴿٧٤﴾ ﴾ طه

ترجمہ: جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا اس کیلئے جہنم ہے اس میں نہ مرے گا اور نہ زندہ ہوگا۔

۴۴۔﴿ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾ ﴾ الشعراء

ترجمہ: جس دن کہ مال اور اولاد نفع نہ دیں گے مگر وہ (بچ گیا) جو اللہ کے پاس قلب سلیم کے ساتھ آیا۔

۴۵۔﴿ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ ﴿٨٧﴾ ﴾ النمل ترجمہ: اور ہر ایک اس کے پاس ذلیل ہو کر آئیں گے۔

يقول: إلا يأتي ربه يوم القيامة عبدا له، ذليلا خاضعا، مقرًّا له بالعبودية، لا نسب بينه وبينه.

قیامت کے دن (ہر کوئی) ذلیل، مطیع، غلام اور اس کی عبودیت کا اقرار کرتا ہوا آئے گا۔ ([1])

اور جامع البیان لمعین الدین علی ہامش الجلالین میں ہے: أي ما منهم الا هو مملوك له ياوى اليه بالعبودية.

ان میں ہر ایک اس کا غلام ہوگا جو عبودیت کے ذریعہ اس کا قرب چاہے گا۔ ([2])

اور سورۂ طٰہٰ کی آیت کے تحت تفسیر القرطبی میں ہے: ومعنى: (من يأت ربه مجرما) من يأت موعد ربه.

اپنے رب کے پاس مجرم کی حیثیت سے آنے کا مطلب ہے اس کے وعدہ کی جگہ میں آنا۔ ([3])

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے: أي: يلقى الله يوم القيامة وهو مجرم. یعنی اللہ کو قیامت کے دن مجرم کی حیثیت سے ملے گا۔ ([4])

اور آیت نمل کے تحت تفسیر ابن الجوزی میں ہے: أي: يأتون الله يوم القيامة﴿ دَاخِرِينَ ﴾

قیامت کے دن اللہ کے پاس ذلیل ہو کر آئیں گے۔ ([5])

---

[1] – تفسير الطبري لابن جرير (١٦/ ١٣٢)، النسفي (٣/ ٤٧)،والخازن مع البغوى (٤/ ٢١٢)، والقرطبى (١١/ ١٥٩)، والشوكانى (٣/ ٣٤٠)

[2] – جامع البيان لمعين الدين علي هامش الجلالين (٢٥٨).

[3] – تفسير القرطبي (٢٢٧).

[4] – تفسير ابن كثير (٣/ ١٥٩)

[5] – زاد المسير لابن الجوزي (٦/ ١٩٥)

اور جامع البیان علی ہامش الجلالین میں ہے: "المراد حضورهم الموقف". ترجمہ: موقف میں ان کا آنا مراد ہے۔ (۱)

۴۶- ﴿إِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿١٢٥﴾﴾ الأعراف ترجمہ: بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

۴۷- ﴿يُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ وَيَرْحَمُ مَن يَشَآءُ ۖ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ﴿٢١﴾﴾ العنكبوت

ترجمہ: جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور اس کی طرف واپس کئے جاؤ گے۔

۴۸- ﴿... وَإِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ﴿١٤﴾﴾ الزخرف ترجمہ: ہم یقیناً اپنے رب کی طرف واپس ہونے والے ہیں۔

امام ابن قتیبہ تفسیر غریب القرآن میں لکھتے ہیں: واليه تقلبون أي تردون. ترجمہ: اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ (۲)

اور مفردات للراغب میں ہے: والانقلاب الانصراف. ترجمہ: الانقلاب بمعنی پھیرنا۔

والفرق بين المنقلب والمرجع ان المنقلب الى ضد ماهو فيه والمرجع العود من حال هو فيها الى حال كان عليها فصار كل مرجع منقلبا و ليس كل منقلب مرجعا والله اعلم ذكره الماوردى. (۳)

منقلب اور مرجع میں یہ فرق ہے کہ منقلب اپنی ضد کی طرف لوٹنا ہے اور مرجع ایک حال سے جس میں ہے دوسرے حال کی طرف جس پر پہلے تھا عود کرنا ہے۔ ہر مرجع منقلب ہے مگر ہر منقلب مرجع نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ ماوردی نے اسے ذکر کیا۔

۴۹- ﴿ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَـٰلِمِ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَـٰدَةِ ...﴾ التوبة: ٩٤ الجمعة: ٨

ترجمہ: پھر تم عالم غیب وشہادہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۵۰- ﴿وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَـٰلِمِ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَـٰدَةِ ...﴾ التوبة: ١٠٥

ترجمہ: اور عنقریب تم غیب وحاضر جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۵۱- ﴿وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّى لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا ﴿٣٦﴾﴾ الكهف

ترجمہ: اگر میں اپنے رب کی طرف لے جایا گیا تو (وہاں) اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا۔

۵۲- ﴿ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِۦ فَيُعَذِّبُهُۥ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾﴾ (الكهف) پھر اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اسے سخت عذاب دے گا۔

۵۳- ﴿وَأَنَّ مَرَدَّنَآ إِلَى ٱللَّهِ وَأَنَّ ٱلْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَـٰبُ ٱلنَّارِ ﴿٤٣﴾﴾ غافر

ترجمہ: اور تحقیق ہم نے اللہ کی طرف لوٹنا ہے اور زیادتی کرنے والے ہی جہنم والے ہیں۔

*** ان آیات کا مطلب بھی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ بائن عن الأشياء ہے۔**

۵۴- ﴿وَنُفِخَ فِى ٱلصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ ٱلْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿٥١﴾﴾ يس

۱- جامع البيان علي هامش الجلالين (٣٢٣)

۲- تفسير غريب القرآن (٣٣٧)

۳- مفردات للراغب (٤٢١)

ترجمہ: اور صور میں پھونکا جائے گا تو وہ قبروں سے (نکل کر) اپنے رب کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔

وفی مفردات الراغب نسل إذا عدا ينسل نسلانا إذا أسرع.

ترجمہ: مفردات راغب میں ہے کہ نسل ینسل تیز دوڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ ([1])

وفی تفسيرغريب القرآن لإبن قتيبة ينسلون من النسلان وهو مقاربة الخطومع الإسراع كمشى الذئب إذا بادر والعسلان مثله. وفی الجلالين يخرجون بسرعة.

ابن قتیبہ کی تفسیر غریب القرآن میں ہے: ینسلون نسلان سے ہے' تیزی کے ساتھ قدم قریب قریب رکھنا جیسا کہ بھیڑیا جب کہ وہ تیز چلتا ہے۔ اسی طرح عسلان بھی ہے۔ جلالین میں ہے جلدی نکلیں گے۔ ([2])

ونحوه فی تفاسير أخرى. ترجمہ: دوسری تفاسیر میں بھی اسی طرح ہے۔

۵۵۔﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَنَا قَالَ يَٰلَيۡتَ بَيۡنِي وَبَيۡنَكَ بُعۡدَ ٱلۡمَشۡرِقَيۡنِ ﴾ الزخرف: ۳۸

ترجمہ: حتی کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کاش کہ میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا۔

قال قاشانی: أی حتی اذا حضر عقابنا اللازم لإعتقاده وأعماله والعذاب المستحق لمذهبه ودينه. ([3])

قاشانی کہتے ہیں: مقصد یہ ہے کہ جب اس کے اعتقاد اور اعمال کی وجہ سے ہمارا عقاب اور عذاب آئے گا جو کہ اس کے مذہب اور دین کا استحقاق ہے۔

تفسیر القاسمی میں بھی اسی طرح ہے: وفی ابن كثير فإذا وافى الله يوم القيامة يتبرم بالشيطان الذي وكل به. ([4])

تفسیر ابن کثیر میں ہے: جب قیامت کے روز اللہ عزو جل کے سامنے پیش ہو گا تو اپنے ساتھ مؤکل شیطان سے لاتعلقی کا اظہار کرے گا۔

وفی الفيضی، حتی اذا جا ئنا معادا. ترجمہ: تفسیر فیضی میں ہے: حتی کہ جب معاد میں ہمارے پاس آئے گا۔ ([5])

۵۶۔﴿ وَعُرِضُواْ عَلَىٰ رَبِّكَ صَفّٗا لَّقَدۡ جِئۡتُمُونَا كَمَا خَلَقۡنَٰكُمۡ أَوَّلَ مَرَّةِۭۚ ... ﴾ الكهف: ۴۸

ترجمہ: اور تیرے پروردگار کے سامنے صفیں باندھ کر پیش کئے جائیں گے جیسے ہم نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

يقول عزّ ذكره: وعُرض الخلق على ربك يا محمد صفا.﴿ لَّقَدۡ جِئۡتُمُونَا كَمَا خَلَقۡنَٰكُمۡ أَوَّلَ مَرَّةِۭ ﴾ يقول عزّ ذكره: يقال لهم إذ عُرضوا على الله: لقد جئتمونا أيها الناس أحياء كهيئتكم حين خلقناكم أوّل مرة.

---

[1]– مفردات للراغب (۵۱۰)

[2]– تفسيرغريب القرآن (۵۸۸) تفسير الجلالين (۳۶۹)

[3]– تفسير القاسمي (۵۲۷۳)

[4]– تفسير ابن كثير (۴/ ۱۲۸)

[5]– تفسير فيضي (۵۸۷)



ابن جریر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جبکہ اے محمد ﷺ مخلوق آپ کے پروردگار کے سامنے صفیں باندھ کر پیش کئے جائیں گے۔آج تم ہمارے پاس آئے ہو جیسے ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا یعنی جب انسان اللہ کے سامنے پیش کئے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا آج تم ہمارے پاس زندہ ہو کر آگئے ہو جیسے کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ (1)

وفی الکشاف للزمخشری: شبهت حالهم بحال الجند المعروضين على السلطان ﴿صَفًّا﴾ مصطفين ظاهرين، يرى جماعتهم كما يرى كل واحد لا يحجب أحد أحداً.

تفسیر کشاف للزمخشری میں ہے: ان کا حال اس لشکر کی مانند ہو گا جو بادشاہ کے حضور پیش کیا جاتا ہے' صفیں باندھے ہوئے' وہ سب کے سب ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے' کوئی بھی پردہ میں نہ ہو گا۔ (2)

وهكذا فی مدارك التنزيل للنسفي والشوكاني. تفسیر مدارک التنزیل للنسفی اور تفسیر شوکانی میں بھی اسی طرح ہے۔ (3)

۵۷۔﴿هُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ ذَلُولًا فَٱمْشُواْ فِى مَنَاكِبِهَا وَكُلُواْ مِن رِّزْقِهِۦ ۖ وَإِلَيْهِ ٱلنُّشُورُ ۝١٥﴾ الملك

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم پیدا کیا پس تم اس کے اطراف میں چلو اور اس کا رزق کھاؤ اور اسی کی طرف جانا ہے۔

النشور بمعنى المرجع كما فی القرطبی ، وابن كثير، وجا مع البيان على هامش الجلالين.

النشور رجوع کے معنی میں ہے' جیسا کہ تفسیر قرطبی' تفسیر ابن کثیر اور جامع البیان میں ہے۔ (4)

وقال ابن جرير:((الى الله نشركم من قبوركم)) ونحوه فی النسفی، والشوكانی، والقاسمی، وفی البغوی ، أی وإليه تبعثون من قبوركم. وكذا فی الخازن معه أيضا.

ابن جریر کہتے ہیں: کہ قبروں سے اٹھ کر تم نے اللہ کی طرف جانا ہے' تفسیر نسفی' تفسیر الشوکانی اور تفسیر القاسمی میں یوں ہی ہے۔ تفسیر بغوی میں ہے' اور اس کی طرف تم قبروں سے اٹھائے جاؤ گے۔ (5)

۵۸۔﴿وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ وُقِفُواْ عَلَىٰ رَبِّهِمْ﴾ (الأنعام: ۳۰) ترجمہ: اور اگر تو دیکھے جب یہ اپنے پروردگار پر کھڑے کئے جائیں گے۔

قال ابن كثير :أی: وقفوا بين يديه. ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مقصد ہے اس کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے۔ (6)

۵۹۔﴿وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ ٱلْمُنتَهَىٰ ۝٤٢﴾ النجم ترجمہ: اور تحقیق سب کی انتہا تیرے رب کی طرف ہے۔

1- تفسير الطبري لابن جرير (۱۵/ ۲۵۷)

2- تفسير الكشاف للزمخشري (۲/ ۲٦۲)

3- مدارك التنزيل للنسفي (۳/ ۱۲۵) والشوكاني (۳/ ۲۸۱)

4- تفسير قرطبي (۱۸/ ۲۱۵)، تفسير ابن كثير (٤/ ۳۹۸) جامع البيان علي هامش الجلالين (٤٦۵)

5- تفسير ابن جرير (۷/ ۲۹) تفسير نسفي (٤/ ۲۷٦) تفسير الشوكاني (۵/ ۲۵۵) تفسير القاسمي (۱٦/ ۵۸۸۵) تفسير البغوي (۷/ ۱۰۵).

6- تفسير ابن كثير (۲/ ۱۲۸)



قال ابن جرير: يقول تعالى ذكره لنبيه صلى الله عليه وسلم: وأن إلى ربك يا محمد انتهاء جميع خلقه ومرجعهم، وهو المجازي جميعهم بأعمالهم، صالحهم وطالحهم، ومحسنهم ومسيئهم.

ابن جریر کہتے ہیں کہ : اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا اے محمد ﷺ سب مخلوق کی انتہا اور رجوع تیرے رب کی طرف ہے اور وہی ان کے اعمال نیک و بد کا بدلہ دے گا۔ کوئی نیک ہو یا برا۔ ([1])

وقال ابن كثير: أي المعاد يوم القيامة. ترجمہ : ابن کثیر کہتے ہیں ﴿ٱلْمُنتَهَىٰ﴾ سے مراد قیامت کے روز عود کرنا۔ ([2])

وقال القرطبي :أى المرجع والمراد والمصير فيعاقب ويثيب. وهكذا فى الشوكانى وقال النسفى, أى ينتهى اليه الخلق ويرجعون إليه لقوله وإليه المصير.

قرطبی کہتے ہیں : ﴿ٱلْمُنتَهَىٰ﴾ سے مراد المرجع اور المصیر ہے 'سزا دیا جائے گا یا ثواب پائے گا' شوکانی میں اسی طرح ہے' نسفی کہتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ مخلوق اس کے پاس پہنچے گی اور اس کی طرف رجوع کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿...وَإِلَيْهِ ٱلْمَصِيرُ ﴿١٨﴾﴾ (المائدة: ١٨) ۔([3])

۲۰۔﴿إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ ٱلْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾﴾ القيامة ترجمہ : تیرے رب کی طرف ہی اس دن جانا ہے۔

قال القرطبي : ﴿إِلَىٰ رَبِّكَ﴾أي: إلى خالقك﴿يَوْمَئِذٍ﴾ أي: يوم القيامة﴿ٱلْمَسَاقُ﴾ أي: المرجع.

قرطبی کہتے ہیں : ﴿إِلَىٰ رَبِّكَ﴾ تیرے خالق کی طرف '﴿يَوْمَئِذٍ﴾ قیامت کے دن'﴿ٱلْمَسَاقُ﴾ رجوع کرنا ہے۔ ([4])

وقال ابن كثير: أي: المرجع والمآب، وذلك أن الروح ترفع إلى السماوات، فيقول الله عز وجل: ردوا عبدي إلى الأرض.

ابن کثیر کہتے ہیں :﴿ٱلْمَسَاقُ﴾ بمعنی المرجع اور "المآب" ہے اس لئے کہ روح آسمانوں کی طرف اٹھائی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے بندے کو زمین کی طرف واپس لے جاؤ۔ ([5])

وقال الشوكاني : أي : إلى خالقك يوم القيامة المرجع ، وذلك جمع العباد إلى الله يساقون إليه. ([6])

شوکانی کہتے ہیں : قیامت کے دن تیرے خالق کی طرف رجوع کرنا ہے کیونکہ سب بندے اکٹھے ہو کر اللہ کی طرف لے جائے جائیں گے۔

---

[1]- تفسير ابن جرير (٢٧/ ٧٤)

[2]- تفسير ابن كثير (٤/ ٢٥٨)

[3]- تفسير قرطبي (١٧/ ١١٥) تفسير الشوكاني (٥/ ١١١) تفسير نسفي (٤/ ١٩٩)

[4]- تفسير قرطبي (١٩/ ١١١)

[5]- تفسير ابن كثير ((٤/ ٤٥١)

[6]- تفسير الشوكاني (٥/ ٣٣١)



۶۱۔﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْإِنسَـٰنُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَـٰقِيهِ ﴿٦﴾ ﴾ (الانشقاق)

ترجمہ : اے انسان تو اپنے پروردگار کی طرف جارہا ہے پھر تو اس سے ملے گا۔

قال النسفي: جاهد إلى لقاء ربك وهو الموت وما بعده من الحال الممثلة باللقاء. ونحوه في بقية التفاسير. (۱)

نسفی کہتے ہیں 'کادح بمعنی جاہد کوشش کرنے والا مقصد ہے تو رب کی ملاقات کی طرف کوشاں ہے یعنی موت کی طرف۔

الغرض: مرجع، مصیر، مآب ، حشر، اتیان، منقلب، مرد، نسلان، مجئ، عرض نشور، وقوف، انتهاء ، مساق اور كدح ان سب الفاظ کے معانی کا تقاضی یہ ہے کہ خالق اور مخلوق میں تغایر ہے۔ حلول و اتحاد کا وہم باطل ہے۔ سبحان الله عما يصفون.

اللہ رب العالمین آسمان سے پانی اتارتا ہے

اس میں وہ آیتیں ہیں جن میں آسمان سے پانی کے اتارنے اور بارش کے بھیجنے کا بیان ہے۔

۱۔﴿ وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً ﴾ (البقرة: ۲۲ إبراهيم: ۳۲ طه: ۵۳) ترجمہ : اور آسمان سے پانی اتارا۔

۲۔﴿ وَمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مِن مَّآءٍ ﴾ البقرة: ۱٦٤ ترجمہ : اور جو اللہ نے آسمان سے پانی اتارا۔

۳۔﴿ وَأَرْسَلْنَا ٱلسَّمَآءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا ﴾ الأنعام: ٦ ترجمہ : اور ہم نے ان پر خوب بارش برسائی۔

۴۔﴿ فَأَنزَلْنَا بِهِ ٱلْمَآءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِۦ مِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِ ﴾ (الأعراف: ۵۷)

ترجمہ : پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں اور اس سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔

۵۔﴿ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُم ﴾ (الأنفال: ۱۱) اور تم پر آسمان سے پانی اتارتا ہے تاکہ تمہیں پاک کرے۔

۶۔﴿ كَمَآءٍ أَنزَلْنَـٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ ﴾ يونس: ۲٤ الكهف: ٤٥

ترجمہ : جیسا کہ ہم نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی۔

۷۔﴿ وَقِيلَ يَـٰٓأَرْضُ ٱبْلَعِى مَآءَكِ وَيَـٰسَمَآءُ أَقْلِعِى ﴾ هود: ٤٤

ترجمہ : اور فرمادیا گیا کہ اے زمین اپنے پانی کو نگل جا اور اے آسمان بس کر تھم جا۔

۸۔﴿ وَيَـٰقَوْمِ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴾ هود: ۵۲

ترجمہ : اے قوم اپنے رب سے استغفار کرو، پھر اس کی طرف رجوع کرو وہ تم پر خوب بارش برسائے گا۔

۹۔﴿ أَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا ﴾ (الرعد: ۱۷) آسمان سے پانی اتارا پھر اپنی مقدار کے موافق وادیاں بہہ پڑیں۔

۱۔ تفسير نسفي (٤/ ۳٤۳)

۱۰۔﴿ فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَسْقَيْنَٰكُمُوهُ وَمَآ أَنتُمْ لَهُۥ بِخَٰزِنِينَ ﴿٢٢﴾ ﴾ الحجر

ترجمہ: پس ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے تمہیں پلایا اور تم اس کا خزانہ نہیں رکھتے ہو۔

۱۱۔﴿ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً ۖ لَّكُم مِّنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ﴿١٠﴾ ﴾ النحل

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا اس میں سے پینے کو ملتا ہے اور اس کے سبب درخت ہیں جن میں چرنے کیلئے چھوڑ دیتے ہو۔

۱۲۔﴿ وَٱللَّهُ أَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا بِهِ ٱلْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَآ ۚ ﴾ (النحل: ٦٥)

ترجمہ: اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر زمین کی ویرانی کے بعد اسے آباد کیا۔

۱۳۔﴿ فَإِذَآ أَنزَلْنَا عَلَيْهَا ٱلْمَآءَ ٱهْتَزَّتْ ﴾ (الحج: ٥ فصلت: ٣٩) ترجمہ: جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں وہ ابھرتی ہے۔

۱۴۔﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ أَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ ٱلْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ۗ ﴾ الحج: ٦٣

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔

۱۵۔﴿ وَأَنزَلْنَا مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّٰهُ فِى ٱلْأَرْضِ ۖ ﴾ المؤمنون: ١٨

ترجمہ: اور ہم ایک اندازے سے آسمان سے پانی اتارتے ہیں اور اسے زمین میں رہنے دیتے ہیں۔

۱۶۔﴿ وَأَنزَلْنَا مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً طَهُورًا ﴿٤٨﴾ لِّنُحْـِۧىَ بِهِۦ بَلْدَةً مَّيْتًا وَنُسْقِيَهُۥ مِمَّا خَلَقْنَآ أَنْعَٰمًا وَأَنَاسِىَّ كَثِيرًا ﴿٤٩﴾ ﴾ الفرقان

ترجمہ: اور ہم نے آسمان سے پاک پانی اتارا تاکہ اس کے ذریعہ ویران شہر کو آباد کریں اور اپنی مخلوق میں سے بہت سے جانوروں اور انسانوں کو پلائیں۔

۱۷۔﴿ أَمَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً ﴾ النمل: ٦٠

ترجمہ: کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا؟

۱۸۔﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَسَخَّرَ ٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ ۖ ﴾ العنکبوت: ٦١

ترجمہ: اگر آپ ان سے پوچھیں آسمان سے پانی کس نے اتارا پھر ویرانی کے بعد زمین کو پانی کے ساتھ کس نے آباد کیا تو ضرور کہیں گے 'اللہ نے۔

۱۹۔﴿ وَيُنَزِّلُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَيُحْىِۦ بِهِ ٱلْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَآ ۚ ﴾ الروم: ٢٤

ترجمہ: اور آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر اس کے ساتھ ویران زمین آباد کرتا ہے۔

۲۰۔﴿ وَأَنزَلْنَا مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَنۢبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ﴿١٠﴾ ﴾ لقمان

ترجمہ: اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس زمین میں ہر طرح کے عمدہ اقسام اگائے۔

۲۱۔﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ أَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجْنَا بِهِۦ ثَمَرَٰتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَٰنُهَا ۚ ﴾ فاطر: ٢٧

ترجمہ : کیا تو نے نہیں دیکھا تحقیق ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس کے ذریعے مختلف رنگ کے پھل نکالے۔

۲۲۔﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ﴾ الزمر: ۲۱

ترجمہ : کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اسے زمین کی سوتوں میں داخل پہنچاتا ہے۔

۲۳۔﴿ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِن بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾ ﴾ الشوری

ترجمہ : اور وہی بارش برساتا ہے 'لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد اور وہ اپنی رحمت پھیلاتا ہے' وہی کارساز قابل تعریف ہے۔

۲۴۔﴿ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ ﴾ (الزخرف: ۱۱) ترجمہ : اور اسی نے ایک اندازہ سے پانی آسمان سے برسایا۔

۲۵۔﴿ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ﴿٩﴾ ﴾ ق

ترجمہ : اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا پھر اس کے ساتھ باغات اور کھیتی کا غلہ اگایا۔

۲۶۔﴿ وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿٤٤﴾ ﴾ الطور

ترجمہ : اور اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا دیکھ لیں تو کہیں گے' یہ تہہ بہ تہہ بادل ہیں۔

۲۷۔﴿ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿١١﴾ ﴾(القمر) پس ہم نے بہت برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔

۲۸۔﴿ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾ أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ﴿٦٩﴾ ﴾ الواقعة

ترجمہ : بتاؤ وہ پانی جو تم پیتے ہو کیا اسے تم نے بادل سے اتارا یا ہم اتارنے والے ہیں۔

۲۹۔﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ ﴾ نوح

ترجمہ : پس میں نے کہا اپنے رب سے بخشش طلب کرو وہ بخشنے والا ہے' وہ تم پر خوب بارش برسائے گا۔

۳۰۔﴿ وَأَنزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾ ﴾ النبأ ترجمہ : اور بدلیوں سے ہم نے بکثرت بہتا ہوا پانی برسایا۔

۳۱۔﴿ فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ ﴾ عبس

ترجمہ : پس چاہئے کہ انسان اپنا طعام دیکھے' ہم نے پانی اوپر سے ڈالا پھر زمین کو چیرا پھاڑ کر۔

۳۲۔﴿ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿١١﴾ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿١٢﴾ ﴾ الطارق ترجمہ : اور قسم ہے بارش والے آسمان کی' اور پھٹنے والی زمین کی۔

ان سب آیات کا حاصل مطلب یہ ہے کہ بارش آسمان سے آتی ہے اور اتارنے والا اللہ تعالیٰ ہے جو کہ عرش پر ہے اس کے ساتھ آیت أأمنتم... (الآیتان) ملائیں جیسا کہ فقرہ (وہ آیتیں جن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا صریحاً آسمانوں کے اوپر ہونا مذکور ہے) میں گزرا مطلب بالکل صاف ہو جائے گا۔

اور تفسیر ابن جریر میں آٹھویں آیت کے تحت ہے : يقول: فإنكم إن آمنتم بالله وتبتم من كفركم به، أرسل قَطْر السماء عليكم يدرَّ لكم الغيثَ في وقت حاجتكم إليه، وتحيَا بلادكم من الجدب والقَحط.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : اگر تم اللہ پر ایمان لائے اور اس کے انکار کرنے سے توبہ کر لی میں تم پر بارش برساؤں گا۔ جب

تمہیں ضرورت ہو گی' تمہارے لئے غیب سے بہہ پڑے گی اور جدب و قحط سالی سے تمہارے علاقوں کو زندگی بخشے گی۔ (1)

اور سولہویں آیت کے تحت ہے کہ: يقول: وأنزلنا من السحاب الذي أنشأناه بالرياح من فوقكم أيها الناس ماء طهورا.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے ان بادلوں سے جو ہواؤں کے ذریعہ تمہارے اوپر بنائے ہیں اے لوگوں پاک پانی اتارا۔ (2)

اور تیئسویں آیت کے تحت ہے: يقول تعالى ذكره: والله الذي ينزل المطر من السماء فيغيثكم به أيها الناس ﴿مِنۢ بَعۡدِ مَا قَنَطُواْ﴾ يقول: من بعد ما يئس من نزوله ومجيئه. وينشر رحمته يقول وينشر فى خلقه رحمته يعنى بالرحمة الغيث الذى ينزل من السماء. (3)

اے لوگو اللہ ہی ہے جو آسمان سے پانی اتارتا ہے تمہارے ناامید ہونے کے بعد وہ تمہیں بارش دیتا ہے اور اپنی رحمت مخلوق میں پھیلا دیتا ہے' رحمت سے مراد بارش ہے جو آسمان سے اتارتا ہے۔

اور اٹھائیسویں آیت کے تحت ہے کہ: أأنتم أنزلتموه من السحاب فوقكم إلى قرار الأرض، أم نحن منزلوه لكم. کیا تم نے اسے زمین پر اپنے اوپر کے بادل سے اتارا یا ہم ہی تمہارے لئے برساتے ہیں۔ (4)

الغرض: یہ آیات بھی خالق اور مخلوق میں مغایرت پر دلالت کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کیلئے صفت علو کو ثابت کرتی ہیں۔

وہ آیتیں جن میں دوسری چیزوں کے انزال کا ذکر ہے

۱۔﴿وَأَنزَلۡنَا عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَنَّ وَٱلسَّلۡوَىٰ﴾ (البقرة: ٥٧ الأعراف: ١٦٠) ترجمہ: اور ہم نے تم پر من و سلویٰ نازل کیا۔

۲۔﴿مَّا يَوَدُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ وَلَا ٱلۡمُشۡرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيۡكُم مِّنۡ خَيۡرٖ مِّن رَّبِّكُمۡۚ وَٱللَّهُ يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهِۦ مَن يَشَآءُۚ﴾ البقرة: ١٠٥

ترجمہ: اہل کتاب کفار اور مشرکین پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر اچھائی نازل ہو اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مختص کرتا ہے۔

۳۔﴿ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيۡكُم مِّنۢ بَعۡدِ ٱلۡغَمِّ أَمَنَةٗ نُّعَاسٗا يَغۡشَىٰ طَآئِفَةٗ مِّنكُمۡۖ﴾ آل عمران: ١٥٤

ترجمہ: پھر تم پر غم کے بعد امن اتارا یعنی اونگھ کہ تم میں سے ایک گروہ پر اس کا غلبہ ہو رہا تھا۔

1- تفسير الطبري لابن جرير (١٢/ ٥٨)

2- تفسير الطبري لابن جرير (١٩/ ٢١)

3- تفسير الطبري لابن جرير (٢٠/ ٣٦)

4- تفسير الطبري لابن جرير (٢٧/ ٢٠٠)



۴۔﴿ إِذْ قَالَ ٱلْحَوَارِيُّونَ يَـٰعِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَن يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ ٱلسَّمَآءِ ﴾المائدة: ۱۱۲

ترجمہ: جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ بن مریم کیا تیرا رب طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کھانا نازل کرے۔

۵۔﴿ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ ٱللَّهُمَّ رَبَّنَآ أَنزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ ٱلسَّمَآءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَءَاخِرِنَا وَءَايَةً مِّنكَ ﴾المائدة: ۱۱۴

ترجمہ: کہا عیسیٰ بن مریم نے اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے کھانا نازل کر جو ہمارے اول اور آخر کے لئے عید ہو جائے اور نشانی تیری طرف سے۔

۶۔﴿ يَـٰبَنِىٓ ءَادَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَٰرِى سَوْءَٰتِكُمْ وَرِيشًا ﴾ الأعراف: ۲۶

ترجمہ: اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا جو تمہاری پردہ داریاں چھپاتا ہے اور زینت ہے۔

۷۔﴿ ثُمَّ أَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَعَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ التوبة: ۲۶

ترجمہ: پھر اتاری اللہ نے اپنے رسول اور ایمانداروں پر سکینت اور ایک ایسی فوج نازل کی جسے تم نے نہ دیکھا۔

۸۔﴿ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ ﴾ التوبة: ۴۰ ترجمہ: پھر اللہ نے اپنا اطمینان اس پر نازل کیا۔

۹۔﴿ قُلْ أَرَءَيْتُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ ﴾ (یونس: ۵۹) ترجمہ: کہہ بتاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے رزق اتارا۔

۱۰۔﴿ أَن يَقُولُوا۟ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ كَنزٌ ﴾ هود: ۱۲ ترجمہ: کہ کہتے ہیں اس پر خزانہ کیوں نہ اتارا گیا۔

۱۱۔﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ ٱلْمَنَّ وَٱلسَّلْوَىٰ ﴿٨٠﴾ ﴾ طه ترجمہ: اور ہم نے تم پر من و سلویٰ نازل کی۔

۱۲۔﴿ وَيُنَزِّلُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مِن جِبَالٍ فِيهَا مِنۢ بَرَدٍ ﴾ النور: ۴۳ ترجمہ: اور آسمان سے ژالہ کے پہاڑ نازل کرتا ہے۔

۱۳۔﴿ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِۦ مِنۢ بَعْدِهِۦ مِن جُندٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ ﴿٢٨﴾ ﴾ يسٓ

ترجمہ: اور اس کے بعد ہم نے آسمان سے کوئی فوج اس کی قوم پر نہیں اتاری اور ہم نہیں ہیں اتارنے والے۔

۱۴۔﴿ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ ٱلْأَنْعَـٰمِ ثَمَـٰنِيَةَ أَزْوَٰجٍ ﴾ الزمر: ۶ ترجمہ: اور اتارے تمہارے لئے آٹھ نر و مادہ۔

۱۵۔﴿ وَيُنَزِّلُ لَكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ رِزْقًا ﴾ غافر: ۱۳ ترجمہ: اور آسمان سے تمہارے لئے رزق اتارتا ہے۔

۱۶۔﴿ وَلَوْ بَسَطَ ٱللَّهُ ٱلرِّزْقَ لِعِبَادِهِۦ لَبَغَوْا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَـٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ﴾ الشورىٰ: ۲۷

ترجمہ: اگر اپنے بندوں کیلئے رزق پھیلا دے تو زمین میں حد سے بڑھ جائیں لیکن جتنا چاہتا ہے اندازے سے اتارتا ہے۔

۱۷۔﴿ وَمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مِن رِّزْقٍ ﴾ الجاثية: ۵ ترجمہ: اور جو اللہ نے آسمان سے رزق اتارا۔

۱۸۔﴿ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ فِى قُلُوبِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ الفتح: ۴ ترجمہ: اسی نے ایمانداروں کے دلوں میں اطمینان نازل کیا۔

۱۹۔﴿ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَعَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ الفتح: ۲۶

ترجمہ: پس اللہ نے اپنی سکینت رسول پر اور ایمان والوں پر اتاری۔



ان کے علاوہ میزان کے نازل کرنے کی دو آیتیں' ایک سورۂ شوریٰ میں دوسری سورۃ الحدید میں۔ دونوں فقرہ میں گزریں۔

یہ سب خالق اور مخلوق کے مابین مباینت پر دلیل ہیں۔

وقال أبو عاصم خشیش بن أحرم یقول لو کان الله فی الأرض کما هو فی السماء لم ینزل من السماء إلی الأرض شیئا لکن یصعد من الأرض إلی السماء کما ینزل من السماء إلی الأرض کذا فی کتاب التنبیه والرد للشیخ أبی الحسین الملطی.

ابو عاصم خشیش بن احرم کہتے ہیں کہ اگر اللہ زمین میں ایسے ہوتا جیسا کہ آسمان پر ہے' تو آسمان سے زمین پر کوئی چیز نہ اتارتا ہاں زمین سے آسمان کی طرف چیزیں چڑھتیں جیسا کہ آسمان سے زمین کی طرف اترتی ہیں' کتاب التنبیه والرد للشیخ ابی الحسین الملطی میں اسی طرح ہے۔

لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھروں کی بارش

۱۔﴿ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ﴾ النمل: ۵۸ الأعراف: ۸٤ ترجمہ : اور ہم نے ان پر بارش برسائی۔

۲۔﴿ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ ﴾ هود: ۸۳

ترجمہ : اور ہم نے اس پر کھنگر کی پتھریاں تہہ بہ تہہ برسائیں تیرے رب کے پاس نشان کی ہوئیں۔

۳۔﴿ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ ﴿٧٤﴾ ﴾ الحجر ترجمہ : اور ہم نے ان پر کنکر والے پتھر برسائے۔

۴۔﴿ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ ﴾ الفرقان: ٤٠

ترجمہ : تحقیق یہ لوگ اس بستی پر گزرے ہیں جس پر بدترین برسات ہوئی کیا یہ لوگ اس کو نہیں دیکھتے ہیں۔

۵۔﴿ إِنَّا مُنزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ ﴾ العنکبوت: ٣٤

ترجمہ : ہم اس بستی والوں پر آسمان سے آفت اتارنے والے ہیں۔

یہ آیات بھی بتاتی ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے اور اس نے یہ پتھر اوپر سے برسائے۔

دوسری آیت کے تحت قرطبی میں ہے کہ : وفی قوله:﴿ عِندَ رَبِّكَ ﴾ دلیل علی أنها لیست من حجارة الأرض، قاله الحسن.

ارشاد باری تعالیٰ ﴿ عِندَ رَبِّكَ ﴾ دلیل ہے کہ وہ زمین کے پتھر نہ تھے' حسن نے یہی کہا ہے۔ (۱)

۱۔ تفسیر القرطبي (۹/ ۸۳)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے رکوع وسجود اور توبہ وانابت

اس میں وہ آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے آگے رکوع وسجود کرنے کا حکم وذکر ہے اور اس کی طرف توبہ وانابت کا ذکر ہے، ملاحظہ ہو۔

۱۔﴿ وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱرْكَعُواْ مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ ﴿٤٣﴾ ﴾ البقرة

ترجمہ : نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

۲۔﴿ وَعَهِدْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَٰعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِينَ وَٱلْعَٰكِفِينَ وَٱلرُّكَّعِ ٱلسُّجُودِ ﴿١٢٥﴾ ﴾ البقرة

اور ہم نے ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کو وصیت کی کہ میرا گھر طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں کیلئے پاک کرو۔

۳۔﴿ يَٰمَرْيَمُ ٱقْنُتِى لِرَبِّكِ وَٱسْجُدِى وَٱرْكَعِى مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ ﴿٤٣﴾ ﴾ آل عمران

ترجمہ : اے مریم اپنے رب کی اطاعت کر اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔

۴۔﴿ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ ﴿٥٥﴾ ﴾ المائدة

ترجمہ : اور جو ایمان لائے یعنی جنہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

۵۔﴿ وَأُلْقِىَ ٱلسَّحَرَةُ سَٰجِدِينَ ﴿١٢٠﴾ قَالُوٓاْ ءَامَنَّا بِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٢١﴾ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَٰرُونَ ﴿١٢٢﴾ ﴾ الأعراف

ترجمہ : اور جادوگر سجدہ میں گر پڑے، کہا ہم نے پروردگار کائنات کو مان لیا جو کہ موسیٰ اور ھارون کا رب ہے۔

۶۔﴿ ٱلتَّٰٓئِبُونَ ٱلْعَٰبِدُونَ ٱلْحَٰمِدُونَ ٱلسَّٰٓئِحُونَ ٱلرَّٰكِعُونَ ٱلسَّٰجِدُونَ ﴾ التوبة: ١١٢

ترجمہ : توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے (یا راہِ حق میں سفر کرنے والے)، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے۔

۷۔﴿ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَٰلُهُم بِٱلْغُدُوِّ وَٱلْءَاصَالِ ﴿١٥﴾ ﴾ الرعد

ترجمہ : اور اللہ ہی کے لئے زمین اور آسمانوں کی سب مخلوق خوشی اور ناخوشی سے سجدہ کرتی ہے اور ان کے سائے بھی صبح وشام۔

۸۔﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ ٱلسَّٰجِدِينَ ﴿٩٨﴾ وَٱعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ ٱلْيَقِينُ ﴿٩٩﴾ ﴾ الحجر

ترجمہ : اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کر اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا، اور اپنے رب کی یقین (موت) کے وقت تک عبادت کرو۔

۹۔﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْعِلْمَ مِن قَبْلِهِۦٓ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿١٠٧﴾ ﴾ الإسراء

ترجمہ : تحقیق وہ لوگ جو اس سے پہلے علم دیئے گئے ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

۱۰۔﴿ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُ ٱلرَّحْمَٰنِ خَرُّواْ سُجَّدًا وَبُكِيًّا ﴿٥٨﴾ ﴾ مريم

ترجمہ: جب ان پر رحمان کی آیات پڑھی جاتی ہیں' سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

۱۱۔﴿ فَأُلْقِيَ ٱلسَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوٓاْ ءَامَنَّا بِرَبِّ هَٰرُونَ وَمُوسَىٰ ﴿٧٠﴾ ﴾ (طه)

ترجمہ: جادوگر سجدہ میں گرائے گئے' کہا ہم ایمان لائے ہارون و موسیٰ کے رب پر۔

۱۲۔﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ يَسْجُدُ لَهُۥ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَن فِي ٱلْأَرْضِ وَٱلشَّمْسُ وَٱلْقَمَرُ وَٱلنُّجُومُ وَٱلْجِبَالُ وَٱلشَّجَرُ وَٱلدَّوَآبُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ ٱلنَّاسِ ... ﴾ الحج: ۱۸

ترجمہ: کیا تو نہیں دیکھتا تحقیق اللہ ہی کیلئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند' تارے' پہاڑ' درخت' جانور اور انسانوں کی کثیر تعداد۔

۱۳۔﴿ وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ وَٱلْقَآئِمِينَ وَٱلرُّكَّعِ ٱلسُّجُودِ ﴿٢٦﴾ ﴾ الحج

ترجمہ: اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں' قیام کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے پاک بنا۔

۱۴۔﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱرْكَعُواْ وَٱسْجُدُواْ وَٱعْبُدُواْ رَبَّكُمْ وَٱفْعَلُواْ ٱلْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٧٧﴾ ﴾ الحج

ترجمہ: اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیکی کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

۱۵۔﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱسْجُدُواْ لِلرَّحْمَٰنِ قَالُواْ وَمَا ٱلرَّحْمَٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ﴿٦٠﴾ ﴾ الفرقان

ترجمہ: اور جب انہیں کہا جاتا ہے' رحمان کو سجدہ کرو' کہتے ہیں اور رحمان کیا ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جسے تو کہتا ہے اور ان کی نفرت زیادہ ہو جاتی ہے۔

۱۶۔﴿ وَٱلَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَٰمًا ﴿٦٤﴾ ﴾ الفرقان

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنے رب کیلئے سجدہ اور قیام میں رات گزار دیتے ہیں۔

۱۷۔﴿ فَأُلْقِيَ ٱلسَّحَرَةُ سَٰجِدِينَ ﴿٤٦﴾ قَالُوٓاْ ءَامَنَّا بِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَٰرُونَ ﴿٤٨﴾ ﴾ الشعراء

ترجمہ: جادوگر سجدہ میں گرائے گئے' انہوں نے کہا ہم نے رب کائنات کو مانا' جو کہ رب موسیٰ و ہارون ہے۔

۱۸۔﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱلْعَزِيزِ ٱلرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾ ٱلَّذِي يَرَىٰكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي ٱلسَّٰجِدِينَ ﴿٢١٩﴾ ﴾ الشعراء

ترجمہ: زبردست' مہربان پر توکل کر' جو تجھے دیکھتا ہے جب تو اٹھتا ہے' اور سجدہ کرنے والوں میں تیرا آنا جانا۔

۱۹۔﴿ أَلَّا يَسْجُدُواْ لِلَّهِ ٱلَّذِي يُخْرِجُ ٱلْخَبْءَ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿٢٥﴾ ﴾ النمل

کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کیلئے جو آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ چیز کو نکالتا ہے اور جو تم چھپاتے یا ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔

۲۰۔﴿ وَظَنَّ دَاوُۥدُ أَنَّمَا فَتَنَّٰهُ فَٱسْتَغْفَرَ رَبَّهُۥ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ﴿٢٤﴾ ﴾ ص

ترجمہ: داؤد نے سمجھا ہم نے اس کی آزمائش کی ہے پس اس نے استغفار کی اور رکوع میں گر پڑا اور رجوع کیا۔

۲۱۔﴿ لَا تَسْجُدُواْ لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَٱسْجُدُواْ لِلَّهِ ٱلَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿٣٧﴾ ﴾ فصلت



ترجمہ : سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو اور اللہ کیلئے سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا' اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

۲۲۔﴿ تَرَىٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا ﴾ الفتح: ۲۹

ترجمہ : تو ان کو رکوع' سجود کرتے ہوئے پائے گا تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا۔

۲۳۔﴿ وَمِنَ ٱلَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَـٰرَ ٱلسُّجُودِ ﴿٤٠﴾ ﴾ ق ترجمہ : رات کے وقت میں اس کی تسبیح کر اور نماز کے بعد۔

۲۴۔﴿ فَٱسْجُدُوا۟ لِلَّهِ وَٱعْبُدُوا۟ ﴿٦٢﴾ ﴾ النجم ترجمہ : پس اللہ ہی کیلئے سجدہ اور عبادت کرو۔

۲۵۔﴿ وَٱلنَّجْمُ وَٱلشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ﴿٦﴾ ﴾ الرحمن ترجمہ : تارے اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔

۲۶۔﴿ خَـٰشِعَةً أَبْصَـٰرُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا۟ يُدْعَوْنَ إِلَى ٱلسُّجُودِ وَهُمْ سَـٰلِمُونَ ﴿٤٣﴾ ﴾ القلم

ترجمہ : ان کی آنکھیں نیچی ہوں گی ذلت چھائی ہوئی جب یہ سلامت تھے' انہیں سجود کی طرف بلایا جاتا تھا۔

۲۷۔﴿ وَمِنَ ٱلَّيْلِ فَٱسْجُدْ لَهُۥ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴿٢٦﴾ ﴾ الإنسان

ترجمہ : اور رات میں اس کیلئے سجدہ کر اور رات کے طویل وقت میں اس کی پاکیزگی بیان کر۔

۲۸۔﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱرْكَعُوا۟ لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾ ﴾ المرسلات

ترجمہ : اور جب انہیں کہا جائے رکوع کرو رکوع نہیں کرتے' اس دن جھٹلانے والوں کیلئے بربادی ہے۔

۲۹۔﴿ وَٱسْجُدْ وَٱقْتَرِب ﴿١٩﴾ ﴾ العلق ترجمہ : اور سجدہ کر اور قرب حاصل کر۔

ان آیات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ سب مخلوق ساجد وراکع ہے۔ صرف ایک ہی اللہ مسجود ہے، اس طرح مباینت ثابت ہوئی اور صوفیاء کا یہ کہنا باطل اور ھباء منثورا ہوا کہ عابد و معبود میں کوئی فرق نہیں۔

تعالى الله عما يشركون.

۳۰۔﴿ وَٱكْتُبْ لَنَا فِى هَـٰذِهِ ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْـَٔاخِرَةِ إِنَّا هُدْنَآ إِلَيْكَ ... ﴾ الأعراف: ۱۵۶

ترجمہ : اور ہمارے لئے اس دنیا میں نیکی لکھ اور آخرت میں ہم تیری طرف رجوع کر چکے ہیں۔

أی تبنا إلیك قاله مجاهد وابوالعالیة وقتادة والهود: التوبة, هاد : تاب والهائد : التائب, قال الشاعر :

إني امرؤ من حبه هائد * أي: تائب.وهاد القوم یهودون هودا وهیادة إذا تابوا.

یعنی ہم نے تیری طرف توبہ کی' مجاھد' ابوالعالیہ' قتادہ نے یہی کہا ہے' ھود توبہ کے معنی میں ھاد توبہ کی۔ الھائد توبہ کرنے والا۔ شاعر کہتا ہے : میں ایک شخص ہوں اس کی محبت سے توبہ کرنے والا "وهاد القوم یهودون هودا وهیادة" استعمال ہے معنی تابو یعنی انہوں نے توبہ کی۔

كذا فی القرطبی، وهكذا فی تفسیر غریب القرآن لابن قتیبه، ومفردات الراغب، وعامة كتب التفسیر واللغة.

تفسیر قرطبی اور تفسیر غریب القرآن لابن قتیبہ اور مفردات الراغب اور عام کتب تفاسیر و لغت میں اسی طرح بیان ہے۔ (۱)

۳۱۔﴿ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ﴾ هود: ۳: ۵۲: ۶۱: ۹۰ ترجمہ : پھر اس کی طرف رجوع کرو۔

۳۲۔﴿وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾﴾ النور

ترجمہ : اے ایمان والو سب کے سب اللہ کی طرف رجوع کرو شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

۳۳۔﴿عَسَىٰ رَبُّهُۥٓ إِن طَلَّقَكُنَّ أَن يُبْدِلَهُۥٓ أَزْوَٰجًا خَيْرًا مِّنكُنَّ مُسْلِمَٰتٍ مُّؤْمِنَٰتٍ قَٰنِتَٰتٍ تَٰٓئِبَٰتٍ﴾ التحريم: ۵

ترجمہ : اگر تم کو طلاق دے دی تو امید ہے 'اللہ اسے تم سے بہتر بیویاں بدل دے گا' حکم بردار یقین رکھنے والیاں قیام کرنے والیاں اور توبہ کرنے والیاں۔

۳۴۔﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ تُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾ (التحريم: ۸) اے ایمان والو اللہ کی طرف خالص رجوع کرو۔

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ کے مباین ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ہم سب توبہ کرنے والے ہیں اور وہ ایک جل وعلاشانہ توبہ کی توفیق دینے والا پھر قبول کرنے والا ہے، نیز ان میں صفت علو پر بھی دلیل ہے اس لئے کہ توبہ کے وقت ہم نیچے یا دائیں یا بائیں یا آگے یا پیچھے متوجہ نہیں ہوتے بلکہ اوپر آسمان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر عرش پر ہے، استواء عرش کے وہ لوگ منکر ہیں جو اپنے آپ کو اتحادی اور صوفی کہلاتے ہیں اور توبہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، لیکن جو بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا خطاوار سمجھے گا وہ ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اپنے گناہ سے توبہ کرے گا۔

۳۵۔﴿مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَٱتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَلَا تَكُونُوا۟ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾﴾ الروم: ۳۱

ترجمہ : اس کی طرف توجہ کرتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ بنو۔

۳۶۔﴿وَٱتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَىَّ ...﴾ لقمان: ۱۵ ترجمہ : جو میری طرف رجوع کرتا ہے اسی کی راہ کے تابع ہو۔

۳۷۔﴿ثُمَّ أَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ ٱغْفِرْ لِى﴾ ص: ۳۵ ترجمہ : پھر رجوع کیا کہا اے میرے پروردگار مجھے بخش۔

۳۸۔﴿وَٱلَّذِينَ ٱجْتَنَبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾﴾ الزمر

ترجمہ : اور جو لوگ طاغوت کی عبادت کرنے سے بچتے ہیں اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو میرے ایسے بندوں کو خوشخبری دے۔

۳۹۔﴿وَأَنِيبُوٓا۟ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا۟ لَهُۥ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ ٱلْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ﴿٥٤﴾﴾ الزمر

ترجمہ : اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور عذاب آنے سے پہلے اس کے اطاعت گزار بن جاؤ ورنہ پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔

۴۱۔﴿ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبِّى عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿١٠﴾﴾ الشورى

ترجمہ : یہ اللہ رب ہے اس پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف توجہ کرتا ہوں۔

۱۔ تفسير القرطبي (۱/ ۲۹۶، ۱/ ۴۳۳) تفسير غريب القرآن لابن قتيبة (۱۷۳) ومفردات للراغب (۵۶۹)



۴۲-﴿ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ﴿٣٣﴾ ﴾ (ق) ترجمہ: جو رحمٰن کا غائبانہ خوف رکھتا ہو اور توجہ والا دل لایا ہو۔
والانابة إلى الله الرجوع إليه واخلا ص العمل. یعنی "الإ نابة إلى الله" اس کی طرف رجوع کرنا اور عمل میں اخلاص۔

اور امام ابن قتیبہ غریب القرآن میں فرماتے ہیں: منيبين إليه أى مقبلين إليه بالطاعة ويقال أناب ينيب إذا رجع عن باطل كان عليه. "منيبين إليه" یعنی اطاعت کے ذریعہ اس کی طرف متوجہ ہونے والے کہا جاتا ہے۔أناب ينيب یعنی باطل سے رجوع کیا جس پر پہلے تھا۔(۱)

یہاں بھی یہی مفہوم ہے کہ یہ رجوع کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ لوٹنے کی توفیق بخشتا اور قبول فرماتا ہے۔

۴۳-﴿ فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٠﴾ ﴾ الذاريات

ترجمہ: پس اللہ کی طرف دوڑو میں تمہیں اس سے صاف ڈرانے والا ہوں۔

وفى المصباح المنير: وَفَرَّ إِلَى الشَّيْءِ ذَهَبَ إِلَيْهِ . وفى تفسير ابن كثير ﴿ فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ ﴾أي: الجئوا إليه، واعتمدوا في أموركم عليه. وهكذا فى تفسير المراغى وفى الجمل.

المصباح المنیر میں ہے: "فرالِى الشئ" یعنی اس کی طرف گیا۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔"ففرو الى الله" یعنی اسی کی طرف پناہ لو اور اپنے جملہ امور میں اس پر اعتماد کرو۔ تفسیر المراغی میں اسی طرح ہے۔ (۲)

تفسیر جمل میں ہے : أى : إذ علمتم أن الله تعالىٰ فرد لانظير له ففروا اليه ووحدوه ولاتشركوا به شيئا.

یعنی جب تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس جیسا کوئی نہیں تو اسی کی طرف دوڑو اسی کی وحدانیت کا اقرار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔ (۳)

۴۴-﴿إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿٥٩﴾ ﴾ التوبة ترجمہ: ہم اللہ کی طرف شوق کرنے والے ہیں۔

۴۵-﴿إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ ﴿٣٢﴾ ﴾ القلم ترجمہ: تحقیق ہم اپنے رب کی طرف شوق کرنے والے ہیں۔

فاذا قيل رغب فيه وإليه يقتضى الحرض عليه قال تعالى ﴿إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴾ وفى الجمل ،نقلا عن أبى السعود أى راجعون وعدى بإلى وهو انما يتعدى بعن وبفى لتضمنه الرجوع.

"رغب فيه" یا "رغب اليه" اس کا شوق دلانا،اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴾. تفسیر جمل میں ہے، ابو السعود سے نقل کیا "رَاغِبُونَ" (بمعنی رجوع کرنے والے) فعل "رغب عن" اور "فى" سے متعدی ہوتا ہے مگر یہاں تعدیت "الى" سے ہوئی اس لئے کہ اس میں رجوع کا معنی مضمر ہے۔(۴)

۱- تفسير غريب القرآن (۳٤۱)
۲- تفسير المصباح المنير (۲/ ۱۲۱) تفسير ابن كثير (٤/ ۲۳۷) تفسير المراغى (۲۷/ ۱۰).
۳- تفسير الجمل (٤/ ۲۰۸).
٤- تفسير الجمل (۳۷۸).



وفی جامع البیان علی ہامش الجلالین "راجعون الخیر وقبول التوبہ".

جامع البیان میں ہے، نیکی اور قبول توبہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ (١)

٤٦۔﴿وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٩٩﴾﴾(الصافات) اور کہا میں اپنے پروردگار کی طرف جارہا ہوں وہ مجھے ہدایت دے گا۔

٤٧۔﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾﴾ الفجر

ترجمہ: اے مطمئن جان اپنے رب کی طرف واپس جا، اس حال میں کہ تو راضی ہے اور تیرے لئے خوشنودی ہے۔

یہ آیات بھی وہی معنی دیتی ہیں۔ والحمد للہ علی ذلک.

وہ آیتیں جن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات ظہورِ اتیان اور مجئ کا ذکر ہے

١۔﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾﴾ (الحدید)

ترجمہ: وہ اول وآخر اور ظاہر و باطن ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

صحیح بخاری کتاب التفسیر میں ہے: يُقَالُ ﴿وَالظَّاهِرُ﴾ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا. ﴿وَالظَّاهِرُ﴾ یعنی ہر چیز کا علم رکھنے والا۔ (٢)

اور تفسیر ابن جریر میں ہے: يقول: وهو الظاهر على كل شيء دونه، وهو العالي فوق كل شيء، فلا شيء أعلى منه.

﴿وَالظَّاهِرُ﴾ یعنی ہر چیز کے اوپر بلند اس سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں ہے۔ (٣)

وهكذا فی ابن کثیر، والقرطبی، والخازن مع البغوی علی هامشه والشوکانی، والقاسمی، والمراغی، وغیرها من التفاسیر وهكذا فی تحفة الأحوذی. (٤)

ابن کثیر، قرطبی، خازن، شوکانی، القاسمی اور المراغی وغیرہ کی تفاسیر میں اسی طرح ہے۔ تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی میں بھی یہی تفسیر مذکور ہے۔

اور کتاب الشریعۃ للآجری میں ہے:

وقد فسر أهل العلم هذه الآية :...وهو الظاهر : فوق كل شيء يعني ما في السماوات.

اہل علم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے آسمانوں میں جو چیزیں ہیں وہ ان سب کے اوپر ظاہر ہے۔ (٥)

١۔ جامع البیان علی هامش الجلالین (٤٦٨)

٢۔ صحیح البخاری (٢/ ٧٢٤).

٣۔ تفسیر الطبري لإبن الجریر (٢٧/ ٢١٥).

٤۔ تفسیر ابن کثیر (٤/ ٣٠٢)، تفسیر القرطبي (١٧/ ٢٣٦)، الخازن مع البغوی علی هامشه (٧/ ٢٥)، الشوکاني (٥/ ١٦٢)، القاسمي (١٦/ ٥٦٧٢)، المراغی (٢٧/ ١٦٠)، تحفة الأحوذی (٤/ ٢٦٢).

٥۔ الشریعة للأجری (٢٩٧).



اور قصیدہ نونیہ لابن القیم میں ہے :

هذا وثاني عشرها وصف الظهور له... كما قد جاء في القرآن

بارہویں دلیل اللہ کیلئے صفت ظہور ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔

والظاهر العالي الذي ما فوقه ... شيء كما قد قال ذو البرهان

ظاہر عالی ہے جس کے اوپر کوئی چیز نہیں جیسا کہ حجت والے نے فرمایا۔

حقا رسول الله ذا تفسيره ... ولقد رواه مسلم بضمان

رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر میں فرمایا، اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

فاقبله لا تقبل سواه من التفاسير... التي قيلت بلا برهان

اسے قبول کر وہ تفاسیر قبول نہ کر جو بلا دلیل کہی جائیں۔

والشيء حين يتم منه علوه ... فظهوره في غاية التبيان

جب ایک کا علو پورا ہوتا ہے اس کا ظہور نہایت واضح ہوتا ہے۔

أو ما ترى هذه السماء علوها ... وظهورها وكذلك القمران

کیا تو نے اس آسمان کو نہیں دیکھا یعنی اس کے علو و ظہور کو اسی طرح سورج و چاند میں

والعكس أيضا ثابت فسفوله ... وخفاؤه إذ ذاك مصطحبان

نیز اس کا عکس بھی ثابت ہے کسی چیز کا نیچے ہونا اور مخفی ہونا ساتھ ہیں۔

فانظر إلى علو المحيط وأخذه ... صفة الظهور وذاك ذو تبيان

علو محیط کو دیکھ کہ اس نے ظہور کی صفت لے لی ہے اور یہ بات واضح ہے۔

وانظر خفاء المركز الأدنى ووصف ... السفل فيه وكونه تحتاني

مرکز ادنیٰ کے خفا کو دیکھ کہ اس میں سفل اور نیچے ہونے والی وصف ہے۔

وظهوره سبحانه بالذات مثل... علوه فهما له صفتان

اللہ سبحانہ کا بالذات ظاہر ہونا اس کے عالی ہونے کے مثل ہے پس یہ دونوں اس کی صفتیں ہیں۔

لا تجحدنهما جحود الجهم أوصاف... الكمال تكون ذا بهتان

جہم کی طرح ان اوصافِ کمال کا انکار نہ کر بہتان والا ہو جائے گا۔

وظهوره هو مقتض لعلوه ... وعلوه لظهوره ببيان

اس کا ظہور علو کا مقتضی ہے اور اس کا علو ظہور کا دلیل کے ساتھ۔



وكذلك قد دخلت هناك الفاء ... للتسبيب مؤذنة بهذا الشان

اور اسی طرح یہاں فاء سببیہ داخل ہے جو اس معنی کا پتہ دے رہی ہے۔

فتأملن تفسير أعلم خلقه ... بصفاته من جاء بالقرآن

مخلوق میں سب سے بڑے عالم کی تفسیر صفات پر تامل کر آپ ہی قرآن لائے ہیں۔

إذ قال أنت كذا فليس لضده ... أبدا إليك تطرق الإتيان

جب کہہ دے تو اس طرح ہے تو اس کا الٹ کبھی تیرے پاس نہیں آئے گا۔ [1]

یہاں جس حدیث مسلم کی طرف امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا ہے وہ صحیح مسلم مع النووی میں سیدنا ابو ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ احادیث کے بیان میں ذکر ہوگی جس میں یہ الفاظ ہیں: وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، قال القرطبي: اختلف، فی معان هذه الاسماء (یعنی الاربعة المذكورة فی هذه الاية) وقد بيناها فی الكتاب الاسنیٰ وقد شرحها رسول الله شرحا يغنی عن قول كل قائل.

اور تو ظاہر ہے پس تیرے اوپر کوئی چیز نہیں ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ آیت میں مذکورہ چاروں اسماء کے معانی میں اختلاف کیا گیا ہے، ہم نے اس کا بیان الکتاب الاسنیٰ میں کیا ہے ان ناموں کی رسول ﷺ نے خود وضاحت فرمادی ہے جو کہ ہر قائل کی بات سے بے نیاز کر دیتی ہے یعنی: فذكر الحديث المشار إليه. ترجمہ: پھر حدیث مشار الیہ کو ذکر کیا۔

اور امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں امام ابو سلیمان الخطابی سے نقل کرتے ہیں کہ: هو الظاهر بحجته وبراهينه النيرة وشواهد أعلامه الدالة على ثبوت ربوبيته وصحة وحدانيته ، ويكون الظاهر فوق كل شيء بقدرته ، وقد يكون الظهور بمعنى العلو، ويكون بمعنى الغلبة.

وہ اپنی حجت اور روشن براہین اور اپنے شواہد اعلام جو کہ اس کی ربوبیت و وحدانیت پر دال ہیں کی وجہ سے ظاہر ہے اور اپنی قدرت سے ہر چیز پر غالب ہے، ظہور بمعنی علو کے بھی آتا ہے اور غلبہ کے معنی میں بھی۔ [2]

الغرض: اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے یہ نام مبارک بھی اس کی شان علو کو واضح کرتے ہیں۔

۲۔ ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن يَأْتِيَهُمُ ٱللَّهُ فِى ظُلَلٍ مِّنَ ٱلْغَمَامِ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَقُضِىَ ٱلْأَمْرُ ...﴾ البقرة: ۲۱۰

ترجمہ: یہ اسی کے منتظر ہیں کہ اللہ ان کے پاس بادلوں کے سایہ میں آئے اور فرشتے اور بات کا فیصلہ کر دیا جائے۔

۳۔ ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن تَأْتِيَهُمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِىَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِىَ بَعْضُ ءَايَٰتِ رَبِّكَ ...﴾ الأنعام: ۱۵۸

ترجمہ: اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کا رب یا اس کی کچھ نشانیاں۔

---

[1] ۔ القصيدة النونية لابن القيم (٦٤).

[2] ۔ كتاب الأسماء والصفات للإمام البيهقي (٩)



وفی تفسیر القاسمی: یعنی للحکم وفصل القضاء بین الخلق یوم القیامة قال ابن کثیر وذلك کائن یوم القیامة ومذهب السلف امرار ذلك بلا کیف کما مر مرارا ۔ مختصرا.

تفسیر القاسمی میں ہے: یعنی قیامت کے دن مخلوق کے مابین فیصلہ کرنے کیلئے 'ابن کثیر نے کہا اور یہ قیامت کے روز ہوگا' سلف کا نظریہ ہے کہ اسے بلا کیف تسلیم کیا جائے جیسا کہ پہلے کئی بار مذکور ہوا۔ (۱)

۴۔﴿ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ ﴾ الفجر ترجمہ : اور تیرا رب آئے اور فرشتے صفیں بنا کر آئیں گے۔

وفی تفسیر القاسمی قال ابن کثیر: وجاء الرب تبارك وتعالی لفصل القضاء کما یشاء والملائکة بین یدیه صفوفا وسیقه ابن جریر إلی ذلك وعضده بآثار عن ابن عباس وابی هریرة والضحاك فی نزوله من السماء یومئذ فی ظلل من الغمام والملائکة بین یدیه وأشرقت الارض بنورربها.

تفسیر قاسمی میں ہے: ابن کثیر نے کہا: رب تبارک وتعالیٰ فیصلہ کرنے کیلئے آئے گا جس طرح وہ چاہے گا اور فرشتے اس کے آگے صفیں باندھے ہوں گے 'ابن جریر نے اسے ابن عباس 'ابوہریرۃ اور ضحاک کے آثار سے پختہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے اس دن بادلوں کے سایوں میں نزول فرمائے گا اور فرشتے اس کے آگے ہوں گے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک جائے گی۔ (۲)

کتاب الاسماء والصفات للبیهقي میں ہے: وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ ، قال سمعت أبا محمد أحمد بن عبد الله المزني يقول: «حديث النزول قد ثبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من وجوه صحيحة» وورد في التنزيل ما يصدقه وهو قوله تعالى: ﴿ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ ﴾ والمجيء والنزول صفتان منفيتان عن الله تعالى، من طريق الحركة والانتقال من حال إلى حال، بل هما صفتان من صفات الله تعالى بلا تشبيه، جل الله تعالى عما يقول المعطلة لصفاته والمشبهة بها علوا كبيرا. (۳)

ہمیں ابو عبد اللہ الحافظ نے خبر دی کہا میں نے ابو محمد احمد بن عبد اللہ المزنی سے سنا فرماتے ہیں 'حدیث نزول رسول اللہ ﷺ سے باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ قرآن پاک میں اس کی تصدیق وارد ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے صفیں باندھے آئیں گے۔ آنا اور نزول: اللہ تبارک وتعالیٰ سے حرکت اور ایک حال سے دوسرے حال میں انتقال کے اعتبار سے منفی ہیں۔ البتہ بلا تشبیہ یہ دونوں اللہ جل مجدہ کی صفتیں ہیں معطلہ اور مشبہ کے اقوال سے اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے۔

ان صفات پر ہم بلا تعطیل وتکییف وتشبیہ وتمثیل کے ایمان ویقین کرتے ہیں جیسے نصوص میں وارد ہے ایسے ہی مانتے ہیں اور انہی صفات سے اللہ تعالیٰ کا علو اور بائن عن الخلق ہونا واضح ہوتا ہے۔ والحمد للہ تعالیٰ۔

۱۔ تفسير القاسمی (۶/ ۲۵۷۷).

۲۔ تفسير القاسمی (۶/ ۲۵۷۷).

۳۔ كتاب الأسماء والصفات للبيهقی (۳۲۰).

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پکارنا اور دعا مانگنا

۱۔﴿ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ ﴾ البقرة: ٦٨ ﴿لَوْنُهَا ﴾ البقرة: ٦٩

ترجمہ: انہوں نے کہا ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر بتائے وہ کیا ہے' اس کا رنگ کیا ہے۔

۲۔﴿ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ ﴾ البقرة

ترجمہ: پکارنے والا جب بھی مجھے پکارے اس کی پکار قبول کرتا ہوں پس میرا کہا مانو اور مجھ پر ایمان لاؤ تا کہ تم بھلائی حاصل کر سکو۔

۳۔﴿ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾ ﴾ آل عمران

ترجمہ: اس وقت زکریا نے اپنے رب کو پکارا' فرمایا اے رب مجھے اپنی طرف سے پاک اولاد دے تحقیق تو ہی دعا سننے والا ہے۔

۴۔﴿ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿٢٩﴾ ﴾ الأعراف

ترجمہ: اور اسے پکارو خالص اس کے فرمانبردار ہو کر جیسا کہ تم کو پہلے بنایا' پھر لوٹائے جاؤ گے۔

۵۔﴿ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ﴾ الأعراف: ٥٥ ترجمہ: اپنے رب کو گڑگڑاتے اور چپکے پکارو'

۶۔﴿ وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ﴾ الأعراف: ٥٦ ترجمہ: خوف وامید کی حالت میں اسے پکارو۔

۷۔﴿ وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ﴾ (یونس:۱۲)

ترجمہ: جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے' لیٹے بیٹھے یا کھڑے ہمیں پکارتا ہے۔

۸۔﴿ وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي ﴾ هود: ٤٥

ترجمہ: نوح نے اپنے رب کو پکارا کہا اے میرے پروردگار میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔

۹۔﴿ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ ﴾ الرعد: ١٤

ترجمہ: پکارنا اسی کو حق ہے اور جو اس کے سوا کو پکارتے ہیں ان کیلئے کسی چیز کی قبولیت نہیں کرتے۔

۱۰/۱۱۔﴿ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٩﴾ ... وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴿٤٠﴾ ﴾ ابراھیم

ترجمہ: تحقیق میرا رب پکار سننے والا ہے اے ہمارے پروردگار اور ہماری دعا قبول فرما۔

۱۲۔﴿ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ﴿٣﴾ ﴾ مریم

ترجمہ: یہ آپ کے رب کی اپنے بندے زکریا پر رحمت کا بیان ہے' جبکہ اس نے آہستہ آواز میں اپنے پروردگار کو پکارا۔

۱۳۔﴿ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ﴿٤٨﴾ ﴾ مریم

ترجمہ: میں تم سے اور اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو سب سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں اور اپنے پروردگار کو پکاروں گا مجھے توقع ہے کہ اس کی پکار میں ناکام نہیں ہوں گا۔



۱۴۔﴿ وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِن قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ ﴾ الأنبياء: ٧٦
ترجمہ: نوح کا) ذکر کیجئے) جب کہ اس سے قبل پکارا پھر ہم نے اس کو قبول کیا

۱۵۔﴿ وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ ﴾ الأنبياء: ٨٣
ترجمہ: اور ایوب کا جبکہ اس نے اپنے رب کو ندا دی مجھے تکلیف پہنچی ہے۔

۱۶۔ ﴿ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٧﴾ ﴾ الأنبياء: ٨٧
ترجمہ: تاریکیوں میں پکارا تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو پاک ہے بیشک میں زیادتی کرنے والوں میں تھا

۱۷۔ ﴿ وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ ﴾ الأنبياء: ٨٩ ترجمہ: اور زکریا کا ذکر کریں جب اس نے اپنے رب کو پکارا۔

۱۸۔ ﴿ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ﴿٩٠﴾ ﴾ الأنبياء: ٩٠
ترجمہ: اور ہمیں شوق و خوف کے ملے جلے جذبات میں پکارتے ہیں اور وہ ہمارے آگے عاجزی کرنے والے ہیں۔

۱۹۔﴿ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ﴾ العنكبوت: ٦٥
ترجمہ: جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں، اللہ کو پکارتے ہیں، خالص اس کے فرمانبردار ہو کر۔

۲۰۔﴿ وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ﴾ الروم: ٣٣
ترجمہ: اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

۲۱۔﴿ وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ﴾ لقمان: ٣٢
اور جب ان پر موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں، تو وہ (نہایت) خلوص کے ساتھ اعتقاد کر کے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں۔

۲۲۔﴿ وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿٧٥﴾ ﴾ (الصافات) تحقیق نوح نے ہم کو بلایا پس ہم اچھے قبول کرنے والے ہیں۔

۲۳۔﴿ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿١٢٥﴾ اللَّهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٢٦﴾ ﴾ الصافات
ترجمہ: کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو کہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ داداؤں کا۔

۲۴۔﴿ وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ﴾ الزمر: ٨
ترجمہ: اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو پکارتا ہے، اس کی طرف متوجہ ہو کے۔

۲۵۔﴿ فَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ﴾ الزمر: ٤٩ ترجمہ: پس جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے ہمیں بلاتا ہے۔

۲۶۔﴿ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿١٤﴾ ﴾ (غافر)
ترجمہ: پس اللہ کو پکارو خالص اس کی اطاعت کر کے چاہے کافروں کو بری لگے۔

۲۷۔﴿ وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ ﴾ غافر
آگ میں گرنے والے کہیں گے جہنم کے داروغوں سے اپنے رب سے درخواست کرو ہم سے ایک دن کیلئے عذاب کی کمی کر دے۔

۲۸۔﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ ﴾

ترجمہ : اور تمہارے رب نے کہا مجھے پکارو میں تمہاری پکار قبول کروں گا۔ تحقیق بات ہے جو لوگ میری عبادت سے بڑائی کرتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔ (غافر)

۲۹۔﴿ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٥﴾ ﴾ غافر

ترجمہ : وہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس اس کو پکارو خالص اس کے فرمانبردار ہو کر اور سب حمد اللہ کیلئے ہے جو جہان والوں کا پروردگار ہے۔

۳۰۔﴿ فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ مُجْرِمُونَ ﴿٢٢﴾ ﴾ الدخان ترجمہ : اس نے اپنے رب کو پکارا کہ یہ لوگ مجرم قوم ہیں۔

۳۱۔﴿ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ﴿١٠﴾ ﴾ القمر ترجمہ : اس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہوں پس تو ہی مدد کر۔

۳۲۔﴿ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾ ﴾ القلم ترجمہ : جب بلایا جبکہ وہ غمگیں تھا۔

۳۳۔﴿ قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ﴿٢٠﴾ ﴾ الجن

ترجمہ : کہہ میں اپنے رب کو ہی پکاروں گا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤں گا۔

اور ظاہر ہے کہ دعا مانگنے والے آسمان کی طرف متوجہ ہو کر مانگتے ہیں گویا کہ یہ فطری مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے "بائن عن الخلق" ہے جبھی تو چھوٹے بڑے سب انسان دعا کرتے وقت اوپر متوجہ ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب سجدہ میں ہوتے ہیں اور زمین پر پیشانی رکھتے ہیں تو بھی اللہ کا اوپر ہونا بتاتے ہیں کہتے ہیں کہ : سبحان ربّي الا على یعنی میرے پروردگار بلند کی تسبیح بیان کرتا ہوں۔ نہ کہ "ربي الأسفل" یعنی میرا رب نیچے ہے۔

تعالى شا نه عن ذٰلك وتنزه وتقدس. اللہ کی شان اس سے بلند ہے وہ منزہ اور پاک ہے۔

امام ابن خزیمہ کتاب التوحید میں فرماتے ہیں : باب ذكر البيان أن الله عز وجل في السماء كما أخبر في محكم تنزيله وعلى لسان نبيه عليه السلام، وكما هو مفهوم في فطرة المسلمين ، علمائهم وجهالهم ، أحرارهم ومماليكهم ، ذكرانهم وإناثهم ، بالغيهم وأطفالهم ، كل من دعا الله جل وعلا : فإنما يرفع رأسه إلى السماء ويمد يديه إلى الله ، إلى أعلاه لا إلى أسفل.

باب اس بیان میں کہ اللہ عزوجل اوپر ہے' جیسا کہ اس نے قرآن محکم میں اس کی خبر دی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی زبانی بھی بتایا اور مسلمانوں کی فطری عادت سے ایسا ہی سمجھا جاتا ہے کہ علماء وجہال' آزاد وغلام' مرد و عورت' بالغ و نابالغ سب کے سب اللہ جل وعلا کو پکارتے ہیں اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں اور اپنے ہاتھ اوپر کو اللہ کے حضور پھیلاتے ہیں نہ کہ نیچے کو۔ [1]

---

[1]۔ كتاب التوحيد لابن خزيمة (۷۳)



اور امام ابو سعید عثمان بن سعید الدارمی کتاب "الرد علی الجھمیۃ" میں فرماتے ہیں کہ: ثم إجماع من الأولين والآخرين، العالمين منهم والجاهلين، أن كل واحد ممن مضى وممن غبر إذا استغاث بالله تعالى، أو دعاه، أو سأله، يمد يديه وبصره إلى السماء يدعوه منها، ولم يكونوا يدعوه من أسفل منهم من تحت الأرض، ولا من أمامهم، ولا من خلفهم، ولا عن أيمانهم، ولا عن شمائلهم، إلا من فوق السماء، لمعرفتهم بالله أنه فوقهم، حتى اجتمعت الكلمة من المصلين في سجودهم: سبحان ربي الأعلى، لا ترى أحدا يقول: ربي الأسفل. ([1])

پھر پچھلے علماء و جہال سب کا اجماع ہے کہ جب اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں یا اسے پکارتے ہیں یا سوال کرتے ہیں تو اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتے ہیں' نظر بھی اوپر ہی مرکوز ہوتی ہے' اپنے نیچے زمین کے اندر اور آگے پیچھے یا دائیں بائیں توجہ کر کے اس کو نہیں پکارتے۔ صرف آسمان کے اوپر توجہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک کو پتہ ہے کہ اللہ ان کے اوپر ہے۔ حتیٰ کہ سب نمازی سجدہ میں کہتے ہیں: رب بلند کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں' ایسے کوئی نہیں کہتا کہ میرے رب اسفل کی تسبیح کرتا ہوں۔

اور کتاب الرد علی البشر المریسی میں فرماتے ہیں: قد اتفقت الكلمة من المسلمين والكافرين ان الله فى السماء وحده بذالك الاالمريسى الضال وأصحابه حتى الصبيان الذين لم يبلغوا الحنث قد عرفوا بذلك إذاحزَّ بالصبى شى يرفع يديه الى ربه يدعوه فى السماء دون ما سواها فكل احد بالله وبمكانه اعلم من الجهمية.

مسلمان اور کفار کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ اوپر ہے صرف المریسی گمراہ اور اس کے گروہ نے اس سے انکار کیا ہے۔ حتیٰ کہ نابالغ بچے بھی اس بات کو جانتے ہیں جب کسی بچہ کو کوئی بات درپیش ہوتی ہے وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور اپنے رب کو پکارتا ہے' غرض کہ ہر کوئی اللہ اور اس کے مرتبہ کو جھمیۃ گروہ سے زیادہ جانتا ہے۔ ([2])

وذكر محمد بن طاهر المقدسي أن الشيخ أبا جعفر الهمذاني سحضر مجلس الأستاذ أبي المعالي الجويني المعروف بإمام الحرمين، وهو يتكلم في نفي صفة العلو، ويقول: كان الله ولا عرش وهو الآن على ما كان! فقال الشيخ أبو جعفر: أخبرنا يا أستاذ عن هذه الضرورة التي نجدها في قلوبنا؟ فإنه ما قال عارف قط: يا الله، إلا وجد في قلبه ضرورة تطلب العلو، لا يلتفت يمنة ولا يسرة، فكيف ندفع هذه الضرورة عن أنفسنا؟ قال: فلطم أبو المعالي على رأسه ونزل، وأظنه قال: بكى! وقال: حيرني الهمذاني حيرني! أراد الشيخ: أن هذا أمر فطر الله عليه عباده، من غير أن يتلقوه من المرسلين، يجدون في قلوبهم طلبا ضروريا يتوجه إلى الله ويطلبه في العلو. كذا فى شرح العقيدة الطحاوية. ([3])

---

[1] – الرد على الجهمية للدارمي (٢٠)

[2] – كتاب الرد علي البشر المريسى (٢٥)

[3] – شرح الطحاوية في العقيدة السلفية (٢٦٣)



محمد بن طاہر مقدسی نے ذکر کیا کہ شیخ ابو جعفر ہمذانی استاذ ابو المعالی الجوینی معروف بہ امام الحرمین کی مجلس میں تھا' وہ صفت علو کی نفی میں گفتگو کر رہا تھا' چنانچہ کہا اللہ تھا جبکہ عرش نہیں تھا اور وہ اب بھی اس طرح ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ شیخ ابو جعفر نے کہا اے استاذ جب بھی کوئی عارف یا اللہ کہتا ہے وہ اپنے دل میں ایک مطالبہ پاتا ہے جو اسے اوپر کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ دائیں بائیں اور کسی طرف نہیں۔ ہم اپنے آپ سے اس مطالبہ کو کیسے نکالیں' ابو المعالی نے اپنے سر پر تھپڑ مارا' منبر سے اترا اور کہا مجھے ہمذانی نے حیرت زدہ کر دیا ہے۔ شیخ ہمذانی کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا علو میں ہونا ایک فطری بات ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کیا اللہ کے رسولوں سے حاصل کئے بغیر بھی انسان اپنے دلوں میں اللہ کی طرف توجہ محسوس کرتے ہیں اور وہ توجہ علو میں ہے'' "شرح العقیدہ الطحاویہ" میں اسی طرح ہے۔

آیاتِ مذکورہ سے طرزِ استدلال

اس کے خلاف عقیدہ رکھنا فطرت کے خلاف چلنا ہے لہٰذا حاصل یہ کہ اٹھائیس دلائل قرآنیہ میں جو کہ جملہ سات سو پینتالیس آیات کریمہ پر مشتمل ہیں یہ سب آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے اور بائن عن الخلق ہے بعض صراحةً و عبارةً. بعض اشارةً و کنایةً بعض اقتضاءً ولزوماً دلالت کرتی ہیں۔

سب کا مدلول یہی ہے' اتنی آیات سننے کے بعد کوئی مسلمان اب اللہ تعالیٰ کی صفت علو میں شبہ نہیں کرے گا بلکہ بموجب قولہ تعالیٰ: ﴿وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا﴾ الأنفال: ۲

ترجمہ: اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے۔

ان کا عقیدہ اس مسئلہ کے متعلق مضبوط ہو جائے گا اب صفت علو کا انکار کرنا یا شک کرنا اور صوفیہ کی طرح ہر جگہ اللہ تعالیٰ کو کہنا یا "لا موجود إلاهو". (اس کے سوا اور کوئی موجود نہیں ہے) کا نعرہ لگانا ان کثیر آیات کا انکار کرنا ہے کیونکہ اگر معاذ اللہ بقول حلولیہ اللہ تعالیٰ عرش پر نہیں بلکہ ہر جگہ پر ہے تو پھر جیسا کہ ان آیات کا مفہوم ہے آسمانوں کے اوپر عرش عظیم جس کو فرشتے اٹھاتے ہیں جس پر کوئی نہیں پہنچ سکتا وہ کس کا ہے؟ اس پر کون مستوی ہے؟ اور آسمانوں کے اوپر کون ہے جس کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے؟ صفات فوق و علو کس کی بیان کی گئی ہے؟

نیز اسماء مبارکہ 'المتعالی' العلی اور الاعلی کس مقدس ذات کے ہیں؟ اور آسمان کی بلندی جس پر ملاءِ اعلیٰ رہتے ہیں وہ کس کے تحت ہیں؟ اور آسمانوں سے بارش کون برساتا ہے؟ اور دوسری اشیاء مثلاً خیر' رزق' من' سلویٰ' دستر خوان' لباس' اولے' جنود' سکینۃ وغیرہ کون اتارنے والا ہے؟ اسی طرح فرشتوں اور انسانوں کی طرف اور اوروں کی طرف مثلاً ام موسیٰ' شہد کی مکھی اور زمین ان سب پر وحی کس نے بھیجی؟ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسل کس نے بھیجے؟ کتابوں اور صحیفوں کو کس نے نازل فرمایا؟ اور فرشتے کن کے درمیان پیغام لانے کیلئے ہیں؟ اور روح' فرشتے نیز اعمال اور دعائیں کس کے پاس اوپر چڑھتے ہیں؟ عیسیٰ علیہ السلام کو کس نے اوپر اپنی طرف اٹھایا اور بعض اشیاء کیلئے عند ولدي کا لفظ آیا ہے وہ کس کے پاس ہیں؟ لوح محفوظ کس کے ہاں اور کس کے آگے



رکوع و سجود و عبادتیں اور قربانیاں کی جاتی ہیں؟ اور کس کے سامنے توبہ و استغفار ہوتی ہے؟ اور صفات اتیان و مجئ یا ظہور کس ذات عالی کی ہیں؟ اور کس کے ہاں حساب و کتاب کیلئے خلق کا لوٹنا اور پیش ہونا ہے؟ اور کس کے آگے دعا کیلئے بے اختیار ہاتھ اٹھتے ہیں؟ ان سب سوالات کا یہی جواب ہے کہ ایک اللہ صرف ایک اللہ ذوالاسماء الحسنٰی والصفات العلیا۔ پس یہی دلیل مدعا کے اثبات کیلئے کافی ہے۔

اگر در خانہ کس است ـــــ یک حرف بس است

قال الإمام ابن قتيبة فى تأويل مختلف الحديث : وكيف يصعد إليه شيء وهو معه أو يرفع إليه عمل وهو عنده وكيف تعرج الملائكة والروح إليه يوم القيامة وتعرج بمعنى تصعد يقال: عرج إلى السماء أى صعد والله عز وجل ذو المعارج والمعارج الدرج فما هذه الدرج وإلى من تؤدي الأعمالَ الملائكةُ إذا كان بالمحل الأعلى مثله بالمحل الأدنى ولو أن هؤلاء رجعوا إلى فطرهم وما ركبت عليهم خلقتهم من معرفة الخالق سبحانه ليعلموا أن الله تعالى هو العلي وهو الأعلى وهو بالمكان الرفيع وأن القلوب عند الذكر ينمو نحوه والأيدي ترفع بالدعاء إليه ومن العلو يرجى الفرج ويتوقع النصر وينزل الرزق وهنالك الكرسي والعرش والحجب والملائكة. يقول الله تبارك وتعالى: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِۦ....﴾ الأعراف: ٢٠٦ ﴿وَلَهُۥ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ وَمَنْ عِندَهُۥ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِۦ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُونَ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿٢٠﴾﴾ الأنبياء وقال في الشهداء: ﴿أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾﴾ آل عمران، وقيل لهم شهداء لأنهم يشهدون ملكوت الله تعالى واحده شهيد كما يقال عليم وعلماء وعقيل وعقلاء.

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ "تاويل مختلف الحديث" میں فرماتے ہیں کہ : جو چیز اس کے پاس ہے وہ اس کی طرف کیسے چڑھتی ہے یا اس کی طرف عمل کیسے اٹھایا جاتا ہے جبکہ وہ اس کے پاس ہے اور فرشتے اور روح اس کی طرف کیسے قیامت کے دن عروج کریں گے "تعرج" کا معنی ہے اوپر کو چڑھیں گے۔ محاورہ ہے "عرج الى السماء" یعنی اوپر کو چڑھا اللہ تعالیٰ "ذو المعارج" ہے۔ معارج سیڑھی ہے۔ محل اعلیٰ اور ادنٰی میں اس کو یکساں ماننا تو فرشتے اعمال کس کے پاس لے جاتے ہیں؟ اور سیڑھی کیسی؟ اگر یہ لوگ اپنی فطرت کی طرف رجوع کریں جس پر ان کی تخلیق ہوئی ہے 'معرفت خالق کے بارے میں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ بلند اور اعلیٰ ہے اور وہ اونچے مقام میں ہے اور ذکر کے وقت دل اسی کی طرف بڑھتے ہیں۔ ہاتھ دعا میں اسی کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ بلندی پر سے ہی کشادگی کی توقع رکھی جاتی ہے وہیں سے نصرت کی امید ہے اور رزق اترتا ہے۔ وہاں ہی کرسی 'عرش' پردے اور فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : جو تیرے رب کے پاس ہیں اس کی عبادت سے بڑائی نہیں کرتے اور نہ ہی وہ تھکتے ہیں۔ دن رات

تسبیح کرتے ہیں تھکتے نہیں ہیں۔ شہداء کے بارے میں فرمایا: اپنے رب کے پاس زندہ ہیں' رزق دیئے جاتے ہیں۔ انہیں شہداء اسی لئے کہا گیا ہے کہ ملکوت حق تعالیٰ کو حاضر ہوتے ہیں اس کا واحد شہید ہے جیسا کہ علیم' علماء' عقیل' عقلا۔ (۱)

وقال تعالى: ﴿ لَوْ أَرَدْنَآ أَن نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّٱتَّخَذْنَٰهُ مِن لَّدُنَّآ ... ﴾ الأنبياء: ۱۷ أي لو أردنا أن نتخذ امرأة وولداً لاتخذنا ذلك عندنا لا عندكم لأن زوج الرجل وولده يكونان عنده وبحضرته لا عند غيره والأمم كلها عربيها وعجميها تقول إن الله تعالى في السماء ما تركت على فطرها ولم تنقل عن ذلك بالتعليم.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم لہو بناتے تو اپنے پاس بناتے یعنی اگر ہم عورت یا اولاد بناتے تو یہ اپنے پاس بناتے نہ کہ تمہارے پاس کیوں کہ مرد کی عورت اور اس کی اولاد اسی کے پاس ہوتے ہیں اور اس کے قریب نہ کہ دوسرے کے پاس اقوام عالم عربی ہوں یا عجمی سب ہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے۔ اپنی اس فطرت کو کسی نے نہیں چھوڑا اور نہ ہی کسی تعلیم کی وجہ سے اس سے انحراف ہوا۔ (۲)

احادیث نبویہ ﷺ سے مذکورہ مسلک کا اثبات

دلائل قرآنیہ کے بعد دلائل حدیثیہ ذکر کئے جاتے ہیں' اس مسئلہ پر بیشمار احادیث وارد ہیں جن کا متواتر ہونا نہایت یقینی ہے۔ امام ذہبی نے اسی پر مستقل ایک رسالہ لکھا ہے جو "کتاب العلو للعلی الغفار" کے نام سے مشہور ہے جس میں کئی روایات جمع کی ہیں۔ ہم یہاں بالاختصار ان کو ذکر کرتے ہیں۔ بعض روایات زائد بھی ذکر کریں گے لیکن مع حوالہ صفحات کتب ہوں گی اور جن پر کسی کتاب کا صفحہ مذکور نہ ہو تو اسی کتاب سے منقول سمجھیں۔

۱۔ وأخرج مسلم عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ وَكَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعَى غَنَمًا لِي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَّانِيَّةِ فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِهَا وَأَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي آدَمَ آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ لَكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَعَظَّمَ ذَلِكَ عَلَيَّ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا أُعْتِقُهَا قَالَ ائْتِنِي بِهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ لَهَا أَيْنَ اللهُ قَالَتْ فِي السَّمَاءِ قَالَ مَنْ أَنَا قَالَتْ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ قَالَ أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ.

و أخرجه النسائى وأبوداؤد وغير واحد من الأئمة فى تصانيفهم هذا حديث صحيح رواه جماعة من الثقات عن يحيي بن ابى كثير عن هلال بن ابى ميمونه عن عطاء بن يسار عن معاوية أو عن عطاء بن يسار قال حدثنى صاحب الجارية نفسه قال كَانَتْ لِي جَـارِيَةٌ تَرْعَى...الحديث وفيه: فمدالنبى يده إليها وأشار إليها مستفهما من فِي السَّمَاءِ ؟ قالت الله قال فمن أَنَا ؟ قَالَتْ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ قَالَ أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُسْلِمَةٌ .

۱- تأويل مختلف الحديث لابن قتيبة (۳٤٤، ۳٤٦)

۲- تأويل مختلف الحديث لابن قتيبة (۳٤٤، ۳٤٦)

امام مسلم نے امام معاویہ بن حکم سلمی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا اور میری ایک لونڈی تھی احد اور جوانیہ کی طرف میری بکریاں چراتی تھی۔ میں ایک دن وہاں گیا تو پتہ چلا کہ بھیڑیا ریوڑ میں سے ایک بکری لے گیا ہے میں بھی انسان ہوں' ان کی مانند مجھے غصہ آگیا تو میں نے اسے تھپڑ رسید کر دیا۔ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ نے اس مارنے کو میرا گھناؤنا کام ظاہر فرمایا میں نے کہا یا رسول اللہ میں اس لونڈی کو آزاد کیوں نہ کر دوں۔ فرمایا اسے میرے پاس لے آ۔ چنانچہ میں اسے آپ کے پاس لایا۔ آپ نے اس سے پوچھا اللہ کہاں ہے ؟ لونڈی نے جواب دیا آسمان میں۔ فرمایا میں کون ہوں ؟ کہنے لگی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا اسے آزاد کر دے یہ مومن (عورت) ہے۔ یہ حدیث امام نسائی' ابو داؤد اور دوسرے ائمہ نے بھی اپنی تصانیف میں ذکر کی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ یحیٰ بن ابی کثیر سے ثقات کی ایک جماعت روایت کرتی ہے اور وہ بلال بن ابی میمونہ سے وہ عطاء بن یسار سے وہ معاویہ سے یا عطاء بن یسار نے کہا مجھے لونڈی کے مالک نے خود روایت بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ میری ایک لونڈی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ لونڈی کی طرف بڑھایا اور اس کی طرف اشارہ کیا یہ پوچھتے ہوئے کہ آسمان میں کون ہے ؟ لونڈی نے کہا اللہ۔ فرمایا میں کون ہوں ؟ کہنے لگی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا اسے آزاد کر دے یہ مسلمان ہے۔ (۱)

۲۔وأخرج النسائى فى تفسيره فى قوله تعالى: ﴿ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ ﴾ (فصلت: ۱۱) من طريق مالك بن أنس، عن هلال بن أسامة، عن عمر بن الحكم، أنه قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم فذكر نحوه أخرجه أبو سعيد الدارمى فى "الرد على الجهمية".

امام نسائی نے اللہ کے فرمان ﴿ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ ﴾ (فصلت: ۱۱) کی تفسیر میں روایت کیا' بہ طریق مالک وہ ہلال بن اسامہ سے وہ عمر بن حکم سے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ کے پاس آیا۔ آگے اسی طرح ذکر کیا' امام ابو سعید الدارمی نے کتاب "الرد على الجهمية" میں اس کو ذکر کیا۔

اور اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ففي حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا دليل على أن الرجل إذا لم يعلم أن الله عز وجل في السماء دون الأرض فليس بمؤمن ولو كان عبدا لم يجز في رَقَبَة مُؤْمِنَة، إذ لا يعلم أن الله في السماء. ألا ترى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جعل أمارة إيمانها معرفتها أن الله في السماء ؟.(۲)

رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث دلیل ہے کہ جس شخص کو یہ پتہ نہیں کہ اللہ عز و جل آسمان پر ہے نہ کہ زمین پر وہ مومن نہیں ہے چاہے غلام ہی ہو رقبة مومنة کے ذیل میں نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ اسے یہ علم نہیں کہ اللہ آسمان پر ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے لونڈی کے ایمان کی نشانی اس کی اس معرفت کو بنایا کہ اللہ آسمان پر ہے۔

۱۔ صحيح مسلم كِتَاب الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ بَاب تَحْرِيمِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ وَنَسْخِ مَا كَانَ مِنْ إِبَاحَتِهِ حديث رقم (۸۳۶)، مختصر العلو

۲۔ الرد على الجهمية للدارمي (۲۲)



۳۔وأخرج احمد فی مسنده والقاضی البرنی فی مُسْنَد أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ الله عَنْهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ أَعْجَمِيَّةٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ الله إِنَّ عَلَيَّ عِتْقَ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فأعتق هذه ؟, فَقَالَ لَهَا رَسُولُ الله ﷺ أَيْنَ الله؟ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ بِإِصْبَعِهَا السَّبَّابَةِ فَقَالَ لَهَا مَنْ أَنَا فَأَشَارَتْ بِإِصْبَعِهَا إِلَى رَسُولِ الله ﷺ ثم إِلَى السَّمَاءِ (أَيْ أَنْتَ رَسُولُ الله) فَقَالَ أَعْتِقْهَا.

امام احمد نے اپنی مسند میں اور قاضی برنی نے مسند سیدنا ابوہریرہ میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ کے پاس ایک گونگی لونڈی کے ساتھ آیا اور کہا یا رسول اللہ میں نے ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے۔اسے آزاد کر دوں؟ آپ نے اس سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔آپ ﷺ نے پوچھا میں کون ہوں؟ اشارہ کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔آپ نے فرمایا اسے آزاد کر یہ مومنة ہے،اس حدیث کی سند حسن ہے۔([1])

وأخرج الذهبی عن ابن عباس ومحمد بن الثرید أبوحفص بن الشاهین فی کتاب الصحابة عن عکاشة الغنوی والحافظ ابو أحمد العسال فی کتاب المعرفة له عن اسامة بن زید اللیثی عن عبدالرحمن بن حاطب نحوه وأخرج ابن خزیمة فی کتاب التوحید عن رجل من الأنصار نحوه .

امام ذہبی نے سیدنا ابن عباس اور محمد بن الثرید سے اور ابو حفص بن شاہین نے "کتاب الصحابہ" میں عکاشہ غنوی سے اور حافظ ابو احمد العسال نے اپنی کتاب المعرفہ میں اسامہ بن زید لیثی سے وہ عبد الرحمٰن بن حاطب سے اسی طرح روایت کی ہے' اور امام ابن خزیمہ نے "کتاب التوحید" میں ایک انصاری شخص سے اسی طرح روایت کی ہے۔([2])

امام ابن مندہ اصفہانی نے "کتاب الایمان" میں اس قسم کی حدیث پر یہ باب رکھا ہے: ذكر ما يدل على أن المقر بالتوحيد إشارة إلى السماء بأن الله في السماء دون الأرض ، وأن محمدا رسول الله صلى الله عليه وسلم يسمى به مؤمنا.

ذکر ان احادیث کا جو دلالت کرتی ہیں کہ آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو توحید کا اقرار کرے کہ اللہ آسمان پر ہے نہ کہ زمین پر اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔دلی عقیدہ سے اسے مومن نام دیا جائے گا۔([3])

اور امام ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں یوں لکھا ہے: باب اس دلیل کے بیان میں کہ اقرار کرنا کہ اللہ آسمان میں ہے' ایمان کا جزء ہے۔([4])

وقال الذهبي : هكذا رأينا كل من يُسأل أين الله يبادر بفطر ويقول في السماء ففي الخبر مسألتان إحداهما شرعية قول المسلم أين الله وثانيهما قول المسؤل في السماء فمن أنكر هاتين المسألتين فإنما ينكر على المصطفى ﷺ.

---

[1]– (صحيح) السلسلة الصحيحة حديث رقم (٣١٦١)، مسند احمد حديث رقم (٧٥٩٥)

[2]– كتاب التوحيد لابن خزيمة (٨٢)

[3]– كتاب الايمان لابن منده (٨)

[4]– كتاب التوحيد لابن خزيمة (٨٠)



امام ذہبی فرماتے ہیں: جس آدمی سے بھی پوچھئے اللہ کہاں ہے اس کا فوری اور فطری جواب یہی ہو گا آسمان پر۔ اس حدیث میں دو باتیں ہیں ایک مسلمان کا پوچھنا: اللہ کہاں ہے؟ دوسرا مسؤل کا جواب دینا: آسمان میں۔ جو ان دونوں باتوں کا انکار کرے وہ نبی ﷺ کا انکار کر رہا ہے۔ ([1])

۴۔ واخرج مسلم عن جابر بن عبداللہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ قَالَ فِي خُطْبَتِهِ يَوْمِ عَرَفَةَ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ فقَالُوا نَعَمْ يَرْفَعُ إِصْبَعه إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُبُهَا إِلَيهم ويقول اللَّهُمَّ اشْهَدْ.

امام مسلم نے امام جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے یوم عرفہ کے خطبہ میں فرمایا خبردار کیا میں پہنچا چکا؟ صحابہ نے جواب دیا۔ ہاں۔ آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اے اللہ گواہ رہ۔ ([2])

یہ حدیث عام کتب احادیث میں مروی ہے۔

۵۔ وأخرج البخاری ومسلم عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَيَقُولُونَ أَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ وَتَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ.

امام بخاری، امام مسلم سیدنا ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرشتے یکے بعد دیگرے تمہارے پاس آتے ہیں ایک گروہ رات میں اور ایک گروہ دن میں نماز فجر اور نماز عصر کے وقت اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اللہ کی طرف رات یہاں گزارنے والے چڑھتے ہیں تو اللہ ان سے پوچھتا ہے، جبکہ وہ ان سے خوب عالم ہے، میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں، وہ نماز پڑھ رہے تھے جب ہم گئے اور جب آئے تب بھی نماز پڑھ رہے تھے۔ ([3])

وأخرج همام بن منبه فى الصحيفة الصادقة واحمد فى مسنده ، وابن خزيمة فى كتاب التوحيد ، وعثمان الدارمى فى الرد على الجهمية، وغيرهم. ([4])

امام ہمام بن منبہ نے "الصحیفۃ الصادقۃ" میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام ابن خزیمہ نے "کتاب التوحید" میں اور امام عثمان دارمی نے "الرد علی الجھمیۃ" میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

۶۔ وأخرج الذهبي عن أبي رزين العقيلي, قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيْنَ كَانَ رَبُّنَا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْض قَالَ كان فِي عَمَاءٍ مَا فَوْقَهُ هَوَاءٌ وَتَحْتَهُ هَوَاءٌ ثُمَّ خَلَقَ الْعَرْش ثُمَّ اسْتَوَى عَلَيْهِ. رواه الترمذي وأبو داود وابن ماجه وإسناده حسن واخرجه ابو داؤ د الطيالسى فى مسنده واحمد فى مسنده والبيهقى فى الأسماء والصفات وغيره.

---

[1] ـ العلو للعلي الغفار لامام الذهبي (۱۰۱)

[2] ـ صحيح مسلم كِتَاب الْحَجِّ بَاب حَجَّةِ النَّبِيِّ ﷺ

[3] ـ صحيح البخاري كِتَاب مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ بَاب فَضْلُ صَلَاةِ الْعَصْرِ حديث رقم (۵۲۲)

[4] ـ الصحيفة الصادقة (۸۹)، مسنداحمد (۲/ ۳۱۲)، كتاب التوحيد لابن خزيمة (۷۸)، الرد علي الجهمية للدارمى (۳۰)

امام ذہبی نے ابورزین عقیلی سے ذکر کیا ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا؟ فرمایا عماء میں تھا اس کے اوپر ہوا اور اس کے نیچے ہوا۔ پھر عرش کو پیدا کیا پھر اس پر مستوی ہوا۔ اس حدیث کو ترمذی‘ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ امام ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے الاسماء والصفات میں اور دوسرے ائمہ نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ ([1])

اس حدیث پر امام طبرانی نے ''کتاب السنہ'' میں یہ باب رکھا ہے کہ :

باب ما جاء فی استواء الله تعالیٰ علی عرشه بائن من خلقه.

باب اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور اپنی مخلوق سے بائن ہے۔ ([2])

۷۔ وأخرج أبوداؤ د والترمذی عَنْ عَبْدِ الله بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ الله ﷺ الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ.

وأخرجه عثمان الدارمی فی الرد علی المریسی، واخرجه احمد والحاکم کما فی الجامع الصغیر للسیوطی، واخرجه الذهبی معلقا من حدیث جریر واسنده الطبرانی عنه واسنده هو والحاکم من حدیث ابن مسعود کذا فی الجامع الصغیر ایضا، واخرجه الدارمی فی الرد علی الجهمیة، من حدیث ابن مسعود مرفوعا: مَنْ لَمْ يَرْحَمْ مَنْ فِي الْأَرْضِ لَمْ يَرْحَمْهُ مَنْ فِي السَّمَاءِ.

امام ابوداؤد اور امام ترمذی سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے‘ تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر رحم فرمائے گا جو آسمان میں ہے۔ اس حدیث کو امام عثمان دارمی نے الرد علی المریسی میں ذکر کیا ہے۔ امام احمد اور امام حاکم نے بھی اسے بیان کیا جیسا کہ ''الجامع الصغیر‘ للسیوطی'' میں ہے اور امام ذہبی نے اس کو جریر رضی اللہ عنہ سے معلقاً ذکر کیا ہے اور طبرانی نے اس سے مسند بیان کیا ہے نیز طبرانی اور حاکم نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مسند روایت کیا ہے۔ (بحوالہ الجامع الصغیر) امام دارمی نے اس حدیث کو "الرد علی الجهمية" میں بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کیا ہے جس کے لفظ یہ ہیں‘ جو زمین والوں پر رحم نہیں کرتا آسمان والا اس پر رحم نہیں کرتا۔ ([3])

۸۔ واخرج البخاری عَنْ أَنَسٍ أن زَيْنَب بنت جحش كانت تَفْخَرُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ زَوَّجَكُنَّ أَهَالِيكُنَّ وَزَوَّجَنِي الله تَعَالَى مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَوَاتٍ وفي لفظ: وَكَانَتْ تَقُولُ إِنَّ الله أَنْكَحَنِي فِي السَّمَاءِ وفي لفظ: إنها قالت للنبی زوجنیك الرحمن من فوق عرشه هذا حدیث صحیح وذكرله الذهبی شاهدا مرسلا،

---

[1] – (ضعیف) ضعیف ابن ماجة حدیث رقم (۱۸۲) العلو للذهبی، مسند الطیالسی (۱٤۷)، مسند احمد (٤/ ۱۱)، الأسماء والصفات (۲۹۱).

[2] – کتاب العلو طبع الهند (۱٤۵)

[3] – (صحیح) صحیح سنن الترمذي حدیث رقم (۱۹۲٤) ، سنن الترمذی كِتَاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ بَاب مَا جَاءَ فِي رَحْمَةِ النَّاسِ حدیث رقم (۱۸٤۷)، کتاب الرد علی المریسی (۱۰٤)، جامع الصغیر للسیوطی (۲/ ۳۱)، جامع الصغیر (۱/ ۳۲)، الرد علی الجهمية للدارمی (۲۵).

وأخرجه البيهقى فى الأسماء والصفات، فى باب قول الله عزوجل وهوالقاهر فوق عباده وقوله يخافون ربهم من فوقهم ويفعلون ما يؤمرون.

صحیح بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ازواج النبی پر فخر کرتی تھی کہ تمہارے نکاح تمہارے خاندان والوں نے کئے ہیں اور مجھے سات آسمانوں کے اوپر اللہ نے آپ کی زوجہ بنایا۔ایک روایت میں یہ لفظ ہیں میرا نکاح اللہ نے آسمان پر کیا ہے،ایک روایت یوں ہے زینب نے نبی علیہ السلام سے کہا: میرا آپ کے ساتھ رحمٰن نے عرش پر عقد زواج کیا ہے۔یہ حدیث صحیح ہے۔امام ذہبی نے اس کا ایک مرسل شاہد بھی درج کیا ہے۔امام بیہقی نے "الأسماء والصفات باب قول الله وهوالقاهر فوق عباده الخ"میں اسے ذکر کیا ہے یعنی باب ہے۔اللہ کے اس فرمان کی تفسیر میں: وہ اپنے بندوں پر قاہر ہے جو اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے ہیں اور جو حکم دیئے جائیں کرتے ہیں۔ ([1])

۹۔أخرج الشيخان من حديث ابى سعيد قال قال رسول الله: أَلَا تَأْمَنُونِي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِينِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً.

وأخرجه ابن خذيمة في كتاب التوحيد في باب ذكر سنن المصطفي ﷺ ان الله عزوجل فوق كل شئ وانه فى السماء كما اعلمنا فى وحيه على لسان نبيه اذ لاتكون سنة ابدا المنقولة عنه بنقل العدل عن العدل موصولا اليه الاموافقة لكتاب الله لامخالفة له.

بخاری و مسلم میں سیدنا ابو سعید سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے اور میں آسمان میں امین ہوں میرے پاس صبح و شام آسمان کی خبریں آتی ہیں اور ابن خزیمہ نے یہ حدیث "کتاب التوحید" "باب ذکر سنن المصطفےٰ الخ میں روایت کی ہے یعنی باب رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے بیان میں کہ اللہ عزوجل ہر چیز کے اوپر ہے اور وہ آسمان میں ہے جس طرح کہ اس نے ہمیں اپنے نبی کی زبانی وحی میں اطلاع دی اور جو سنت آپ تک بنقل ثقات رواۃ موصولا ثابت ہو وہ کتاب اللہ کے موافق ہو گی، مخالف نہیں۔([2])

۱۰۔واخرج مسلم عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهَا فَتَأْبَى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتَّى يَرْضَى عَنْهَا زوجها وعزاه المنذرى فى الترغيب والترهيب، وولي الدين الخطيب في المشكاة إلى البخارى ايضا وأورده البيهقى فى الاسماء والصفات، فى باب قوله تعالى ﴿ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَآءِ ... ﴿١٦﴾﴾ (الملك: ١٦)

---

[1]۔ صحیح بخاری کتاب التوحید باب وکان عرشه على الماء حديث رقم (٦٨٧٠)، الذهبى (١٠٥)، كتاب الاسماء والصفات للبيهقى (٢٩٦).

[2]۔ صحیح بخاری كِتَاب الْمَغَازِي بَاب بَعْثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حديث رقم (٤٠٠٤)، صحيح مسلم كِتَاب الزَّكَاةِ بَاب ذِكْرِ الْخَوَارِجِ وَصِفَاتِهِمْ حديث رقم (١٧٦٣)، كتاب التوحيد لابن خزيمة (٧٨).



امام مسلم نے سیدنا ابوہریرہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو شوہر اپنی عورت کو اپنے بستر پر بلاتا ہے پھر وہ انکار کر دیتی ہے تو آسمان والا اس پر ناراض ہو جاتا ہے' جب تک شخص اس پر راضی نہ ہو جائے۔ امام منذری نے ''الترغیب والترہیب'' میں اور ولی الدین الخطیب نے ''مشکوٰۃ'' میں اس حدیث کو امام بخاری کی طرف بھی منسوب کیا ہے اور امام بیہقی نے اس کو الاسماء والصفات میں باب قوله تعالیٰ ﴿ ءَأَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ ... ﴿١٦﴾ ﴾ میں درج کیا ہے۔ (۱)

۱۱۔ اخرج الذهبي حديث أبي هريرة مرفوعا: لما ألقي إبراهيم عليه السلام في النار قال: اللَّهُمَّ إِنَّكَ وَاحِدٌ فِي السَّمَاءِ وَأَنَا فِي الأَرْضِ وَاحِدٌ أَعْبُدُكَ. (هذا حديث حسن الإسناد) ووصله عثمان الدارمى فى الرد على الجهمية، وفى الرد على بشر المريسى، واخرجه عبدالرزاق فى جامعه وابونعيم فى حلية الاولياء كما فى الفتح الكبير فى ضم الزيادة الى جامع الصغير للنبها نى، واخرجه البزار كما فى مجمع الزوائد.

امام ذہبی سیدنا ابوہریرہ سے معلقاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو کہا اے اللہ تو آسمان میں ایک ہے اور میں زمین میں ایک ہوں تیرا بندہ' اس حدیث کی سند حسن ہے۔ امام عثمان دارمی نے کتاب "الرد على الجهمية اورالرد على بشر المريسى اس کو موصولاً بیان کیا ہے اور امام عبد الرزاق نے جامع اور امام ابو نعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے جیسا کہ ''فتح الكبير فى ضم الزيادة الى جامع الصغير'' میں ہے اور امام بزار نے بھی اسے روایت کیا جیسا کہ مجمع الزوائد میں ہے۔ (۲)

۱۲ ۔ واخرج الذهبي معلقا عن عبادة بن الصامت، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: « من توضأ فأبلغ الوضوء ثم قام إلى الصلاة فأتم ركوعها، وسجودها والقراءة فيها، قَالَتْ الصَّلَاةُ: حَفِظَكَ الله كَمَا حَفِظْتَنِي، ثم صعد بها إِلَى السَّمَاءِ ولها ضَوْءٌ ونور ففُتِحَتْ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتَّى تَنْتَهِيَ بها إلى الله فتشفع لصاحبها الحديث وكذا علقه الامام احمد فى كتاب الصلوة، ووصله الحكيم ابو عبدالله الترمذى فى كتاب الصلوة ومقاصدها، عنه وعن عبدالله بن عمر وايضا.

امام ذہبی نے معلقاً سیدنا عبادہ بن الصامت سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور اچھا وضو کیا پھر نماز کی طرف اٹھا اس کے رکوع و سجود پورے کئے اور قرأت درست کی تو نماز کہتی ہے' اللہ تیری حفاظت کرے۔ جیسی کہ تو نے میری حفاظت کی پھر اس نماز کو آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے اور اس کے لئے روشنی اور نور ہوتی ہے۔ اس کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل تک پہنچ جاتی ہے اور نمازی کیلئے سفارش کرتی ہے' الحدیث۔ امام احمد نے

---

۱ ۔ صحيح مسلم كِتَاب النِّكَاحِ بَاب تَحْرِيمِ امْتِنَاعِهَا مِنْ فِرَاشِ زَوْجِهَا حديث رقم (٢٥٩٥)، الترغيب والترهيب (٥٨) الاسماء والصفات (٢٩٩)

۲۔ (ضعيف) سلسلة الأحاديث الضعيفة حديث رقم (١٢١٦)، الرد علي الجهمية (٢٥)، جامع الصغير (٣/ ٣١)، مجمع الزوائد (٨/ ٢٠٢).

بھی اس حدیث کو "کتاب الصلوٰۃ" میں معلق روایت کیا، حکیم ابو عبد اللہ الترمذی نے کتاب الصلوٰۃ و مقاصدھا میں اس حدیث کو سیدنا عبادہ اور سیدنا عبد اللہ بن عمرو سے موصول بیان کیا ہے۔ (۱)

۱۳۔ واخرج الذهبي معلقا عن عبدالجبار بن وائل عن ابيه انه صلى خَلْفَ رَسُولِ الله ﷺ فَسَمِعَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقُولُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ الله ﷺ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ مَنْ صَاحِبُ الْكَلِمَةِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ الرَّجُلُ أَنَا يَا رَسُولَ الله وَمَا أَرَدْتُ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَقَدْ ابْتَدَرَهَا اثْنَا عَشَرَ مَلَكًا فَمَا نَهَتهَا شَيْءٌ دُونَ الرحمن وصله احمد بلفظ دُونَ الْعَرْشِ. (۲)

امام ذہبی نے تعلیقاً عبد الجبار بن وائل سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی کہ اس نے رسول اللہ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ نے ایک شخص کو سنا کہ اس نے کہا: سب حمد اللہ کیلئے بہت حمد پاک برکت والی۔ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کلمات کہنے والا شخص کون ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں ہوں اور میں نے ان کے کہنے سے اچھائی کا ہی ارادہ کیا ہے، فرمایا ان کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔ رحمان کے پاس پہنچنے سے ان کو کسی چیز نے نہیں روکا۔ اس کو احمد اور نسائی نے موصولاً روایت کیا ہے ان کی روایت میں "دون اللہ" کے بجائے "دون العرش" ہے۔

۱۴۔ واخرج احمد والحاكم فى مستدركه: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ قَالُوا اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اخْرُجِي حَمِيدَةً وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ قَالَ فَلَا يَزَالُ يُقَالُ ذَلِكَ حَتَّى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَجَ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَيُسْتَفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ مَنْ هَذَا فَيُقَالُ فُلَانٌ فَيَقُولُونَ مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لها ذَلِكَ حَتَّى ينتهي بها إلى السماء التي فيها الله تعالى. (۳)

امام احمد نے اور امام حاکم نے "المستدرك" میں روایت کیا اور کہا بخاری و مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔ سیدنا ابوہریرہ سے وہ نبی سے کہ آپ نے کہا میت کو فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اگر نیک بندہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں اے پاک روح جو پاک انسانی جسم میں تھی اللہ کی رحمت اور نوازش کی خوشی حاصل کر اور یہ کہ رب تجھ پر ناراض نہیں ہے۔ اسے یہی کہا جائے گا حتیٰ کہ آسمان تک چڑھائی جائے گی۔ دروازہ کھلوایا جائے گا۔ اندر سے کہا جائے گا یہ کون ہے جواب دیا جائے گا فلاں آواز آئے گی پاک نفس کو مرحبا اسے یہی کہا جائے گا حتیٰ کہ اس آسمان میں پہنچا دی جائے گی جس میں اللہ ہے، اور اس حدیث کو امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور دوسرے ائمہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۔ (ضعيف) ضعيف الجامع حديث رقم (۳۰۱)، شعب الإيمان للبيهقي، احمد في كتاب الصلوة (۸۰)، الترمذي في كتاب الصلوة (۲۱).

۲۔ (حسن) صحيح سنن النسائي حديث رقم (۹۳۱)، سنن النسائي كِتَاب الِافْتِتَاحِ قَوْلُ الْمَأْمُومِ إِذَا عَطَسَ خَلْفَ الْإِمَامِ حديث رقم (۹۲۲)، مسند أحمد (۱/ ۳۱۷).

۳۔ (صحيح) صحيح سنن ابن ماجة حديث رقم (۴۲۶۲)، سنن ابن ماجه كِتَاب الزُّهْدِ بَاب ذِكْرِ الْمَوْتِ وَالِاسْتِعْدَادِ لَهُ حديث رقم (۴۲۵۲)، مسند أحمد، تفسير ابن جرير (۸/ ۱۷۷)، وقال الحاكم: صحيح على شرط البخارى ومسلم، واخرجه ابن جرير فى تفسيره.



۱۵۔واخرج همام ابن منبه في صحيفته من حديث أَبِي هُرَيْرَةَ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كَانَ مَلَكُ الْمَوْتِ يَأْتِي النَّاسَ عِيَانًا فَأَتَى مُوسَى فَلَطَمَهُ فذهب بعينه فعرج إلى ربه عزوجل فقال يا رب بعثتني إلى موسى فلطمني فذهب بعيني وَلَوْلاَ كَرَامَتُهُ عَلَيْكَ لَشَقَقْتُ عَلَيْهِ. قال ارجع إِلَى عَبْدِى فَقُلْ لَهُ: فليضع يده على ثور فَلَهُ بِكُلِّ شَعَرَةٍ وَارَتْ كفه سنة يعيشها فأتاه فبلغه ما أمره فقال ثم ماذا بعد ذلك؟ قال الموت قال الآن فَشَمَّهُ شَمَّةً فَقَبَضَفيها روحه ورد الله على ملك الموت بصره. وفي لفظ: فَلَطَمَ عَيْنَهُ ففَقَأَهَا فَرَجَعَ فَقَالَ أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدِكَ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ الله عَيْنَهُ وَقَالَ ارْجِعْ إِلَى عَبْدِي فَقُلْ لَهُ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْحَيَاةَ فَضَعْ يَدَكَ عَلَى مَتْنِ ثَوْرٍ وفيه قَالَ يَا رَبِّ فَالْآنَ وَقَالَ رَبِّ أَدْنِنِي مِنْ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ وقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ تَحْتَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ.[1]

امام ہمام بن منبہ اپنے صحیفہ میں روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابوہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ملک الموت لوگوں کے پاس سامنے آتا تھا پس موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اس نے تھپڑ رسید کیا اس کی آنکھ ضائع ہوگئی اپنے رب عزوجل کے پاس گیا اور کہا تو نے مجھے موسیٰ کے پاس بھیجا اس نے مجھے تھپڑ مارا اور میری آنکھ ختم کردی اگر اس کی عزت جو آپ کے ہاں ہے نہ ہوتی تو میں اس پر سختی، اللہ نے فرمایا میرے بندے کے پاس واپس جا اور اسے کہہ اپنا ہاتھ بیل پر رکھے۔ ہتھیلی کے نیچے جتنے بال آئیں ہر ایک کے عوض ایک سال کی زندگی لے' ملک الموت نے اللہ کا حکم موسیٰ کے پاس پہنچایا۔ موسیٰ نے کہا پھر کیا ہوگا' فرشتہ نے کہا موت ۔ موسیٰ نے فرمایا پھر ابھی (مار دے) چنانچہ فرشتہ نے ان کی روح قبض کرلی اور اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ صحیح کردی۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں اس کی آنکھ پر تھپڑ مارا اور اسے نکال دیا' فرشتہ نے کہا مجھے تو نے ایک ایسے بندہ کے پاس بھیجا جو موت نہیں چاہتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ واپس کردی اور فرمایا میرے بندے کے پاس جا اسے کہہ اگر تو زندگی چاہتا ہے تو اپنا ہاتھ بیل کے جسم پر رکھ اور اس میں ہے۔ موسیٰ نے کہا اے رب پھر ابھی (مار دے) اور فرمایا اے پروردگار مجھے پتھر پھینکنے کے مقدار پاک زمین کے قریب کردے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں وہاں ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کی قبر راستہ کے ایک جانب سرخ ٹیلے کے قریب تمہیں دکھاتا۔

۱۶۔ واخرج الجماعة فی کتب الستة وابن خزيمة فی کتاب التوحيد عن ابن عمر قال كنا جلوسا ذات يو م بفناء رسول الله اذ مرت امرءة من بناته فقال ابو سفيان ما مثل محمد فی بنی هاشم الا كمثل ريحانة فی وسط الزبل فسمعت فابلغته رسول الله فخرج فصعد على منبره وقال مابال اقوال تبلغنی عن اقوام ان الله خلق سماوات سبعا فاختار العليا فسكنها واسكن سماواته من شاء من خلقه ثم اختار خلقه فاختاربنی آدم

---

[1] ۔ صحيح البخاري كِتَاب الْجَنَائِزِ بَاب مَنْ أَحَبَّ الدَّفْنَ فِي الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ أَوْ نَحْوِهَا حديث رقم (۱۲۵۳) و (۳۱۵۵)، صحيح مسلم كِتَاب الْفَضَائِلِ بَاب مِنْ فَضَائِلِ مُوسَى ﷺ حديث رقم (۴۳۷۴) و (۴۳۷۵)



فاختارالعرب فاختار مضر فاختار قريشا فا ختار بنى هاشم فاختار نى فلم ارخيارا من خيار فمن احب قريشا فبحبي احبهم ومن ابغض العرب فببغضى ابغضهم .

جماعت نے کتب ستہ میں اور امام ابن خزیمہ نے "کتاب التوحید" میں سیدنا ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کے گھر صحن میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کی ایک بیٹی گزری ابو سفیان نے کہا محمد کی مثال بنو ہاشم میں اس طرح ہے جیسا کہ گندگی کے درمیان ریحانہ۔ آپ کی بیٹی نے یہ بات سن لی اور رسول تک پہنچادی۔ آپ ﷺ باہر آئے اور منبر پر چڑھے اور فرمایا لوگوں کی طرف سے مجھے کیسی باتیں پہنچ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کئے اور بلندی والے کو اختیار فرمایا اور اس پر خود رہا اور اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہا وہاں سکونت دی پھر اپنی مخلوق میں سے بنو آدم کو اختیار فرمایا' پھر عربوں کو ان میں مضر کو اور مضر میں قریش کو اور پھر بنو ہاشم کو اور ان میں مجھے افضل بنایا۔ جو شخص قریش سے محبت کرتا ہے پس میری محبت کی وجہ سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھے گا وہ میرے بغض کے سبب ان سے بغض رکھتا ہے۔([1])

١٧۔وأخرج ابن ماجة فى سننه عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَا أَهْلُ الْجَنَّةِ فِي نَعِيمِهِمْ إِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُورٌ فَرَفَعُوا رُءُوسَهُمْ فَإِذَا الرَّبُّ قَدْ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ قَالَ وَذَلِكَ قَوْلُ اللهِ ﴿ سَلَٰمٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ﴾ .([2])

امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں سیدنا جابر سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل جنت اپنی نعمتوں میں ہوں گے ان کیلئے نور ظاہر ہو گا وہ اپنے سر اوپر اٹھائیں گے تو پروردگار جل جلالہ ان کے اوپر سے ان کے سامنے آچکا ہو گا اور فرمائے گا اے اہل بہشت تم پر سلامتی ہو اللہ کے فرمان "سلام ہے یہ قول رب رحیم کی طرف سے" کا مصداق یہی ہے۔ امام ابو بکر الآجری نے یہ حدیث کتاب الشریعہ میں روایت کی ہے۔

رؤیت باری تعالیٰ کی احادیث نہایت کثرت سے وارد ہیں۔ علماء نے ان کو متواتر کہا ہے۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ "حادی الأرواح إلى بلاد الأفراح" میں فرماتے ہیں: و أما الأحاديث عن النبي وأصحابه الدالة على الرؤية فمتواترة رواها عنه أبو بكر الصديق و أبو هريرة و أبو سعيد الخدري و جرير بن عبد الله البجلي و صهيب بن سنان الرومي و عبد الله بن مسعود الهذلي و علي بن أبي طالب و أبو موسى الأشعري و عدي بن حاتم الطائي و أنس بن مالك الأنصاري و بريدة بن الحصيب الأسلمي و أبو رزين العقيلي و جابر بن عبد الله الأنصاري و أبو أمامة الباهلي و زيد بن ثابت و عمار بن ياسر و عائشة أم المؤمنين و عبد الله بن عمر و عمارة بن رويبة و سلمان الفارسي و حذيفة بن اليمان و عبد الله بن عباس و عبد الله بن عمرو بن العاص و حديثه موقوف و أبي بن كعب وكعب بن عجرة و فضالة بن عبيد و حديثه موقوف و عبادة بن الصامت ورجل من أصحاب النبي غير

---

[1]– (منكر) السلسلة الضعيفة حديث رقم (٣٠٣٨)

[2]–(ضعيف) ضعيف سنن ابن ماجة حديث رقم (١٨٤)،ابن ماجة الْمُقَدِّمَةِ ،فِيمَا أَنْكَرَتْ الْجَهْمِيَّةُ حديث رقم (١٨٠)،الشريعة للآجري (١٦٧)



مسمى فهاك سياق أحاديثهم من الصحاح و المسانيد و السنن و تلقاها بالقبول و التسليم و انشراح الصدر لا بالتحريف و التبديل و ضيق العطف و لا تكذب بها فمن كذب بها لم يكن إلى وجه ربه من الناظرين و كان عنه يوم القيامة من المحجوبين-([1])

رؤیت باری تعالیٰ پر رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور آثار صحابہ متواتر ہیں' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں درج ذیل سے یہ حدیث ثابت ہے۔ابو بکر صدیق' ابوہریرہ' ابو سعید خدری' جریر بن عبد اللہ بجلی' صہیب بن سنان رومی' عبد اللہ بن مسعود ہذلی' علی بن ابی طالب' ابو موسیٰ اشعری' عدی بن حاتم طائی' انس بن مالک انصاری' بریدہ بن خصیب اسلمی' ابو رزین العقیلی جابر بن عبد اللہ انصاری ابو امامہ باہلی' زید بن ثابت' عمار بن یاسر' عائشہ ام المؤمنین' عبد اللہ بن عمرو' عمارہ بن رویبہ' سلمان فارسی' حذیفہ بن یمان عبد اللہ بن عباس' عبد اللہ بن عمرو بن العاص (ان کی حدیث موقوف ہے) ابی بن کعب' کعب بن عجرۃ' فضالہ بن عبید (ان کی حدیث موقوف ہے)۔عبادۃ بن صامت اور ایک نامعلوم نام صحابی رسول اب ان احادیث کو ہم کتب الصحاح' السنن اور المسانید سے پیش کرتے ہیں' انہیں شرح صدر کے ساتھ قبول و تسلیم کر۔ تحریف و تبدیل اور تنگی کے ساتھ نہیں۔ان کی تکذیب نہ کر جو جھٹلائے گا اپنے رب کے چہرے کو نہ دیکھ سکے گا اور وہ رؤیت باری سے قیامت کے دن محجوب لوگوں میں سے ہوگا۔

پھر حافظ موصوف نے ان سب احادیث کی تفصیل کے ساتھ تخریج فرمائی ہے یہ احادیث بھی مدعی پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں۔اس لئے کہ دیدار الٰہی ان کے اوپر سے حاصل ہوگا نہ نیچے یا دائیں بائیں سے۔ماشاء اللہ جس طرح سیدنا جابر کی اس حدیث سے ظاہر ہے جس کو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا اس کو حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ ابن ماجہ ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ: و قال حرب في مسائله حدثنا يحي بن أبي حزم حدثنا يحي بن محمد أبو عاصم العباداني فذكره و عند البيهقي في هذا الحديث سياق آخر رواه أيضا من طريق العباداني عن الفضل بن عيسى بن المنكدر عن جابر بن عبد الله ... (فذكره ثم قال) رواه في كتاب البعث و النشور و في كتاب الرؤية قال و قد مضى في هذا الكتاب و في كتاب الرؤية ما يؤكد هذا الخبر- مختصرا.

حرب نے کہا ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن ابی حزم نے کہا ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن محمد ابو عاصم العبادانی نے پھر اس حدیث کو ذکر کیا اور بیہقی کے ہاں اس حدیث کے دوسرے الفاظ ہیں۔ نیز عبادانی کی سند سے بھی روایت کیا۔ فضل بن عیسیٰ سے وہ ابن منکدر سے وہ جابر بن عبد اللہ سے حدیث ذکر کی اور کہا اسے "کتاب البعث والنشور" میں اور "کتاب الرؤیہ" میں روایت کیا ہے۔ نیز کہا اس کتاب میں اور کتاب الرؤیہ میں اس کی تائید میں روایات مذکور ہوئی ہیں۔([2])

---

[1]– حادي الأرواح، (١٨٦)

[2]– حادي الأرواح (٢٠٣)

۱۸ ۔ واخرج البخاری عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَصْعَدُ إِلَى اللهِ إِلَّا طَيِّبٌ فَإِنَّ اللهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهِ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ. هذا حديث صحيح واخرجه ابن خزيمة فى التوحيد، والبيهقى فى الاسماء والصفات، طبع الهند وقال اخرجه المسلم .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کھجور کے برابر پاک کمائی سے صدقہ کرتا ہے اور پاک ہی اللہ کی طرف چڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں قبول کرتا ہے اور نیکی کرنے والے کیلئے اس نیکی کو پالتا ہے، حتیٰ کہ وہ پہاڑ کی مانند ہو جاتی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے التوحید میں اور امام بیہقی نے الاسماء والصفات میں روایت کیا۔ بیہقی نے کہا مسلم نے اسی کو روایت کیا ہے۔ (۱)

واخرج الذهبی نحوه من حديث ابی سعيد الخدری وصححه.

ذہبی نے بھی یہ حدیث اسی طرح ابو سعید الخدری سے تخریج کی ہے اور صحیح کہا ہے۔

۱۹۔ واخرج الشيخان عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّورُ لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ كُلَّ شَيْءٍ أَدْرَكَهُ بَصَرُهُ.

واخرجه احمد، وابن ماجة، وابوسعيد الدارمی فی الرد علی الجهمية، والاجری فی الشريعة، وغيرهم.

امام بخاری و مسلم، سیدنا ابو موسیٰ اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا اللہ نیند نہیں کرتا اور نہ ہی نیند کرنا اسے لائق ہے۔ انصاف کو نیچے کرتا ہے اور اونچا کرتا ہے، دن سے پہلے رات کے عمل اپنی طرف اٹھاتا ہے اور رات سے پہلے دن کے عمل اس کا پردہ نور ہے۔ اگر اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی تیزیاں ہر چیز کو جلا ڈالیں جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے، احمد، ابن ماجہ، ابو سعید دارمی "الرد علی الجهمية" میں اور آجری۔ الشریعہ میں اور دوسروں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (۲)

۲۰۔ وأخرج الذهبی عن عمران بن خالد بن طليق حدثني أبي عن أبيه عن جده قال اختلفت قريش إلى حصين والد عمران فقالوا إن هذا الرجل يذكر آلهتنا فنحب أن تكلمه وتعظه فمشوا معه إلى قريب من باب النبي فجلسوا ودخل حصين فلما رآه رسول الله قال أوسعوا للشيخ فقال ما هذا الذي يبلغنا عنك إنك تشتم آلهتنا وتذكرهم وقد كان أبوك جفنة وخبزا فقال إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ يا حصين كَمْ تَعْبُدُ إِلَهًا اليوم؟ قَالَ سَبْعَةً فِي الْأَرْضِ وإلها فِي السَّمَاءِ قال فإذا أصابك الضيق فمن تدعو قال الذي في السماء قال فإذا هلك المال

۱۔ صحيح البخاري كِتَاب الزَّكَاةِ بَاب الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ حديث رقم (۱۳۲۱) ، صحيح مسلم كِتَاب الزَّكَاةِ بَاب قَبُولِ الصَّدَقَةِ مِنْ الْكَسْبِ الطَّيِّبِ وَتَرْبِيَتِهَا حديث رقم (۱۶۸۵)، كتاب التوحيد لابن خزيمة (۴۲)، الاسماء والصفات (۳۱۱)

۲۔ صحيح مسلم كِتَاب الْإِيمَانِ بَاب فِي قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَام إِنَّ اللَّهَ لَا يَنَامُ، مسند احمد (۴/ ۵۰۴)، ابن ماجة (۱۸)، الرد على الجهمية (۳۱)، والاجرى فى الشريعة (۴/ ۲۹۰، ۲۹۱)

فمن تدعو قال الذي في السماء وذكر الحديث.

أخرجه ابن خزيمة في كتاب التوحيد و أخرجه الذهبي من طريق اخري وفيه: قَالَ فَأَيّهمْ تَعُدّ لِرَغْبَتِك وَرَهْبَتك ؟ قَالَ : الَّذِي فِي السَّمَاء ...الحديث واخرجه الترمذى فى سننه، وحسنه واخرجه الدارمى فى الرد على المريسى، ثم قال فلم ينكرالنبى على الكافر ان عرف ان اله العلمين فى السماء كماقاله النبى فحصين الخزاعى كان يومئذ فى كفره اعلم بالله الجليل الاجل من المريسى واصحابه مع ما ينتحلون من الاسلام اذ ميزبين الالٰه الخالق الذى فى السماء وبين الالهة والاصنام التى فى الا رض المخلوقة ـ وأخرجه البيهقى فى الأسماء والصفات.

امام ذہبی عمران بن خالد بن طلیق سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے حدیث بیان کی وہ اپنے باپ سے وہ اس کے دادا سے کہ قریش حصین کے پاس گئے اور کہا یہ مرد ہمارے خداؤں کا تذکرہ کرتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ تو اس سے کلام کر اور اس پر گرفت کر۔ قریشی اس کے ساتھ آئے ' نبی علیہ السلام کے دروازہ کے قریب ' اور بیٹھ گئے۔ حصین اندر آ گیا جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا شیخ کیلئے جگہ فراخ کر دو' اس نے آتے ہی کہا یہ کیا ہے جو ہمیں تیری طرف سے پہنچ رہا ہے کہ تو ہمارے خداؤں کو گالی دیتا ہے اور تیرا باپ تو تسلا اور روٹی تھا۔ آپ نے فرمایا میرا اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔ اے حصین آج کل کتنے خداؤں کی عبادت کرتے ہو؟ اس نے کہا سات کی' چھ زمین میں اور ایک اللہ آسمان میں۔ آپ نے فرمایا جب تجھے تنگی ہوتی ہے کس کو پکارتا ہے؟ کہا آسمان والے اور حدیث کو مکمل ذکر کیا۔ ابن خزیمہ نے اسے "التوحید" میں روایت کیا' ذہبی نے دوسری سند سے روایت کیا' اس میں ہے رغبت اور خوف میں کس کی عبادت کرتا ہے کہا اس کی جو آسمان میں ہے۔ الحدیث۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو السنن میں درج فرمایا اور حسن کہا' امام دارمی نے "الرد علی المریسی" میں روایت کیا۔ پھر کہا نبی علیہ السلام نے اس کافر پر اس کے اس عقیدہ کو رد نہیں فرمایا کہ کائنات کا الٰہ آسمان میں ہے۔ حصین خزاعی اس وقت کفر میں تھا مگر اسے بھی المریسی اور اس کے گروہ سے اللہ جلیل اور اعظم کا علم زیادہ صحیح تھا۔ حالانکہ یہ لوگ اسلام کے ساتھ انتساب رکھتے ہیں۔ اس نے اللہ خالق جو آسمان میں ہے اور ان (خود ساختہ) خداؤں اور بتوں کے مابین امتیاز کر دیا جو زمین پر تھے اور مخلوق تھے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ نے " الاسماء والصفات" میں اس کو ذکر کیا ہے۔ (۱)

۲۱۔وأخرج الذهبى عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ حَافِظَيْنِ يرفعان إِلَى اللهِ مَا حَفِظَا فيرى اللهُ فِي أَوَّلِ الصَّحِيفَتهما خَيْرًا وَفِي آخِرِها خَيْرًا إِلَّا قَالَ اللهُ تَعَالَى أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي مَا بَيْنَ طَرَفَيْ الصَّحِيفَةِ.

وأخرجه البيهقى كما فى الجامع الصغير، وابو يعلى وابن النجار كما فى الاتحافات السنة فى الاحاديث القدسية. (۲)

۱– (ضعيف)سنن الترمذي، (برقم:۳۴۸۳) العلو للعلي الغفار، الترمذى (۲/ ۱۸۶)، الدارمى الرد على المريسى (۲۴)، البيهقى فى الصفات (۳۰۰).

۲–(ضعيف جداً)ضعيف سنن الترمذي حديث رقم(۹۸۱)، سنن الترمذي كِتَاب الْجَنَائِزِمَا جَاءَ فِي التَّشْدِيدِ عِنْدَ الْمَوْتِ، الجامع الصغير (۲/ ۱۲۹)، الإتحافات السنة (۱۴۷).



امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو نگرانی کرنے والے اللہ کی طرف اٹھا لے جاتے ہیں جو انہوں نے محفوظ کیا۔ صحیفہ کے اول میں بھی نیکی اور آخر میں بھی نیکی دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو فرماتا ہے' میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ صحیفہ کے دونوں اطراف کے مابین جو کچھ ہے میں نے اسے اپنے بندے کیلئے بخش دیا ہے۔ امام بیہقی نے بھی اسے روایت کیا جیسا کہ " جامع صغیر "میں ہے اور امام ابو یعلی اور امام ابن نجار نے بھی جیسا کہ " الا تحاف السنة فی الاحادیث القدسیة" میں ہے۔

۲۲۔وأخرج الذهبي معلقاعن عدي بن عميرة قال كان بأرضنا حبر من اليهود يقال له ابن شهلا فالتقيت أنا وهو فقال إني أجد في كتاب الله أن أصحاب الفردوس قوم يعبدون ربهم على وجوههم لا والله ما أعلم هذه الصفة إلا فينا معشر يهود وأجد نبيا يخرج من اليمن لا نراه يخرج إلا منا قال عدي فوالله ما لبثت حتى بلغنا أن رجلا من بني هاشم قد تنبأ فذكرت حديث ابن شهلا فخرجت إليه فإذا هو ومن تبعه يسجدون على وجوههم ويزعمون أن إلههم في السماء.

ووصله الذهبي في موضع آخر وفيه: فخرجت مهاجرا إلى النبي فإذا هو ومن معه يسجدون على وجوههم ويزعمون أن إلههم في السماء فأسلمت وتبعته.

امام ذہبی نے معلقاً عدی بن عمیرہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے علاقہ میں ایک یہودی عالم ابن شہلا نامی تھا۔ میں اور وہ اکٹھے ہوئے تو اس نے کہا میں اللہ کی کتاب میں پاتا ہوں کہ فردوس کے مالک وہ لوگ ہیں جو اپنے چہروں سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم یہ صفت صرف یہودی گروہ میں ہے اور میں یہ بھی پاتا ہوں کہ ہمارا نبی یمن سے آئے گا۔ ہم یہی خیال کرتے ہیں' وہ ہم میں سے ہو گا' عدی کہتا ہے اللہ کی قسم تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ہمیں پتہ چلا کہ بنو ہاشم سے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ مجھے ابن شہلا کی بات یاد آگئی' میں اس کے پاس گیا وہ اور اس کے ساتھی چہروں پر سجدہ کئے ہوئے تھے اور وہ کہتے تھے کہ ان کا الٰہ آسمان میں ہے' دوسری جگہ امام ذہبی نے اس حدیث کو موصول کیا ہے اس میں ہے' پس میں ہجرت کر کے نبی ﷺ کے پاس آیا' آپ کے ساتھی اپنے چہروں پر سجدہ کئے ہوئے تھے اور کہتے تھے کہ ان کا اللہ آسمان میں ہے' میں نے اسلام قبول کیا اور آپ کے تابع ہو گیا۔ (1)

۲۳۔ وأخرج الذهبي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا رَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ إِلَّا قَالَ يَا مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى طَاعَتِكَ.واخرجه ابن السنى فى عمل اليوم وا لليلة، واحمد فى مسنده. (2)

امام ذہبی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا: اے دلوں

1- العلو للعلي الغفار.

2-(صحيح) ظلال الجنة برقم(۲۳۱)-- العلو للعلي الغفار مسند احمد (۲/ ۴۱۸)، ابن السنى فى عمل اليوم والليلة (۸۲)،صحيح وضعيف جامع الصغير (ضعيف)،(حديث رقم:۹۸۹۲).



کو پھیرنے والے میرا دل اپنی اطاعت پر ثابت فرما۔ ابن السنی نے اس کو "عمل اليوم والليلة" میں روایت کیا ہے اور امام احمد نے اپنی مسند میں۔

۲۴۔ وأخرج الذهبي عَنْ أَبِي الْحَجَّاجِ الثُّمَالِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَقُولُ الْقَبْرُ لِلْمَيِّتِ حِينَ يُوضَعُ فِيهِ: وَيْحَكَ ابْنَ آدَمَ، مَا غَرَّكَ بِي؟ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنِّي بَيْتُ الْفِتْنَةِ وَبَيْتُ الظُّلْمَةِ وَبَيْتُ الْوَحْدَةِ وَبَيْتُ الدُّودِ؟ مَا غَرَّكَ بِي إِذَا كُنْتَ تَمُرُّ بِي فَدَّادًا؟ فَإِنْ كَانَ مُصْلِحًا أَجَابَ عَنْهُ مُجِيبُ الْقَبْرِ، فَيَقُولُ: أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ مِمَّنْ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ فَيَقُولُ الْقَبْرُ: إِذَنْ أَعُودُ إِلَيْهِ خَضْرَاءَ وَيَعُودُ جَسَدُهُ نُورًا وَيَصْعَدُ رُوحُهُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ.

واخرجه أبو يعلى والطبراني فى الكبير كذا فى مجمع الزوائد.

امام ذہبی نے ابوالحجاج الثمالی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قبر میت کو کہتی ہے جب وہ اس میں رکھا جاتا ہے اے ابن آدم افسوس تجھے میرے بارے میں کس چیز نے دھوکہ میں رکھا جبکہ تو میرے پاس سے گزرتا تھا کیا تو نہیں جانتا میں تاریکی آزمائش اور تنہائی اور کیڑوں کا گھر ہوں؟ پس اگر نیک ہوتا ہے اس کی طرف سے قبر کو جواب دینے والا جواب دیتا ہے اور کہتا ہے بتا اگر یہ اچھائی کا حکم کرتا تھا برائی سے روکتا تھا؟ تو قبر کہے گی اس وقت اس پر سرسبز بن جاؤں گی اور اس کا جسم نور ہو جائے گا' اس کی روح رب کائنات کی طرف اٹھالی جائے گی' اور اس حدیث کو امام ابو یعلی نے اور امام الطبرانی نے "الکبیر" میں روایت کیا ہے ۔"مجمع الزوائد" میں اسی طرح ہے۔([1])

۲۵۔ وأخرج أبوداؤد عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ اشْتَكَى مِنْكُمْ شَيْئًا أَوْ اشْتَكَاهُ أَخٌ لَهُ فَلْيَقُلْ رَبَّنَا اللهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ اغْفِرْ لَنَا حُوبَنَا وَخَطَايَانَا أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِينَ أَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلَى هَذَا الْوَجَعِ فَيَبْرَأَ.

امام ابوداؤد نے سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ نے فرمایا تم میں جو بیمار ہو یا بھائی بیمار ہو تو چاہے کہ کہے ہمارا پروردگار وہ ہے جو آسمان میں ہے' اے اللہ آپ کا نام مقدس ہے' آپ کا حکم آسمان اور زمین میں ہے' جیسا کہ آپ کی رحمت آسمان میں ہے' ہمارے گناہ اور خطائیں بخش' آپ پاکوں کے پروردگار ہیں' اپنی رحمت نازل فرما اور اپنی شفا میں سے اس تکلیف پر شفا اتار۔ پس وہ ٹھیک ہو جائے گا' امام ذہبی نے اسے اپنی سند سے روایت کیا ہے اور امام نسائی نے بھی اس کو تخریج کیا' جیسا کہ " تحفة الذاكرين شرح الحصن الحصين" میں ہے۔ امام دارمی نے اس کو" الرد على الجهمية" میں اور امام بیہقی نے" الاسماء والصفات" میں روایت کیا۔([2])

---

[1] – إتحاف الخيرة المهرة برقم:(٢٠١٦)قال البوصيري: رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ ؛ لِتَدْلِيسِ بَقِيَّةَ بْنِ الْوَلِيدِ مجمع الزوائد (٢/ ٤٦)، مسند أبي يعلى قال حسين سليم أسد في تحقيق مسند أبي سعلى : إسناده ضعيف.

[2] – (ضعيف) ضعيف سنن أبي داود حديث رقم:٣٨٩٢.سنن أبي داود، كِتَاب الطِّبِّ، بَاب كَيْفَ الرُّقَى.حديث رقم:٣٣٩٤ الذهبي (١٢٢)، تحفة الذاكرين شرح حصن الحصين للشوكانى (٢٤٨)، الرد على الجهمية (٢٣)، الأسماء والصفات (٣٠٠).

۲۶۔ أخرج الذهبي معلقا عن ابن عمر قال:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : اتَّقُوا دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فإنها تصعد إلى الله كأنها شرارة . غريب وإسناده جيد.ووصله الحاكم في المستدرك وصححه۔([1])

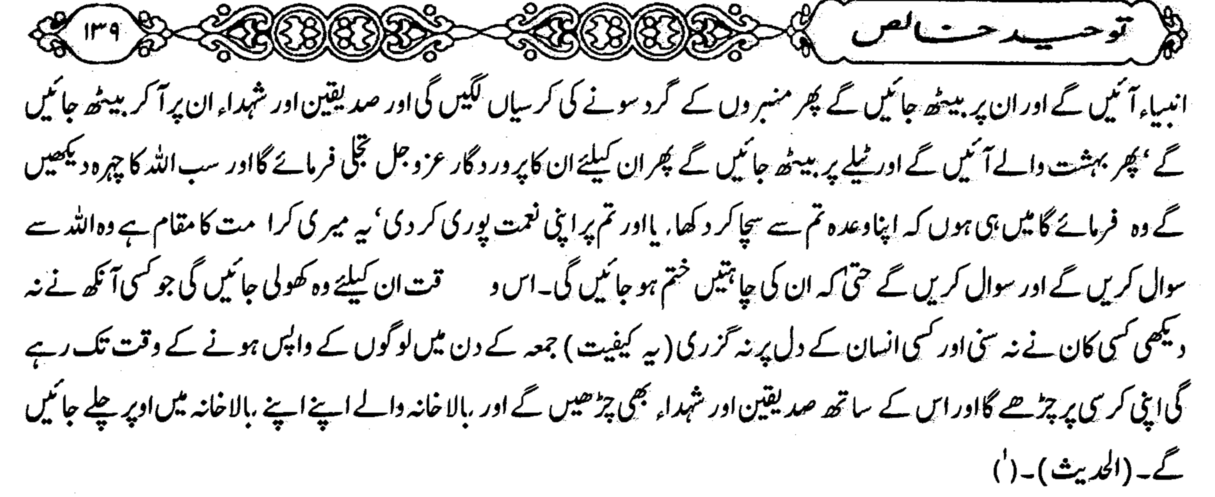
امام ذہبی معلقاً ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کہا رسول اللہ ﷺ نے مظلوم کی بد دعا سے بچو یہ اللہ کی طرف چڑھتی ہے جیسا کہ چنگاری ہو' اس کی سند جید ہے' حاکم نے اس کو "المستدرک" میں موصول روایت کیا اور صحیح کہا۔

۲۷۔ وأخرج الذهبي عن أنس قال قال رسول الله أتاني جبريل عليه السلام وفي يده مرآةٌ بيضاءُ فيها نكتةٌ سوداءُ، فقلتُ ماهذا يا جبرائيل؟ قال هذه الجمعةُ يعرضُهاعليك ربك عزوجل لتكون لك عيداً ولقومِكمن بعدك تكون أنت الأول وتكونااليهودُ والنصارى من بعدكِ فقلت ما لنا فيها؟ قال: لكم فيها خيرُ فيها ساعةٌ من دعا الله فيها بخير هو قسمٌ له أعطاهُ إياه أو ليس له قسم إلا ذخر له ما هو أعظم منه قلت ما هذه النكتة السوداء فيها؟ قال: هي الساعة تقوم يوم الجمعة وهو سيد الأيام عندنا ونحن ندعوه يوم المزيد في الآخرة قلت وما تدعوه يوم المزيد قال إن ربك اتخذ في الجنة واديا أفيح من مسك أبيض فإذا كان يوم الجمعة نزل تبارك وتعالى من عليين على كرسيه ثم حف الكرسي بمنابر من نور ثم جاء النبيون حتى يجلسوا عليها ثم حف المنابر بكراسي من ذهب ثم جاء الصديقون والشهداء حتى يجلسوا عليها ثم جاء أهل الجنة حتى يجلسوا على الكثيب فيتجلى لهم ربهم عزوجل حتى ينظروا إلى وجهة ثم يقول أنا الذي صدقتكم وعدي وأتممت عليكم نعمتي وهذا محل كرامتي فيسألونه ويسألونه حتى تنتهي رغبتهم فيفتح لهم عند ذلك ما لا عين رأت ولا أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر إلى أوان منصرف الناس من يوم الجمعة ثم يصعد على كرسيه ويصعد معه الصديقون والشهداء ويرجع أهل الغرف إلى غرفهم .

امام ذہبی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آیا' اس کے ہاتھ میں سفید شیشہ تھا اس میں سیاہ دھبہ تھا' میں نے کہا جبریل یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا یہ جمعہ ہے۔ آپ کے پروردگار نے اسے آپ پر پیش کیا ہے تاکہ آپ اور آپ کے بعد آپ کی قوم کیلئے عید بن جائے آپ کی عید پہلے پھر یہود و نصاریٰ آپ کے بعد میں نے کہا اور اس میں ہمارے لئے کیا ہے' جبریل نے کہا: اس میں ایک وقت ہے جو اس وقت اللہ سے اچھائی کی دعا کرے اور وہ اچھائی اس کے لئے مقسوم ہے تو دے دیا جاتا ہے۔ اگر مقسوم نہیں اس سے اعظم کا ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے' میں نے کہا یہ سیاہ دھبہ کیا ہے کہا یہ قیامت ہے جو جمعہ کے دن واقع ہو گی۔ یہ ہمارے نزدیک ایام کا سردار دن ہے اور ہم اسے آخرت میں یوم المزید کے نام سے پکاریں گے۔ میں نے کہا' اور تم یوم المزید کس کو پکارتے ہو' کہا آپ کے رب نے بہشت میں ایک وادی جو کہ سفید کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار ہے' بنائی ہے جب جمعہ کا دن ہو گا اللہ تبارک وتعالیٰ علیین سے اپنی کرسی پر نزول فرمائے گا اور کرسی کے ارد گرد نور کے منبر رکھے گا پھر

---

[1]۔ (صحیح) السلسلة الصحيحة (برقم:۸۷۱) ، العلو للعلي الغفار، المستدرك الحاكم (۱/ ۲۹).



انبیاء آئیں گے اور ان پر بیٹھ جائیں گے پھر منبروں کے گرد سونے کی کرسیاں لگیں گی اور صدیقین اور شہداء ان پر آکر بیٹھ جائیں گے، پھر بہشت والے آئیں گے اور ٹیلے پر بیٹھ جائیں گے پھر ان کیلئے ان کا پروردگار عزوجل تجلی فرمائے گا اور سب اللہ کا چہرہ دیکھیں گے وہ فرمائے گا میں ہی ہوں کہ اپنا وعدہ تم سے سچا کر دکھایا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، یہ میری کرامت کا مقام ہے وہ اللہ سے سوال کریں گے اور سوال کریں گے حتیٰ کہ ان کی چاہتیں ختم ہو جائیں گی۔ اس وقت ان کیلئے وہ کھولی جائیں گی جو کسی آنکھ نے نہ دیکھی کسی کان نے نہ سنی اور کسی انسان کے دل پر نہ گزری (یہ کیفیت) جمعہ کے دن میں لوگوں کے واپس ہونے کے وقت تک رہے گی اپنی کرسی پر چڑھے گا اور اس کے ساتھ صدیقین اور شہداء بھی چڑھیں گے اور بالاخانہ والے اپنے اپنے بالاخانہ میں اوپر چلے جائیں گے۔ (الحدیث)۔ (۱)

هذا حديث مشهور وافر الطرق أخرجه الإمام عبد الله بن أحمد في كتاب السنة و ساقه الذهبي من طرق و في بعضها فَيَقُول اللہ عَزَّ وَجَلَّ : أَنَا رَبُّكُمْ قَدْ صَدَقْتُكُمْ وَعْدِي فَسَلُونِي أُعْطِكُمْ . فَيَقُولُونَ رَبَّنَا نَسْأَلك الرضا . فَيَقُول قَدْ رَضِيت عَنْكُمْ وَلَكُمْ مَا ما شئتم وَلَدَيَّ مَزِيد فَهُمْ يُحِبُّونَ يَوْم الْجُمُعَةِ لِمَا يُعْطِيهِمْ رَبّهمْ مِنْ الْخَيْر . وَهُوَ الْيَوْم الَّذِي اِسْتَوَى فِيهِ رَبّك تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى الْعَرْش . الحديث اخرجه الدارمی فی الرد علی المریسی، مختصرا وذکر له الذهبی شاهدا من طریق اُخر وقال اخرجه الشافعی فی مسنده والدارقطنی وابو احمد العسال فی کتاب المعرفة له.

یہ حدیث مشہور ہے اور اس کے طرق بہت ہیں۔ امام عبد اللہ بن احمد نے اسے "کتاب السنة" میں تخریج کیا ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ کئی طرق سے لائے ہیں۔ بعض میں یہ الفاظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں تم سے میں نے اپنا وعدہ سچا کر دیا پس مجھ سے سوال کرو میں تمہیں دوں گا، بندے کہیں گے اے ہمارے رب ہم آپ سے رضا کا سوال کرتے ہیں، اللہ فرمائے گا میں تم سے راضی ہوں اور تمہارے لئے ہے جو تم چاہو اور میرے پاس مزید ہے۔ پس وہ جمعہ کے دن کو پسند کریں گے اس سے جو ان کو رب تعالیٰ اچھائیاں دے گا اور یہی وہ دن ہے جس میں آپ کے رب نے عرش پر استواء فرمایا۔ امام دارمی نے اس کو "الرد علی المریسی" میں مختصر ذکر کیا ہے۔ امام ذہبی نے اس کا ایک شاہد دوسری سند سے بھی بیان کیا ہے اور کہا اسے امام شافعی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ (۲)

۲۸۔ واخرج النسائی عن سعد بن أبي وقاص أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لسَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَوَاتٍ. هذا حديث صحيح وساق له الذهبي شاهدا مرسلا ,والحديث أصله في الصحيحن من حديث أبي سعيد الخذري.

امام نسائی سیدنا سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سعد بن معاذ کو فرمایا تو نے ان میں اس بادشاہ

---

(۱) -(حسن لغیره) صحیح الترغیب والترهیب برقم:(۳۷٦۱) - العلو للعلي الغفار.

(۲) - العلو للعلي الغفارللذهبي و قال عقبه: له طرق يعضد بعضها بعضا، الرد على المريسى للدارمى (۷۳)، الدارقطنى، كتاب المعرفة للعسال.



کا فیصلہ صادر کر دیا ہے جو سات آسمانوں پر ہے یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ذہبی نے اس کا مرسل شاہد بھی ذکر کیا اور امام بیہقی نے "الاسماء والصفات" میں اسے روایت کیا اور امام حاکم نے "المستدرک" میں۔ (۱)

۲۹۔واخرج الذهبى عن ابن عباس قال قال رسول الله ما من عبد يقول لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ إلا خرقت السموات حتى تفضي إلى الله عزوجل. اخرجه معلقا من طريق يحيي بن صاعد بسنده كانه اخرجه فى بعض كتبه. (۲)

امام ذہبی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا جو بندہ کہتا ہے نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ملک اس کا حمد اسی کی' وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ الفاظ آسمانوں کو چیر کر اللہ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔

۳۰ ـ وأخرج الذهبى عن أنس رضي الله عنه عن النبي قال فَأَدْخُل عَلَى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَى عَرْشه تبارك وتعالى ... والمتن بنحوه في الصحيح للبخاري من حديث قَتَادَة عَنْ أَنَسٍ عن النَّبِي قال فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي عَلَيْهِ... وأخرجه أبو أحمد العسال في كتاب المعرفة بإسناد قوي عن ثابت عن أنس وفيه فآتي باب الجنة فيفتح لي... فآتي ربي تبارك وتعالى وَهُوَ عَلَى كُرْسِيِّهِ أَوْ سَرِيرِهِ، فَأَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا. وذكر الحديث.

امام ذہبی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں رب کے پاس جاؤں گا وہ اپنے عرش پر ہو گا' برکت والا اور بلند شفاعت کی، حدیث کا متن صحیح بخاری اسی طرح ہے۔ بروایت قتادہ وعن انس سے کہ فرمایا میں اپنے رب کے پاس اس کے گھر میں جانے کی اجازت چاہوں گا پس مجھے اجازت دے دی جائے گی۔ ابو احمد العسال نے اسے "كتاب المعرفة" میں سے وہ انس سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ میں جنت کے دروازہ پر آؤں گا' میرے لئے کھولا جائے گا میں رب تبارک و تعالیٰ کے پاس جاؤں گا وہ اپنی کرسی یا تخت پر ہو گا' میں اس کیلئے سجدہ میں گر جاؤں گا۔ (۳)

۳۱۔وأخرج الذهبى عَنْ أَنَسٍ أَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ حَدَّثَهُ فَذَكَرَ حَدِيثَ الْمِعْرَاجِ وَفِيهِ: قال ثُمَّ رُفِعَتْ إِلَيَّ سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى ثُمَّ رُفِعَ لِي الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ قال ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلَوَاتُ خَمْسِينَ صَلاَةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلَى مُوسَى فَقَالَ بِمَا أُمِرْتَ قُلْتُ بِخَمْسِينَ صَلاَةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لاَ تَسْتَطِيعُ خَمْسِينَ صَلاَةً وَإِنِّي قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ بِمَا أُمِرْتَ قُلْتُ بِأَرْبَعِينَ صَلاَةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لاَ تَسْتَطِيعُ أربعين صَلاَةً كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ

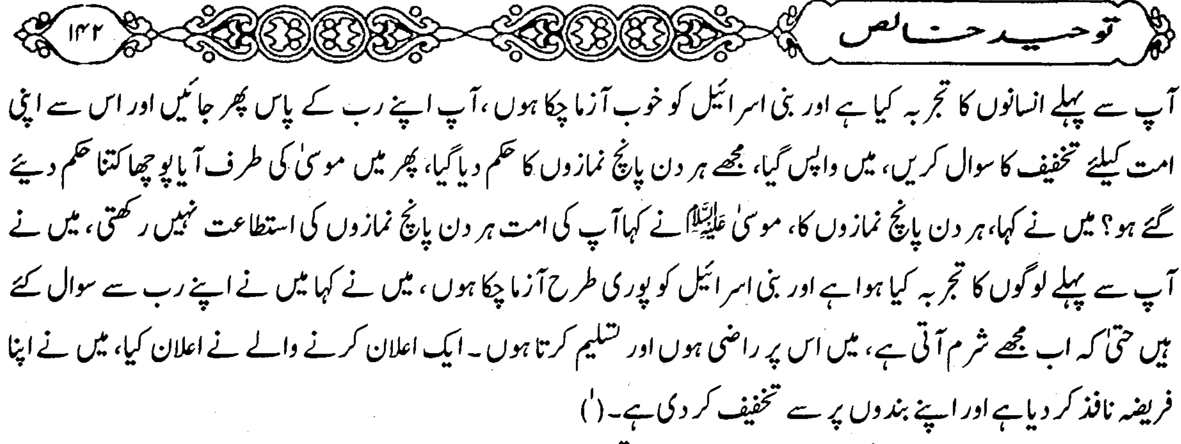
۱ـ(صحيح) السلسلة الصحيحة برقم: ٢٧٤٥ الأسماء والصفات للبيهقى (٢٩٨)، مستدرك الحاكم (٢/ ١٢٤).

۲ـ العلو للعلي الغفار للذهبي. قال الشيخ أشرف بن عبدالمقصود : ليس إسناده بقوي من قبل إسماعيل بن قيس بن سعد بن زيد فإنه ضعيف.

۳ـ العلو للعلي الغفار، كتاب المعرفة للعسال .

فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا أخر فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ بِمَا أُمِرْتَ قُلْتُ أمرت بِثَلَاثِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ بِثَلَاثِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا أخر فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ بِمَا أُمِرْتَ قُلْتُ بعشرين صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ عِشْرِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ قال فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ بِمَا أُمِرْتَ قُلْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ عَشْرَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ بِمَ أُمِرْتَ قُلْتُ أُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسَ صلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ قُلْتُ سَأَلْتُ رَبِّي حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ وَلَكِنِّي أَرْضَى وَأُسَلِّمُ فَلَمَّا نفذت نَادَى مُنَادٍ قَدْ أَمْضَيْتُ فَرِيضَتِي وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِي .

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مالک نے اس کو حدیث بیان کی، آگے حدیث معراج بیان کی اس میں ہے، آپ نے فرمایا میں سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اوپر اٹھایا گیا پھر بیت المعمور میرے سامنے کیا گیا اور پھر مجھ پر ہر دن پچاس نمازیں فرض کی گئیں، میں واپس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا انہوں نے پوچھا آپ کو کیا حکم دیا گیا میں نے کہا پچاس نمازیں ہر دن، موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت پچاس نماز کی طاقت نہیں رکھتی۔ آپ سے پہلے میں نے لوگوں کا تجربہ کیا ہے بنی اسرائیل کو پوری طرح آزما چکا ہوں تو آپ اپنے رب کے پاس جائیں اور اپنی امت کیلئے تخفیف کا سوال کریں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں واپس گیا اللہ نے دس نمازیں معاف کر دیں پھر موسیٰ کے پاس آیا انہوں نے پوچھا آپ کو کیا حکم دیا گیا، میں نے کہا ہر دن چالیس نماز کا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت ہر دن چالیس نماز کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں تو آپ اپنے رب کے پاس جائیں اور امت کیلئے تخفیف کا سوال کریں، میں واپس ہوا انہوں نے پوچھا کیا حکم ملا؟ میں نے کہا ہر دن میں تیس نمازیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت ہر دن میں تیس نمازوں کی استطاعت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں تو آپ اپنے رب کے پاس جائیں اور اپنی امت کیلئے تخفیف کا سوال کریں، میں واپس گیا اور مجھے ہر دن بیس نمازوں کا حکم دیا گیا۔ میں پھر موسیٰ کے پاس آیا انہوں نے پوچھا کیا حکم ملا؟ میں نے کہا ہر دن میں بیس نماز، موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت بیس نماز کی استطاعت نہیں رکھتی میں نے لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل کو پوری طرح آزما چکا ہوں۔ آپ اپنے رب کے پاس جائیں اور اس سے اپنی امت کیلئے تخفیف کا سوال کریں۔ فرماتے ہیں میں واپس گیا اور مجھے ہر دن دس نماز کا حکم دیا گیا، پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پوچھا کیا حکم ملا؟ میں نے کہا ہر دن دس نماز، موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت ہر روز دس نماز کی طاقت نہیں رکھتی اور میں نے



آپ سے پہلے انسانوں کا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں، آپ اپنے رب کے پاس پھر جائیں اور اس سے اپنی امت کیلئے تخفیف کا سوال کریں، میں واپس گیا، مجھے ہر دن پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا، پھر میں موسیٰ کی طرف آیا پوچھا کتنا حکم دیئے گئے ہو؟ میں نے کہا، ہر دن پانچ نمازوں کا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت ہر دن پانچ نمازوں کی استطاعت نہیں رکھتی، میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کیا ہوا ہے اور بنی اسرائیل کو پوری طرح آزما چکا ہوں، میں نے کہا میں نے اپنے رب سے سوال کئے ہیں حتیٰ کہ اب مجھے شرم آتی ہے، میں اس پر راضی ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا، میں نے اپنا فریضہ نافذ کر دیا ہے اور اپنے بندوں پر سے تخفیف کر دی ہے۔ (۱)

اور حدیث معراج بھی کئی طرق سے مروی ہے تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ: قال الحافظ أبو الخطاب عمر بن دحْيَة في كتابه "التنوير في مولد السراج المنير" وقد ذكر حديث الإسراء من طريق أنس، وتكلم عليه فأجاد وأفاد-ثم قال: وقد تواترت الروايات في حديث الإسراء عن عمر بن الخطاب، وعلي [بن أبي طالب] وابن مسعود، وأبي ذر، ومالك بن صعصعة، وأبي هريرة، وأبي سعيد، وابن عباس، وشداد بن أوس، وأبي بن كعب، وعبد الرحمن بن قُرْط، وأبي حية, وأبي ليلى الأنصاريين ، وعبد الله بن عمرو، وجابر، وحذيفة، وبريدة، وأبي أيوب، وأبي أمامة، وسمرة بن جُنْدُب، وأبي الحمراء، وصهيب الرومي، وأم هانئ، وعائشة وأسماء ابنتي أبي بكر الصديق، رضي الله عنهم أجمعين. منهم من ساقه بطوله، ومنهم من اختصره على ما وقع في المسانيد، وإن لم تكن رواية بعضهم على شرط الصحة، فحديث الإسراء أجمع عليه المسلمون، واعترض فيه الزنادقة والملحدون ﴿ يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا۟ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَٱللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٨﴾ ﴾ الصف

حافظ ابو الخطاب عمر بن دحیہ کتاب "التنویر فی مولد السراج المنیر" میں کہتے ہیں کہ حدیث اسراء انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے اور اس پر عمدہ اور مفید کلام کیا، پھر کہا حدیث اسراء درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تواتراً منقول ہے، عمر بن الخطاب، علی، ابن مسعود، ابو ذر، مالک بن صعصعہ ابو ہریرہ، ابو سعید، ابن عباس، شداد بن اوس، ابی بن کعب، عبد الرحمن بن قرط، ابو حیہ انصاری، ابو یعلی انصاری، عبد اللہ بن عمرو، جابر، حذیفہ، بریدہ، ابو ایوب، ابو امامہ، سمرہ بن جندب، ابو الحمراء، صہیب رومی، ام ہانی، عائشہ اور اسماء بنت ابو بکر الصدیق رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ پھر بعض نے ان کی روایات کو مفصلاً بیان کیا اور بعض نے اختصار کر دیا جیسا کہ المسانید میں واقع ہے اگرچہ بعض کی روایت شروط صحت پر نہیں ہے تاہم حدیث اسراء پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور زندیقوں، ملحدوں نے اس کا انکار کیا ہے، ان کا ارادہ ہے، اللہ کا نور اپنی پھونکوں سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنا نور پورا کرنے والا ہے، چاہے کافر پسند نہ کریں۔ نیز جلال الدین السیوطی نے " الأزهارا المتناثرة فی الأحـاديث المتواتره" میں اس کو ذکر کیا ہے اور ان صحابہ کے علاوہ ام المومنین ام سلمہ کی حدیث ذکر کی ہے۔ (۲)

---

[1]– صحيح البخاري كِتَاب الْمَنَاقِبِ بَاب الْمِعْرَاجِ،حديث رقم:۳۵۹۸. صحيح مسلم كِتَاب الْإِيمَانِ بَاب الْإِسْرَاءِ، العلو للعلي الغفار.

[2]– تفسير ابن كثير (٢٤)، الازهارا المتناثره في الأحاديث المتواتره (٣٥).



۳۲۔ وأَخرَجَ الذَهبِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَة قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ فُضُلًا عَنْ كُتَّابِ النَّاسِ فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللهَ تَعَالَى نَادَوْا تعالوا هَلُمُّوا إِلَى بُغْيَتِكُمْ فَيَحُفُّونَ بِهِم يعني فَإِذَا تَفَرَّقُوْا صَعَدُوا إِلَى السَّمَاء فَيَقُولُ اللهُ أَيّ شَيْءٍ تَرَكْتُمْ عِبَادِي يَصْنَعُونَ؟ فَيَقُولُونَ تَرَكْنَاهُمْ يَحْمَدُونَكَ وَيُمَجِّدُونَكَ وَيَذْكُرُونَكَ فَيَقُولُ هَلْ رَأَوْنِي؟ فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي ؟ يَقُولُونَ لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَك تَمْجِيدًا وَتَحْمِيدًا وَذِكْرًا فَيَقُولُ فَأَيُّ شَيْءٍ يَطْلُبُونَ؟ فَيَقُولُونَ يَطْلُبُونَ الْجَنَّة فَيَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا؟ فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ فَكَيْف لَو رَأَوْهَا؟ فَيَقُولُونَ لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا لها أَشَدَّ طَلَبًا وَأَشَدَّ حِرْصًا فَيَقُولُ فَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ يَتَعَوَّذُونَ ؟ فيقولون: يَتعَوَّذُون مِنَ النَّار فَيَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا؟ فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ فَكَيْف لَوْ رَأَوْهَا ؟ فَيَقُولُونَ لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا هَرَبًا وَأَشَدَّ مِنْهَا تَعَوُّذًا وَخَوْفًا فَيَقُولُ فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَيَقُولُون فِيهِمْ فُلَان أَخْطَأَ لَمْ يُرِدْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ فَيَقُولُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ مَرَّتَيْنِ. (متفق عليه).

امام ذہبی نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے فرشتے ہیں زمین میں چلتے پھرتے ہیں لوگوں کا نامہ اعمال لکھنے والوں کے علاوہ جب یہ فرشتے کسی گروہ کو اللہ کا ذکر کرتے پاتے ہیں ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ اپنے مطلوب کی طرف آؤ یہ فرشتے اس گروہ کو گھیرے میں لے لیتے ہیں جب لوگ جدا ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے میرے بندوں کو تم کیا کرتے چھوڑ آئے ہو فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ہم نے ان کو چھوڑا وہ تیری حمد اور بزرگی بیان کر رہے تھے اور ذکر کرتے تھے' اللہ فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے ؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔ اللہ فرماتا ہے اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا؟۔ فرشتے کہتے ہیں اگر تجھے دیکھ لیتے تو تیری حمد و تمجید اور ذکر میں اس سے بھی زیادہ ہوتے' اللہ فرماتا ہے وہ کیا مانگتے ہیں' فرشتے جواب دیتے ہیں' وہ جنت طلب کرتے ہیں' اللہ فرماتا ہے کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے کہتے ہیں نہیں اللہ فرماتا ہے اگر دیکھ لیتے تو؟ فرشتے کہتے ہیں اگر دیکھ لیتے تو ان کی طلب اور رغبت اس سے بہت زیادہ ہوتی۔ اللہ پوچھتا ہے کس چیز سے پناہ چاہتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں وہ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کیا انہوں نے اس کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں اللہ فرماتا ہے۔ اگر دیکھ لیتے تو؟ کہتے ہیں اگر اسے دیکھ لیتے تو اور بھی اس سے دور بھاگتے اور زیادہ پناہ چاہتے اور خوف کرتے اللہ فرماتا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا ہے' فرشتے پوچھتے ہیں ان میں فلاں خطاکار موجود تھا۔ وہ کسی اور کام کیلئے آیا تھا اللہ فرماتا ہے یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہمنشین بد بخت نہیں ہوتا' دو بار فرمایا۔ (۱)

۳۳۔ وأَخرَجَ أَبُو مُسْلم أَبْكَجي عَنْ أَبِي جُرَيٍّ جَابِر بْن سُلَيْمٍ حَدِيْثًا مَرْفُوْعًا وَفِيهِ: إِنَّ رَجُلًا مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ لَبِسَ بُرْدَيْنِ فَتَبَخْتَرَ فِيهِمَا ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ الرَّبّ مِنْ فَوْق عَرْشه فَمَقَتَهُ ، فَأَمَرَ الْأَرْض فَأَخَذَهُ ، فَهُوَ يَتَجَلْجَل فِي الْأَرْض ، فَاحْذَرُوا وَقَائِعَ الله".

۱۔ صحيح البخاري كِتَاب الدَّعَوَات بَاب فَضْلِ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حديث رقم (۵۹۲۹)، صحيح مسلم كِتَاب الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ، وَالِاسْتِغْفَارِ بَاب فَضْلِ مَجَالِسِ الذِّكْرِ، حديث رقم (۴۸۵۴). العلو للعلي الغفار

وللحديث طرق وأخرجه أبو داؤد وبعضه الترمذي. وأخرجه عثمان بن سعيد الدارمی فی الرد علی المريسی.

ابو مسلم البجلی وہ ابو جری جابر بن سلیم سے ایک مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے' تم سے پہلے ایک مرد نے چادریں پہنیں اور فخر کیا اللہ تعالیٰ نے عرش کے اوپر سے اس پر نظر کی اور ناراض ہو گیا۔ زمین کو حکم دیا کہ اسے پکڑے' چنانچہ وہ زمین میں دھنس رہا ہے۔ اللہ کے وقائع سے خوف کرو۔ اس حدیث کے کئی طرق ہیں ابو داؤد نے بھی اسے ذکر کیا اور کچھ حصہ ترمذی نے بھی اور امام عثمان بن سعید الدارمی نے اسے "رد علی المریسی" میں روایت کیا۔ (۱)

۳۴۔وأخرج الذهبی عَنْ أَبِي هُرَيْرَة عَنْ النَّبِيّ ﷺ قَالَ " مَا قَالَ عَبْد لَا إِلَه إِلَّا الله مُخْلِصًا إِلَّا صَعِدَتْ لَا يَرُدّهَا حِجَاب، فَإِذَا وَصَلَتْ إِلَى الله نَظَرَ إِلَى قَائِلهَا ، وَحَق عَلَى الله أَنْ لَا يَنْظُر إِلَى مُوَحِّد إِلَّا رَحِمَهُ ". رواه الترمذي بنحوه وحسنه وأخرجه الخطيب فی تاريخه.

امام ذہبی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بندہ خلوص کے ساتھ کہتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ کلمہ اوپر چڑھتا ہے اسے کوئی حجاب نہیں روکتا' جب اللہ کے پاس پہنچتا ہے تو اس کے قائل پر نظر کرتا ہے اور اللہ پر حق ہے کہ جس موحد پر وہ نظر کرے اس پر رحم کرتا ہے' امام ترمذی نے اسی طرح روایت کیا اور حسن کہا اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ (۲)

۳۵۔وأخرج مسلم والنسائي والترمذي عن عَبْد الله بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ حدثني رجالٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ الْأَنْصَارِ أَنَّهُمْ بَيْنَمَا هُمْ جُلُوسٌ لَيْلَةً مَعَ رَسُولِ الله ﷺ رُمِيَ بِنَجْمٍ فَاسْتَنَارَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ الله ﷺ مَاذَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا رُمِيَ بِمِثْلِ هَذَا قَالُوا كُنَّا نَقُولُ وُلِدَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ عَظِيمٌ وَمَاتَ رَجُلٌ عَظِيمٌ فَقَالَ رَسُولُ الله ﷺ فَإِنَّهَا لَا يُرْمَى بِهَا لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنْ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى اسْمُهُ إِذَا قَضَى أَمْرًا سَبَّحَت حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ يسبّح أَهْلُ السَّمَاءِ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ حَتَّى يَبْلُغَ أَهْلَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَخْطَفُ الْجِنُّ السَّمْعَ فَيَلْقُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ فَمَا جَاءُوا بِهِ عَلَى وَجْهِهِ فَهُوَ الحق وَلَكِنَّهُمْ يَقْرِفُونَ وَيَزِيدُونَ.

امام مسلم' نسائی' ترمذی' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے صحابہ رسول ﷺ میں سے کئی مردوں نے حدیث بیان کی کہ وہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک ستارہ ٹوٹا اور روشن ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اس قسم کے واقعہ پر تم کیا کہا کرتے تھے؟ ہم نے کہا ہم کہتے ہیں' آج رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا یا فوت ہو گیا ہے' آپ نے فرمایا یہ کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے نہیں گرتا بلکہ جب اللہ تعالیٰ کسی بات کا فیصلہ فرماتا ہے تو عرش اٹھانے والے فرشتے تسبیح کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان سے متصل آسمان والے فرشتے بھی تسبیح و تنزیہ میں مشغول ہو جاتے ہیں اور پھر آسمان دنیا والے فرشتے بھی سن لیتے ہیں' عرش

---

[۱]– سنن الترمذي كِتَاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ حديث رقم (٢٤١٥)، العلو للعلي الغفار حديث رقم (٦٧)، الرد على المريسی (٤٩).

[۲]– العلو للعلي الغفار حديث رقم (٦٨)، الخطيب فی التاريخ (١١/ ٣٩٤) ولفظ الامام الترمذي مَا قَالَ عَبْدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَطُّ مُخْلِصًا إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتَّى تُفْضِيَ إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ. یہ حدیث حسن ہے صحيح الترمذي ،برقم:۲۸۳۹).

اٹھانے والوں کے قریبی فرشتے پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا کہا سب آسمان والے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں حتی کہ آسمان دنیا والوں تک بات پہنچ جاتی ہے۔ جنات کچھ بات جھپٹ کر اپنے دوستوں کو لا دیتے ہیں جو صحیح طور پر لاتے ہیں، وہ حق ہے مگر وہ اس میں اضافہ کر دیتے ہیں۔([1])

۳۶۔ وأخرج الذهبي معلقا وقال حديث محفوظ ثابت لا أستحضر إسناده عن أبي هريرة أن رسول الله قال إذا أحب الله عبدا نادى جبرائيل فقال إني أحب عبدي فأحبوه فينوه بها جبرائيل في حملة العرش فتسمع أهل السماء لفظ حملة العرش فيحبه أهل السماء السابعة ثم سماء سماء حتى ينزل إلى السماء الدنيا ثم يهبط إلى الأرض فيحبه أهل الأرض.أخرج نحوه أحمد عن ثوبان كما فى تفسير ابن كثير، وأخرج نحوه عن ابى هريرة رضي الله عنه الشيخان والترمذى وعبد بن حميد وابن المنذر وابن ابى حاتم والبيهقى فى الاسماء والصفات واخرج الترمذى من حديث ابن عباس وأبى هريرة واخرج احمد من حديث امامة كذا فى الدرالمنثور للسيوطى .

امام ذہبی معلقاً روایت کرتے ہیں اور کہا یہ حدیث محفوظ اور ثابت ہے، اس کی سند اب مجھے یاد نہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے، جبریل کو بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت رکھو۔ جبریل عرش اٹھانے والوں میں اس کا اعلان کرتا ہے، آسمان والے حاملین عرش کے لفظ سن لیتے ہیں اور ساتویں آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں پھر اسی طرح ہر ہر آسمان والے حتی کہ آسمان دنیا پر اس کی محبت نازل ہوتی ہے اور پھر زمین کی طرف پھر زمین والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ احمد نے اسی طرح ثوبان سے حدیث ذکر کی ہے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے بخاری مسلم، ترمذی، عبد بن المنذر، ابن ابی حاتم، بیہقی رحمہم اللہ، الاسماء والصفات میں) یہ سب ائمہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں، ترمذی نے ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور احمد رحمۃ اللہ علیہ امامہ سے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں جیسا کہ الدر المنثور للسیوطی میں ہے۔([2])

۳۷۔ وأخرج الذهبي عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: جاء أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ الله نُهِكَتْ الْأَنْفُسُ وجاع الْعِيَالُ وَهَلَكَتْ الْأَمْوَالُ فَاسْتَسْقِ لَنَا ربك فَإِنَّا نستشفع بِاللهِ عَلَيْكَ وَبِكَ عَلَى الله فقال النبي ﷺ سُبْحَانَ الله! سُبْحَانَ الله! فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتَّى عُرِفَ ذَلِكَ فِي وُجُوهِ أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ وَيْحَكَ أَتَدْرِي مَا اللهُ إن شأنه أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ لأنه لَا يُسْتَشْفَعُ بالله عَلَى أَحَدٍ إِنَّهُ لَفَوْقَ سَمَاوَاتِهِ على عَرْشِهِ وَإِنَّهُ عَلَيْهِ هكَذَا ، وَأَشَارَ وَهْبُ بِيَدِهِ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ، وَأَشَارَ أَبُو الْأَزْهَرِ أَيْضًا. الحديث وأخرجه الذهبي من طريقين وأخرجه أبوداؤد وابن عساكر والذين جمعوا أحاديث الصفات كابن خزيمة والطبرانى وإبن مندة والدار قطنى وعبدة وأخرجه الدارمى فى الرد على الجهمية، والآجرى فى الشريعة، والبيهقى فى الأسماء والصفات.

---

[1]۔ صحيح مسلم كِتَاب السَّلَامِ بَاب تَحْرِيمِ الْكَهَانَةِ وَإِتْيَانِ الْكُهَّانِ، حديث رقم (٤١٣٦) سنن الترمذي كِتَاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ برقم (٣١٤٨).

[2]۔ (صحيح مختصرا) مختصر العلو. العلو للعلي الغفار، حديث رقم (٧٠) تفسير ابن كثير (٣/ ١٤٠)، الدر المنثور للسيوطى (٤/ ٢٨٧، ٢٨٨).

امام ذہبی نے جبیر بن مطعم سے روایت کی کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ جانیں ہلاک ہو گئیں۔ عیال بھوکے مر گئے اور مال تباہ ہو گئے' اپنے رب سے ہمارے لئے بارش کی دعا فرمائیں ہم آپ پر اللہ کی سفارش لاتے ہیں اور آپ کی سفارش اللہ پر نبی ﷺ نے فرمایا' سبحان اللہ آپ تسبیح کہتے رہے حتیٰ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے چہروں پر اس کا اثر ظاہر ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا افسوس ہے کیا تو جانتا ہے' اللہ کیا ہے؟ اس کی شان اس سے بہت بڑی ہے' اللہ کی سفارش کسی اور کیلئے؟ نہیں نہیں وہ سات آسمانوں کے اوپر ہے' عرش پر ہے اور وہ اس پر اس طرح ہے' وھب نے ہاتھ سے اشارہ کیا قبہ کی طرح، ابن الازہر نے بھی اشارہ کیا، الحدیث۔ امام ذہبی نے اس کو دو سندوں سے ذکر کیا ہے' ابو داؤد ابن عساکر بھی اسے روایت کرتے ہیں۔ احادیث صفات جمع کرنے والے ائمہ مثلاً ابن خزیمہ' طبرانی' ابن مندہ' دار قطنی' عبدہ رحمہم اللہ بھی اس حدیث کو لاتے ہیں۔ دارمی نے "الرد علی الجهمية" میں اس کو روایت کیا ہے اور آجری نے "الشريعة" میں اور بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں۔ (۱)

۳۸۔ وأخرج الذهبي معلقا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَمَّا قَضَى الله الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِي سبقَتْ غَضَبِي. وفي لفظ فهو مرفوع فوق العرش. وصله أحمد والبخارى ومسلم كما فى الفتح الكبير، وابن خزيمة فى التوحيد، والآجرى فى الشريعة، فى باب ذكر السنن التى دلت العقلاء على أن الله عزوجل فوق سبع سمٰوٰته وعلمه محيط بكل شى لايخفى عليه شئ فى الأرض ولا فى السماء. والبيهقى فى الأسماء والصفات، وغيرهم. (۲)

امام ذہبی معلقاً سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا اپنے پاس کتاب میں عرش کے اوپر لکھا کہ میری رحمت میرے غصہ پر غالب آگئی' ایک روایت میں یوں ہے "وہ عرش کے اوپر اٹھائی ہوئی ہے" احمد' بخاری اور مسلم نے اس کو موصولاً روایت کیا' جیسا کہ "الفتح الكبير" میں ہے اور امام ابن خزیمہ "التوحيد" میں امام آجری "الشريعة" میں بذیل باب "ان احادیث کے بیان میں جو دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سات آسمانوں کے اوپر ہے اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہے' اس پر زمین اور آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے" اور امام بیہقی "الاسماء والصفات" میں اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔

امام بیہقی نے امام خطابی سے نقل کیا ہے کہ: ويكون معنى قوله: «فَهُوَ عِنْده فَوْق الْعَرْش». أي: فعلم ذلك عند الله تعالى فوق العرش لَا يَنْسَاهُ ولا ينسخه وَلَا يُبَدِّله، كقوله جل وعلا: ﴿قَالَ عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي فِي كِتَٰبٍۖ لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى ۝٥٢﴾ (طه: ٥٢) وإما أن يكون أراد بالكتاب اللَّوْح الْمَحْفُوظ الَّذِي فِيهِ ذِكر أَصْنَاف

[1]–(ضعيف) السلسلة الضعيفة (٢٦٣٩) العلو للذهبي برقم (٧١)، الرد على الجهمية (٢٤)، والآجرى فى الشريعة (٢٩٣)، الأسماء والصفات (٢٩٧).

[2]– صحيح البخاري كِتَاب بَدْءِ الْخَلْقِ، بَاب مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى {وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ} حديث رقم (٢٩٥٥)، العلو للعلي الغفار حديث رقم (٧٩)، الفتح الكبير (٣/ ٣٤)، ابن خزيمة في التوحيد (٧٠)، والآجري في الشريعة (٣/ ٢٩٠)، والبيهقي في الاسماء والصفات (٢٨٤)، كِتَاب التَّوْحِيدِ، بَاب قَوْلِهِ تَعَالَى: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا...، حديث رقم (٦٨٩٩).



الْخَلْق والخليقة ، وَبَيَان أُمُورهمْ وذِكْر آجَالهمْ وَأَرْزَاقهم، والأقضية النافذة فيهم، ومآل عواقب أمورهم ، ويكون معنى قوله: « عِنْده فَوْق الْعَرْش». أي: فذكره عنده فوق العرش، ويضمر فيه الذكر أو العلم، وكل ذلك جائز في الكلام، سهل في التخريج، على أن العرش خلق الله عز وجل مخلوق لا يستحيل أن يمسه كتاب مخلوق، فإن الملائكة الذين هم حملة العرش قد روي أن العرش على كواهلهم، وليس يَسْتَحِيل أَنْ يُمَاسُّوا الْعَرْش إِذَا حَمَلُوهُ، وَإِنْ كَانَ حَامِل الْعَرْش وَحَامِل حَمَلَته في الحقيقة هُوَ اللهَ تعالى. وليس معنى قول المسلمين: إن الله على العرش، هو أنه مُمَاسّ لَهُ أَوْ مُتَمَكِّن فِيهِ أَوْ مُتَحَيِّز فِي جِهَة مِنْ جِهَاته، لكنه بائن من جميع خلقه، وإنما هُوَ خَبَر جَاءَ بِهِ التَّوْقِيف ، فَقُلْنَا بِهِ وَنَفَيْنَا عَنْهُ التَّكْيِيف إِذْ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْء وهو السميع البصير».

اس کے پاس ہونے کا مقصد ہے عرش کے اوپر یعنی اس کا علم اللہ کے پاس عرش کے اوپر ہے وہ اسے نہ بھولتا ہے نہ منسوخ و تبدیل کرتا ہے' جیسا کہ اللہ جل وعلا نے فرمایا: اس کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے نہ خطا کرتا ہے اور نہ نسیان' یا کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں جملہ مخلوق کے اصناف کا ذکر ہے اور ان کے حالات ان کے ارزاق اور ان کے بارے میں فیصلہ جات الٰہی اور ان کے انجام کار اور تعین مدتہائے زندگی سب باتوں کی تفصیل موجود ہے۔ عندہ کا مقصد ہے اس کا ذکر اس کے پاس ہے اور عرش کے اوپر اس میں الذکر یا العلم محذوف مانا جائے گا اور ایسا کلام میں جائز ہے۔ نیز عرش کو اللہ نے بنایا ہے اور وہ مخلوق ہے کوئی محال نہیں کہ اس کے ساتھ کسی مخلوق کتاب کا تماس ہو دیکھئے عرش ان کے کاندھوں پر ہے' حالانکہ درحقیقت عرش اور اس کے اٹھانے والوں کو تھامنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اس کا مطلب یہ قطعاً نہیں ہے کہ وہ عرش کے ساتھ ملا ہوا ہے یا اس میں جگہ لے چکا ہے یا کسی جہت میں متحیز ہے کیونکہ وہ تو اپنی جملہ مخلوق سے جدا اور بائن ہے یہ کہ اللہ عرش پر ہے ایک توقیفی خبر ہے' ہم اس کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں اور حق تعالیٰ سے کیفیت کی نفی کرتے ہیں کیونکہ اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا' دیکھنے والا ہے۔([1])

۳۹۔ وأخرج الطبراني عن أنس قال قال رسول الله ﷺ أوحى الله تعالى إلى نبي من الأنبياء مابال عبادى يدخلون بيوتى بقلوب غير طاهرة وأيد غير تقية أبيَ يَغْتَرُّونَ؟ وإياى يخدعون؟ وَعِزَّتِي وَجَلالِي وعلوى فى إرتفاعى لأبلينهم بلية اترك الحليم فيهم حيران لاينجو منهم إلامن دعا كدعاء الغريق.

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں سے اپنے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کا کیا حال ہے کہ میرے گھروں میں ناپاک دلوں کے ساتھ اور میلے ہاتھوں کے ساتھ داخل ہوتے ہیں' کیا مجھے دھوکہ دیتے ہیں اور مجھ سے خداع کرتے ہیں مجھے اپنی عزت وجلال اور اپنے علو وارتفاع کی قسم میں انہیں ایسی آزمائش میں ڈال دوں گا کہ علم والا بھی حیران ہو جائے ان سے کوئی بھی نجات نہ پائے مگر وہ جو غرق ہونے والے کی طرح

---

[1] – الأسماء والصفات للبيهقي (٢٨٤).



دعا کرے۔(۱)

۴۰۔ وأخرج الذهبي عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما طَرَفَ صَاحِبِ الصُّور مُنْذُ وُكِّلَ بِهِ، مُسْتَعِدٌّ يَنْظُرُ نَحْوَ الْعَرْشِ مَخَافَةَ أَنْ يُؤْمَرَ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْهِ طَرَفُهُ كَأَنَّ عَيْنَيْهِ كَوْكَبَانِ دُرِّيَّانِ. أخرجه الحاكم. (۲)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صور والا فرشتہ جب سے ہی اس مقصد کیلئے مقرر کیا گیا ہے عرش کی طرف مستعد ہو کر دیکھ رہا ہے وہ آنکھ بھی نہیں جھپک رہا کہیں اس اثناء میں اسے حکم نہ ہو جائے 'اس کی آنکھیں ایسی ہیں جیسا کہ دو چمکتے ستارے۔ حاکم نے اسے روایت کیا اور صحیح کہا۔

۴۱۔ واخرج البخارى عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَتَدْرِي أَيْنَ تَغْرُبُ هذه الشَّمْسُ قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ عند ربها وَتَسْتَأْذِنَ فَيُؤْذَنُ لَهَا. وذكر الحديث.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو جانتا ہے یہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جاننے والے ہیں فرمایا یہ جاتا ہے عرش کے نیچے اپنے رب کو سجدہ کرتا ہے، پھر وہ اجازت طلب کرتا ہے اور پوری حدیث ذکر کی۔ (۳)

وأخرجه عبد بن حميد والترمذى وابن أبى حاتم وأبو الشيخ فى العظمة وابن مردوية والبيهقى فى الأسماء والصفات كذا فى الدر المنثور.

عبد بن حمید، ترمذی، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ "العظمہ" میں، ابن مردویہ، بیہقی، "الأسماء والصفات" میں اسے روایت کرتے ہیں "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔ (۴)

۴۲۔ وأخرج الذهبي عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مررت ليلة أُسْرِيَ بِي بِرَائِحَة طَيِّبَة فَقُلْتُ: مَا هَذِهِ الرَّائِحَةُ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَذِهِ مَاشِطَة بنتِ فِرْعَوْنَ كانت تمشطها فوقع الْمُشْطُ مِنْ يَدِهَا، فَقَالَتْ: بِسْمِ اللهِ فَقَالَتْ بنتُ فِرْعَوْنَ: أَبِي قَالَتْ: رَبِّي وَرَبُّ أَبِيكِ، قَالَتْ: أقول له إذا قالت قولي له قال لها أو لك رب غيري قالت ربي وربك الذي في السماء فأحمى لها قدرا من نحاس فقالت إن لي إليك حاجة قال وما حاجتك؟ قالت أَنْ تَجْمَعَ عِظَامِي وَعِظَامَ وَلَدِي قال ذلك لك علينا لما لك علينا من الحق فألقى ولدها في القدر واحدا واحدا فكان آخرهم صبي فقال يا أمه اصبري فإنك على الحق قال ابن عباس فأربعة تكلموا وهم صبيان ابن ماشطة فرعون وصبي جريج وعيسى بن مريم والرابع لا أحفظه.

۱- الطبراني في المعجم الاوسط.

۲- (صحيح) السلسلة الصحيحة (برقم:۱۰۷۸) ،العلو للعلي الغفار حديث رقم (۹۰)، مستدرك الحاكم حديث رقم (۸۸۲۶).

۳- صحيح البخاري كِتَاب بَدْءِ الْخَلْقِ بَاب صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ جديث رقم (۲۹۶۰).

۴- الدرالمنثور (۵/ ۲۶۳)، العلو للعلي الغفار (۱٤)، وساقه الذهبى بسنده، طبع الهند وقال اسناده حسن.



امام ذہبی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسراء کی رات کو میں ایک عمدہ خوشبو کے پاس گزرا میں نے کہا جبریل یہ کیا خوشبو ہے؟ جبریل نے کہا یہ فرعون کی لڑکی کو کنگھی کرنے والی خادمہ ہے کنگھی اس کے ہاتھ سے گر گئی تو کہا اللہ کے نام سے 'بنت فرعون نے کہا میرے باپ کے نام سے خادمہ نے کہا میرے اور تمہارے باپ کے رب کے نام سے لڑکی نے کہا میں اپنے والد کو کہتی ہوں خادمہ نے کہا کہہ دے فرعون نے کہا کیا میرے سوا تیرا رب ہے؟ خادمہ نے کہا میرا اور تیرا رب وہ ہے جو آسمان میں ہے' فرعون نے تانبے کی دیگ گرم کی' خادمہ نے کہا میری ایک تمنا ہے 'فرعون نے کہا کیا؟ کہنے لگی میری خواہش یہ ہے کہ میری اور میرے بچوں کی ہڈیاں اکٹھی کی جائیں' چنانچہ اس کی اولاد ایک ایک کر کے دیگ میں ڈالے گئے آخر میں چھوٹا بچہ تھا' اس نے کہا اماں صبر کر تو یقینا حق پر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چار بچوں نے بچپن میں کلام کیا ماشطہ کا بیٹا' جریج والا بچہ عیسیٰ بن مریم اور چوتھا مجھے یاد نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے اور دارمی نے اسے "الرد علی الجھیمة" میں ذکر کیا ہے۔([1])

۴۳۔ وأخرج الذهبي عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَى عَرْشِه قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ شَيْئًا ثُمَّ خَلَقَ الْقَلَمَ فَكَتَبَ مَا هُوَ كَائِنٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَة. وأخرج نحوه عبدالرزاق والفريابى وسعيد بن منصور وعبد بن حميد وابن جرير وابن المنذر وابن أبى حاتم وأبو الشيخ فى العظمة والحاكم وصححه والبيهقى فى الأسماء والصفات والخطيب فى تاريخه والضياء فى المختارة كذا فى الدرالمنثور، واخرج نحوه الآجرى فى الشريعة، والدارمى فى الرد على المريسى، وفى الرد على الجهمية.

امام ذہبی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اشیاء پیدا کرنے سے پہلے اللہ عرش پر تھا' پھر قلم کو پیدا کیا' اس نے وہ سب کچھ لکھا جو قیامت تک ہونا تھا' عبد الرزاق' الفریابی' سعید بن منصور' عبد بن حمید' ابن جریر' ابن المنذر' ابن ابی حاتم' ابو الشیخ "العظمة" میں حاکم نے اسے صحیح کہا' بیہقی "الأسماء والصفات" میں خطیب "تاریخ" میں اور ضیاء مقدسی "المختارہ" میں اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔ آجری نے بھی "الشریعة" میں اور الدارمی نے "الرد علی المریسی" میں اور "الرد علی الجھیمة" میں اسی طرح روایت کیا ہے۔([2])

۴۴۔ وأخرج الذهبي عن أنس أن رسول الله كان إذا أمطرت السماء حَسَر عَنْ مَنْكِبَيْه حتى يُصيبه المطر. ويقول إنه حديث عهد بربه أخرجه مسلم وأخرجه الدارمى فى الرد على الجهمية، وأحمد فى مسنده، وأبوداؤ د فى سننه، و البخارى فى الأدب المفرد، وقال الدارمى ولو كان على ما يقول هؤلاء الزائغة انه فى كل مكان ما كا ن المطر احدث عهد بالله من غيره من المياه والخلائق.

---

[1]۔ (ضعيف) ضعيف الجامع برقم: ٤٧٧٢ العلو للعلي الغفار حديث رقم (٩٣)، الرد على الجهمية (٢٥). هذا حديث حسن الإسناد.

[2]۔ (صحيح) مختصر العلو، العلو حديث رقم (٩٤)، الدرالمنثور (٦/ ٢٤٩)، الشريعة (٢٩٣)، الرد علي المريسي (٨٧)، الرد علي الجهمية (١٦).



امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بارش ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اپنے کندھوں پر سے کپڑا ہٹا لیتے تاکہ بارش جسم کو پہنچے اور فرماتے یہ رب کی طرف سے نئی آنے والی ہے' اس کو مسلم نے ذکر کیا۔ دارمی نے "الرد علی الجھمیہ" میں اور احمد نے اپنی مسند میں اور ابو داؤد نے سنن میں اور بخاری نے "الأدب المفرد" میں اس کی روایت کی ہے' دارمی نے کہا اگر ان گمراہوں کی بات صحیح ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے تو بارش کا پانی دوسرے پانیوں اور دیگر مخلوقات کی نسبت سے نئے عہد والا نہ ہوگا۔ ([1])

۴۵۔ واخرج الذهبى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ حين يذكرني فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ وَإِنْ اقترب إِلَيَّ شِبْرًا اقتربْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً.

هذا حديث صحيح وأخرجه الشيخان والترمذى وابن ماجة كذا فى زيادات الجامع الصغير للسيوطى.

امام ذہبی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں جو وہ میرے بارے میں کرتا ہے جب وہ مجھے یاد کرتا ہے' میں اس کے ساتھ ہوں اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرتا ہے تو ان سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں' اگر وہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں ایک باع (یعنی دو ہاتھ) قریب ہوتا ہوں' اگر بندہ میرے پاس چل کر آتا ہے میں دوڑ کر اس کے پاس پہنچتا ہوں' یہ حدیث صحیح بخاری کی ہے' مسلم' ترمذی اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے' "زيادات الجامع الصغير للسيوطى" میں اس طرح ہے۔ ([2])

۴۶۔ وأخرج الذهبى معلقا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ الرَّحِمَ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ وَلَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْكَافِئِ وَلَكِنَّ إِذَا قطعه ذورَحِمُهُ وصله إسناده قوي وصل القطعة قاله الهيثمى فى مجمع الزوائد، واما قوله وليس الواصل. فوصله احمد والبخارى وأبوداؤ د والترمذى قاله السيوطى فى جا مع الصغير. ([3])

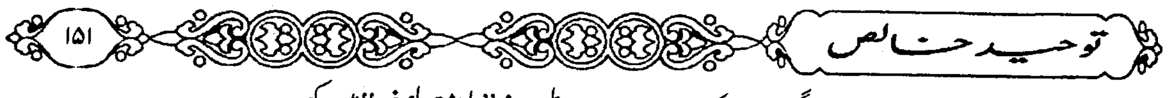
سیدنا عبداللہ بن عمرو سے معلقا روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رحمت عرش کے ساتھ معلق ہے' جوڑنے والا وہ نہیں جو بدلہ میں جوڑ رہا ہے بلکہ رشتہ دار توڑ دے پھر جوڑنے والا صلہ رحمی والا ہے۔ اس کی سند قوی ہے' پہلا فقرہ احمد اور طبرانی نے موصولاً بیان کیا ہے' اس کے رجال ثقات ہیں' یہ ہیثمی نے "مجمع الزوائد" میں کہا ہے' قوله وليس الواصل... کو

---

[1] صحيح المسلم كِتَاب صَلَاةِ الِاسْتِسْقَاءِ بَاب الدُّعَاءِ فِي الِاسْتِسْقَاءِ حديث رقم (١٤٩٤)، مختصر العلو، حديث رقم (٩٥)، الرد على الجهمية (٢٥)، مسند احمد (٣/ ١٣٣)، أبوداؤد كِتَاب الْأَدَبِ، بَاب مَا جَاءَ فِي الْمَطَرِ (٢/ ٢٠٨)، والبخارى فى الأدب المفرد (٨٤).

[2] صحيح البخاري كِتَاب التَّوْحِيدِ بَاب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى {وَيُحَذِّرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ} صحيح مسلم كِتَاب الذِّكْرِ، بَاب الْحَثِّ عَلَى ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى.

[3] صحيح البخاري كِتَاب الْأَدَبِ بَاب لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ حديث رقم (٥٥٣٢)، العلو للعلي الغفار حديث رقم (١٠٢)، مسند أحمد حديث رقم (٦٢٣٨)، مجمع الزوائد (٨/ ١٥١)، جامع الصغير (٢/ ١١٢).



احمد' بخاری' ابوداؤد اور ترمذی نے موصولاً روایت کیا ہے یہ بات سیوطی نے "الجامع الصغیر" میں کہی ہے۔

۴۷۔وأخرج آدم بن أبي إياس في كتاب الثواب عن أبي أمامة قال قال أبو أيوب نزل علي رسول الله شهرا فارتقبت عمله فرأيته إذا زالت الشمس فلو كان في يده عمل الدنيا رفضه وإن كان نائما فكأنما يوقظ فيقوم فيغتسل أو يتوضأ ثم يركع أربع ركعات يتمهن ويحسنهن ويتمكن فيهن فسألته عن ذلك فقال إن أبواب السماء وأبواب الجنان تفتح في تلك الساعة فلا ترتج حتى تصلي هذه الصلاة فأحب أن يصعد مني إلى ربي تلك الساعة خير.

آدم بن ابی ایاس نے "کتاب الثواب" میں ابو امامہ سے روایت کی ہے کہ سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ میرے پاس ٹھہرے رہے میں نے آپ کے عمل کو ملاحظہ کیا جب سورج ڈھل جاتا تو دنیا کا کوئی بھی کام ہوتا چھوڑ دیتے' اگر نیند میں ہوتے تو گویا آپ کو جگایا گیا ہے' اٹھتے' نہاتے غسل کرتے یا وضو کرتے پھر چار رکعت پڑھتے ان کو پورا کرتے اچھا ادا کرتے اور ان میں اطمینان فرماتے۔ میں نے اس کے بارے میں آپ سے پوچھا تو فرمایا اس وقت آسمان کے دروازے اور بہشتوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں پھر اس نماز کے پڑھے جانے تک بند نہیں کئے جاتے میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میرے رب کی طرف میری طرف سے نیکی اوپر کو جائے۔([1])

۴۸۔وأخرج الذهبي عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ كُنَّا بِالْبَطْحَاءِ جُلُوسًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَرَّتْ سَحَابَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَتَدْرُونَ مَا هَذَا؟ قُلْنَا السَّحَابُ قَالَ وَالْمُزْنُ؟ قُلْنَا وَالْمُزْنُ قَالَ وَالْعَنَانُ؟ قَالَ فَسَكَتْنَا فَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ كَمْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ؟ قُلْنَا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ بَيْنَهُمَا مَسِيرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ مَسِيرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ وَكِثَفُ كُلِّ سَمَاءٍ مَسِيرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ وَبَيْنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ بَحْرٌ بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلَاهُ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَاللهُ تَعَالَى فَوْقَ ذَلِكَ وَلَيْسَ يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ أَعْمَالِ بَنِي آدَمَ. وأخرجه أبوداؤد وابن ماجة وقد حسنه الترمذى وأخرجه الحافظ الضياء فى المختارة وابن مندة فى كتاب التوحيد وأخرجه الذهبي من طريق آخر.

امام ذہبی سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بطحاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' ایک بادل کا ٹکڑا گزرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا ہاں یہ بادل ہے' آپ نے فرمایا: یہ مزن ہے۔ہم نے کہا: ہاں المزن (بادل) ہے۔پھر فرمایا: اور عنعان (کیا ہے)؟ ہم خاموش ہوگئے۔آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے آسمان اور زمین کے درمیان کتنی مسافت ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔فرمایا ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت اور پھر ہر آسمان کی موٹائی میں پانچ سو سال کی مسافت ہے ساتویں آسمان کے درمیان سمندر ہے۔اس کے نیچے اور اوپر کے مابین اتنی مسافت ہے جتنی آسمان و زمین کے مابین اور اللہ تعالیٰ اس

[1]۔ (ضعيف) مختصر العلو، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۱۰۳)، مجمع الزوائد (۲/ ۲۲۰) الطبراني في الكبير.

کے اوپر ہے اور بنی آدم کے اعمال میں سے کوئی بھی عمل اس پر مخفی نہیں ہے۔ اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے اس کو حسن کہا، حافظ ضیاء المقدسی نے "المختارہ" میں اور ابن مندہ نے "کتاب التوحید" میں اسے ذکر کیا۔ ذہبی دوسرے طریق سے بھی روایت کرتے ہیں۔ ([1])

وأخرجه عبد بن حميد وابن ابی الدنیا فی کتاب المطر، وابن ابی عاصم فی کتاب السنة، وابو یعلی، وابن ابی حاتم وابو احمد. الحاكم فی الكنی، والطبرانی فی الكبير، وابو الشيخ فی العظمة، والحاكم وصححه، واللالكائی فی السنة والبيهقی فی الاسماء والصفات، كذا فی الدرالمنثور.

عبد بن حمید نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔ ابن ابی الدنیا "کتاب المطر" میں ابن ابی عاصم "کتاب السنة" میں روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ابو یعلی، ابن ابی حاتم اور ابو احمد حاکم "کنی" میں، طبرانی "کبیر" میں، اور ابو الشیخ "العظمة" میں اور حاکم اس نے صحیح کہا اور اللالکائی "السنة" میں اور بیہقی "الاسماء والصفات" میں اس کی تخریج کرتے ہیں۔ "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔ ([2])

۴۹۔ وأخرج الذهبي معلقا عن النعمان بن بشير مرفوعا في التَّسْبِيحَةِ وَالتَّحْمِيدَةِ وَالتَّهْلِيلَةِ يَنْعَطِفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ يَذْكُرْنَ بِصَاحِبِهِنَّ أَلَا يُحِب أَحْدُكُمْ أَنْ لَا يَزَالَ عِنْدَ الرَّحْمٰن مَا يَذْكُر بِه. ووصله الذهبی، والحاكم فی مستدركه، وقال صحيح علی شرط مسلم.

امام ذہبی نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے معلق مرفوع حدیث روایت کی کہ تسبیح تحمید اور تہلیل عرش کے ارد گرد گھومتی ہیں۔ ان کی آواز ہے جیسا کہ شہد کی مکھی کی آواز۔ وہ ذکر کرنے والے کو یاد کرتی ہیں۔ کیا تم میں سے کسی کو یہ پسند نہیں کہ اللہ کے پاس اس کا وہ (عمل) رہے جس کے سبب اس کا وہاں ذکر ہوتا رہے۔ ذہبی نے اسے موصول روایت کیا اور ابن ماجہ نے سنن میں اور حاکم نے المستدرک میں اور کہا یہ حدیث شرط مسلم پر صحیح ہے۔ ([3])

۵۰۔ وأخرج الذهبي معلقا عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عن أبيه عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال ثَلَاثَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الْقُرْآنُ يُحَاجُّ الْعِبَادَ وَالْأَمَانَةُ، وَالرَّحِم. وصله الحكيم الترمذی ومحمد بن نصر المروزی كما فی الجامع الصغير.

امام ذہبی معلقاً عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی، قرآن جو بندوں کیلئے بھرپور کوشش کرے گا اور امانت اور رشتہ، حکیم ترمذی اور محمد بن نصر المروزی نے اسے

---

[1]– (ضعيف) ظلال الجنة حديث رقم (۵۷۷)، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۱۰٤)، الاجری فی الشريعة (۲۹۲)، الرد علی الجهمية (۲٤)، الرد علی المريسی (۹۱)، كتاب التوحيد لابن خزيمة (٦۸)، مسند احمد حديث رقم (۱٦۷٦)، (۱/ ۲۰٦)

[2]– الدر المنثور (۱/ ٤۳).

[3]– (صحيح) مختصر العلو، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۱۰۹)، مستدرك الحاكم (۱/ ۵۰۳)،



موصولاً بیان کیا۔ جیسا کہ "الجامع الصغیر" میں ہے۔([1])

۵۱۔ وأخرج الذهبي معلقا عن ابن عبَّاسٍ قَالَ : سَمِعْتُ النَبِيَّ ﷺ يَقُولُ :« يُؤتَى بِالْمَقْتُولِ مُتَعَلِّقًا بِالْقَاتِلِ و أَوْدَاجُهُ تَشْخُبُ دَمًا حَتَّى يُنْتَهَى بِهِ إِلَى الْعَرْشِ فَيَقُولُ : يا رَبِّ سَلْ هَذَا فِيمَ قَتَلَنِي ؟ ».

امام ذہبی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے معلقاً روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا مقتول کو لایا جائے گا وہ قاتل کو پکڑے ہو گا اور اس کی رگیں خون بہا رہی ہوں' اس کو عرش تک لے جائے گا' کہے گا' اے پروردگار اس سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟ احمد' سعید بن منصور نسائی' ابن ماجہ' عبد بن حمید' ابن جریر' ابن المنذر' ابن ابی حاتم' النحاس "الناسخ والمنسوخ" میں اور طبرانی سب نے اس کو موصول روایت کیا ہے جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے۔([2])

۵۲۔ وأخرج حميد بن زنجويه في كتاب الترغيب عن معاذ بن جبل يقول سمعت رسول الله يقول كلمتان إحداهما ليست لها ناهية دون العرش والأخرى تملأ ما بين السماء والأرض لا إله إلا الله والله أكبر. واخرجه الطبرانى فى الكبير كذا فى تحفة الذاكرين للشوكانى.

امام حمید بن زنجویہ "کتاب الترغیب" میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا دو کلمے ہیں' ایک کو عرش سے ادھر کوئی روک نہیں اور دوسرا آسمان و زمین کے مابین کو پر کر دیتا ہے۔ یعنی لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اس کو طبرانی نے "الکبیر" میں ذکر کیا۔ "تحفۃ الذاکرین" الشوکانی میں اسی طرح ہے۔([3])

۵۳۔ وأخرج نعيم بن حماد عَنْ ثَابِتٍ عَنْ رَجُلٍ كَانَ مع عَبْدِ اللهِ بْن عَمْرٍو قَالَ كُنْتُ مَعَهُ فَلَقِينَا نَوْفًا فَقَالَ ذُكِرَ لَنَا أَنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ لِلْمَلَائِكَةِ ادْعُوا لِي عِبَادِي قَالُوا يَا رَبِّ كَيْفَ وَالسَّمَوَاتُ السَّبْعُ دُونَهُمْ وَالْعَرْشُ فَوْقَ ذَلِكَ قَالَ إِنَّهُمْ إِذَا قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فقد اسْتَجَابُوا لِي.قَالَ يَقُولُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو صَلَّيْنَا الْمَغْرِبَ أَوْ غَيْرَهَا قَالَ فقعد رهط يَنْتَظِرُونَ الصَّلَاةَ الْأُخْرَى فَقَالَ : أَبْشِرُوا هَذَا رَبُّكُمْ أَمَرَ بِبَابِ السَّمَاءِ فَفَاخَرَ بِكُمْ الْمَلَائِكَةَ.
وأخرجه الدارمى فى الرد على الجهمية ،وابن ماجة في سننه حديث عبد الله بن عمرو من قوله صلينا المغرب ... بمعناه عن ثابت عن أبى أيوب عنه قال المنذرى فى ترغيبه هو المراغى العتكى ثقة.

امام نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ ثابت سے اور وہ ایک شخص سے جو عبد اللہ بن عمرو کے ساتھ تھا' اس نے کہا میں اس کے ساتھ تھا' ہم نوف کو ملے پس کہا ہمیں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو کہا میرے بندوں کو بلاؤ فرشتوں نے کہا اے رب کس طرح بلائیں' حالانکہ سات آسمان ان کے آگے ہیں اور ان کے اوپر عرش ہے۔ فرمایا جب وہ کہتے ہیں "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں" تو وہ گویا

---

[1]– (ضعيف) السلسلة الضعيفة حديث رقم (١٣٣٧) العلو للعلي الغفار حديث رقم (١١٠)، جامع الصغير (١/ ١١٦).

[2]– (صحيح) مختصر العلو، العلو للعلي الغفار حديث رقم (١١٢)، وصله احمد وسعيد بن منصور والنسائى وابن ماجة وعبدبن حميد وابن جرير وابن المنذر وابن ابى حاتم والنحاس فى ناسخة والطبرانى كما فى الدر المنثور (٢/ ١٩٦).

[3]– العلو للعلي الغفار حديث رقم (١٥٤) وقال الذهبي: ابن لهيعة بحر من بحور العلم لكنه سيء الحفظ لين، تحفة الذاكرين للشوكانى (٢٧٠).

میرے پاس آ گئے۔ عبد اللہ بن عمرو کہتا ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز یا کوئی دوسری نماز پڑھی' ایک گروہ دوسری نماز کے انتظار کے لئے بیٹھ رہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خوش ہو جاؤ یہ تمہارا پروردگار آسمان کے دروازہ پر فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کر رہا ہے۔ دارمی نے اس کو "الرد علی الجهمية" میں روایت کیا اور ابن ماجہ نے اپنی "السنن" میں عبد اللہ بن عمرو کی حدیث لفظ صلينا المغرب۔ تخریج کی ہے جس کی سند یوں ہے' عن ثابت عن إبي ايوب عن عبد اللہ بن عمرو' منذری نے "الترغيب" میں کہا ابوایوب المراغی العتکی ثقہ ہے۔ (۱)

۵۴۔وأخرج الذهبي معلقاًعن البراء قال خرجنا مع رسول الله في جنازة فذكر الحديث بطوله وقال في الروح حتى ينتهي بها إلى السماء السابعة فيقول الله تعالى أعيدوه إسناده صالح. وصله أحمد فى مسنده,والطيالسى فى مسنده والبيهقى فى اثبات عذاب القبر وابن خزيمة فى التوحيد وعبد الله بن أحمد فى كتاب السنة,والدارمى فى الرد على الجهمية.

امام ذہبی' سیدنا براء بن عازب سے (معلقاً) روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے۔ لمبی حدیث بیان کی۔ روح کے بارے میں فرمایا اسے ساتویں آسمان تک پہنچایا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسے واپس لے جاؤ۔ اس کی سند صالح ہے۔ احمد اور طیالسی نے اپنی "مسند" میں' بیہقی نے "اثبات عذاب القبر" میں ابن خزیمہ نے "التوحيد" میں' عبد اللہ بن احمد نے کتاب "السنة" میں اور دارمی نے "الرد على الجهمية" میں اسے موصولاً بیان کیا ہے۔ (۲)

۵۵۔وأخرج الذهبي معلقاً عن سلمان الفارسي قال قال رسول الله إن ربكم حيي كريم يستحيي من عبده إذا رفع يديه إليه يدعوه أن يردهما صفرا ليس فيهما شيء هذا حديث مشهور رواه عن النبي أيضا علي بن أبي طالب وابن عمر وأنس وغيرهم. فحديث سلمان أخرجه أحمد وأبوداؤد والترمذى وابن ماجة والحاكم كما فى الجامع الصغير وأخرجه ابن حبان كمافى موارد الظمأن إلى زوائد ابن حبان للهيثمى وحديث ابن عمر أخرجه الطبرانى فى الكبير كما مجمع الزوائد وحديث أنس أخرجه عبدالرزاق والحاكم وأخرجه الطبرانى فى الأوسط عن جابر كذا فى الدرالمنثور. (۳)

امام ذہبی سیدنا سلمان فارسی سے (معلقاً) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا رب حیادار باعزت ہے' جب بندہ اس کی طرف اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ اپنے بندہ سے حیا کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی لوٹائے' یہ حدیث مشہور ہے' نبی ﷺ سے علی بن إبی طالب، ابن عمر' إنس وغیرہ صحابہ نے روایت کی ہے سلمان کی حدیث کی تخریج إحمد وابوداؤد 'ترمذی' ابن ماجہ

۱– (صحيح) السلسلة الصحيحة حديث رقم (٦٦١)، العلو للعلي الغفار حديث رقم (١١٦)، مسند أحمد حديث رقم (٦٥٦٤)، الرد على الجهمية (٢٨)، المنذرى فى الترغيب (١/ ٢٨٢).

۲– (إسناده صالح) مختصر العلو، العلو للعلي الغفار حديث رقم (١١٨)، مسند أحمد (٤/ ٢٨٧)، مسند الطيالسى (١٠١)، كتاب التوحيد لإبن خزيمة (٧٩)، كتاب السنة (٢٢٣)، الرد على الجهمية (٣٥).

۳– (صحيح) مختصر العلو ، جامع الصغير (١/ ٥٨)، موارد الظمأن (٢٩٦)، مجمع الزوائد (١٠/ ١٦٩)، الدرالمنثور (١/ ١٩٥).

اور حاکم نے کی ہے، جیسا کہ "الجامع الصغیر" میں ہے "موارد الظمان" میں ہے۔ اسے ابن حبان نے روایت کیا۔ ابن عمر کی حدیث طبرانی نے "الکبیر" میں تخریج کی ہے، دیکھئے "مجمع الزوائد" حدیث انس کو عبد الرزاق اور حاکم نے روایت کیا ہے اور الطبرانی نے "الأوسط" میں جابر سے اس کو روایت کیا۔ "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔

۵۶۔ وأخرج أبوبكر الخلال فى كتاب السنة عن قتادة بن النعمان سمع النبي يقول لما فرغ الله من خلقه استوى على عرشه رواته ثقات.

ابو بکر الخلال کتاب السنہ میں قتادہ بن نعمان سے روایت کرتا ہے کہ اس نے نبی ﷺ سے سنا جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے فارغ ہوا تو عرش پر مستوی ہوا، اس کے روات ثقہ ہیں۔ (۱)

۵۷۔ وأخرج الذهبي معلقاًعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهﷺ أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنْ الشِّرْكِ لا يصعد إلي من الرياء شيء.

امام ذہبی (تعلیقاً) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث قدسی میں فرمایا میں شرکاء کے شریک بنانے سے بے نیاز ہوں، میری طرف دکھلاوے کا کوئی عمل نہیں چڑھتا۔ (۲)

۵۸۔ وأخرج أبو جعفر بن أبي شيبة في كتاب العرش عن علي رضي الله عنه أن رسول الله حدثني عن ربه عزوجل فقال وعزتي وجلالي وارتفاعي علي عرشي ما من قرية ولا بيت ولا رجل ببادية كانوا على ما كرهت من معصيتي فتحولوا عنها إلى ما أحببت من طاعتي إلا تحولت لهم ما يكرهون من عذابي إلى ما يحبون من رحمتي.
واخرجه ابوأحمد العسال في كتاب المعرفة.

ابو جعفر بن ابی شیبہ "کتاب العرش" میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے مجھے حدیث بیان کی کہ اللہ نے فرمایا مجھے اپنی عزت وجلال اور عرش پر برتری کی قسم ہے کوئی بستی یا گھر یا کوئی شخص دیہات میں جو کہ میری نافرمانی پر تھے اور وہ اس سے انحراف کر کے میری اطاعت میں آ جاتے ہیں تو میں بھی اپنا عذاب ان سے ہٹا لیتا ہوں اور اپنی رحمت جو انہیں پسند ہے، ان کو دیتا ہوں، ابو احمد العسال نے اسے "كتاب المعرفة" میں روایت کیا ہے۔ (۳)

۵۹۔ وأخرج الذهبي معلقاً عن عبادة بن الصامت أن النبي قال إن الله تعالى رفعني يوم القيامة في أعلا غرفة في الجنة ليس فوقي إلا حملة العرش. وصله الدارمى فى الرد على المريسى. (۴)

۱۔ (رواته ثقات وذكر ابن القيم في اجتماع الجيوش الإسلامية أنه حديث صحيح على شرط البخاري) مختصر العلو،حديث رقم (۱۱۹)
۲۔ العلو للعلي الغفار حديث رقم (۱۲۰) ، قطعة من حديث مسلم كِتَاب الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ بَاب مَنْ أَشْرَكَ فِي عَمَلِهِ غَيْرَ اللَّهِ رقم (۵۳۰۰)
۳۔ العلو للعلي الغفار حديث رقم (۱۲۳) و قال أبو محمد أشرف بن عبدالمقصود في تحقيق العلو: وإسناده ضعيف
۴۔ العلو للعلي الغفار حديث رقم (۱۲۴) و قال أبو محمد أشرف بن عبدالمقصود في تحقيق العلو: إسناده ضعيف، الرد على المريسى (۹۲)



امام ذہبی نے (تعلیقاً) سیدنا عبادہ بن الصامت سے روایت کیا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے قیامت کے دن بہشت کے سب سے اونچے بالاخانہ پر پہنچائے گا۔ مجھ سے اوپر عرش کے اٹھانے والوں کے سوا اور کوئی نہ ہو گا۔ دارمی نے "الرد علی المریسی" میں اس کو موصول روایت کیا ہے۔

٦٠۔وأخرج الذهبي معلقاً عن ابن مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:"يَجْمَعُ اللهُ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَعْلُومٍ أَرْبَعِينَ سَنَةً شَاخِصَةً أَبْصَارُهُمْ إِلَى السَّمَاءِ يَنْتَظِرُونَ فَصْلَ الْقَضَاءِ"، قَالَ:"فَيَنْزِلُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ من العرش إلى الكرسي فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ.

امام ذہبی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے (معلقاً) روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ اولین اور آخرین کو ایک دن میں جو کہ چالیس سال کا ہو گا، جمع کرے گا۔ ان کی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھی ہوں گی۔ فیصلہ کا انتظار کر رہی ہوں گی، اللہ تعالیٰ عرش سے کرسی کی طرف اترے گا، بادل کے سایہ میں، ذہبی نے اسے دوبارہ وارد کیا اور کہا اس کی سند حسن ہے، ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اس کو موصولاً بیان کیا جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے۔ ([1])

٦١۔أخرجه البخاري عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ بَلَغَ أَبَا ذَرٍّ مَبْعَثُ النَّبِيِّ عليه السلام فَقَالَ لِأَخِيهِ اعْلَمْ لِي عِلْمَ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ يَأْتِيهِ الْخَبَرُ مِنْ السَّمَاءِ. ووصله موصولا بطوله البخاري في كِتَابِه.

امام بخاری سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ السلام کی آمد کا پتہ چلا اس نے اپنے بھائی کو کہا میرے لئے اس شخص کے حالات معلوم کر جو کہتا ہے، میرے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔ امام بخاری نے باب اسلام ابی ذر میں اور امام مسلم نے فضائل ابی ذر میں اس کو موصول ذکر کیا ہے۔ ([2])

٦٢۔وأخرج أبو الشيخ فى كتاب العظمة عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه،قال: قال رجل: يا رسول الله مَا الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ؟ قَالَ: ذَاتَ يَوْمٌ يَنْزِلُ اللهُ تَعَالَى عَلَى عَرْشِهِ...و ذكر الحديث. وأخرج نحوه أحمد وابن جرير وابن المنذر والحاكم وابن مردويه كذا في الدر المنثور.

ابو الشیخ "کتاب العظمہ" میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ مقام محمود کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اس دن ہو گا جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر نزول فرمائے گا، الحدیث۔ اسی طرح احمد، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم، ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔ "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔ ([3])

---

[1]۔ العلو للعلي الغفار حديث رقم (١٢٧) و قال أشرف بن عبدالمقصود في تحقيق العلو: فيه إنقطاع محتمل، الدر المنثور (١/ ١٤١) ثم أورده الذهبى ثانيا وقال إسناده حسن ووصله ابن مردوية فى تفسيره كمافى الدرالمنثور.

[2]۔ صحيح البخاري كتاب الرد على الجهمية بَاب قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ {إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ}و كِتَاب الْمَنَاقِبِ بَاب إِسْلَامُ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ رضي الله عنه حديث رقم (٣٥٧٢)، صحيح مسلم كِتَاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ بَاب مِنْ فَضَائِلِ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حديث رقم (٤٥٢١)

[3]۔ (ضعيف) السلسلة الضعيفة حديث رقم (٢٦٤٠) و (٥١٦٦)، الدر المنثور (٤/ ١٩٧)



۶۳۔أخرج البيهقى فى الأسماء والصفات عن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ : «دون الله تعالى سَبْعُونَ أَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُورٍ وظلمة ، ما سمع من نفس شيء من حسن تلك الحجب إلا زهقت نفسه» وأيده البيهقي بأثر مجاهد المفسر. وأخرج الحديث إسحق بن راهويه فى مسنده كمافى المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية لإبن حجر.

امام بیہقی ''الأسماء والصفات'' میں سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے آگے ستر ہزار نور اور ظلمہ کے پردے ہیں جس نفس نے بھی ان کے حسن کا سنا' وہ مر جاتا ہے۔ بیہقی نے اس کی تائید میں مجاہد کا اثر پیش کیا ہے' یہ حدیث اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں ذکر کی ہے جیسا کہ ''المطالب العاليه بزوائد المسانيد الثمانيه لإبن حجر'' میں ہے۔([1])

۶۴۔وأخرج البخارى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أن رَسُولَ اللهِ ﷺ قال اقْبَلُوا الْبُشْرَى يَا بَنِي تَمِيمٍ قَالُوا بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا قال اقْبَلُوا الْبُشْرَى يَا أَهْلَ الْيَمَنِ قَالُوا قَدْ بَشَّرْتَنَا فاقض لنا على هذا الأمر كيف كان فَقَالَ كَانَ اللهُ على العرش وَكَانَ قبل كل شيء وكتب في اللوح كل شيء يكون. هذا حديث صحيح.وأخرجه الآجرى فى الشريعة والدارمى فى الرد على الجهمية. ([2])

امام بخاری سیدنا عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنو تیم خوشخبری حاصل کرو انہوں نے کہا خوشخبری دی ہے تو ہمیں کچھ دیں۔ آپ نے یمنیوں کو کہا تم بشریٰ لے لو' انہوں نے کہا آپ نے خوشخبری کیلئے کہا ہے تو آپ اس معاملہ میں جو بھی ہو فیصلہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عرش پر تھا اور وہ ہر چیز سے پہلے تھا اور لوح میں ہر وہ چیز لکھی جو ہونی ہے' یہ حدیث صحیح ہے اس کو آجری نے ''الشریعہ'' میں ذکر کیا اور دارمی نے ''الرد على الجهميه'' میں۔

۶۵ ۔ وأخرج البخارى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ هَاجَرَ وجَلَسَ فِي أَرْضِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَوَلَا تُنَبِّئُ النَّاسَ بِذَلِكَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِهِ كُلُّ دَرَجَتَيْنِ مَا بَيْنَهُمَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ فَسَلُوهُ الفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ وسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ. ([3])

امام بخاری سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاتا ہے' نماز قائم کرتا ہے' رمضان کے روزے رکھتا ہے' اللہ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔ ہجرت کرے یا اپنے علاقہ

---

[1]– (ضعيف) ظلال الجنة حديث رقم (۷۸۸) ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۱۳۰) ، البيهقى (۲۸۹)، المطالب العالية لإبن حجر (۴۰/۲)

[2]– العلو للعلي الغفار حديث رقم (۱۳۱) ، قد خرجه البخاري في مواضع (۲۹۵۲) و (۲۹۵۳) و (۴۰۱۷) و (۴۰۳۵) و (۶۸۶۸) بألفاظ غير هذا، الشريعة للأجري (۱۷۷)، الرد على الجهمية (۱٤).

[3]– صحيح البخاري كِتَاب التَّوْحِيدِ بَاب {وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ} حديث رقم (۶۸۷۳)، الأسماء والصفات للبيهقى (۲۸۶).

میں ہی رہ جائے' لوگوں نے کہا اس کی آپ عام اطلاع کیوں نہ دے دیں۔ آپ نے فرمایا جنت کے سو درجے ہیں' انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی بلندی کیلئے جہاد کرنے والوں کیلئے تیار کیا ہے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین میں جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو وہ جنت کا درمیان اور اعلیٰ ہے' اس کے اوپر عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں اس کو بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں روایت کیا ہے۔

۲۶۔ وأخرج البخارى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمْ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وساق الحديث. وأخرجه مالك وأحمد ومسلم والنسائى والترمذى كذا فى الجامع الصغير.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سات اشخاص کو اللہ تعالیٰ سایہ دے گا' جس دن کہ اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا' امام عادل ...، مالک' احمد' مسلم' نسائی اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے' جامع صغیر میں اسی طرح ہے۔ (۱)

۲۷۔ وأخرج الذهبي معلقاً عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ يَقُولُ أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّ عرشي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي.وقد بلغ في ظل العرش أحاديث تبلغ حد التواتر. هذا الحديث وصله مسلم وأحمد كما فى الجامع الصغير وكذا الطيالسى فى مسنده كما فى منحة المعبود, لكن ليس فيه ذكر العرش بل لفظ أظلهم فى ظلى لكن أخرج البيهقى فى الأسماء والصفات, من حديث أَبِي هُرَيْرَةَ مرفوعا قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمْ الله تعالي تحت عرشه يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: ... وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ... الحديث. وأخرج الذهبي معلقاً من حديث العرباض بن سارية مرفوعا وقال إسناده حسن وقد وصله أحمد والطبرانى فى الكبير قال الهيثمى فى المجمع إسنادهما جيد. وقال المنذرى فى الترغيب رواه أحمد وإسناده جيد. وأخرج الحاكم فى مستدركه من حديث عبادة بن الصامت وقال هذا إسناد صحيح على شرط الشيخين- وأخرج الذهبي من حديث معاذ بن جبل وأخرجه الديلمى من حديث أنس كما فى الإتحافات السنية فى الأحاديث القدسية وأخرجه الذهبي معلقاً من حديث أبى قتادة.

امام ذہبی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے (معلقاً) روایت کرتے ہیں' کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے جلال کے واسطہ سے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں آج میں ان کو اپنے عرش کا سایہ دوں گا جبکہ میرے سایہ کے علاوہ اور کہیں سایہ نہیں ہے۔ (۲)

عرش کے سایہ میں تواتر کی حد تک احادیث موجود ہیں۔ اس حدیث کو امام مسلم اور امام احمد نے موصول بیان کیا ہے جیسا کہ "الجامع الصغیر" میں ہے' اسی طرح طیالسی نے اپنی "مسند" میں موصولاً بیان کیا جیسا کہ "منحہ المعبود" میں ہے البتہ اس میں

---

[1]– صحيح البخاري كِتَاب الْأَذَانِ بَاب مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حديث رقم (٦٢٠)، الجامع الصغير (٢/ ٢٦).

[2]– صحيح مسلم كِتَاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ بَاب فِي فَضْلِ الْحُبِّ فِي اللَّهِ حديث رقم (٤٦٥٥)

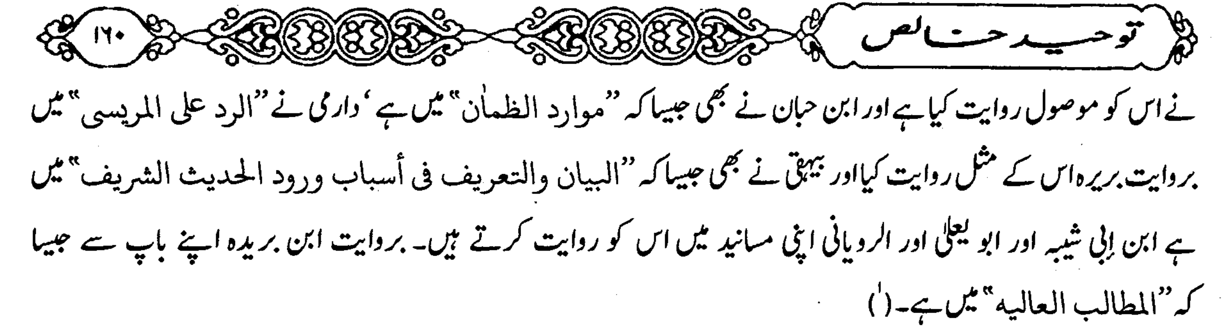
عرش کا ذکر نہیں ہے۔ الفاظ یوں ہیں أظلهم فی ظلی۔ ہاں بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوعاً بیان کی ہے کہ سات اشخاص کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے نیچے سایہ دے گا اس دن کہ اس کے سایہ کے علاوہ کہیں سایہ نہ ہو گا۔ ایک شخص جس کا دل مساجد سے لگا ہوا ہے اور امام ذہبی نے (معلقاً) عرباض بن ساریہ کی مرفوع حدیث روایت کی اور کہا اس کی سند حسن ہے اسے احمد اور طبرانی نے "الکبیر" میں موصول روایت کیا ہے۔ ہیثمی "مجمع الزوائد" میں کہتے ہیں کہ ان دونوں کی سند جید ہے۔ منذری نے "الترغیب" میں کہا اس کو احمد نے روایت کیا اس کی سند جید ہے۔ حاکم نے اپنے مستدرک میں عبادہ بن الصامت کی حدیث روایت کی اور کہا بہ سند یہ شرط شیخین صحیح ہے۔ ذہبی نے معاذ بن جبل کی حدیث روایت کی' دیلمی نے حدیث انس کو بیان کیا جیسا کہ "الإتحافات السنية فی الأحاديث القدسية" میں ہے' ذہبی نے تعلیقاً ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ذکر کی ہے۔([1])

۲۸۔وأخرج الذهبي معلقاً عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا رَجَعَتْ مُهَاجِرَات الْبَحْرِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ أَلَا أتحدثون بِأَعجبِ شئ رَأَيْتُم بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ, فقَالَ فِتْيَةٌ مِنهُمْ : يَا رَسُولَ اللهِ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ إذ مَرَّتْ بنَا عَجُوزٌ مِنْ عَجَائِزِهم تَحْمِلُ قُلَّةً مِنْ مَاءٍ فَمَرَّتْ بِفَتًى مِنهُمْ فَجَعَلَ إِحْدَى يَدَيْهِ بَيْنَ كَتِفَيْهَا ثُمَّ دفعَهَا عَلَى رُكْبَتهَا فَانْكَسَرَتْ قُلَّتُهَا فَلَمَّا ارْتَفَعَتْ الْتَفَتَتْ فَقَالَتْ سَوْفَ تَعْلَمُ يَا غُدَرُ إِذْ وَضَعَ اللهُ الْكُرْسِيَّ وَجَمَعَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَتَكَلَّمَتْ الْأَيْدِي وَالْأَرْجُلُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ تَعْلَمُ أَمْرِي وَأَمْرُكَ عِنْدَهُ غَدًا؟ فقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَدَقَتْ كَيْفَ يُقَدِّسُ اللهُ قوما لَا يُؤْخَذُ لِضَعِيفِهِمْ مِنْ قويهِمْ.إسناده صالح.وصله ابن ماجة وابن حبان كما فی موارد الظمآن وغيرهما وأخرجه الدارمی فی الرد علی المريسی من حديث بريرة نحوه وكذا البيهقی كما فی البيان والتعريف فی أسباب ورود الحديث الشريف وأخرجه ابن أبی شيبة وأبو يعلی والرويانی فی مسانيدهم من حديث كما فی المطالب العالية، قلمی.

امام ذہبی سیدنا جابر سے (معلقاً) روایت بیان کرتے ہیں کہ جب سمندر (حبشہ) کی طرف ہجرت کرنے والے رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آ گئے تو آپ نے فرمایا حبشہ میں تم نے کوئی عجیب ترین بات دیکھی ہو تو بتاؤ۔ ان میں سے کچھ نوجوانوں نے کہا یا رسول اللہ ہم بیٹھے تھے کہ ایک بوڑھی عورت ہمارے پاس سے پانی کا گھڑا اٹھائے ہوئے گزری ان میں سے ایک شخص کے پاس گزری تو اس نے اپنا ایک ہاتھ بوڑھی کے کندھوں کے درمیان رکھا اور اس کو دھکہ دے دیا اس کا گھڑا ٹوٹ گیا وہ اٹھی اور اس شخص کی طرف توجہ کر کے کہنے لگی او دھوکہ باز جب اللہ تعالیٰ کرسی رکھے گا اور اگلے پچھلے سب کو جمع کرے گا ہاتھ اور پاؤں اپنے کئے اعمال کو بول کر ظاہر کر رہے ہوں گے تو پھر تجھے پتہ چلے گا کہ میرا اور تیرا یہ معاملہ کیسے طے ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس عورت نے سچ کہا۔ اللہ اس قوم کو کہاں پاک کرتا ہے جن کے کمزوروں کیلئے طاقتوروں سے بدلہ نہ لیا جائے۔ اس کی سند صالح ہے۔ ابن ماجہ

---

[1]- صحيح البخاري كِتَاب الْأَذَانِ بَاب مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ حديث رقم (٦٢٠) ، العلو للعلي الغفار، جامع الصغير (١/ ٦٤)، منحة المعبود (٢/ ٤٩)، الأسماء والصفات (٢٦٨)، مجمع الزوائد (١٠/ ٦٧٩)، مستدرك الحاكم (٤/ ١٦٩)، الذهبی (١٠٨)، الإتحافات السنية (٢٨)، الذهبی معلقاً (١٢١).



نے اس کو موصول روایت کیا ہے اور ابن حبان نے بھی جیسا کہ "موارد الظمآن" میں ہے' دارمی نے "الرد علی المریسی" میں بروایت بریدہ اس کے مثل روایت کیا اور بیہقی نے بھی جیسا کہ "البیان والتعریف فی أسباب ورود الحدیث الشریف" میں ہے ابن إبی شیبہ اور ابو یعلیٰ اور الرویانی اپنی مسانید میں اس کو روایت کرتے ہیں۔ بروایت ابن بریدہ اپنے باپ سے جیسا کہ "المطالب العالیہ" میں ہے۔([1])

۶۹۔وأخرج الذهبی معلقاً عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَاهَا دَرَجَةً... وَمِنْ فَوْقِهَا الْعَرْشُ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ فَاسْئَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ. رواته ثقات وصله الترمذی فی سننه والحاكم فی المستدرك وأخرجه الترمذی وابن ماجة و الدارمی فی الرد علی الجهمية، من حديث معاذ وابن عساكر من حديث أبی عبيدة بن الجراح كذا فی الفتح الكبير.

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (معلقاً) سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہشت کے سو درجے ہیں دو درجوں کے مابین اتنی مسافت جتنی کہ آسمان وزمین میں اور فردوس سب سے اوپر والا درجہ ہے اور اس کے اوپر عرش ہے جب تم اللہ سے مانگو تو الفردوس کا سوال کرو' اس کے رواۃ ثقہ ہیں ترمذی نے اپنی "سنن" میں اور حاکم نے "مستدرک" میں اس کو موصولاً روایت کیا ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی۔ "الرد علی الجھمیہ" میں اسے بروایت معاذ رضی اللہ عنہ اور ابن عساکر بروایت ابو عبیدہ بن الجراح روایت کرتے ہیں "الفتح الکبیر" میں اسی طرح ہے۔([2])

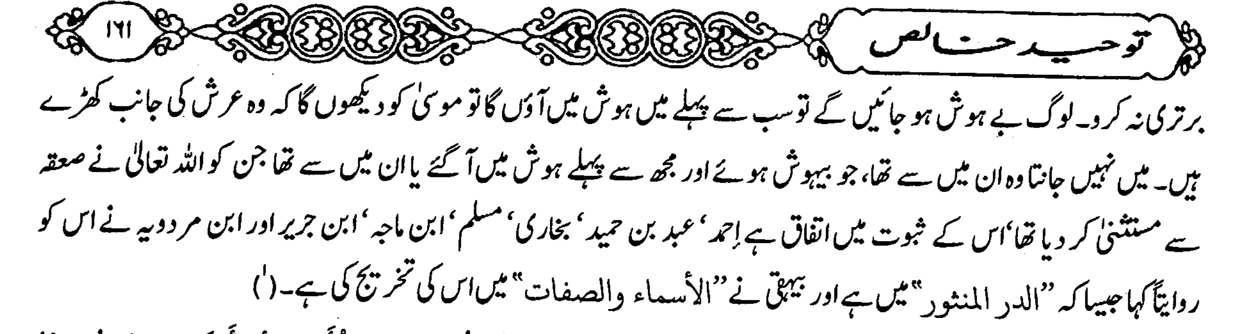
۷۰۔وأخرج الترمذی عن أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا ﷺ عَلَى الْعَالَمِينَ قَالَ الْيَهُودِيُّ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْعَالَمِينَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ علي ذَلِكَ يَدَهُ فَلَطَمَ الْيَهُودِيَّ فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِيّ ﷺ لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ فَأَكُونُ أنا أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي كَانَ مِمَّنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوْ كَانَ مِمَّنْ اسْتَثْنَى اللهُ. متفق علی ثبوته وأخرجه أحمد وعبد بن حميد والبخاری ومسلم وابن ماجة وابن جرير وابن مردوية كذا فی الدرالمنثور وأخرجه البيهقی فی الأ سماء والصفات طبعة الهندية.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کے مابین تکرار ہو گئی۔ مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو کائنات پر چنا۔ یہودی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو جہان والوں پر چنا۔ مسلمان نے یہودی کو تھپڑ مار دیا' یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام پر میری

---

[1]– (صالح لغيره) مختصر العلو حديث رقم (٥٩) ، العلو للعلي الغفارحديث رقم (١٩٤)، ابن ماجة (٢٩٨)، موارد الظمأن (٤٠)، الرد علی المريسی (٨٣)، البيان والتعريف (٢/ ١٥٠)، المطالب العالية (١٠٧).

[2]– (صحيح) السلسلة الصحيحة حديث رقم (٩٢٢) ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (١٩٥)، سنن الترمذی (٢/ ٧٦) كِتَاب صِفَةِ الْجَنَّةِ بَاب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ حديث رقم (٢٤٥٤)، مستدرك الحاكم (١/ ٨٠)، ابن ماجة (٣٣١)، الرد علی الجهمية (٥)، فتح الكبير (٢/ ٦٨).



برتری نہ کرو۔ لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو موسیٰ کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کی جانب کھڑے ہیں۔ میں نہیں جانتا وہ ان میں سے تھا، جو بیہوش ہوئے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا ان میں سے تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے صعقہ سے مستثنیٰ کر دیا تھا' اس کے ثبوت میں اتفاق ہے اِحمد' عبد بن حمید' بخاری' مسلم' ابن ماجہ' ابن جریر اور ابن مردویہ نے اس کو روایتاً کہا جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے اور بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں اس کی تخریج کی ہے۔[1]

۷۱۔ وأخرج مسلم عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ أنا أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ فَإِذَا مُوسَى متعلق بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أفي الصعقة الأولى بعث أم بعدي؟. وأخرجه البخاری وأحمد كما فى الفتح الكبير.

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا انبیاء میں تفضیل نہ دو سب سے پہلے زمین مجھ پر سے پھٹے گی، پس موسیٰ علیہ السلام عرش کے ایک پایہ سے متعلق ہوگا۔ میں نہیں جانتا پہلے صعقہ میں اٹھایا گیا یا میرے بعد' بخاری اور احمد نے بھی اس کی تخریج کی ہے جیسا کہ "الفتح الكبير" میں ہے۔[2]

۷۲۔ وأخرج مسلم عَنْ جَابِرِ بْنَ عَبْدِاللهِ رضی اللہ عنہ انه سمع رَسُول الله ﷺ يقول وَجَنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ اهْتَزَّ لَهَا عَرْشُ الرَّحْمَنِ. وأخرجه البخاری وأحمد والترمذی وابن ماجة كذا فى الجامع الصغير.[3]

مسلم رحمۃ اللہ علیہ' جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا جبکہ سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ سامنے تھا' رحمان کا عرش اس کیلئے ہلنے لگا' اس کو بخاری' احمد' ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے "الجامع الصغير" میں اسی طرح ہے۔

۷۳۔ وأخرج النسائی عن جابر قال جاء جبرائيل إلى رسول الله فقال من هذا العبد الصالح الذي مات فتحت له أبواب السماء وتحرك له العرش قال فخرج رسول الله فإذا سعد قال فجلس على قبره. الحديث

وأخرج الذهبي من إهتزاز العرش معلقاً من حديث أنس وأبي سعيد وصححها ومن حديث أسيد بن حضير و حسن إسناده ومن حديث رميثة وقال : هذا إسناد صالح صححه ابن منده .ومن حديث ابن عمر ثم قال : وفي الباب عن سعد بن أبي وقاص وابن عمر وحذيفة وأبي هريرة وأسماء بنت يزيد ومعيقيب فهذا متواتر أشهد بأن رسول الله قاله.

---

[1] ـ صحيح البخاري كِتَاب أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ بَاب وَفَاةِ مُوسَى وَذِكْرِهِ بَعْدُ حديث رقم (۳۱۵۶)، صحيح مسلم كِتَاب الْفَضَائِلِ بَاب مِنْ فَضَائِلِ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، الدر المنثور (۳۳۶)، الأسماء والصفات (۳۸۳).

[2] ـ صحيح البخاري كِتَاب الْخُصُومَاتِ بَاب مَا يُذْكَرُ فِي الْأَشْخَاصِ حديث رقم (۲۲۳۵) ، صحيح مسلم كِتَاب الْفَضَائِلِ بَاب مِنْ فَضَائِلِ مُوسَى حديث رقم (۴۳۷۸) ، الفتح الكبير (۳/ ۳۱۸).

[3] ـ صحيح البخاري كِتَاب الْمَنَاقِبِ بَاب مَنَاقِبُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حديث رقم (۳۵۱۹)، صحيح مسلم كِتَاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ بَاب مِنْ فَضَائِلِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حديث رقم (۴۵۱۱)، الجامع الصغير (۱/ ۹۱).

امام نسائی، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جبریل رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا یہ صالح مرد کون ہے؟ جس کیلئے آسمان کے دروازے کھل گئے اور عرش اس کیلئے متحرک ہوا، جابر کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ باہر نکلے (تو پتہ چلا) کہ وہ سعد تھے۔ آپ اس کی قبر کے قریب بیٹھے، الحدیث۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے عرش کی جنبش کے بارے میں اِنس اور ابو سعید کی معلق حدیثیں تخریج کی ہیں اور ان کو صحیح کہا اور اسید بن حضیر کی حدیث بھی اس کی سند حسن ہے اور رمیثہ کی حدیث کہا اس کی سند صالح ہے، ابن مندہ نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن عمر کی حدیث پھر کہا اس باب میں سعد بن ابی وقاص، ابن عمر، حذیفہ، ابوہریرہ اسماء بنت یزید اور معیقب سے احادیث مروی ہیں، یہ حدیث متواتر ہیں، میں شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا ہے۔ (1)

فحديث أنس أخرجه احمد والشيخان وحديث أبى سعيد أخرجه أحمد وأبو يعلى وحديث أسيد أخرجه الحاكم وحديث معيقب اخرجه الطبرانى قاله السيوطى فى الأزهار المتناثرة، وأحاديث رميثة وأسماء بنت يزيد وابن عمر أخرجها الحاكم وحديثا سعد بن أبى وقاص وحذيفة أخرجهما أبو عروبة الحرانى كذا فى تحفة الأحوذى وحديث أسماء أخرجه الطبرانى أيضا وحديث سعد بن أبى وقاص أخرجه البزار أيضا كمافى مجمع الزوائد وحديث أبى هريرة رضي الله عنه علقه الذهبي ووصله أحمد والترمذى كما فى زيادات الجامع الصغير وذكر له الذهبي شاهدا مرسلا.

حدیث سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو احمد اور بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ حدیث ابو سعید الخدری کی تخریج احمد اور ابو یعلیٰ نے کی اور حدیث اسید حاکم نے روایت کی ہے اور حدیث معیقیب کو طبرانی نے روایت کیا۔ سیوطی نے "الأزہار المتناثرۃ" میں ایسا ہی کہا ہے، رمیثہ اور اسماء بنت یزید اور ابن عمر کی احادیث حاکم نے روایت کیں اور سعد بن ابی وقاص اور حذیفہ کی احادیث ابو عروبہ الحرانی روایت کرتا ہے۔ "تحفۃ الأحوذی شرح الترمذی" میں اسی طرح، اسماء کی حدیث بھی طبرانی نے تخریج کی اور سعد بن ابی وقاص کی حدیث امام بزار اپنی مسند میں لائے ہیں جیسا کہ "مجمع الزوائد" میں ہے۔ حدیث ابوہریرہ کو ذہبی (معلقاً) بیان کرتے ہیں۔ احمد اور ترمذی نے موصول بیان کیا جیسا کہ "الجامع الصغیر" میں ہے، ذہبی نے اس کا شاہد مرسل بھی ذکر کیا ہے۔ (2)

۷۴۔ وأخرج يونس بن بكير عن ابن إسحاق عن معاذ بن رفاعة قال حدثني من شئت من رجال قومي أن جبرائيل أتى رسول الله حين قبض سعد من جوف الليل معتجرا بعمامة من إستبرق فقال يا محمد من هذا الميت الذي فتحت له أبواب السماء واهتز له العرش فقام سريعا يجر ثوبه إلى سعد فوجده قد مات. (3)

یونس بن بکیر ابن اسحاق سے وہ معاذ بن رفاعہ سے وہ کہتا ہے مجھے اس نے حدیث بیان کی جس کو میں نے چاہا اپنی قوم

---

1 – (ضعيف) السلسلة الضعيفة حديث رقم (٥٤٣٨) ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (٢٠٤) ، سنن النسائي كِتَاب الْجَنَائِزِ ضَمَّةُ الْقَبْرِ وَضَغْطَتُهُ

2 – الأزهار المتناثرة (٢٩)، تحفة الأحوذى (٤/ ٥٦)، مجمع الزوائد (٩/ ٣٠٩)، العلو للذهبى (١٢١).

3 – (ضعيف) السلسلة الضعيفة حديث رقم (٥٤٣٨) ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (٢١٢)

کے رجال سے کہ جبریل آدھی رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جب سعد رضی اللہ عنہ فوت ہوئے استبرق کی پگڑی باندھے ہوئے 'کہا اے محمد ﷺ یہ میت کون ہے جس کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور عرش اس کیلئے جنبش میں آگیا۔ آپ جلدی اٹھے کپڑا گھسیٹتے ہوئے سعد کے پاس گئے اسے فوت شدہ پایا۔

۷۵۔ وأخرج الذهبي معلقاً عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أن رَسُولَ الله ﷺ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ وَعِزَّتِكَ وجلالك يَا رَبِّ لَاأَبْرَحُ أُغْوِي عِبَادَكَ مَادَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ قَالَ الرَّبُّ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وارتفاع مكاني لَاأَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُونِي. أخرجه البيهقي في الأسماء والصفات طبعة الهندية وأخرجه أحمد وأبو يعلى والحاكم كذا فى الجامع الصغير.

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان نے کہا مجھے قسم ہے تیری عزت و جلال کی تیرے بندوں کو اس وقت تک بھٹکاتا رہوں گا جب تک ان کے جسموں میں جان ہو گی 'اللہ نے فرمایا مجھے اپنی عزت وجلال اور علو مکانی کی قسم ہے جب تک مجھ سے مغفرت کی درخواست کرتے رہیں گے ان کو بخشتا رہوں گا۔ اس کو بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں روایت کیا اور احمد 'ابو یعلیٰ اور حاکم نے بھی ذکر کیا ہے۔ "الجامع الصغیر" میں اسی طرح ہے۔ (۱)

۷۶۔ وأخرج ابن منده في الصفات وشيخ الإسلام في الفاروق عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله إن أقرب الخلق إلى الله تعالى جبرائيل وإسرافيل وميكائيل وإنهم من الله تعالى بمسيرة خمسين ألف سنة.

ابن مندہ "الصفات" میں اور شیخ الاسلام "الفاروق" میں سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مخلوق میں اللہ کے انتہائی قریب جبریل 'اسرافیل 'میکائیل ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ سے پچاس ہزار سال کی مسافت پر ہیں۔ (۲)

۷۷۔ وأخرج مسلم عن أبى هريرة عن النبى ﷺ قال : إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَزَلَ الرَّب إِلَى الْعِبَادِ. قال الذهبي وأحاديث نزول البارى تعالىٰ متواترة وقد سُقْتُ طرقها وتكلمتُ عليها بما أُسئل عنه يوم القيامة فلاقوة إلا بالله العلى العظيم.

امام مسلم 'سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہو گا اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف اترے گا 'ذہبی کہتے ہیں کہ نزول باری تعالیٰ والی حدیث متواتر ہے 'میں نے اس کی اسانید بیان کی ہیں اور ان پر کلام کیا ہے جس کے بارے میں قیامت کے روز مجھ سے سوال کیا جائے گا 'قوت اور طاقت صرف بلند اور عظیم اللہ کے پاس ہے۔ (۳)

۱۔ (صحيح) السلسلة الصحيحة حديث رقم (۱۰۴) ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۲۱۵) ، مسند أحمد حديث رقم (۱۰۸۰۷) ، الأسماء والصفات (۱۰۳)، جامع الصغير (۲/ ۶۸).

۲۔ العلو للعلي الغفار رقم (۲۱۶) وقال أبو محمد أشرف عبدالمقصود فى تحقيق العلو: وإسناده لين لأن الأحوص ليس بمعتمد.

۳۔ (لم يروه مسلم بهذا اللفظ وإنما رواه الترمذي وابن خزيمة والحاكم وصححه) مختصر العلو ، صحيح سنن الترمذي (۲۳۸۲) ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۲۱۸) ، سنن الترمذى كِتَاب الزُّهْدِ بَاب مَا جَاءَ فِي الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ حديث رقم (۲۳۰۴) ، المستدرك حديث رقم (۱۴۷۴) ، صحيح ابن خزيمة حديث رقم (۲۲۸۵)



۷۸- وأخرج النسائی فی تفسیر السجدة عن أبی هریرة أن النبی ﷺ أخذ بیدی فقال : یا أبا هریرة إن الله خلق السموات والأرضین وما بینهما فی ستة أیام ثم استوی علی العرش یوم السابع وخَلَق التربة یومَ السَّبْتِ، والجِبَالَ یومَ الأَحَدِ، والشَّجَرَ یومَ الإِثْنَیْنِ، والشر یومَ الثّلاثاءِ، والنُّورَ یومَ الأَرْبِعاءِ، وَالدَّوَابَّ یومَ الخَمِیْسِ، وآدمَ علیه السَّلامُ یومَ الجُمُعَةِ فی آخر ساعة من النهار بعد العصر خلقه من أدیم الأرض بأحمرها وأسودها وطیبها وخبیثها من أجل ذلك جعل الله من آدم الطیب والخبیث. ([1])

امام نسائی سورۃ السجدہ کی تفسیر میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے ابو ہریرہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ ایام میں پیدا کیا، پھر وہ ساتویں دن عرش پر مستوی ہوا۔ ہفتہ کے دن مٹی پیدا کی اور پہاڑ اتوار کے دن اور درخت پیر کے روز اور شر منگل کے دن اور نور بدھ کے دن اور جانور جمعرات کے دن اور آدم کو جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری ساعات میں پیدا کیا اس کو زمین کے اطراف سے بنایا، سرخ اور کالے حصہ زمین سے اچھے اور خبیث حصہ سے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد میں طیب اور خبیث ہر طرح کے لوگ پیدا کئے، ابن مردویہ نے اسی کو روایت کیا ہے جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے۔

۷۹- وأخرج الحاکم وصححه عن ابن عباس رضی الله عنهما، أن الیهود أتت النبی ﷺ فسألته عن خلق السموات والأرض فقال: خلق اللّٰہ الأرض یوم الأحد! والإثنین، وخلق الجبال یوم الثلاثاء وما فیهنّ من منافع، وخلق یوم الْأَرْبِعَاء الشّجر وَالْمَدَائِن والعمران والخراب ؛ فهذه أربعة، ثم قال: ﴿قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٩﴾ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ﴿١٠﴾﴾ فصلت، وخلق یوم الخمیس السماء، وخلق یوم الجمعة النجوم والشمس والقمر والملائکة إلی ثلاث ساعات بقین منه. فخلق فی أول ساعة من هذه الثلاثة الآجال حین یموت من مات. وفی الثانیة ألقی الآفة علی کل شیء مماینتفع به الناس. وفی الثالثة خلق آدم وأسکنه الجنة، وأمر إبلیس بالسجود له، وأخرجه منها آخر ساعة ثم قالت الیهود: ثم ماذا یا محمد؟ قال: ثم استوی علی العرش قالوا: أصبت لو أتممت. قالوا: ثم استراح. فغضب النبی ﷺ غضباً شدیداً. فنزلت ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ ﴿٣٨﴾ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ﴾ ق.

امام حاکم سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ یہودی نبی ﷺ کے پاس آئے اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا اللہ نے زمین کو اتوار اور پیر کے دن پیدا کیا۔ پہاڑوں کو منگل کے دن اور بدھ کے دن درخت پانی، شہر، آبادیاں اور ویرانے پیدا کئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا (إلی

---

[1] – (جید الإسناد) مختصر العلو ، العلو للعلي الغفار حدیث رقم (۲۲۵) ، وأخرجه ابن مردویه کذا في الدرالمنثور (۳ / ۹۱)

قولہ)اور چار دن میں اس میں ان کی روزیاں متعین کیں، جمعرات کے دن آسمان پیدا کیا' جمعہ کے دن تارے اور سورج و چاند اور فرشتے پیدا کئے' تین ساعات ابھی باقی تھیں ان میں سے اول ساعت میں آجال پیدا کیں دوسری ساعت میں ہر اس چیز پر آفت ڈال دی جس سے اِنسان نفع حاصل کرتا ہے اور تیسری ساعت میں آدم کو پیدا کیا اور اس کو جنت میں رہنے کی جگہ دی' ابلیس کو اس کے سجدے کا حکم دیا اور آخری ساعت میں اس کو نکال دیا' یہودیوں نے کہا اے محمد ﷺ پھر کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا۔ انہوں نے کہا آپ نے درست کہا' اگر اس فقرہ سے تکمیل کر دیں کہ پھر وہ آرام کر رہا ہے۔ نبی ﷺ اس پر سخت غضبناک ہو گئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ: "اور ہمیں تھکاوٹ نہیں پہنچی یہ جو باتیں کہتے ہیں ان پر صبر کریں" اور اسے ابن جریر اور نحاس اپنے "ناسخ" میں اور ابو الشیخ "العظمہ" میں اور ابن مردویہ اور بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں روایت کیا ہے ۔"الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔([1])

۸۰۔ وأخرج مسلم عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ اِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ ... أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ يُقيمونَ الصَّف المقدم وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ.

امام مسلم نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف آئے اور فرمایا ایسی صف کیوں نہیں بناتے جیسا کہ فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں بناتے ہیں ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اور فرشتے کیسے اپنے رب کے پاس صفیں بناتے ہیں؟ فرمایا اگلی صف کو پورا کرتے ہیں اور قریب قریب ہوتے ہیں۔([2])

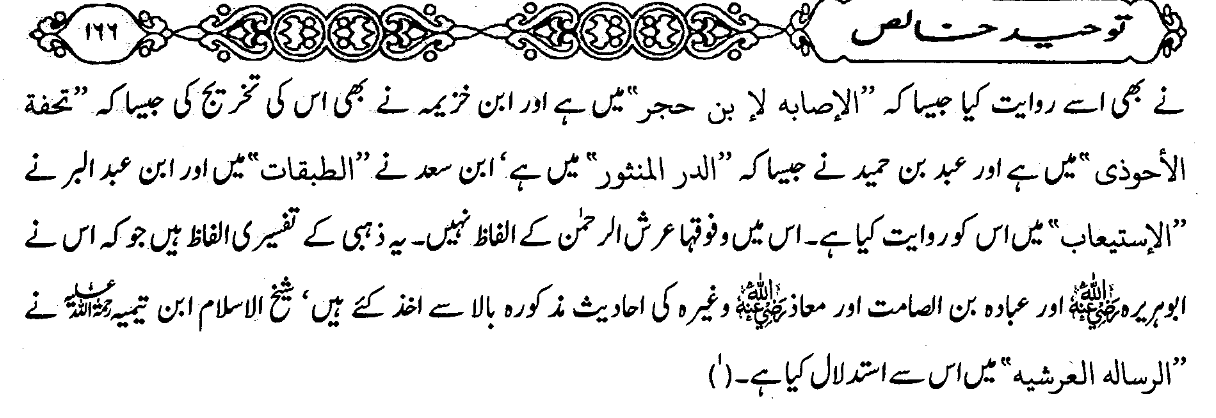
۸۱۔ وأخرج الذهبي معلقاً عَنْ أَنَسِ بن مَالِكٍ، أَنَّ الرُّبَيِّعَ بنتَ النَّضرِ، أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ، وكان ابنها حَارِثة بن سراقة أُصِيبَ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ أخبرني عن حارثة فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ احْتَسَبْتُ وَ صَبَرْتُ، وَإِنْ كان لم يصب الجنة اجْتَهَدْتُ فِي الْبُكَاءِ، فَقَالَ:يَا أُمَّ حَارِثَةَ، إِنَّهَا جِنَانٌ فِي جَنَّةٍ، وَإِنَّ ابنك أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الأَعْلَى والفردوس ربو الجنةوأعلاها وأوسطها أفضلها يعني وفوقها عرش الرحمن عزوجل.

امام ذہبی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے معلقاً روایت کیا ہے کہ ربیع بنت نضر نبی ﷺ کے پاس آئی۔ اس کا بیٹا حارث بن سراقہ بدر کے دن شہید ہو گیا تھا کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ مجھے حارثہ کے بارے میں بتائیں اگر وہ جنت میں ہے' میں طلب ثواب اور صبر کروں' اگر بہشت تک نہیں پہنچ سکا تو پوری طرح رولوں۔ آپ نے فرمایا اے ام حارثہ بہشت میں کئی درجے ہیں اور تیرے بیٹے نے فردوس اعلیٰ پالی ہے اور فردوس بہشت کا اعلیٰ' بہتر اور افضل درجہ ہے اور اس کے اوپر اللہ عزوجل کا عرش ہے' اس حدیث کو اِحمد' بخاری اور ترمذی نے موصولاً بیان کیا ہے' سیوطی نے "زیادات الجامع الصغیر" میں اسی طرح ذکر کیا ہے' اِحمد اور طبرانی

---

[1]۔ (منكر) سلسلة الأحاديث الضعيفة رقم (٥٩٧٣)، المستدرك كتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين ذكر آدم عليه السلام حديث رقم (٣٩٥٦)، الدر المنثور (٥ / ٣٠٦) أخرجه ابن جرير والنحاس في ناسخه وأبو الشيخ في العظمة وابن مردويه والبيهقي في الأسماء والصفات

[2]۔ صحيح مسلم كِتَاب الصَّلَاةِ بَاب الْأَمْرِ بِالسُّكُونِ فِي الصَّلَاةِ ... حديث رقم (٦٥١)



نے بھی اسے روایت کیا جیسا کہ "الإصابه لا بن حجر" میں ہے اور ابن خزیمہ نے بھی اس کی تخریج کی جیسا کہ "تحفة الأحوذی" میں ہے اور عبد بن حمید نے جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے' ابن سعد نے "الطبقات" میں اور ابن عبد البر نے "الإستیعاب" میں اس کو روایت کیا ہے۔ اس میں وفوقہا عرش الرحمٰن کے الفاظ نہیں۔ یہ ذہبی کے تفسیری الفاظ ہیں جو کہ اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبادہ بن الصامت اور معاذ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی احادیث مذکورہ بالا سے اخذ کئے ہیں' شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "الرسالہ العرشیہ" میں اس سے استدلال کیا ہے۔ (1)

۸۲ ۔وأخرج الذهبي معلقاً: عن عمر قال قال رسول الله إن اليتيم إذا بكى اهتز عرش الرحمن لبكائه فيقول الله لملائكته من أبكى عبدي وأنا أخذت أباه وواريته في التراب فيقولون ربنا أعلم به فيقول اشهدوا لمن أرضاه أرضيته يوم القيامة. وهكذا ذكره معلقاً القرطبي فى تفسيره.

ذہبی سیدنا ابن عمر سے "معلقاً" روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یتیم کے رونے سے رحمان کا عرش جنبش میں آ جاتا ہے' اللہ اپنے فرشتوں کو کہتا ہے میرے بندے کو کس نے رلایا ہے جبکہ میں نے اس کے باپ کو لے لیا اور مٹی میں چھپا دیا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں ہمارے رب کو اس کا زیادہ علم ہے' اللہ فرماتا ہے گواہ رہو جو شخص اس کو راضی کرے گا اس کو قیامت کے دن راضی کروں گا۔ قرطبی نے اسی طرح اس حدیث کو (معلقاً) ذکر کیا ہے۔ (2)

۸۳۔ وأخرج الذهبي: عَنْ أَنَسٍ قال كُنْتُ جَالِسًا مع رسول الله فِي الْحَلْقَةِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَلَمَّا جَلَسَ قال الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ ابْتَدَرَهَا عَشَرَةُ أَمْلَاكٍ كُلُّهُمْ حَرِيصٌ عَلَى أَنْ يَكْتُبَهَا فَمَا دَرَوْا كَيْفَ يَكْتُبُوهَا حَتَّى رَفَعُوه إِلَى ذِي الْعِزَّةِ فَقَالَ اكْتُبُوهَا كَمَا قَالَ عَبْدِي. (3)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا' اس نے سلام کیا' آپ نے اس کو جواب دیا' جب بیٹھ گیا تو کہا: ترجمہ: سب حمد اللہ کیلئے بہت حمد پاک' متبارک جیسا کہ ہمارا پروردگار پسند کرتا ہے اور راضی ہوتا ہے' نبی ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' دس فرشتے تیزی سے آئے ہر ایک ان کلمات کے لکھنے کا شائق تھا وہ نہ جان سکے کہ ان کو کیسے لکھیں اور اسے اللہ کے پاس لے گئے تو فرمایا اسے اسی طرح لکھ

1- (صحيح) مختصر العلو ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۲۲۹) ، هذا الحديث وصله أحمد والبخاري والترمذي كذا ذكر السيوطي في زيادات الجامع الصغير وأحمد والطبراني والنسائي كمافي الإصابه لإبن حجر (۲۹۷/۱) وابن خزيمه كما في تحفه الأحوذي (۱۵۲/٤) وعبد بن حميد كما في الدرالمنثور (٦/٥) وأخرجه ابن سعد في الطبقات (۵۱۱/۳) وابن عبدالبر في الإستيعاب (۱۰۷/۱) ولم يذكر أحد هذه الزياده "يعني وفوقها عرش الرحمن، فهي من التفسير الذهبي أخذه مما ذكر من أحاديث أبي هريره رضي الله عنه وعباده بن الصامت رضي الله عنه ومعاذ رضي الله عنه وغيرهم وقد استدل به شيخ الإسلام ابن تيميه في الرساله العرشيه (ص ۱) مع تلك الاحاديث.

2- (منكر جدا) السلسلة الضعيفة المجلد ۱۲ حديث رقم (۵۸۵۲)، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۲۳۱)

3-(صحيح) السلسلة الصحيحة(برقم ۳٤۵۲)، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۲۳۲)، السنن الكبرى للنسائي حديث رقم (۷۷۱۸)



لو جس طرح میرے بندے نے کہا ہے' نسائی نے اس کو روایت کیا۔

۸۴۔ وأخرج الذهبی معلقاً عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوعًا: أُذِنَ لِي أَنْ أُحَدِّث عَنْ مَلَك مِنْ حَمَلَة الْعَرْش مَا بَيْن شَحْمَة أُذُنه إِلَى عَاتِقه مَسِيرَة سَبْعمِائَةِ سنة. إسناده صحيح ، وصله أبوداؤد أيضا كما فى الجامع الصغير وأخرجه البيهقى فى الأسماء والصفات وابن أبى حاتم و أبو الشيخ فى العظمة وابن مردوية كما فى الدرالمنثور وذكر له الذهبى شاهدا من حديث أنس.

امام ذہبی نے (معلقاً) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے یہ مرفوع حدیث روایت کی کہ مجھے اجازت دی گئی ہے کہ عرش اٹھانے والے ایک فرشتہ کے بارے میں بتاؤں کہ اس کے کان کی لو سے کندھے تک کی مسافت سات سو سال ہے' اس کی سند صحیح ہے۔ ابوداؤد نے اسے موصولاً روایت کیا ہے' جیسا کہ "الجامع الصغير" میں ہے' بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں اور ابن ابی حاتم نے اور ابو الشیخ نے "العظمه" میں اور ابن مردویہ سے اس کو روایت کیا ہے جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے' ذہبی نے انس رضی اللہ عنہ سے اس کا ایک شاہد بھی ذکر کیا ہے۔([1])

۸۵۔ وأخرج الذهبی معلقاً : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يَمِينَ الله مَلْأَى لَا يَغِيضُهَا نَفَقَةٌ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مَا فِي يَمِينِهِ وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْأُخْرَى الْقَبْضُ اوالميزان يَرْفَعُ وَيَخْفِضُ. متفق على ثبوته. ([2])

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے (معلقاً) بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے' اسے کوئی خرچ رات میں اور دن میں کم نہیں کر سکتا' بتاؤ جب سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے' کتنا خرچ کر چکا ہے؟ مگر اس کے ہاتھ کے ملک میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اس کا عرش پانی پر ہے' دوسرے ہاتھ میں قبض کرنا یا میزان ہے' اسے نیچے کرتا ہے اور اونچا کرتا ہے۔ اس کے ثبوت پر اتفاق ہے' احمد' عبد بن حمید' بخاری' مسلم' ترمذی' ابن ماجہ اور بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں اس کی تخریج کی ہے جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے' ابن خزیمہ نے اس کو "التوحيد" میں روایت کیا ہے۔

۸۶ ۔ وأخرج الذهبی معلقاً: مِنْ حَدِيث اِبْن عُمَر قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ الله أَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ ؟ قَالَ لَا أَدْرِي فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَا أَدْرِي قَالَ سَلْ رَبَّكَ قَالَ مَا نَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ فَانْتَقَضَ انْتِقَاضَةً كَادَ يُصْعَقُ مِنْهَا مُحَمَّدٌ فَلَمَّا

---

[1]ـ (صحيح) السلسلة الصحيحة حديث رقم (۱۵۱)، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۲۳٤)، سنن أبي داؤد كِتَاب السُّنَّة بَاب فِي الْجَهْمِيَّة حديث رقم (٤١٠٢)، الجامع الصغير (۳۰/۱)، الأسماء والصفات (٢٨٦)، الدرالمنثور (٢٤٦/٥)

[2]ـ صحيح البخاري كِتَاب التَّوْحِيد بَاب { وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ }...حديث رقم (٦٨٦٩)، صحيح مسلم، كِتَاب الزَّكَاة بَاب الْحَثّ عَلَى النَّفَقَة وَتَبْشِير الْمُنْفِقِ بِالْخَلَف حديث رقم (١٦٥٩)، العلو حديث رقم (٢٣٦) ، أخرجه أحمد وعبد بن حميد والشيخان والترمذي وابن ماجة والبيهقي في الأسماء والصفات كما في الدرالمنثور (٢٩٦/٢) وأخرجه ابن خزيمة في التوحيد (۳۷).

صَعِدَ جِبْرِيلُ قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ سَأَلَكَ مُحَمَّدٌ أَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ؟ حَدِّثْهُ أَنَّ خَيْرَ الْبِقَاعِ الْمَسَاجِدُ وَأَنَّ شَرَّ الْبِقَاعِ الأَسْوَاقُ. هذاحديث صالح الإسناد.

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابن عمر سے (معلقاً) حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کون سا بقعہ زمین افضل ہے ؟آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا' جبریل آیا' آپ نے اس سے پوچھا اس نے کہا میں نہیں جانتا' آپ نے فرمایا اپنے رب سے پوچھنا۔ جبریل نے کہا ہم اس سے کسی چیز کے بارے میں نہیں پوچھتے پس ایک جنبش کی' قریب تھا کہ محمد علیہ السلام اس سے بے ہوش ہو جائیں جب جبریل اوپر چڑھ گیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا تجھ سے محمد نے پوچھا ہے کون سا بقعہ زمین افضل ہے۔ اسے بتا دیں کہ افضل ترین مقام مساجد ہیں اور بدترین بازار۔ یہ حدیث صالح الاسناد ہے' ابن حبان نے اس کو موصول بیان کیا جیسا کہ "موارد الظمآن" میں ہے' ابو یعلی نے اس کو اپنی مسند میں تخریج کیا جیسا کہ "المطالب العالیہ" میں ہے' ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے معلقاً ابو امامہ کی حدیث اس کی شاہد ذکر کی ہے' اس باب میں مطعم سے بھی حاکم کے نزدیک اسی طرح مروی ہے اور انس سے ابن مردویہ روایت کرتا ہے' الفتح الباری' میں اسی طرح ہے۔ انس کی حدیث کو طبرانی نے بھی "الأوسط" میں روایت کیا ہے' دیکھئے "الترغیب" للمنذری۔ (1)

۸۷۔ وأخرج الذهبي معلقاً: عَنْ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَان قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ يَقُولُ إِنَّ اللهَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْمُرَ تَكَلَّمَ بِهِ فَإِذَا تَكَلَّمَ بِهِ أَخَذَتْ السَّمَاءَ رَجْفَةٌ أَوْ قَالَ رَعْدَةٌ شَدِيدَةٌ فَإِذَا سَمِعَ بِذَلِكَ أَهْلُ السَّمَاءِ صُعِقُوا فَيَخِرُّونَ سُجَّدًا فَيَكُون أَوَّلُ مَنْ يَرْفَعُ رَأْسَه جِبْرِيل فَيُكَلِّمُهُ اللهُ مِنْ وَحْيِهِ بِمَا أَرَادَ فيمضي به جبريل عليه السلام إلى الملائكة عليهم السلام كلما مر بسماء سماء سأله ملائكتها ماذا قال ربنا يا جبريل فيقول قال الحق وهوالعلي الكبير فيقولون كلهم مثل ما قال جبريل عليه السلام فينتهي به جبريل عليه السلام بالوحي حيث أمره الله من السماء والأرض.

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (معلقاً) سیدنا نواس بن سمعان سے روایت کرتے ہیں' اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ علیہ السلام سے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کلام فرماتا ہے تب اس وقت آسمان میں سخت گرج یا جنبش شروع ہو جاتی ہے۔ جب آسمان والے سنتے ہیں تو بیہوش ہو جاتے ہیں اور سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ سب سے پہلے جبریل سر اٹھاتا ہے اس کو جو چاہتا ہے اپنی وحی میں سے عطا کرتا ہے۔ ابن جریر اپنی تفسیر میں اور ابن خزیمہ "التوحید" میں اور بیہقی "الأسماء والصفات" میں آجری "الشریعه" میں اس کو موصولاً روایت کرتے ہیں اور اس کو ابن إبي حاتم الطبرانی' ابو الشیخ "العظمه" میں اور ابن مردویہ نے بھی تخریج کیا ہے جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے بقیہ حدیث یہ ہے' کہ جبریل اس وحی کو فرشتوں کے پاس لے جاتا ہے جب ایک ایک آسمان کے پاس سے گزرتا ہے تو وہاں کے فرشتے پوچھتے ہیں اے جبریل ہمارے رب نے کیا کہا' جبریل کہتا ہے حق کہا اور وہ بلند اور بڑا ہے وہ

---

1 -(ضعيف) السلسلة الضعيفة برقم(٦٥٠٠) وصله ابن حبان كما في موارد الظمان (٩٧) وأخرجه أبو يعلي في مسنده وذكر له الذهبي شاهدا معلقاً من حديث أبي أمامه وفي الباب عن جبيربن مطعم نحوه عند الحاكم وعن أنس عند ابن مردويه كذا في الفتح الباري (٥٢/١٧) وحديث أنس أخرجه أيضا الطبراني في الأوسط كمافي الترغيب للمنذري (٢١٦/١) اماقوله (خَيْرَ الْبِقَاعِ الْمَسَاجِدُ وَأَنَّ شَرَّ الْبِقَاعِ الأَسْوَاقُ) فهو صحيح

فرشتے بھی سب کے سب جبریل کی طرح کہتے ہیں اور پھر جبریل اس وحی کو وہاں پہنچا دیتا ہے' جہاں آسمان اور زمین میں اس کے پہنچانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس کو دیا ہے۔([1])

۸۸۔ وأخرج البخاري: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا قَضَى اللهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَالسِّلْسِلَةِ عَلَى صَفْوَانٍ.

امام بخاری سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب اللہ آسمان میں کوئی فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اس کے حکم کے آگے جھکتے ہوئے اپنے پر مارتے ہیں گویا وہ پتھر پر زنجیر ہے' اس کو عبد بن حمید' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ' ابن جریر' ابن المنذر' ابن ابی حاتم' ابن مردویہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے۔([2])

۸۹۔ وأخرج الذهبي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ كُلَّ لَيْلَةٍ إِذَا مَضَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلُ فَيَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ مَنْ ذَا الَّذِي يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ ذَا الَّذِي يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ ذَا الَّذِي يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ فَلَا يَزَالُ كَذَلِكَ. إسناده قوي وقد ألفت أحاديث النزول في جزء وذلك متواتر أقطع به.

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہمارا پروردگار عزوجل ہر رات جب رات کی پہلی تہائی گزر جاتی ہے اترتا ہے اور فرماتا میں ملک ہوں کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو دوں کون ہے جو مجھے پکارے میں اس کو جواب دوں کون ہے' جو مجھ سے بخشش طلب کرے میں اس کو بخش دوں (بقیہ رات) اسی طرح رہتا ہے اس کی سند قوی ہے اس نے احادیث نزول پر ایک جزء تالیف کیا ہے یہ احادیث متواتر ہیں مجھے اس کا یقین ہے۔([3])

حدیث النزول جماعت صحابہ سے مرفوعاً مروی ہے: ففى مختصر الصواعق المرسلة : قد تواترت الأخبار به عن رسول الله رواه عنه ثمانية وعشرين نفساً من الصحابة وهذا يدل على أنه كان يبلغه فى كل موطن ومجمع. وفى (۳۹۶/۲) وحديث النزول رواه أبو بكر الصديق وعلى بن أبى طالب وأبو هريرة وجبير بن مطعم وجابر بن عبدالله وعبد الله بن مسعود وأبو سعيد الخدرى وعمرو بن عبسة ورفاعه بن عرابة الجهنى وعثمان بن أبى العاص الثقفى عبد الحميد بن مسلمة عن جده وأبو الدرداء ومعاذ بن جبل وأبو ثعلبة الخشنى وعائشة أم المومنين وأبو موسى الأشعرى وأم سلمة وأنس بن مالك وحذيفة بن اليمان ولقيط بن عامر العقيلى وعبدالله بن عباس وعبادة بن الصامت وأسماء بنت يزيد وأبو الخطاب وعوف بن مالك وأبو أمامة الباهلى وثوبان وأبو حارثة وخولة بنت حكيم رضى الله عنهم.

---

[1]– (ضعيف) ظلال الجنة حديث رقم (۵۱۵)، وصله ابن جرير في تفسيره (۹۱/۲۲) وابن خزيمه في التوحيد (۹۵) والبيهقي في الأسماء والصفات (۱۵۳) طبع الهند والآجري في الشريعه (۱۸۴) وأخرجه ابن أبي حاتم والطبراني وأبو الشيخ في العظمه وابن مردويه كمافي الدرالمنثور (۲۳۶/۵)

[2]– صحيح البخاري كِتَاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ بَاب قَوْلِهِ {إِلَّا مَنْ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ} حديث رقم (۴۳۳۲)، وأخرجه عبد بن حميد وأبوداؤد والترمذي وابن ماجه وابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم وابن مردويه والبيهقي كذا في الدرالمنثور(۲۳۵/۵)

[3]– (صحيح) مختصر العلو ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۲۴۱)، صحيح مسلم حديث رقم (۱۲۶۲)



"مختصر الصواعق المرسلة" میں ہے' احادیث نزول رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں' آپ سے اٹھائیس صحابہ اس کو روایت کرتے ہیں' یہ دلیل ہے کہ آپ حدیث نزول کو ہر جگہ اور ہر مجمع میں پہنچاتے تھے' اسی کتاب کی دوسری جگہ ہے' حدیث نزول کو ان صحابہ کرام نے روایت کیا ہے' ابو بکر صدیق' علی بن ابی طالب' ابوہریرہ' جبیر بن مطعم' جابر بن عبد اللہ' عبداللہ بن مسعود' ابو سعید الخدری' عمرو بن عبسہ' رفاعہ بن عرابہ' عثمان بن ابی العاص ثقفی' عبدالحمید بن مسلمہ' وہ اپنے دادا سے' ابودرداء' معاذ بن جبل' ابو ثعلبہ خشنی' ام المومنین عائشہ' ابو موسیٰ اشعری' ام سلمہ' انس بن مالک' حذیفہ بن یمان' لقیط بن عامر عقیلی' عبداللہ بن عباس' عبادہ بن صامت' اسماء بنت یزید' ابو الخطاب' عوف بن مالک' ابوامامہ باہلی' ثوبان' ابوحارثہ اور خولہ بنت حکیم۔رضی الله عنهم أجمعين.([1])

۹۰۔وأخرج حميد بن زنجوية في كتاب الترغيب عَنْ أَبِي مَالِكٍ أَنَّهُمْ بَيْنَمَا هُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ فَذَكَرَ قَوْمًا لَيْسُوا بِأَنْبِيَاءَ وَلَا الشُّهَدَاءَ يَغْبِطُهُمْ النَّبِيُّونَ بِمَقْعَدِهِمْ وَقُرْبِهِمْ مِنَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ قَالَ هُمْ عِبَادُ اللهِ مِنْ بُلْدَانٍ شَتَّى مِنْ شُعُوبِ الْقَبَائِلِ لَمْ تَكُنْ بَيْنَهُمْ أَرْحَامٌ يَتَوَاصَلُونَ بِهَا وَلا دينا يَتَبَاذَلُونَ بِهَا تَحَابُّوابِرُوحِ اللهِ يَجْعَلُ اللهُ لَهُمْ مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ وَيَجْعَلُ وُجُوهَهُمْ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قُدَّامَ الرَّحْمَنِ يَفْزَعُ النَّاسُ وَلا يَفْزَعُونَ وَيَخَافُ النَّاسُ وَلا يَخَافُونَ. إسناده صالح. ([2])

امام حمید بن زنجویہ نے کتاب "الترغیب" میں ابومالک سے روایت کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے' آپ نے ایک قوم کا ذکر کیا جو کہ نہ نبی ہیں اور نہ شہید مگر بارگاہ الٰہی میں ان کے تقرب اور مقام پر قیامت کے دن انبیاء رشک کریں گے' پھر آپ نے فرمایا وہ اللہ کے بندے ہیں' مختلف شہروں کے باسی اور مختلف قبائل کے افراد ان کے مابین رشتہ داریاں نہیں کہ جن کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے میل جول کریں اور نہ قرض ہے جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کر رہے ہیں ان کی محبت محض اللہ کیلئے ہے اللہ تعالیٰ ان کیلئے نور کے منبر بنائے گا ان کے چہروں پر قیامت کے دن نور ہوگا' لوگ اس دن گھبراہٹ میں ہوں گے مگر ان کو کوئی فزع نہ ہوگی' لوگ خائف ہوں گے اور یہ بے خوف وخطر ہوں گے' اس کی سند صالح ہے۔احمد اور ابو یعلیٰ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا اور حاکم نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔"ترغیب المنذری" میں اسی طرح ہے۔

۹۱۔وأخرج الذهبي معلقاً : عن أنس قال قال رسول الله إن الله مَنَّ علي فيما مَنَّ علي إني أعطيتك فاتحة الكتاب وهي من كنوز عرشي قسمتها بيني وبينك نصفين.

امام ذہبی سیدنا انس سے (معلقاً) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو احسان جتلائے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ مجھے فاتحہ الکتاب دی گئی' یہ عرش کے خزانوں میں سے ہے' میں نے اسے اپنے اور تیرے درمیان نصف نصف

---

[1]۔ مختصر الصواعق المرسلة (۲/۳۸۰)

[2]۔ (صحیح لغیرہ) صحیح الترغیب والترهیب حدیث رقم (۳۰۲۷)، العلو للعلي الغفار حدیث رقم (۲۴۳)، مسند أحمد حدیث رقم (۲۱۸۳۲)، وأخرجه ابو يعلي بإسناد حسن والحاكم وقال صحيح الاسناد كذا في ترغيب للمنذري (۲۲/٤)

تقسیم کرلیا ہے' ابن الضریس نے اس کو "فضائل قرآن" میں اور البیہقی نے "شعب الإیمان" میں موصولا بیان کیا ہے' اسحٰق بن راہویہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس کے ہم معنی حدیث روایت کی ہے "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔([1])

۹۲۔ وأخرج أبو اسماعيل الترمذي عن أبي أمامة خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ صَلَاة الصُّبح فَقَالَ : إِنِّي رَأَيْت رُؤْيَا هِيَ حَق فَاعْقِلُوهَا أَتَانِي رَجُل فَأَخَذَ بِيَدِي فَاسْتَتْبَعَنِي حَتَّى أَتَى جَبلًا وَعِرًا فَقَالَ لِي اِرْقَهُ ، فَقُلْت : لَا أَسْتَطِيع فَقَالَ . إِنِّي سَأُسَهِّلُهُ لَك فَجَعَلْت كُلَّمَا وَضَعْت قَدَمِي وَضَعْتهَا عَلَى دَرَجه حَتَّى اسْتَوَيْنَا عَلَى جَبَلٍ اِنْطَلَقْنَا فَإِذَا نَحْنُ بِرِجَالٍ وَنِسَاء مُشَقَّقَة أَشْدَاقهمْ ، فَقُلْت : مَا هَؤُلَاءِ ؟ قَالَ هَؤُلَاءِ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ فذكر خبرا طويلا يقول فيه ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي، فَإِذَا ثَلاثَةُ نَفَرٍ تَحْتَ الْعَرْشِ، قُلْتُ: مَا هَؤُلاءِ؟ قَالَ:أَبُوكَ إِبْرَاهِيمُ، وَمُوسَى، وَعِيسَى، وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ . إسناده جيد.

ابو اسمٰعیل ترمذی' ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ علیہ السلام ہمارے پاس آئے اور فرمایا میں نے ایک سچا خواب دیکھا ہے تم اسے سمجھو میرے پاس ایک شخص آیا اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے ساتھ چلنے کیلئے کہا' ایک سخت پہاڑ پر آیا اور مجھے کہا اس پر چڑھ میں نے کہا مجھ میں طاقت نہیں ہے' اس نے کہا میں اس کو آسان کر دوں گا' پس میں جب بھی قدم اٹھاتا اوپر کی سیڑھی پر اس کو رکھ دیتا' حتیٰ کہ ہم پہاڑ پر چڑھ گئے اور چلے وہاں مرد اور عورتیں تھیں' ان کی باچھیں چیری جا رہی تھیں' میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے قول کے مطابق کام نہ کرتے تھے' لمبی حدیث بیان کی' اس میں ہے پھر میں نے اپنا سر اٹھایا' عرش کے نیچے تین افراد تھے میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا آپ کے والد ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ ہیں اور وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس کی سند جید ہے۔([2])

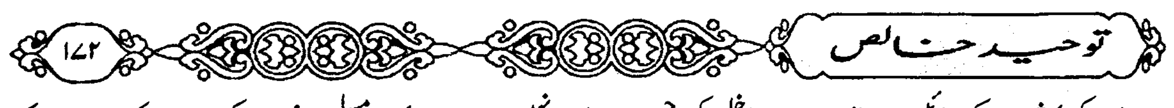
۹۳۔ وأخرج الذهبي معلقاً : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِلَحْمٍ، فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً ثُمَّ قَالَ: أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ-وذكر الحديث إلى أن قال- فأنطلق تحت العرش فأقع ساجدا لربي ثم يقال يا محمد إرفع رأسك سل تعطه واشفع تشفع فأرفع رأسي فأقول أمتي يا رب أمتي فيقال يا محمد أدخل من أمتك من لا حساب عليهم من الباب الأيمن من أبواب الجنة.

اور امام ذہبی (معلقاً) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام کے پاس گوشت لایا گیا ایک دستی آپ کو پیش کی گئی اور یہ آپ کو پسند تھی' آپ دانت سے گوشت نوچ کر کھا رہے تھے' پھر آپ نے فرمایا میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا' اور حدیث ذکر کی آگے ہے' پھر میں اپنے رب کو سجدہ کروں گا اور کہا جائے گا اے محمد علیہ السلام سر اٹھاؤ سوال کرو دیئے جاؤ گے' سفارش کرو قبول کی جائے گی' میں کہوں گا اے میرے رب میری امت میری امت۔ کہا جائے گا اے محمد علیہ السلام اپنی امت میں

---

[1]۔ (ضعيف) السلسلة الضعيفة حديث رقم (۳۰۵۱) ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۲٤٤) ، وصله ابن الضريس في فضائل القرآن والبيهقي في شعب الايمان وأخرج إسحاق بن راهويه من حديث علي نحوه كذا في الدر المنثور(۵/۱)

[2]۔ العلو للعلي الغفار حديث رقم (۲۵۷)



سے ان کو بہشت کے دائیں دروازے سے داخل کر جن پر حساب نہیں ہے۔ بخاری و مسلم نے اس کو روایت کیا ہے جیسا کہ "مشکوٰۃ" میں ہے 'ترمذی نے اپنی سنن میں روایت کیا اور ابن خزیمہ نے "التوحید" میں۔(۱)

۹۴۔ وأخرج الذهبی : عَنْ أنس رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يُحْبَسُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُهِمُّوا بِذَلِكَ فَيَقُولُونَ لَوْ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا فَيُرِيحُنَا مِنْ مَكَانِنَا فَيَأْتُونَ آدَمَ عليه السلام -وذكر الحديث قال- فَيَأْتُونِي فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فِي دَارِهِ فَيُؤْذَنُ لِي عَلَيْهِ فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا. وأخرجه البخارى ومسلم كما فى المشكوٰة وأخرجه ابن ماجة والآجرى فى الشريعة وابن خزيمة فى التوحيد والبيهقى فى كتاب الإعتقاد وذكر الذهبى لأنس حديثا آخر بمعناه.

ذہبی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایمان والے قیامت کے دن روکے جائیں گے حتی کہ پریشان ہو جائیں گے پھر کہیں گے ہم اپنے رب کے پاس اگر سفارش لے جائیں تو ہمیں اس جگہ سے راحت دیدے گا۔ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے' حدیث بیان کی 'آخر میں ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس آئیں گے' میں اپنے رب عزوجل سے اجازت طلب کروں گا' جب اللہ کو دیکھوں گا' سجدہ میں گر جاؤں گا' بخاری و مسلم نے اس کو روایت کیا جیسا کہ "مشکوٰۃ" میں ہے۔ نیز ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ نے "التوحید" میں اور بیہقی نے کتاب "الإعتقاد" میں یہ حدیث روایت کی ہے' ذہبی نے انس رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث بھی اس مفہوم کی ذکر کی ہے۔(۲)

۹۵۔ وقال الذهبى وقد أمرنا نبينا أن نقول إذا سجدنا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى. وهو مروى من حديث عقبة بن عامر الجهنى وابن مسعود فحديث عقبة أخرجه أحمد وأبوداؤد وابن ماجه وابن المنذر وابن مردويه عنه قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿ فَسَبِّحْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلْعَظِيمِ ﴾ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اجْعَلُوهَا فِي رُكُوعِكُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿ سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ ٱلْأَعْلَى ﴾ قَالَ اجْعَلُوهَا فِي سُجُودِكُمْ كذا فى الدرالمنثور وأخرجه أيضا الحاكم فى مستدركه والدارمى فى سننه وابن حبان كما فى موارد الظمآن وحديث ابن مسعود أخرجه الترمذى وأبو داؤد وابن ماجه عنه قال قال رسول الله ﷺ إِذَا رَكَعَ أَحَدُكُمْ فَقَالَ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ رُكُوعُهُ وَذَلِكَ أَدْنَاهُ وَإِذَا سَجَدَ فَقَالَ فِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ سُجُودُهُ وَذَلِكَ أَدْنَاهُ. وأخرجه فى المشكوٰة وأخرجه الآجرى فى الشريعة الحديثين جميعا وقال: وقد علم النبى أمته أن يقولوا فى السجود سبحان ربى

۱۔ صحيح البخاري كِتَاب أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ بَاب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ) حديث رقم (٣٠٩٢) ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (٢٦٠) ، أخرجه الشيخان كما في المشكوٰة (ص ٤٨٩) وأخرجه الترمذي في سننه (٦٦/٢) وابن خزيمه في التوحيد (ص ١٧٨)

۲۔ صحيح البخاري كِتَاب التَّوْحِيدِ بَاب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى {وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ} حديث رقم (٦٨٨٦)، العلو للعلي الغفار حديث رقم (٢٥٨) ، المشكوٰة (ص ٤٨٨) ، ابن ماجة (ص ٣٢٩)، الشريعة (٣٤٩) ، التوحيد لابن خزيمة (١٦١) ، كتاب الإعتقاد للبيهقي (٩٠)



الأعلى ثلاثا وهذا كله ممايقوى ما قلنا أن الله عزوجل العلى الأعلى على عرشه فوق السماوات العلاوعلمه محيط بكل شئ خلاف ما قالته الحلوليه نعوذ بالله من سوء مذهبهم.

امام ذہبی کہتے ہیں کہ : ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ سجدہ میں "سبحان ربی الأعلیٰ" کہیں (۱) اور یہ حکم عقبہ بن عامر جہنی اور ابن مسعود کی حدیث میں مذکور ہے' عقبہ کی حدیث کو احمد ابوداؤد' ابن ماجہ' ابن المنذر اور ابن مردویہ نے روایت کیا کہ جب آیت ﴿ فَسَبِّحْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلْعَظِيمِ ﴾ نازل ہوئی تو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اسے اپنے رکوع میں رکھو' جب ﴿ سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ ٱلْأَعْلَى ﴾ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو سجدہ میں کہو' (۲) "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے' حاکم نے بھی "المستدرك" میں اور دارمی نے "سنن" میں اور ابن حبان نے بھی اس کو روایت کیا ہے' جیسا کہ "موارد الظمأن" میں ہے' ابن مسعود کی حدیث ترمذی' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں کوئی رکوع کرے اور اس میں کہے "سبحان ربي العظيم" تین بار اس کا رکوع پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم ہے اور جب سجدہ میں "سبحان ربی الأعلیٰ" کہے تین بار تو اس کا سجدہ پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم ہے۔ (۳) یہ حدیث "مشکوٰۃ" میں بھی ہے۔ آجری نے "الشريعه" میں دونوں حدیث روایت کی ہیں' اور کہا نبی ﷺ نے اپنی امت کو سجدہ میں "سبحان ربی الأعلیٰ" تین بار کہنے کا حکم دیا ہے۔ (۴)

یہ دلائل اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل بلند' اعلیٰ اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ حلولی اس کے خلاف ہیں ہم ان کے برے مذہب سے پناہ مانگتے ہیں۔

۹۶۔ وقال الذهبي وفى صحيح مسلم عن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ الله ﷺ احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَام عِنْدَ رَبِّهِمَا... وذكر الحديث.

امام ذہبی نے کہا اور صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے پاس مباحثہ کیا۔ (۵)

۹۷۔ وأخرج الذهبي معلقاً عن أبي ذر الغفاري قال قال رسول الله إن الآيتين من آخر سورة البقرة أوتيتهن من تحت العرش لم يؤتهما نبي من قبلي. رواته ثقات وصله إسحٰق بن راهويه وأحمد والبيهقى فى شعب الإيمان بنحوه كما فى الدرالمنثور.

۱۔ العلو للعلي الغفار حديث رقم (۲۶۵)

۲۔ (حسن لغيره) تراجعات الألباني (۱ / ۳۲) ضعفه الشيخ الألباني رحمه الله في ضعيف الموارد برقم ٤٨ و ابن ماجه ٨٨٧ و أبو داؤد ٨٦٩ ثم حسنه لغيره برقم (۲۷) ، سنن أبي داود كِتَاب الصَّلَاةِ بَاب مَا يَقُولُ الرَّجُلُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ حديث رقم (۷۳۶) ، الدر المنثور (۳۳۸/۶)

۳۔ (ضعيف) سنن الترمذي حديث رقم (۲۶۱)، سنن الترمذى كِتَاب الصَّلَاةِ بَاب مَا جَاءَ فِي التَّسْبِيحِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ حديث رقم (۲٤۲) ، مشكاة (۸۳)

٤۔ الشريعة (۲۹۵/ ۲۹۶)

٥۔ صحيح مسلم كِتَاب الْقَدَرِ بَاب حِجَاجِ آدَمَ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَام حديث رقم (٤۷۹٥) ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۲۷۲)

امام ذہبی سیدنا ابو ذر غفاری سے (معلقاً) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورہ بقرہ کی دو آیتیں عرش کے نیچے سے مجھے دی گئی ہیں، مجھ سے پہلے کسی نبی کو وہ نہیں دی گئیں ہیں۔ اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ اور اَحمد نے اور بیہقی نے "شعب الإیمان" میں اس کو موصولا بیان کیا ہے جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے۔(۱)

۹۸۔ وأخرج الذهبي معلقاً عَنْ عُقْبَةَ بن عَامِرٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ مَنْ قَرَأَ بِالآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فإن الله أَعْطَانِيهِمَا مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ. إسناده صالح. أخرجه أحمد وأبو عبيد ومحمد بن نصر المروزي بنحوه كما في الدرالمنثور أيضا.

ذہبی نے سیدنا عقبہ بن عامر سے (معلقاً) روایت کیا ہی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں مجھے عرش کے نیچے سے دی ہیں، اس کی سند صالح ہے، اس کو اَحمد، ابو عبید اور محمد بن نصر مروزی نے روایت کیا جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے۔(۲)

۹۹۔ وأخرج ابن شاهين في كتاب الصحابة عن أبي جعفر العيسي أن نافع الحميري وفد على النبي في نفر من حمير فقالوا أتيناك لنتفقه في الدين ونسأل عن أول هذا الأمر فقال كان الله وليس شيء غيره وكان عرشه على الماء ثم خلق القلم فقال أُكتب ما هو كائن ثم خلق السموات والأرض وما بينهما ثم استوى على عرشه.

ابن شاہین کتاب "الصحابہ" میں ابو جعفر عیسیٰ سے بیان کرتے ہیں کہ نافع حمیری نبی ﷺ کے پاس حمیر قبیلہ کے ایک وفد میں آیا اور انہوں نے کہا ہم آپ کے پاس دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے آئے ہیں اور یہ پوچھتے ہیں کہ اس امر کی ابتداء کیسے ہوئی، آپ نے فرمایا اللہ تھا، اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی، اس کا عرش پانی پر تھا۔ پھر قلم کو پیدا کیا اور کہا جو ہونا ہے سب لکھ دے، پھر آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی اشیاء پیدا کیں۔ پھر اپنے عرش پر استواء کیا۔(۳)

۱۰۰۔ وأخرج صاحب الفاروق عن طلق بن حبيب عن رجل كان تأتيه الأمر فبعث إلى المدينة وركب إلى الشام فلقي شيخا فشكى إليه فقال ما أدري غير كلمات سمعت من رسول الله يقولهن ربنا الله الذي في السماء.

صاحب "الفاروق" نے طلق بن حبیب سے وہ اس شخص سے بیان کرتے ہیں جس کو پیشاب بند ہونے کی بیماری تھی وہ ایک بزرگ کو ملا اس سے شکایت کی۔ اس نے کہا میں چند کلمات ہی جانتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنے آپ نے فرمایا ہمارا پروردگار اللہ جو کہ آسمان میں ہے۔ (۴)

۱۔ (إسناده جيد) مختصر العلو ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (٢٧٤) ، الدر المنثور (٣٧٨/١)

۲۔ (صحيح) صحيح الجامع حديث رقم (١١٧٢) ، (إسناده جيد) مختصر العلو ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (٢٧٥)

۳۔ العلو للعلي الغفار حديث رقم (٢٤٨)

۴۔ العلو للعلي الغفار حديث رقم (٣٠٦)

یہ پوری سو حدیثیں ہیں جن کو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "العلو" میں ذکر کیا ہے یہ اکثر صحیح ہیں۔ بعض ان میں حسن اور صالح ہیں اور بعض ایسی بھی ہیں جن میں کچھ ضعف ہے۔ مگر شہادت کیلئے کافی ہیں اور دیگر احادیث صحیح و حسن سے ان کو تقویت پہنچتی ہے ان کے علاوہ اس کتاب میں اور بھی احادیث ہیں جو شدید الضعف ہیں ہم نے ان کو ذکر نہیں کیا' نیز اس کتاب میں امام موصوف نے مرسل حدیثیں بھی ذکر کی ہیں۔ ان کو بھی اس سلسلہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اگرچہ مرسل روایت ضعیف شمار ہوتی ہیں مگر شہادت سے وہ تقویت حاصل کر لیتی ہے اور مقبول ہو جاتی ہے' بالخصوص جبکہ اس مسئلہ میں بیشمار آیات واحادیث صحیحہ وارد ہیں۔ ایسے مسئلہ کیلئے مراسیل بھی بڑی کارآمد ہوا کرتی ہیں۔

۱۰۱۔وأخرج الذهبي عن حبيب بن أبي ثابت أن حسان بن ثابت أنشد النبي:

ذہبی' حبیب بن ابی ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے یہ شعر پڑھے:

شهدت بإذن الله أن محمدا ... رسول الذي فوق السماوات من علی

میں اللہ کے حکم سے گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس ذات کا رسول ہے، جو آسمانوں کے اوپر بلندی پر ہے۔

وأن أبا يحيى ويحيى كلاهما ... له عمل في دينه متقبل

ابو یحییٰ اور یحییٰ دونوں کے اعمال دین میں قبول کئے گئے ہیں۔

وأن أخا الأحقاف إذ قام فيهم ... يقول بذات الله فيهم ويعدل

اور احقاف کا بھائی جب ان میں کھڑا ہوا، اللہ کے بارے میں ان کو بتلایا اور انصاف کیا۔(۱)

وأخرجه ابن سعد فى الطبقات وأخرجه أبو يعلى فى مسنده وزاد فقال النبى وأنا, كذا ذكر الحافظ فى المطالب العالية. قلمى

ابن سعد نے "طبقات" میں اس کو ذکر کیا ہے اور ابو یعلیٰ نے اپنی "مسند" میں روایت کیا اور اس میں زائد الفاظ یہ ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اور میں بھی (ایسے ہی کہتا ہوں) حافظ نے "المطالب العالیہ" میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔(۲)

۱۰۲۔وأخرج الذهبي معلقاً : عن علي بن الحسين أخبرني رجل من أهل العلم أن رسول الله قال تمد الأرض لعظمة الرحمن يوم القيامة من الأديم ثم لا يكون لبشر منها إلا موضع قدميه ثم أدعى أول الناس فأخر ساجدا ثم يؤذن لي فأقول أي رب إن هذا جبرائيل وهو عن يمين الرحمن. الحديث هذا مرسل قوى. وأخرجه ابن جرير فى تفسيره و الحاكم فى مستدركه والدارمى فى الرد على الجهمية وأخرجه عبد الرزاق وعبد بن حميد وابن أبى حاتم وابن مردوية والبيهقى فى شعب الإيمان كذا فى الدر المنثور.

۱۔ (ضعيف) شرح العقيدة الطحاوية حديث رقم (۳۱۵) ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۷۶)

۲۔ المطالب العالية (قلمي) (۳۹/۲)

امام ذہبی (معلقاً) علی بن حسین سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ایک صاحب علم شخص نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن زمین کو پھیلا دیا جائے گا' پھر اس پر انسانوں کیلئے اپنے قدموں کی جگہ ہی مل سکے گی' سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا۔ میں سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پھر مجھے اجازت دی جائے گی' میں کہوں گا' اے رب یہ جبریل ہے اور وہ رحمان کے دائیں طرف ہو گا۔ یہ مرسل قوی ہے' ابن جریر نے اسے اپنی تفسیر میں اور حاکم نے "مستدرک" میں اور دارمی نے "الرد علی الجھمیہ" میں روایت کیا اور عبد الرزاق' عبد بن حمید' ابن ابی حاتم' ابن مردویہ اور بیہقی نے (شعب الایمان میں) اس کی تخریج کی ہے' "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔[1]

١٠٣۔ وأخرج الذهبي معلقاً: عن زيد بن أسلم أن رسول الله قال ما السموات السبع في الكرسي إلا كدراهم سبعة في ترس. وأخرجه ابن جرير في تفسيره.[2]

امام ذہبی (معلقاً) زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کرسی میں ساتوں آسمان اس طرح ہیں جیسے کہ ڈھال میں سات درہم' ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اسے روایت کیا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں آثار صحابہ بھی ذکر کئے ہیں۔ ان کو بھی اس سلسلہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اگرچہ یہ روایات لفظاً موقوف ہیں مگر حکماً مرفوع ہیں اس لئے کہ ایسے مسائل میں رائے وغیرہ کا دخل ہوتا ہے لہٰذا ایسی روایات محمول علی السماع ہوتی ہیں۔ کما تقرر فی الاصول۔

١٠٤۔ وأخرج الذهبي : عن ابن عمر قال لما قبض رسول الله قال أبو بكر رضي الله عنه أيها الناس إن كان محمد إلهكم الذي تعبدون فإنه قد مات وإن كان إلهكم الذي في السماء فإن إلهكم لم يمت ثم تلا: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ﴾ آل عمران هذا حديث صحيح قد أخرجه البخاري في تاريخه تعليقا. وأخرجه ابن قدامة في كتابه إثبات صفة العلو لله وأخرجه الدارمي في الرد على الجهمية والرد على المريسي.

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ' سیدنا ابن عمر سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے لوگو اگر محمد ﷺ تمہارا الٰہ تھا جس کی تم عبادت کرتے تھے تو وہ فوت ہو چکا ہے اور اگر تمہارا معبود والٰہ وہ ہے جو آسمان میں ہے تو تمہارے الٰہ پر موت نہیں آئی ہے پھر یہ آیت پڑھی: ترجمہ: محمد صرف ایک رسول ہے۔ آپ سے پہلے بھی رسول گزر گئے۔ یہ حدیث صحیح ہے' امام بخاری نے اسے اپنی تاریخ میں تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ ابن قدامہ نے اپنی تالیف کتاب "إثبات صفة العلو لله" میں اور دارمی نے "الرد علی الجھمیہ" اور "الرد علی المریسی" میں اس کو روایت کیا ہے۔[3]

---

[1]– العلو حديث رقم (١٧٣)، تفسير الطبري (١١٣/٣٠) ، مستدرك حاكم (٥٧١/٤) ، الرد علي الجهمية للدارمي (ص٥٧) ، الدر المنثور (١٩٧/٤)

[2]– العلو للعلي الغفار حديث رقم (٣١٣)

[3]– العلو للعلي الغفار حديث رقم (١٦٥) ، الرد علي الجهمية (ص ٢٦) ، الرد علي المريسي (ص ١٠٥)



١٠٥۔ وأخرج الذهبي : عن قيس قال لما قدم عمر رضی اللہ عنہ الشام إستقبله الناس وهو على بعيره فقالوا يا أمير المؤمنين لو ركبت برذونا يلقاك عظماء الناس ووجوههم فقال عمر رضی اللہ عنہ ألا أريكم ههنا إنما الأمر من ههنا فأشار بيده إلى السماء إسناده كالشمس.

امام ذہبی، قیس سے نقل کرتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ شام میں آئے تو لوگوں نے آپ کا استقبال کیا اور آپ اونٹ پر تھے لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ برزون پر سوار ہو جائیں تو بہتر ہے کہ سرداران اقوام آپ سے ملیں گے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں یہاں نہ دیکھوں، حالانکہ اصل امر وہاں سے ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا، اس کی سند سورج کی طرح ہے۔ (١)

١٠٦۔ وأخرج الذهبي معلقاً : عن سالم أن كعبا قال لعمر ويل لسلطان الأرض من سلطان السماء فقال عمر إلا من حاسب نفسه فقال كعب إلا من حاسب نفسه فكبر عمر ثم خر ساجدا. وصله الدارمى فى الرد على الجهمية وفى الرد على المريسى.

امام ذہبی (تعلیقا) سالم سے روایت کرتے ہیں، کہ کعب نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہا آسمان کے بادشاہ کی طرف سے زمین کے بادشاہ کیلئے ویل وہلاکت ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مگر اس کیلئے نہیں جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے، کعب نے کہا واقعی اس کیلئے نہیں جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا اور سجدہ میں گر پڑے۔ دارمی نے "الرد على الجهمية" اور "الرد على المريسى" میں اس کو موصول ذکر کیا۔ (٢)

١٠٧۔ وأخرج الذهبي: أن أبا يزيد المدني قال لقيت امرأة يقال لها خولة بنت ثعلبة فقال عمر هذه امرأة سمع الله شكواها من فوق سبع سموات هذا إسناد صالح.وأخرجه ابن أبي حاتم والبيهقى فى الأسماء والصفات كذا فى الدرالمنثور.

امام ذہبی ابویزید المدنی سے روایت کرتے ہیں، کہ میں ایک عورت خولہ بنت ثعلبہ سے ملا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی شکایت سات آسمانوں کے اوپر سے سن لی، یہ سند صالح ہے، ابن ابی حاتم نے اور بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں اس کی تخریج کی ہے "الدر المنثور" میں یوں ہی ہے۔ (٣)

١٠٨۔ وأخرج سمويه في فوائده عن عبد الرحمن بن غنم قال سمعت عمر بن الخطاب يقول ويل لديان الأرض من ديان السماء يوم يلقونه إلا من أمر بالعدل فقضى بالحق ولم يقض على هو ولا على قرابة ولا على رغبة ولا

١۔ (صحيح) مختصر العلو ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (١٦٧)

٢۔ الرد علي الجهمية (ص ٢٩) ، الرد علي المريسي (ص ١٠٤)

٣۔ (ضعيف) تخريج شرح الطحاوية حديث رقم (٢١٧) ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (١٦٩) ، الدرالمنثور (١٧٩/٢)



رهب وجعل كتاب الله بين عينية. قال ابن غنم فحدثت بهذا عثمان ومعاوية ويزيد وعبد الملك. وأخرجه الذهبي بسنده وأخرجه الدارمي في الرد على المريسي إلى قوله "يلقونه".

سمویہ اپنے "فوائد" میں عبدالرحمٰن بن غنم سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب سے سناوہ کہتے تھے کہ آسمان کے ذمہ دار کی طرف سے زمین کے ذمہ دار کیلئے ہلاکت ہے مگر وہ جو عدل کا حکم کرے اور حق فیصلہ کرے، قرابت اور اپنی ذاتی پسند و ناپسند کے جذبہ سے فیصلہ نہ کرتا ہو اور اللہ کی کتاب کو اپنے پیش نظر رکھے۔ ابن غنم کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عثمان، معاویہ، یزید اور عبدالملک کو سنائی، ذہبی نے اسے اپنی سند سے تخریج کیا دارمی نے "الرد على المريسي" میں یلقونہ تک روایت کیا ہے۔([1])

۱۰۹۔ وأخرج الذهبي معلقاً: عن عبد الرحمن ابن عوف أنه لما أخذ البيعة يوم الشورى لعثمان وبايع الناس رفع رأسه إلى السماء وقال اللّهُمَّ اشهد. وذكر القصة رواه علماؤنا في جزء في مقتل عمر وذكره ابن كثير في البداية والنهاية وأسنده ابن جرير في تاريخه واللفظ عندهما فرفع رأسه إلى سقف المسجد.

امام ذہبی سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے (معلقاً) روایت کرتے ہیں کہ جب شوریٰ کے دن انہوں نے عثمان کیلئے لوگوں سے بیعت لی، اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا، اے اللہ گواہ رہ اور واقعہ بیان کیا۔ ہمارے علماء اس کو مقتل عمر کے باب میں ذکر کرتے ہیں۔ ابن کثیر نے اسے "البداية والنهاية" میں بیان کیا ہے، ابن جریر نے تاریخ میں اس کو سند سے بیان کیا، ان دونوں کے لفظ یوں ہیں کہ مسجد کی چھت کی طرف سر اٹھایا۔([2])

۱۱۰۔ وأخرج الذهبي معلقاً: عن علي رضي الله عنه قال أول من يكسى إبراهيم قبطيتين ثم يكسى النبي حبرة وهم عن يمين العرش. وصله إسحاق بن راهويه وأبو يعلى في مسنديهما كذا في المطالب العالية قلمي وصله البيهقي في الأسماء والصفات وذكر له الذهبي أثر آخر بإسناده.

امام ذہبی (تعلیقاً) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا، سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو قبطیتین کپڑا پہنایا جائے گا اور اس کے بعد نبی ﷺ کو حبرہ لباس دیا جائے گا اور یہ عرش کے دائیں طرف ہوں گے۔ اسحاق بن راہویہ اور ابو یعلیٰ نے اپنی اپنی مسانید میں اس کو موصولاً بیان کیا ہے، "المطالب العاليه" میں اسی طرح ہے۔ امام ذہبی نے ایک اور اثر اپنی سند سے میں ذکر کیا ہے۔([3])

۱۱۱۔ وأخرج أبو أحمد العسال في المعرفة عن أبي هريرة رضي الله عنه قال يحشر الناس حفاة عراة مشاة قياما أربعمائة سنة شاخصة أبصارهم إلى السماء ينظرون فصل القضاء قد ألجمهم العرق من شدة الكرب وينزل الله تعالى في ظل من الغمام من العرش إلى الكرسي.

---

[1]– (صحيح) إن كان سعيد بن عبد العزيز رواه قبل اختلاطه وهذا هو الراجح عندي. مختصر العلو حديث رقم (٤٧)، العلو حديث رقم (١٧١)

[2]– العلو للعلي الغفار حديث رقم (١٧٢)، البداية والنهاية (١٤٧/٧)، ابن جرير في تاريخه (٤١/٥)

[3]– (صحيح) مختصر العلو، العلو للعلي الغفار حديث رقم (٢٨١)، المطالب العالية (قلمي) (٤٩٤/٢)، الأسماء والصفات طبع الهند (٢٨٤)

ابو احمد عسال "المعرفه" میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' کہ لوگ ننگے پاؤں ننگے جسم اٹھائے جائیں گے' اپنے پاؤں پر چار سو سال کھڑے رہیں گے' ان کی نگاہیں آسمان کی طرف لگی ہوں گی' فیصلہ کے انتظار میں شدت کرب سے پسینہ ان کو لگام دے چکا ہو گا اور اللہ تعالیٰ بادل کے سایہ میں عرش سے کرسی پر اترے گا۔(۱)

۱۱۲۔وأخرج الذهبي عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال جاء رجل فقال يا ابن عباس إِنِّي أَجِدُ فِي الْقُرْآنِ شيئاً تَخْتَلِفُ عَلَيَّ فقد وقع ذلك في صدري فقال ابن عباس أتكذيب قال ما هو بتكذيب ولكن اختلاف قال فهلم ما وقع في صدرك فقال له الرجل أسمع الله يقول فذكر أشياء ثم قال وفي قوله ﴿...أَمِ ٱلسَّمَآءُ بَنَىٰهَا ﴿٢٧﴾ رَفَعَ سَمۡكَهَا فَسَوَّىٰهَا ﴿٢٨﴾ وَأَغۡطَشَ لَيۡلَهَا وَأَخۡرَجَ ضُحَىٰهَا ... ﴿٢٩﴾ وَٱلۡأَرۡضَ بَعۡدَ ذَٰلِكَ دَحَىٰهَآ ﴿٣٠﴾﴾ النازعات. فذكر هذه الآية خلق السماء قبل الأرض وقال في الآية الأخرى ﴿... وَقَدَّرَ فِيهَآ أَقۡوَٰتَهَا فِيٓ أَرۡبَعَةِ أَيَّامٖ سَوَآءٗ لِّلسَّآئِلِينَ ﴿١٠﴾ ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٞ ... ﴾ فصلت. الآية فذكر في هذه خلق الأرض قبل السماء فقال ابن عباس أما قوله﴿...أَمِ ٱلسَّمَآءُ بَنَىٰهَا ﴿٢٧﴾ رَفَعَ سَمۡكَهَا فَسَوَّىٰهَا ﴿٢٨﴾﴾ النازعات. الآيات فإنه خلق الأرض في يومين قبل خلق السماء ثم استوى إلى السماء فسواهن في يومين آخرين ثم نزل إلى الأرض فدحاها قال ودحيها أن أخرج منها الماء والمرعى. أخرجه البخاري وأخرج نحوه عبدبن حميد وابن أبي حاتم كما فى الدرالمنثور.

امام ذہبی سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں، کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میرے دل میں قرآن کے بارے میں کچھ خدشات ہیں' ابن عباس نے کہا کیا تکذیب ہے؟ اس نے کہا تکذیب نہیں البتہ (چند آیات میں) اختلاف لگتا ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جو تمہارے سینہ میں پیدا ہوا ہے بیان کرو' اس شخص نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے آسمان کو بنایا اس کو اونچا کیا اور درست بنایا' اس کی رات تاریک بنائی اور دن کو ظاہر کیا' اس کے بعد زمین کو بچھایا...۔ اس آیت میں آسمان کی تخلیق زمین سے پہلے مذکور ہے۔ مگر ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے: اس میں ان کی روزی چار دن میں بنائی. برابر ہے پوچھنے والوں کیلئے' پھر اس نے آسمان کی طرف قصد کیا اور وہ دھواں تھا'...۔ اس آیت میں آسمان سے پہلے زمین کی تخلیق کا ذکر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے آسمان کی تخلیق سے دو روز پیش تر زمین کو بنایا پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا دو دوسرے دنوں میں ان کی تخلیق کی پھر زمین کی طرف نزول کیا اور اس کا دحو کیا' دحو یہ کہ اس میں پانی اور کھانے کی چیزیں بنائیں'

امام بخاری نے اسے روایت کیا اور اسی طرح عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے بھی جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے۔(۲)

۱۱۳۔ وأخرج الذهبي معلقاً عن على قال البحر المسجور يجرى تحت العرش وصله ابن جرير فى تفسيره وأخرجه عبد الرزاق وسعيد بن منصور وابن أبي حاتم كذا فى الدرالمنثور.

۱۔(صحیح) رواه نحوه صاحب الترغيب والترهيب عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ صحيح الترغيب والترهيب برقم (۳۵۹۱)

۲۔ العلو للعلي الغفار حديث رقم (۹۶)، الدرالمنثور (۳۱۲/۶)، صحيح البخاري، باب سُورَةُ حم السَّجْدَةِ....



امام ذہبی تعلیقاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ اس نے کہا "البحر المسجور" عرش کے نیچے بہتا ہے' ابن جریر نے تفسیر میں اسے موصولاً روایت کیا' عبد الرزاق سعید بن منصور اور ابن إبی حاتم بھی اسے روایت کرتے ہیں۔"الدر المنثور" میں یوں ہی ہے۔([1])

۱۱۴۔وأخرج أبو جعفر محمد بن عثمان العبسي الحافظ في كتاب العرش له عن ابن عباس قال ما من شيء كان في بني إسرائيل إلا سيكون في هذه الأمة مثله إن رجلا من بني إسرائيل كانت له امرأة جميلة فأولع به رجل يخبره عنها أنها كذا وكذا بالفحش قال كيف أصنع ولها علي دين قال أنا أسلفك ما عليك فطلقها ثم تزوجها ذلك الرجل بعد فلما تزوجها أخذه بحقه فاشتد عليه فقال اتق الله فإنك لم تزل بي حتى فعلت ما فعلت فلم يقلع حتى أجره نفسه فبينما هو ذات يوم أكلا طعاما فجعل يصب عليهم الماء فذكر مكانها منه قبل اليوم وأنه الآن يصب عليهم الماء فبكى فاهتز العرش فقال تعالى إن رحمتي سبقت غضبي.

ابو جعفر محمد بن عثمان عیسیٰ نے ابن عباس سے روایت کیا، کہ جو چیزیں بنو اسرائیل میں ہوئیں وہ اس امت میں بھی ہوں گی' بنو اسرائیل کے ایک مرد کی خوبصورت عورت تھی ایک شخص اس کے پیچھے پڑ گیا اور اس کی عورت کے بارے میں اس کے فحش کی خبریں دیتا رہا' خاوند نے کہا میں کیا کروں میں نے اس عورت کا قرض دینا ہے' اس شخص نے کہا میں تجھے قرض دے دیتا ہوں تو اسے طلاق دے دے' اس نے عورت کو طلاق دیدی۔ بعد ازاں اس شخص نے عوت سے نکاح کر لیا' نکاح کر لینے کے بعد اس شخص نے مرد کو اپنے قرض میں پکڑ لیا اور سختی کی' مظلوم مرد نے کہا اللہ کا خوف کر تو نے میرے ساتھ جو کیا سو کیا' مگر وہ باز نہ آیا اور اسے اپنا مزدور بنا لیا۔ ایک دن دونوں میاں بیوی کھانا کھا رہے تھے اور یہ مرد ان کو پانی دے رہا تھا تو اسے یاد آیا کہ کبھی یہ میری عورت تھی اور آج ان کا غلام ہوں انہیں پانی دے رہا ہوں' وہ رو پڑا پس عرش نے جنبش کی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔([2])

۱۱۵۔وأخرج الذهبي معلقاً عن عبدالله بن عمر قا ل خلق الله أربعة أشياء بيده العرش والقلم وآدم وجنة عدن ثم قال لسائر الخلق كن فكان إسناده جيد. وصله ابن جرير فی تفسيره والدارمی فی الرد علی المريسی والبيهقی فی الأسماء والصفات.

امام ذہبی (تعلیقاً) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چار اشیاء اپنے ہاتھ سے پیدا کیں۔ عرش' قلم' آدم اور جنت عدن۔ پھر باقی مخلوق کیلئے فرمایا ہو جا اور وہ بن گئی' اس کی سند جید ہے۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اور دارمی نے "الرد علی المريسی" میں اور بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں اس کو موصول بیان کیا۔([3])

---

[1]– العلو للعلي الغفار حديث رقم (١٧٩) ، تفسير ابن جرير (٢٠/٢٧) ، الدرالمنثور (١١٨/٦)

[2]– العلو للعلي الغفار حديث رقم (٢١٤) و قال أبو محمد أشرف بن عبدالمقصود في تحقيق العلو: إسنادها متصل لكن لا أعرف التابعي

[3]– (صحيح) مختصر العلو ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (١٨٥)



۱۱۶۔وأخرج الذهبي معلقاً عن زيد بن أسلم قَالَ: مَرَّ ابْنُ عُمَرَ بِرَاعِي فَقَالَ هَلْ مِنْ جَزْرَةٍ ؟ قَالَ لَيْسَ هَا هُنَا رَبُّهَا، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: تَقُولُ: أَكَلَهَا الذِّئْبُ, قَالَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ قَالَ: فَأَيْنَ اللهُ؟ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَنَا وَاللهِ أَحَقُّ أَنْ أَقُولَ: فَأَيْنَ اللهُ؟ وَاشْتَرَى الرَّاعِي وَالْغَنَمَ، فَأَعْتَقَهُ وَأَعْطَاهُ الْغَنَمَ.

امام ذہبی (تعلیقاً) زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ابن عمر ایک چرواہے کے پاس سے گزرے اور کہا کیا کوئی ذبح کیلئے بکری ہے؟ چرواہے نے کہا ان کا مالک یہاں نہیں ہے' ابن عمر نے کہا تم کہہ دینا اسے بھیڑیا کھا گیا ہے' چرواہے نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا اللہ کہاں ہے؟ ابن عمر نے کہا اللہ کی قسم میں زیادہ حق رکھتا ہوں کہ کہوں اللہ کہاں ہے؟ ابن عمر نے اس چرواہے اور بکریوں کو خریدا اور اسے آزاد کر کے بکریاں اس کو دے دیں۔(۱)

۱۱۷۔وأخرج الذهبي عن عبد الله يعني اِبْن مَسْعُود رضي الله عنه قَالَ: بَيْنَ السَّمَاء الدُّنْيَا وَالَّتِي تَلِيهَا خَمْسمِائَةِ عَام ، وَبَيْنَ كُلِّ سَمَاء خَمْسمِائَةِ عَام ، بَيْنَ السَّمَاء السَّابِعَة وَبَيْنَ الْكُرْسِيّ خَمْسمِائَةِ عَام ، وَبَيْنَ الْكُرْسِيّ وَبَيْنَ الْمَاء خَمْسمِائَةِ عَام ، وَالْكُرْسِيّ فَوْق الْمَاء ، وَاللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَوْق الْكُرْسِيّ وَيَعْلَم مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ. وَفِي لَفْظ وَاللهُ تَعَالَى فَوْقَ ذلك، وَلَا يَخْفَى عَلَيْهِ مِنْ أَعْمَالِكُمْ. وأخرجه ابن خزيمه فى التوحيد والدارمى فى الرد على الجهمية وفى الرد على المريسى والبيهقى فى الأسماء والصفات وساقه الذهبى بأسانيد أخرى وقال فى طريق رواه عبد الله بن الإمام أحمد فى السنه وأبوبكر بن المنذر وأبو أحمد العسال والطبرانى وأبو الشيخ واللا لكائى وأبو عمر الطلمنكى وأبو بكر البيهقى وأبو عمر وابن عبدالبر فى تواليفهم وإسناده صحيح .

امام ذہبی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے کہا آسمان دنیا اور دوسرے کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور ہر ہر آسمان کے مابین پانچ سو سال کا فاصلہ ہے' ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے' کرسی پانی کے اوپر ہے اور اللہ کرسی کے اوپر اور وہ تمہارے حال جانتا ہے' ایک روایت میں ہے "اور اس کے اوپر اللہ ہے" تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔ ابن خزیمہ نے "التوحید" میں دارمی نے "الرد على الجهميه" اور "الرد على المريسى" میں' بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں اس کو روایت کیا۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کو کئی سندوں سے لائے ہیں۔ ایک طریق میں کہا اس کو عبد اللہ بن امام احمد نے "السنه" میں روایت کیا۔ اسی طرح ابو بکر بن المنذر' ابو احمد عسال طبرانی' ابو الشیخ' اللالکائی' ابو عمر الطلمنکی' ابو بکر بیہقی اور ابو عمرو بن عبد البر اپنی اپنی توالیف میں اس کو روایت کرتے ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔(۲)

۱۔ (إسناده جيد) مختصر العلو ، العلو للعلي الغفار حديث رقم (۳۱۱)

۲۔كتاب التوحيد لابن خزيمة (۷۰)، الرد على الجهمية (۲۶)، الرد على المريسى (۸۳، ۹۰، ۱۰۵)، الأسماء والصفات (۲۸۸)، الذهبى (۱۱۳)، فتح الباري لابن حجر، حديث رقم (۶۸۷۳).

۱۱۸۔وأخرج البغوی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ ليهم بالأمر من التجارة أو الإمارة ، حتى إذا تيسرله نَظَرَ اللهُ إِلَيْهِ من فوق سبع سموات ، فيقول للملك : اصرفه عنه فإن يسرته له أدخلته النار وأخرجه الدارمی فی الرد علی الجهمية.

امام بغوی' ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا بندہ تجارت یا امارت میں سے کسی کام کا ارادہ کرے اور وہ اسے حاصل بھی ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ سات آسمانوں کے اوپر سے اس پر نظر ڈالتا ہے اور فرشتوں کو کہتا ہے کہ اس کو اس سے دور کرو کہ اس کیلئے اس کام کا حاصل ہونا اس کو جہنم میں داخل کرے گا' اس کو دارمی نے "الرد علی الجهمیه" میں روایت کیا۔(۱)

۱۱۹۔وأخرج الذهبي معلقاً عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: سارعوا إلى الجمعة في الدنيا فإن الله عز وجل ينور لأهل الجنة في كل جمعة في كثيب من كافور أبيض فيكونون منه في القرب على قدر تسارعهم إلى الجمعة في الدنيا... موقوف حسن وصله عبد الله بن أحمد فی السنة.(۲)

امام ذہبی سیدنا ابن مسعود کا یہ قول تعلیقاً نقل کرتے ہیں' کہ دنیا میں جمعہ کیلئے جلدی کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہر جمعہ اہل جنت کیلئے تجلّی انوار فرمائے گا' سفید کافور کے ایک ٹیلہ میں اہل جنت اس کا تقرب اس نسبت سے حاصل کریں گے جو دنیا میں جمعہ کی طرف جلدی کرنے میں انہیں حاصل تھی۔ یہ موقوف حسن ہے۔ عبداللہ بن احمد نے "السنہ" میں موصول کیا۔

۱۲۰۔وأخرج أبو أحمد العسال عن ابن مسعود أنه قال من قال سُبْحَانَ الله والحمد لله وَالله أَكْبَرُ تلقا من ملك فعرج بهن إلى الله عزوجل فَلا يَمُرُّ بملاء مِنَ الْمَلائِكَةِ إلا اسْتَغْفَرُوا لِقَائِلِهِنَّ حَتَّى يَجِيءَ بِهِنَّ وَجْهَ الرَّحْمَنِ .

ابو احمد عسال ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ جو شخص سبحان الله، الحمد لله، الله اکبر' کہتا ہے فرشتہ ان کلمات کو اللہ کے پاس اوپر لے جاتا ہے وہ جس گروہ ملائکہ کے پاس سے گزرتا ہے وہ قائل کیلئے استغفار کرتے ہیں' یہاں تک کہ رحمان کے سامنے ان کا تحیہ پیش کرتا ہے' ذہبی نے اس کی سند کو صحیح کہا۔(۳)

۱۲۱۔وأخرج مسلم والترمذی وابن ماجة عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ فِي قَوْلِهِ ﴿بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ قَالَ إِنَّا سَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ أَرْوَاحُهُمْ فِي أجواف طَيْرٍ خُضْرٍ تَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ فِي أَيِّهَا شَاءَتْ ثُمَّ تَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مُعَلَّقَةٍ بِالْعَرْشِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ اطَّلَعَ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ اطِّلاعَةً فَيَقُولُ سَلُونِي مَا شِئْتُمْ.

امام مسلم' ترمذی اور ابن ماجہ آیت ﴿بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ ابن مسعود نے کہا ہم نے اس کی تفسیر دریافت کی تھی' آپ نے فرمایا: ان کی روحیں سبز پرندوں کے اندر ہیں۔ جنت میں جہاں چاہیں کھاتے ہیں پھر

۱- الرد على الجهمية (٢٦).

۲- السنة لعبدالله بن أحمد (٥٢). ضعيف الترغيب والترهيب رقم: ٤٣٥، (ضعيف موقوف)

۳- (ضعيف موقوف)، ضعيف الترغيب والترهيب رقم: ٩٤٨ وصححه الذهبي إسناده.

عرش سے معلق پنجروں میں جگہ لیتے ہیں وہ اس طرح تھے کہ ان پر تیرا رب اوپر سے ظاہر ہوا اور فرمایا جو چاہتے ہو مجھ سے سوال کرو۔([1])

۱۲۲۔ وأخرج ابن عبدالبر فی الإستيعاب عن عبدالله بن رواحه أنه مشى ليله إلى أمته فنالها فرأته إمرأته فلأمته فجحدها فقالت له إن كنت صادقا فاقرأ القرآن فإن الجنب لايقرأ القرآن فقال:

ابن عبد البر "الإستيعاب" میں عبد اللہ بن رواحہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک رات اپنی لونڈی کی طرف چلا اور اس کو حاصل کیا، میری عورت نے دیکھ لیا۔ اس نے مجھے ملامت کی اور میں نے واقعہ کا انکار کر دیا۔ عورت نے کہا اگر تو سچا ہے تو قرآن کی تلاوت کر کہ جنبی کیلئے قرأت قرآن جائز نہیں ہے۔ میں نے کہا؟

شهدت بأن وعد الله حق ... وأن النار مثوى الكافرينا

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے ... اور آگ کافروں کے رہنے کی جگہ ہے۔

وأن العرش فوق الماء طاف ... وفوق العرش رب العالمينا

اور یہ کہ عرش پانی کے اوپر ہے ... اور عرش کے اوپر رب العالمین ہے۔

فقالت امرأته: صدق الله وكذبت عيني وكانت لا تحفظ القرآن. وأخرجه الدارمی فی الرد على الجهمية.

عورت نے کہا اللہ سچا ہے۔ میری آنکھ نے غلطی کی ہے، وہ حافظ قرآن نہ تھی۔ دارمی نے اس کو "الرد على الجهميه" میں روایت کیا۔([2])

۱۲۳۔ وأخرج الذهبي معلقاً عن عبد الله بن عمر وبن العاص قال إذا مكثت النطفة فی الرحم أربعين ليلة جاء ملك فاختلجها ثم عرج بها إلى الرحمان تبارك وتعالى فيقول أخلق يا أحسن الخالقين فيقضى الله فيها ما يشاء ويهبط بها الملك وذكر الحديث.

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں، کہ اس نے کہا جب نطفہ رحم میں چالیس رات رہتا ہے تو فرشتہ آتا ہے اس میں داخل ہوتا ہے پھر اسے رحمان تبارک وتعالیٰ کے پاس اوپر لے جاتا ہے اور کہتا ہے اے احسن الخالقین پیدا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے اور فرشتہ اسے نیچے لے آتا ہے۔

۱۲۴۔ وأخرج الذهبي معلقاً عن عبد الله بن عمرو وقال جعل الله فوق السماء السابعة الماء وجعل فوق الماء العرش الحديث وصله البيهقي فی الأسماء والصفات.

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن عمرو سے روایت کرتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر پانی بنایا اور پانی پر عرش بنایا.... بیہقی نے اس کو "الأسماء والصفات" میں موصول بیان کیا۔([3])

---

[1]– صحيح المسلم كِتَاب الْإِمَارَةِ بَاب بَيَانِ أَنَّ أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِي الْجَنَّةِ...رقم ٣٥٠٠، سنن الترمذى رقم ٢٩٣٧، سنن ابن ماجة رقم ٢٧٩١.

[2]– الإستيعاب لإبن عبد البر، الرد على الجهمية (٢٧).

[3]– مختصر العلو (صحيح)



۱۲۵۔ وأخرج عثمان الدارمی فی کتاب الرد علی بشرالمریسی عن عبد الله بن عمرو قَالَ: قَالَتْ الْمَلائِکَةَ یَا رَبَّنَا منا الملائکة المقربون ومنا حمله العرش ومنا الکرام الکاتبون وَنَحْنُ نُسَبِّحُ اللیل والنهار لانسام ولانفترخلقت بنی آدم فجعلت لهم الدنیا فاجعل لنا الاخرة قال ثم عادوا فاجهدوا المسئلة فقالوا مثل ذلک فقال جل جلاله لن أجعل صالح ذریة من خلقت بیدی کمن قلت له کن فکان إسناده صالح.

عثمان دارمی کتاب "الرد علی بشر المریسی" میں عبد اللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں, کہ فرشتوں نے کہا اے پروردگار ہم فرشتوں میں مقرب بھی ہیں اور عرش اٹھانے والے بھی ہم میں کراماً کاتبین ہیں اور ہم رات دن تسبیح کرتے ہیں نہ ملال کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں، تو نے اولاد آدم کو پیدا کیا ان کیلئے دنیا بنادی، پس ہمارے لئے آخرت بنا، فرشتے دوبارہ پوری کوشش سے اس قسم کا سوال کرتے ہیں، اللہ جل جلالہ فرماتا ہے جن کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا، ان کی صالح اولاد کو ان کی طرح نہیں بناؤں گا، جنہیں میں نے کلمہ کن سے پیدا کیا۔ اس کی سند صالح ہے۔

۱۲۶۔ وأخرج الذهبی معلقاً عن عبد الله بن عمرو یحدث عن الشمس قال إنها إذا غربت صعدت إلی السماء وسجدت واستأذنت فیؤذن لها وباتت تجری فهی کذلک حتی یأتی علیها لیله فتسلم فلا تقبل منها فتسلم فلایرد علیها وتستأذن فلایؤذن لها فتلتمس من یشفع لها فلا تجد فتقول أن المشرق بعید فلا یؤذن لها فإذا طلع الفجر قیل لها إطلعی من مکانک فذلک حین لاینفع نفسا إیمانها.

قال ابن منده إسناده صحیح وصله ابن أبی شیبة وأحمد ومسلم وعبد بن حمید وأبوداؤد وابن ماجة وابن المنذر وابن مردویه والبیهقی والحاکم کذا فی الدرالمنثور.

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (تعلیقاً) عبد اللہ بن عمرو سے سورج کے بارے میں بیان کرتے ہیں, کہ انہوں نے کہا جب یہ غروب کرتا ہے تو آسمان کی طرف چڑھتا ہے اور سجدہ کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے اس کو اجازت دی جاتی ہے اور چلتے چلتے رات گزارتا ہے یہ اسی طرح رہے گا یہاں تک کہ ایک رات آئے گی، سورج سلام کہے گا، قبول نہ کیا جائے گا پھر سلام کہے گا جواب نہ دیا جائے گا اور اجازت طلب کرے گا اس کو اجازت نہ دی جائے گی، کوئی سفارش کرنے والا تلاش کرے گا مگر نہ پائے گا اور کہے گا مشرق دور ہے اس کو اجازت نہ ملے گی جب فجر طلوع ہو گی تو اسے کہا جائے گا اپنی جگہ سے طلوع ہو، یہ وہ وقت ہو گا کہ کسی نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا۔ ابن مندہ کہتے ہیں، اس کی سند صحیح ہے۔ ابن ابی شیبہ، أحمد، عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن المنذر، ابن مردویہ، بیہقی اور حاکم نے اس کو موصولاً روایت کیا،" الدرالمنثور" میں اسی طرح ہے۔ ([1])

۱۲۷۔ وأخرج الذهبی معلقاً عن أبی امامة رضی اللہ عنہ یقول ما من عبد یسبح تسبیحه إلایسبح ما خلق الله من شئ وإن من شئ إلایسبح بحمده وما من عبد یکبر تکبیرة إلاملئت ما بین السماء والأرض وما من عبد یحمد

---

[1]- الدر المنثور (۳/ ۵۷، ۵۸).

تحميدة إلا خففف الله عن كل ذات حملها وما من عبد يهلل تهلية فينهنهما شئ دون العرش أخرجه ابن أبى حاتم كما فى الدر المنثور ولكن إلى قوله: وإن من شئ إلا يسبح بحمده.

امام ذہبی (معلقاً) ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ اس نے کہا جو بندہ تسبیح کرتا ہے اللہ کی سب مخلوق اس کی تنزیہ کرتی ہے' اس کی حمد کے ساتھ مل کر اور جو اللہ کی کبریائی بیان کرے سو وہ آسمان و زمین کے مابین کو بھر دیتی ہے اور جو بندہ اللہ کی حمد کرتا ہے اللہ تعالیٰ تحمیدہ اٹھانے والے سے اس کا بوجھ ہلکا کر دے گا اور جو بندہ اقرار توحید کرتا ہے اسے عرش سے ادھر کوئی روکے؟ (ایسا نہیں ہے)۔ ابن إبی حاتم نے اس کو ذکر کیا ہے جیسا کہ ''الدر المنثور'' میں ہے۔ ([1])

۱۲۸۔ وأخرج البيهقى فى الأسماء والصفات: عن أبي موسى رضی اللہ عنہ قال: الكرسي موضع القدمين وله أطيط كأطيط الرحل. وأخرجه ابن جرير فى تفسيره وأخرجه ابن المنذر وابو الشيخ كما فى الدر المنثور.

امام بیہقی ''الأسماء والصفات'' میں ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ کرسی دو قدموں کی جگہ ہے اور اس کی کجاوے کی طرح آواز ہے اس کو ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا اور ابن المنذر اور ابو الشیخ نے بھی جیسا کہ ''الدر المنثور'' میں ہے۔ ([2])

۱۲۹۔ وأخرج الذهبى معلقاً عن عبدالله بن سلام قال بدأ الله خلق الأرض فخلق سبع أرضين يوم الأحد والإثنين وقدر فيها أقواتها فى يوم الثلاثاء والأربعاء واستوى إلى السماء فخلقهن فى يومين. وذكر الحديث اسناده صحيح وصله أبو الشيخ كما فى الدرالمنثور.

امام ذہبی (تعلیقاً) عبد اللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی تخلیق شروع کی' سات زمینیں اتوار اور پیر کے دن پیدا کیں اور ان میں روزیاں متعین کیں' منگل اور بدھ کے دنوں میں اور آسمان کی طرف قصد کیا اور ان کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ الحدیث۔ اس کی سند صحیح ہے ابو الشیخ نے موصول بیان کیا جیسا کہ ''الدر المنثور'' میں ہے۔ ([3])

۱۳۰۔ وأخرج الذهبى معلقاً عن عبد الله بن عمرو، قال: « لما أراد الله تبارك وتعالى أن يخلق شيئا إذ كان عرشه على الماء، وإذ لا أرض ولا سماء، خلق الريح فسلطها على الماء حتى اضطرب وأثار كل ركامه، فأخرج من الماء دخانا وطينا وزبدا، فأمر الدخان فعلا، وسما، ونمى، فخلق منه السموات، وخلق من الطين الأرض، وخلق من الزبد الجبال» وصله الدارمى فى الرد على الجهمية.

امام ذہبی نے تعلیقاً عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق پیدا کرنے کا ارادہ کیا' جبکہ اس کا عرش پانی پر تھا جب نہ زمین تھی اور نہ آسمان۔ ہوا کو پیدا کیا اسے پانی پر مسلط کیا۔ ہوا حرکت میں آئی اور پانی کو اڑایا پھر پانی سے دھواں اور

---

[1]– الدر المنثور (٤/ ٨٣).

[2]– الأسماء والصفات (رقم: ٨٢٨)، تفسير ابن جرير (٣/ ١٠)، الدر المنثور (١/ ٣٢٧). مختصر العلو (صحيح).

[3]– الدر المنثور (٥/ ٣٦١).



مٹی اور جھاگ نکالی' دھویں کو حکم دیا وہ اوپر چڑھا' بلند ہوا اور بڑھ گیا۔ اس سے آسمان بنائے اور مٹی سے زمین پیدا کی اور جھاگ سے پہاڑ بنائے اس کو دارمی نے "الرد علی الجهمیه" میں موصول بیان کیا ہے۔([1])

۱۳۱۔وأخرج الذهبي معلقاً عن سلمان قال سبعة يظلهم الله في ظل عرشه. الحديث وصله البيهقي في الأسماء والصفات بنحوه. ([2])

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تعلیقاً سلمان سے روایت کرتے ہیں کہ سات طرح کے اشخاص کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا۔ الحدیث۔ بیہقی نے اسے "الأسماء والصفات" میں موصولاً روایت کیا ہے۔

۱۳۲۔ وأخرج الذهبي معلقاً عن عائشة رضي الله عنها قالت: وايم الله، إني لأخشى لو كنت أحب قتله لقتلت- تعني عثمان رضي الله عنه ولكن علم الله من فوق عرشه أني لم أحب قتله. وصله عثمان الدارمي في الرد على الجهيمية .

امام ذہبی (معلقاً) عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا مجھے اللہ کی قسم اگر میں اس کے قتل کو پسند کرتی تو قتل کرتی یعنی عثمان رضی اللہ عنہ مگر اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر جانتا ہے میں ان کے قتل کو پسند نہیں کرتی۔ عثمان دارمی نے اس کو "الرد علی الجهيمية" میں موصول کیا۔([3])

۱۳۳۔وأخرج الذهبي عن أم سلمة رضى الله عنها في قوله: ﴿ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ﴾ قالت الكيف غير معقول والإستواء غير مجهول والإقرار به إيمان والجحود به كفر وأخرجه ابن مردويه واللالكائي في السنة كذا في الدرالمنثور. ([4])

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے آیت ﴿ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ﴾ کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کیفیت معلوم نہیں استوی مجہول نہیں اور اس کا اقرار ایمان ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔ ابن مردویہ نے اور لالکائی نے "السنه" میں اس کی تخریج کی ہے جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے۔

۱۳۴۔وأخرج الذهبي معلقاً عن أسماء بنت عميس أن جعفر جاءها إذا هم بالحبشة يبكي قالت ماشأنك قال رأيت فتى مترفا من الحبشة شابا جسيما مرعلى إمراة فطرح دقيقا كا ن معها فنسفته الريح فقالت اكِلُكَ إلى يوم يجلس الملك على الكرسي فيأخذ للمظلوم من الظالم وصله عثمان الدارمي في الرد على بشر المريسي.

---

[1]۔ الرد على الجهمية (١٦).

[2]۔ الأسماء والصفات (٢٦٨).

[3]۔ الرد على الجهمية (٢٧). مختصر العلو (صحيح)

[4]۔ الدر المنثور (٣/ ٩١)، مختصر العلو (صحيح).

امام ذہبی معلقاً اسماء بنت عمیس سے روایت کرتے ہیں، کہ جب یہ حبشہ میں تھے تو جعفر اسماء کے پاس روتا ہوا آیا۔ اسماء نے کہا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں نے ایک حبشی خوشحال اور جسیم نوجوان کو دیکھا کہ وہ ایک عورت کے پاس سے گزرا، عورت کے پاس آٹا تھا نوجوان نے وہ نیچے پھینک دیا اور ہوا نے اسے اڑا دیا۔ عورت نے کہا میں تجھے اس دن کے سپرد کرتی ہوں جس دن کے بادشاہ کرسی پر بیٹھے گا اور مظلوم کیلئے ظالم سے وصول کرے گا۔ اس کو عثمان دارمی نے "الرد علی بشر المریسی" میں موصولاً بیان کیا ہے۔([1])

۱۳۵۔وأخرج السدی عن مرة الطيب عن ابن مسعود وعن أبی مالك وأبی صالح عن ابن عباس وعن مرة عن ناس من أصحاب النبی ﷺ فی قوله: ﴿ثُمَّ اسْتَوَىٰٓ إِلَى السَّمَآءِ﴾ قال إن الله كان على عرشه على الماء ولم يخلق شيئا قبل الماء فلما أراد أن يخلق الخلق أخرج من الماء دخانا فارتفع ثم الماء فجعله أرضا ففتقها فجعلها سبع أرضين إلى أن قال فلما فرغ الله عزوجل من خلق ما أحب استوى على العرش أخرجه ابن جرير فی تفسيره والبيهقی فی الأسماء والصفات وابن المنذر وابن أبی حاتم كما فی الدر المنثور.

سدی نے مرہ طبیب سے وہ ابن مسعود سے اور ابو مالک و ابو صالح سے وہ ابن عباس سے اور وہ مرہ سے وہ کئی صحابہ رسول ﷺ سے آیت ﴿ثُمَّ اسْتَوَىٰٓ إِلَى السَّمَآءِ﴾ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ عرش پر تھا وہ پانی پر اور پانی سے پہلے کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ جب اس نے مخلوق پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو پانی سے دھواں نکالا وہ اونچا چلا گیا پھر پانی کو زمین بنایا اور انہیں پھاڑا اور سات زمینیں بنائیں (إلى أن قال) جب اللہ تعالیٰ جو پیدا کرنا چاہتا تھا ان کی تخلیق سے فارغ ہوا تو عرش پر مستوی ہوا۔ اس کو ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اور بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں اور ابن المنذر اور ابن إبی حاتم نے بھی روایت کیا جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے۔([2])

یہ کل ایک سو پینتیس حدیثیں ہم نے کتاب "العلو" للذہبی سے نقل کی ہیں۔ اب وہ احادیث نقل کرتے ہیں جو اس کتاب کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہم کو ملی ہیں۔

---

[1] – الرد علی بشر المريسی (۷۳).

[2] – الدر المنثور (۱/ ٤٢).

۱۳۶۔ وأخرج عثمان الدارمي في الرد على الجهمية عن ذكوان، حاجب عائشة رضي الله عنها، أن ابن عباس رضي الله عنهما دخل على عائشة وهي تموت ، فقال لها «كنت أحب نساء إلى رسول الله ﷺ ، لم يكن رسول الله ﷺ يحب إلا طيبا ، وأنزل الله براءتك من فوق سبع سموات ، جاء بها الروح الأمين ، فأصبح ليس مسجد من مساجد الله تعالى يذكر فيه الله إلا وهي تتلى فيه آناء الليل والنهار ».

امام عثمان دارمی "الرد علی الجهمیة "میں ذکوان، دربان عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے جبکہ آپ پر اس وقت نزع طاری تھا، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں سب سے زیادہ(آپ ﷺ کو) محبوب تھیں اور رسول اللہ ﷺ ہمیشہ پاک چیز سے ہی محبت رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی برات سات آسمانوں کے اوپر سے اتاری اسے روح امین لائے، اب اللہ تعالیٰ کی جملہ مساجد میں یہ آیات رات، دن تلاوت کی جاتی ہیں،"الرد علی المریسی" میں بھی یہ حدیث موجود ہے اور ابن سعد نے "الطبقات"میں اور طبرانی نے بھی روایت کیا جیسا کہ "الدر المنثور"میں ہے اور حدیث برات کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔([1])

۱۳۷۔ وأخرج عثمان الدارمی فی الرد علی بشر المریسی عن ابن عباس قال : الكرسي موضع القدمين والعرش لا يقدر أحد قدره إلا الله.

امام عثمان دارمی نے "الرد علی المریسی "میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کرسی دو قدموں کی جگہ ہے اور عرش کا اندازہ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔

امام ابن خزیمہ نے "کتاب التوحید "میں امام عبد اللہ بن احمد نے "کتاب السنة "میں امام حاکم نے "المستدرک" میں امام بیہقی نے "کتاب الاسماء والصفات "میں اور امام خطیب بغدادی نے اپنی "تاریخ "میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے جیسا کہ "الدر المنثور "میں ہے۔([2])

۱۳۸ ۔ وأخرج الدارمی فی الرد علی الجهمية عن أسامة بن زيد ،رضي الله عنهما قال : قلت : يا رسول الله أرأيتك تصوم من الشهر شيئا ما لا تصومه من الشهر أكثر إلا رمضان قال : « أي شهر ؟ » ، قلت : شعبان . قال: « هو شهر ترفع فيه الأعمال إلى رب العالمين ، فأحب أن يرفع عملي وأنا صائم ».

---

[1]– (صحيح) مختصر العلو، الرد على الجهمية للدارمي (۲۷) رقم (۳۷)، العلو للعلي الغفار رقم (۳۳۵)، الرد علي المريسي (۸۳) والطبراني كما في الدر المنثور (۳۷/۵) والحديث أخرجه البخاري في صحيحه (۶۹۹/۲)

[2]– (صحيح موقوف) مختصر العلو ، الرد علي بشر المريسي (۱۷) ، وابن خزيمة في التوحيد (۷۲/۷۱) وعبدالله بن أحمد في السنة (۷۱/۷) والحاكم في المستدرك (۲۸۲/۲) والبيهقي في الأسماء والصفات (۲۵۶) الهندي, والخطيب في تاريخ بغداد (۲۵۱/۹) و أخرجه ابن المنذر وابن أبي حاتم والطبراني كذا في الدرالمنثور (۳۲۷)

امام دارمی نے "الرد علی الجھمیة" میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ایک مہینہ رمضان کے علاوہ ایسا ہے جس میں آپ سب مہینوں سے زیادہ روزے رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کونسا؟ میں نے کہا شعبان۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں اعمال پروردگار عالم کی طرف اٹھائے جاتے ہیں، میں پسند کرتا ہوں کہ میرے عمل اوپر جائیں تو اس وقت میں روزے سے ہوں، اس کو نسائی نے اپنی "سنن" میں اور طحاوی نے "شرح معانی آلاثار" میں اور ابن ابی شیبہ نے "المصنف" میں روایت کیا ہے، منذری نے "الترغیب" میں اس پر سکوت کیا ہے۔ ([1])

۱۳۹ ۔ وأخرج الترمذی فی سننه عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ الله ﷺ ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ، وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا الله فَوْقَ الْغَمَامِ وَيَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ وَعِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكِ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ.

امام ترمذی اپنی سنن میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین اشخاص کی دعا رد نہیں ہوتی، روزے دار کی یہاں تک کہ افطار کرے، امام عادل اور مظلوم کی دعا اسے اللہ تعالیٰ بادل کے اوپر اٹھاتا ہے، آسمان کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں اور رب تعالیٰ کہتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم تیری مدد ضرور کروں گا، اگرچہ دیر سے ہی کیوں نہ ہو۔ امام ابن ماجہ، امام ابن خزیمہ اپنی صحیح میں، امام ابن حبان، "موارد الظمان" میں اور احمد اپنی مسند میں، امام بیہقی "الاسماء والصفات" میں اس کو روایت کرتے ہیں۔ ([2])

۱۴۰ ۔ وأخرج أبو سعيد الدارمی فی الرد علی الجهمية عن أبي ذر رضی اللہ عنہ، عن النبي ﷺ قال: « إذا مكث المني في الرحم أربعين ليلة أتاه ملك النفوس ، فعرج به إلى الرب في راحته ، فيقول : أي رب عبدك هذا ذكر أم أنثى ؟ فيقضي الله إليه ما هو قاض ، ثم يقول : أي رب أشقي أم سعيد ؟ فيكتب بين عينيه ما هو لاق » قال : وتلا أبو ذر من فاتحة التغابن خمس آيات « قال أبو سعيد رحمه الله : وإلى من يعرج الملك بالمني ، والله بزعمكم الكاذب في رحم المرأة وجوفها مع المني ؟

امام ابو سعید دارمی "الرد علی الجھمیة" میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب منی کو رحم میں چالیس راتیں ہو جائیں تو فرشتۂ ارواح اس کے پاس آتا ہے اور اسے ہتھیلی پر پروردگار کے پاس اوپر لے جاتا ہے اور کہتا

---

[1] – (حسن) صحيح سنن النسائي برقم (۲۳۵۷) ، الرد علي الجهمية رقم (۴۵) ، وأخرجه النسائي في سننه (۲۳۴/۱) والطحاوي في شرح معاني الآثار (۳۴۱/۱) وابن أبي شيبة في مصنفه (۱۰۳/۳) وسكت عنه المنذري في ترغيبه (۱۱۶/۲)

[2] – (ضعيف) ضعيف سنن الترمذي برقم (۳۵۹۸) لكن الصحيح منه الشطر الأول بلفظ: "...المسافر " مكان " الإمام العادل " ، و في رواية " الوالد ، ابن ماجة (۱۷۵۲)، سنن الترمذي (۲/ ۱۹۹) رقم (۳۵۲۲) ،وأخرجه ابن خزيمة في صحيحه وابن حبان كمافي موارد الظمان (۲۹۷) واحمد في مسنده (۴۴۵/۲) والبيهقي في الأسماء والصفات (۱۰۲) الهندي

ہے کہ اے رب یہ تیرا بندہ نر ہے یا مادہ؟ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دیتا ہے، فرشتہ کہتا ہے اے رب بد بخت ہے یا سعادت مند؟ تو اس کی آنکھوں کے درمیان لکھ دیتا ہے جو کچھ اس نے کرنا ہے، پھر ابو ذر رضی اللہ عنہ نے سورہ تغابن کی ابتدائی پانچ آیات تلاوت کیں۔ ابو سعید نے کہا تمہارے جھوٹے زعم میں تو اللہ عورت کے رحم میں اور منی کے ساتھ اس کے اندر ہے، تو فرشتہ منی کو اوپر کس کے پاس لے جاتا ہے؟۔ امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اس کو ذکر کیا اور عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ بھی اس کو روایت کرتے ہیں جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے۔(۱)

۱۴۱۔ وأخرج ابوبكرالآجرى فى كتاب الشريعة عن عائشة رضي الله عنها : الحمد لله الذي وسع سمعه الأصوات ، إن خولة اشتكي زوجها إلى النبي ﷺ فيخفى علي أحيانا بعض ما تقول ، فأنزل الله عز وجل: ﴿قَدْ سَمِعَ ٱللَّهُ قَوْلَ ٱلَّتِى تُجَٰدِلُكَ فِى زَوْجِهَا وَتَشْتَكِىٓ إِلَى ٱللَّهِ﴾ (المجادلة: ۱)

امام ابو بکر آجری "کتاب الشريعة" میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ تمام حمد اللہ کیلئے ہے جس کی سماعت آوازوں کو سن لیتی ہے، خولہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے پاس اپنے خاوند کی شکایت کی اس کی بعض باتیں مجھ سے بھی پوشیدہ ہو جاتی تھیں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے بارے میں آپ سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ کی طرف شکایت کرتی ہے۔ بخاری نے اس کو تعلیقاً روایت کیا، سعید بن منصور، عبد بن حمید، نسائی، ابن ماجہ، ابن المنذر، ابن مردویہ، حاکم نے اسے صحیح کہا، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے اس کو روایت کیا، "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔(۲)

۱۴۲۔ أخرج الدارمي في الرد على المريسى عن أنس بن مالك رضي الله عنه يقول : قال رسول الله ﷺ: « أتاني جبريل فقال : إن ربك اتخذ فى الجنة واديا أفيح من مسك أبيض ، فإذا كان يوم الجمعة من أيام الآخرة هبط الرب تبارك وتعالى عن عرشه إلى كرسيه ، وحف الكرسي بمنابر من نور ، فيجلس عليها النبيون ، وحف المنابر بكراسي من ذهب ، فيجلس عليها الصديقون والشهداء. (۳)

امام دارمی "الرد علی المریسی" میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبریل آئے اور کہا آپ کے رب نے جنت میں سفید کستوری سے زیادہ خوشبودار وادی بنائی ہے، آخرت کے ایام میں جب جمعہ کا دن ہو گا تو رب تعالیٰ عرش سے کرسی کی طرف نزول فرمائے گا اور کرسی کے ارد گرد نور کے منبر ہوں گے، ان پر انبیاء بیٹھیں گے اور منبروں کے ارد گرد سونے کی کرسیاں ہوں گی، ان پر صدیقین اور شہداء بیٹھیں گے۔

۱۔ الرد علي الجهمية للدارمي رقم (٤٨)، الطبري(١١٦/٢٨)وأخرجه عبد بن حميد وابن المنذروابن أبي حاتم وابن مردويه كما في الدرالمنثور (٢٢٧/٦)

۲۔ (صحيح) صحيح سنن النسائي رقم (٣٤٦٠) ، ابن ماجة (١٨٨) ، الشريعة للآجري (٢٩١) رقم (٦٦٠) ، وأخرجه البخاري تعليقاً وأخرجه سعيد بن منصور وعبد بن حميد والنسائي وابن ماجة وابن المنذر وابن مردويه والحاكم وصححه وابن أبي حاتم والبيهقي كذا في الدرالمنثور (١٧٩/٦)

۳۔ (حسن لغيره) صحيح الترغيب والترهيب (٣٧٦١)، الرد علي المريسي (٣٧) رقم (٧٦)



۱۴۳۔ وأخرج عبد بن حميد وابن أبي عاصم فى السنة والبزار وأبو يعلى وابن جرير وأبو الشيخ والطبرانى وابن مردويه والضياء المقدسى فى المختارة عن عمر: أن امرأة أتت النبي ﷺ فقالت: أُدع الله أن يدخلنى الجنة ، فعظم الرب تبارك وتعالى، وقال : إن كرسيه وسع السموات والأرض، وإن له أطيطاً كأطيط الرحل الجديد من ثقله، ما يفضل منه أربع أصابع.

اور عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، بزار، ابو یعلی، ابن جریر، ابو الشیخ، طبرانی، ابن مردویہ اور الضیا المقدسی "المختارۃ" میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا اللہ سے دعا کریں وہ مجھے جنت میں داخل کر لے، آپ ﷺ نے پروردگار تبارک وتعالیٰ کی عظمت بیان کی اور فرمایا اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر وسیع ہے اور اس کی آواز ہے نئے کجاوے کی طرح، اللہ کی ثقل سے چار انگلیوں کی جگہ بھی فارغ نہیں ہے، "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اسے ذکر کیا ہے۔ (۱)

۱۴۴۔ وأخرج الآجرى فى كتاب الشريعة : عن عبد الله بن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ: « إذا تكلم الله عز وجل بالوحي سمع أهل السماء صلصلة كجر السلسلة على الصفا قال : فيصعقون ، فلا يزالون كذلك حتى يأتيهم جبريل عليه السلام ، فإذا جاءهم جبريل عليه السلام فزع عن قلوبهم قال : فيقولون : يا جبريل ماذا قال ربكم ؟ قال : الحق ، فينادون : الحق ، الحق ».

امام آجری "کتاب الشریعۃ" میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ وحی کا کلام فرماتا ہے، آسمان والے ایسی آواز سنتے ہیں جیسا کہ پتھر پر زنجیر گھسیٹنے کی آواز، پس وہ بیہوش ہو جاتے ہیں، جبریل علیہ السلام کے آنے تک اسی طرح رہتے ہیں۔ جبریل علیہ السلام کے آنے کے بعد ان کے دلوں پر سے خوف دور ہوتا ہے اور کہتے ہیں اے جبریل! پروردگار نے کیا فرمایا؟ جبریل کہتے ہیں: حق فرمایا ہے، فرشتے الحق الحق کی آواز لگاتے ہیں۔ (۲)

اس کو امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے "الاسماء والصفات" میں روایت کیا، عبد الرزاق، عبد بن حمید، بخاری و مسلم، نسائی، ترمذی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی "الدلائل" میں۔ یہ سب سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے ہم معنی روایت کرتے ہیں جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے۔

۱۴۵۔ وأخرج مسلم فى صحيحه مع النووى عَنْ سُهَيْلٍ قَالَ كَانَ أَبُو صَالِحٍ يَأْمُرُنَا إِذَا أَرَادَ أَحَدُنَا أَنْ يَنَامَ أَنْ

۱۔ (منكر) السلسلة الضعيفة (٨٦٦) ، كذا في الدرالمنثور (٣٢٨/١) وأخرجه ابن جرير في تفسيره (١١/٣)

۲۔ (صحيح) السلسلة الصحيحة رقم (١٢٩٣) ، كتاب الشريعة رقم (٦٦٧) ، أخرجه أبوداؤد في (١٧٦/١) والبيهقي في الأسماء والصفات طبع الهند وأخرج بمعناه من حديث ابن عباس عبد الرزاق وعبد بن حميد والشيخان النسائي والترمذي وابن المنذر وابن أبي حاتم وابن مردويـة وأبـو نعـيم والبيهقي في الدلائل كما في الدرالمنثور (٢٣٥/٥)

يَضْطَجِعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْفُرْقَانِ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ وَكَانَ يَرْوِي ذَلِكَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام مسلم اپنی صحیح میں سہیل سے روایت کرتے ہیں کہ ابو صالح ہمیں حکم کرتے تھے کہ جب کوئی سونے لگے تو دائیں جانب پر لیٹے اور پھر کہے: اے اللہ آسمانوں اور زمین اور عرش عظیم کے پروردگار ہمارے رب اور ہر چیز کے رب، دانہ اور گٹھلی پھاڑنے والے، توراۃ، انجیل اور فرقان اتارنے والے میں ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تیرے قبضہ میں ہے۔ اے اللہ آپ سب سے پہلے ہیں، آپ سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی اور آپ الآخر ہیں، آپ کے بعد کوئی چیز نہ ہو گی۔ آپ الظاہر ہیں، آپ کے اوپر کوئی چیز نہیں۔ آپ الباطن ہیں آپ کے آگے اور کوئی چیز نہیں، ہمارا قرض ادا کرا اور ہمیں فقر سے مستغنی کر دے، ابو صالح اس کو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے۔ اس کو احمد اپنی مسند میں، ابو داؤد اپنی سنن میں، اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ التوحید میں روایت کرتے ہیں، ابن خزیمہ یہ حدیث بذیل باب ذکر سنن النبی ﷺ میں لاتا ہے۔ بیہقی اس کو الأسماء والصفات میں اور ابو یعلیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے، ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ نے بھی اس کو تخریج کیا ہے جیسا کہ الدر المنثور میں ہے۔ (۱)

اور دلائلِ قرآنیہ میں سے فقرہ (وہ آیتیں جن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات ظہور واتیان اور مجئ کا ذکر ہے) میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اسم مبارک الظاہر کی تشریح ملاحظہ ہو، بلکہ یہاں جملہ "فليس فوقك شئ" سے صاف طور پر صفتِ علو کا اثبات ہوتا ہے۔

وللحديث شاهد من حديث عائشة اخرجه الآجری فی الشريعة.

اس حدیث کا شاہد حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے، امام آجری "كتاب الشريعة" میں ذکر کرتے ہیں۔ (۲)

۱۴۶۔ وأخرج البخاری فی صحيحه عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ﴾ (یس: ۳۸) قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ.

امام بخاری صحیح میں ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے آیت ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ

---

[1] - صحيح مسلم كِتَاب الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ بَاب مَا يَقُولُ عِنْدَ النَّوْمِ وَأَخْذِ الْمَضْجَعِ رقم (٤٨٨٨)، وأخرجه احمد في مسنده (٤٠٤/٢) وأبوداؤد في سننه (٢٠٣/٢) والترمذي في (١٧٦/٢) وقال حسن صحيح وابن ماجة في (٢٨٣)وابن خزيمة في التوحيد (٧٧) في باب ذكر سنن النبي المثبتة ان الله عزوجل علافوق كل شئ وانه في السماء كما اعلمنا في وحيه علي لسان نبيه...الخ, وأخرجه البيهقي في الأسماء والصفات (٧) وأبو يعلي في مسنده كما في تفسير ابن كثير (٣٠٢/٤) وأخرجه ابن أبي شيبة وابن مردوية كمافي الدرالمنثور (١٧١/٦) .

[2] - كتا ب الشريعة (٧٩٢) .

لَّهَاۚ … ﴾ (یس: ۳۸) کی تفسیر پوچھی آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔ اس کو احمد نے مسند میں اور مسلم نے صحیح میں اور بیہقی نے الأسماء والصفات میں روایت کیا ہے۔ (۱)

۱۴۷۔ وأخرج مسلم فی صحیحه مع النووی: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ كَتَبَ اللهُ مَقَادِيرَ الْخَلَقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ.

امام مسلم اپنی صحیح میں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اللہ نے مخلوق کی تقادیر آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی تھیں اور اس کا عرش پانی پر تھا، اس کو امام آجری نے کتاب الشریعة میں روایت کیا ہے۔ (۲)

۱۴۸۔ وأخرج إسحاق بن راهويه فی مسنده عن عكرمة فی قوله ﴿ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّنۢ بَيۡنِ أَيۡدِيهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ أَيۡمَٰنِهِمۡ وَعَن شَمَآئِلِهِمۡۖ ﴾(الأعراف:۱۷)، قال عن ابن عباس في الآية قال: لم يستطع أن يقول: من فوقهم. علم أن الله فوقهم.

امام اسحاق بن راہویہ اپنی مسند میں عکرمہ رضی اللہ عنہ سے آیت ﴿ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّنۢ بَيۡنِ أَيۡدِيهِمۡ … ﴾ کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا شیطان یہ نہ کہہ سکا کہ میں ان کے اوپر سے آؤں گا، اس لئے کہ اس کو معلوم تھا کہ اللہ عزوجل ان کے اوپر ہے، المطالب العالیہ میں اسی طرح ہے، ابن جریر نے اس کو اپنی تفسیر میں روایت کیا، اس کے لفظ یہ ہیں کہ: لم يقل من فوقهم لأن الرحمة تنزل من فوقهم. شیطان نے "من فوقهم" نہیں کہا اس لئے کہ رحمت ان کے اوپر سے نازل ہوتی ہے، اس کو عبد بن حمید اور لالکائی، "السنة" میں روایت کرتے ہیں جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے۔ (۳)

۱۴۹۔ وأخرج ابن ماجه فی سننه: عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَصُرِفَتْ الْقِبْلَةُ إِلَى الْكَعْبَةِ بَعْدَ دُخُولِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ بِشَهْرَيْنِ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا صَلَّى إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ أَكْثَرَ تَقَلُّبَ وَجْهِهِ فِي السَّمَاءِ وَعَلِمَ اللهُ مِنْ قَلْبِ نَبِيِّهِ ﷺ أَنَّهُ يَهْوَى الْكَعْبَةَ فَصَعِدَ جِبْرِيلُ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ وَهُوَ يَصْعَدُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ يَنْظُرُ مَا يَأْتِيهِ بِهِ فَأَنْزَلَ اللهُ﴿ قَدۡ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِي ٱلسَّمَآءِۖ ﴾ الْآيَةَ فَأَتَانَا آتٍ فَقَالَ إِنَّ الْقِبْلَةَ قَدْ صُرِفَتْ إِلَى الْكَعْبَةِ وَصَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَنَحْنُ رُكُوعٌ فَتَحَوَّلْنَا فَبَنَيْنَا عَلَى مَا مَضَى مِنْ صَلَاتِنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَا جِبْرِيلُ كَيْفَ حَالُنَا فِي صَلَاتِنَا إِلَى بَيْتِ

۱۔ صحيح البخاري كِتَاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ بَاب ﴿ وَٱلشَّمۡسُ تَجۡرِي لِمُسۡتَقَرّٖ لَّهَاۚ ذَٰلِكَ تَقۡدِيرُ ٱلۡعَزِيزِ ٱلۡعَلِيمِ ﴿٣٨﴾ ﴾ (۹۰۴/۲) رقم (۴۴۲۹)، وأخرجه احمد في مسنده (۱۷۷/۵) ومسلم في صحيحه (۸۸/۱) مع النووي والبيهقي في الأسماء والصفات (ص۲۸۲) الهندي

۲۔ صحيح مسلم مع النووي (۳۳۵/۲) كِتَاب الْقَدَرِ بَاب حِجَاجِ آدَمَ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَام رقم (۴۷۹۷)، أخرجه الآجري في الشريعة (ص۱۷۶)

۳۔ كذا في المطالب العالية (۳۷/۲) (قلمي) وأخرجه ابن جرير في تفسيره (۱۳۸/۸) وأخرجه عبد بن حميد واللالكائي كما في الدرالمنثور (۷۷/۳)



الْمَقْدِسِ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَٰنَكُمْ﴾.

امام ابن ماجہ السنن میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیت المقدس کی طرف اٹھارہ ماہ نماز پڑھی۔ مدینہ میں داخل ہونے کے دو ماہ بعد کعبہ کی طرف قبلہ بدل دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ جب بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے، تو آسمان کی طرف منہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دلی خواہش جان لی کہ آپ کعبہ کو پسند کرتے ہیں، جبریل علیہ السلام اوپر کو چڑھے اور رسول اللہ ﷺ ان کو آسمان اور زمین کے بیچ دیکھتے رہے کہ وہ کیا لاتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ہم آپ کے آسمان کی طرف چہرہ پھیرنے کو دیکھتے ہیں۔ ایک شخص ہمارے پاس آیا اور کہا: کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا ہے، ہم دو رکعت بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ چکے تھے، اسی پر بناء کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جبریل جو نمازیں ہم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی ہیں ان کا کیا حال ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: اللہ تمہاری نماز کو ضائع نہیں کرے گا۔ (آیت میں نماز کو ایمان کہا گیا ہے کہ نماز ایمان کا جزو اعظم ہے)۔[1]

۱۵۰۔ وأخرج ابن خزيمة في كتاب التوحيد عن يعقوب بن عاصم، قال: حدثني رجلان، من أصحاب النبي ﷺ سمعنا النبي ﷺ يقول: «من قال لَآ إِلَٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ مخلصا بها وجه الله، مصدقا به لسانه وقلبه إلا فتقت له أبواب السماء فتقا حتى ينظر الرب إلى قائلها من أهل الدنيا، وحق العبد إذا نظر الله إليه أن يعطيه سُؤْلَه.

امام ابن خزیمہ کتاب التوحید میں یعقوب بن عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے صحابہ میں سے دو مردوں نے حدیث بیان کی کہ ہم نے نبی ﷺ کو سنا آپ نے فرمایا: جو شخص کہتا ہے، نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، ملک اسی کا اور اس کیلئے حمد ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، یہ اقرار خالص اللہ کی طرف توجہ کر کے زبان اور دل کی تصدیق سے کرتا ہے، ایسے شخص کیلئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ دنیا والوں میں اس پر نظر فرماتا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ نظر کرے اس کو اس کا مدعا دے دیتا ہے۔[2]

احادیثِ مذکورہ سے طرزِ استدلال

یہ ایک سو پچاس حدیثیں ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت ہیں۔ ان سب میں بوجہ اتم دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور بائن عن الخلق ہے اور ان احادیث سے استدلال کا طریقہ کئی وجوہ سے ہے۔

۱۔ نبی ﷺ کا اس عورت سے استفسار کرنا کہ "أين الله" جیسا کہ پہلی حدیث میں ہے۔

---

[1]۔(منكر) ضعيف سنن ابن ماجة رقم (۱۰۱۰)، سنن ابن ماجه كِتَاب إِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَالسُّنَّةِ فِيهَا بَاب الْقِبْلَةِ رقم (۱۰۰۰)

[2]۔ التوحيد لابن خزيمة (۲۴۹) رقم (۵۷۶)



۲۔ اور پھر آپ ﷺ کا اس کے اس جواب پر کہ ”فی السماء“ فیصلہ دینا کہ یہ مؤمنہ ہے۔

۳۔ اور گونگی عورت کا آسمان کی طرف اشارہ کرنا جیسا کہ تیسری حدیث میں گزرا۔

۴۔ جبکہ زمین کی طرف اشارہ نہیں کیا۔

۵۔ خود نبی ﷺ کا کئی حدیثوں میں اللہ تعالیٰ کے متعلق فرمانا اور خبر دینا کہ: ”فی السماء“ اور ”فی“ (یعنی میں) بمعنی ”علی“ (پر)۔

۶۔ بلکہ آپ ﷺ کا اپنی انگلی مبارکہ سے آسمان کی طرف اشارہ کرنا، دیکھئے چوتھی حدیث۔

۷۔ فرشتوں کا اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھنا جیسا کہ متعدد احادیث میں ہے۔

۸۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے پوچھنا کہ ”کیف ترکتم عبادی“ (تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟) یہ مباینت اور علو پر واضح دلیل ہے، دیکھئے پانچویں حدیث۔

۹۔ کئی حدیثوں میں عرش کا ذکر ہونا جو بذات خود علو کے معنی دیتا ہے جیسا کہ ”دلائل القرآنیہ“ میں فقرہ ”وہ آیتیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے صراحتاً فوقیت کا معنی دیتی ہیں“ میں بیان ہوا۔

۱۰۔ استواء علی العرش (عرش پر مستوی ہونا) دیکھئے چھٹی حدیث وغیرہ۔

۱۱۔ لفظ ”فوق“ (اوپر) چند احادیث میں مذکور ہے۔

۱۲۔ بالخصوص جب کہ آٹھویں، سترھویں، اٹھائیسویں احادیث میں حرف جارہ ”مِنْ“ واقع ہوا ہے جیسا کہ ”مِنْ فَوْقِ عَرْشِهِ“. (عرش کے اوپر سے)۔

۱۳۔ پھر اعمال و صدقات کا اللہ کی طرف چڑھنا بھی چند احادیث میں مصرح (واضح) ہے۔

۱۴۔ بعض احادیث میں عروج الروح (روح کا اوپر چڑھنے) کا ذکر ہے۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ کا اوپر والے آسمان کو سکونت کیلئے اختیار کرنا، ملاحظہ ہو سولہویں حدیث لفظ یہ ہیں ”فاختار العلیا فسکنها“.

۱۶۔ ”أشرف الرب علی اهل الجنة“ (اللہ رب العالمین کا اہلِ جنت والوں کو اوپر سے دیکھنا) جیسا کہ سترھویں حدیث میں ہے۔

۱۷۔ بعض احادیث میں رفع الأعمال إلی اللہ (اعمال کا اللہ کی طرف اٹھانے) کا ذکر ہے۔

۱۸۔ دعا کیلئے آسمان کی طرف سر اٹھانا تئیسویں حدیث۔

۱۹۔ دل میں تمنا لے کر آسمان کی طرف متوجہ ہونا اور نظریں اٹھانا، ایک سو انچاسویں حدیث۔

۲۰۔ صعود الرب إلی الکرسی (اللہ رب العالمین کا کرسی کی طرف بلند ہونا) ستائیسویں حدیث۔

۲۱۔ یہ تصریح کہ وھو علی عرشه، (وہ اپنے عرش پر ہے)۔ بتیسویں حدیث۔

۲۲۔ کلمات ”الحمد للہ حمدا کثیرا...“ کو اللہ تک پہنچنے سے کوئی روکنے والی چیز نہیں، تیرھویں حدیث۔



۲۳۔ "حتى ينتهي إلى السماء التي فيها الله" (حتیٰ کہ اس آسمان میں پہنچادی جائے گی جس میں اللہ ہے)۔ چودھویں حدیث۔

۲۴۔ اللہ تعالیٰ کا ملک الموت کو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجنا، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھنا پھر اس کے پاس لوٹ کے آنا، پندرھویں حدیث

۲۵۔ حجاب النور (نور کے پردے) کا ذکر، انیسویں حدیث۔

۲۶۔ غیر مسلم کا آپ ﷺ کے حضور میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے اور آپ کی تصدیق کرنا، بیسویں حدیث۔

۲۷۔ نبی کریم ﷺ اور سب صحابہ کا اس عقیدے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے عبادت اور سجدے کرنا کہ وہ آسمان کے اوپر ہے، بائیسویں حدیث۔

۲۸۔ مظلوم کی دعا کا چنگاری کی طرح اللہ کی طرف چڑھنا، چھبیسویں حدیث۔

۲۹۔ قیامت کے دن بوقتِ شفاعت اللہ کے حضور میں آپ ﷺ کا داخل ہونا۔ "وهو على عرشه" (وہ اپنے عرش پر ہے) تیسویں حدیث۔

۳۰۔ وہ احادیث جن میں کرسی کا ذکر ہے۔

۳۱۔ معراج کی حدیثیں۔

۳۲۔ پھر بار بار آپ ﷺ کا موسیٰ علیہ السلام سے ملنا پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میں جانا۔

امام ابن خزیمہ "کتاب التوحید" میں فرماتے ہیں کہ: وفی الأخبار دلالة واضحة أن النبي ﷺ عرج به من الدنيا إلى السماء السابعة ، وأن الله تعالى فرض عليه الصلوات على ما جاء فى الأخبار ، فتلك الأخبار كلها دالة على أن الخالق البارى فوق سبع سماوات لا على ما زعمت المعطلة : أن معبودهم هو معهم في منازلهم ، وكفنهم على ما هو على عرشه قد استوى۔ [1]

احادیث میں واضح دلیل ہے کہ نبی ﷺ کو دنیا سے ساتویں آسمان تک لے جایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نمازیں فرض کیں جیسا کہ احادیث میں آیا ہے، یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ الخالق (پیدا کرنے والا) سات آسمانوں کے اوپر ہے، معطلہ کے زعم کے مطابق نہیں کہ ان کا معبود ان کے ساتھ ان کے گھروں اور جھونپڑوں میں اسی طرح ہے جس طرح کہ عرش پر مستوی ہے۔

امام ابو سعید الدارمی الرد على الجهمية میں فرماتے ہیں کہ: "وما ذكر رسول الله ﷺ من قصته حين أسري به، فعرج به إلى سماء بعد سماء حتى إنتهى به إلى سدرة المنتهى التي ينتهي إليها علم الخلائق فوق سبع سموات، ولو كان فى كل مكان كما يزعم هؤلاء ، ما كان للإسراء والبراق والمعراج إذا معنى، وإلى من يعرج به إلى السماء، وهو بزعمكم الكاذب معه فى بيته فى الأرض وليس بينه وبينه ستر ، تبارك اسمه، وتعالى عما تصفون".

---

[1] التوحيد لابن خزيمة رقم (۱٤۱)



رسول اللہ ﷺ نے معراج کے وقت ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف چڑھنے کا جو واقعہ ذکر فرمایا ہے، یہاں تک کہ آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا جہاں تک مخلوق کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سات آسمانوں کے اوپر ہے، اگر ہر جگہ ہوتا جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو اسراء، براق اور معراج نہ ہوتا اور پھر کس کی طرف آپ کا عروج کر دیا گیا جبکہ تمہارے باطل زعم میں اللہ تعالیٰ زمین میں آپ کے گھر میں ہی ہے اور آپ کے اور اس کے مابین کوئی پردہ نہیں۔ اللہ کا نام برکت والا ہے وہ اس سے بلند تر ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ ([1])

۳۳۔ کلمہ طیبہ کا وصول الی اللہ، (اللہ تک پہنچنا) چوتیسویں حدیث۔

۳۴۔ وحی کے سننے پر اوپر سے نیچے تک فرشتوں کا تسبیح پڑھنا، پینتیسویں حدیث۔

۳۵۔ اس حدیث میں ہے کہ جب نچلے آسمان پر خبر آتی ہے تو شیاطین کچھ سن کر اس کے ساتھ اور جھوٹ ملا کر زمین پر اپنے دوستوں کو سناتے ہیں۔

۳۶۔ اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتا ہے تو اس سے پہلے تو آسمان والے اور پھر بتدریج زمین پر سب اس کو محبت کرنے لگتے ہیں، حدیث

۳۷۔ صراحتاً، علو وارتفاع کا ذکر تیسویں، انچاسویں، اٹھاون ویں، چوسٹھویں، اور حدیث نمبر ایک سو ایک میں ہوا ہے۔

۳۸۔ بعض احادیث میں ہے کہ ”فوق عرشه“ (اپنے عرش پر) جیسا کہ آٹھویں، تیسویں، اڑتیسویں احادیث۔

۳۹۔ بعض اشیاء کیلئے مذکور ہے ”حتى ينتهي إلى الله“ (یہاں کت کہ اللہ رب العزت تک پہنچ جاتی ہے) بارھویں حدیث۔

۴۰۔ سورج کا عرش کے نیچے سجدہ کرنا اور اجازت لینا، اکتالیسویں حدیث۔

۴۱۔ پھر عرش کے نیچے اس کا مستقر ہونا، ایک سو چھیالیسویں حدیث۔

۴۲۔ اسرافیل کا عرش کے نیچے منتظر رہنا، چالیسویں حدیث۔

۴۳۔ صاف تصریح کہ ”إنه لفوق سبع سمٰواته على عرشه“ (وہ سات آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے) سینتیسویں حدیث۔

۴۴۔ ماشطة آل فرعون (ماشطۂ آل فرعون) کی خوشبو آسمان پر ہونا، بیالیسویں حدیث۔

۴۵۔ بارش کو ”حديث عهد بربه“ (رب کی طرف سے نئی آنے والی) کہنا، چوالیسویں حدیث۔

اس کے متعلق امام ابو سعید الدارمی کا کلام گزرا نیز امام نووی اس حدیث کے تحت مسلم میں لکھتے ہیں کہ: مَعْنَاهُ أَنَّ الْمَطَر رَحْمَة ، وَهِيَ قَرِيبَة الْعَهْد بِخَلْقِ الله تَعَالَى لِيَتَبَرَّك بِهَا.

اس کا مطلب ہے کہ بارش رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے نیا نیا پیدا کیا ہے تاکہ اس سے تبرک فرمائے۔ ([2])

---

[1]– الرد على الجهمية للدارمي رقم (٥٠)

[2]– شرح النووي على مسلم (١/٣٩٤) رقم (١٤٩٤)

اور قاضی عیاض یحصبی فرماتے ہیں کہ: "ومذهب السلف أن هذا المطر قريب عهد بربه لأن الرب سبحانه وتعالىٰ هو العلى العظيم. والله تعالىٰ أعلم".

سلف کا مذہب ہے کہ یہ بارش رب کے نئے عہد والی ہے کیونکہ رب سبحانہ وتعالیٰ عالی اور عظیم ہے۔ حاشیہ مختصر سنن ابی داوٗد للمنذری میں اسی طرح ہے۔([1])

اور مجمع بحار الأنوار میں ہے: نقلاعن الطيبي فى شرح المشكوٰة أى: قريب العهد بالفطرة فانه المبارك أنزل من المُزْنِ سَاعَتَئِذٍ فلم تمسه الأيدى الخَاطِئَه ولم تُكَدِّره مُلَاقاة أرض عُبِد عَليها غيرالله.

امام طیبی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ: یہ بارش نئی پیدا شدہ ہے برکت والی ہے بادل سے ابھی ابھی اتری ہے اور اس کو خطاکار ہاتھ نہیں لگے اور جس زمین پر غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہے اس کی ملاقات نے اس کو میلا نہیں کیا ہے۔

۴۶۔ ذکر اللہ فی ملائہ. پینتالیسویں حدیث۔

۴۷۔ اس حدیث میں تقرب اور (اِتْیَان) کا بھی ذکر ہے جو کہ تباین پر کھلی دلیل ہے۔

۴۸۔ آپ ﷺ کا سدرۃ المنتہیٰ تک چڑھنا اکتیسویں حدیث۔

۴۹۔ مقتول کا قاتل کو عرش کے قریب لانا، اکاون ویں حدیث۔

۵۰۔ رحم کا عرش کے تحت معلق رہنا، چھیالیسویں حدیث۔

۵۱۔ خاص اوقات میں نیکی کا اوپر چڑھنا جیسا کہ سینتالیسویں حدیث۔

۵۲۔ عرش کے نیچے آسمانوں کی ترتیب، اڑتالیسویں حدیث۔

۵۳۔ پھر ہر دو آسمانوں کے درمیان مسافت بھی اس حدیث میں مذکور ہے۔

۵۴۔ تسبیح، تحمید و تہلیل کا عرش کے ارد گرد پھرنا، انچاسویں حدیث۔

۵۵۔ آسمانوں کے دروازے پر فرشتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے متعلق مفاخرہ۔ پینتیسویں حدیث۔

۵۶۔ مردوں کی روح کا ساتویں آسمان تک پہنچنا۔ دیکھیے چوّن ویں حدیث۔

۵۷۔ پھر اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو واپس لوٹانے کا حکم دیتا ہے۔

۵۸۔ دعاؤں کیلئے ہاتھوں کا اوپر اٹھانا، حدیث نمبر پچپن۔ اس کے متعلق آیاتِ قرآنیہ کے اختتام پر بحث ہوئی کہ یہ فطری تقاضا ہے جو خود اس پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر عرش پر ہے، بعض نے یہ عذر کیا ہے کہ جس طرح کعبہ نماز کیلئے قبلہ ہے اسی طرح آسمان دعا کیلئے قبلہ ہے مگر یہ عذر من وجوہ باطل و مردود ہے۔

[1] ـ حاشية مختصر سنن أبي داؤد للمنذري (۷/۸)



اولاً: اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں اور نہ سلف میں اس کا کوئی قائل ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اس پر دلیل وارد ہو اور سلف الامۃ میں سے اس سے کوئی واقف نہ ہو۔

ثانیاً: جو قبلہ نماز کا ہے وہی قبلہ دعا کا ہے بصورت دیگر دو قبلوں کو تسلیم کرنا پڑے گا، ایک نماز کیلئے دوسرا دعا کیلئے اور یہ إحداث فی الدین (دین میں نئی بات) ہے جو حرام ہے۔

ثالثاً: قبلہ وہ ہوتا ہے کہ جس کا استقبال ہو اور توجہ بالوجہ جیسا کہ نماز، دعا، ذکر، ذبح وغیرہ کے وقت ہوتا ہے اور ہاتھوں کا اٹھانا یا سر و پہلو کے برابر کرنے کا نام استقبال القبلہ نہیں اور یہ قبلہ نہ حقیقتاً ہوا نہ مجازاً۔

شرح العقیدة الطحاویہ میں ہے کہ: "ومعلوم أن التوجه بالقلب، واللجاء والطلب الذى يجده الداعي من نفسه أمر فطرى، يفعله المسلم والكافر والعالم والجاهل، وأكثر ما يفعله المضطر والمستغيث بالله ، كما فطر على أنه إذا مسه الضر يدعو الله، مع أن أمر القبلة مما يقبل النسخ والتحويل، كما تحولت القبلة من الصخرة إلى الكعبة ، وأمر التوجه فى الدعاء إلى الجهة العلوية مركوز في الفطر، والمستقبل للكعبة يعلم أن الله تعالى ليس هناك، بخلاف الداعى، فإنه يتوجه إلى ربه وخالقه، ويرجو الرحمة أن تنزل من عنده"۔

دلی توجہ، پناہ لینا اور طلب جو داعی اپنے اندر محسوس کرتا ہے، ایک فطری بات ہے جسے مسلمان، کافر اور عالم و جاہل سب اپنے اندر پاتے ہیں۔ عام طور پر مضطر اور اللہ سے مدد کا طالب ایسا ہی کرتا ہے جیسا کہ یہ بھی ایک فطری بات ہے کہ جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ ہی کو پکارتا ہے پھر قبلہ کا معاملہ قابل نسخ و تحویل ہے جیسا کہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل ہوئی۔ دعا میں توجہ اوپر کی جہت کو ہوتی ہے اور یہ فطرت انسانی میں مرکوز ہے۔ کعبہ کی طرف منہ کرنے والا جانتا ہے کہ اللہ وہاں نہیں ہے، اس کے برعکس دعا کرنے والا اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ اس کی طرف سے رحمت نازل ہوگی۔ ([1])

بعضوں نے یوں کہا ہے کہ ساجد بھی اپنی پیشانی زمین پر رکھتا ہے تو یہ بھی توجہ ہے مگر کیا معاذ اللہ اس سے جہت سفلیہ ثابت ہوتی ہے؟ لیکن یہ عذر بھی پہلے سے ابطل و افسد ہے، کیونکہ ساجد دراصل اپنا خضوع اور اپنی ذلت ظاہر کرتا ہے۔ اس بادشاہ کیلئے جو اس کے اوپر ہے نہ کہ اس کے نیچے کی طرف۔ کوئی خیال بھی ہوتا ہے جبھی تو کہتا ہے "سبحان ربی الأعلى" ہاں حلولیہ کے امام بشر (اس کا ترجمہ علامہ عبد القادر القرشی الحنفی نے اپنی کتاب الجواهر المضية فى طبقات الحنفية (١٦٤/١) میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ "أخذ الفقه عن أبي يوسف القاضي وبرع فيه"، فقہ قاضی ابو یوسف سے حاصل کی اور اس میں مہارت تامہ ہوئی۔ نیز علامہ عبد الحیٔ اللکھنوی نے بھی القوائد البهية فى تراجم الخفية (٥٤) میں اس کو ذکر کیا ہے۔) المریسی الحنفی سے منقول ہے کہ وہ سجدہ میں یوں کہتا تھا کہ: "سبحان ربي الاسفل" میں اپنے رب اسفل کی تنزیہ کرتا ہوں۔

---

[1] شرح الطحاوية في العقيدة السلفية (٦٦٥)



كمافى شرح العقيدة الطحاوية (ص٢٦٦) وهكذا حكاه الذهبي فى كتاب العلو (ص١٤٣)طبع الهند من كتاب الرد على الجهمية لابى عبد الله نفطوية النحوى عن داؤد بن على عن بشر المريسى.

جیسا کہ شرح العقیدہ الطحاویہ میں ہے اور امام ذہبی نے "کتاب العلو" میں "كتاب الرد على الجهمية" مؤلفہ ابو عبد اللہ نفطویہ نحوی سے بروایت داؤد بن علی، وہ بشر سے اس کو نقل کرتے ہیں کہ سجدہ میں ایسے ہی کہتا تھا۔

۵۹۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اپنے علو اور ارتفاع کا حلف اٹھانا، تیسویں حدیث۔

۶۰۔ نبی اکرم ﷺ کو قیامت کے دن رفعت حاصل ہو گی اور آپ کے اوپر صرف حملة العرش (عرش اٹھانے والے فرشتے ہیں گے) انسٹھویں حدیث۔

۶۱۔ بلکہ اس حدیث سے حملة العرش فرشتوں کی بھی فوقیت ثابت ہوتی ہے جو خود اللہ تعالیٰ کی فوقیت وعلو کا مستلزم ہے۔

۶۲۔ قیامت کے روز فصل القضاء (فیصلے کے تا نتظار کے لئے) لوگوں کا اوپر آنکھیں اٹھانا، ساٹھویں حدیث۔

۶۳۔اور اسی حدیث اور دوسری حدیثوں میں اللہ تعالیٰ کا اس وقت "من العرش إلى الكرسى فى ظلل من الغمام" (اللہ تعالیٰ کا بادل کے سائے میں عرش سے کرسی کی طرف نزول) کا ذکر ہے۔

۶۴۔ آپ ﷺ کی طرف آسمان سے خبریں (وحی) آنا، نویں اور انسٹھویں حدیثیں۔

۶۵۔ اللہ کے آگے حجابوں کا ہونا، تریسٹھویں حدیث۔امام ابو سعید الدارمی "الرد على الجهمية" میں فرماتے ہیں کہ: "من يقدر هذه الحجب التى احتجب الجبار بها؟ ومن يعلم كيف هى غير الذي ﴿أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ ﴿وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾. ففى هذا أيضا دليل أنه بائن من خلقه ، محتجب عنهم ، لا يستطيع جبريل مع قربه إليه الدنو من تلك الحجب ، وليس كما يقول هؤلاء الزائغة : إنه معهم فى مكان ، ولو كان كذلك ما كان للحجب هناك معنى ، لأن الذى هو فى كل مكان لا يحتجب بشىء من شىء ، فكيف يحتجب من هو خارج الحجاب كما هو من ورائه ؟ فليس لقول الله عز وجل : ﴿مِن وَرَآيِ حِجَابٍ﴾ عند القوم مصداق".

جن حجابوں سے اللہ نے اپنا پردہ کیا ہے ان کی قدرت کون رکھتا ہے اور ان کی کیفیت کون جانے؟ اس کے سوا جو ہر چیز کا احاطہ علمی کئے ہوئے ہے اور اس نے ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے یہ دلیل ہے کہ اللہ اپنی مخلوق سے بائن ہے۔ ان سے حجاب کر چکا ہے جبریل باوجود قرب کے ان حجابوں کے قریب نہیں ہو سکتے۔ حقیقت یہ نہیں کہ وہ ہر مکان میں ہے، اگر ایسا ہوتا تو یہاں حجاب کا کوئی معنی نہ ہوتا کیونکہ جو ہر جگہ میں ہے وہ کسی چیز سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ گمراہ لوگوں کا عقیدہ ہے اور ان کے بقول اللہ کے فرمان ﴿... مِن وَرَآيِ حِجَابٍ ...﴾ کا کوئی مصداق نہیں ہے۔ (۱)

۱- الرد على الجهمية للدارمي (٣٧) رقم (٥٨)



۶۶۔ اللہ کا نزول علی العرش،(اپنے عرش پر نازل ہونا)، باسٹھویں حدیث۔

۶۷۔ کلمۂ طیبہ کو عرش تک پہنچنے سے روکنے والی کوئی چیز نہیں ہے، تریپنویں حدیث۔

۶۸۔ عرش کا سایہ جیسا کہ اڑسٹھویں حدیث میں ہے۔

۶۹۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا افاقہ کے وقت عرش کے جانب (کونے) کو تھامنا، سترھویں حدیث۔

۷۰۔ جنت کے درجات جو عرش کے نیچے ہیں، پینسٹھویں حدیث۔

۷۱۔ سیدنا سعد بن معاذ کیلئے اهتزاز العرش یعنی ان کی روح کے آنے پر خوش ہونا۔

هكذا حكاه الذهبي في سير أعلام النبلاء عن إما م اللغة النضر بن شميل وذكرها هذا المعنى البيهقى فى الأسماء والصفات طبعة الهند والحافظ ابن حجر فى فتح البارى حلبية مصروغيرهما.

امام ذہبی نے "سیر أعلام النبلاء" میں اسے امام لغت نضر بن شمیل سے حکایت کیا، امام بیہقی نے بھی "کتاب الأسما والصفات" میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباری" میں یہ مفہوم ذکر کیا ہے۔([1])

۷۲۔ بچھترویں قدسی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: "وارتفاع مكانى".

۷۳۔ جبرئیل، اسرافیل اور میکائیل کا اقرب الخلق الی اللہ (اللہ کی قریب ترین مخلوق) ہونا، چھہترویں حدیث۔

اگر حلولیہ کا قول وزعم صحیح ہوتا تو پھر یہ قرب بے معنی ہوتا کیونکہ یہ تو سب کو حاصل تھا پس ان فرشتوں کو کیا مزیۃ باقی رہتی ہے۔

۷۴۔ نیز اس حدیث میں مسافت کا بھی ذکر ہے جو مباینت (علیحدگی) کی بین دلیل ہے۔

۷۵۔ احادیث النزول دیکھئے نواسی نمبر حدیث۔ وفى الرد على الجهمية للدارمى: والآثار التى جاءت عن رسول الله فى نزول الرب تبارك وتعالىٰ قول ان الله عزوجل فوق السماوات على عرشه بائن من خلقه.

الرد علی الجہمیۃ للدارمی میں ہے: جو آثار رسول اللہ ﷺ سے نزول باری تعالیٰ کے بارے میں آتے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے۔([2])

اور امام ابن خزیمہ کتاب التوحید میں فرماتے ہیں کہ: وفى هذه الأخبار ما بان وثبت وصح: أن الله جل وعلا فوق سماء الدنيا ، الذى أخبرنا نبينا ﷺ أنه ينزل إليه ، إذ محال في لغة العرب أن يقول : ينزل من أسفل إلى أعلى ، ومفهوم في الخطاب أن النزول من أعلى إلى أسفل.

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ آسمانِ دنیا سے اوپر ہے جس کی طرف سے نزول کی اطلاع ہمیں رسول اللہ ﷺ نے

---

[1]– سير أعلام النبلاء (۲۱۲/۱)، كتا ب الأسماء الصفات (۵۸۲)، فتح البارى (۴۲۱/۸) .

[2]– الرد علي الجهمية (۷۳) .

دی ہے اس لئے کہ لغت عرب میں یہ کہنا محال ہے کہ نیچے سے اوپر کو اترا، بلکہ نزول کا مقصد اوپر سے نیچے کو اترنا ہی ہے۔ (1)

۷۶۔ سترھویں حدیث میں قیامت کے دن نزول اللہ تبارك وتعالیٰ الی العباد (اللہ تعالی کا بندوں کی طرف نزول) مذکور ہے۔

۷۷۔ بعض اشیاء کیلئے "عند ربهم" (اپنے رب کے پاس) کا ذکر ہے دیکھئے حدیث اسّی وغیرہ۔

۷۸۔ یتیم کے رونے سے عرش کا لرزنا، بیاسی حدیث یعنی اس تک پہنچتا ہے۔

۷۹۔ فرشتوں کا کلمات کو اللہ کی طرف اٹھا کر لے جانا، تراسی حدیث۔

۸۰۔ پھر اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ "اکتبوها کما قال عبدی" (اس کو اسی طرح لکھ دو جس طرح میرے بندے نے کہا ہے) اس سے تباین ظاہر ہوتا ہے۔

۸۱۔ اس حدیث میں اللہ کی صفت ذوالعزۃ مذکور ہے یہی معنی ﴿وَهُوَ ٱلْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ ... ﴾ میں ہے کمامر۔

۸۲۔ حملة العرش (عرش کو اٹھانے والے) کے مابین شحمة الاذن والعاتق (کان کی لو سے کندھے تک) کی مسافت کا ذکر حدیث چوراسی۔

۸۳۔ اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں "یخفض ویرفع" (میزان کو نیچے اوپر کرنا) حدیث پچاسی۔

۸۴۔ اس حدیث میں "انفاق الیمین باللیل والنهار" (دائیں ہاتھ کا لیل و نہار خرچ کرنے) کا ذکر ہے جو مباینت کو مقتضی ہے۔

۸۵۔ خیر البقاع (افضل بقعۂ زمین) کو معلوم کرنے کیلئے جبرائیل علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی طرف اوپر چڑھ جانا، حدیث چھیاسی۔

۸۶۔ اسی میں ان کا زمین پر اتر کر نبی ﷺ کو خبر دینا مذکور ہے یعنی کہ اللہ تعالیٰ اوپر عرش پر ہے نہ زمین پر کما یزعمه الملاحدة.

۸۷۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے سے اہل السماء کا "رجفة ورعدة" (سخت گرج اور جنبش کی وجہ سے بیہوش ہو جانا)، حدیث ستاسی۔

۸۸۔ پھر نمبروار درجہ بدرجہ ہر نچلے آسمان تک اس حکم کا پہنچنا یہ سب علو باری تعالیٰ کی دلیلیں ہیں۔

۸۹۔ قیامت کے دن متحابین فی اللہ (محض اللہ کی خاطر محبت کرنے والے) کیلئے رحمن کے آگے منبروں کا رکھا جانا، حدیث نوے۔

۹۰۔ اسی روایت میں ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے قریب جگہ ملنے کا بھی ذکر ہے جو کہ اوروں کیلئے رشک کا باعث ہو گا یہ حلولیہ کا صریح رد ہے۔ اگر ان کا قول معاذ اللہ صحیح ہوتا تو پھر کسی کیلئے خصوصیت سے اس کے قریب جگہ کا ذکر کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔

۹۱۔ تین چیزوں کی قیامت کے دن عرش کے تحت محاجاۃ، حدیث پچاس۔

۹۲۔ آپ ﷺ کا شفاعت کیلئے عرش کے تحت آنا اور سجدہ میں واقع ہونا، حدیث ترانوے۔

۹۳۔ سورۂ فاتحہ کا عرش کے خزانہ سے آنا، حدیث اکانوے۔

---

(1) – التوحيد لابن خزيمة (۸۳).

۹۴۔ پھر اس حدیث میں اس سورت کا "بين الرب وبين العبد" (رب اور بندے کے درمیان) تقسیم ہونا۔

۹۵۔ نبی علیہ السلام کا خواب میں تین انبیاء کو تحت العرش (عرش کے نیچے) دیکھنا، حدیث بیانوے۔

۹۶۔ شفاعت کیلئے آپ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کیلئے اجازت مانگنا، حدیث چورانوے۔

۹۷۔ سجدہ میں "سبحان ربي الأعلى" کہنا حدیث پچانوے۔

۹۸۔ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کا تحت العرش (عرش کے نیچے) سے آنا۔ حدیث ستانوے و اٹھانوے۔

۹۹۔ ادعیہ اور اذکار میں تصریح کہ "ربنا الذی فی السماء" (ہمارا رب وہ ہے جو آسمان میں ہے) دیکھئے پچیسویں اور سوویں حدیث۔

۱۰۰۔ پھر حدیث پچیسویں میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ :" امرك فی السماء والارض كما رحمتك فی السماء".

آپ کا حکم آسمان و زمین میں ہے جیسا کہ آپ کی رحمت آسمان میں ہے۔

۱۰۱۔ جبریل علیہ السلام کا قیامت کے دن عن یمین الرحمن، (رحمن کے دائیں جانب) ہونا، ایک سو دو حدیث۔

۱۰۲۔ کرسی کے مقابلے میں آسمانوں کی مثال كالدراهم فی الترس، (جیسے ڈھال میں رکھے درہم) ایک سو تین حدیث۔

۱۰۳۔ ہمیشہ زندہ رہنے والا وہ اللہ ہے جو آسمانوں کے اوپر ہے، ایک سو چار حدیث۔

۱۰۴۔ اور پھر اس حدیث میں ہے کہ زمین والے مرتے ہیں، یہ مباینت کی دلیل ہے۔

۱۰۵۔ زمین والوں پر آسمان والے کا حکم چلتا ہے، ایک سو پانچ حدیث۔

۱۰۶۔ آسمان کا بادشاہ۔ ایک سو چھٹی اور آٹھویں حدیثیں۔

۱۰۷۔ ساتوں آسمانوں کے اوپر سے ایک عورت کی شکایت کا سننا۔ ایک سو ساتویں حدیث۔

۱۰۸۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت عبدالرحمن بن عوف کا آسمان کی طرف سر اٹھا کر اللہ کو گواہ کرنا۔ ایک سو نویں حدیث۔

۱۰۹۔ ابراہیم علیہ السلام کا بوقت افاقہ "عن یمین العرش" (عرش کے دائیں جانب) ہونا۔ ایک سو دسویں حدیث۔

۱۱۰۔ آسمانوں پر اللہ کی رحمت کا ہونا، پچیسویں حدیث۔

۱۱۱۔ تقدیر کا عرش پر لکھا جانا تینتالیسویں، چونسٹھویں اور ننانویں حدیث۔

۱۱۲۔ پھر اسی کتاب کا اللہ تعالیٰ کے پاس عرش پر ہونا، اڑتیسویں اور ننانویں حدیثیں۔

۱۱۳۔ سائل کے سوال کہ "أين كان ربنا قبل أن يخلق السموات والأرض" (آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا؟) پر آپ علیہ السلام کا انکار نہ کرنا بلکہ جواب دینا۔ چھٹی حدیث۔

۱۱۴۔ اللہ تعالیٰ کا عرش پر سے ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح کرنا، آٹھویں حدیث۔

۱۱۵۔ آسمانوں کے اوپر سے اللہ کا حکم کرنا اور فیصلہ دینا، اٹھائیسویں حدیث۔



۱۱۶۔ مجرمین پر اللہ تعالیٰ کا اوپر سے غصہ کی نظر کرنا، تینتیسویں حدیث۔

۱۱۷۔ اور نیکوں پر اوپر سے نظر رحمت کرنا، چونتیسویں اور ایک سو پچاسویں حدیث۔

۱۱۸۔ رشتہ جوڑنے والوں سے اللہ کا جڑنا اور توڑنے والوں سے ٹوٹنا، چھیالیسویں حدیث۔

اس کے علاوہ کئی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے، اگر معاذ اللہ اتحادیوں کا یہ عقیدہ رکھا جائے "في كل مكان "تو پھر کس اللہ سے جوڑتا اور کس سے توڑتا ہے؟

۱۱۹۔ یہ ترغیب دینا کہ تمہارا ذکر خیر عند اللہ ہو، انچاسویں حدیث۔

۱۲۰۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو فرمان "أدعوالي عبادي "(میرے بندوں کو بلاؤ) ترپنویں حدیث۔

۱۲۱۔ پھر اس میں ہے کہ "إذ قالوا لا اله إلا الله فقد إستجابوا"(جب وہ یہ کہتے ہیں: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں: تو گویا وہ میرے پاس آجائیگے) یہ بھی تباین کی دلیل ہے۔

۱۲۲۔اللہ تعالیٰ کا استحیاء کہ داعی کو خالی ہاتھ لوٹادے۔ حدیث نمبر پچپن۔ اس میں بھی مباینت پر دلالت ہے یعنی ہم مانگنے والے وہ دینے والا، ہم اس کی طرف دستِ سوال بڑھانے والے اور وہ ان میں خیر و برکت ڈال کر لوٹانے والا۔ سبحانه ما اعظم شانه.

۱۲۳۔ ریاوالا عمل اللہ تعالیٰ کی طرف نہ چڑھنا۔ ستاون ویں حدیث۔

۱۲۴۔ اوپر سے اللہ تعالیٰ کا بندوں کی حالت کو بدلتے رہنا یعنی حسب حال عذاب کو رحمت سے اور اسی طرح رحمت کو عذاب سے۔اٹھاون ویں حدیث۔

۱۲۵۔ آپ ﷺ کا اللہ کی طرف سے خلق پر امین ہونا، نویں حدیث۔

۱۲۶۔ المقام المحمود کا ذکر جو کہ عرش کے نیچے ہے، باسٹھویں حدیث نیز کئی حدیثوں میں آیا ہے۔

۱۲۷۔ اللوح المحفوظ کا عرش پر ہونا، چوسٹھویں حدیث۔

۱۲۸۔ یہ ترغیب دلانا کہ اللہ تعالیٰ سے فردوس مانگو کیونکہ وہ سب درجات سے اوپر اور بہتر ہے جس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں اور اس کے اوپر اللہ کا عرش ہے۔ پینسٹھویں حدیث۔

۱۲۹۔ قیامت کے روز اللہ کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا، چھیاسٹھویں حدیث۔

۱۳۰۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا اولین و آخرین کو جمع کرنا اور فیصلہ کیلئے کرسی رکھنا، اڑسٹھویں حدیث۔

۱۳۱۔ قوائم العرش (عرش کے پایوں) کا ذکر، اکہتر ویں حدیث۔

۱۳۲۔ چند احادیث میں اللہ تعالیٰ کیلئے صفت استواء علی العرش (عرش پر مستوی ہونے) کا ذکر ہے۔

۱۳۳۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں صفوف الملائكة (فرشتوں کی صفوں) کا ذکر، حدیث نمبر اسّی۔

۱۳۴۔ کلامِ الٰہی سے اہل السماء کا بیہوش ہو جانا، حدیث نمبر ستاسی یعنی اگر اہل زمین سنتے تو کیا حال ہوتا کہاں حلول اور کجا اتحاد۔

۱۳۵۔ اسی حدیث میں جبریل علیہ السلام کا وحی کو لے کر ہر ایک آسمان تک پھر زمین تک جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچانا مذکور ہے۔

۱۳۶۔ کسی امر کی بابت اللہ تعالیٰ کے آسمانوں میں فیصلہ کرنے پر فرشتوں کا جھکتے ہوئے پروں کو مارنا، حدیث نمبر اٹھاسی۔

۱۳۷۔ آدم اور موسیٰ علیہما السلام کا اللہ تعالیٰ کے ہاں احتجاج، حدیث نمبر چھیانوے۔

۱۳۸۔ آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں احتجاج (کو ذکر کرنا) حدیث نمبر چھیانوے۔

۱۳۹۔ الحی الذی لا یموت (ہمیشہ سے زندہ ہے اور اس پر موت واقع نہیں ہوگی) ہے وہ آسمان کے اوپر ہے، حدیث نمبر ایک سو چار

۱۴۰۔ اور اسی حدیث میں یہ بھی بیان ہے کہ عبادت کا مستحق وہ اللہ ہے جو آسمان کے اوپر ہے۔

۱۴۱۔ دیان السماء (آسمان کے ذمہ دار کا ذکر) ایک سو آٹھویں حدیث۔

۱۴۲۔ اور اسی سے دیان الأرض (زمین کے ذمہ دار) کو ڈرنا چاہئے، نہ کسی زمین والے سے۔

۱۴۳۔ بحر مسجور کا تحت العرش جاری رہنا، ایک سو تیرہویں حدیث۔

۱۴۴۔ اپنی حالت پر رونے والے کیلئے عرش کا اہتزاز، ایک سو چودھویں حدیث۔

۱۴۵۔ چرواہے کا آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہنا کہ این اللہ، (اللہ کہاں ہے) ایک سو سولھویں حدیث۔

۱۴۶۔ اور اسی میں ابن عمر کا قول مذکور ہے کہ "أنا واللہ أحق أن أقول أین اللہ" (اللہ کی قسم میں زیادہ حق رکھتا ہوں کہ کہوں اللہ کہاں ہے)۔

۱۴۷۔ اللہ تعالیٰ کا آسمانوں کے اوپر سے نظر کرنا اور بندے کے ارادے کو دیکھنا، ایک سو اٹھارھویں حدیث۔

۱۴۸۔ اور اسی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ یہ ارادہ اس سے دور ہونا چاہئے، اگر اس کا یہ کام ہوا تو یہ اسے جہنم میں داخل کردے گا یہ بات صاف مباینت بتاتی ہے۔

۱۴۹۔ ہر جمعہ کو اھل الجنۃ اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے لیکن ہر ایک کا قرب إلی اللہ (اللہ سے قریب) باعتبار اس کے عمل کے ہوگا، جتنی زیادہ مسارعۃ إلی الخیر والعمل الصال (نیکیوں کی طرف سبقت اور اعمال صالحہ) کے اتنا زیادہ قرب ہوگا، یہ قربت کے درجات مباینت کی دلیل ہے، ایک سو بیسویں حدیث۔

۱۵۰۔ فرشتے کا تسبیح و تحمید کو لے کر اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھنا اور پھر جن پر گزر ہوتا ہے وہ قائل کیلئے مغفرت مانگتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچتا ہے۔ ایک سو بیسویں حدیث۔

۱۵۱۔ شہیدوں کا عند اللہ زندہ ہونا، حدیث ایک سو اکیسویں حدیث۔

۱۵۲۔ اسی حدیث میں ہے کہ ان کی ارواح ان قندیلوں کی طرف آتی ہیں جو عرش کے ساتھ معلق ہیں۔



۱۵۳۔ نیز بیان ہے کہ اس وقت ان پر اللہ تعالیٰ مطلع ہو کر فرماتا ہے کہ، سلونی ماشئتم (جو چاہتے ہو مجھ سے سوال کرو)۔

۱۵۴۔ قرآن مجید نے یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے، ایک سو بائیسویں حدیث۔ اگرچہ یہ عورت قرآن کریم پڑھی ہوئی نہیں تھی لیکن جب یہ اشعار سنے تو اس نے مضمون کو قرآن کے عین موافق پایا، جبھی تو قبول کیا۔

۱۵۵۔ فرشتہ کا رحم سے منی کو اپنی ہتھیلی میں لے کر رحمن تبارک وتعالیٰ کی طرف چڑھ جانا، ایک سو تیئیسویں ایک سو چالیسویں حدیث۔

۱۵۶۔ اور اسی میں بیان ہے کہ پھر فرشتہ اللہ تعالیٰ سے اس کو زمین پر واپس لاتا ہے۔

۱۵۷۔ ساتویں آسمان پر پانی اور اس پر عرش کا ہونا، ایک سو چوبیسویں حدیث۔

۱۵۸۔ فرشتوں کا کہنا کہ "مناحملة العرش" (ہم میں عرش اٹھانے والے ہیں) ایک سو پچیسویں حدیث۔

۱۵۹۔ سورج کا بعد الغروب صعود السماء، (غروب ہونے کے بعد آسمان کی طرف چڑھنا) حدیث ایک سو چھبیس۔

۱۶۰۔ الکرسی "موضع القدمين" (دو قدموں کی جگہ ہے) ایک سو اٹھائیسویں حدیث۔

۱۶۱۔ "ثم استوى إلى السماء" (اور آسمان کی طرف قصد کیا) کے معنی ایک سو بارھویں اور ایک سو انتیسویں حدیث۔

۱۶۲۔ جب کوئی چیز نہیں تھی، "نہ ارض نہ سماء" اللہ تعالیٰ عرش پر تھا، چھٹی اور ایک سو تیسویں حدیث۔

۱۶۳۔ "فعلا ونمى فخلق منه السموات" (وہ اوپر چڑھا، بلند ہوا اور بڑھ گیا اور اس سے آسمان بنائے) ایک سو تیسویں حدیث۔

۱۶۴۔ شہادت خلیفہ کیلئے کہنا کہ "علم الله فوق عرشه" (مگر اللہ تعالی عرش کے اوپر جانتا ہے) ایک سو بتیسویں حدیث۔

۱۶۵۔ آیت ﴿ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ﴾ کی تفسیر میں کہنا کہ الکیف غیر معقول (کیفیت معلوم نہیں ہے) ایک سو تینتیسویں حدیث

۱۶۶۔ پھر اس حدیث میں اس کے اقرار کو ایمان اور انکار کو کفر کہا گیا ہے۔

۱۶۷۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کا اتفاق کہ خلق سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور خلق کو پیدا کرنے کے بعد استوی علی العرش، ایک سو پینتیسویں حدیث۔

۱۶۸۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے اوپر سے اتارا۔ ایک سو چھتیسویں حدیث۔

۱۶۹۔ اور اسی میں ہے کہ اس کو جبریل علیہ السلام اوپر سے لے آئے جن کی تلاوت رات دن مساجد میں ہوتی رہتی ہے۔

۱۷۰۔ عرش کا اندازہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں کر سکتا، ایک سو سینتیسویں حدیث۔ یہ مباینت کی کھلی دلیل ہے نیز جب اندازہ بھی کوئی نہیں کر سکتا ہے تو وہ عرش پر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ یہ علو کی بین دلیل ہے اور دلائلِ قرآنیہ کا یہ فقرہ ملاحظہ ہو جہاں بیان ہے کہ عرش پر کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

۱۷۱۔ ماہ شعبان میں رب العالمین کی طرف اعمال کا اوپر جانا، ایک سو اڑتیسویں حدیث۔

۱۷۲۔ اس میں ہے کہ آپ ﷺ اس مہینہ میں روزہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے "فأحب أن يرفع عملي وأنا صائم" (میں پسند



کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال اوپر جائیں تو اس وقت میرا روزہ ہو)۔

۱۷۳۔ مظلوم کی دعا کو اللہ تعالیٰ کا اوپر اٹھانا اور اس کیلئے آسمان کا دروازہ کھول دینا، ایک سو انتالیسویں حدیث۔

۱۷۴۔ کہنے والے کی بعض آواز کا أهل الأرض پر مخفی رہنا، لیکن اللہ تعالیٰ کا اوپر سے سن لینا، ایک سو اکتالیسویں حدیث۔

۱۷۵۔أهل الجنة کیلئے ہر جمعہ کو اللہ تعالیٰ کا عرش سے کرسی پر نزول فرمانا، ایک سو بیالیسویں حدیث۔

۱۷۶۔اللہ تعالیٰ کی کرسی مبارک کا آسمانوں و زمینوں سے کشادہ ہونا۔ حدیث ایک سو تینتالیس۔

۱۷۷۔اسی میں ہے کہ کرسی میں بوجہ ثقل آواز ہوتی ہے۔

۱۷۸۔اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک الظاهر: حدیث ایک سو پینتالیس، جس کی تفسیر واضح ہے کہ وہ سب سے اوپر، کمامر۔

۱۷۹۔ نیز اسی حدیث میں اس اسم مبارک کا معنی مذکور ہے کہ "فليس فوقك شيئ"(تیرے اوپر کوئی چیز نہیں) اب کسی اتحادی کی حجت نہیں رہی۔ الحمد لله.

۱۸۰۔ اور اسی حدیث میں یہ صفت مبارک بھی مذکور ہے کہ رب العرش (عرش عظیم کا پروردگار) اور کئی دلائل سے واضح ہو چکا ہے کہ عرش آسمانوں کے اوپر ہے۔

۱۸۱۔ نیز اس دعا کو سوتے وقت پڑھنے کی بھی تعلیم ملتی ہے چونکہ نیند بھی موت کی مثال ہے جبھی تو سوتے وقت آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے کہ :الْحَمْدُ لِلهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُور.

سوتے وقت یہ اقرار کرنا کہ "انت الظاهر فليس فوقك شيئ". ([1])

اس میں دلیل ہے کہ یہ عقیدہ ان عقائد میں سے ہے جن پر مرنے والے کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ " اللّٰهم اختمنا بالخير آمين".

۱۸۲۔آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ علی الماء (پانی پر) تھا، ایک سو سنتالیسویں حدیث۔

۱۸۳۔ شیطان نے کہا﴿ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ ﴾ لیکن "ومن فوقهم" (اور ان کے اوپر سے) نہیں کہا اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ اوپر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے افسوس جس چیز کو شیطان بھی جانتا ہے یہ لوگ نہیں جانتے، دیکھئے ایک سو انچاسویں حدیث۔

۱۸۴۔ صرف القبلة إلى الكعبة (کعبۃ اللہ قبلہ کو بن جانے) کی تمنا لے کر آسمان کی طرف آپ ﷺ کا نظر و منہ اٹھانا۔

۱۸۵۔ اور اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے ﴿عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴾(دلوں کے بھید جاننے والا) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے دل کی بات کو جان لیا کہ وہ کعبہ کی طرف منہ پھیرنا چاہتا ہے، اس سے یہ غلط ہوا جو کہ صوفیہ نقل کرتے ہیں کہ "قلب

---

[1]- أخرجه البخاري من حديث حذيفة (رقم ۵۸۳۷) و أبي ذر (رقم: ۵۸۵۰)رضي الله عنهما كذا ذكره النووي في الأذكار رقم (۳۷)

المؤمن عرش الرحمن" (مؤمن کا دل رحمٰن کا عرش ہے) کیونکہ ("افضل المؤمنين واكملهم" آپ ﷺ ہی تھے لیکن پھر بھی آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں اور اللہ تعالیٰ نے دل کی بات کو اوپر سے جان لیا) ثابت ہوا کہ یہ عقیدہ غلط ہے، بلکہ وہ عرش پر ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔

۱۸۶۔ اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ پھر جبریل علیہ السلام اوپر چڑھ گئے اور آپ ﷺ ان کو نیچے سے نظریں اٹھا کر دیکھ رہے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ وہ کیا حکم لاتے ہے۔

۱۸۷۔ پھر تحویلِ قبلہ کی آیت کا نازل ہونا یہ سب امور مدعی پر واضح اور قوی دلیل ہیں۔

۱۸۸۔ نیز اسی حدیث میں ہے کہ پھر آپ ﷺ نے جبریل سے سوال کیا کہ "كيف حالنا فى صلواتنا إلى بيت المقدس" اے جبریل جو نمازیں ہم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی ہیں، ان کا کیا حال ہو گا؟) اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَـٰنَكُمْ﴾ اللہ تعالیٰ تمہارا ایمان (نماز) ضائع نہیں کرتا، یہ بھی عظیم دلیل ہے مدعی پر۔

۱۸۹۔ اس سوال پر کہ "فمن أنا" (میں کون ہوں؟) اس عورت کا آپ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے پھر آسمان کی طرف اشارہ کرنا یعنی یہ بتانا کہ آپ کو آسمان کے اوپر والے نے بھیجا ہے، دیکھئے تیسری حدیث۔

۱۹۰۔ آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو اپنی خلق میں سے مرتبت کے لحاظ سے چن لینا، دیکھئے سولھویں حدیث۔

۱۹۱۔ کافر کی آپ ﷺ کے آگے گواہی اور اس پر آپ کی تصدیق یعنی جس اللہ تعالیٰ کو بوقت تنگی یا مال کے ہلاک ہونے کے وقت پکارا جاتا ہے اور جس اللہ سے ڈرا جاتا ہے اور جس سے امیدیں وابستہ ہیں وہ آسمان ہی کے اوپر ہے، اس سے زیادہ بین دلیل اور عظیم برہان کیا ہو سکتا ہے، دیکھئے بیسویں حدیث۔

۱۹۲۔ اصحاب الفردوس کا بھی عقیدہ ہے کہ ہمارا معبود آسمانوں کے اوپر ہے، بائیسویں حدیث۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والے اصحاب الجحيم (جہنم والے) ہیں۔ "اللّٰهُمَّ عياذا بك".

۱۹۳۔ اکمل اہل الایمان ﷺ کا آسمان کی طرف دیکھتے وقت کہنا "يا مصرف القلوب ثبت قلبي على طاعتك"، اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنی اطاعت پر ثابت رکھ، تئیسویں حدیث، اس سے یہ غلط ثابت ہوا کہ مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔ "سبحان الله عما يصفون".

۱۹۴۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنا کہ ہم پر اپنی رحمت نازل فرما یہ علو و مباینت کی دلیل نہیں ہے؟ دیکھئے پچیسویں حدیث۔

۱۹۵۔ کسی حکم یا قضا کی صحت اس پر موقوف ہے کہ وہ اس حکم کے موافق ہو جو کہ اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کیا ہو، دیکھئے اٹھائیسویں حدیث۔ کیونکہ اگر یہ عقیدہ نہیں تو پھر صحت حکم کا علم نہ ہو گا۔

۱۹۶۔ فرشتوں کا اللہ تعالیٰ کے آگے بندوں کی خبر دیتے ہوئے کہنا کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو اور زیادہ تحمید و تمجید کرتے، بتیسویں



حدیث یہ حجاب پر زبردست دلیل ہے۔

۱۹۷۔اللہ تعالیٰ کے مستوی علی العرش وبائن عن الخلق ہونے کا عقیدہ رکھنا تفقه فی الدین ہے، حدیث نمبر ستانوے۔

۱۹۸۔ اور یہی عقیدہ رکھنا استشفاء بھی ہے، دیکھئے ایک سویں نمبر حدیث۔

۱۹۹۔کلمۂ شہادت میں یہ عقیدہ داخل ہے، اس کے بغیر تمام نہ ہوگا۔ حدیث نمبر ایک سو نیز انتیسویں حدیث میں بھی اس کی تائید ہے گویا کہ کلمۂ طیبہ پڑھنا اللہ تعالیٰ کے علو کی گواہی دینا ہے جبھی تو اس کلمہ پڑھنے سے آسمان کھلتا ہے اور کلمہ اللہ تک پہنچتا ہے۔

۲۰۰۔اللہ تعالیٰ کے بندہ کا حق کہ جب اوپر سے اس کی طرف نظر رحمت کرے تو جو وہ مانگے گا وہ اسے دے گا، ایک سو پچاسویں حدیث

دلائل حدیثیہ سے دو سو طریقوں سے استدلال کیا گیا ہے اور دلائلِ قرآنیہ سے اٹھائیس طریقوں سے استدلال کیا گیا ہے، جملہ دو سو اٹھائیس طریقوں سے استدلال ہے جن میں سات سو چوالیس آیتیں اور ایک سو پچاس حدیثیں ہمیں جن سے یہ ثابت و مبرھن ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور "بائن عن الخلق ومن وراء الحجاب" ہے۔ کون مسلمان ہے جو اتنی آیات اور احادیث کے باوجود دوسرا عقیدہ رکھے گا یا قرآن و حدیث کی بجائے صرف شاعروں کے کلام پر اپنے عقیدے یا عمل کی بنیاد رکھے گا؟ یہ گمراہوں کا کام ہے۔

قال الله تعالیٰ :﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ ﴿٢٢٤﴾﴾ (الشعراء) ترجمہ: شاعروں کی اتباع گمراہ لوگ کرتے ہیں۔

لہٰذا صحیح عقیدہ وہی ہے جو قرآن اور حدیث نے بیان کیا ہے اور یہی عقیدہ سابقین انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا ہے چنانچہ گیارھویں حدیث میں ابراہیم علیہ السلام کا قول مذکور ہے۔ "اللّٰهُمَّ إنك واحد فی السماء" (اے پروردگار بے شک تو آسمان میں اکیلا ہے)۔ نیز بیالیسویں حدیث میں فرعون کی لڑکی کو کنگھی کرنے والی عورت کا قول کہ:

ربی وربك الذی فی السماء. میرا اور تیرا رب وہ ہے جو آسمان میں ہے۔

اور یہ امت موسویہ سے تھی نیز انچالیسویں حدیث سے بھی یہ ظاہر ہے۔

وفی كتاب العرش لإبن أبی شيبة : أن داؤد عليه السلام كان يقول : اللّٰهُمَّ أنت ربي تعاليت فوق عرشك ، وجعلت خشيتك على من في السماوات والأرض...

امام ابن ابی شیبہ کی کتاب "العرش" میں ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام کہا کرتے تھے، اے اللہ تو میرا رب ہے اپنے عرش پر تو بلند ہے، آسمان اور زمین والوں پر اپنا ڈر تو نے بنایا۔[1]

وروى يونس عن يزيد عن الزهرى عن سعيد بن المسيب عن كعب قال قال الله فى التوراة أنا الله فوق عبادى أو عرشى فوق جميع خلقى وأنا على عرشى أدبر أمر عبادى ولايخفى على شئ فى السماء ولا فى الأرض. [2]

---

[1]– العرش وما روي فيه لإبن أبي شيبة رقم (١٩)

[2]– رواه ابن بطة وأبوالشيخ باسنادصحيح كذا في مختصر الصواعق المر سلة (٣٧٣/٢)



یونس بن یزید، زہری سے روایت کرتے ہیں، وہ سعید بن مسیب سے وہ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے تورات میں فرمایا میں اللہ ہوں اپنے بندوں کے اوپر ہوں یا عرش پر، سب مخلوق سے اوپر، میں عرش پر اپنے بندوں کے امور کی تدبیر کرتا ہوں، مجھ پر آسمان و زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے، ابن بطہ اور ابو الشیخ نے اس کو روایت کیا ہے۔ صحیح سند کے ساتھ "مختصر الصواعق المرسلہ" میں اسی طرح ہے۔

یہی عقیدہ جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا تھا اور غیر مسلم بھی یہی اعتقاد رکھتے تھے، چنانچہ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کے والد کا اعتقاد بیسویں حدیث میں مذکور ہے نیز حدیث اناسی میں یہودیوں کی تصدیق مذکور ہے۔

وأخرج الدارمی عثمان فی الرد علی الجهمية : قال : قالت بنو إسرائيل : يا رب أنت في السماء ونحن في الأرض، فكيف لنا أن نعرف رضاك وغضبك ؟ قال : « إذا رَضِيت عَنْكُمْ استعملت عليكم خياركم ، وإذا غضبت عليكم استعملت عليكم شراركم ».

عثمان دارمی "الرد على الجهمية" میں سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل نے کہا اے رب تو آسمان میں ہے اور ہم زمین میں ہم کیسے جانیں کہ تو راضی ہے یا ناراض۔ اللہ نے فرمایا: جب میں تم سے راضی ہوں گا، اچھے لوگوں کو تم پر سربراہ بناؤں گا اور جب ناراض ہوں گا تم پر بروں کو مسلط کردوں گا۔ ([1])

بلکہ یہ معرفت جانوروں کے اندر بھی موجود ہے

فأخرج الحاكم فی مستدرك عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ الله صلى الله عليه وسلم يَقُولُ : «خَرَجَ نَبِيٌّ مِنَ الأَنْبِيَاءِ بِالنَّاسِ لِيَسْتَسْقِي فَإِذَا هُوَ بِنَمْلَةٍ رَافِعَةٍ بَعْضَ قَوَائِمِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ ارْجِعُوا فَقَدِ اسْتُجِيبَ لَكُمْ مِنْ أَجْلِ شَأْنِ هَذِهِ النَّمْلَةِ ».

امام حاکم "المستدرک" میں سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ایک نبی بارش کی دعا مانگنے کیلئے نکلے۔ انہوں نے ایک چیونٹی دیکھی کہ اپنی ٹانگیں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہے، نبی نے کہا واپس چلو، چیونٹی کی وجہ سے تمہارے لئے قبولیت دعا ہو گئی ہے۔ حاکم نے اس کو صحیح کہا۔ تلخیص "المستدرک" میں ذہبی نے اس کی تصحیح کو برقرار رکھا اور ابن حجر نے بلوغ المرام اور العزیزی نے "السراج المنير شرح الجامع الصغیر" میں اور امام دارقطنی نے بھی اپنی سنن میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ([2])

---

[1]– (حسن) مختصر العلو ، الرد على الجهمية للدارمي (١٠٦) رقم (٤١)

[2]– (ضعيف) ضعيف الجامع الصغير, (٦٥٦٩) المستدرك على الصحيحين للحاكم (١/ ٣٢٥) حديث رقم (١١٦١) صححه الحاكم وأقره علي ذلك الذهبي في تلخيص المستدرك وابن حجر في بلوغ المرام (٤٠١) والعزيزي في السراج المنير شرح الجامع الصغير (٢/ ١٣٢) وأخرجه الدارقطني ايضا في سننه (٢/ ٤٠١) (٨٨١)۔ مشكاة المصابيح – (١/ ٣٤٠) ١٥١٠ (١٤) .



علامہ محمد حامد الفقی حاشیہ بلوغ المرام میں تحت الحدیث لکھتے ہیں کہ: فيه أن الله تعالىٰ فطر البهائم على الإلتجاء إليه وحده وأنها تعرف ربها وبارئها سبحانه وتعالىٰ فوق عرشه لاتحت الأرض ولافي كل مكان ولكن بعض الحيوان الإنساني يكابرهذه الفطرة وينكرها جهلامنه بربه ولأن عقله السخيف ضاق عما وصف الله به نفسه في كتابه وعلى لسان رسوله ولم يعقل إلا أن تكون كصفات الحوادث فحرف القول عن مواضعه ولم يؤمن بها ويسلم علم حقيقتها إلى العليم الخبير.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں میں اپنی طرف التجا کرنے کی فطرت ودیعت کی ہے اور یہ کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کا رب اور پیدا کرنے والا پاک و بلند ہے اور عرش کے اوپر ہے، زمین کے نیچے نہیں اور نہ ہی ہر مکان میں ہے۔ البتہ بعض جانور جو انسانی شکل میں موجود ہیں۔ اس فطرت کا مکابرہ کرتے ہیں اور اپنی جہالت کی وجہ سے اس کا انکار کر دیتے ہیں اور اس لئے کہ ان کی سخیف عقل اللہ کی ان صفات کے فہم سے جو اس نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول ﷺ کی زبانی بیان کی قاصر ہے، وہ صفات باری کو حوادث کی صفات کی طرح جانتے ہیں اور ان کے حقیقی معنی سے تحریف کر دیتے ہیں۔ ایسا نہیں کرتے کہ ان صفات پر ایمان لے آئیں اور ان کی اصل حقیقت کا علم علیم خبیر کے سپرد کر دیں۔ ([1])

نیز قرآن کریم میں ہدہد کا واقعہ مذکور ہے: قال الله عزوجل وعلا حاكيا عنه: ﴿أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿٢٥﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٢٦﴾﴾ (النمل)

اللہ تعالیٰ ان سے حکایت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: اس اللہ کیلئے سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو باہر لاتا ہے۔ اور تم جو چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہی عرش عظیم کا رب ہے۔

وقد أخرج ابن جرير في تفسيره: عن ابن زيد في قوله ﴿أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ... ﴿٢٢﴾﴾ إلي ﴿اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٢٦﴾﴾ هذا كله كلام الهدهد وعن ابن اسحق بنحوه.

امام ابن جریر اپنی تفسیر میں ابن زید سے نقل کرتے ہیں کہ ﴿أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ... ﴿٢٢﴾﴾ سے تا ﴿رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٢٦﴾﴾ ہدہد کا کلام ہے اور ابن اسحاق سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ ([2])

الغرض: پرندوں اور جانوروں کو بھی علم ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش عظیم پر ہے اور صوفیہ و حلولیہ کا مذہب فطرت کے خلاف ہے۔

---

[1]– حاشية بلوغ المرام لعلامه محمد حامد الفقي (١٠٤).

[2]– تفسير ابن جرير (١٥١/١٩).



مذہبِ ائمہ اربعہ

ائمہ اربعہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ذہبی نے کتاب العلو میں چاروں ائمہ سے ثابت کیا ہے۔

مسلکِ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

فأما الإمام أبوحنيفة فقال عن أبي مطيع البلخي صاحب الفقه الأكبر قال سألت أباحنيفة عمن يقول لا أعرف ربي في السماء أوفي الأرض قال قد كفر لأن الله تعالىٰ يقول ﴿ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ﴾ وعرشه فوق سماواته فقلت أنه يقول أقول على العرش استوى ولكن لايدرى العرش فى السماء أو فى الأرض قال إذا أنكر أنه فى السماء فقد كفر رواه أبوبكر صاحب الفاروق.

امام ذہبی نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا مذہب بروایت ابو مطیع بلخی صاحب الفقه الاکبر سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: وہ شخص کیسا ہے جو کہے میں نہیں جانتا کہ رب آسمان میں ہے یا زمین میں۔ فرمایا: وہ کافر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رحمن عرش پر مستوی ہوا، اس کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے۔ میں نے کہا: وہ کہتا ہے کہ اللہ عرش پر ہے مگر کیا معلوم عرش آسمان میں ہے یا زمین میں۔ امام صاحب نے فرمایا: جب اس نے عرش کے آسمان پر ہونے کا انکار کیا۔ اس نے کفر کیا، ابو بکر صاحب الفاروق نے اسے روایت کیا۔

اور یہ روایت "الفتاویٰ الحموية لإبن تيمية رحمه الله" میں بھی مذکور ہے: وقال الذهبي وسمعت القاضي الإمام تاج الدين عبدالخالق بن علوان قال سمعت الإمام ابامحمد عبد الله بن أحمد المقدسي مؤلف المقنع يقول بلغني عن أبي حنيفة رحمه الله أنه قال من أنكر أن لله عزوجل فى السماء فقد كفر.

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ میں نے قاضی امام تاج الدین، عبد الخالق بن علوان سے سنا انہوں نے کہا میں نے امام ابو محمد عبد اللہ بن احمد المقدسی مؤلف المقنع سے سنا انہوں نے کہا، مجھے ابو حنیفہ سے روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے کہا جو شخص اس کا انکار کرے کہ اللہ آسمان پر ہے اس نے کفر کیا۔ ([1])

ایک تیسری روایت بھی امام ذہبی نے نقل کی ہے جس کو آیت "معهم" کے بحث میں ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مسلکِ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

وأما الإمام مالك بن أنس فاخرج عبد الله بن أحمد بن حنبل فى الرد على الجهمية عن عبد الله بن نافع قال قال مالك بن أنس: الله فى السماء وعلمه فى كل مكان لا يخلو منه شئ وساق البيهقي بإسناد صحيح

---

[1]- (سنده قوي) مختصر العلو (١٢٦) (الهندي) الفتاويٰ الحموية لإبن تيمية (٣٧) ،



عن أبي الربيع الرشديني عن ابن وهب قال كنت عند مالك فدخل رجل فقال يا أباعبد الله الرحمن على العرش استوى كما وصف نفسه ولا يقال كيف وكيف عنه مدفوع وأنت صاحب بدعة أخرجوه.

امام مالک کا مسلک عبداللہ بن احمد بن حنبل نے "الرد على الجهمية" میں بروایت عبداللہ بن نافع بیان کیا ہے، انہوں نے کہا کہ امام مالک بن انس نے کہا: اللہ آسمان پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے۔ اس کے علم سے کوئی چیز جدا نہیں ہے، امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ ابو الربیع الرشدینی سے روایت کیا، وہ ابن وہب سے کہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا، ایک شخص آیا اور کہا اے ابو عبد اللہ رحمن عرش پر مستوی ہوا، کیسے مستوی ہوا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سر نیچا کیا اور انہیں پسینہ آگیا، پھر سر اٹھایا اور فرمایا: رحمن عرش پر مستوی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ وصف بیان کی اسے بلا کیف تسلیم کیا جائے، کیفیت سے وہ منزہ ہے اور تو بدعتی ہے (اور لوگوں سے کہا کہ) اسے یہاں سے نکال دو۔ ([1])

مسلک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

وأما الإمام الشافعى فروى شيخ الإسلام أبو الحسن الهكارى والحافظ أبو محمد المقدسى بإسنادهم إلى أبي ثور وأبي شعيب كلاهما عن الإمام محمد بن ادريس الشافعى ناصر الحديث رحمه الله قال القول فى السنة التى أنا عليها ورأيت عليها الذين رأيتهم مثل سفيان ومالك وغيرهما الإقرار بشهادة أن لا اله إلا الله وأن محمدا رسول الله وأن الله على عرشه فى سمائه يقرب من خلقه كيف يشاء وينزل إلى السماء الدنيا كيف شاء وذكر سائر الإعتقاد.

امام شافعی کا مسلک شیخ الاسلام ابو الحسن الہکاری اور حافظ ابو محمد المقدسی نے اپنی اسانید سے بیان کیا ہے کہ ابو ثور اور ابو شعیب دونوں امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ ناصر الحدیث سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میرا عقیدہ اور جن ائمہ کو میں نے دیکھا مثلاً سفیان اور مالک وغیرہ کا عقیدہ ہے کہ ولی سے اقرار کرایا جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ عرش پر ہے، آسمان پر۔ وہ اپنی مخلوق کے قریب ہوتا ہے جس طرح چاہے اور آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے جس طرح چاہے اور باقی عقائد بیان کئے۔

یہ روایت "مختصر الصواعق المرسلہ" میں بھی مذکور ہے نیز دوسری روایت بھی ذکر کی ہے۔

قال وفى وصية الشافعى أنه أوصى أنه يشهد أن لا اله إلا الله وحده لا شريك له (فذكر الوصية إلى أن قال) والقرآن كلام الله غير مخلوق وأنه يُرىٰ فى الآخرة عيانا ينظر إليه المؤمنون ويسمعون كلامه وأنه تعالى فوق عرشه.

امام شافعی کی وصیت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں اقرار کرتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک

---

[1] ۔ الرد علي الجهمية (١٦٦/١٦٧)



نہیں "إلی أن قال "قرآن اللہ کا کلام اور غیر مخلوق ہے، اللہ آخرت کے روز سامنے دیکھا جائے گا، ایماندار اس کو دیکھیں گے اور اس کا کلام سنیں گے اور وہ عرش کے اوپر بلند ہے امام حاکم نے اور امام بیہقی نے، مناقب الشافعی میں اس کو ذکر کیا ہے۔(۱)

وفی الفتاوی الحموية لابن تيمية : وقال الشافعي خلافة أبي بكر الصديق حق قضاه في السماء وجمع عليه قلوب عباده.

الفتاویٰ الحمویہ لابن تیمیہ میں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: خلافتِ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حق ہے، اللہ نے آسمان میں اس کا فیصلہ فرمایا اور اپنے بندوں کے دلوں کو اس پر جمع کیا۔(۲)

وقال البيهقي في الأسماء والصفات وعلى هذه الطريقة يدل مذهب الشافعي.

امام بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں لکھا یہ قول امام شافعی کا مذہب واضح کرتا ہے۔(۳)

مسلکِ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

وأما الإمام أحمد بن حنبل فقال الذهبي قد تواتر عنه إثبات العلو قال يوسف بن موسى القطان شيخ أبي بكر الخلال قيل لأبي عبد الله : الله فوق السماء السابعة على عرشه بائن من خلقه وقدرته وعلمه بكل مكان قال نعم هو على عرشه ولا يخلو شئ عن علمه. (۴)

امام ذہبی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے علو باری تعالیٰ تواتر کے ساتھ ثابت ہے یوسف بن موسیٰ القطان شیخ ابی بکر الخلال کہتے ہیں کہ امام ابو عبد اللہ سے پوچھا گیا کیا اللہ ساتویں آسمان کے اوپر عرش پر ہے، مخلوق سے جدا اور اس کی قدرت وعلم ہر جگہ ہے؟ امام صاحب نے فرمایا ہاں وہ عرش پر ہے اور اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

اس روایت کو قاضی ابوالحسن بن ابی یعلی نے "طبقات الحنابلہ" میں شمس الدین نابلسی نے "مختصر طبقات الحنابلہ" میں بھی ذکر کیا ہے۔ دوسری روایت "معهم" کی بحث میں ذکر کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مسلکِ تابعین رحمۃ اللہ علیہم

امام ذہبی نے "کتاب العلو" پر ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے فرماتے ہیں کہ:

ذكر ما اتصل بنا عن التابعين في مسئلة العلو. ذکر ان روایات کا جو ہمیں مسئلۂ علو میں تابعین سے پہنچیں۔(۵)

۱- مختصر الصواعق المرسلة (۲/۲۷۴)

۲- الفتاوي الحموية لابن تيمية (۴۲)

۳- الأسماء والصفات طبع الهند (۲۹۲)

۴- طبقات الحنابلة (۱/۴۲۱) ، مختصر طبقات الحنابلة (۲۸۰)

۵- كتاب العلو (۲۳)



پھر اسی عنوان کے تحت علماء تابعین کعب الاحبار، عطاء بن یسار، مسروق بن الاجدع، سعید بن جبیر، حسن بصری، عبید بن عمیر، شریح بن عبد اللہ ابو قلابہ، عمرو بن میمون، مجاہد، نوف البکائی، حکیم بن جابر ابو عیسیٰ، وہب بن منبہ، ذکوان، قتادہ، سالم بن ابی الجعد، عکرمہ، ثابت البنانی، الضحاک، ہزیل بن شرجیل ابو عطاف محمد بن کعب، مالک بن دینار، جریر بن الخطفی، ربیعہ بن ابی عبد الرحمن حسان بن عطیہ، ایوب السختیانی اور سلیمان التیمی رحمۃ اللہ علیہم ذکر کیے ہیں۔ نیز ابتداء میں امام اوزاعی کا قول مذکور ہوا ہے کہ ہم تابعین اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔

مسلکِ ائمہ محدثین وفقہاء

پھر امام ذہبی نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ: ذكر ما قاله الائمة عند ظهور الجهم ومقالته.

اور اس عنوان کے تحت ائمہ اربعہ کے علاوہ کئی ائمہ محدثین و فقہاء کے اقوال نقل کیے ہیں جن کے نام یہ ہیں: عبدالملک بن جریج، ابو عمر الاوزاعی، مقاتل بن حیان، سفیان الثوری، اللیث بن سعد، سلام بن ابی مطیع، حماد بن سلمہ، عبد العزیز بن الماجشون، حماد بن زید البصری، ابن ابی لیلی، امام جعفر الصادق، ابو المنذر، سلام المقری، شریک بن عبد اللہ القاضی، محمد بن عیاض، ہشیم بن بشیر، نوح بن ابی مریم الجامع، عباد بن العوام، قاضی ابو یوسف، عبد اللہ بن ادریس، محمد بن الحسن الشیبانی، بکیر بن جعفر السلمی، منصور بن عمار، ابو نعیم شجاع بن ابی نصر البلخی، ابو معاذ خالد بن سلیمان البلخی، سفیان بن عیینہ، ابو بکر بن عیاش، علی بن عاصم، یزید بن ہارون، سعید بن عامر الضبعی، وکیع بن الجراح، عبد الرحمن بن مہدی، وھب بن جریر الاصمعی الخلیل بن احمد، یحی بن زیاد الفراء، عبد اللہ بن داؤد الخریبی، عبد اللہ بن ابی جعفر الرازی، النضر بن محمد المروزی، القعنبی عفان بن مسلم، عاصم بن علی الواسطی، ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر الحمید، یحی بن یحی النیسابوری، ہشام بن عبید اللہ الرازی، عبد الملک بن الماجشون المدنی، محمد بن مصعب العابد، سنید بن داؤد المصیصی، نعیم بن حماد الخزاعی، بشر الحافی الزاہد، ابو عبید القاسم بن سلام، احمد بن نصر الخزاعی الشہید، قتیبہ بن سعید ابو معمر القطیعی، یحی بن سعید، علی بن المدینی، اسحاق بن راھویہ، ابن الاعرابی اللغوی، ابو جعفر القیلی، عبید اللہ بن محمد العیشی، ھشام بن عمار، ذوالنون مصری، ابو ثور ابراہیم بن خالد، ابراہیم المزنی، محمد بن یحی الذہلی، محمد بن اسمعیل البخاری، ابو حاتم الرازی، ابو زرعہ الرازی، یحی بن معاذ الرازی، احمد بن سنان الواسطی، محمد بن اسلم الطوسی، عبد الوھاب بن عبد الحکیم الوراق، حرب بن اسماعیل الکرمانی، عثمان بن سعید الدارمی، ابو محمد الدارمی، احمد بن الفرات، ابو مسعود ابو اسحاق، ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی، مسلم بن الحجاج القشیری، صالح بن الامام احمد بن حنبل، وعبد اللہ بن الامام احمد بن حنبل، الحافظ حنبل بن اسحاق، ابو امیہ محمد بن ابراہیم الطوسی، بقی بن مخلد الاندلسی، القاضی اسماعیل بن اسحق الازدی البصری، یعقوب بن سفیان الفسوی، ابو بکر احمد بن ابی خیثمۃ، ابو زرعۃ الدمشقی، محمد بن نصر المروزی، ابو محمد قتیبہ الدینوری، ابو بکر بن ابی عاصم، ابو عیسی الترمذی، ابو عبد اللہ بن ماجۃ القزوینی، ابو جعفر محمد بن عثمان بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی، سہل بن عبد اللہ التستری، ابو مسلم الکجی، زکریا بن یحی الساجی، ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، حماد بن

ھناد البوشنجی، ابو بکر بن خزیمہ، ابو العباس احمد بن عمرو بن سریج، ابو بکر عبد اللہ بن ابی داؤد السجستانی، عمر بن عثمان المکی، ابو العباس ثعلب، ابو جعفر آل، ابو العباس السراج، ابو عوانۃ الاسفرائینی، ابو محمد یحی بن محمد بن صاعد، ابو جعفر الطحاوی، ابو عبد اللہ نفطویہ النحوی، ابو الحسن علی بن اسمعیل الاشعری، ابو بکر علی بن عیسیٰ الشبلی، ابو محمد الحسن علی البربھاری، قاضی ابو احمد العسال الاصبھانی، ابو بکر احمد بن اسحق الضبعی، ابو القاسم الطبرانی، ابو بکر محمد بن الحسین الاجری، ابو الشیخ الاصبھانی ابو بکر الاسماعیلی، ابو منصور الازھری ، ابو بکر احمد بن ابراہیم ، شاذان، ابو الحسن علی بن مھدی الطبری، ابو عبد اللہ بن بطۃ العکبری، ابو الحسن الدار قطنی، ابو عبد اللہ ابن مند الاصبہانی، ابو محمد بن ابی زید المقری، یحی بن عمار السجستانی، ابو نصر الوائلی السجزی، ابو سلیمان الخطابی، ابو بکر محمد بن الحسن بن فواک، ابو بکر محمد بن الطیب البصری الباقلانی، ابو احمد القصاب، ابو نعیم الاصبہانی، ابو منصور معمر بن زیاد الاصبہانی، ابو القاسم ھبۃ اللہ بن الحسن الطبری الالکائی، القادر باللہ احمد بن اسحق بن المقتدر، ابو عمر احمد بن محمد الطلمنکی، ابو عثمان اسمعیل بن عبد الرحمن الصابونی، ابو الفتح سلیم بن ایوب الراز، ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی، ابو عمر ابن عبد البر، ابو یعلی محمد بن الحسین بن الفراء البغدادی، ابو بکر البیہقی، ابو بکر الخطیب البغدادی، امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک الجوینی، ابو القاسم سعد بن علی الزنجانی، شیخ الاسلام ابو اسماعیل الانصاری، ابو بکر محمد بن الحسن القیروانی، ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی ابو الحسن الکرجی، ابو القاسم اسماعیل بن محمد التیمی الطلحی الاصبہانی، ابو بکر محمد بن موھب المالکی، السید عبد القادر الجیلانی، ابو البیان بنا بن محمد بن محفوظ السلمی الحورانی اور ابو عبد اللہ القرطبی رحمۃ اللہ علیہم

گویا کہ سلف سے خلف تک ائمہ اہل السنہ کا یہ مسلک رہا ہے بلکہ ابتداء میں ثابت ہو گیا کہ یہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے نیز ائمہ مذکورین میں سے ام قتیبہ بن سعید اور امام اسحاق بن راہویہ کے قول سے بھی یہ واضح ہوا۔(1)

وقال أبو نعيم الأصبهانى فى كتابه محجة الواثقين ومدرجة الوامقين : وأجمعوا أن الله فوق سماواته عال على عرشه مستوٍعليه لامستولٍ عليه كما تقول الجهمية أنه بكل مكان خلافا لمانزل فى كتابه. فذكر الآيات والأحاديث.

امام ابو نعیم اصبہانی کتاب "محجة الواثقين ومدرجه الوامقين" میں کہتے ہیں کہ علماء امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان کے اوپر عرش پر عالی ہے اور مستوی ہے۔ مستولی نہیں جیسا کہ جہمیہ کہتے ہیں کہ وہ ہر جگہ میں ہے، یہ بات قرآن پاک کی تصریحات کے خلاف ہے۔ اس کے بعد آیات اور احادیث بیان کیں۔ "الحمویہ لابن تیمیہ" میں اسی طرح ہے۔(2)

اس عقیدے کی وضاحت از امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ

نیز قصیدہ نونیہ ابن قیم ملاحظہ ہو۔

هذا وخامس عشرها الإجماع من رسل الإله الواحد المنان

1- كتاب العلو (١٣٤-١٣٥) طبع الهند

2- الحموية لابن تيمية (٤٨)

پندرھواں عقیدہ یہ ہے جن کو اللہ ایک منان نے رسول بنا کر بھیجا ہے ان کا اتفاق ہے۔

فالمرسلون جميعك مع كتبهم قد صرحوا بالفوق للرحمن

کیونکہ سب رسولوں اور ان کی کتابوں کی تصریح ہے کہ رحمن اوپر ہے۔

وحكى لنا إجماعهم شيخ الورى والدين عبد القادر الجيلاني

ہمارے لئے ان کا یہ اجماع شیخ الوریٰ والدّین عبد القادر جیلانی نے بیان کیا ہے۔

وأبو الوليد المالكي أيضا حكى إجماعهم أعني ابن رشد الثاني

اور ابو الولید المالکی نے ان کا اجماع نقل کیا یہ تو ابن رشد ثانی ہے۔

وكذا أبو العباس أيضا حكى إجماعهم على الهدى الحراني

ابو العباس الحرانی ہدایت کا نشان بھی ان کا اجماع بیان کرتا ہے۔

وله إطلاع لم يكن من قبله لسواه من متكلم ولسان

اس کو وہ معلومات حاصل ہیں جو اس سے پہلے بولنے والوں اور صاحب لسان لوگوں کو حاصل نہ تھیں۔

هذا ونقطع نحن أيضا أنه إجماعهم قطعا على البرهان

ہم یہ بھی یقین کرتے ہیں کہ ان کا اجماع برہان پر مبنی ہے۔

هذا وسادس عشر إجماع أهل العلم أعني حجة الأزمان

اور سولھواں عقیدہ اصحاب العلم کا اتفاق ہے جو کہ حجت زمان ہیں۔

من كل صاحب سنة شهدت له أهل الحديث وعسكر القرآن

سنت رسول کے پیروکار حدیث وقرآن کو بنیاد شریعت جاننے والے

لاعبرة لمخالف لهم ولو كانوعديد الشاة والبعران

ان کے مخالف کی بات کا کوئی اعتبار نہیں چاہے بکریوں اور اونٹوں کی تعداد میں ہوں۔

إن الذى فوق السماوات العلى والعرش وهو مبائن الأكوان

(ان کا اس پر اتفاق ہے) کہ جو اونچے آسمانوں اور عرش پر ہے اور وہ کائنات سے بائن ہے۔

هو ربنا سبحانه وبحمده حقا على العرش استوى الرحمان(۱)

وہی ہمارا رب ہے وہ پاک ہے ہم اس کی حمد کرتے ہیں، یقینا رحمن عرش پر مستوی ہے۔

۱- قصيدة نونية لإبن قيم (٦٦-٦٧)

الحاصل: قرآن، حدیث، اجماع، قیاس، عقل، فطرت اور اقوال السلف کے بموجب توحید کی تشریح اول ہی صحیح ہے اور باقی چار تشریحیں غلط ہیں۔ اگرچہ پہلی تشریح کی صحت سے باقی خود بخود فاسد و مردود ہوئیں تاہم ہر ایک پر تفصیل وار کلام کرتے ہیں۔

دوسری قسم کی توحید (کہ خدا آدم میں تھا) غلط ہے

تشریح دوم جہاں ان دلائل مذکورہ کے خلاف ہے وہاں فی نفسہ بھی (یہ عقیدہ) باطل ہے۔

اولاً: قال اللہ تعالیٰ: ﴿قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴿١٢﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ﴿١٣﴾﴾ (الأعراف)

(اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا) تجھے سجدہ کرنے سے کس نے روکا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا، ابلیس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اس کو مٹی سے، اللہ نے فرمایا یہاں سے اتر جا تیرے لئے لائق نہیں ہے کہ اس میں بڑائی کرے نکل جا، تو ذلیلوں میں سے ہے۔

اس کے ہم معنی مضمون سورۂ الحجر آیت (۳۶-۳۸) اور سورۂ ص آیت (۷۱-۷۲) میں بھی آیا ہے اگر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ اس تشریح میں مذکور ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نکالنے اور ذلیل کرنے سے پہلے اس خبیث کی اس حجت کو یوں باطل کرتا کہ نہیں صرف وہ مٹی پانی نہیں بلکہ میں اس کے اندر موجود تھا۔إذ لیس فلیس.

ثانیاً: جب اللہ تعالیٰ نے یہ بات نہیں بتائی تو ان شاعروں یا دوسروں کو کیسے معلوم ہوا۔

﴿إِنْ عِندَكُم مِّن سُلْطَانٍ بِهَٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾﴾ (یونس)

تمہارے پاس اس کی کوئی حجت و دلیل نہیں کیا اللہ پر وہ کہتے ہو جو تم نہیں جانتے، کہہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ بناتے ہیں کامیاب نہ ہوں گے (ان کیلئے) دنیا میں فائدہ حاصل کرنا ہے پھر ہماری طرف انہوں نے لوٹنا ہے پھر ہم ان کو ان کے کفر کرنے کے سبب سے عذاب شدید (کا مزہ) چکھائیں گے۔

ثالثاً: سورۂ الحجر کے مضمون کی آیتیں اس طرح ہیں کہ: ﴿إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿٧٢﴾﴾ (ص) جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا میں مٹی کا ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں جب اسے درست بنالوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم اس کیلئے سجدہ میں گر جانا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر اپنے امر سے روح پھونکی نہ کہ خود اس کے اندر داخل ہوا۔ العیاذ باللہ۔ نیز فرشتوں کو بھی کہا جاتا "فإذا دخلت فیہ" (یعنی جب میں اس میں داخل ہو جاؤں) نہ کہ "نفخت فیہ من روحی" (اس میں اپنی روح میں سے پھونک دو)۔

رابعاً: اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو خطاب کرتا ہے:﴿ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴾ (البقرة: ۳٦) (الأعراف: ٢٤)
اور تمہارے لئے زمین ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک وقت تک فائدہ لینا۔

اور اپنے لئے صاف فرماتا ہے:﴿ ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ ﴾ (الملك: ١٦) ﴿ أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ ﴾ (الملك: ١٧) کیا تم اس سے امن میں ہو جو آسمان میں ہے۔یہ صریحاً مباینت پر دلیل ہے۔

خامساً : شیطان نے آدم و حوا علیہا السلام کو یوں بتایا تھا کہ:﴿ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ۝ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ۝ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ ﴾ (الأعراف: ٢٢)
تمہیں تمہارے رب نے اس پودے سے اسی لئے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ کی زندگی پانے والے ہو جاؤ، ان کو قسمیں دیں کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں پس ان دونوں کو قریب لے آیا پھر ان دونوں نے درخت کو چکھا۔
ثابت ہوا کہ ان دونوں نے اس درخت کو اس لئے کھایا کہ وہ ملک ہو جائیں یا خلود حاصل کریں۔اگر اس کے اندر معاذ اللہ خود اللہ تعالیٰ ہوتا تو ہرگز ایسی تمنا نہ کرتے کیونکہ کون ایسا بیوقوف ہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ موجود ہو پھر بھی وہ اس سے گھٹیا صفت کی خواہش کرے کہ میں فرشتہ بنوں یا کچھ اور۔

سادساً: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ:﴿ يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ﴾ (البقرة: ٣٥) اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور اس سے جہاں سے چاہو خوب سیر ہو کر کھاؤ۔
ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کے اندر نہیں تھا کما قیل، کیونکہ نبی اکرم علیہ السلام کبھی کبھی صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب حاصل کرنے کی غرض سے کھانے پینے سے بے نیاز ہو جاتے تھے جیسا کہ وصال الصوم (دائمی روزے) کی حدیث میں ہے کہ:

إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ.

ترجمہ: میں رات بسر کرتا ہوں مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔

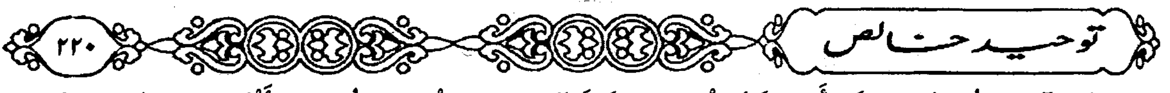
اس کو امام بخاری نے بروایت انس مرفوعاً ذکر کیا ہے۔([1])
اور جس کے اندر خود اللہ تعالیٰ تشریف رکھتا ہو وہ کیسے کھائے گا یا پئے گا۔فتفکر۔

سابعاً: بلکہ یہ حکم کہ دونوں جنت میں رہو اور اس میں سے کھاتے رہو یہ خود آمر اور مامور میں مباینت کو ثابت کرتا ہے۔

ثامناً: آدم علیہ السلام کی پیدائش حدیث ترمذی میں مذکور ہے وفیہ: (... فَإِذَا فِيهِمْ رَجُلٌ أَضْوَؤُهُمْ أَوْ مِنْ أَضْوَئِهِمْ قَالَ يَا رَبِّ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا ابْنُكَ دَاوُدُ قَدْ كَتَبَ لَهُ عُمْرَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ يَا رَبِّ زِدْهُ فِي عُمْرِهِ قَالَ ذَاكَ الَّذِي كَتَبْتُ لَهُ قَالَ أَيْ رَبِّ فَإِنِّي قَدْ جَعَلْتُ لَهُ مِنْ عُمْرِي سِتِّينَ سَنَةً قَالَ أَنْتَ وَذَاكَ قَالَ ثُمَّ أُسْكِنَ الْجَنَّةَ مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ أُهْبِطَ

---

[1] ـ صحيح البخاري (١ / ٢٦٣) كِتَاب الصَّوْمِ بَاب التَّنْكِيلِ لِمَنْ أَكْثَرَ الْوِصَالَ رَوَاهُ أَنَسٌ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حديث رقم (١٨٢٩)



مِنْهَا فَكَانَ آدَمُ يَعُدُّ لِنَفْسِهِ قَالَ فَأَتَاهُ مَلَكُ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُ آدَمُ قَدْ عَجَّلْتَ قَدْ كُتِبَ لِي أَلْفُ سَنَةٍ قَالَ بَلَى وَلَكِنَّكَ جَعَلْتَ لِابْنِكَ دَاوُدَ سِتِّينَ سَنَةً...) الحديث.

ان میں ایک مرد انتہائی روشن چہرے والا تھا۔ آدم علیہ السلام نے کہا اے رب یہ کون ہے؟ فرمایا: آپ کا بیٹا داؤد ہے۔ اس کی عمر چالیس سال لکھی۔ آدم علیہ السلام نے کہا اے رب اس کی عمر زیادہ بنا، اللہ نے فرمایا اس کی عمر یہی ہے جو میں نے لکھ دی ہے۔ آدم نے کہا اے رب میں اپنی عمر میں سے اس کو ساٹھ سال دیتا ہوں اللہ نے فرمایا تیری مرضی، پھر آدم علیہ السلام بہشت میں رہے، جتنا اللہ نے چاہا، پھر وہاں سے اتارے گئے آدم علیہ السلام اپنی عمر گنتے تھے، جب ان کے پاس ملک الموت آیا تو آدم علیہ السلام نے کہا کہ تم نے جلدی کی ہے، میری عمر تو ہزار سال ہے، فرشتے نے کہا ٹھیک ہے، مگر آپ ساٹھ سال اپنے بیٹے داؤد کو دے چکے ہیں۔ (۱)

یہ خود تباین کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ تو آسمانوں کے اوپر ہے "كما هو نص القرآن و الحديث" اور آدم زمین پر اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف ملک الموت آتا ہے۔

تاسعاً : أخرج البيهقى فى الأسماء والصفات عن سلمان ، رفعه ، قال : لما خلق الله تعالى آدم قال : يا آدم واحدة لى وواحدة لك وواحدة بينى وبينك ، فأما التى لى فتعبدنى ولا تشرك بى شيئا ، وأما التى لك فما عملت من شىء جزيتك به ، وإن أغفر فأنا الغفور الرحيم، وأما التى بينى وبينك فمنك المسألة والدعاء وعلى الإجابة والعطاء واخرجه عنه موقوفا ايضاً.

امام بیہقی "الاسماء والصفات" میں سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو فرمایا اے آدم ایک میرے لئے اور ایک تیرے لئے اور ایک میرے اور تیرے درمیان، وہ جو میرے لئے ہے یہ کہ تو میری عبادت کر اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنا اور تیرے لئے یہ کہ تو جو عمل کرے گا میں اس کا بدلہ دوں گا اور اگر معاف کر دوں تو میں بخشنے والا مہربان ہوں اور وہ جو میرے اور تیرے درمیان ہے تو تو نے مانگنا اور مجھے پکارنا ہے اور میں نے تجھے دینا ہے اور تیری دعا قبول کرنا ہے اور سلمان رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی روایت کی۔ (۲)

یہ تقسیم خود تباین پر دلالت کرتی ہے بلکہ جملہ "بيني وبينك" (میرے اور تیرے درمیان) تو بالکل اپنے مطلب میں واضح ہے۔

عاشراً: آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہے۔

ففى القرآن : ﴿كَمَثَلِ ءَادَمَ خَلَقَهُۥ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ۞٥٩﴾ (آل عمران)

قرآن میں ہے: آدم کی طرح کہ اس کو مٹی سے پیدا کیا، پھر کہا ہو جا پس ہو گیا۔

وفى الحديث: وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ.

۱ـ (حسن صحيح) صحيح سنن الترمذي رقم (۳۳٦۸)، سنن الترمذي (۱۸۲/۲) كِتَاب التَّفْسِيرِ بَاب وَمِنْ سُورَةِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ رقم(۳۲۹۰)

۲ـ (ضعيف) ضعيف الجامع حديث رقم (٤٠٥٨) ، الأسماء والصفات للبيهقي (١٥٥) الهندي

حدیث میں ہے: آدم کو پیدا کیا، اس سے جو تمہیں بتایا گیا ہے۔ مسلم بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعا([1])

اور یہ اللہ کی شان مبارک میں بڑی گستاخی بلکہ سخت توہین اور تحقیر ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ مٹی کے جسم کے اندر داخل ہے یا حلول کر چکا ہے۔ سبحان اللہ رب العرش عما یصفون. **تلك عشرة كاملة.**

توحید کی تیسری تشریح بھی باطل ہے

(کہ خدا رحمتِ عالم علیہ السلام کی شکل و وجود میں ظاہر ہوا)

تشریح سوم بھی چند وجوہ سے فاسد و مردود اور حقائق کے خلاف ہے۔

الاول: آپ علیہ السلام کا معراج پر جانا اس صورت میں (معاذ اللہ) فضول تھا نیز اللہ تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آنا جانا چہ معنی دارد؟ ایضاً وحی کا نزول کس پر ہوتا تھا، قرآن کس پر اتارا گیا ایضاً آپ کی عبادت رکوع سجود اور دعائیں پھر آسمانوں کی طرف تحویل قبلہ کی تمنا لے کر نظریں اٹھانا اور آسمان کی طرف دیکھتے وقت یہ دعا کرنا کہ: یا مصرف القلوب ثبت قلبي على طاعتك([2]) اے دلوں کو پھیرنے والے میرا دل اپنی اطاعت پر ثابت رکھ۔ دیکھئے تیسویں حدیث

یہ سب کام اس تشریح کو غلط ثابت کرتے ہیں بلکہ آپ عابد اللہ معبود، آپ ساجد وہ مسجود، آپ داعی وہ مدعو و مجیب، آپ سائل وہ دینے والا۔ آپ اس کی ملکیت اور رعیت وہ مالک و حاکم۔ ؎ ببین فرق از کجا است تا بکجا۔

الثاني: قرآن حکیم میں ہے: ﴿فَإِنَّهُۥ نَزَّلَهُۥ عَلَىٰ قَلۡبِكَ بِإِذۡنِ ٱللَّهِ﴾ (البقرة: ۹۷)

جبریل نے قرآن آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے پہنچا دیا ہے۔

﴿وَإِنَّهُۥ لَتَنزِيلُ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ ٱلرُّوحُ ٱلۡأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلۡبِكَ لِتَكُونَ مِنَ ٱلۡمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾﴾ (الشعراء)

یہ رب العالمین کا اتارا ہوا ہے اسے روح امین نے آپ کے دل پر نازل کیا ہے تاکہ آپ ڈرانے والوں سے ہو جائیں۔

صاف ظاہر ہے کہ آپ اللہ کے رسول علیہ السلام ہیں اور آپ کے دل پر جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچایا نہ کہ خود اس کی شکل میں آیا کہ اس کے اندر حلول کیا۔ حاشا اللہ

والثالث: اگر ایسا ہوتا تو آپ اس عورت کو ایماندار نہ کہتے جس نے آپ کے سوال کہ "أين الله" (اللہ کہاں ہے؟) پر جواب دیا کہ آسمان کے اوپر بلکہ آپ اس کو رد فرماتے کہ نہیں وہ تو خود میں ہوں۔ وہ میری شکل میں ہے یا کہ یہ کہتے کہ نہیں وہ تو اندر میرے وجود میں ہے۔ تعالى عن ذلك و تقدس.

---

[1]– صحيح مسلم كِتَاب الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ بَاب فِي أَحَادِيثَ مُتَفَرِّقَةٍ حديث رقم (٥٣١٤) من حديث عائشة مرفوعا

[2]–(صحيح) ظلال الجنة – برقم (٢٣١) سنن النسائي, كتاب عمل اليوم والليلة ما يقول إذا رفع رأسه إلى السماء .

الرابع: قَالَ الله تَعَالیٰ: ﴿ وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ ٱلْقُرْءَانُ جُمْلَةً وَٰحِدَةً ۚ كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِۦ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَٰهُ تَرْتِيلًا ﴿٣٢﴾ ﴾ (الفرقان) ترجمہ: کفر کرنے والے کہتے ہیں، اس پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اتارا گیا، اسی طرح (ہم نے نازل کیا) تاکہ آپ کے دل کو اس کے ذریعہ قوی رکھیں اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کے اتارا ہے۔

اگر ایسا ہوتا جیسا کہ تشریح میں کہا گیا ہے تو یہ جواب صحیح ہر گز نہ ہوتا، کیونکہ نہ تفریق فی التنزیل کا سوال پیدا ہوتا ہے نہ دل میں اس کو ثابت و مضبوط کرنے کا جبکہ وہ بقول ان کے خود اندر موجود ہے۔

الخامس: حدیث میں آپ ﷺ کی یہ دعا مروی ہے کہ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ... اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں تیرے بندے کا بیٹا اور تیری بندی کا بیٹا، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ ([1])

یہ صراحتاً مباینت پر دلیل ہے نیز جملہ "نَاصِيَتِي بِيَدِكَ" پر غور کریں۔ اس کا مفہوم آیت ﴿ وَهُوَ ٱلْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ ۚ.. ﴾ (الأنعام: ۱۸) کے مفہوم کے قریب ہے اور کیا یہ اس کی شان ہو سکتی ہے جو اس کے اندر موجود ہو یا اس کی شکل میں ہو۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

والسادس: وہ حدیثیں کہاں جائیں گی جن میں آپ ﷺ کے فضائل مذکور ہیں۔ دیکھئے مشکوٰۃ ([2])، مثلاً:

أَنَا ... أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ. ترجمہ: میں سب سے پہلے سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی۔ امام مسلم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا۔ ([3])

یہ شفاعت کس کے ہاں ہوگی، اوپر احادیث میں ذکر ہوا کہ آپ تحت العرش جا کر سجدہ میں گریں گے۔

وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً.

ترجمہ: میں سب انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں، بخاری و مسلم نے اس کو بروایت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ ذکر کیا۔ ([4])

کس نے آپ کو بھیجا ہے، حدیث نمبر ۳ میں گزرا کہ اس عورت نے آسمان کی طرف اشارے سے بتایا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اس کو مومنہ کہا نہ کہ اس کو غلط کہا کہ بھیجنے والا میرے اندر ہے یا میں ہی اپنے آپ کو بھیجنے والا ہوں کتنی بے وزن بات ہے۔

وَأَنَا حَبِيبُ الله. الحديث

ترجمہ: میں اللہ کا حبیب ہوں... امام دارمی و امام ترمذی نے اس کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ([5])

---

[1]– (صحيح) السلسلة الصحيحة حديث رقم (۱۹۹) ، ابن السني في عمل اليوم والليلة

[2]– المشكاة (۵۱۱–۵۱۴) .

[3]– صحيح مسلم كِتَاب الْفَضَائِلِ بَاب تَفْضِيلِ نَبِيِّنَا ﷺ عَلَى جَمِيعِ الْخَلَائِقِ حديث رقم (۴۲۲۳)

[4]– صحيح البخاري كِتَاب التَّيَمُّمِ حديث رقم (۳۲۳) ، اخرجاه من حديث جابر

[5]– (ضعيف) ضعيف سنن الترمذي حديث رقم (۳۶۱۶)، سنن الترمذي كِتَاب الْمَنَاقِبِ بَاب فِي فَضْلِ النَّبِيِّ ﷺ حديث رقم (۳۵۴۹) .

اگر اللہ تعالیٰ معاذ اللہ آپ ﷺ کی شکل میں ہوتا تو آپ اس کے بجائے عین اللہ کہتے۔

ثُمَّ أَقُومُ عَنْ يَمِينِ الْعَرْشِ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ يَقُومُ ذَلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِي.

پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا رہوں گا اور مخلوق میں سے اس مقام پر میرے سوا کوئی کھڑا نہ ہوگا، امام ترمذی نے اس کو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔(۱)

کیا اس مخصوص قرب میں جو آپ ﷺ کو حاصل ہوگا اس وقت اللہ تعالیٰ آپ کے وجود سے نکل جائے گا؟

﴿فَمَالِ هَٰٓؤُلَآءِ ٱلْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴿٧٨﴾﴾ (النساء) ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ بات نہیں سمجھ رہے۔

السابع: قرآن کریم نے آپ ﷺ کی صفات میں سے ایک صفت ﴿وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ﴾ (الأحزاب: ٤٦) بتائی ہے یعنی اللہ کی طرف خلق کو بلاتے ہیں نہ کہ خود اللہ یا اس کی منزل گاہ ہیں۔

الثامن: کفار نے آپ ﷺ سے مطالبے کئے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ:

﴿أَوْ تَأْتِيَ بِٱللَّهِ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةِ قَبِيلًا ﴿٩٢﴾﴾ (الإسراء) یا تو اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے لا۔

سب کا جواب یہی دیا کہ: ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ﴿٩٣﴾﴾ (الإسراء)

میرا رب پاک ہے، میں تو صرف انسان رسول ہی ہوں۔

ورنہ یہی کہتے کہ میں خود اللہ ہوں اس بھیس میں زمین پر اترا ہوا ہوں یا یہ کہ میرے وجود میں اللہ موجود ہے۔

الله لا إله إلا هو رب العرش العظيم.

التاسع: کئی دعاؤں میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی صفت علو کا اقرار کیا ہے جیسا حدیث (۱۴۵) میں گزرا: وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ. وفى صحيح مسلم من حديث جويرية مرفوعا : سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ.

وفى حديث البخارى من حديث البراء : اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ. وفى حديث الصحيحين من حديث ابن عباس : لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ. وعندهما من حديث عبد الله بن أبى أوفى : اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ... وغيرها من الادعية.

تو ظاہر ہے تیرے اوپر اور کوئی چیز نہیں ہے(۲)۔

۱- (ضعيف) ضعيف سنن الترمذي (٣٦١١) ، سنن الترمذي كِتَاب الْمَنَاقِب بَاب فِي فَضْلِ النَّبِيِّ ﷺ حديث رقم (٣٥٤٤)

۲. صحيح مسلم كِتَاب الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ بَاب مَا يَقُولُ عِنْدَ النَّوْمِ وَأَخْذِ الْمَضْجَعِ حديث رقم (٤٨٨٨)

صحیح مسلم میں بحدیث جویریہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً ہے ہم اللہ کی تنزیہ کرتے ہیں اور اس کی حمد مخلوق کے عدد جتنی اور اس کی اپنی رضا جتنی اور اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی مقدار میں کرتے ہیں(۱)۔ اور صحیح بخاری کی حدیث براء میں ہے، اے اللہ تیری کتاب پر جو تو نے اتاری اور تیرے نبی پر جو تو نے بھیجا میں ایمان لایا(۲)۔ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے، اللہ عظیم، حکیم کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ عرش عظیم کا رب ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمانوں کا رب ہے زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔(۳)

بخاری و مسلم میں عبد اللہ بن ابی اوفی کی حدیث میں ہے، اے اللہ کتاب اتارنے والے جلدی حساب لینے والے۔(۴)

العاشر: پھر کافروں کا مطالبہ کہ:﴿أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ ...﴾(الإسراء: ۹۳) یا آسمان میں چڑھ جا اور ہم چڑھنے پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہم پر کتاب اتار لا جسے ہم پڑھیں۔

اس میں بھی کھلی دلیل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں اللہ ہوں اس صورت میں اترا ہوں یا یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے جسم میں موجود ہے بلکہ یہی دعویٰ کیا کہ:﴿إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾(الأعراف: ۱۵۸) میں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

﴿وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ﴾(الأنعام: ۱۹) میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا تا کہ تمہیں اور جن تک پہنچے ڈراؤں۔

﴿قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُم بِالْوَحْيِ ...﴾(الأنبياء: ۴۵) میں تم کو وحی کے ذریعہ ڈراتا ہوں۔

تلك عشرة كاملة. (دس دلائل مکمل ہو گئے)

اور ان سب باتوں کے علاوہ یہ آیت بھی کافی ہے: ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب ۩ (۱۹)﴾(العلق) اور سجدہ کر اور اس کا قرب حاصل کر۔ اگر اللہ آپ کے اندر ہوتا تو یہ حکم کس نے دیا اور کیسے دیا۔ اللّٰهُمَّ أرنا الحق حقا والباطل باطلا.

توحید کی چوتھی تشریح بھی باطل ہے کہ: اللہ ہر انسان کے روپ میں ہے

تشریح چہارم بھی کئی وجوہ کی بناء پر غلط و ساقط ہے۔

اول: یہ کہ یہ عقلاً محال ہے کیونکہ انسانوں میں اچھے، برے، نیک اور بد، مسلمان، کافر، منافق ہر قسم کے ہیں ان سب کے روپ میں اللہ تعالیٰ ہو ہرگز ہرگز یہ بات عقل سلیم تسلیم نہیں کرے گی۔

۱- صحيح مسلم كِتَاب الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ بَاب التَّسْبِيحِ أَوَّلَ النَّهَارِ وَعِنْدَ النَّوْمِ حديث رقم (۴۹۰۵)

۲- صحيح البخاري كِتَاب الْوُضُوءِ بَاب فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوءِ حديث رقم (۲۳۹)

۳- صحيح البخاري كِتَاب الدَّعَوَاتِ بَاب الدُّعَاءِ عِنْدَ الْكَرْبِ حديث رقم (۵۸۷۰) كما في المشكوة

۴- صحيح البخاري كِتَاب الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ بَاب الدُّعَاءِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ بِالْهَزِيمَةِ وَالزَّلْزَلَةِ حديث رقم (۲۷۱۶)



دوم: انسان کبھی حلال کھاتا ہے کبھی حرام کبھی حسنات کماتا ہے تو کبھی سیئات کا مرتکب ہوتا ہے تو کیا معاذ اللہ سب کام اللہ ہی کرتا ہے؟" تعالى الله عن ذلك نسبح بحمده ونقدس له".

سوم: اگر یہ ہوتا تو پھر نیک اعمال پر جزا اور برے اعمال پر سزا کس کے لئے ہے اور کون دینے والا ہے یہ سب کچھ شریعت و دین الٰہی کو معطل کرنے کیلئے کہا جاتا ہے دراصل یہی دہریت ولا دینیت ہے۔ نسأل الله تعالىٰ العافية.

چہارم: قدسی حدیث میں ہے کہ: يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ لقيتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً. ترجمہ: اے ابن آدم اگر تو مجھے زمین کے برابر گناہوں کے ساتھ ملے، مگر میرے ساتھ تو نے کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو تو اس قدر تجھے مغفرت دوں گا۔ اس کو ترمذی نے سیدنا انس سے روایت کیا اور حسن کہا۔ (۱)

یہ جمیع اولاد آدم کو خطاب ہے اگر معاذ اللہ وہ ہر ایک آدمی میں موجود ہے تو پھر لَقِيتَنِي کا کیا مطلب جب ہر ایک سے باری تعالیٰ مبائن ہو تبھی یہ خطاب صحیح ہوگا۔

پنجم: احادیث نزول باری تعالیٰ میں یہ خطابات ربانی مذکور ہیں کہ: أَنَا الْمَلِكُ مَنْ ذَا الَّذِي يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ ذَا الَّذِي يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ ذَا الَّذِي يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ. (۲)

میں بادشاہ ہوں کوئی ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو دوں کوئی ہے جو مجھے پکارے اور میں قبول کروں، کوئی ہے جو مجھ سے بخشش چاہے اور میں اسے بخش دوں۔

اور مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ: مَنْ ذَا الَّذِي يَسْتَرْزِقُنِي فَأَرْزُقَهُ مَنْ ذَا الَّذِي يَسْتَكْشِفُ الضُّرَّ فَأَكْشِفَهُ عَنْهُ.

کوئی ہے جو مجھ سے رزق طلب کرے، میں اسے دوں، کوئی ہے جو تکلیف دور کرنے کی دعا کرے اور میں اسے (تکلیف سے) آزاد کردوں۔ (۳)

کتاب "الرد على الجهمية لأبی سعيد الدارمی" کی حدیث میں ہے کہ: ألا من مريض يستشفى فيشفى؟

کیا کوئی مریض ہے جو شفاء چاہے اور اس کو شفاء دے دی جائے؟ (۴)

آسمان دنیا پر ان خطابات سے ظاہر ہے کہ باری تعالیٰ اوپر اور بائن عن الخلق ہے اگر ان میں موجود ہے تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب؟ اس طرح اوپر سے پکارنے والا کون ہوگا؟۔ ﴿ذَٰلِكُمُ اللَّهُ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ﴾.

۱- (صحيح) صحيح الترمذي رقم (۳۵٤۰)، (۲۹۳/۲) كِتَاب الدَّعَوَاتِ بَاب فِي فَضْلِ التَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ... برقم (۳٤٦۳)

۲- (صحيح) مختصر العلو ، مسند أحمد حديث رقم (۱۸۸)

۳- (صحيح) ظلال الجنة حديث رقم (٤۹۷) ، مسند أحمد حديث رقم (۷۱۹٦)

٤- الرد على الجهمية للدارمي (٤۱) حديث رقم (٦٥)



ششم: قرآن حکیم میں ہے کہ:﴿ قَالَ أَرَءَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَّوْفُورًا ﴿٦٣﴾ ﴾ (الإسراء)

دیکھنا یہ جس کو تو نے مجھ پر عزت دی ہے اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے دے میں اس کی اولاد کو (سوائے چند کے) ہلاک کر دوں، اللہ نے فرمایا جا جو ان میں سے تیری اتباع کرے گا پس جہنم تم سب کی پوری پوری سزا ہے۔

یہ مضمون اس عقیدہ کی سخت تردید ہے اور مباینت کی دلیل ہے۔

ہفتم: یہ عقیدہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توہین کا موجب ہے کیونکہ بعض روایات میں شیطان کے انسان پر تسلط وغیرہ کا ذکر ہے۔

مثلاً: أخرج البخاري من حديث أبي هريرة مرفوعا : يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ علي كُلِّ عُقْدَةٍ مَكَانَهَا عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ فَإِنْ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ الله انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقَدُهُ كُلُّهَا...الحديث. (١)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں جب تم میں سے کوئی سوتا ہے تو اس کی گدی پر شیطان تین گرہیں لگاتا ہے، ہر گرہ پر یہ ضرب لگاتا ہے کہ سو جا رات لمبی ہے، اگر انسان جاگے اور اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وضو کرے، دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور نماز پڑھنے سے تیسری گرہ کھل جاتی ہے۔ امام مسلم نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

کیا معاذ اللہ جس وجود کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ رہتا ہو اس کے ساتھ شیطان ایسی حرکت کر سکتا ہے؟ ایضاً جس شیطان کی حرکت اللہ کے نام لینے سے بھی ختم ہو جاتی ہے، اگر وہ اللہ وہاں پہلے ہی موجود ہوتا ہے تو کیا وہ کوئی حرکت وہاں کر سکتا ہے؟ ہر گز نہیں!

و أخرج البخاري : عن ابن مسعود قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ مَا زَالَ نَائِمًا حَتَّى أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص کا ذکر ہوا جو صبح تک سویا رہتا ہے نماز کیلئے نہیں اٹھتا، آپ ﷺ نے فرمایا اس کے کان میں شیطان پیشاب کرتا ہے، اس کو امام مسلم نے بھی ذکر کیا ہے۔ (٢)

جس وجود کے اندر اللہ موجود ہو (بقول حلولیہ) اس کے کان میں شیطان پیشاب کرے گا؟﴿ تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِن فَوْقِهِنَّ ... ﴾ (الشورى: ٥)

١- صحيح البخاري كتاب بَدْءِ الْخَلْقِ بَاب صِفَةِ إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ حديث رقم (٣٠٢٩) ، صحيح مسلم كِتَاب صَلَاةِ الْمُسَافِرِينَ وَقَصْرِهَا بَاب مَا رُوِيَ فِيمَنْ نَامَ اللَّيْلَ أَجْمَعَ حَتَّى أَصْبَحَ حديث رقم (١٢٩٥)

٢- صحيح البخاري كِتَاب الْجُمُعَةِ بَاب إِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ حديث رقم (١٠٧٦) ، صحيح مسلم كتاب صَلَاةِ الْمُسَافِرِينَ وَقَصْرِهَا بَاب مَا رُوِيَ فِيمَنْ نَامَ اللَّيْلَ أَجْمَعَ حَتَّى أَصْبَحَ حديث رقم (١٢٩٣)

وأخرج الشيخان وأبوداؤد من حديث انس مرفوعا : إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ.

امام بخاری و امام مسلم اور امام ابوداؤد، سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں، کہ شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے، "الجامع الصغیر" میں اسی طرح ہے، بخاری وغیرہ کے الفاظ جو کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے ہیں یہ ہیں شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے۔ (1)

کیا جس وجود میں اللہ موجود ہو اس کے ساتھ شیطان ایسا اختلاط اور مشارکت کر سکتا ہے؟ "تعالیٰ عن ذلك وتنزه".

وأخرجا من حديث ابن عباس مرفوعا : لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ فَقَالَ بِاسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبْ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرُّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا.

امام بخاری و امام مسلم ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں: جب تم میں سے کوئی اپنی عورت کے ساتھ مجامعت کرنا چاہے تو کہے اللہ کے نام سے اے اللہ ہمیں شیطان سے دور کر اور شیطان کو اس سے دور کر جو تو ہمیں عطا کرے اگر ان میں اولاد مقدر ہوئی تو شیطان کبھی بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا، مشکوٰۃ میں اسی طرح ہے۔ (2)

کیا شیطان اللہ تعالیٰ کے کاموں میں بھی دخل دے سکتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں بھی وہ شرکت کر سکتا ہے؟ حاشاللہ۔

وفی القرآن : ﴿وَشَارِكْهُمْ فِي ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَوْلَٰدِ ...﴾ (الإسراء:٦٤) ان کے ساتھ مالوں اور اولاد میں مشارکت کر۔

ایضاً: اللہ تعالیٰ کے نام سے جب شیطان دور رہتا ہے تو جہاں وہ (بقول ان کے) موجود ہے وہاں کیسے پہنچے گا۔

ایضاً: کیا میاں بیوی دونوں میں اللہ ہے وہ کیسے کیا؟ تقسیم شدہ ہے، پھر تو یہ حادث رہا یا متعدد خدا ہیں، یہ شرک ہے یا باری باری ایک دوسرے میں ہے، یہ جہاں ایک طرف مذاق ہے تو دوسری طرف اتحاد کا دعویٰ بھی ختم ہوا نیز صرف ایک جوڑا نہیں کئی گھرانے آباد ہیں اب باری کا سلسلہ کیسے رہے گا۔ (الغرض یہ عقیدہ محض اس لئے گھڑا گیا کہ نہ اللہ تعالیٰ کا کوئی صحیح مفہوم ذہن میں بیٹھے نہ اس کے ماننے کی ضرورت محسوس ہو اس طرح عبادات و شرائع سب ختم ہو جائیں)۔

﴿يُرِيدُونَ أَن يُطْفِـُٔواْ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَيَأْبَى ٱللَّهُ إِلَّآ أَن يُتِمَّ نُورَهُۥ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٣٢﴾﴾ (التوبة)

یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ انکار کرتا ہے الا یہ کہ وہ اپنے نور کو مکمل کرے گا، چاہے کافر پسند نہ کریں۔

نیز احادیث میں اور مقامات پر شیطان کی شرکت کا ذکر ہے مثلاً کھانا پینا سواری پر چڑھنا لباس پہننا، خوشبو لگانا گھر میں داخل ہونا اور نکلنا وغیرہ وغیرہ یہ صاف بتاتے ہیں کہ اللہ اپنے عرش پر بائن عن العباد و جمیع الخلق ہے۔

ہشتم: انسان کی چار حالتیں قرآن نے بیان کی ہیں پہلے عدم پھر وجود پھر موت پھر احیا۔

1- صحيح البخاري كِتَاب الْأَحْكَام بَاب الشَّهَادَة تَكُونُ عِنْدَ الْحَاكِمِ. . حديث رقم (٦٦٣٦) ، كذا في الجامع الصغير (٦٨/١) وفي لفظ البخاري (٤٦٤/١) وغيره من حديث صفية ان الشيطان يجري من الانسان مجري الدم الحديث.

2- صحيح البخاري كِتَاب التَّوْحِيدِ بَاب السُّؤَالِ بِأَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَالِاسْتِعَاذَةِ بِهَا حديث رقم (٦٨٤٧) ، المشكاة (٢١٢)



قال: ﴿وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ...﴾ (البقرة: ۲۸)

فرمایا: تم مردہ تھے پھر تم کو زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا اور پھر تمہیں زندہ کرے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ وجود سے پہلے خود اللہ کہاں تھا اور مرنے کے بعد کہاں جاتا ہے نیز وجود اور موت بتدریج ہوتا ہے پھر کتنے اللہ مانے جائیں اگر ایک مانا جائے تو کیسے آتا جاتا ہے کتنا بیہودہ عقیدہ ہے یا یوں کہو گے کہ وجود سے پہلے اللہ خود موجود نہ تھا تو پھر اللہ ہی نہ رہا، اگر نہیں تو پھر لا موجود إلاھو کیسے بنے گا یعنی تسلیم کرنا پڑے گا کہ دوسرے وجودوں سے قبل وہ موجود تھا، اس کے علاوہ انسان مختلف مقامات پر بستے ہیں یہاں کیا تعداد مانو گے یا تقسیم؟ ﴿فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ (المائدة) یہ ان کیلئے چالیس سال تک حرام ہے، زمین میں بھٹکتے رہیں گے۔

اہل سنت کا آسان عقیدہ ہے کہ: ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ۝ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ ۝ وَإِن تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى ۝ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۝﴾ (طه)

رحمن جل شانہ اپنے عرش پر مستوی ہے، آسانوں زمینوں، ان کے درمیان اور نیچے سب پر اس کی حکومت ہے کوئی بات ظاہر ہو یا چھپی اس کو وہ جانتا ہے اور وہ ایک اللہ ہے اس کے اچھے نام ہیں۔

قال اللہ تعالی: ﴿أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝﴾ (الطور)

کیا ان کے پاس سیڑھی ہے کہ (چڑھ کر آسمان کی) باتیں سن لیا کرتے ہیں تو ان کا سننے والا کوئی صاف دلیل لائے۔

قال ابن جرير في تفسيره يقول: أم لهم سلم يرتفعون فيه إلى السماء يستمعون عليه الوحي، فيدعون أنهم سمعوا هنالك من الله أن الذي هم عليه حقّ، فهم بذلك متمسكون بما هم عليه. فإن كانوا يدّعون ذلك فليأت من يزعم أنه استمع ذلك، فسمعه بسلطان مبين، يعني بحجة تبين أنها حقّ، كما أتى محمد ﷺ بها على حقيقة قوله، وصدقه فيما جاءهم به من عند الله. والسُّلَّم في كلام العرب: السبب والمرقاة. ومنه قوله : جعلت فلانا سلما لحاجتي إذجعلته سببا لها. ([1])

امام ابن جریر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا ان کے پاس سیڑھی ہے جس کے ذریعے آسمان پر چڑھتے ہیں اور وہاں وحی سنتے ہیں پھر یہ دعوی کریں کہ انہوں نے وہاں اللہ کی طرف سے سنا ہے کہ ہم ہی حق پر ہیں، اس لئے ہم اپنے نظریہ پر قائم ہیں، اگر یہ لوگ اس کا دعویٰ کریں تو جو شخص اس کا دعوی کرے کہ میں نے آسمان پر سے سنا ہے تو کوئی واضح دلیل پیش کرے جو اس کے حق ہونے کو ثابت کرے جیسا کہ محمد ﷺ نے دلیل پیش کی ہے کہ وہ جو کچھ اللہ کی طرف سے لائے ہیں

---

[1]– تفسير الطبري (٣٤/٢٧) ، وهكذا في تفسير القرطبي (٧٥/١٧) تفسير ابن كثير (٢٤٤/٤) والخازن مع البغوي (٢١٠/٦) تفسير ابن كثير (١٩٣/٤) تفسير الشوكاني (٩٩/٥) تفسير القاسمي (٥٥٤٨/١٥) ، وعامة التفاسير

حق ہے، والسُّلّم کلامِ عرب میں سبب اور سیڑھی کیلئے بولا جاتا ہے اس سے یہ قول ہے کہ میں نے فلاں کو اپنی ضرورت کیلئے سبب بنایا ہے قرطبی، ابن کثیر، خازن، نسفی، شوکانی، القاسمی کی تفسیر اور عام تفاسیر میں بھی اسی طرح ہے۔

اگر مذہب سلف واہل سنت صحیح نہ ہوتا یعنی اللہ تعالیٰ عرش پر نہ ہوتا اور بائن عن الخلق نہ ہوتا تو یہ چیلنج ہرگز صحیح نہ ہوتا بلکہ بے معنی ولغو ہوتا معاذ اللہ۔﴿ إِنَّهُۥ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿١٣﴾ وَمَا هُوَ بِٱلْهَزْلِ ﴿١٤﴾ ﴾ (الطارق)

نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ باطل عقیدہ کفار عرب کا بھی نہ تھا ورنہ وہ اس چیلنج کے مقابلہ میں ضرور آتے اور کہتے کہ وہ اللہ وحی بھیجنے والا تو ہمارے اندر موجود ہے یہ جرأت ان کو ہوئی جو کہ صوفیہ کا جھنڈا لئے کھڑے ہوئے ہیں۔

دہم: دلائلِ قرآنیہ میں فقرہ (وہ آیتیں جن میں فرشتوں کے اتارنے کا ذکر ہے) کی چھٹی آیت ملاحظہ ہو جہاں یہ بیان ہے کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ اتارتا ہے وہاں یہ بھی اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بائن عن الخلق اوپر ہے اور بنی نوع انسان زمین پر ہیں، اس لئے کفار عرب کا مطالبہ تھا کہ فرشتہ رسول بن کر ہماری طرف کیوں نہیں آتا جیسا کہ مذکور ہے کہ:﴿ وَمَا مَنَعَ ٱلنَّاسَ أَن يُؤْمِنُوٓا۟ إِذْ جَآءَهُمُ ٱلْهُدَىٰٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓا۟ أَبَعَثَ ٱللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا ﴿٩٤﴾ ﴾ (الإسراء) جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی ہے تو ان کو ایمان لانے سے یہی مانع ہے کہ کہتے ہیں کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

دوسری آیت میں ہے کہ:﴿ وَقَالُوا۟ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ﴾ (الأنعام: ٨). اور کہتے ہیں فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا۔

پس جواب دیا کہ اگر فرشتے بھی تمہاری طرح زمین پر بسنے والے ہوتے تو ان کی طرف بھی ہم آسمان سے فرشتے بنا کر بھیجتے مگر تم انسان ہی بستے ہو، اس لئے انسان کو تمہارے لئے رسول بنایا، ثابت ہوا کہ کسی انسانی جسم کے اندر اللہ تعالیٰ نہیں ورنہ اس میں مطالبہ کا کوئی مطلب نہیں نیز جواب بھی غلط ہوتا ہے بلکہ یہ جواب ہونا چاہئے تھا کہ میں خود تمہارے اندر موجود ہوں پس فرشتوں کو اتارنے یا بھیجنے کا کیا مطلب۔ تلك عشرة كاملة. (اس پر بھی دس دلائل مکمل ہوئے)۔

پانچویں شرح بھی باطل ہے کہ اللہ ہر نوع مخلوق میں موجود ہے

تشریح پنجم تو نہایت ہی سخیف اور جمیع تشریحات سے زیادہ باطل و مردود ہے، خود سابقہ تین تشریحات کی تردید اس کے بطلان کیلئے کافی ہے۔ مزید وجوہات ملاحظہ ہوں:

پہلی وجہ: یہ کہ مخلوق کے اندر حسن قبیح محبوب مبغوض سب اشیاء ہیں ان میں اللہ کا حلول ماننا، جہاں عقلاً محال وہاں شان باری تعالیٰ کے بھی بہت ہی خلاف ہے اور پھر ان کی اچھی بری حرکت سب اللہ کی ہو گی، تعالیٰ عن ذلك اور اسی طرح انسانوں، جانوروں یعنی کتوں، سوروں، بھیڑیوں وغیرہ اور پرندوں سب کی آوازیں اللہ کی ہوں گی۔ (نعوذ با لله من ذلك).

﴿ مَّا يَكُونُ لَنَآ أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَٰنَكَ هَٰذَا بُهْتَٰنٌ عَظِيمٌ ﴿١٦﴾ ﴾ (النور: ١٦)

ترجمہ: ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں۔ یا اللہ تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان اور تہمت ہے۔

عجب عقیدہ ہے (نقل کفر کفر نہ باشد) اللہ کبھی ہنستا ہے، کبھی روتا ہے، کبھی کھاتا ہے، کبھی پیتا ہے، کبھی جاگتا ہے، کبھی سوتا ہے، کبھی بیمار تو کبھی تندرست، کبھی مالدار ہے تو کبھی مفلس ہے، مانگتا پھرتا ہے حالانکہ قرآن حکیم یوں سمجھاتا ہے کہ:

﴿وَأَنَّهُۥ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ﴿٤٣﴾﴾ (النجم) ﴿وَأَنَّهُۥ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ﴿٤٨﴾﴾ (النجم)

وہی ہنساتا اور رلاتا ہے، اسی نے غنی کیا اور تنگ دست کیا۔

﴿وَٱلَّذِى هُوَ يُطْعِمُنِى وَيَسْقِينِ ﴿٧٩﴾ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾﴾ (الشعراء)

(اللہ) وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہوتا ہوں مجھے شفا دیتا ہے۔

﴿وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ﴾ الأنعام: ١٤ وہ کھانے کو دیتا ہے اور اسے کھانا نہیں دیا جاتا ہے

﴿وَهُوَ ٱلَّذِى يَتَوَفَّىٰكُم بِٱلَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِٱلنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ ...﴾ (الأنعام: ٦٠)

اور وہی تمہیں رات کے وقت (سُلاتا ہے) اور جو دن میں کرتے ہو اسے جانتا ہے پھر وہ تمہیں اٹھاتا ہے۔

﴿يَبْسُطُ ٱلرِّزْقَ لِمَن يَشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾ (الشورى: ١٢) جس کیلئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔

اسی طرح ان حلولیوں کا خدا کبھی تقریر اور وعظ کرتا ہے اور تلاوت کرتا ہے کبھی گاتا ہے، تو کبھی گالیاں بکتا ہے، حالانکہ قرآن حکیم میں ہے کہ: ﴿قَوْلُهُ ٱلْحَقُّ ...﴾ (الأنعام: ٧٣) ترجمہ: اس کا قول حق ہے۔

﴿حَتَّىٰٓ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا۟ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا۟ ٱلْحَقَّ ...﴾ (سبأ: ٢٣)

جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ زائل ہوتی ہے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا کہا، کہتے ہیں حق کہا۔

﴿قَالَ فَٱلْحَقُّ وَٱلْحَقَّ أَقُولُ ﴿٨٤﴾﴾ (ص) ترجمہ: کہا میں سچ کہتا ہوں اور ہمیشہ سچ کہا کرتا ہوں۔

﴿وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا ...﴾ (الأنفال: ٢)

جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

﴿وَإِذَا سَمِعُوا۟ مَآ أُنزِلَ إِلَى ٱلرَّسُولِ تَرَىٰٓ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ ٱلدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا۟ مِنَ ٱلْحَقِّ ...﴾ (المائدة: ٨٣)

جب سنتے ہیں جو ان کے رسول کی طرف اتارا گیا تو تو ان کی آنکھوں کو آنسوؤں سے تر دیکھے گا اس لئے کہ انہوں نے حق کو جان لیا ہے۔

﴿أَلَا بِذِكْرِ ٱللَّهِ تَطْمَئِنُّ ٱلْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾﴾ (الرعد) خبردار اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔

﴿ٱللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ ٱلْحَدِيثِ كِتَٰبًا مُّتَشَٰبِهًا مَّثَانِىَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ ٱلَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ ٱللَّهِ﴾ اللہ نے سب سے اچھی بات کتاب نازل کی اور ایک دوسرے سے ملتے احکام بار بار تلاوت کی جاتی ہے اس سے اللہ سے ڈرنے والوں کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کے چمڑے اور دل اللہ کی یاد کیلئے نرم ہو جاتے ہیں۔﴾ (الزمر: ٢٣)

نیز ان کا خدا کبھی نیچے ہوتا ہے کبھی اوپر کبھی فاعل کبھی مفعول کبھی محدث و نجس اور پلید بھی ہوتا ہے جبکہ ہمارے اللہ کی یہ صفت ہے کہ: ﴿ هُوَ ٱللَّهُ ٱلَّذِي لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْمَلِكُ ٱلْقُدُّوسُ ٱلسَّلَٰمُ ﴾ (الحشر: ۲۳)

وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ ہے۔ پاک اور سلامتی والا۔

نیز ان کا خدا کبھی کس شکل میں کبھی کس شکل، کبھی گول، کبھی مربع، کبھی مثلث، کبھی موٹا، کبھی دبلا پتلا، ہمارا اللہ ان سب صفات تجسم سے پاک ہے۔ ہم کو یہ لوگ الزام دیتے ہیں کہ یہ مجسمہ فرقہ ہے، حالانکہ ہم نے اللہ تعالیٰ کیلئے عرش پر ہونے کا عقیدہ اس لئے رکھا ہے کہ خود اللہ نے اپنی شان یوں قرآن میں بیان فرمائی ہے، وهوأعلم بشانه، اس طرح نبی کریم ﷺ کی حدیث میں بھی بیان ہے وهو أعلم العباد به تعالیٰ اور پھر اس پر ہمارا ایمان بدوں کیفیت و کمیت کے لئے ہے لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ یہی لوگ مجسمہ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کیلئے کیفیت و کمیت ثابت کر رہے ہیں، سبحانه عما يصفون.

نیز ان کا خدا کبھی مکان ہے جس میں سب اشیاء انسان حیوان وغیرہ داخل ہوتے ہیں، کبھی خود ان اشیاء کی شکل میں داخل ہوتا ہے یعنی داخل بھی خدا اور مدخول بھی خدا، انہیں کا خدا کبھی ظالم ہے تو کبھی مظلوم اور ہمارا اللہ ان سب نقائص سے منزہ ہے، خود عرش پر ہے اور یہ کہتا ہے کہ: ﴿ وَلَكُمْ فِي ٱلْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَٰعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٣٦﴾ ﴾ (البقرة)

اور تمہارے لئے زمین میں رہائش اور فائدہ حاصل کرنا ہے ایک وقت تک۔

یعنی زمین پر تم لوگ رہو اور مکان بناؤ اور رزق حاصل کرو اس کو آباد کرو نیز فرمایا کہ:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَٰعِفْهَا ... ﴾ (النساء: ٤٠)

اللہ ذرہ کے قدر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہے تو اسے بڑھاتا ہے۔

﴿ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّٰمٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾ ﴾ (فصلت) اور تیرا رب بندوں پر کوئی ظلم نہیں کرتا

﴿ وَمَآ أَنَا۠ بِظَلَّٰمٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٢٩﴾ ﴾ (ق) اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

ان کا خدا کبھی متجزی (یعنی الگ الگ اجزاء) بھی ہوتا ہے، ریت کے اونچے پہاڑ، دریا یہ سب متجزی ہوتے ہیں، سمندروں اور دریاؤں سے نہریں بہتی ہیں، درختوں سے پھل، پتے اور لکڑیاں توڑی جاتی ہیں، ریت اور پتھر منقسم ہوتے رہتے ہیں مگر ہمارے اللہ کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا کھلا کفر ہے۔

﴿ وَجَعَلُوا۟ لَهُۥ مِنْ عِبَادِهِۦ جُزْءًا ۚ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَكَفُورٌ ﴾ (الزخرف: ١٥)

اور اس کیلئے اس کے بندوں میں جزء بناتے ہیں یقیناً انسان ناشکری کرنے والا ہے۔

ان کا خدا کبھی آدم کی شکل میں بہشت سے زمین پر اتارا گیا اور کئی دن روتا توبہ کرتا رہا اور کبھی قابیل کی شکل میں بھائی کا قاتل کبھی ہابیل کی شکل میں اور کبھی یونس کی شکل میں مچھلی کے پیٹ میں رہا تو کبھی خود مچھلی بن کر یونس کو اپنا لقمہ بنایا اور کبھی

زکریا کی شکل میں بیٹے کیلئے التجاء کرتا رہا تو کبھی خود یحییٰ کی شکل میں زکریا کی بیوی کے پیٹ سے نکلا اور کبھی ابراہیم کی شکل میں آگ میں ڈالا گیا اور کعبہ کو بناتا رہا تو کبھی خود اونچی عمارت کی شکل بن کر لوگوں کا قبلہ اور مطاف بنا رہا اور کبھی ایوب کی شکل میں بستر پر بیمار پڑا رہا اور کبھی سلیمان کی شکل میں بادشاہ بن کر تخت پر بیٹھا رہا تو کبھی مردہ بن کر لکڑی پر کھڑا رہا اور کبھی خود دیمک کی شکل میں اس کی لکڑی کو کھا کر اسے گرایا اور کبھی عزیر کی شکل میں سو برس مردہ رہا، کبھی یوسف کی شکل میں کنویں میں پھینکا جا رہا ہے تو کبھی کھوٹے پیسوں پر بیچا جاتا ہے اور کبھی یعقوب کی شکل میں بیٹے کی یاد میں رو رو کر اندھا ہو جاتا ہے کبھی موسیٰ کی شکل میں قیادت کرتا ہے تو کبھی خود عصا کی شکل میں اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے پھر کبھی سانپ بن کر دوسرے خداؤں (جادوگران فرعون کی رسیوں اور لکڑیوں) کو نگل جاتا ہے اور کبھی موسیٰ کا پتھر بنتا ہے تو کبھی اس پتھر سے پانی کی شکل بن کر نکلتا ہے کبھی مریم کی شکل میں آتا ہے اور حاملہ ہو کر دردِزہ اٹھاتا ہے اور بچہ جنتا ہے تو کبھی خود بچے (عیسیٰ) کی شکل میں اس کے پیٹ سے نکلتا ہے اور وہی بقول عیسائی و یہودی سولی پر چڑھایا اور بے رحمی سے قتل کیا جاتا ہے یا بقول اہل اسلام زندہ آسمانوں پر اٹھایا جاتا ہے کبھی محمد ﷺ کی شکل میں طائف اور احد میں پتھر کھاتا ہے اور لہولہان ہوتا ہے، اس کا دانت ٹوٹتا ہے کبھی سلمان فارسی کی شکل میں غلام ہو کر بیچا جاتا ہے اور کبھی بلال حبشی کی شکل میں گرم پتھروں پر گھسیٹا جاتا ہے اور کبھی حمزہ کی شکل میں اس کو قتل کر کے اس کی ناک اور ہونٹ کاٹے جاتے ہیں، کبھی خبیب کی شکل میں سولی پر چڑھایا جاتا ہے کبھی عائشہ کی شکل میں اس پر زنا کا الزام لگتا ہے کبھی صفیہ بنت حی کی شکل میں قید ہو کر آتا ہے، کبھی سمیہ کی شکل میں نازک مقام پر نیزے مار کر ہلاک کیا جاتا ہے کبھی عمر کی شکل میں قتل ہوتا ہے تو کبھی علی کی شکل میں اور پھر خود ابن ملجم کی شکل میں آ کر علی کو قتل کرتا ہے کبھی عثمان کی شکل میں قتل ہوتا ہے اور پھر خود بلوائیوں کی شکل میں آ کر اس کا محاصرہ کرتا ہے، آخر قتل کرتا ہے کبھی حسین کی شکل میں کربلا میں قتل ہوتا ہے اور پھر خود سبائیوں کی شکل میں آ کر اس کو قتل کرتا ہے کبھی عمار کی شکل میں قتل ہو کر باغیوں کو ظاہر کرتا ہے اور پھر خود ہی عمار کا قاتل ہے کبھی رام کی شکل میں ہوتا ہے تو کبھی سیتا کی شکل میں اس کی بیوی بنتا ہے پھر خود ہی راون بن کر اس کی بیوی کو اغوا کر لیتا ہے پھر خود ہنومان بندر بن کر اس کو واپس لاتا ہے غرض کبھی بادشاہ ہے کبھی فقیر کبھی عالم ہے کبھی جاہل اور کبھی بھیک مانگ رہا ہے تو کہیں دے رہا ہے کبھی ولی ہے تو کبھی فاسق و فاجر کبھی امام کبھی مقتدی۔ ہاں لوہار ہے، نجار ہے معمار ہے حداد ہے، سنہار ہے، موچی ہے چوہڑ چمار ہے، زمیندار ہے، مزارع ہے، سوار ہے، سواری ہے انسان ہے حیوان ہے، کتا ہے، بلا ہے سور ہے بندر ہے، گیدڑ ہے، سانپ ہے، چوہا ہے، چیونٹی ہے، مکوڑی ہے، کوا ہے، چیل ہے، طوطا ہے، مینا ہے، بکری ہے، گائے ہے، بھینس ہے، بیل ہے اونٹ ہے، گھوڑا ہے، ہرن ہے، خرگوش ہے، ہاں تمباکو بیڑی ہے، پان ہے، حقہ ہے چرس ہے، بھنگ ہے، نیز طبلہ ہے، سارنگی ہے دف ہے، ڈھول ہے، پھر آگ ہے، پانی ہے، مٹی ہے، ہوا ہے، آسمان ہے، زمین ہے، سورج ہے، چاند ہے، ستارہ ہے، رات ہے، دن ہے، سردی ہے، گرمی ہے، دھوپ ہے، سایہ ہے، قرآن ہے، گرنتھ ہے، گھیت ہے، حور ہے، پری ہے، غلمان ہے، عشق ہے، حسن ہے، وہم ہے، گمان ہے، یقین ہے ادراک ہے، ذوق ہے، دھیان ہے، حیرت ہے، سکر (نشہ) ہے، باغ ہے، بستان



ہے، گل ہے، گلزار ہے، خنجر ہے، تیر ہے، تفنگ ہے، برچھی ہے، کمان ہے نیز نبی ہے، کرشن ہے، بھگوان مہادیو ہے۔[1]

اب اگر کوئی ایسے خدا کا منکر ہو یا اس کے وجود کا قائل نہ ہو تو کیا اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے گا اور اس کو لا مذہب، لادین اور دھریہ کہا جا سکتا ہے، بلکہ اس طرح خدا کا وجود بھی ختم ہو جاتا ہے اور کسی کو اس کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی، کیونکہ کیا سمجھیں کہ خالق یا مخلوق، عابد ہے یا معبود، ساجد ہے یا مسجود، داعی ہے یا مجیب، رازق ہے یا مرزوق، غافر ہے یا مستغفر، حاکم ہے یا محکوم، قاضی ہے یا مقضی علیہ، مفتی ہے یا مستفتی، سائل ہے یا دینے والا، آکل ہے یا ماکول، شارب ہے یا مشروب، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس چکر سے بچائے اور اس ورطہ سے نکالے۔ امام رازی نے آخری عمر میں کیا ہی خوب کہا ہے:

نهاية أقدام العقول عقال وأكثر سعي العالمين ضلال.

اور اس کا ایک شاگرد حیرانی میں پڑ گیا آخر کہنے لگا: والله لا أدري ما أعتقد والله لا أدري ما أعتقد والله لا أدري ما أعتقد. اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کیا عقیدہ رکھوں کیا عقیدہ رکھوں کیا عقیدہ رکھوں۔[2]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعریف قرآن سے

بلکہ ہمارے اللہ کی تعریف کتنی آسان، سہل اور مختصر ہے کہ: ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ يُغْشِى ٱلَّيْلَ ٱلنَّهَارَ يَطْلُبُهُۥ حَثِيثًا وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ وَٱلنُّجُومَ مُسَخَّرَٰتٍۭ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ أَلَا لَهُ ٱلْخَلْقُ وَٱلْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿٥٤﴾﴾ (الأعراف)

تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا، رات سے دن کو چھپا دیتا ہے رات دن کو تیزی سے آلیتی ہے اور سورج چاند اور تارے اس کے حکم کے تابع ہیں یاد رکھو، اللہ ہی کیلئے ہے تخلیق اور اس کا حکم برکت والا ہے، اللہ پروردگار جہان ہے۔

﴿إِن كُلُّ مَن فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ إِلَّآ ءَاتِى ٱلرَّحْمَـٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَّقَدْ أَحْصَىٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾﴾ (مريم)

آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے رحمن کے پاس غلام ہو کر آتے ہیں اس نے سب کا احاطہ کر رکھا ہے اور سب کو شمار کر رکھا ہے۔

﴿وَهُوَ ٱلْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ ...﴾ (الأنعام: ۱۸: ٦١) اور وہی اپنے بندوں پر قاہر ہے۔

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿١١﴾﴾ (الشورى). اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے۔

﴿لِّلَّهِ مُلْكُ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ...﴾ (الشورى: ٤٩)

---

[1] - دیوان فرید (۶۰-۶۱) طبع اخلاق پریس ملتان

[2] - الرد علي المنطقيين لابن تيمية (٣٢٧)



ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی ملکیت اللہ ہی کیلئے ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ۝١﴾ (المائدة). اللہ جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝١٦﴾ (البروج). جو ارادہ کرے اسے کرنے والا ہے۔

﴿وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ...﴾ (الرعد: ٤١) اور اللہ فیصلہ کرتا ہے اس کے حکم کا تعاقب کوئی نہیں کر سکتا۔

﴿يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَن يَشَاءُ ...﴾ (العنکبوت: ٢١) جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے۔

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ...﴾ (الروم: ٣٧)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس کیلئے چاہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔

﴿الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَّهُ ...﴾ (البقرة: ٢٥٥) وہ زندہ و جاوید ہے اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی۔

﴿ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ...﴾ (غافر: ٦٠) مجھے پکارو میں قبول کروں گا۔

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝٤٤﴾

سات آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں، سب اس کی تنزیہ کرتے ہیں ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں جانتے وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔ (الإسراء)

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے فرعون کے سامنے اللہ تعالیٰ کا تعارف یوں کرایا کہ:

﴿رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ۝٥٠﴾ (طه) ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی راہنمائی کی۔

اور ابراہیم علیہ السلام نے بادشاہ کے سامنے یوں کہا کہ:

﴿رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ...﴾ (البقرة: ٢٥٨) میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

﴿بَل رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ ...﴾ (الأنبياء: ٥٦)

بلکہ تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان کو بنایا۔

دوسری جگہ یوں فرمایا کہ: ﴿الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۝٧٨ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۝٧٩ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۝٨٠ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ۝٨١ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَن يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ۝٨٢﴾ (الشعراء)

جس نے مجھے پیدا کیا، وہی میری راہنمائی کریگا اور جو مجھے کھلاتا ہے، اور پلاتا ہے، اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے، اور جو مجھے مارے گا، اور زندہ کریگا، اور مجھے امید ہے کہ وہ میری خطائیں جزا کے دن بخش دے گا۔

اور دوسری جگہ یوں فرمایا کہ: ﴿وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝٣٨﴾ (ابراهيم).



ترجمہ: اللہ پر آسمان وزمین کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

اور زکریا علیہ السلام نے یوں کہا کہ: ﴿وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾﴾ (مریم).

اے رب میں آپ سے مانگنے میں ناکام نہیں رہا ہوں۔

﴿إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾﴾ (آل عمران). بیشک آپ ہی دعا سننے والے ہیں۔

ایوب علیہ السلام نے یوں کہا کہ: ﴿وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٨٣﴾﴾ (الأنبياء) اور آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

نیز یونس علیہ السلام نے یوں کہا کہ: ﴿لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَانَكَ ...﴾ (الأنبياء: ٨٧) تیرے کے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے۔

نوح علیہ السلام نے قوم کو یوں کہا: ﴿اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا ﴿١٢﴾﴾ (نوح)

اپنے رب سے مغفرت طلب کرو یقینا وہی بخشنے والا ہے وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے اموال واولاد میں ترقی دے گا تمہارے لئے باغات بنائے گا اور ندیاں جاری کرے گا۔

اور ہود علیہ السلام نے کہا کہ: ﴿إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٦﴾﴾ (هود) یقینا میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔

اور صالح علیہ السلام نے یوں کہا کہ: ﴿إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾﴾ (هود) میرا رب قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے۔

اور شعیب علیہ السلام نے کہا کہ: ﴿إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ ﴿٩٠﴾﴾ (هود) میرا رب مہربان محبت والا ہے۔

اور عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ: ﴿وَأَنتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿١١٤﴾﴾ (المائدة) اور تو ہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اور یوسف علیہ السلام نے کہا کہ: ﴿رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ ...﴾ (يوسف)

اے رب آپ نے مجھے ملک عطا فرمایا اور مجھے خوابوں کی تعبیر دینا سکھایا اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے آپ ہی دنیا وآخرت میں میرے کارساز ہیں۔

اور سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ: ﴿إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾﴾ (ص) یقینا آپ ہی بہت دینے والے ہیں۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا اس سے قرآن وحدیث بھرے پڑے ہیں یہی صحیح عقیدہ ہے اس پر اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ کرے۔ إنه تعالى مجيب الدعوات.

دوسری وجہ: یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ: ﴿رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ ۚ قَالَ لَن تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي ۚ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا﴾ (الأعراف)

اے میرے رب مجھے دکھا میں آپ کی طرف نظر کروں اللہ نے فرمایا تو مجھے ہر گز نہیں دیکھ سکتا، البتہ اس پہاڑ کو دیکھ اگر یہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تو مجھے دیکھ سکے گا، جب رب نے پہاڑ کے لئے تجلی کی اسے ریزہ ریزہ کر دیا۔

اب اگر اللہ تعالیٰ ہر چیز میں ہوتا تو پھر خاص طور پر پہاڑ پر تجلی کا کیا مطلب ؟ امام ابن خزیمہ "کتاب التوحید" میں فرماتے ہیں:قال الله تعالى لما سأله كليمه موسى عليه السلام أن يريه ينظر إليه قال : ﴿ لَن تَرَىٰنِي وَلَٰكِنِ ٱنظُرْ إِلَى ٱلْجَبَلِ ... ﴾ إلى قوله : ﴿ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُۥ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُۥ دَكًّا ... ﴾ أفليس العلم محيطا يا ذوي الألباب أن الله عز وجل لو كان في كل موضع ، ومع كل بشر وخلق كما زعمت المعطلة ، لكان متجليا لكل شيء ، وكذلك جميع ما فى الأرض ، لو كان متجليا لجميع أرضه سهلها و وعرها وجبالها ، و براريها و مغازيها ، ومدنها وقراها ، وعمرانها وخرابها ، وجميع ما فيها من نبات ، وبناء لجعلها ... كما جعل الله الجبل الذى تجلى له دكا ، قال الله تعالى : ﴿ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُۥ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُۥ دَكًّا ... ﴾.

جب موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے رؤیت باری تعالیٰ کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو مجھے نہیں دیکھ سکتا، البتہ پہاڑ کو دیکھ (إلى قوله) جب رب نے پہاڑ کیلئے تجلی کی اسے ریزہ ریزہ کر دیا، اے عقل مند کیا علم محیط نہیں ہے ، اگر اللہ تعالیٰ بذاتہ ہر جگہ ہر انسان کے ساتھ ہے جیسا کہ معطلہ کا زعم ہے ، تو ہر چیز کیلئے متجلی ہو ، اسی طرح تمام زمین نرم و سخت پہاڑ ، اور جنگل اور ویرانے وآبادیاں اور اس میں جو کچھ نباتات اور عمارتیں وغیرہ موجود ہیں ، ان کے لئے بھی متجلی ہو تو ان کے پرخچے اڑ جاتے ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تیرے رب نے پہاڑ پر تجلی کی ، اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ([1])

تیسری وجہ: یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے۔

﴿ وَأَلْقَىٰ فِي ٱلْأَرْضِ رَوَٰسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ ۚ وَأَنزَلْنَا مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَنۢبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ﴿١٠﴾ ﴾ (لقمان)

اور زمین میں پہاڑ ڈال رکھے ہیں ، کہ تم کو لے کر ڈانواڈول نہ ہونے لگے ، اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور آسمان سے ہم نے پانی برسا کر زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے بنا دیے۔

اس کے ساتھ سورت ملک کی یہ آیت نمبر سولہ ملالیں: ﴿ ءَأَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ ... ﴾ کیا اس سے بے خوف ہو جو آسمان میں ہے۔

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے باقی سب اشیاء مخلوق ہیں اور دونوں میں مباینت ہے۔

چوتھی وجہ: یہ ہے کہ ہر شئ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے نہ کہ وہ خود ان کے اندر حلول کیا ہوا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ مَّا مِن دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ ءَاخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَآ ... ﴾ (هود: ٥٦) ہر جانور کا اختیار اللہ کے قبضہ میں ہے۔

اور آپ ﷺ کی ایک دعا میں یہ الفاظ ہیں کہ :أعوذ بك من شر كل شيء أنت آخذ بناصيتها. الحديث

[1] التوحيد لابن خزيمة (٧٥)



اور ہر چیز کے شر سے تیری پناہ لیتا ہوں کہ اس کا اختیار تیرے قبضہ میں ہی ہے، امام ابو داوٗد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا جیسا کہ مشکوۃ میں ہے۔ (۱)

اب کون مسلمان ہے جو قرآن وحدیث کی ایسی تصریحات کے باوجود ان کی ہفوات پر اعتبار کرے گا؟۔

پانچویں وجہ: یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ صحیح ہوتا اور یہ تشریح مستقیم ہوتی تو ابراہیم علیہ السلام اول الامر میں اللہ کی تلاش اوپر نہ کرتے، امام ابن خزیمہ کتاب التوحید میں فرماتے ہیں کہ: وخليل الله إبراهيم عليه السلام عالم في ابتداء النظر إلى الكوكب والقمر والشمس أن خالقه عال فوق خلقه حين نظر إلى الكوكب والقمر والشمس ، ألا تسمع قوله : هذا ربي ، ولم يطلب معرفة خالقه ، من أسفل ، إنما طلبه من أعلى مستيقنا عند نفسه أن ربه فى السماء ولا فى الأرض.

اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو ابتداء سے ہی پتہ تھا کہ ان کا خالق مخلوق کے اوپر ہے کہ ان کی نظر پہلے ہی اوپر کو یعنی چاند، تاروں اور سورج کی طرف گئی، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں: یہ میرا رب ہے، خالق کی تلاش انہوں نے نیچے سے نہیں، بلکہ اوپر سے شروع کی اس یقین کی بناء پر جو انہیں حاصل تھا۔ رب آسمان میں ہے، زمین میں نہیں ہے (۲)

الغرض: یہ عقیدہ فطرت کے بھی خلاف ہے كما مر مفصلا.

چھٹی وجہ: یہ ہے کہ قرآن حکیم نے خالق اور مخلوق کا امتیاز یوں بتایا ہے کہ:

﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾﴾ (القصص)

اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز تباہ ہونے والی ہے حکم اسی کا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

ثابت ہوا کہ خالق ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور ہر نوع مخلوق ہلاک وفنا ہونے والا ہے اور یہ کہ عقل کیسے تسلیم کرے گی کہ غیر ہالک اور غیر فانی اور باقی رہنے والا ہلاک ہونے اور فنا ہونے والے کے اندر حلول کرتا ہے یہ اسکی عزت وعظمت اور کبریائی پر حملہ ہے اس کی صفات جلالیہ کو چیلنج ہے اور صفاتِ جمالیہ کو داغدار کرنا ہے۔

تعالیٰ شأنه عن كل عيب ونقص اور یہ بھی غلط ہوا کہ لا موجود إلا الله۔ اس لئے ہلاک جب ہو کہ اس کا پہلے وجود تسلیم کیا جائے بصورت دیگر ہلاکت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

اسی طرح دوسری آیت ہے کہ: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٢٧﴾﴾ (الرحمن)

جو زمین پر ہے فانی ہے، اور تیرا رب جلال واکرام والا ہی باقی رہے گا۔

یہاں بھی اسم فاعل کا صیغہ ہے یعنی فنا ہونے والا ہے نہ کہ کل شی فنا ہے جیسا کہ صوفیوں کا کہنا ہے بلکہ فنا سے پہلے اس کا وجود ثابت ہوتا ہے، اور ثابت ہوا کہ دو وجود ہیں ایک وہ جو واجب الوجود ہے اور غیر فانی وغیر ہالک اور دوسرا وجود فنا ہونے

۱- (صحيح) مشكاة المصابيح (٢١١) حديث رقم (٢٤٠٨) وقال : رواه أبو داود والترمذي وابن ماجه ورواه مسلم مع اختلاف يسير.

۲- التوحيد لإبن خزيمة (ص٧٢)

والا ہلاک ہونے والا فشتان مابینهما اور وجود اول الذکر وجود دوم میں داخل ہو یا حلول کرے عقلاً محال ہے۔

ساتویں وجہ: یہ ہے کہ قرآنی نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر سب اشیاء پر حکومت کرتا ہے۔

﴿وَلَهُۥٓ أَسْلَمَ مَن فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾﴾ (آل عمران)

اور جو آسمانوں میں ہے، اور زمین میں طوعاً وکرہاً اس کے اطاعت گزار ہیں، اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

کیا حلول کے بعد اللہ اور دوسری اشیاء کا یہ تعلق رہے گا جس کو آیت بیان کرتی ہے؟ ہر گز نہیں۔

اسی طرح فرمان الٰہی ہے کہ: ﴿ثُمَّ ٱسْتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ٱئْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَآ أَتَيْنَا طَآئِعِينَ ﴿١١﴾﴾

پھر آسمان کی طرف قصد کیا، اور وہ دھواں تھا اسے اور زمین کو کہا خوشی سے آؤ یا زبردستی سے، دونوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں (فصلت)

یہ اتیان اور بلانا جب ہی متصور ہو کہ ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سب اشیاء سے اوپر اور ان سے جدا ہے حلول والی صورت میں اس کا کوئی مفہوم نہیں ہو سکتا ہے۔

قال ابن جرير فى تفسيره : يقول جلّ ثناؤه: فقال الله للسماء والأرض: جيئا بما خلقت فيكما، أما أنت يا سماء فأطلعي ما خلقت فيك من الشمس والقمر والنجوم، وأما أنت يا أرض فأخرجي ما خلقت فيك من الأشجار والثمار والنبات، وتشقّقِي الأنهار﴿قَالَتَآ أَتَيْنَا طَآئِعِينَ﴾ جئنا بما أحدثت فينا من خلقك، مستجيبين لأمرك لا نعصى أمرك. ثم حدث نحوه عن ترجمان القرآن ابن عباس رضى الله عنهما وهكذا فى زادالمسير لإبن الجوزى وعامة التفاسير. وفى تفسير القرطبي وقال أكثرأهل العلم بل خلق الله فيهما الكلام فتكلما كما أراد الله تعالى.

امام ابن جریر اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو فرمایا: تم اور جو میں نے تمہارے اندر پیدا کیا ہے، آجاؤ، اے آسمان تو اس کو ظاہر کر جو تیرے اندر سورج، چاند اور ستارے وغیرہ ہیں اور اے زمین تو درختوں، پھلوں اور نباتات کو نکال، دریا اپنے اندر رواں کر، دونوں نے کہا ہم خوشی سے اس مخلوق کو لاتے ہیں جو آپ نے ہم میں پیدا کی ہے، آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں، اور نافرمانی نہیں کرتے۔

پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح کی وضاحت پیش کی، "زاد المسير لإبن الجوزی"، اور عام تفاسیر میں بھی اسی طرح ہے، "تفسير القرطبي" میں ہے، اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ اللہ نے ان دونوں میں کلام کی صلاحیت پیدا کی، اور اللہ نے جس طرح چاہا انہوں نے کلام کیا۔ (1)

سب اشیاء اس کے حکم کے آگے ناچار ہیں، یہاں حلول کا کوئی مسئلہ نہیں ہے اور جملہ "إئتيا" اور "أتينا" اس کے صریحاً منافی ہے۔

آٹھویں وجہ: یہ ہے کہ اس عقیدے سے دو باطل عقیدوں کا لزوم آتا ہے، ایک یہ کہ یا تو ہر چیز کے آگے سجدہ کرنا، رکوع

1- تفسير الطبري (۹۸/۲٤)، زاد المسير لإبن الجوزي (۲٤٥/۷)، تفسير القرطبي (۳٤٤/۱٥)

کرنا، عبادت والتجا کرنا جائز ہوگا۔ جیسا کہ برہمنوں کا عقیدہ ہے ،ہندو بتوں کو پوجتے ہیں، اسی طرح پانی، آگ ، گائے، سانپ ،لنگ وغیرہ سب کو پوجتے ہیں۔زر دشتوں کی آگ پرستی مشہور ہے ،سورج چاند اور ستاروں کی پرستش کرتے ہیں۔ایک فرقہ اسمٰعیلیہ کے نام سے مشہور ہے۔ "غیاث اللغات" میں ان کے متعلق لکھاہے: طائف گمراہ کہ آلت اسپ راپرستش میکنند آہ۔

ترجمہ گمراہ فرقہ جو کہ گھوڑے کے آلہ کی پوجا کرتے ہیں۔ ([1])

اور یہ سب بھی کہتے ہیں کہ ایک اللہ ہے ہم اس کی عبادت کرتے ہیں،یہی یہودیوں کا عقیدہ تھا۔

جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے کہ:﴿ وَجَٰوَزْنَا بِبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱلْبَحْرَ فَأَتَوْا۟ عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰٓ أَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوا۟ يَٰمُوسَى ٱجْعَل لَّنَآ إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿١٣٨﴾ ﴾ (الأعراف)

اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر پار لے گئے ، وہ ایک قوم کے ہاں پہنچے جو اپنے بتوں کی پرستش میں لگے ہوئے تھے انہوں نے کہا اے موسیٰ ہمارے لئے بھی معبود بنا جیسا کہ ان کے معبود ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا یقیناً تم جاہل قوم ہو۔

قال البغوي في معالم التنزيل على هامش الخازن: ولم يكن ذلك شكا من بني إسرائيل في وحدانية الله وإنما معناه إجعل لنا شيئا نعظمه ونتقرب بتعظيمه إلى الله وظنوا أن ذلك لا يضر الديانة وكان ذلك لشدة جهلهم.

امام بغوی "معالم التنزیل" میں لکھتے ہیں کہ یہ بنی اسرائیل کے اللہ کی وحدانیت میں شک کی بناء پر نہیں تھا بلکہ ان کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے لئے کوئی ایسی چیز بنا جس کی ہم تعظیم کریں اور اس کی تعظیم کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ بنائیں ان کا خیال تھا کہ یہ بات دین کے خلاف نہیں ہے ، حالانکہ ان کا یہ کہنا ان کی انتہائی جہالت کی وجہ سے تھا۔ ([2])

یہ ہی ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو کہ پیروں اور درویشوں کو پوجتے ہیں،اس لئے ہر شے میں اللہ کا حلول ماننا اس عقیدہ کو تقویت دیتا بلکہ ثابت کرتا ہے جو صریحاً نصوص الٰہیہ کے خلاف ہے۔

قَالَ اللهُ: ﴿ وَٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا۟ بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ ... ﴾ (النساء: ٣٦)

اللہ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

﴿ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ ... ﴾ (الإسراء: ٢٣) تیرے رب نے فیصلہ کیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

﴿ لَا تَسْجُدُوا۟ لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَٱسْجُدُوا۟ لِلَّهِ ٱلَّذِى خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿٣٧﴾ ﴾ (فصلت)

سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو، اس اللہ کے لئے سجدہ کرو، جس نے ان کو پیدا کیا، اگر تم اسی کے عبادت گذار ہو۔

اس آیت نے واضح کردیا کہ اللہ کی خالص عبادت جب ہوگی کہ جب کسی مخلوق کے آگے سر نہ جھکایا جائے،یہی مفہوم آیت ہے۔

---

[1]– غياث اللغات (٣٢)

[2]– معالم التنزيل (٢/٢٣١) ، تفسير القاسمي (٢٨٤٦/٨)

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ ﴾ (البينة: ٥)

اور انہیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کریں خالص اس کی اطاعت کر کے اور باطل نظریات سے یک طرف ہو کر۔ اور یہی معنی دوسری آیات کا ہے پس یہ عقیدہ سراسر مشرکانہ ہے جو کہ ناقابل معافی جرم ہے۔

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ ﴾ (النساء: ٤٨: ١١٦) اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو نہیں بخشتا۔

دوسرا یہ کہ یا تو بالکل عبادت سے فارغ رہے گا، انسان کو اللہ کی عبادت یا اس کے قوانین کی پابندی کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی اس لئے کہ جب ہر ایک چیز میں اللہ ہے، تو اب کس کو سجدہ کرے کس نے حلال و حرام کیا، حالانکہ ادھر تا زندگی عبادت کا حکم ہے۔

﴿ وَٱعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأۡتِيَكَ ٱلۡيَقِينُ ﴿٩٩﴾ ﴾ (الحجر) موت کے وقت تک اپنے رب کی عبادت کر۔

﴿ وَأَوۡصَٰنِي بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمۡتُ حَيّٗا ﴿٣١﴾ ﴾ (مریم) اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی جب تک زندہ رہوں۔

بلکہ پیدا کرنے کا مقصد ہی یہ ہے۔

﴿ وَمَا خَلَقۡتُ ٱلۡجِنَّ وَٱلۡإِنسَ إِلَّا لِيَعۡبُدُونِ ﴿٥٦﴾ ﴾ (الذاريات) میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔

اور یہ ہمہ اوستی تو صاف کہتے ہیں کہ:

حاجت نہ صوم و صلوٰۃ دی ۔۔۔ خواہش نہ حج و زکوٰۃ دی
چاہت نہ ذات صفات دی ۔۔۔ ہک شان وحدت جی مرک
جو کچھ ہے ظاہر برملا ۔۔۔ جانڑاں میں کینویں ماسوا
مرشد محقق وچ وچا ۔۔۔ ہمہ اوست داونڑا سبق
ایہو فکر ایہا گالھ ہے ۔۔۔ ایہو وجد اہو حال ہے
ایہو ذوق دم دم نال ہے ۔۔۔ ایہو سچ ہے بیا سب نحق (۱)
جداں عشق فرید اس تا تھیا ۔۔۔ سب علم و عمل برباد تھیا (۲)

پس یہ تو سراسر لامذہبیت اور لادینیت ہے، اور اللہ کے امر و حکم کے بالکل منافی ہے، الغرض یہ تشریح کہ خدا ہر نوع مخلوق صورت میں کی موجود ہے، صریح شرک یا انکار خدا ہے، نہ توحید ہے، نہ ایمان بلکہ دائر بین الشرک والدہریہ ہے بلکہ اللہ کے متعلق وہ عقیدہ رکھنا چاہئے جو قرآن و حدیث میں مذکور ہے، یعنی:

﴿ ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ ﴿٥﴾ ﴾ (طه) رحمن نے عرش پر استوا کیا۔

---

[1] - کلام فرید (۱۳۲-۱۳۴)

[2] - کلام فرید (ص ۲۹۲)



إنه لفوق سمٰواته على عرشه. وہ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔(۱)

اس طرح وہ بے مثل بھی رہتا ہے اور بندہ عابد اور موحد بھی رہتا ہے۔

نویں وجہ: یہ ہے کہ قرآن خالق اور مخلوق کے درمیان مباینت یوں ظاہر کرتا ہے کہ: ﴿ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿۷۲﴾ ﴾ (الأحزاب)

ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش کی، انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا، اور اس سے ڈرے، انسان نے اس کو اٹھالیا، اس لئے کہ یہ ظالم وجاہل ہے۔

اکثر مفسرین کا کہنا ہے: أن الله تعالى ركّب العقل في هذه الأعيان ، وأفهمهنّ خطابه ، وأنطقهنّ بالجواب حين عرضها عليهنّ ، ولم يُرد بقوله : ﴿ فَأَبَيْنَ ﴾ المخالَفة ، ولكنْ أَبَيْنَ للخَشية والمخافة ، لأن العَوض كان تخييراً لا إلزاماً ، و﴿ وَأَشْفَقْنَ ﴾ بمعنى خِفْنَ منها أن لا يؤدِّينَها فيلحقنَّ العقاب. وهو الأصح وهو قول العلماء.

اللہ تعالیٰ نے ان اعیان میں عقل رکھی ہے، اور ان کو اپنا خطاب سمجھایا ہے، جب امانت ان پر پیش ہوئی، ان کو جواب دینے کے لئے بولنے کی صلاحیت دی، انکار کرنے کا مطلب مخالفت نہیں ہے، بلکہ انہوں نے ایسا خوف وخشیت کی بناء پر کیا، کیونکہ عرض امانت اختیار کرنے کیلئے تھا نہ کہ لازمی حکم کے انداز میں، ﴿ وَأَشْفَقْنَ ﴾ کا مطلب ہے، وہ اس سے ڈر گئے کہ اس کو ادا نہ کرسکیں گے، اور پھر زیر عتاب آجائیں گے، زادالمسیر میں اسی طرح ہے، خازن میں ہے یہی تفسیر صحیح ہے اور علماء کا قول بھی یہی ہے۔(۲)

پس ظاہر ہے کہ یہ سب اللہ کی محکوم ہیں محل نہیں، اگر بقول ان کے اللہ ان کے اندر تھا تو پھر پیش کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے، نیز جب خدا سب میں تھا، تو بعض کا امانت کو اٹھالینا اور بعض کا ڈر جانا چہ معنی دارد جبکہ اندرونی قوت وہی تھی نیز پھر پیش کرنے والا کوئی اور ہوگا، سچ ہے کہ بے بنیاد عقیدہ قائم نہیں رہ سکتا ہے۔

﴿ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿۲۷﴾ ﴾ (ابراهيم)

ایمان والوں کو اللہ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، ہاں ناانصاف لوگوں کو اللہ بہکادیتا ہے اور اللہ جو چاہے کر گزرے۔

دسویں وجہ: یہ ہے کہ قرآنی تعلیم کے مطابق کائنات کی سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جو کہ اس کے وجود کا پتہ دیتی ہیں، اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں، اس کی کاریگری کی خبر دیتی ہیں۔

۱- العلو للعلي الغفار حديث رقم (۷۱)

۲- زاد المسير (۶/۴۲۸-۴۲۹) ، الخازن (۵/۲۳۰)



﴿صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ (النمل)

اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو پختہ کیا، اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو خبر ہے۔

پھر ان کا حدوث تغیر وردوبدل ان کے محدث وخالق وصانع پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ مَّاۗءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ (البقرة)

تمہارا معبود ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی الہ نہیں وہ رحمن رحیم ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق رات اور دن کا اختلاف، کشتیاں جو لوگوں کے منافع لے کر سمندر میں چلتی ہیں اور جو اللہ نے اوپر سے پانی اتارا اور زمین کی ویرانی کے بعد اس سے آباد کیا اور یہ کہ اس میں جانور پھیلا دیئے اور ہوا کا آنا جانا اور آسمان وزمین کے مابین مسخر بادل یہ سب اس قوم کیلئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

یہاں سب چیزوں کا ذکر ہے۔ جاندار، بے جان، متحرک، جامد اور ناطق، صامت، سب کی طرف اشارہ ہے یہ سب اس اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔

وما حسن قول ابن المعتز۔ ابن المعتز نے کیا خوب کہا:

فیا عجبا کیف یعصی الإله   أم کیف یجحده الجاحد

تعجب ہے، اللہ کی نافرمانی کس طرح کی جائے، یا کوئی منکر اس کا انکار کس طرح کر سکتا ہے۔

وفی کل شیٔ له آیة   تدل علی انه واحد

حالانکہ ہر چیز میں اس کی نشانی موجود ہے، جو اس کے ایک ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے: یعنی کس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے، اور رات اور دن کو باری باری سے کون لاتا ہے، آسمان سے پانی کون اتارتا ہے، اور مردہ زمین کو ن زندہ کرتا ہے، اور اس کے اندر چلنے پھرنے والی چیزیں بکھیر دی ہیں۔ ہواؤں کو مختلف سمتوں کی طرف کون چلاتا ہے، بادلوں کو آسمان وزمین کے درمیان کس نے ٹھہرا دیا ہے اور ان میں غور کرو تو عقل اس کا جواب دے گی کہ یہ سب اللہ کی قدرت ہے، اس نے بغیر ستون آسمانوں کو اوپر کھڑا کیا اور زمین کو بنا کر تمہارے لئے بچھونا بنایا، اور ان پر پہاڑ گاڑ دیئے، وہی رات ودن کو چلاتا ہے، پھر ان کا گھٹنا، بڑھنا اور ایک دوسرے میں داخل ہونا۔ (1)

﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ...﴾ (فاطر: ۱۳) رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں۔

وہی آسمان سے پانی اتار کر زمین کو سرسبز کرتا ہے ان سب کے مختلف رنگ مختلف کیفیات مختلف ذائقے طول وعرض کا فرق۔

1- تفسیر ابن کثیر (۵۹/۱)

﴿ يُسْقَىٰ بِمَآءٍ وَٰحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِى ٱلْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾ ﴾ (الرعد)

ایک ہی پانی دیا جاتا ہے، اور ہم کھانے میں ایک دوسرے پر بڑھ جاتے ہیں، اس میں اس عقلمند قوم کیلئے نشانیاں ہیں۔

پھر اس زمین پر کئی جاندار چیزیں اس نے بنائیں۔

﴿ فَمِنْهُم مَّن يَمْشِى عَلَىٰ بَطْنِهِۦ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِى عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِى عَلَىٰٓ أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ ٱللَّهُ مَا يَشَآءُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤٥﴾ ﴾ (النور) ترجمہ: ان میں سے بعض پیٹ کے بل رینگتے ہیں، اور بعض دو ٹانگوں پر چلتے ہیں، اور بعض چار ٹانگوں پر، وہ پیدا کرتا ہے، جو چاہتا ہے، یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر ان کی شکلیں رنگ سب ایک دوسرے سے مختلف، زبانیں مختلف: ﴿ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦ خَلْقُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَٰنِكُمْ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّلْعَٰلِمِينَ ﴿٢٢﴾ ﴾ (الروم) ترجمہ: اس کی نشانیو ں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگ کا مختلف ہونا ہے اس میں دنیا والوں کے لئے نشانیاں ہیں

ہر ایک نوع جاندار کی عادات واطوار مختلف، رزق کمانے کے طریقے مختلف، یہ سب اس کی قدرت پر دلائل ہیں، اس کی وحدانیت پر نشانیاں ہیں ورنہ نظام قائم نہ رہتا۔

﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ ﴾ (الأنبياء:٢٢)

ترجمہ: اگر ان میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو آسمان اور زمین تباہ ہو جاتے۔

اور اس کی فوقیت وصفت علو کا پتہ دیتی ہیں۔

﴿ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ ۖ وَلَا يَـُٔودُهُۥ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْعَظِيمُ ﴿٢٥٥﴾ ﴾ (البقرة)

اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر وسیع ہے، اور ان کی حفاظت اس کو نہیں تھکاتی، اور وہی بلند، بڑا ہے۔

اگر معاذاللہ وہ خود ان سب اشیاء کے اندر موجود ہے تو پھر نشانیوں کی کیا ضرورت ہے، اور پھر وہ کون سی مخلوق ہو گی، جس کے اندر اللہ نہیں جو کہ نشانیوں سے اس کو معلوم کریں، بلکہ یہ سب نشانیاں ہمیں تسلیم کروانے کے لئے ہیں کہ واقعی جو کچھ ہم نے اپنی کتاب میں یا اپنے پیغمبر ﷺ کی زبانی اپنی شان بیان کی ہے، وہ حق ہے، سچ ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿ سَنُرِيهِمْ ءَايَٰتِنَا فِى ٱلْءَافَاقِ وَفِىٓ أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ ﴿٥٣﴾ أَلَآ إِنَّهُمْ فِى مِرْيَةٍ مِّن لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَآ إِنَّهُۥ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيطٌۢ ﴿٥٤﴾ ﴾ (فصلت)

ہم ان کو اپنی نشانیاں دنیا کے کناروں میں، اور خود ان کے اپنے اندر دکھائیں گے، جس سے ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ حق ہے کیا آپ کے رب کی یہ بات آپ کی صداقت کے لئے کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے، خبر دار یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں ہیں خبر دار وہی ہر چیز کا احاطہ کئے ہے۔



یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائی ہیں نہ کہ بذات خود جلوہ گر ہوا ہے اگر ایسا ہوتا تو پھر نشانیوں کا دکھانا ہی فضول ہے جب خود کو دیکھ لیا تو پھر نشانیوں کے کیا معنی۔﴿وَفِيٓ أَنفُسِهِمۡ﴾ پھر غور کریں کہ ہمارے اندر بھی ان کی نشانیاں ہیں نہ وہ بذات خود موجود ہے۔ دوسری جگہ فرمایا:﴿ وَفِي ٱلۡأَرۡضِ ءَايَٰتٞ لِّلۡمُوقِنِينَ ۝٢٠ وَفِيٓ أَنفُسِكُمۡۚ أَفَلَا تُبۡصِرُونَ ۝٢١ ﴾ (الذاریات)

اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔اور خود تمہاری ذات میں کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا۔

اور ہر چیز میں ہوتا تو پھر اس طرح کہتا کہ "اللہ کی گواہی کافی" کس کی گواہی کس پر گواہی، نیز لقاء الرب میں شک کرنے کا کیا مطلب کیا جب وہ خود اندر ہے اور ہر شئ اس کو محیط ہے نہ کہ وہ ہر چیز کو محیط ہے، کتنا بدترین عقیدہ ہے کتنا بے عقلی کا نظریہ ہے۔

دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَمِنۡ ءَايَٰتِهِۦٓ أَن تَقُومَ ٱلسَّمَآءُ وَٱلۡأَرۡضُ بِأَمۡرِهِۦۚ...﴾ (الروم: ٢٥)

ان کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان وزمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔

یعنی سب کا قیام اس کے حکم وامر سے ہے نہ کہ اس کے اندر حلول کرنے سے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر امر کا کیا مطلب؟

اسی رکوع میں ہے کہ : ﴿ وَمِنۡ ءَايَٰتِهِۦ يُرِيكُمُ ٱلۡبَرۡقَ خَوۡفٗا وَطَمَعٗا ... ﴾ (الروم: ٢٤)

ان کی نشانیوں میں سے کہ وہ تمہیں خوف وامید کے انداز میں بجلی دکھاتا ہے۔

یعنی یہ گرج چمک وہ خود اپنا وجود اپنی قدرت اور بادشاہت اپنی وحدانیت وفوقیت منوانے کے لئے دکھاتا ہے تاکہ مجھ سے ڈریں، اور مجھ سے طمع رکھیں کیا اس کی بجلی اور کڑک ہی سے ڈریں یا امید رکھیں۔"سبحان الله عما يشركون".

پس قرآن کے بیان کردہ عقیدہ کے خلاف کسی عقیدہ کو کوئی مسلمان قبول نہیں کرے گا۔ بالخصوص جبکہ قرآنی تعلیم عقلِ سلیم و فطرتِ صحیحہ کے بالکل عین موافق ہے، کیوں نہ ہو آخر خالق العقل والعقلاء جل شانہ کا کلام پاک ہے۔**تلك عشرة كاملة.**

الحاصل: یہ مزید چالیس دلائل ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفت علو اور اس کے مستوی علی العرش وبائن عن الخلق ہونے پر پر زور دلالت کرنے کے ساتھ حلولیہ فرقہ کی ہر ایک بات کو "هباءً منثورا" بنادیتے ہیں، بلکہ ان میں سے کئی ایسے دلائل ہیں، جو کہ ہر ایک اپنے اندر کئی مستقل دلائل سمیٹے ہوئے ہیں، اوپر دو سو اٹھائیس ادلہ ذکر کئے گئے ہیں، ان کے ملانے سے دو سو اڑسٹھ ہوتا ہے۔

ہر قسم کا حلول باطل ہے

عقلی دلائل

اب ہم وہ جزل وعام دلیلیں ذکر کرتے ہیں جن سے ہر قسم کا حلول محال ومتعذر رہتا ہے اور کسی طرح یہ دعوی قابل تسلیم نہیں بلکہ لائق تردید وانکار ہے۔بعونہ تعالى.



الدلیل الاول: اللہ تعالیٰ کو محدود نہیں کیا جاسکتا اور ہر چیز محدود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهُۥ بِمِقْدَارٍ ۝٨﴾ (الرعد) اور ہر چیز اس کے پاس ایک انداز ے سے ہے۔

لہٰذا محدود کا محدود چیز میں حلول کرنا عقلاً محال ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت ہر چیز کو محیط ہے۔

﴿وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ۝١٠٨﴾ (النساء) اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا احاطہ کرنے والا ہے۔

اس سے زیادہ واضح تفسیر فرمائی: ﴿لِتَعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ ٱللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًۢا ۝١٢﴾ (الطلاق)

تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور بے شک اللہ نے ہر چیز کا علم سے احاطہ کیا ہوا ہے۔

﴿وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًۢا ۝٢٨﴾ (الجن)

اور جو اس کے پاس ہے اس کا احاطہ کیا، اور ہر چیز کی تعداد کو شمار کیا ہے،

اور یہ لوگ اس کے برعکس اللہ کو مخلوق کے گھیرے میں مانتے ہیں۔ جس کی ایک صفت کسی کے احاطہ سے باہر ہے تو اس کی ذات کیسے احاطہ کے اندر آسکتی ہے۔

لہٰذا حلول متعذر ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا تخیل شیطانی، فلسفہ یونانی ہے نہ حقیقت ہے نہ طریقت، نہ معرفت ہے نہ شریعت اور یہ بھی غلط ہے کہ وہ ہر چیز کے اندر بھی ہے اور ہر چیز کو محیط بھی ہے۔

قال ابن حزم فی الفصل فی الملل والنحل : والمکان شیٔ بلا شك فلا يجوز أن يكون فی مكان ويكون هو محيط بمكانه هذا محال فی العقل بعلم إمتناعه ضرورة.

امام ابن حزم "الملل والنحل" میں کہتے ہیں کہ: بے شک مکان ایک چیز ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک چیز مکان میں ہو، اور وہ اپنے مکان کو محیط بھی۔ یہ عقلاً محال ہے، اور اس کا ممتنع ہونا بدیہی اور ضروری ہے۔ ([1])

الدلیل الثانی: اللہ تعالیٰ کو کسی چیز میں حلول ماننا، اس کے جسم ہونے کو مقتضی ہے، کیوں کہ ہر چیز کی وضع وجسمیہ مختلف ہے۔ پس جیسا قالب ویسی شکل بنے گی، یہ سب حادث یا مخلوق کی صفتیں ہیں نہ کہ خالق یا الاول جل وعلاشانہ کی ہم (معاذاللہ) عرش میں اس کا حلول نہیں مانتے، بلکہ ویسا ہی کہتے ہیں جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے کہ:

﴿ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ ۝٥﴾ (طه) رحمن نے عرش پر استوا کیا۔

اور بلا تعطیل و تشبیہ وتکییف اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

ونقول كما قال السلف ، المعنى معلوم والكيف مجهول والايمان به واجب والجحود به كفر والبحث عنه بدعة : ﴿فَأَيُّ ٱلْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِٱلْأَمْنِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝٨١ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمُ

---

[1] - الملل والنحل (۲/۱۲۵)



ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٨٢﴾ (الأنعام)

ہم اس طرح کہتے ہیں جیسا کہ سلف کا عقیدہ ہے کہ: معنی معلوم ہے، کیفیت مجہول اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور انکار کفر ہے، اور اس کی بحث کرنا بدعت، اگر تم جانتے ہو تو کونسا فریق مستحقِ اطمینان ہے؟ جو لوگ ایمان لائے، اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے انہیں کے لئے امن ہے، اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

اور اس سے زیادہ کیا ظلم ہوگا کہ اس وحدہ لاشریك له ولا مثیل له کو جسم قرار دیا جائے۔

الدلیل الثالث: سب اشیاء اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں یا نہیں۔

علی الأول: اللہ تعالیٰ کا وجود ان سب اشیاء کے وجود میں آنے سے قبل ماننا پڑے گا، جو کہ بغیر کسی چیز میں حلول کئے بھی قائم تھا، پس وہ ہمیشہ رہ سکتا ہے، کون سی مجبوری پیش آئی، جو کسی مخلوق میں داخل ہو۔

وعلی الثاني: یہ کفریہ عقیدہ ہے، نیز وہ کسی اور کی مخلوق بھی ہیں، یا بغیر خالق کے وجود میں آئیں ہیں۔ علی الاول یہ بھی شرک ہے، دو خالق نہیں ہوسکتے نیز غیر اللہ خالق نہیں ہوسکتا اور اللہ بھی اللہ نہیں رہا۔ ایضاً۔ اللہ دوسرے کی مخلوق میں کیسے داخل ہوا، پناہ لینے وچھپنے کے لئے یہ تو اس کی عاجزی ہے، یا زبردستی سے داخل ہوا ہے، پھر وہ ظالم ٹھہرا اور وہ خالق بھی کیسا جس کی خلق پر دوسرا تسلّط رکھے وعلی الثانی یہ دہریت ہے جو کہتے ہیں کہ: ﴿مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا ٱلدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ إِلَّا ٱلدَّهْرُ ۚ﴾

ہماری صرف یہی دنیا کی زندگی ہے، مرتے ہیں اور ہمیں زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔(الجاثیة: ٢٤)

نیز وہ اشیاء ذوات الابتداء ہیں یا ان کی کوئی ابتداء نہیں۔ علی الثانی یہ بھی دہریت ہے نیز یہ باطل ہے اور مشاہدہ کے خلاف ہے بلکہ ہر چیز کی ابتدا وانتہا ان کے اجزاء پھر ترکیب سے ضرورۃً معلوم ہے، وعلی الاول اللہ تعالیٰ ان اشیاء سے پہلے بغیر احتیاجِ حلول کے موجود تھا، وهو نص قولنا فقد رجعتم اليه والحمد لله تعالى.

الدلیل الرابع: کسی چیز یا مکان میں ایسی چیز کا حلول مانا جاسکتا ہے، جو کہ جسم ہو یا عرض، جو کسی دوسرے جسم میں ہو اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت نہ عقل میں آسکتی ہے، نہ وہم وگمان میں جب اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے نہ عرض تعالى الله عن ذلك وتعظم تو پھر اس کا کسی چیز میں حلول بھی نہیں ہے۔

قال ابن حزم فی الفصل فی الملل والأهواء والنحل : فإنه لا يكون في مكان إلا ما كان جسماً أو عرضاً فی جسم هذا الذی لا يجوز سواه ولا يتشكل فی العقل والوهم غيره البتة وإذا انتفى أن يكون الله عز وجل جسماً أو عرضاً فقد انتفى أن يكون فی مكان أصلاً. ([1])

ابن حزم الفصل میں کہتے ہیں کہ مکان جسم ہوتا ہے یا عرض اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی عقل میں

---

[1] - الفصل في الملل والأهواء والنحل (۲/۱۲۵)



کوئی اور بات آسکتی ہے، جب اللہ کا جسم ہونا یا عرض ہونا منتفی ہو گیا، تو اس کی نفی خود بخود ہو گئی کہ وہ کسی مکان میں ہو۔

الدلیل الخامس: مخلوقات میں بعض اشیاء صورۃً خواہ وصفاً ووضعاً خوب صورت وجاذبیت رکھنے والی ہیں، اور بعض بد صورت، قبیح شکل، قابل نفرت وموجب حقارت ہیں، اب اگر خدا ان سب کے اندر ہے، اور یہ سب اس کی ذات کے مظہر ہیں تو پھر ماننا پڑے گا، کہ خود اس کی ذات وصفت کے اندر حسن وقبح دونوں موجود ہیں، اور دونوں شکلیں اس کی ذات کا اظہار کرتی ہیں، کیوں کہ اگر اس کے اندر کوئی قبح نہیں، تو اس کے مظہر سے قبح کیوں ظاہر ہوتا ہے، اور اگر حسن اس کا مظہر ہے تو قبح کیوں نہیں، اور ہمارے مشاہدے میں یہ بات آچکی ہے کہ جس بوتل میں عطر ہو گا، اس سے خوشبو آئے گی اور جس میں غلاظت یا گندگی ہو گی، اس سے بدبو آئے گی، ثابت ہوا کہ یہ عقیدہ کوئی حقیقت نہیں، اور نہ ہم ایسے خدا کے ماننے کے لئے مامور ہیں اور نہ مان سکتے ہیں جس کے اندر ہم کو ایسے نقائص نظر آئیں جن کی وجہ سے اس سے نفرت ہوتی ہے۔

الدلیل السادس: اسی طرح عورت مزید حسین ہے لہٰذا وہ زیادہ مظہر ہو گی، چنانچہ ملفوظات امداد اللہ مہاجر مکی معروف بہ "شمائم امدادیہ" میں ہے کہ فرمایا: عورت مظہر مرد کا ہے اور مرد مظہر حق کا ہے، عورت آئینہ مرد کی مرد آئینہ حق پس عورت مظہر وآئینہ حق تعالیٰ ہے، اور اس میں جمال ایزدی ظاہر ونمایاں ہے، ملاحظہ کرنا چاہیے۔[1]

پس اس عقیدہ کی بناء پر تلاش کر کے خوب صورت عورتوں کو دیکھتے رہنا، اور ان سے ہر وقت اختلاط رکھنا چاہئیے، خواہ وہ کسی کی بیٹی ہو، بہن ہو، ماں ہو یا بیوی ہو، حالانکہ طبعی طور سے اس پر غیرت آتی ہے، کوئی بھی باغیرت آدمی ہرگز برداشت نہیں کرے گا، بلکہ ایسی حرکتوں پر ہزاروں فتنے برپا ہوئے، قتل کے واقعات ہوئے برادریاں کٹ گئیں اور خاندان بگڑ گئے، ثابت ہوا کہ یہ فطری عقیدہ نہیں ہے، اور جس نظریے سے انسانی نظم ونسق قائم نہ رہ سکتا ہو وہ نظریہ صحیح نہیں ہو سکتا ہے، مجھے خود ایسا واقعہ یاد ہے، کہ ایک شخص کو میں نے جب ایسی حرکتوں پر ٹوکا تو کہنے لگا میرا کوئی برائی کا ارادہ نہیں، بلکہ میں قدرت الٰہی کا منظر دیکھتا ہوں، تو میں نے ان سے کہا تمہاری بیوی، بیٹی بہن وغیرہ لے آؤ تاکہ قدرت کے مناظر کا مقابلہ کیا جائے، اس نے سخت برا منایا اور میرے اس جواب کو گالی تصور کیا، یہ حقیقت ہے کہ انسان کے اندر فطرتِ سلیمہ ہے، وہ ہرگز ایسے ناپاک اور موجبِ فتنہ وفساد عقیدے کو قبول نہیں کرے گا۔

قال الآجری فی الشريعة: وفيما ذكرته وبينته مقنع لأهل الحق إشفاقا عليهم، لئلا يداخل قلوبهم من تلبيس أهل الباطل ممن يميل بقبيح مذهبه السوء إلى إستماع الغناء من الغلمان المرد يتلذذ بالنظر إليهم، ولا يحب الإستماع من الرجل الكبير، ويرقص ويذكر، قد ظفر به الشيطان فهو يلعب به مخالفا للحق، لا يرجع فی فعله إلى كتاب ولا إلى سنة، ولا إلى قول الصحابة، ولا من تبعهم بإحسان، ولا قول إمام من أئمة المسلمين

---

[1] - شمائم امدادیہ (۷۰)



، وما يخفون من البلاء مما لا يحسن ذكره أقبح ، ويدعون أن هذا دين يدينون به ، نعوذ بالله من قبيح ما هم عليه ، ونسأل له التوفيق إلى سبيل الرشاد ، إنه سميع قريب.

امام آجری "كتاب الشريعة" میں لکھتے ہیں کہ میں نے جو بیان کیا ہے اہلِ حق کے لئے کافی ہوگا، اور یہ ان پر شفقت کے طور پر میں نے ذکر کیا ہے، تاکہ ان کے دلوں میں اہلِ باطل کی تلبیسات داخل نہ ہوسکیں یہ لوگ اپنے بدترین مذہب کی وجہ سے بے ریش لڑکوں سے گانا سننا اور انہیں دیکھ دیکھ کر لطف اندوز ہونا پسند کرتے ہیں، جبکہ بڑے بوڑھے مرد سے سننا نہیں چاہتے ایسے لوگوں پر شیطان کامیاب ہوچکا ہے، اور حق کے خلاف ان سے کھیل رہا ہے، کتاب وسنت میں ان کے فعل کی کوئی گنجائش نہیں، اور نہ ہی اقوالِ صحابہ وتابعین میں، اور جو مصیبتیں پوشیدہ رکھتے ہیں، جن کا تذکرہ غیر مناسب ہے، اس سے بھی قبیح ترین ہیں، اور دعویٰ یہ ہے کہ یہ دین ہے ان کے قبیح ترین کردار سے ہم اللہ کی پناہ لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے راہ راست کی توفیق کا سوال کرتے ہیں، وہی سب سننے والا، قریب ہے۔ (1)

الدليل السابع: یہ لوگ اپنے عقیدے کو کس طرح بیان کرتے ہیں کہ حقائق کونیہ جو نتائج علم الٰہیہ ہیں ذات مطلق میں مدلج و مخفی تھے، اور صرف اپنی ذات پر ظاہر تھے، جب ذات نے چاہا کہ ظہور خود دوسری نہج پر ہو، اعیان کو ان کے لباس قابلیات میں اپنی تجلی کے جلوے سے ظاہر فرمایا، اور خود شدت ظہور خود سے ان کی نگاہ سے مخفی ہوگیا، مثل تخم کے کہ درخت مع تمام شاخوں اور پتیوں وپھول وپھل کے اس میں چھپا تھا، درخت کو دیکھتا ہے، تخم دکھائی نہیں دیتا اگر غور سے دیکھا جائے تو تخم بصورت درخت ظاہر ہوا۔ (2)

یعنی اعیان اس کے اندر موجود تھے، اور جب ظاہر ہوئے تو خود اندر ہوگیا، عجیب شطرنج ہے، کیا سب چیزیں اسی سے نکلی ہیں، یہ عقیدہ بعینہ ہندوں کا عقیدہ ہے، پھر تخم کی مثال بھی عجیب ہے۔

اولاً: تخم کا درخت کی شکل میں ظاہر ہونا بھی تخیل ہے، اور تخیل کي کوئی دلیل نہیں بن سکتی ہے۔

ثانیاً: درخت میں سے آخر پھل ہوتا ہے، جو پکتا ہے، اس میں سے تخم نکل آتا ہے، جس کی مثال ہے:

﴿ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ... ﴾ (الروم: ١٩) مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکالتا ہے۔

کیا معاذاللہ رب سبحانہ وتعالیٰ کا بھی تعلق خلق سے ایسا ہے، درخت کی مثال نطفہ وانسان تو ہوسکتے ہیں لیکن خالق اور اس کے خلق کو بنانا سوءِ ادبی کے علاوہ غلط بھی ہے۔

﴿ فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧٤﴾ ﴾ (النحل) اللہ کے لئے مثالیں نہ لگاؤ تحقیق اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

ثالثاً: بلکہ اس طرح ان کا خدا کوئی حقیقت یا مستقل چیز نہیں بلکہ ایک اندرونی قوت جو کام کرتی ہے، جیسا کہ دھریہ کا خیال ہے۔

1- الشريعة للآجري (٢٩٨)

2- شمائم امدادیہ (٣٨)

رابعاً: تخم جب وجود میں آتا ہے، تو ظاہر رہتا ہے، زمین میں ڈالنے سے پہلے پودے اگنے سے قبل اور درخت کے پھل سے نکلنے کے بعد بھی ظاہر ہے، پس تمثیل بھی صحیح نہیں ہے۔

خامساً: زمین میں ڈالنے کے بعد ختم ہے، اس کے وجود کا کوئی قائل نہیں، بعد میں جب پھل سے نکلتا ہے تو وہ نئی چیز ہے، پہلی نہیں کیا خدا ان کا بھی پہلے اس طرح ختم ہو گیا بعد میں جب قیامت میں دیدار ہو گا تو وہ خدا دوسرا ہو گا، اور نیا پیدا ہو گا، نعوذ باللہ من هذه الهفوات.

سادساً: کئی چیزیں ہیں جن کا تخم معلوم نہیں ان کے لئے کیا فیصلہ ہے؟ کئی گھاس ایسے ہیں جو بغیر تخم کے جہاں پانی پہنچتا ہے، وہاں پیدا ہو جاتے ہیں تو کیا ایسی مخلوق بھی ہے، جو کہ خالق کے بغیر وجود میں آتی ہیں؟

﴿ٱللَّهُ خَٰلِقُ كُلِّ شَيْءٍۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝٦٢﴾ (الزمر) اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اور وہی ہر چیز کا کارساز ہے۔

سابعاً: تخم کو اللہ چیر دیتا ہے جس سے پودا نکل آتا ہے۔

﴿إِنَّ ٱللَّهَ فَالِقُ ٱلْحَبِّ وَٱلنَّوَىٰۖ يُخْرِجُ ٱلْحَيَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ ٱلْمَيِّتِ مِنَ ٱلْحَيِّۚ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ۝٩٥﴾ (الأنعام)

اللہ دانے اور گٹھلی کو چیر دیتا ہے، زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ کو نکالنے والا ہے، یہ اللہ ہے تم کہاں بہکے جا رہے ہو۔

تو کیا معاذ اللہ مخلوق ان کے خدا کے اندر تھی اور اس کو چیر کر نکلتی ہے، کیا چر جانے کے بعد تخم کا وجود رہتا ہے،

ثامناً: کیا ان کا خدا اسی طرح غائب ہوا جس طرح تخم غائب ہو جاتا ہے، حاشا وکلا.

تاسعاً: تخم بمنزلت میت ہے، جس سے درخت نکلتا ہے جو کہ بمنزلہ زندہ ہے، اس لئے تو آیت بالا میں ﴿إِنَّ ٱللَّهَ فَالِقُ ٱلْحَبِّ وَٱلنَّوَىٰۖ﴾ (الأنعام) کے بعد اخراج المیت کا ذکر کیا ہے، اور نامی چیز باعتبار احیاء کے ہے، اور غیر نامی کالمیت ہے جس میں نہ حرکت ہے نہ حس۔

قال ابن جرير في تفسير: تحت الآية يقول تعالى ذكره: يخرج السنبل الحيّ من الحبّ الميت، ومخرج الحبّ الميت من السنبل الحيّ، والشجرِ الحيّ من النوى الميت، والنوى الميّت من الشجر الحيّ. والشجر ما دام قائمًا على أصوله لم يجفّ، والنبات على ساقه لم ييبَس، فإن العرب تسميه "حيًّا"، فإذا يبس وجفّ أو قطع من أصله، سمّوه "ميتًا". وبنحو الذي قلنا في ذلك قال جماعة من أهل التأويل. ([1])

آیت کے ذیل میں امام ابن جریر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ زندہ بالی کو مردہ بیج سے نکالتا ہے اور مردہ دانہ کو زندہ بالی سے، زندہ درخت مردہ گٹھلی سے نکالتا ہے اور مردہ گٹھلی زندہ درخت سے، درخت جب تک اپنے تنے پر کھڑا ہے اور خشک نہیں ہوا اور پودا اپنی جڑ پر ہے، سوکھا نہیں، عرب اس کو زندہ نام دیتے ہیں، جب سوکھ جائے، اور خشک ہو جائے یا جڑ سے کاٹ دیا

---

[1] - تفسير الطبري (۲۸۱/۷)



جائے، اسے میت کہتے ہیں، مفسرین کی ایک جماعت نے اسی طرح تفسیر کی ہے۔

فحدث عن السدى وابى مالك ثم حدث عن ابن عباس أنه قال فى الآية يخرج النطفة الميتة من الحى ثم يخرج من النطفة بشرا حيا.

سدی اور ابو مالک سے اور پھر اسی طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ وہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ مردہ نطفہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور پھر نطفہ سے انسان نکالتا ہے۔

ثم قال وإنما اخترنا التأويل الذى اخترنا فى ذلك لأنه عقيب قوله ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ فَالِقُ ٱلْحَبِّ وَٱلنَّوَىٰ ... ﴾ (الأنعام: ٩٥) على أن قوله﴿ يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ ٱلْمَيِّتِ مِنَ ٱلْحَيِّ ... ﴾وإن كان خبرا من الله من الحبِّ السنبلُ ومن السنبلِ الحبُّ فإنه داخل فى عمومه ماروى عن ابن عباس فى تأويل ذلك وكل ميت أخرجه الله من جسم حى وكل حى أخر جه الله من جسم ميت. وهكذا فى القرطبى وزاد المسير وابن كثير والنسفى وعامة التفاسير.

پھر کہاہم نے اپنی پسندیدہ تفسیر اس لئے اختیار کی ہے کہ آیت بالا اس آیت کے بعد ہے، ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ فَالِقُ ٱلْحَبِّ وَٱلنَّوَىٰ ... ﴾علاوہ ازیں ﴿ يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ ٱلْمَيِّتِ مِنَ ٱلْحَيِّ ... ﴾ سے مراد اگرچہ دانہ سے بالی اور بالی سے دانا نکالنا ہے، تاہم ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرویہ تفسیر بھی اس کے عموم سے سمجھی جاتی ہے، یعنی کہ ہر میت کو اللہ نے زندہ جسم سے نکالا ہے اور ہر زندہ کو مردہ جسم سے۔ قرطبی اور زاد المسیر اور ابن کثیر اور نسفی اور اکثر تفاسیر میں بھی اسی طرح ہے۔ (۱)

گویا تمثیل کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا خدا پہلے میت تھا، پھر اس طرح زندہ ہوا، اور میت نے دوسرے کو وجود دیا اور خود بخود کیسے زندہ ہوا کیا ان سب (ان کے خدا اور مخلوق) کا اللہ کوئی دوسرا ہے، جس نے ان کو پیدا کیا ہے، اور وجود بخشا، ان کا عقیدہ وہی شیطانی عقیدہ ہے، نعوذ باللہ من همزه ونفخه ونفثه، جس کی پیش گوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمائی: يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ حَتَّى يَقُولَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ؟ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ وَلْيَنْتَهِ. (۲)

تم میں سے ایک کے پاس شیطان آئے گا، اور کہے گا، اس کو کس نے پیدا کیا اس کو کس نے پیدا کیا، یہاں تک کہ کہے گا، تیرے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب اس حد کو پہنچے تو اللہ سے پناہ طلب کرے، اور رُک جائے۔ امام بخاری وامام مسلم وغیرہ نے اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

بلکہ یہ تخلیق وخروج دلیل ہے، اس پر کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے بائن عن الخلق ہے، جو چاہے جس سے چاہے پیدا کردے۔

---

[1] – تفسير القرطبي (٤٤/٧)، زاد المسير (٣٧٠/١)، تفسير ابن كثير (١٥٨/١)، تفسير النسفي (٢٤/٢).

[2] – صحيح البخاري كِتَاب بَدْءِ الْخَلْقِ بَاب صِفَةِ إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ حديث رقم (٣٠٣٤)

عاشراً: بلکہ اس طرح اللہ کی صفت "الظاھر" حادث ہوئی، اور بالغیر ہوئی معاذاللہ، ورنہ "الظاھر" اللہ کے الاسماء الحسنی میں سے ہے اور اس کے اسماء مبارکہ اور صفات مقدسہ سب ازلی وابدی ہیں، الحاصل یہ عقیدہ اہل النظر کے ہاں قائم نہیں رہ سکتا ہے۔

الدلیل الثامن: جن صفات کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے، مثلاً: السمع، البصر، الکلام، الوجه، القدم، النفس، العلم، القدرت، الرحم، الغضب، المجی، الإتيان، الضحك، الإستحياء وغیرھا سب ان کی صفات ازلی بغیر کسی ابتداء کے ہیں، اب اگر یہ عقیدہ کہ حلول ہے اور ہر شئ اس کا مظہر ہے، اور وہ اسی طرح ظاہر ہوا ہے، تسلیم کریں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جاندار کا دیکھنا، سننا، بولنا، جاننا، رحم کرنا، غضب میں آنا، جانا، ہنسنا، وغیرہ سب اس کے ہیں، اسی طرح بے جان چیزوں کا ٹھنڈا ورگرم ہونا، چپ رہنا وغیرہ ان سب سے اس کی صفات ظاہر ہوتی ہیں، اسی طرح اس کی سب صفات حادث ہوئیں، اس سے قبل نہ وہ سنتا تھا، نہ دیکھتا تھا، نہ بولتا تھا، نہ جانتا تھا نہ یہ صفتیں اس کی صفتیں تھیں، ورنہ بصورت دیگر نہ حلول کا کوئی مطلب ہوتا ہے، نہ اس طرح ظاہر ہونے کا فائدہ نظر آتا ہے پس ان کا خدا بعینہ آزر کا خدا ہوا۔

جیسے کہ اس کے بیٹے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس کو مخاطب ہو کر کہا:

﴿يَٰٓأَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا يَسۡمَعُ وَلَا يُبۡصِرُ وَلَا يُغۡنِي عَنكَ شَيۡـٔٗا ٤٢﴾ (مریم: ۴۲)

ابا جان آپ ان کی پوجا کیوں کرتے ہیں؟ جو نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ آپ کو کوئی فائدہ دے سکتے ہیں۔

پس کسی چیز کے اندر اللہ تعالیٰ کو ماننے سے ان کی صفات کے حدوث کا عقیدہ لازم آتا ہے، وهو باطل فهذا أيضا مثله.

الدلیل التاسع: شمائم امدادیہ میں ہے فرمایا کہ اکثر لوگ توحید وجودی میں غلطی کر کے گمراہ ہو جاتے ہیں، تمثیل بیان فرمائی کہ کسی گرو کا چیلہ توحید وجودی میں مستغرق تھا، راستے میں ایک فیل مست ملا اس پر فیل بان پکارتا آتا تھا کہ یہ ہاتھی مست ہے، میرے قابو میں نہیں ہے، اس (چیلہ) کو لوگوں نے منع کیا، مگر اس نے نہ مانا، اور کہا کہ یہ وہی تو ہے، اور میں بھی وہی ہوں خدا کو خدا سے کیا ڈر۔ آخر ہاتھی نے اسے مار ڈالا، جب اس کے گروہ نے یہ حال سنا گالی دے کر کہا ہاتھی جو مظہر مضل تھا، اس کو تو نے دیکھا، اور فیل بان جو ہادی تھا نہ دیکھا ہادی مضل اوپر نیچے جمع تھے۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔[1]

اب گرو صاحب کی اس تشریح اور امداد اللہ صاحب کی تائید سے اس عقیدے کا عقدہ یوں کھلا کہ دنیا میں جتنے قاتل ہیں وہ سب مظہر مضل ہیں، اسی طرح کسی کو گالی دینے والا بری راہ بتانے والا شرک، بدعت، کفر والحاد و دہریت سکھانے والا، اسی طرح لعن طعن کرنے والا بھی مظہر مضل ہیں نیز کسی کو مارنے والا زخمی کرنے والا ایضا کسی کے گھر میں گھس کر اس کی بیوی، بہن یا کسی

---

[1] ۔ شمائم امدادیہ (۹۰)

اور سے زبردستی زنا کرنے والا سب مظہر مضل ہیں، اب سزا و جزا کس پر دیت یا جرمانہ کس پر ہوگا، ہاں حدود شرعیہ کس پر کس سے قصاص لیا جائے گا، کس کو رجم یا تجلید و تعزیب کی جائے گی، چوری میں کس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، عدالتیں کس کے لئے ہیں، ہاں فتنے فساد کیسے بند ہوں گے۔ بلکہ خود فتنہ و فساد کی بنیاد اس صفت اضلال کا مظہر ہے، کیا اس عقیدے کی بناء اصلاح و سلامتی پر مبنی ہوسکتی ہے، یا شر فتنہ اور فساد پر اور مطلق العنانی اور طوائف الملوکی پر۔ ایضا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ خطرناک ضرور ہے، جو لوگ اس کے قائل ہیں، وہی ایسا خطرہ محسوس کررہے ہیں، پس ایسے عقیدے کو انسان جیسے باشعور اور باوقار مخلوق کے لئے روا نہیں رکھا جاسکتا۔ ایضاً چیلہ کے قول کہ "خدا سے خدا کو کیا ڈر" ہماری بات کی تصدیق ہوگئی کہ یہ عقیدہ توحید کے بجائے متعدد خداؤں کو مستلزم ہے بالآخر ان کو بھی ایسا ہی کہنا پڑا پس یہ عقیدہ شرکیہ ہے، (أعاذنا الله من ذلك)، ایضا بقول گرو جی ہاتھی جس نے مارڈالا وہ مظہر مضل تھا اور وہ سوار جو خبر دار کرتا آرہا تھا، وہ مظہر ہادی تھا، اب اس مقتول (چیلہ) کو کس کا مظہر کہیں گے، اس طرح دنیا میں جو مظلومین ہیں، ان کو کیا کہیں گے، کس کا مظہر مانیں گے، نیز مظلوم جب ہو کہ کسی کو ظالم تسلیم کریں، پس وہ کس کا مظہر یہی تو ان کا عقیدہ ہے کہ :

کربلا جنگ خود ہے مظلوم خود ہے بے قصور خود شہادت خود بغاوت ظلم ہے خود ظالماں
خود ابلیس بھی ہے خود تکبر خود غرور خود مضل ہے خود ضلالت خود خطا ہے گمرہاں
سب بظاہر میں جلالی اور جمالی اے غلام جلوہ گر ہے ذات مطلق ہر طرح ہے بے گماں

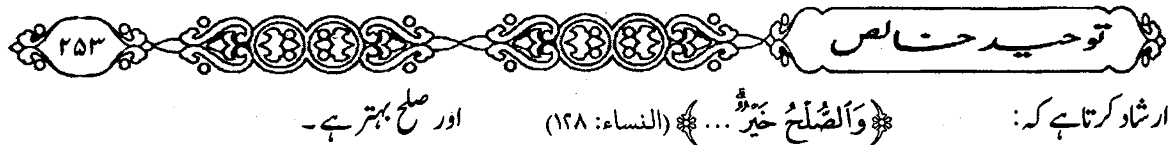
اللّٰهُمَّ أرنا الحق حقاوأرزقنا إتباعه والباطل باطلا وأرزقنا إجتنابه.

ایضا کیا استغراق ہے یا جنون یا دیوانگی جس میں خدا اور بندہ کا فرق نہ رہے، قرآن تو یوں کہتا ہے کہ :

﴿مَآ أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝٢﴾ (القلم) تیرے رب کی نعمت ہے کہ آپ مجنون نہیں ہے۔

﴿فَذَكِّرْ فَمَآ أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۝٢٩﴾ (الطور)
پس نصیحت کر، کیونکہ رب کی نعمت سے آپ نہ کاہن اور نہ مجنون ہیں۔

ثابت ہوا کہ یہ طریقہ نبوی اور اسلامی نہیں ہے، ورنہ ناصح اور صاحب فیض کے اندر جنون نہیں ہوتا، بلکہ اسکا ہوش کامل اور حواس سالم ہوتے ہیں ایضاً: جیسے راکب مرکوب دونوں اسکے مظہر، ایک مضل کا ایک ہادی کا اسطرح بوقت جفتی فاعل ومفعول کو بھی کس کے مظہر بنائیں کون سا مضل کا اور کون ہادی کا۔ ایضا: ابلیس سب سے بڑا مظہر ہوا، دوسرے نمبر میں فرعون نمرود و قارون ہامان، پھر ابو جہل، ابو لہب وغیرہم اسی طرح کفر واسلام کی غیریت کو ختم کرنیکا یہ حیلہ ہے ایضاً: جب قاتل ومقتول اور ظالم ومظلوم سب اسی کے مظہر تو پھر جس خدا کا وجود ہی سالم نہیں بلکہ ایک دوسرے میں ٹکرو جھگڑا، ضرب وزدو کوب موجود ہے وہ کیسے اپنی مخلوق کا نظام سنبھال سکتا ہے، یا ان کو صلح وآشتی کی تعلیم دیتا ہے، ثابت ہوا کہ ان کا خدا کوئی دوسرا ہے وہ نہیں جو یہ



ارشاد کرتا ہے کہ: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ...﴾ (النساء: ۱۲۸) اور صلح بہتر ہے۔

﴿وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ...﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

اختلاف نہ کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے یاد کرو، جبکہ تم دشمن تھے، اور تمہارے دلوں کو اس نے جوڑا پھر تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔

﴿لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ ...﴾ (الحجرات: ۱۱) ﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ...﴾ (الحجرات: ۱۱) ﴿اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ...﴾ (الحجرات: ۱۲)

کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے, اور ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو، اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔ بہت سی بدگمانیوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں، اور کسی کی ٹوہ میں مت لگو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ...﴾ (النساء: ۲۹) وغیرھا من الآیات.

اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، الا یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ وغیرہ وغیرہ آیات۔

ایضاً: جب ہر چیز اس کی مظہر ہے تو پھر مقتول کو کیوں یہ پتہ نہ لگا کہ یہ مجھے مار ڈالے گا، اگر کہو گے کہ اس کی ایک صفت علم کا ظہور نہیں کیا تو کہا جائیگا کہ پھر یہ ظہور کس کام کا کہ مشکل کے وقت میں کام نہ آئے، اور وہ خدا بھی کیسا جو خود تو موجود ہے، مگر اس کی ایک صفت (علم) وہاں موجود نہیں۔

ایضاً: جملہ "خدا سے خدا کو کیا ڈر" اس کے چار مطالب ہو سکتے ہیں، یعنی خدا کا تعدد یہ شرک ہے کما مضی۔ یا بعض خدا اپنے بعض سے نہ ڈرے یہ خدا کے حدوث کی دلیل ہے، جسکے ابعاض و اجزاء ہوں وہ اللہ نہیں ہوتا، یا یہ کہ مظہر مظہر سے نہ ڈرے، پھر اس کو خدا کیوں کہا گیا، غیر خدا کو خدا کہنا درست ہے؟ یا یہ کہ مظہر خدا سے نہ ڈرے یہی ہے اصل بنیاد سب برائیوں کی جو بندہ اللہ سے بے خوف ہو گیا تو کسی گناہ پر اس کو نہ حسرت ہو گی نہ کرتے وقت کوئی شرم محسوس ہو گی، ورنہ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ:

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾﴾ (النازعات)

اور جو اپنے رب کے آگے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور خود کو خواہش نفس سے باز رکھتا ہے اس کے لئے جنت رہنے کی جگہ ہے۔

الدلیل العاشر: اگر یہ عقیدہ درست ہوتا تو کائنات کی ہر چیز واجب الوجود ہوتی اس پر فنا نہ آتی حالانکہ یہ نقلاً و عقلاً ممتنع ہے پس یہ عقیدہ بھی ممتنع رہا والحمد للہ تلک عشرۃ کاملۃ. (یہ بھی دس دلائل ہوئے)۔

ردّ دلائل قائلینِ وحدۃ الوجود

اب ان دو سو اٹھتر دلائل کے بعد ہم ان لوگوں کے دلائل کو ذکر کرتے ہیں جن سے وہ اپنا عقیدہ وحدۃ الوجود اور ہر چیز میں خدا

ہونا ثابت کرتے ہیں اور ان پر کلام کرتے ہیں کہ ان کے غلط استدلال کا پردہ فاش ہو۔ جاننا چاہیئے کہ ان کے دلائل چار قسم ہیں:

① وہ روایتیں جو ساقط اور غیر ثابت اور بدیہۃ البطلان ہیں اور روایۃً خواہ درایۃً مردود ونا قابل التفات ہیں۔

② آیاتِ قرآنیہ جن کا غلط مطلب لے کر اپنا دعویٰ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

③ روایاتِ مشہورہ صحیحہ کو غلط تاویل سے اپنے مدعیٰ کا دلیل بناتے ہیں۔

④ دلائلِ عقلیہ

ہم ترتیب وار سب پر کلام کرتے ہیں۔

قسم اول - موضوع روایات :

کسی عقیدے کی بنا اس روایت پر رکھی جاسکتی ہے جو کہ صحیح ہو، ثابت ہو، موضوع یا ضعیف نہ ہو، یہ سب روایتیں باطل اور بناوٹی ہیں اور پھر صحیح احادیث کے مخالف ہونے کے باوجود مفہوم کے لحاظ سے بھی سخت منکر ومردود ہیں، یعنی روایۃً ودرایۃً ان کا بطلان اظہر من الشمس ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

نیز کسی فقیہ یا بزرگ کا کسی روایت کو اپنی کتاب کے اندر ذکر کرنا اس کے ثبوت کیلیے کافی نہیں ہے جب تک سنداً ثابت نہ ہو اور اس کا متن نکارت سے محفوظ نہ ہو، علامہ عبدالحیؒ لکھنوی مقدمہ "عمدة الرعاية فی حل شرح الوقاية" میں لکھتے ہیں کہ :أن الكتب الفقهية وإن كانت معتبرة فی أنفسها بحسب المسائل الفرعية وكان مصنفوها أيضا من المعتبرين والفقهاء الكاملين لايعتمد على الأحاديث المنقولة فيها إعتمادا كليا ولايجزم بورودها وثبوتها قطعا بمجرد وقوعها فيها فكم من أحاديث ذكرت فی الكتب المعتبرة وهی موضوعة مختلقة.

فقہی کتابیں فروعی مسائل کے اعتبار سے اگر چہ بذاتہ معتبر ہیں، ان کے مصنف بھی معتبرین، اور فقہاء کاملین سے تھے، مگر ان میں منقول احادیث پر کلی اعتماد نہیں کیا جاسکتا، کسی حدیث کے ان کتابوں میں درج ہونے سے اس کی صحت وثبوت کا یقین نہیں کیا جاسکتا، کتنی حدیثیں معتبر کتابوں میں مذکور ہیں حالانکہ وہ موضوع اور بناوٹی ہیں۔ (1)

اور یہی حال عام طور پر صوفیہ کی کتابوں کا ہے۔

ففی مرقاة الصعود إلى سنن أبی داؤد للسيوطی فی حديث لم أقف على هذا بإسناد ولم أرمن ذكره إلا الغزالی فی الإحياء ولايخفى مافيه من الأحاديث التی لاأصل لها. (2)

1- مقدمة عمدة الرعاية في حل شرح الوقاية (۱۳/۱)

2- قواعد التحديث للقاسمي (۱۸۳)

"مرقاة الصعود إلى سنن أبي داؤد للسيوطي" میں ایک حدیث کے بارے میں ہے، مجھے اس کی سند نہیں ملی، اس کو صرف غزالی نے اپنی کتاب "أحياء العلوم" میں ذکر کیا ہے، اور اس کتاب میں بے اصل احادیث موجود ہیں، انتہی۔ "قواعد التحديث للقاسمي" میں اسی طرح ہے۔

وقد حدث مسلم فى مقدمة صحيحه عن يحيى بن سعيد القطان قال لم نرالصالحين فى شئ اكذب منهم فى الحديث وفى رواية لم نراهل الخير فى شئ اكذب منهم فى الحديث قال مسلم يقول يجرى الكذب على لسانهم ولايتعمدون الكذب.

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں یحیٰ بن سعید کا یہ مقولہ روایت کیا ہے، صالحین کو ہم نے حدیث میں زیادہ جھوٹ بولتے پایا ہے، ایک روایت میں ہے اہل خیر (صوفیا) کسی چیز میں اتنا جھوٹ نہیں بولتے جتنا حدیث میں، امام مسلم کہتے ہیں کہ ان کی زبان سے جھوٹ نکل جاتا ہے عمداً ایسا نہیں کرتے۔

وقال النووى : وذلك لكونهم لايعانون صناعة أهل الحديث فيقع الخطاء فى رواياتهم ولايعرفون ويروون الكذب ولايعلمون أنه كذب.

امام نووی کہتے ہیں اس لئے کہ اہل حدیث کی طرح یہ لوگ حدیث کے بارے میں محنت نہیں کرتے اس لئے ان کی روایات میں نادانستہ خطا واقع ہو جاتی ہے اور جھوٹی روایت بیان کر جاتے ہیں بلکہ انہیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ یہ جھوٹ ہے۔[1]

وقال الحافظ ابن مندة إذا وجدتَ فى إسناد زاهدًافاغسل يدك من ذلك الحديث كذا فى تذكرة الحفاظ للذهبى.[2]

حافظ ابن مندہ کہتے ہیں کہ جب تو کسی سند میں زاہد کو پائے تو اس حدیث سے ہاتھ دھولے "تذكرة الحفاظ للذهبى" میں اسی طرح ہے۔

اور بالخصوص عقائد وصفات میں تو ان پر کوئی بھروسہ نہیں۔

قال ابن قدامة فى آخر رسالة "ذم التأويل" قال : وأما الأحاديث الموضوعة التى وضعها الزنادقة ليلبسوا بها على أهل الإسلام والأحاديث الضعيفة أما لضعف رواتها أوجهالتهم أولعلة فيها فلايجوز أن يقال بها ولا إعتقاد مافيها بل وجودها كعدمها وما وضعة الزنادقة فهو كقولهم الذى أضافوه إلى أنفسهم.

امام ابن قدامہ اپنے رسالہ "ذم التأويل" کے آخر میں کہتے ہیں کہ موضوع احادیث جو بے دینوں نے وضع کی ہیں تاکہ اہل اسلام پر ان کے دین میں تلبیس پیدا کریں اور ضعیف احادیث رواۃ کے ضعف کی وجہ سے ہو یا ان کے مجہول ہونے کی وجہ

---

[1]- صحيح مسلم (١٣/١-١٤)

[2]- تذكرة الحفاظ للذهبي (١١٠٣/١)



سے یا کسی اور علت سے ہو (ایسی موضوع وضعیف روایات) کا قائل نہیں ہونا چاہئیے، نہ ہی انکے مطابق عقیدہ رکھنا جائز ہے انکا وجود وعدم برابر ہے بے دینوں کی وضعی روایات کا مقام وہی ہے جو ان کے عقائد کا ہے۔ (1)

اس طرح صوفیہ لوگ بھی یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ حدیث ہم کو بذریعہ کشف یا الہام معلوم ہوئی ہے۔

اولاً: یہ دعویٰ خود قابل التفات نہیں۔

ثانیاً: کشف یاالہام شرعی حجت نہیں جیساکہ کتب عقائد میں ہے۔

ثالثاً: کشفی روایات خود حجت نہیں ہیں ان کیلئے محدثین کی تحقیق اور اسانید کا دیکھنا ضروری ہے۔ (2)

اب ہم ان روایات کو نقل کر کے کلام کرتے ہیں۔ بحول الله وقوته.

پہلی حدیث: كُنْت كَنْزاً مخفيا لَا أُعْرَف ، فَأَحْبَبْت أَنْ أُعْرَف ؛ فَخَلَقْت خَلْقاً فَعَرَّفْتهمْ بِي ، فَعَرَفُونِي.

میں مخفی کنز تھا، جسے کوئی نہ جانتا تھا، میں نے چاہا کیا کہ پہچانا جاؤں، پس میں نے مخلوق پیدا کی، اور ان کو اپنی معرفت دی پھر انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ (3)

جواب: اس روایت کو امداد اللہ نے خاص دلیل بنایاہے (4)، اور یہ روایت بالکل جھوٹی اور بناوٹی ہے، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو موضوع کہاہے۔ (5)

وحكاه أيضا السيوطى فى ذيل اللالى قال والأمر كما قال. وهكذا فى الموضوعات للفتنى وقال السخاوى فى "المقاصد الحسنة فى بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة،، قال ابن تيمية أنه ليس من كلام النبى ﷺ ولايعرف له سند صحيح ولاضعيف وتبعه الزركشي وشيخنا.وهكذا فى "تمييز الطيب من الخبيث فيما يدور على ألسنة الناس من الحديث" "و نشاط الراغبين" "وشابيب العسجد" كلاهما للجد الأمجد .

نیز اسے امام سیوطی نے ذیل اللالی میں نقل کیا ہے، اور کہا یہ فیصلہ صحیح ہے۔موضوعات الفتنى میں بھی اس طرح ہے۔ امام سخاوی "المقاصد الحسنة فى بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسـنة" میں کہتے ہیں ابن تیمیہ نے کہا یہ نبی ﷺ کا کلام نہیں ہے، اور نہ ہی اس کی کوئی صحیح یاضعیف سند معروف ہے، زرکشی اور ہمارے شیخ نے بھی اس کی اتباع کی

1- ذم التاويل لإبن قدامة (٥٨١)

2- دیکھئے قواعد التحديث للشيخ جمال الدين القاسمي (١٨٣-١٨٥)

3- (لا أصل له اتفاقاً) السلسة الضعيفة حديث رقم (٦٠٢٣)

4- شمائم امدادیہ (٣٩)

5- تنزية الشريعة للكتاني (٤٨/١)



ہے۔"تمييز الطيب من الخبيث فيما يدور على ألسنة الناس من الحديث"میں اور "نشاط الراغبين"اور "شأبيب العسجد للجد الأمجد"میں بھی اسی طرح ہے۔([1])

اسی طرح ملا علی القاری الحنفی نے بھی اپنی موضوعات میں اس کو ذکر کیا ہے اور سخاوی کی عبارت نقل کی ہے([2])، پس یہ عوام کی زبانوں پر چلنے والی روایت ہے، اس کا کوئی اصل نہیں بلکہ معنی کے لحاظ سے بھی منکر و باطل ہے، نبی اکرم ﷺ کا کلام نہیں ہو سکتا۔لوجوہ۔

اولاً: اس سے اللہ تعالیٰ کے اسم "الظاهر" کا حدوث لازم آتا ہے، بلکہ وہ ممکنات کے وجود سے پہلے بھی الظاہر تھا۔تعالیٰ شانہ

ثانیاً: کنز ایک مملوک اور دوسرے کی مکنوز و مدفون چیز ہے۔

قال ابن مكرم الأفريقي في لسان العرب : الكَنْزُ اسم للمال إذا أُحرز في وعاء ولما يحرز فيه وقيل الكَنْزُ المال المدفون ...وتسمي العربُ كلَّ كثير مجموع يتنافس فيه كنزاً. وهكذا في جميع كتب الفن.

ابن مکرم افریقی نے "لسان العرب" میں کہا ہے کہ: کنز اس مال کو کہتے ہیں جو برتن میں رکھا جائے، بعض کہتے ہیں کنز مال مدفون ہے، عرب ہر کثیر مجموع کا جس میں باہم رغبت ہو کنز نام رکھتے ہیں۔انتہی، سب کتب فن میں اسی طرح ہے۔([3])

لغات الحدیث مصنفہ نواب وحید الزمان حرف الکاف میں ہے: کنز: جوڑ رکھنا، جمع کرنا، زمین میں گاڑ دینا، ٹھوس کرنا۔

پس اللہ تعالیٰ کو کسی معنی میں بھی کنز کہنا درست نہیں ہے، اور اس کی توہین ہے، بلکہ قول على الله بدون علم ہے۔ ([4])

ثالثاً: اس طرح اللہ کی یہ صفت بالغیر ہے، وھو ممتنع.

رابعاً: جب کوئی چیز ماسوی موجود ہی نہ تھی، تو پھر مخفی کس سے تھا۔

خامساً: اس معنی میں تو پھر اللہ تعالیٰ اسم الباطن ابدی نہ رہا بلکہ اس کے سب اسماء پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں، لم یزل ولا یزال.

ایک سوال: فإن قيل أن العلامة على القارى الحنفى يقول فى الموضوعات لكن معناه صحيح مستفاد من قوله تعالى﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ ﴾(الذاريات) أي ليعرفون كما فسره ابن عباس رضى الله عنهما.

اگر کہا جائے، علامہ علی حنفی موضوعات میں کہتے ہیں کہ اس کا معنی صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مستفاد ہے: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے ہی پیدا کیا ہے، یعنی تاکہ وہ مجھے پہچانیں، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر بیان کی ہے۔

جواب : اس کا اثر ثبوت نہیں ملتا پہلے معتبر کتاب کا حوالہ اور پھر سند مطلوب ہے۔

---

[1]– ذيل اللآلي (٢٠٣) ، الموضوعات للفتني (١١) ، المقاصد الحسنة (١٥٣) ، تمييز الطيب من الخبيث (١٢٢)

[2]– الموضوعات للفتني (٥٤)

[3]– لسان العرب (٤٠١/٥)

[4]– لغات الحديث لوحيد الزمان (٩٤)

قلنا اولاً: والإسناد من الدين ولو لا الإسناد لقال من شاء ماشاء. قاله ابن المبارك كما فى مقدمة مسلم مع النووى.

اسناد دین کا حصہ ہیں، اگر اسناد نہ ہوں تو ہر کوئی جو چاہے کہتا رہے۔ امام ابن المبارک نے ایسا کہا ہے جیسا کہ مقدمہ مسلم میں ہے۔([1])

ثانیاً: بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف مروی ہے۔

وأخرج ابن جرير وابن أبي حاتم عنه قال : ليقروا بالعبودية طوعاً أو كرهاً . وأخرج ابن المنذر عنه قال على ما خلقتهم عليه من طاعتي ومعصيتي وشقوتي وسعادتي . كذافى الدرالمنثور.

ابن جریر اور ابن ابی حاتم سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا، تاکہ طوعاً و کرہاً اس کی عبودیت کا اقرار کریں، ابن المنذر نے ابن عباس سے بیان کیا کہ میں نے ان کو اپنی اطاعت و معصیت اور شقوت و سعادت پر پیدا کیا ہے" "الدرالمنثور" میں اسی طرح ہے۔([2])

ثالثاً: خود صوفیہ اس کے معنی یہ نہیں کرتے، چنانچہ شمائم امدادیہ میں روایت "کنت کنزاً" کے بعد تخم و شجرہ کی مثال سے اس کی تشریح کی ہے، کماذکر۔ جس کا مطلب یہ کہ ان کا خدا پہلے خلق کا تخم تھا، پھر اس میں غائب ہوگیا، اور جو لوگ ﴿لِيَعْبُدُونِ﴾ کا معنی لیعرفون کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ: لولم يخلقهم لما عرف وجوده وتوحيده ، كذا فى القرطبى عن الثعلبى.
اگر ان کو پیدا نہ کرتا تو اس کا وجود اور اس کی توحید نہ پہچانی جاتی، القرطبی میں ثعلبی سے اسی طرح ہے۔([3])

دونوں معنوں میں فرق ظاہر ہے، پس یہ روایت کسی طرح ثابت نہیں نہ لفظاً نہ معناً ایضاً اس میں دلالت علی المطلوب بھی کسی طرح نہیں ہے، کیونکہ اس میں حلول کا تو ذکر ہے نہیں۔

ایضاً اس سے علی التقدیر حدوث الاشیاء ثابت ہوا، اور اللہ تعالیٰ کا اس سے قبل وجود بھی ثابت ہوا، پس حلول کی کیا ضرورت پیش آئی کما تقدم۔ ایضاً "فعرفونی" سے کیا مطلب ہے، قبل الحلول ان کو معرفت حاصل ہوئی یا بعد ھا۔ علی الاول حلول کی کوئی ضرورت نہیں، جبکہ معرفت حاصل ہوگئی: اور یہی قرآن و حدیث سے ظاہر ہے۔

أخرج مالك فى المؤطا عن مسلم بن يسار الجهنى أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سُئِلَ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنۢ بَنِىٓ ءَادَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا۟ بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَآ ۛ أَن تَقُولُوا۟ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَـٰذَا غَـٰفِلِينَ ﴿١٧٢﴾﴾ (الأعراف) فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنْهَا

---

[1] – صحيح مسلم مع النووي (١٢/١)

[2] – الدرالمنثور (١١٦/٦)

[3] – تفسير القرطبي (٥٦)

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى خَلَقَ آدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِيَمِينِهِ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هَؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَبِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُونَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هَؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَبِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُونَ.

امام مالک مؤطا میں مسلم بن یسار جہنی سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے آیت: ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ ءَادَمَ . . .﴾ کی تفسیر دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ: رسول اللہ علیہ السلام سے بھی اس آیت کی تفسیر دریافت ہوئی تھی تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا، اور دایاں ہاتھ اس کی پیٹھ پر پھیرا اور اس سے اس کی اولاد نکالی اور کہا ان لوگوں کو میں نے جنت کے لئے پیدا کیا ہے، یہ اہل جنت کا عمل کریں گے، پھر آدم کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور اس سے اولاد نکالی اور فرمایا ان کو میں نے جہنم کے لئے بنایا، ان کا عمل جہنمیوں والا ہوگا، امام احمد نے اپنی مسند میں امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں اور ابن جریر نے اپنی تفسیر اور ابن حبان نے صحیح میں اسے روایت کیا جیسا کہ "موارد الظمآن" میں ہے اور آجری نے "الشریعة" میں اور بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (۱)

ثابت ہوا کہ ان کو حلول کے بعد معرفت حاصل ہوگئی، جب اللہ تعالیٰ نے ان کو آدم کی پیٹھ سے نکالا، اور یہ سارا واقعہ مباینت پر نص ہے، وعلی الثانی اگر ان کو حلول کے بعد معرفت حاصل ہوئی تو کیا احساس سے ہوئی یہ تو جہمیہ کو مقتضی ہے، وھو باطل یا دلائل وہ آیات سے یہ تو حلول کے بغیر بھی ہو سکتی ہے، نیز کیسے معلوم ہوا کہ خدا اندر آگیا ہے، یہ عقیدہ محض توہمات باطلہ اور تخیلات فاسدہ پر مبنی ہے۔

دوسری حدیث: قلب المؤمن عرش الرحمن. مومن کا دل رحمٰن کا عرش ہے۔

ان الفاظ کا کہیں نام ونشان نہیں ہے یہ الفاظ ایک بناوٹی روایت میں ہیں۔

قلب المؤمن بيت الرب. مؤمن کا دل رب کا گھر ہے۔

جواب: قال السخاوی فی المقاصد الحسنة ليس له أصل فی المرفوع. وهكذا فی تمييز الطيب من الخبيث وقال ابن تيمية موضوع كذا فی تنزيه الشريعة وفي الموضوعات للفتني وأقره السيوطی فی ذيل اللآلی وذكره القاری فی الموضوعات وقال السخاوی ليس له أصل فی المرفوع وقال الزركشي لاأصل له وقال ابن تيمية موضوع وفی الذيل هو كما قال. وهكذا فی نشاط الراغبين للجد الأمجد أيضا. (۲)

۱- (ضعیف) السلسلة الضعيفة حديث رقم (۳۰۷۱) ، موطأ مالك كِتَاب الْجَامِعِ بَاب النَّهْيِ عَنْ الْقَوْلِ بِالْقَدَرِ حديث رقم (۱۳۹۵) ، واخرج احمد في مسنده (۴۴/۱) ، وأبوداؤد (۲/) والترمذي (۱۳۳/۲) وابن جرير في تفسيره (۱۱۳/۹) وابن حبان في صحيحه كما في موارد الظمآن (۴۴۷) والحاكم في المستدرك (۴۴/۱) والآجري في الشريعة (۱۷۰) والبيهقي في الأسماء والصفات (ص۲۳۸) طبع الهند وغيرهم

۲- المقاصد الحسنه(۱۴۴),تمييزالطيب من الخبيث (۱۱۴),تنزيه الشريعه(۱۴۸),الموضوعات للفتني(۳۰), ذيل اللآلي (۲۰۳),الموضوعات (۵۱) .



سخاوی نے "المقاصد الحسنہ" میں کہا: مرفوعاً اس کی کوئی اصل نہیں ہے، "تمییز الطیب من الخبیث" میں اسی طرح ہے، ابن تیمیہ کہتے ہیں موضوع ہے، "تنزیہ الشریعہ" اور "موضوعات فتنی" میں اسی طرح ہے، سیوطی نے "ذیل اللآلی" میں اس کے موضوع ہونے کو درست کہا، ملا علی قاری موضوعات میں ذکر کرتیں ہیں کہ سخاوی نے کہا مرفوعاً اس کوئی کی اصل نہیں ہے، زرکشی نے کہا یہ بے اصل ہے، امام ابن تیمیہ نے کہا موضوع ہے "ذیل اللآلی" میں ہے یہ واقعی اسی طرح ہے اور "نشاط الراغبین للجد الأمجد" میں بھی اسی طرح ہے۔

جیسے یہ باعتبار روایۃً جھوٹی ہے اسی طرح درایۃً بھی صریح جھوٹ و باطل ہے۔

اولاً: جو دلائلِ صحیحہ اللہ کے استواء علی العرش اور اس کے علو کے لئے پیش کئے گئے یہ ان کے خلاف ہے حافظ ابن قیم رسالہ "المنار المنیف" میں ایک سوال ذکر کرتے ہیں کہ : سئلتُ هل يمكن معرفة الحديث الموضوع بضابط من غير أن ينظر فی سنده؟ ثم أطال الجواب ثم قال: ونحن ننبه على أمور كلية يعرف بها كون الحديث موضوعا. ثم قال: ومنها مناقَضَةُ الحديثِ صَرِيحَ القرآن. وهكذا فی الموضوعات للقاری.

مجھ سے پوچھا گیا کہ سند پر نظر ڈالے بغیر بھی کسی ضابطہ سے کسی حدیث موضوع کی پہچان ہو سکتی ہے، (اس کا طویل جواب دیا پھر کہا) ہم چند کلی باتوں پر تنبیہ کرتے ہیں، جن سے کسی حدیث کے موضوع ہونے کا پتہ چل جاتا ہے، (پھر کہا) اور ان میں سے یہ ہے کہ حدیث صریح قرآن کے خلاف ہو، موضوعات القاری میں اسی طرح ہے۔[1]

ثانیاً: قلب ایک محدود شئ ہے اس میں لامحدود کا داخل ہونا محال ہے۔

ثالثاً: قلب کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ: أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ. أخرجه الشيخان والأربعة كما فی الجامع الصغير.

خبردار جسم میں ایک حصہ ہے جب درست ہو تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے، اور جب وہ خراب ہو جائے تو تمام جسم فاسد ہو جاتا ہے، وہ دل ہے اس کو شیخین اور الاربعہ نے روایت کیا جیسا کہ "الجامع الصغیر" میں ہے۔[2]

پس قلب کی دو حالتیں ہیں کبھی اچھا ہے کبھی برا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا حلول ماننا سخت ظلم ہے۔

وفی المنار لابن القيم : فكل حديث يشتمل على فساد أو ظلم أوعيب أومدح باطل أو ذم حق أو نحو ذلك فرسول الله منه بریئ. [3]

المنار لابن قیم میں ہے: ہر حدیث جو فساد یا ظلم یا عیب یا مدح باطل یا ذمِ حق وغیرہ وغیرہ پر مشتمل ہو رسول اللہ ﷺ اس سے بری ہیں۔

[1]- المنار لإبن القيم (١٥) ، الموضوعات للقاري (٨٩).

[2]- صحيح البخاري كِتَاب الْإِيمَانِ بَاب فَضْلِ مَنْ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ حديث رقم (٥٠) ، الجامع الصغير (١٢٧/١)

[3]- المنار المنيف لإبن القيم (٢٢)



رابعاً: صحیح حدیث میں ہے کہ: إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَاحِدٍ يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ.

سب اولاد آدم کے دل رحمن کی دوانگلیوں میں ایک دل کی مانند ہیں وہ انہیں جس طرح چاہتا ہے پھیر دیتا ہے، مسلم نے اسے بروایت عبداللہ بن عمرو اور ترمذی وابن ماجہ نے بروایت انس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے، جیسا کہ مشکوۃ میں ہے۔([1])

یعنی سب قلوب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اور یہ جھوٹی روایت اس کے برعکس یہ کہتی ہے کہ ہر ایک قلب اللہ کو محیط ہے۔تعالیٰ عن ذلك.

خامساً: قال السخاوي في المقاصد : والقلب بيت الإيمان بالله ومعرفته ومحبته.

سخاوی "المقاصد" میں کہتے ہیں: دل اللہ کے ایمان اس کی معرفت اور اس کی محبت کا گھر ہے۔([2])

یہ معنی بھی حلولیہ کی دلیل نہیں بن سکتی ہے۔

تیسری حدیث: ما وسعني سمائي ولا أرضي ولكن وسعني قلب المؤمن.([3])

میں اپنے آسمان اور زمین میں نہ سما سکا، مگر مؤمن کے دل میں سما گیا۔

جواب: یہ بھی بناوٹی اور موضوع روایت ہے حافظ ابوالفضل العراقی نے کہا کہ: لم أرى له أصلا. وكذا قال ابن تيمية هو مذكور في الإسرائيليات وليس له اسناد معروف عنه ﷺ كذا في مقاصد السخاوي وفي التنزيه الشريعة قال ابن تيمية موضوع.وأقره السيوطي في الذيل وذكره القاري في الموضوعات وهكذا في تذكرة الموضوعات للفتني وفيه عن الزركشي وضعه الملاحدة.

میں نے اس کی اصل نہیں دیکھی اسی طرح امام ابن تیمیہ نے کہا یہ "اسرائیلیات" میں مذکور ہے، اس کی رسول اللہ ﷺ سے کوئی سند معروف نہیں ہے، "مقاصد سخاوی" میں اسی طرح ہے، "تنزیہ الشریعہ" میں ہے، امام ابن تیمیہ نے کہا موضوع ہے۔ سیوطی نے "ذیل الالی" میں اس کے موضوع ہونے کو درست کہا، قاری نے اس کو "الموضوعات" میں ذکر کیا اور "تذکرۃ الموضوعات للفتنی" میں اسی طرح ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ: زرکشی نے کہا ملاحدہ نے اس کو وضع کیا ہے۔([4])

الغرض: یہ روایت بھی دین کے دشمنوں اور ملحدوں کی خانہ ساز ہے، اور باعتبار معنی کے بھی باطل ہے (جیسا کہ) دوسری حدیث میں وجوہ بیان کئے گئے ہیں، ایضاً خود اس روایت کا بعض بعض کی تکذیب کرتا ہے "ما وسعه سمائی" پھر "وسعنی قلب

---

[1]ـ أخرجه مسلم من حديث عبد الله بن عمرو كِتَاب الْقَدَرِ بَاب تَصْرِيفِ اللَّهِ تَعَالَى الْقُلُوبَ كَيْفَ شَاءَ حديث رقم (٤٧٩٨) وأخرج نحوه والترمذي وابن ماجه من حديث انس كذا في المشكاة (٢٢/٢٠)

[2]ـ المقاصد الحسنة (١٤٤)

[3]ـ (لا أصل له) السلسلة الضعيفة حديث رقم (٥١٠٣)

[4]ـ مقاصد سخاوى (١٧٦)، تنزية الشريعة (١٤٨/١)، ذيل الآلي (٢٠٣) .



المؤمن" دونوں جملوں پر غور کریں، کتنا بے ہودہ کلام ہے، کیا ان کا خدا کبھی اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ آسمانوں خواہ زمینوں میں نہیں سما سکتا، اور کبھی اتنا چھوٹا ہو جاتا ہے کہ دل جیسی تنگ جگہ میں سما جاتا ہے، بلکہ بعض نے یہ معنی کیا ہے کہ:

وسع قلبه الإيمان بي وبمحبتي كذا ذكره السخاوي ثم الفتني وللقاري وغيرهما.

اس کے دل میں مجھ پر ایمان لانا اور میری محبت سما جاتی ہے، سخاوی فتنی اور قاری وغیرھما نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

لیکن اسی طرح حلولیہ کا اس روایت سے استدلال باطل ہو جائیگا۔ وهو المطلوب.

ثانیاً: یہ تاویل بھی روایت کو نہیں بچا سکتی، اسلئے کہ پھر لازم آئے گا کہ وہ آسمان وزمینوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت یا شعور نہیں ان میں ایمان نہیں ہے، هو باطل وخلاف ماجاء في القرآن والسنة.

﴿قَالَتَآ أَتَيۡنَا طَآئِعِينَ ﴿١١﴾﴾ (فصلت) (آسمان اور زمین) دونوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں۔

کیا یہ عین محبت وایمان نہیں ہے؟

ایضاً امام ابن تیمیہ نے جس اسرائیلی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ وہب بن منبہ سے کتاب الزهد لأحمد میں بایں الفاظ مذکور ہے۔

قال إن الله فتح السماوات لحزقيل حتى نظر إلى العرش فقال حزقيل سبحانك ما أعظم شأنك يارب فقال الله تعالى إن السماوات والأرض ضعفن أن يسعني ووسعني قلب المؤمن الوارع اللين كما ذكره السخاوي في المقاصد.

کہا اللہ نے آسمانوں کو حزقیل کے لئے کھولا یہاں تک کہ عرش پر اس کی نظر پڑی، پس حزقیل نے کہا تو پاک ہے تیرا عرش کتنا بڑا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آسمان اور زمین عاجز آگئے کہ مجھے سما سکیں، اور مجھے مؤمن، پرہیزگار نرم خو کے دل نے سما لیا ہے، جیسا کہ سخاوی نے "المقاصد" میں بیان کیا ہے۔ (1)

اولاً: اسکی سند معلوم نہیں ہے پس یہ اعانة الباطل بمثله کے باب سے ہے۔

ثانیاً: نہ معلوم وہب بن منبہ نے یہ کس سے سنا یہودی سے یا نصرانی سے۔

ثالثاً: علی التقدیر اس میں ان کے عقیدے کی تائید نہیں، بلکہ تردید ہے، کیونکہ اس میں صریحاً اللہ کا علو مذکور ہے، اور اس کا علی العرش ہونا ثابت ہے جو کہ حلول اور وحدۃ الوجود کے منافی ہے، بلکہ مباینت پر دلالت کرتا ہے، جبھی تو ملا علی قاری "الموضوعات" میں اس کے اثر کے بعد لکھتے ہیں: وفيه إيماء إلى قوله تعالى: ﴿إِنَّا عَرَضۡنَا ٱلۡأَمَانَةَ عَلَى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَٱلۡجِبَالِ فَأَبَيۡنَ أَن يَحۡمِلۡنَهَا وَأَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا ٱلۡإِنسَٰنُ ...﴾ (الأحزاب: ٧٢) اس میں اللہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے: ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش کی، انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا، اور اس سے ڈرے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ (2)

1- المقاصد الحسنة (١٧٢)

2- الموضوعات (٦٣)



الغرض: یہ روایت بھی باطل ہے اس کا ثبوت نہ لفظاً ہے نہ معنیً بلکہ:

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ﴾ (البقرة: ٢٥٥). اسکی کرسی ہی جمیع آسمانوں اور زمینوں سے وسیع ہے۔

والعرش لا يقدر أحد قدره إلا الله. عرش کا اندازہ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں لگا سکتا۔

چوتھی حدیث: أنا أحمد بلاميم. میں میم کے بغیر احمد ہوں۔

یہ بھی مشہور زبان شعراء اور صوفیہ پر چلنے والی روایت ہے، اس کا کوئی کہیں اثر نہیں یہ باطل بناوٹی ہے، جد امجد شابیب العسجد میں مخدوم عبد الواحد سیوستانی سے نقل کرتے ہیں کہ اس کا تصوف کے بعض رسائل میں ذکر ملتا ہے، مگر محدثین کے ہاں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اسی طرح مخدوم محمد المقلوی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ کسی معتبر کتاب میں نہیں پائی جاتی ہے، ایسا ہی دوسرا جملہ ان کی زبان پر ہے کہ: أنا عرب بلاعين. میں عین کے بغیر عرب ہوں۔

یہ سب ان کی مفتریات ہیں، کسی کتاب میں روایۃً مذکور نہیں بلکہ خود ان کے الفاظ سے ان کا جھوٹا ہونا ظاہر و باہر ہے، کیوں کہ بار بار قرآن میں آپ ﷺ کو عبد کہا گیا ہے، خود آپ ﷺ نے کئی حدیثوں میں خود کو عبد کہا ہے، بلکہ اللہ کے بندوں کو اس کے عبد و بندہ ہونے سے کوئی عار نہیں۔

﴿لَّن يَسْتَنكِفَ ٱلْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلَّهِ وَلَا ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ ٱلْمُقَرَّبُونَ ...﴾ (النساء: ١٧٢)

ترجمہ: مسیح کو ہر گز انکار نہیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی ملائکہ مقربین کو۔

بلکہ آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ: لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتْ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ.

مجھے (میرے مقام سے) نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے (عیسیٰ) بن مریم کو بڑھایا، میں تو اللہ کا بندہ ہوں، لیکن تم کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے، بخاری نے اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ([1])

اب کیسے آپ سے ان الفاظ کا گمان کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ تو حلول بھی نہ رہا، ان کا خدا تو وہی محمد بن عبد اللہ ﷺ ہوئے نہ کہ اور کوئی دوسرا خدا ہے، سبحان الله عما يشركون. ایضاً آپ کی وفات کے بعد صحابہ کے مجمع میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کہنا کہ: يا أيها الناس إن كان محمد إلهكم الذى تعبدونه فإنه قد مات و إن كان إلهكم الذى فى السماء فإن إلهكم لم يمت.

اے لوگو! اگر محمد تمہارے الٰہ تھے، جس کی تم عبادت کرتے تھے تو وہ فوت ہو گئے، اور اگر تمہارا الٰہ وہ ہے جو آسمان میں ہے تو تمہارا معبود فوت نہیں ہوا۔

یہ خطبہ ان الفاظ کو بالکل جھوٹا ثابت کرتا ہے، پھر بھرے مجمع میں سب کی تائید خود دلالت کرتی ہے، کہ کسی نے آپ سے معاذاللہ یہ ہفوات نہیں سنیں، یہ دراصل صوفیوں کی بنائی ہوئی ہے جو حدیثیں بنانا ثواب سمجھتے ہیں, الفية الحديث للسيوطى میں ہے:

---

[1] - صحيح البخاري كِتَاب أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ بَاب قَوْلِ اللهِ ﴿وَٱذْكُرْ فِى ٱلْكِتَٰبِ مَرْيَمَ إِذِ ٱنتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا ...﴾ حديث رقم (٣١٨٩)



والواضعون بعضهم ليفسدا   دينا وبعض نصر رأى قصداً

بعض واضعین نے دین کو فاسد کرنے کیلئے، اور بعض نے کسی رائے کی مدد کیلئے عمداً وضع کی

كذا تكسبا وبعض قد روى   للأمراء ما يوافق الهوى

اسی طرح کمانے کیلئے اور بعض نے امراء کیلئے، وہ روایت بنائی جو ان کی خواہش کے مطابق تھی۔

وشرهم صوفية قد وضعوا   محتسبين الأجر فيما يدعو

ان میں بدترین صوفیہ ہیں، انہوں نے اپنے دعوی کے مطابق طلب ثواب کی غرض سے وضع کی

فقبلت منهم ركونا تهم   حتى ابانها اولوهم هموا. ([1])

ان کی طرف میلان کی وجہ سے وہ روایات مقبول ہوئیں یہاں تک کہ ماہرین فن حدیث نے وضاحت فرمائی۔

وهكذا في جميع كتب الفن.   جملہ کتب فن میں اسی طرح ہے۔

پانچویں حدیث:إن أوليائي تحت قبائي.   میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں۔

جواب : یہ بھی اسی طرح ہوائی روایت ہے، کوئی اس کا ثبوت کسی کتاب حدیث میں نہیں ہے، جدامجد بھی الشابيب میں کہتے ہیں کہ اس کا مخرج معلوم نہیں۔

ایضاً لفظ قبا اللہ تعالیٰ کے لئے نہ قرآن میں مستعمل ہے نہ حدیث میں حالانکہ اس کی سب صفات توقیفیہ ([2]) ہیں، پس اس کے باطل ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے، ایضا جب اللہ تعالیٰ اور خلق کے درمیان حجابات ہیں، جیساکہ حدیث (۶۳) میں ذکر ہوا ہے تو اولیاء کیسے اس مقام پر پہنچے, علاوہ ازیں اس سے استدلال بھی صحیح نہیں کیونکہ بے شمار دلیلیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ بائن عن الخلق ہے۔

چھٹی حدیث:من عرف نفسه فقد عرف ربه. جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

جواب: یہ بھی موضوع اور مختلف ہے، "كنوز الحقائق للمنادى على هامش الجامع الصغير" میں ایک روایت بحوالہ مسند الفردوس للدیلمی مذکور ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: إذا عرف نفسه عرف ربه أي الإنسان. جب انسان اپنے نفس کو پہچان لے تو اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ ([3])

لیکن نہ سند ہے نہ روایت کا کوئی پتہ اس لئے امام نووی اپنے فتویٰ میں فرماتے ہیں کہ:ليس هو بثابت. یہ ثابت نہیں ہے۔ ([4])

---

[1]- الفية الحديث للسيوطي (٢٤-٢٥)

[2]- اس کا معنی یہ ہے کہ: بغیر دلیل کے نہ کوئی صفت نہ اللہ رب العالمین کا نام ثابت کیا جاسکتا ہے۔

[3]- (لا أصل له) السلسلة الضعيفة حديث رقم (٦٠) ، كنوز الحقائق للمنادي علي هامش الجامع الصغير (٦)

[4]- الذيل (١٣٣)



اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو موضوع بتاتے ہیں۔

كما فی الحاوی للسيوطی والتنزية وتذكرة للفتنی.

جیسا کہ "الحاوی للسیوطی"، اور "تنزیہ الشریعہ" اور "تذکرۃ للفتنی" میں ہے۔ (۱)

اور امام ابو المظفر السمعانی کہتے ہیں کہ: لايعرف مرفوعاً كذا فی المقاصد و التمييز. (۲)

یہ روایت مرفوعاً معروف نہیں ہے، جیسا کہ "المقاصد" اور "التمیز" میں ہے۔

اور ملا علی قاری نے "موضوعات" میں اس کو ذکر کیا ہے۔ بعض نے اس کا یہ معنی کیا ہے۔

قال السخاوی وقيل تأويله من عرف نفسه بالحديث قد عرف ربه بالقدم ومن عرف نفسه بالفنا عرف ربه بالبقاء.

"سخاوی" کہتے ہیں: بعض نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ جو شخص اپنے نفس کے حادث ہونے کو جان لے وہ رب کے قدم کو معلوم کر لیتا ہے، اور جو اپنے فانی ہونے کو جان لے وہ رب کے بقا کو جان لیتا ہے۔

وقال القاری من عرف نفسه بالجهل فقد عرف ربه بالعلم ومن عرف نفسه بالعجز والضعف فقد عرف ربه بالقدرة والقوة.

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ جو اپنے جہل کو جان لے اس نے رب کے علم کی معرفت حاصل کر لی، اور جو اپنے عاجز ہونے اور ضعف کو پہچانتا ہے، اسے رب کی قدرت و قوت کا احساس ہو جائے گا۔

اولاً: یہ حالتیں ہر چیز میں ہیں یہ معرفت ہر ایک چیز کے پہچاننے سے ہو سکتی ہے اپنے نفس کی اس میں کیا خصوصیت ہے، یہ کلام نبوی نہیں ہو سکتا۔

ثانیاً: اس طرح کا استدلال بھی صحیح نہیں ہوگا بلکہ یہ صحیح مباینت پر دلالت ہوگی، اس روایت کو مولوی سید اصغر حسین صاحب دیوبندی نے بھی رسالہ "ناقابل اعتبار روایات" پر ذکر کر کے کہا کہ: "عوام و خواص کی زبان پر مشہور ہے، مگر ارشادِ صاحبِ وحی ﷺ نہیں ہے"۔ (۳)

ساتویں حدیث: ما رأيت شيئا إلا رئي الله فيه. میں نے جو چیز بھی دیکھی اس میں اللہ کو دیکھا گیا۔

جواب: اس روایت کا بھی کسی کتاب میں پتہ نہیں سوا اس کے کہ صوفیہ کی ایجاد ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے سے شرماتے نہیں یہ الفاظ تعلیم نبوی کے بالکل خلاف ہیں۔

۱- الحاوي للسيوطي (۳۹/۲) تنزية الشريعة (۴۲/۲) وتذكرة الفتني (۱۱)

۲- المقاصد (۱۹۸) و التمييز (۱۶۵)

۳- ناقابل اعتبار روایات (۱۲)

اولاً: اس لئے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ.

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، فرمایا: وہ نور ہے میں کیسے دیکھ سکتا ہوں، مسلم نے اسے صحیح میں روایت کیا ہے۔ (۱)

یہ حدیث اس کی تکذیب کرتی ہے، اولاً کیونکہ اگر ایسا ہوتا، اور ہر چیز میں اللہ کو دیکھا ہوتا تو ایسا ہرگز نہ فرماتے حالانکہ اسراء والی رات آپ نے اللہ کی قدرت کی کئی نشانیاں دیکھی تھیں۔

﴿ مَا زَاغَ ٱلْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ ءَايَٰتِ رَبِّهِ ٱلْكُبْرَىٰٓ ﴿١٨﴾ ﴾ (النجم)

آنکھ نہ ہٹی اور نہ آگے بڑھی اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

ثانیاً: حجابات کا ذکر بھی اس کو باطل کرتا ہے۔

ثالثاً: بالخصوص حدیث ۱۸ میں اس کی واضح تردید ہے کیونکہ ہر ایک چیز میں اللہ تعالیٰ کا ہونا تو کجا بلکہ صرف اگر حجاب کھلتے تو وہ اشیاء جل جاتیں۔

رابعاً: اللہ کی تجلی سے پہاڑ کا پھٹ جانا بتاتا ہے کہ اگر کسی چیز کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی تجلی ہو تو وہ قائم نہیں رہ سکتی ہے۔

خامساً: أخرج البيهقي في الأسماء والصفات: عن ابن عباس رضي الله عنه قال: تفكروا في كل شيء، ولا تفكروا في ذات الله عز وجل، فإن بين السماء السابعة إلى كرسيه سبعة آلاف نور، وهو فوق ذلك. وهو في حكم المرفوع.

بیہقی "الاسماء والصفات" میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ہر چیز میں تفکر کرو اللہ کی ذات میں تفکر نہ کرو کیونکہ ساتویں آسمان سے کرسی تک ستّر ہزار نور ہیں، اور وہ اس سے اوپر ہے، یہ قول مرفوع کے حکم میں ہے۔ (۲)

یہ روایت تباین پر دلالت کرتی ہے، بلکہ جب اللہ کی ذات میں تفکر ہی ممنوع ہے، تو دوسری اشیاء کو دیکھنے سے اس میں خدا نظر آجائے بالکل بعید از وہم وگمان ہے، پس یہ روایت بھی ملحدوں کی گھڑی ہوئی ہے۔

آٹھویں حدیث: بي يسمع وبي يبصر وبي يمشي وبي ينطق.

میرے ساتھ سنتا ہے، میرے ساتھ دیکھتا ہے، میرے ساتھ چلتا ہے، اور میرے ساتھ بولتا ہے۔

جواب: یہ الفاظ بھی بناوٹی ہیں کہیں مذکور نہیں ایضاً کیا گونگے، بہرے، اندھے یا لنگڑے کے اندر خدا نہیں ہے پھر ہر شے میں خدا کے ہونے کا دعویٰ باطل ہوا۔

۱- صحيح مسلم مع النووي (۱/۹۹) كِتَاب الْإِيمَانِ بَاب فِي قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَام نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ وَفِي قَوْلِهِ رَأَيْتُ نُورًا حديث رقم (۲۶۱)

۲- (ضعيف) الجامع الصغير حديث رقم (۶۲۲۱)، الأسماء والصفات للبيهقي (۱۹۹)

اگر مان بھی لیں تو اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر ایک اللہ کی قدرت و مہربانی سے سنتا، دیکھتا، چلتا اور بولتا ہے یہاں حلول یا معیت کا کوئی ذکر نہیں بلکہ جیسا کہا جاتا ہے کہ القائم باللہ وغیرہ۔

نویں حدیث:الإنسان مرأة الرحمٰن. ترجمہ: انسان رحمن کا آئینہ ہے۔

جواب: یہ بھی ناپید روایت صوفیوں کی زبانوں پر دائر ہے، کوئی اس کا مخرج معلوم نہیں۔ کما فی نشاط الراغبین.

ثانیاً: بلکہ عکس اس چیز کا ہو سکتا ہے، جو کہ جسم ہو اللہ تعالیٰ اس سے پاک ومنزہ ہے، پس مثال ہی خود اس کو جعلی اور بناوٹی ثابت کرتی ہے۔

ثالثاً: قرآن تو انسان وغیرہ کو عبد الرحمن کہتا ہے:﴿ إِن كُلُّ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ إِلَّآ ءَاتِي ٱلرَّحۡمَٰنِ عَبۡدٗا ﴿٩٣﴾ ﴾ (مریم)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو ہیں رحمن کے سامنے غلام ہو کر آئیں گے۔

جب پہاڑ تجلی سے جل گیا تو انسان جو کہ کمزور ہے (اور جس کو آئینے سے تشبیہ دی گئی ہے) وہ کیوں نہیں جلتا۔

رابعاً: آئینے کی تشبیہ بھی غلط ہے، کیونکہ یہ آئینہ غیر کے لئے ہے اپنے آپ کے لئے علی الاول شیشہ صرف شیشہ کے سامنے ہوگا اور صورت صورت کے سامنے ہوگی کوئی دوسرا تو ہے نہیں جو صورت کو دیکھے گا خود اپنے آپ کی زیارت کرتا ہے، وعلی الثانی آئینہ بذات خود مستفید نہیں ہوتا بلکہ ان سے کوئی دوسرا فائدہ حاصل کرتا ہے، پس روایت معناً بھی غیر مستقیم ہے۔

خامساً: انسان سارے خدا کا شیشہ ہے، یا بعض کا علی الاول قرآن کے خلاف ہے۔

قال الله تعالىٰ : ﴿ لَّا تُدۡرِكُهُ ٱلۡأَبۡصَٰرُ وَهُوَ يُدۡرِكُ ٱلۡأَبۡصَٰرَۖ ... ﴾ (الأنعام: ١٠٣)

ترجمہ: آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں، اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

اس سے اور کیا ادراک ہوگا۔ وعلی الثانی ابعاض حدوث کو مستلزم ہیں، وهو ممتنع حقه تعالىٰ.

سادساً: اگر تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا، کہ ان کا خدا جیسے حسین ہے، ویسے قبیح بھی ہے، کیونکہ شیشہ تو صاف شکل بتاتا ہے اگر واقعی انسان مظہر ہے تو اس میں حسین و قبیح دونوں ہیں، فتفکر.

سابعاً: عکس حلول کے منافی ہے، عکس جب ہو کہ چیز اس کے اندر داخل نہ ہو بلکہ سامنے ہو اور اگر اندر داخل ہو تو عکس نہیں ہوگا فيبطل أحدهما الآخر.

ثامناً: یہ بات بالکل حتمی ہے کہ محتجب چیز کا عکس شیشہ میں نہیں آسکتا۔

تاسعاً: اگر یہ ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کو اللہ یہ نہ کہتے : ﴿ وَلَٰكِنِ ٱنظُرۡ إِلَى ٱلۡجَبَلِ ... ﴾ (الأعراف: ١٤٣) لیکن تو پہاڑ کی طرف دیکھ۔ بلکہ یہ کہتا:إلى وجودك أو إلى شخصك و إذ ليس فليس. اپنے وجود یا اپنے شخص کی طرف دیکھ۔

جب ایسا نہیں فرمایا تو دلیل ختم۔

عاشراً : ﴿ هُوَ ٱلَّذِى يُصَوِّرُكُمْ فِى ٱلْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ۝٦ ﴾ (آل عمران)

ترجمہ: وہی رحموں میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری تصویر بناتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زبردست، حکمت والا ہے۔

یعنی وہی اللہ تعالیٰ مصور ہے یہ صورتیں اسکی قدرت وصفت پر دلالت کرتی ہیں۔ نہ کہ اسکی ذات کا عکس۔ سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون.

دسویں حدیث: الإنسان بنيان الرحمن. انسان رحمن کی بنیاد ہے۔

جواب : یہ بھی مثل السابق نایاب بے ثبوت ہے اس کا مخرج نہیں کما فی النشاط ایضاً اس سے تو معلوم ہوا کہ معاذاللہ ان کا خدا انسان کا فرع ہے اور انسان اس کا اصل ہے اتنا ہی اس کے کذب وبہتان علی اللہ ورسول اللہ ﷺ ہونے کیلئے بس ہے۔

ثانیاً: نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ معاذاللہ ان کے خدا کا قیام ہی خلق سے ہے، کیا انسان سے پہلے خدا قائم نہیں تھا یا ان سب کے مرجانے کے بعد قائم نہیں ہوگا، حاشاءللہ .

ثالثاً: بلکہ نص قرآنی اس کو رد کرتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦٓ أَن تَقُومَ ٱلسَّمَآءُ وَٱلْأَرْضُ بِأَمْرِهِۦ ... ﴾ (الروم ۲۵)

ترجمہ: اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔

یعنی سب اشیاء کا قیام اللہ تعالیٰ کے امر ہی سے ہے نہ کہ اس کا قیام کسی چیز سے۔

رابعاً: انسانوں میں کئی سیدھے کئی ٹیڑھے اور لولے لنگڑے بھی ہیں، کیا ان کو اللہ تعالیٰ کا بنیان کہنا اس کی تحقیر نہیں ہے۔ اور بعض لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ یعنی اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے، لیکن یہ تاویل مخدوش ہے کیونکہ سب چیز اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ ﴿ وَٱلسَّمَآءَ بَنَيْنَٰهَا بِأَيْي۟دٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۝٤٧ ﴾ (الذاریات). اور آسمان کو ہم نے قوت سے بنایا، اور ہم وسعت والے ہیں۔

﴿ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝١٢ ﴾ (النبأ) اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط بنائے۔

﴿ أَمِ ٱلسَّمَآءُ ۚ بَنَىٰهَا ۝٢٧ ﴾ (النازعات) یا آسمان اس کو بنایا ہے۔

﴿ وَٱلسَّمَآءِ وَمَا بَنَىٰهَا ۝٥ ﴾ (الشمس) قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا۔

پس انسان کی کیا اس میں خصوصیت رہی، ایضاً اس طرح حلول پر استدلال باطل ہوا۔ والحمد للہ علی ذلك.

گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں حدیثیں:

امام سعید الدارمی نے "الرد علی المریسی" میں ان کو ذکر کر کے ان پر واضح اور مدلل تنقید کی ہے ہم اس کے کلام کو نقل کرتے ہیں۔

قال وأما مارُوِيت عن أبي الثلجي من غير سماع منه من حديث السدي عن أبي مالك عن ابن عباس في قوله : ﴿ ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ ۝٥ ﴾ (طه) قال إرتفع ذكره وثنائه على خلقه وعن ابن عباس أنه قال إستوى له أمره وقدرته فوق بريته وعن ابن الثلجي ايضا من حديث جويبر عن الكلبي عن أبي صالح عن ابن



عباس ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ...﴾ قلت ثم قطع كلام فقال إستوى له مافى السموات وما فى الأرض ينفى عن الله الا إستواء ويجعله لما فى السمٰوات والأرض.

ابن الثلجی سے بلاسماع سدی کی حدیث مروی ہے، ابو مالک سے وہ ابن عباس سے کہ: انہوں نے ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ۝﴾ کی تفسیر میں کہا اس کا ذکر وثنا مخلوق پر اونچا ہے، نیز سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا اس کا حکم اور اس کی قدرت مخلوق پر غالب ہے، نیز ابن الثلجی سے ہی جویبر کی حدیث ہے، وہ کلبی سے وہ ابو صالح سے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ اس نے پڑھا ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ...﴾ پر خاموشی کی اور آگے کہا إستوى له مافى السمٰوات وما فى الأرض یعنی جو آسمانوں میں ہے، اور جو زمین میں ہے وہ اس کیلئے مستوی ہے، اس نے اللہ سے استوا کی نفی کی اور ما فى السمٰوات والأرض کیلئے ثابت کی۔(1)

جواب: فيقال لك أيها المعارض لوقد سمعت هذا من ابن الثلجى لما قامت لك به حجة فى قيس تمرة وهذه الروايات كلها لاتساوى بعرة وما يحتج بها فى تكذيب العرش الاالفجرة وأول مافيه من الريبة أنك ترويه عن ابن الثلجى المأبون المتهم فى دين الله والثانى عن الكلبى هو ابن عم الثلجى وعن جويبر ولوصح ذلك عن الكلبى وجويبر من رواية سفيان وشعبة وحماد بن زيد لم نكترث بهما لأنهما مغموزان فى الرواية لاتقوم بهما الحجة فى أدنى فريضة فكيف فى إبطال العرش والتوحيد ومع ذلك لانراه إلامكذوبا على جويبر والكلبى ولكن من يريد أن يعدل عن الحجة يحتج لمذهبه بما لاتقوم به الحجة والعجب ممن يدفع ماروى الزهرى عن عطاء بن يزيد الليثى عن أبى هريرة وأبى سعيد عن النبى وعن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار عن أبى سعيد وسعيد المقبرى وثابت البنانى من رواية معمر وسفيان وشعبة ومالك بن أنس وحماد بن زيد ونظرائهم من أئمة المسلمين ويتعلق برواية ابن الثلجى والمريسى ونظرائهم من أهل الظنة فى دين الله إذا وجد فى شئ منها أدنى متعلق يوخذبها دلسة على الجهال.

اے معارض اگر تو اس کو ابن الثلجی سے سن بھی چکا ہے تو بھی تیرے لئے یہ روایات ایک کھجور کے دانے جتنی حجت نہیں بن سکتیں اور یہ روایات اونٹ کی مینگنی کے برابر بھی نہیں اور ان سے عرش کی تکذیب پر فاجر ہی استدلال کرتے ہیں۔ اس میں سب سے پہلے تو شک کی بات یہی ہے کہ تو ابن الثلجی جو کہ اللہ کے دین سے متہم ہے، روایت کرتا ہے، اور وہ کلبی سے یہ ثلجی کے چچا کا بیٹا ہے، اور جویبر سے سفیان، شعبہ اور حماد بن زید ایسے بھی روایت کریں تو بھی ہم نہ لیں کیونکہ یہ دونوں روایت میں غیر معتبر ہیں، کسی فریضہ میں کلبی اور جویبر کی روایت حجت نہیں عرش اور توحید کے ابطال میں کہاں حجت ہو سکتی ہے، اس

1- الرد على المريسي (۸۳)

کے باوجود ہمارا خیال ہے، جویبر اور کلبی پر یہ روایات مکذوب ہیں، حجت سے دور رہنے والا ہی اپنے مذہب کے لئے ایسی روایات سے استدلال کیا کرتا ہے جو کہ قابل حجت نہیں ہوتیں اس پر تعجب ہے جو شخص زہری کی روایت عطاء سے وہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو سعید سے یہ دونوں نبی علیہ السلام اور زہری زید بن اسلم سے وہ عطاء وہ ابو سعید سے، اور روایت سعید المقبری وثابت بنانی بروایت معمر وسفیان وشعبہ ومالک بن انس وحماد بن زید وغیرہ ائمہ مسلمین کی روایات کو تو رد کر دیتا ہے، اور ابن الثلجی اور مریسی اور ان جیسے متہم فی دین اللہ کے ساتھ چمٹ جاتا ہے جبکہ ان کی روایات میں جاہلوں کو تدلیس کی جا سکے۔

اس عبارت میں امام موصوف نے یہ علتیں بیان کی ہیں:

اولاً: سند میں انقطاع ہے۔

ثانیاً: ان روایتوں کے ناقل بشر المریسی اور ابن الثلجی ہیں حالانکہ دونوں بے دین اور متہم ہیں اول الذکر کے لئے میزان الاعتدال میں ہے کہ: ضال مبتدع لاینبغی أن یروی عنه جود القول بخلق القرآن قال قتیبة بن سعید کافر وقال الخطیب حکی عنه اقوال شنیعة أساء أهل العلم قولهم فیه وکفر أکثرهم لأجلها وقال ابوزرعة زندیق. مختصر.

یہ گمراہ بدعتی ہے، اس سے روایت لینا مناسب نہیں ہے، اس نے نظریہ خلق قرآن کی تجدید کی، قتیبہ بن سعید کہتے ہیں یہ کافر ہے، خطیب نے کہا، اس سے بدترین اقوال منقول ہیں جن کی بناء پر اہل علم اسے برا جانتے ہیں، اور اکثر نے ان اقوال کی وجہ سے اسے کافر کہا ہے، ابوزرعہ اسے زندیق کہتے ہیں۔ مختصراً۔ (۱)

وقال العجلی أشبه شیء بالیهود وقال الأزدی زائغ صاحب رأی لایقبل قوله ولایخرج حدیثه ولاکرامة إذا کان عندنا علی غیر طریقة الإسلام قال یزید بن هارون کافر حلال الدم،کذا فی لسان المیزان.

عجلی نے کہا یہ یہود کے بہت مشابہ ہے، ازدی نے کہا راہ راست سے ہٹا ہوا صاحب رائے ہے اس کا قول غیر مقبول ہے اس کی حدیث کی تخریج نہ کی جائے، کیونکہ ہمارے نزدیک یہ شخص طریقۂ اسلام پر نہیں تھا، یزید بن ہارون نے کہا یہ کافر مباح الدم ہے، لسان المیزان میں اسی طرح ہے۔ (۲)

مزید اس کا ترجمہ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی کی کتاب الفوائد البهیئة فی تراجم الحنفیة میں دیکھیں اور ثانی الذکر محمد بن شجاع الثلجی الحنفی مشہور کذاب اور وضاع ہے۔

ففی المیزان : قال ابن عدی: کان یضع الحدیث فی التشبیه ینسبها إلی أصحاب الحدیث یسابُّهم بذالك وقال الساجی: کذاب إحتال فی إبطال الحدیث نصرة للرأی . وقال أحمد مبتدع صاحب هوی وقال القواریری کافر وأقره علی ذلك إسماعیل القاضی وقال ابن القاسم الأشیب کان کذابا خبیثا. کذا فی التهذیب.

---

[1] – میزان الاعتدال (۱/۱۵۰)

[2] – لسان المیزان (۲/۳۱)



میزان میں ہے: ابن عدی نے کہا یہ شخص تشبیہ کے بارے میں حدیث وضع کرتا تھا، اور اسے اہل الحدیث کی طرف منسوب کردیتا، اس طرح ان کو بدنام کرتا تھا۔ ساجی نے کہا یہ کذاب ہے، رائے کی نصرت میں حدیث باطل کرنے کے لئے حیلہ کرتا تھا۔ احمد نے کہا مبتدع صاحبِ ھویٰ ہے، قواریری نے کہا کافر ہے اسماعیل قاضی نے بھی ایسا ہی کہا، ابن القاسم الاشیب کہتے ہیں یہ کذاب خبیث تھا، تہذیب میں اسی طرح ہے۔ (1)

ثالثاً: جویبر اور کلبی بھی قابل حجت نہیں اول الذکر جویبر بن سعید ابو القاسم الازدی البلخی ہے۔

وفی المیزان : قال ابن معین: لیس بشیٔ وقال الجوزجانی لایشتغل به وقال النسائی والدار قطنی وغیرها متروك. وکذا قال علی بن الجنید وضعفه ابن المدینی وأبوداؤد وذکره یعقوب بن سفیان فی باب من یرغب فی الروایة عنهم وقال ابن عدی الضعف علی حدیثه وروایته بین وقال الحاکم أبو أحمد ذاهب الحدیث وقال الحاکم أبوعبد الله أنا أبریٔ إلی الله من عهدته کذا فی التهذیب. (2)

میزان میں ہے، ابن معین نے کہا لیس بشیٔ جوز جانی نے کہا اس کی (روایت) میں اشتغال نہ کیا جائے، نسائی اور دارقطنی اور دوسرے نے کہا متروک ہے۔ علی بن جنید نے اسی طرح کہا ابن مدینی اور ابو داؤد نے اس کو ضعیف کہا، یعقوب بن سفیان نے اس کو ان رواۃ میں ذکر کیا جن کی روایت سے اعراض کیا گیا ہے، ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی حدیث وروایات پر ضعف نمایاں ہے، حاکم ابو احمد نے کہا ذاہب الحدیث ہے، حاکم ابو عبد اللہ نے کہا میں اس کی ذمہ داری سے بری ہوں۔

اور ثانی الذکر محمد بن السائب الکلبی ہے، یہ بھی ایسا ہی مشہور ہے۔

ففی المیزان : قال الثوری إتقوا الکلبی فقیل إنك تروی عنه قال أنا أعرف صدقه من کذبه وقال البخاری: ترکه یحیی وابن مهدی وقال یزید بن زریع وابن حبان کا ن سبائیا وقال ابن معین: لیس بثقة.

میزان میں ہے، ثوری نے کہا کلبی سے بچو پوچھا گیا آپ تو اس سے روایت کرتے ہیں، ثوری نے کہا میں اس کے صدق وکذب میں امتیاز کرلیتا ہوں، بخاری نے کہا اس کو یحیٰ اور ابن مہدی نے چھوڑ دیا، یزید بن زریع اور ابن حبان کہتے ہیں یہ سبائی تھا، ابن معین نے کہا ثقہ نہیں ہے۔ (3)

وقال الجوزجانی وغیره کذاب وقال الدارقطنی وجماعة متروك وقال ابن حبان مذهبه فی الدین ووضوح الکذب فیه أظهر من أن یحتاج إلی الإغراق فیه لایحل ذکره فی الکتب فکیف الإحتجاج به. مختصرا. وکذبه سلیمان التیمی ولیث بن أبی سلیم وقال أبو جزء أشهد أن الکلبی کافر وقال أبو حاتم: الناس مجموعون علی ترك

1- المیزان الإعتدال (۳/۷۱-۷۲)، تهذیب التهذیب (۹/۲۲۰-۲۲۱)

2- المیزان الإعتدال (۱/۱۹۸) ، تهذیب التهذیب (۲/۱۲۴)

3- المیزان الإعتدال (۳/۶۱)

حديثه وهو ذاهب الحديث لايشتغل به وقال النسائى ليس بثقة لايكتب حديثه وقال على بن الجنيد والحاكم أبو أحمد متروك وقال الساجى متروك الحديث وكان ضعيفا جدا لفرطه فى التشيع وقد إتفق ثقات أهل النقل على ذمه وترك الرواية عنه فى الأحكام والفروع كذا فى التهذيب.

جوزجانی وغیرہ اس کو کذاب کہتے ہیں، دارقطنی اور جماعت نے متروک کہا، ابن حبان نے کہا اس کا مذہبی رجحان اور اس میں جھوٹ بولنا نہایت واضح ہے، اس کے بارے میں گہری نظر ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں، کتابوں میں اس کا تذکرہ حلال نہیں ہے، چہ جائیکہ اسکو بطور حجت پیش کیا جائے، مختصراً۔ سلیمان تیمی اور لیث بن ابی سلیم نے اس کو جھوٹا کہا، ابو جزء کہتا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے۔ ابو حاتم نے کہا لوگ اس کی حدیث چھوڑ دینے پر متفق ہیں، یہ ذاہب الحدیث ہے اس کی روایت نہ لی جائے، نسائی کہتے ہیں ثقہ نہیں ہے، اس کی حدیث نہ لکھی جائے، علی بن جنید اور حاکم ابو احمد نے کہا متروک ہے، ساجی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے، اور بہت ضعیف تھا کہ تشیع میں حد سے بڑھا ہوا تھا، ثقہ رواۃ اسکی مذمت اور احکام وفروع میں اس کی روایات کے ترک پر متفق ہیں تہذیب میں اسی طرح ہے۔ (1)

رابعاً: بلکہ صحیح روایتیں ان کے معارض ہیں، اور یہی ملحدوں کی چال ہے کہ جب کوئی جھوٹی یا کیسی بھی روایت مل جائے، جہاں کچھ نہ کچھ ان کا مطلب حاصل ہوتا ہو تو فوراً لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ تھا امام دارمی کے کلام کا ماحاصل اب ہم ان روایات پر مزید کلام کرتے ہیں، فنقول، ان کے علاوہ خود ابو صالح بھی متروک ومتہم ہے جیسا کہ اگلی روایتوں میں بیان ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ایضاً یہ روایتیں درایۃً بھی نامقبول ہیں لوجوہ۔

اولاً: پہلی دوسری روایتوں میں جو تاویل ہے، باطل ہے اس لئے کہ یہ ارتفاع ذکر کا یا استواء امر اور قدرت کا تو سب اشیاء پر ہے اس میں عرش کی خصوصیت کیا ہے، ایسی غلط اور بے معنی تاویل کی نسبت ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسے مفسر القرآن کی طرف ہرگز درست نہیں ہو سکتی ہے جس کو آپ ﷺ نے خصوصی طور پر دعا کی ہو کہ: اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ ، اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ.

اے اللہ اس کو کتاب وحکمت کا علم دے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ (2)

ثانیاً: اس آیت سے آگے دوسری تیسری آیتیں اسی مفہوم کو ظاہر کرتی ہیں کہ سب اشیاء اس کے قبضہ میں ہیں پس اس آیت کا اگر یہی مفہوم ہے جو ان روایتوں میں ہے تو پھر: ﴿لَهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ ...﴾ (البقرة: ٢٥٥) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ کے کہنے کا کیا مطلب۔

ثالثاً: تیسری روایت میں جو ہے، وہ ترتیب قرآن کے خلاف ہے، اور آیات کی ترتیب توقیفی اور متوارث ہے۔

---

1 – التهذيب (٩/١٧٨-١٨١)

2 – صحيح البخاري كِتَاب الْمَنَاقِبِ بَاب ذِكْرِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حديث رقم (٣٤٧٣)

رابعاً: "اَسْتَوَىٰ "کا فاعل لفظ "اَلرَّحْمَٰنُ" ہے اور "عَلَى الْعَرْشِ "، "اَسْتَوَىٰ " کے متعلق ہے، لیکن "مَا فِي السَّمٰوٰتِ "کو فاعل بنانا اور "وله "کو اس فعل سے متعلق کرنا ترکیب کو بگاڑنا ہے۔

قال الزرکشی فی "البرهان فی علوم القرآن": هذا رکیك یزیل الآیة عن نظمها ومرادها....

زرکشی "البرہان فی علوم القرآن" میں کہتے ہیں: تاویل رکیک ہے اور نظم آیت کو بگاڑ دیتی ہے۔[1]

نیز اس میں کئی خرابیاں لازم آتی ہیں:

پہلی: (ا) (ایضاً سورۃ فرقان والی آیت بالکل واضح ہے، ﴿ثُمَّ اَسْتَوَىٰ عَلَى اَلْعَرْشِ اَلرَّحْمَٰنُ فَسْئَلْ بِهِۦ خَبِيرًا ﴿٥٩﴾﴾ (الفرقان) یہاں فاعل ظاہر ہے کسی تاویل کی گنجائش باقی نہیں ہے) یہ کہ جملہ ﴿اَلرَّحْمَٰنُ عَلَى اَلْعَرْشِ﴾ (طه: ٥) ناتمام رہتا ہے۔

دوسری: یہ کہ خواہ مخواہ یہاں ﴿عَلَى اَلْعَرْشِ﴾ کا متعلق محذوف ماننا پڑے گا، اور بلاقرینہ وداعی حذف جائز نہیں ہے، نیز محذوف بھی کیا نکالیں گے کائن ثابت مستویا کوئی اور پہلے اور دوسرے سے بھی علو ثابت ہو گیا، حلولیہ کی مراد پوری نہیں ہوئی، اور تیسری سے وہی استواء لازم آئے گا، وهذا فرار من المطر تحت الميزاب.

خامساً: یہ مضمون دوسری آیتوں میں بھی آیا ہے، مثلاً۔ الاعراف، یونس، الرعد، السجدۃ، الحدید، وہاں یہ الفاظ ہیں۔

﴿ثُمَّ اَسْتَوَىٰ عَلَى اَلْعَرْشِ﴾ ترجمہ: پھر اس نے عرش پر استوا کیا۔

اور قرآن خود قرآن کی تفسیر ہے، ثابت ہوا کہ یہاں "اَسْتَوَىٰ "کا فاعل "اَلرَّحْمَٰنُ" ہے اور قرآن کے خلاف تفسیر سیدنا ابن عباس یا کسی صحابی سے قطعاً متوقع نہیں ہے۔

سادساً: بلکہ اس طرح کھلا شرک لازم آتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا استواء تو دوسری آیات سے ظاہر ہے اور یہاں دوسری اشیاء کا استواء بتانا اللہ کے ساتھ ان کو شریک بنانا ہے۔ تعالى الله عن ذلك بلکہ یہاں فاعل کی فعل پر تقدیم مسئلہ کو صاف کر دیتی ہے، یعنی یہ ﴿اَسْتَوَىٰ عَلَى اَلْعَرْشِ﴾ صرف اس ایک ذات بابرکات کے لئے ہے۔

لأن تقديم ما حقه التاخير يفيد الحصر كما تقرر عند أهل البلاغة.

جسے مؤخر ہونا چاہئے، اگر اس کو مقدم کر دیں تو حصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اہل بلاغت نے ثابت کیا ہے۔

سابعاً: سب مفسرین جن میں اصحاب تابعین اور ائمہ دین شامل ہیں سب یہ معنی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، اور یہ ناممکن ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ جس کے حق میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: نِعَمَ تُرجمان القرآن ابن عباس. أخرجه البيهقي في دلائل النبوة كذا في الإتقان للسيوطي وقد روى مرفوعا ايضاً كما أخرج أبو نعيم في حلية الأولياء.

---

[1]- البرهان في علوم القرآن (٢/٨٩)



سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کے اچھے ترجمان ہے، بیہقی نے اس کو دلائل النبوۃ میں روایت کیا، اتقان للسیوطی میں اسی طرح ہے، مرفوعا بھی مروی ہے، جیسا کہ ابو نعیم نے حلية الأولياء میں روایت کیا۔([1])

ایسا شخص ساری امت کے خلاف تفسیر کرے۔حاشا الله من ذلك.

ثامناً: خود سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے خلاف ثابت ہے، جیسا کہ اوپر احادیث میں اس کی موقوف روایات گذریں بالخصوص ۱۳۵، ملاحظہ ہو یہ روایت ان تینوں کو رد کرتی ہے، اور جھوٹ ثابت کرتی ہے۔

تاسعاً: بشر مریسی اور الثلجی خود اہل شرع ہیں کما مر اور خود استواء کے منکر ہیں پس اہل بدع کی وہ روایت جس سے ان کی بدعت کو تقویت پہنچتی ہو ہرگز معتبر نہیں، نیز جبکہ وہ داعی إلى البدعة و كما تقرر فی کتب المصطلح الحديث.

عاشراً: استواء علی العرش پر اہلِ سنت کا متفق علیہ عقیدہ ہے، کمامر مفصلا، پس اس کے مقابلہ میں یہ روایت مردود وخاملہ ہے، ایضا ان سب باتوں کے باوجود بھی اس سے نہ حلول ثابت ہوتا ہے، نہ کہ "فی کل مکان" وذلك ما كنا نبغي والحمد لله رب العالمين.

چودھویں، پندرھویں اور سولھویں حدیثیں اور جواب:

امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات طبع الہند میں ان کو نقل کر کے تجریح و تعلیل کرتے ہیں: فأما ما أخبرنا أبو عبد الرحمن محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن محبور الرهان، أنا الحسين بن محمد بن هارون، أنا أحمد بن محمد بن نصر اللباد، ثنا يوسف بن بلال، عن محمد بن مروان عن الكلبي، عن أبي صالح، عن ابن عباس، رضي الله عنهما في قوله: ﴿...ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ...﴾ يقول: إستقر على العرش، ويقال امتلأ به، ويقال: قائم على العرش، وهو السرير.

وبهذا الإسناد في موضع آخر عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله ﴿...ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ...﴾ يقول: إستوى عنده الخلائق، القريب والبعيد، وصاروا عنده سواء « ويقال: إستوى إستقر على السرير. ويقال: امتلأ به. فهذه الرواية منكرة، وإنما أضاف في الموضع الثاني القول الأول إلى ابن عباس رضي الله عنهما دون ما بعده، وفيه ركاكة، ومثله لا يليق بقول ابن عباس رضي الله عنهما، إذا كان الإستواء بمعنى إستواء الخلائق عنده، فايش المعنى في قوله: ﴿ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ﴾؟ وكأنه مع سائر الأقاويل فيها من جهة من دونه، وقد قال في موضع آخر بهذا الإسناد إستوى على العرش يقول: إستقر أمره على السرير، و الإستقرار إلى الأمر، وأبو صالح هذا والكلبي ومحمد بن مروان كلهم متروك عند أهل العلم بالحديث، ولا يجتمعون بشيء من رواياتهم لكثرة المناكير فيها، وظهور الكذب منهم في رواياتهم.

---

[1]– الإتقان للسيوطي (۲/۱۸٦)، حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني (۱/۳۱٦)



ہمیں ابوعبدالرحمن بن محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن محبور الرہان نے خبر دی کہ ہمیں ہارون نے خبر دی کہ ہمیں احمد بن محمد بن نصر لباد نے خبر دی کہ ہمیں یوسف بن بلال نے حدیث بیان کی محمد بن مروان سے وہ کلبی سے وہ ابوصالح سے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے آیت ﴿ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ ﴾ کی تفسیر میں کہا عرش پر مستقر ہوا اور کہا جاتا ہے، اس کو بھرا۔ اور کہا جاتا ہے، عرش پر قائم ہے عرش سریر ہے، دوسری جگہ اس سند سے ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت بالا کی تفسیر میں کہا اسکے ہاں قریب وبعید کی سب مخلوق برابر ہے، اور کہا جاتا ہے، استوی بمعنی استقر اور بمعنی امتلا بہ، یہ روایت منکر ہے، دوسری جگہ پر پہلا قول ہی ابن عباس کی طرف منسوب کیا ہے، دوسرے بعد والے اقوال نہیں، یہ رکیک قول ہے، اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شایانِ شان نہیں، کیونکہ جب اس کے ہاں استواء کا معنی استواء الخلائق ہے، تو علی العرش کا کیا مطلب ہوگا۔ اسی سند سے دوسری جگہ کہا استوی علی العرش اس کا حکم سریر پر ٹھہرا۔ اور امر کی طرف مستقر ہوا یہ ابوصالح، کلبی اور محمد بن مروان تینوں علماء حدیث کے ہاں متروک ہیں کسی کی روایت قابل احتجاج نہیں ہے، کیوں کہ ان کی روایات میں مناکیر کی کثرت ہے، اور ان کی مرویات سے جھوٹ ظاہر ہے۔ ([1])

ثم حكى عن حبيب بن أبي ثابت قال كنا نسميه دروغ زن(معناه الكذاب والكلمة فارسية) يعنى أباصالح مولى أم هانى وعن سفيان قال قال الكلبى قال لى أبو صالح كل ماحدثتك فهو كذب وفى رواية أنظر كل شئ رؤيت عنى عن ابن عباس رضى الله عنهما فلاترووه وعن أبى معاوية قال قلنا للكلبى بين لنا ما سمعت من أبى صالح وماهوقولك فإذا الأمر عنده قليل وعن البخارى قال الكلبى تركه يحيى بن سعيد وعبد الرحمن بن مهدى وابن معين والكلبى ليس بشئ وعن البخارى محمد بن مروان سكتوا عنه لايكتب حديثه البتة ثم قال البيهقى. قلت كيف يجوز أن يكون مثل هذه الأقاويل صحيحة عن ابن عباس رضى الله عنهما ثم لايرويها ولايعرفها أحد من أصحابه الثقات الإثبات مع شدة الحاجة إلى معرفتها وما تفرد الكلبى وأمثاله يوجب الحد والحد يوجب الحدث لحاجة الحد إلى حاد خصه به والبارى قد يم لم يزل.

پھر حبیب بن ابی ثابت سے نقل کیا ہم اس کا نام دروغ زن (جھوٹا) رکھتے تھے (یعنی ابوصالح مولیٰ ام ہانی کا) سفیان نے کہا کہ مجھے کلبی نے کہا کہ میں نے تجھے جو بھی حدیث بیان کی ہے، وہ جھوٹ ہے، ایک روایت میں ہے، جو روایت تو مجھ سے براویت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ لے چکا ہے، اس پر نظر کر اور اسے روایت نہ کر ابو معاویہ کہتے ہیں ہم نے کلبی کو کہا جو تو نے ابو صالح سے سنا وہ ہمیں بتا اور جو تیرا قول ہے، وہ بھی تو اس کے پاس قلیل بات ملی بخاری نے کہا کلبی کو یحییٰ بن سعید عبدالرحمن بن مہدی، اور ابن معین نے چھوڑ دیا، یہ کوئی شئ نہیں ہے، بخاری نے کہا، محمد بن مروان سکتوا عنہ اس کی حدیث بالکل نہ لکھی

---

[1]- الأسماء والصفات للبيهقي (٢٩٤-٢٩٥) حديث رقم (٨٤٠-٨٤١)



جائے، پھر بیہقی نے کہا میں کہتا ہوں۔ اس طرح کے اقوال سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کس طرح ثابت قرار دیئے جاسکتے ہیں، جب کہ اس کے ثقہ اور ثبت شاگردوں میں سے کوئی بھی ان کو روایت نہیں کرتا حالانکہ ان کی معرفت کی شدید ضرورت تھی، کلبی اور اس طرح کے لوگ جو بیان کررہے ہیں اس سے اللہ کا محدود ہونا لازم آتا ہے اور حد اس کی حدث کو موجب ہے، کیونکہ حد کو حد بندی کرنیوالے کی احتیاج ہوگی، حالانکہ باری تعالیٰ قدیم لم یزل ہے۔

امام ممدوح کے کلام سے واضح ہوا کہ یہ روایتیں روایۃً خواہ درایۃً معلول و باطل ہیں۔

اولاً: ابو صالح، کلبی اور محمد بن مروان یہ تینوں متروک و متہم ہیں ان کی روایات اکثر مناکیر ہیں ان میں جھوٹ ظاہر ہوچکا ہے پھر ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں، کلبی کا تو حال پہلے معلوم ہوا، ابو صالح اس کا نام باذام ہے یہاں تک امام بیہقی نے جو اس کے متعلق جرح نقل کی ہے وہ دیکھئے۔

میزان میں اس کو بخاری نے ضعیف کہا، اور نسائی نے کہا یہ ثقہ نہیں ہے، اسمعیل بن ابی خالد کہتے ہیں یہ شخص جھوٹ بولتا تھا۔ ابن معین نے کہا جب اس سے کلبی روایت کرے تو پس یہ کچھ بھی نہیں ہے مختصرا۔ احمد نے کہا ابن مہدی نے اس کی حدیث ترک کردی، ابو حاتم نے کہا لایحتج بہ ابن عدی نے کہا عام طور پر تفسیر روایت کرتا ہے، مگر ان کی سند میں نہیں ہوئی اور ایسی تفسیر میں بھی جن پر اہل تفسیر اس کی متابعت نہیں کرتے۔ میں نے متقدمین میں کوئی نہیں دیکھا جس نے اس کو پسند کیا ہو۔ جوزقانی نے کہا یہ متروک ہے۔ ابن جوزی نے ازدی سے نقل کیا کہ انہوں نے اس کو کذاب کہا۔ جوزجانی کہتے ہیں کہا جاتا تھا کہ غیر محمود رای والا ہے ابو احمد حاکم نے کہا۔ ان کے ہاں قوی نہیں ہے۔ ابن حبان نے کہا ابن عباس سے حدیث بیان کرتا ہے مگر اس سے سماع نہیں ہے، تہذیب میں اسی طرح ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ روایتیں بمع مافیہ منقطع ہیں اور یہ مزید علت اور محمد بن مروان کے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ کا فیصلہ بھی سن لیا۔

وفی المیزان : ترکوہ واتھمہ بعضھم بالکذب وقال ابن معین لیس بثقة وقال ابن عدی الضعف علی روایاته بین. مختصرا. وقال جریر بن عبدالحمید وعبد اللہ بن نمیر کذاب وقال یعقوب بن سفیان ضعیف غیر ثقة وقال صالح بن محمد کان ضعیفا وکان یضع وقال أبو أحمد الحاکم ذاھب الحدیث متروك الحدیث لا یکتب حدیثه البتة وقال الجوزجاني ذاھب وقال ابن حبان لایحل کتب حدیثه إلاإعتباراً ولایحتج به بحال وقال أبو جعفر الطبری لایحتج بحدیثه وذکرہ ابن شاھین فی الضعفاء وقال الساجی لایکتب حدیثه کذافی التھذیب.

اور میزان میں ہے، علماء نے اس کو چھوڑ دیا بعض نے جھوٹ سے متہم کیا، ابن معین نے کہا یہ ثقہ نہیں ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں اس کی روایات پر ضعف واضح ہے مختصراً۔ جریر بن عبد الحمید اور عبد اللہ بن نمیر کہتے ہیں، یہ کذاب ہے، یعقوب بن سفیان نے کہا یہ ضعیف ہے اور (حدیثیں) وضع کرتا تھا۔ ابو احمد حاکم کہتے ہیں ذاہب الحدیث، متروک الحدیث ہے، اس کی حدیث بالکل نہ لکھی جائے، جوزجانی کہتے ہیں ذاہب ہے، ابن حبان نے کہا، اس کی حدیث لکھنا حلال نہیں، اور نہ یہ قابل حجت ہے، ابو



جعفر طبری کہتے ہیں اس کی حدیث ناقابل حجت ہے، ابن شاہین نے اس کو "الضعفاء" میں ذکر کیا ہے، ساجی کہتے ہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے، تہذیب میں اسی طرح ہے۔ ([1])

پس ایسی روایات پر اعتماد ہر گز جائز نہیں۔

ثانیاً: یہ بھی عجیب بات ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر کذابین نقل کرتے ہیں اور جو ان کے معتبر و ثقات تلامذہ ہیں ان میں سے کوئی ان سے نقل نہیں کرتا حالانکہ ان مسائل کی معرفت کی سخت ضرورت تھی پس یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہو سکتا

ثالثاً: اس کے الفاظ بھی رکیک ہیں جو کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے علم و شان کے ہر گز لائق نہیں ہیں۔

رابعاً: جب استواء کے معنی یہ ہوئے کہ سب مخلوق اس کے ہاں برابر ہے تو پھر خصوصی طور پر عرش کو ذکر کرنے کا کیا معنی؟ ایسی بات سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی ہے۔

خامساً: ان روایات کے مفہوم سے خدا محدود ہوتا ہے جو کہ حدوث کو مستلزم ہے اور یہ باطل ہے فالملزوم مثله باطل کیونکہ پھر خدا ہی نہیں رہتا ہے۔ امام بیہقی کے کلام کے علاوہ ان پر وہ اعتراضات بھی ہو سکتے ہیں جو پہلی تین روایتوں پر گزرے

﴿فَٱرۡجِعِ ٱلۡبَصَرَ هَلۡ تَرَىٰ مِن فُطُورٖ ۝٣﴾ (الملك)

الحاصل: یہ تھیں ان کی روایاتِ باطلہ جنہیں عوام کو گمراہ کرنے کیلئے یہ لوگ حربہ بناتے ہیں جس کا حال بیان کیا گیا کہ ان میں کوئی روایت قبول نہیں ہے کیونکہ نہ سر ہے نہ پیر اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ یا ان کے کسی صحابی کا قول ہو سکتا ہے نہ ان کی طرف ایسی نسبت جائز و حلال ہے اور نہ ان سے ان کا مقصد فاسد حاصل ہو سکتا ہے۔ واللہ الموفق.

---

[1] - الميزان الإعتدال (۳/۱۳۲-۱۳۳)، تهذيب التهذيب (۹/۴۳۶-۴۳۷)



قسم ثانی

قائلین وحدۃ الوجود کا آیاتِ قرآنیہ سے استدلال باطل ہے:

قرآن مجید کی سینکڑوں آیاتِ کریمہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ علو ثابت ہوتی ہے اور ثابت ہوا کہ وہ عرش کے اوپر مخلوق سے منفصل ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اسی قرآن کریم میں ان آیات کے خلاف کوئی ایسی آیت موجود ہو جس سے حلولیہ کا عقیدہ ثابت ہو یا یہ ثابت ہوتا ہو کہ هو في كل مكان یا لا موجود إلا الله.

اس لئے کہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ اس کے اندر تعارض واختلاف نہیں اور یہی اس کی امتیازی شان ہے جبھی تو اللہ اور اس کے غیر کے کلام میں فرق ہوتا ہے۔

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾﴾ (النساء)

اگر اللہ کے غیر کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔

اولاً: ثابت ہوا کہ غیر خدا کے کلام میں کبھی نہ کبھی تعارض وتناقض ہو سکتا ہے مگر اللہ کے کلام کی یہ شان نہیں، سچ ہے کہ کلام الملوک ملوک الکلام پس ایسی دلیل کا قرآن میں پایا جانا ہی ناممکن ہے۔

ثانیاً: بلکہ یہ اس کی شان کے سخت خلاف ہے کہ اس سے ایسی توقع رکھی جائے یا یہ گمان کیا جائے کہ قرآن سے یہ عقیدہ بھی ثابت ہو سکتا ہے: ﴿وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿٢٨﴾﴾ (النجم) حق کے بجائے بیشک عداوت کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

ثالثاً: اوپر کئی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ عقیدہ عقلاً محال ہے ایسی چیز قرآن سے ہرگز ثابت نہیں کی جاسکتی بلکہ ایسا وہم باطل ہے اور محال ہے کہ عقل کے خالق کے کلام میں ایسی بات ہو جو عقل کے خلاف ہو۔

رابعاً: بلکہ یہ بھی واضح ہوا کہ یہ عقیدہ باری تعالیٰ کی شان مبارک کے بالکل خلاف ہے ایسے عقیدے کے ثبوت کی امید قرآن سے رکھنا کھلی جہالت ہے۔

خامساً: بلکہ اس طرح اللہ ہی نہیں رہتا (کما تقدم) حالانکہ قرآن کی ایک ایک آیت اللہ تعالیٰ کی ہستی منواتی ہے۔

سادساً: نیز یہ بھی بیان ہوا کہ یہ عقیدہ "دائر بين الشرك والدهرية" ہے ایسا عقیدہ قرآن کی تعلیم کے خلاف ہے۔

سابعاً: خود قرآن کا نزول اس کو رد کرتا ہے کیونکہ ثابت ہوا کہ اوپر سے نازل ہوا اور اللہ کی طرف سے نازل ہوا یہ دونوں مقدمات قطعیہ ہیں پس اس کتاب میں کیسے یہ عقیدہ مذکور ہوگا کہ "اللہ ہر جگہ ہے" یا "ہر چیز کے اندر ہے"۔

ایں چہ ابوالعجبی است

ثامناً: اسی طرح یہ لازم آئے گا کہ قرآن اوپر سے نازل نہیں ہوا یا بلکہ ہر ایک کے اندر سے آواز آئی جیسا کہ امداد اللہ مہاجر مکی کا کہنا ہے کہ: ﴿إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ﴾ (طه) بیشک میں ہی تیرا رب ہوں پس اپنے جوتے اتار لے۔

جو طور پہاڑ پر سے آواز آئی تھی وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے باطن سے آئی تھی سب انسان میں موجود ہے۔(۱) کیا یہی تعلیم قرآن کی ہو سکتی ہے۔ حاشا وکلا۔

تاسعاً: قرآن غیر مخلوق اور قدیم ہے یا مخلوق و حادث۔

علی الاول: اگر اس میں یہ حلول کا ذکر ہے اور وہ فی مکان ہونے کی خبر دیتا ہے تو یہ معاذ اللہ جھوٹ ہو گا کیونکہ اس وقت کوئی چیز مخلوق ہی موجود نہیں تھی۔ کان اللہ ولم یکن شیء. یعنی: اللہ تھا اور کوئی چیز نہ تھی۔

اسی طرح اس کی صفات کلام وغیرہ سب پہلے موجود تھے پھر ایسی جھوٹی خبر اس میں کیوں ذکر ہوئی اور اللہ کا کلام ہر جھوٹ سے پاک ہے اور اگر کہو گے کہ یہ باعتبار مایؤل الیہ کے ہے تو بھی غلط ہو گا، اس لئے کہ جو لوگ یہ عقیدہ قرآن سے ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ نہیں کہتے ہیں کہ حلول کرے گا یا ہر مکان میں ہو گا بلکہ سب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سب میں ہے ہر جگہ موجود ہے۔

ایضاً: اگر یہی مراد ہے کہ حلول کرے گا اور ہر جگہ پر ہو گا تو یہ خبر ہے آنے والے حال کی جواب تک ثبوت کی محتاج ہے کہ بتاؤ کہ کب ہو گا اب تک ہوا ہے یا نہیں، اس کا کیا ثبوت ہو گا۔"ولا سبیل إلی ذلك من وجه یلزم".

وعلی الثانی: یہ عقیدہ باتفاق اہل سنت کفر ہے۔

من نگویم کہ ایں لاکن آں کن مصلحت بین وکار آسان کن

اگر کوئی کہے کہ کئی باتوں کا ذکر قرآن میں آیا ہے جو کہ بعد میں وقوع پذیر ہوئی ہے تو جواب یہ ہے کہ ان کے متعلق کسی کا فی الفور کا عقیدہ نہیں سب ان کے بعد میں واقع ہونے کی خبر سمجھتے ہیں برخلاف اس عقیدہ باطلہ کے فالقیاس غیر صحیح۔

ایضا: ان سب چیزوں کا وقوع دیکھ لیا ہے یا دیکھ رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے معاذ اللہ حلول کو کس نے دیکھا ہے یا کس نے ہر جگہ اس کو موجود پایا ہے"فهذ القیاس مع الفارق وهو باطل عند القائلین به ایضا".

عاشراً: قرآن جا بجا خالق اور مخلوق کے درمیان فرق بتا رہا ہے مثلاً خالق ہمیشہ باقی غیر فانی اور مخلوق سب غیر باقی اور فانی وہ رازق یہ سب مرزوق وہ حاکم یہ محکوم وہ معطی یہ سائل وہ ﴿بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٩﴾﴾ (البقرة)، یہ ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ... ﴿٢٥٥﴾﴾ (البقرة) وہ غنی یہ فقراء وہ مالک یہ مملوک وہ معبود مسجود یہ عابد اور ساجد پھر کیسے قرآن ایسے اتحاد کی تعلیم دے گا جس کی صوفیہ تلقین کرتے ہیں حالانکہ اس کی شان ہے کہ:

﴿قُرْءَانًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ﴾ (الزمر) قرآن عربی ہے جس میں ذرا کجی نہیں۔

الحادی عشر: اوپر جو دلائل قرآنیہ وحدیثیہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی بھی یہی تعلیم تھی کہ اللہ تعالیٰ فوق

۱۔ شمائم امدادیہ (۹۵).

العرش بائن عن الخلق ہے پس کیسے ممکن ہے کہ قرآن ان سب کے خلاف تعلیم دے اور ان کی بتائی ہوئی بات کے برعکس بات بتائے بالخصوص اللہ کے متعلق عقیدہ سب کا ایک ہے۔

﴿ قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ (الأحقاف) کہہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔

بلکہ قرآن انہیں کے پیچھے چلنے کا حکم دیتا ہے۔

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ﴾(الأنعام)

یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے پس ان کی سیرت کی اقتدا کر۔

وبالخصوص سیدنا ابراہیم علیہ السلام جنہوں نے کہا کہ: اللّهمّ انت واحد في السماء. اے اللہ تو آسمان میں ایک ہے۔

دیکھئے گیارہویں حدیث اور ان کے اتباع کا خصوصی حکم ہے۔

﴿ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ﴾(البقرة) کہہ دیجئے ملتِ ابراہیم (کی اتباع کرو) جو کہ ادیانِ باطلہ سے یکطرف تھا۔

﴿ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ ﴾ (النحل) پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ ملتِ ابراہیم کی اتباع کریں۔

جبکہ سابقہ کتب کی تعلیم یہی ہے تو یہ قرآن ان کا مصدق ہے، مکذب نہیں، جابجا صراحت ہے۔

﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾ (البقرة)، ﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ﴾ (البقرة)

جو اس سے پہلے ہے اس کا مصدق ہے جو ان کے پاس ہے اس کا مصدق ہے۔

﴿ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾ (يوسف) یہ قرآن اس سے پہلی کتاب کی تصدیق ہے۔

پس قرآن سے ایسی امید رکھنا محض جرات ہے، ایضا ان سب باتوں کے علاوہ قرآن کی جن آیات سے یہ لوگ استدلال کرتے ہیں سلف سے لے کر خلف تک مفسرین نے جو ان کی تفسیر بیان کی ہے وہ خود ان کے استدلال کو باطل کرتی ہے اور یہ بھی ظلم عظیم ہے کہ پوری امت کے مفسرین جن میں صحابہ تابعین پھر اتباع وائمہ دین ان سب کے خلاف تفسیر کر کے اپنے غلط عقیدے کو ثابت کرنے کی کوشش کی جائے، یہ ایسی تفسیر بالرائی ہے جو تحریف کے بالکل برابر ہے حالانکہ تفسیر بالرائی خود حرام اور موجب زجر ہے۔

تفسیر بالرائی حرام ہے

فأخرج ابن جرير والنسائي وأبوداؤد والترمذي من حديث ابن عَبَّاسٍ رَضِيَ الله عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ الله ﷺ مَنْ فسر الْقُرْآن برأيه أو بما لايعلم فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنْ النَّارِ. كذا في تفسير ابن كثير. (1)

1- (ضعيف) ضعيف الجامع (برقم:٥١١٤) بلفظ: من قال في القرآن... ، سنن الترمذى كتاب تفسير الْقُرْآنِ بَاب مَا جَاءَ فِي الَّذِي يُفَسِّرُ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ حديث رقم (٢٨٧٤)



امام ابن جریر، نسائی، ابوداؤد اور ترمذی بروایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنی رائے اور بلا علم قرآن کی تفسیر کرے وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے، تفسیر ابن کثیر میں اسی طرح ہے۔

اور اکثر ملاحدہ اور وجودیہ وصوفیہ کی تفسیر کا یہی حال ہے۔

قال السيوطي في الإتقان: نقلاعن الامام ابن تيمية، والاختلاف في التفسير على نوعين: منه ما هو مستندة النقل فقط، ومنه ما يعلم بغير ذلك. والمنقول إما عن المعصوم أوغيره. ومنه ما يمكن معرفة الصحيح منه من غيره. ومنه ما لا ذلك. وهذا القسم الذي لا يمكن معرفة صحيحه من ضعيفه، عامته مما لا فائدة فيه، ولا حاجة بنا إلى معرفته، وذلك كاختلافهم في لون كلب أصحاب الكهف واسمه ونحوه فهذه الأمور طريق العلم بها النقل، فما كان منه منقولاً نقلاً صحيحاً عن النبي صلى الله عليه وسلم قُبل، وما لا، بأن نقل عن أهل الكتاب ككعب ووهب وقف عن تصديقه وتكذيبه لقوله ﷺ إذا حدثكم أهل الكتاب فلا تصدقوهم ولا تكذبوهم وكذا ما نقل عن بعض التابعين. وإن لم يذكر أنه أخذه عن أهل الكتاب فمتى اختلف التابعون لم يكن بعض أقوالهم حجة على بعض، وما نقل في ذلك عن الصحابة نقلاً صحيحاً فالنفس إليه أسكن مما ينقل عن التابعين، لأن احتمال أن يكون سمعه من النبي صلى الله عليه وسلم أومن بعض ممن سمع منه أقوى، ولأن نقل الصحابة عن أهل الكتاب أقل من نقل التابعين، ومع جزم الصحابي بما يقوله كيف يقال أنه أخذ عنهم وقد نهوا عن تصديقهم. وأما القسم الذي يمكن معرفة الصحيح منه فهذا موجود كثير ولله الحمد، وأما ما يعلم بالاستدلال لا بالنقل فهذا أكثر ما فيه الخطأ من جهتين. حدثتا بعد تفسير الصحابة والتابعين وتابعهم بإحسان، أحدها: قوم اعتقدوا معاني ثم أرادوا حمل ألفاظ القرآن عليها. والثاني: قوم فسروا القرآن بمجرد ما يسوغ أن يريده من كان من الناطقين بلغة العرب من غير نظر إلى المتكلم بالقرآن والمنزل عليه والمخاطب به، فالأولون راعوا المعنى الذي رأوه من غير نظر إلى ما يستحقه ألفاظ القرآن من الدلالة والبيان، والآخرون راعوا مجرد اللفظ وما يجوز أن يراد به العربي من غير نظر إلى ما يصلح للتكلم وسياق الكلام، والأولون صنفان: تارة يسلبون لفظ القرآن ما دل عليه وأريد به، وتارة يحملونه على ما لم يدل عليه ولم يرد به، وكلا الأمرين قد يكونوا ما قصدوا نفيه أوإثباته من المغنى باطلاً فيكون خطئاً في الدليل والمدلول، مثل طوائف من أهل البدع اعتقدوا مذاهب باطلة وعمدوا إلى القرآن فتأولوه على رأيهم، وليس لهم سلف من الصحابة والتابعين لا في رأيهم ولا في تفسيرهم، وقد صنفوا تفاسير على أصول مذهبهم مثل تفسير عبد الرحمن بن كيسان الأصم والجبائي وعبد الجبار والرماني والزمخشري وأمثالهم، ومن هؤلاء من يكون حسن العبارة يدس البدع في كلامه وأكثر الناس لا يعلمون، كصاحب الكشاف ونحوه حتى أنه يروج على خلق كثير من أهل السنة كثير من تفاسيرهم الباطلة، وفي الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة والتابعين

وتفسيرهم إلى ما يخالف ذلك كان مخطئاً في ذلك بل مبتدعاً، لأنهم كانوا أعلم بتفسيره ومعانيه، كما أنهم أعلم بالحق الذي بعث الله به رسوله.

امام سیوطی، "الاتقان" میں امام ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہیں کہ: تفسیر میں اختلاف دونوع کا ہوتا ہے یا تو وہ تفسیر منقول ہے اور یا کسی سے منقول نہیں۔ منقول معصوم سے ہے یا غیر معصوم سے اور اس میں یا تو صحیح اور غیر صحیح کا امتیاز ہو جاتا ہے یا ایسا نہیں ہے جس قسم میں صحیح وضعیف کے مابین پہچان نہیں ہو سکتی اس میں کوئی فائدہ نہیں نہ ہی ہمیں اس کے جاننے کی ضرورت ہے جیسا کہ اصحابِ کہف کے کتے کے رنگ اور اس کے نام کے بارے میں اختلاف ہے، ان امور کا پتہ نقل سے ہی ہو سکتا تھا اگر اس بارے میں نبی علیہ السلام سے کوئی روایت موجود ہو تو قبول ورنہ نہیں کعب و وہب وغیرہ اہلِ کتاب سے منقول کی تصدیق سے توقف کیا جائے اس لئے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: جب اہلِ کتاب تمہیں کوئی واقعہ بتائیں تو ان کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب اور جو بعض تابعین سے نقل کیا جاتا ہے وہ بھی اسی طرح ہے چاہے یہ نہ کہے کہ اس نے اہلِ کتاب سے لیا ہے کیونکہ جس بات میں تابعین باہم اختلاف کریں تو کسی ایک کی بات دوسروں کے خلاف حجت نہ ہو گی اور جو صحابہ سے بہ روایت صحیح منقول ہو دل اس پر تابعین کے اقوال سے زیادہ اطمینان کرتا ہے کیونکہ احتمال ہے، اس صحابی نے نبی علیہ السلام سے سنا یا دوسرے صحابی سے اور اس نے آپ علیہ السلام سے اور اس لئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اہل کتاب سے اخذ تابعین کی بنسبت کم ہے اور پھر صحابی اپنے قول پر یقین رکھتا ہے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اہلِ کتاب سے لیا ہو گا جب کہ ان کو اس سے منع کر دیا گیا تھا جس قسم میں صحیح منقول کی معرفت ممکن ہے وہ اللہ کے فضل سے بہ کثرت موجود ہے جس تفسیر کی بناء روایت نہیں بلکہ استدلال ہے اس میں دو جہت سے عام طور پر خطا ہو جاتی ہے جو کہ صحابہ وتابعین واتباعہم کی تفسیر کے بعد رونما ہوتی ہیں۔

اول: یہ کہ ایک گروہ ان کا ایک مخصوص عقیدہ پہلے سے قائم کر لیتا ہے اور پھر الفاظ قرآن کو اس پر محمول کرتا ہے۔

دوئم: یہ کہ ایک گروہ محض لغت عرب بولنے والوں کے مفہومات کی بناء پر تفسیر کرتا ہے، قرآن پاک کے متکلم اور منزل علیہ کی طرف توجہ کئے بغیر، پہلے گروہ نے صرف معنی کا خیال کیا، الفاظ قرآن کی اصل دلالت پر توجہ نہ کی اور دوسرے گروہ نے صرف لفظ اور عربوں کے ہاں مستعمل ترجمہ کا خیال کیا اس سے قطع نظر کہ متکلم کی شان کے مطابق کیا معنی درست ہے اور سیاقِ کلام کا اقتضا کیا ہے پہلا گروہ پھر دو صفت میں بٹ جاتا ہے کبھی قرآن کے لفظ سے اس کا مراد معنی سلب کر لیتے ہیں اور کبھی غیر مراد معنی مراد لے لیا جاتا ہے، دونوں میں جس معنی کی نفی یا اثبات کا ارادہ ہوتا ہے وہ باطل ہوتا ہے پس دلیل اور مدلول دونوں میں خطا ہو جاتی ہے جیسا کہ کئی بدعی فرقوں نے مذاہب باطلہ کا اعتقاد کیا اور پھر قرآن کی اپنی آراء کے مطابق تاویل کی اور اس تفسیر میں صحابہ وتابعین میں کوئی بھی ان کا ہم نوا نہیں ہیں، نہ ان کی آراء میں اور نہ ان کی تفسیر میں انہوں نے اپنے مذہب کے اصول پر تفاسیر تالیف کیں جیسا کہ عبد الرحمن بن کیسان الاصم، عبد الجبار رمانی اور زمخشری وغیرہ وغیرہ ان میں اچھی عبارت والے ہیں اور وہ کلام میں اپنے بدعی خیالات چھپا دیتے ہیں جسے اکثر لوگ نہیں سمجھ سکے جیسا کہ صاحب کشاف وغیرہ، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اہلِ سنت کے کافی لوگوں میں ان کی تفاسیر باطلہ رواج پا جاتی ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جس نے بھی تفسیر کرنے میں صحابہ و

تابعین کے مذاہب و تفاسیر سے عدول کیا، وہ مخطئی ہے بلکہ مبتدع اس لئے کہ وہ تفسیر اور معانی قرآن کا علم اوروں سے زیادہ رکھتے تھے جیسا کہ انہیں اس حق کا سب سے زیادہ علم ہے جو رسول اللہ ﷺ لائے۔ ([1])

وقال الإمام أبوطالب الطبري في أوائل تفسيره القول في آداب المفسر اعلم أن من شرطه صحة الاعتقاد أولا لزوم سنة الدين، فإن من كان مغموضاً عليه في دينه لا يؤتمن على الدنيا فكيف على الدين؟ ثم لا يؤتمن في الدين على الإخبار عن عالم فكيف يؤتمن في الإخبار عن أسرار الله تعالى؟ ولأنه لا يؤمن إن كان متهماً بالإلحاد أن يبغي الفتنة ويغر الناس بلينه وخداعه كدأب الباطنية وغلاة الروافض، وإن كان متهماً لهوى لا يؤمن أن يحمله هواه كلما يوافقه بدعته كدأب القدرية، فإن أحدهم يصنف الكتاب في تفسيره ومقصوده منه الإيضاح الساكن ليصدهم عن إتباع السلف ولزوم طريق الهدى، ويجب أن يكون اعتماده على النقل عن النبي ﷺ وعن أصحابه ومن عاصرهم ويتجنب المحدثات.

امام سیوطی "الاتقان" میں لکھتے ہیں کہ امام ابو طالب طبری نے اپنی تفسیر کے اوائل میں آداب مفسر بیان کرتے ہوئے کہا: جان لو کہ تفسیر کی صحت کیلئے عقیدے کی درستگی اور سنت و دین کے ساتھ وابستگی شرط ہے، اگر مفسر دین میں قابل اعتراض ہے تو وہ تو دنیاوی معاملات میں بھی امین نہیں سمجھا جاتا، دینی معاملے میں کیسے مامون ہو سکتا ہے؟ اور پھر دین میں کسی عالم کی خبر نقل کرنے میں یہ امین نہیں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اسرار کے انکشاف میں اسے کون قابل اعتماد سمجھے گا اور اس لئے کہ اگر یہ شخص ملحد ہے تو ہو سکتا ہے تفسیر میں اپنے نرم کلام میں اور دھوکے سے لوگوں کو نقصان پہنچائے اور کسی فتنہ کا پرچار کرے جیسا کہ باطنیہ اور غالی رافضیوں کی عادت ہے اور اگر وہ متہم ہوئی ہے تو ہو سکتا ہے اس کی ہوا و خواہش اس کی بدعت پر اسے آمادہ کر دے جیسا کہ قدریہ کی عادت ہے کہ قدری تفسیر میں کتاب تصنیف کرتا ہے اور اس سے اس کی غرض مسلمانوں کو اتباع سلف اور طریق ہدایت سے ہٹانا ہے، مفسر کیلئے لازم ہے کہ اس کا تمام تر اعتماد رسول اللہ ﷺ سے منقول پر اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے معاصرین کے اقوال پر ہو اور محدثات سے اجتناب کرے۔ ([2])

وحدۃ الوجودیوں کے مستدلات کے تفصیلی جوابات

اس اجمالی بحث کے بعد اب ہم ان آیات پر مفصل کلام کرتے ہیں جن سے یہ لوگ استدلال کرتے ہیں۔

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ﴿٢٢٧﴾﴾ (الشعراء)

جنہوں نے ظلم کیا ہے وہ بھی ابھی جان لیں گے کہ کس کروٹ بدلتے ہیں۔

قوله تعالى : ﴿هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا﴾ (المجادلة: ٧) وہ ان کے ساتھ ہے جہاں بھی ہوں۔

---

[1] – الإتقان للسيوطي (٢/ ١٧٧).

[2] – الإتقان للسيوطي (٢/ ١٧٦).

اولاً: یہاں معیۃ من حیث العلم مراد ہے جیسا کہ اڑتالیسویں حدیث میں ہے کہ: واللہ تعالیٰ فوق ذلك ولیس یخفی علیه شئ من أعمال بني آدم. یعنی: اور اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ہے اور اس سے بنو آدم کے اعمال میں سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ اور تورات کی عبارت سابق انبیاء کے اقوال میں گزری اور حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (النحل)

اللہ فرماتا ہے: اور ہم نے تیری طرف ذکر اتارا تاکہ آپ لوگوں کیلئے اس کی وضاحت کر دیں جو ان کی طرف اتارا گیا ہے۔

﴿وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ ٱلَّذِى ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ﴾ (النحل)

اور ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری صرف اس لئے کہ آپ ان باتوں کی وضاحت کر دیں جن میں انہوں نے اختلاف کیا۔

اور یہ استعمال بھی موجود ہے، امام ابن قتیبہ "تاویل مختلف الحدیث" میں فرماتے ہیں: إنه معهم بالعلم بما هم عليه كما تقول لرجل وجهة إلى بلد شاسع ووكلته بأمر من أمورك احذر التقصير والإغفال لشيء مما تقدمت فيه إليك فإني معك تريد أنه لا يخفى علي تقصيرك و جدك للإشراف عليك والبحث عن أمورك وإذا جاز هذا في المخلوق الذي لا يعلم الغيب فهو في الخالق الذي يعلم الغيب أجوز.

وہ جس حالت میں ہوں اللہ علم کے اعتبار سے ان کے ساتھ ہے جیسا کہ تو نے ایک شخص کو کسی شہر میں کام کیلئے بھیجا اور اسے اپنا وکیل بنایا، اس کو تو کہے جس کام کیلئے تجھے بھیج رہا ہوں، اس میں قصور اور کوتاہی نہ کرنا میں تیرے ساتھ ہی ہوں، مقصد یہ ہوتا ہے کہ تیرا قصور یا محنت کرنا مجھ پر مخفی نہیں ہو گا کہ میں تیرے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہوں گا جب غیب سے ناواقف مخلوق ایسا کہہ سکتی ہے تو خالق عالم الغیب کے بارے میں ایسا کہنا کیوں مستبعد ہو۔ ([1])

ثانیاً: سلف کی اجماعی تفسیر بھی ہے۔ قال عثمان الدارمي في الرد على الجهمية كذا فسرته العلماء.

امام عثمان دارمی الرد علي الجهمية میں کہتے ہیں کہ: علماء نے اسی طرح تفسیر کی ہے۔ ([2])

وقد ذكر ابن عبد البر وغيره ان هذا اجماع من الصحابة والتابعين لهم باحسانه ولم يخالفهم فيه أحد يعتد بقوله. كذا في شرح حديث النزول لابن قتيبة. ([3])

امام ابن عبد البر وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ: صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کا اجماع اسی پر ہے اور کسی معتد بہ کا قول اس کے خلاف نہیں ہے، "شرح حدیث النزول" لابن قتیبہ میں اسی طرح ہے۔

---

[1] – تأويل مختلف الأحاديث للإمام ابن قتيبة (٣٤٤).

[2] – الرد على الجهمية للدارمي (١٩).

[3] – شرح حديث النــزول للإمام ابن قتيبة (٧٤)

ثالثاً: سلف سے خلف تک مفسرین بھی یہی تفسیر بیان کرتے ہیں چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مقام بہت بڑا ہے ان سے بھی یہی تفسیر ماثور ہے جیسا کہ دوسری آیت کے جواب میں ذکر ہوگا اور "تنوير المقباس في تفسير ابن عباس على هامش الدرالمنثور" میں ہے۔

﴿ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ ﴾ إلاالله هوعالم بمناجاتهم ولا أدني من ذلك ولا أقل من ذلك ولا أكثر إلاهو معهم أى :عالم بهم وبمناجاتهم.

"نہیں پانچ مگر وہ چھٹا ہے ان کی مناجات کو جانتا ہے اور نہ ہی اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہے یعنی ان کو اور ان کی مناجات کو جانتا ہے"۔اسی طرح ضحاک بن مزاہم سے بھی مروی ہے۔

فأخرج عبد الله بن أحمد في السنة عنه قال: ﴿ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ ﴾ قَالَ هو الله عزوجل على العرش وعلمه معهم. وأخرج البيهقي في الأسماء والصفات، وابن أبي حاتم في تفسيره كما في شرح حديث النزول، وأخرجه الآجري في الشريعة.

امام عبد اللہ بن احمد کتاب السنہ میں روایت کرتے ہیں کہ :انہوں نے کہا تین سرگوشیاں کرتے ہوں تو وہ چوتھا ہے اور پانچ ہوں تو وہ چھٹا ہے کہا اللہ عزوجل عرش پر ہے اور اس کا علم ان کے ساتھ ہے امام بیہقی "الاسماء والصفات" میں اور امام ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں اس کو روایت کرتے ہیں جیسا کہ "شرح حدیث النزول" میں ہے اور اس کو آجری نے بھی "الشریعہ" میں روایت کیا۔(1) نیز مقاتل بن حیان سے بھی یہی ماثور ہے۔

فأخرج البيهقي في الصفات عنه. قال قوله: ﴿ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ ﴾ يقول علمه وذلك قوله: ﴿ أَنَّ ٱللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ فيعلم نجواهم ويسمع كلامهم ثم ينبئهم يوم القيامة بكل شئ وهو فوق عرشه، وعلمه معهم.

امام بیہقی الصفات میں روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: ﴿ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ ﴾ یعنی اس کا علم جیسا کہ اللہ نے فرمایا: اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ان کے مشورہ کو جانتا ہے اور ان کے کلام کو سنتا ہے پھر قیامت کے روز ہر چیز کی ان کو خبر دے گا اور وہ اپنے عرش پر ہے اس کا علم ان کے ساتھ ہے۔

یہی امام سفیان ثوری کا قول ہے۔ كما سيأتي في الآية الآتية إن شاء الله تعالى.

وقال حنبل بن إسحاق في كتاب السنة فقلت لأبي عبد الله أحمد بن حنبل ما معني قوله تعالي ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ﴾ ﴿ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ

---

(1)- الأسماء والصفات للبيهقي(٤٠٣)، شرح حديث النـزول للإمام ابن قتيبة (٧٤)، الشريعة للآجرى (٢٨٩)، السنة لعبدالله بن أحمد (٧١).

﴿إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا﴾(المجادلة: ۷) قال علمه عالم الغيب محيط بكل شئ شاهد علام الغيوب يعلم الغيب ربنا على العرش بلاحد ولاصفة ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ كذافي شرح حديث النزول.

امام حنبل بن اسحاق "کتاب السنہ" میں کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا آیات ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ ﴿مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا﴾ کا کیا مطلب ہے؟ تو امام نے فرمایا: اس سے مراد اللہ کا علم ہے، وہ عالم الغیب سے ہر چیز کا احاطہ کئے ہے، شاہد ہے، علام الغیوب ہے، وہ غیب جانتا ہے اور ہمارا رب بلا حد وصفت عرش پر ہے اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو وسیع ہے، شرح حدیث النزول میں اسی طرح ہے۔[1] یہی قول امام نعیم بن حماد کا ہے۔

ففي العلو للذهبي قال محمد بن مخلد العطار ثنا الرمادي قال سألت نعيم بن حماد عن قول الله تعالى: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ قال معناه لايخفي عليه خافية بعلمه ألاتري قوله:﴿مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾. وقال امام المفسرين ابن جرير في تفسيره، وعني بقوله ﴿هُوَ رَابِعُهُمْ﴾بمعنىٰ أنه مشاهدهم بعلمه وهو على عرشه.

امام ذہبی "کتاب العلو" میں فرماتے ہیں کہ محمد بن مخلد العطار نے کہا ہمیں رمادی نے حدیث بیان کی کہ میں نے نعیم بن حماد سے اللہ کے فرمان ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ کے بارے میں پوچھا اس نے کہا: اس کا مطلب ہے اللہ کے علم سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے، دیکھئے اللہ فرماتا ہے جہاں تین ہوتے ہیں وہ چوتھا ہے، امام المفسرین ابن جریر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں، ﴿هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ وہ عرش پر ہوتے ہوئے ان کا مشاہدہ علمی کر رہا ہے۔[2]

اور ابن جریر کا جو علم تفسیر میں مقام ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔

قال الخطيب في تاريخه لم يصنف أحد مثله. خطیب نے تاریخ میں کہا ابن جریر کی تفسیر بے مثل ہے۔[3]

وروي عن الشيخ ابي حامد الأسفرائينى قال لو سافر رجل إلي الصين ليحصل تفسير ابن جرير الطبري لم يكن هذا كثيرا.

ابو حامد اسفرائنی سے مروی ہے کہ اس نے کہا اگر کوئی آدمی تفسیر ابن جریر لینے کیلئے چین کا سفر اختیار کرے تو یہ مہنگا نہیں ہے۔

وعن الإمام ابن خزيمة قال بعد مانظر فيه من أوله إلى آخره ما أعلم تحت أديم الأرض أعلم من محمد بن جرير.

امام ابن خزیمہ اس تفسیر کا اول تا آخر مطالعہ کر کے کہتے ہیں کہ میں نے زمین پر محمد بن جریر سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔

---

[1] – شرح حديث النـزول للإمام ابن قتيبة (۷۴، ۷۵).

[2] – (صحيح) العلو للذهبى (۱۳۲)، تفسير ابن جرير (۱۲، ۲۸).

[3] – تاريخ البغداد للخطيب (۲/ ۱۷۴).



وقال ابن قتيبة وهو من أجل التفسير وأعظمها قدرا۔ كذا في الإتقان.

امام ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ: یہ قدر و منزلت میں سب سے بڑی تفسیر ہے، "الاتقان" میں اسی طرح ہے۔([1])

وقال السيوطي في طبقات المفسرين وهو أجل التفاسير لم يؤلف مثله كماذكره العلماء قاطبة منهم النووي في تهذيبه.

امام سیوطی "طبقات المفسرين" میں کہتے ہیں: یہ سب سے بڑی تفسیر ہے اس کی مثل کوئی اور تالیف نہیں ہوئی، جیسا کہ سب علماء کہتے ہیں، نووی نے بھی تہذیب میں ایسا ہی کہا ہے۔

نیز اسی طرح سب تفاسیر والے لکھتے آئے ہیں مثلاً: وفي التفسير الكبير لفخر الدين الرازي، والمراد من كونه تعالىٰ معهم كونه عالما بكلامهم وضميرهم وسرهم وعلنهم وكانه تعالىٰ حضر معهم وشاهد لهم وقد تعالىٰ عن المكان والمشاهدة۔ وفي تفسير ابن كثير، ثم قال تعالى مخبرًا عن إحاطة علمه بخلقه واطلاعه عليهم، وسماعه كلامهم، ورؤيته مكانهم حيث كانوا وأين كانوا، فقال تعالى: ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَٰثَةٍ﴾أي: سر ثلاثة ﴿إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَآ أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا۟﴾أي: مطلع عليه يسمع كلامهم وسرهم ونجواهم، ورسله أيضًا مع ذلك تكتب ما يتناجون به، مع علم الله وسمعه لهم، كما قال: ﴿أَلَمْ يَعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَىٰهُمْ وَأَنَّ ٱللَّهَ عَلَّٰمُ ٱلْغُيُوبِ ﴿٧٨﴾﴾ التوبة، وقال تعالي :﴿أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَىٰهُم ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾﴾ الزخرف ولهذا حكى غير واحد الإجماع على أن المراد بهذه الآية معية علم الله تعالى ولا شك في إرادة ذلك ولكن سمعه أيضا مع علمه محيط بهم، وبصره نافذ بهم، فهو، سبحانه وتعالى، مطلع على خلقه، لا يغيب عنه من أمورهم شيء. ثم قال تعالي :﴿...ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا۟ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧﴾﴾(المجادلة). ([2])

تفسیر کبیر رازی میں ہے: اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کے کلام و ضمیر اور پوشیدہ و ظاہر کو جانتا ہے گویا کہ وہ ان کے ساتھ حاضر ہے اور موجود ہے، اللہ تعالیٰ مکان اور مشاہدہ سے بلند ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے: اللہ تعالیٰ اپنے احاطہ علم و اطلاع اور ان کے کلام سننے اور ان کو ان کی جگہوں میں دیکھنے جس طرح بھی ہوں اور جہاں ہوں، اس کی خبر

---

[1]- الإتقان للسيوطي (١/ ١٧٨).

[2]- تفسير القرطبي (١٧/ ٢٩٠)، لباب التأويل في معاني التنزيل للخازن(٧/ ٤٠، ٤١) ، تفسير بيضاوي (٤/ ١٢٢)، إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم لأبي السعود (٨/ ٢٢)، البحر المحيط لأبي حيان الغرناطي الأندلسي (٨/ ٢١٥)، روح المعاني للآلوسي(٢٨/ ٢٢)، تفسير النسفي (٤/ ٢٣٣)، الجمل (٤/ ٣٠٣)، تفسير مراح لبيد مع الواحدي (٢/ ٣٥٨)، فتح القدير للشوكاني (٥/ ١٨٢)، فتح البيان للنواب صديق حسن خان القنوجي البهوفالي (٩/ ٢٥٣)، سواطع الإلهام للفيضي (٦٤٣)، الجلالين مع جامع البيان للشيخ معين الدين علي هامشه (٥٤٠)، ومحاسن التأويل للقاسمي (١٦/ ٧١٤)، و تفسير المراغي (١١) وغيرهم.



دیتے ہوئے فرماتا ہے: کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں جہاں تین سرگوشیاں کرتے ہیں وہاں اللہ ان کے ساتھ چوتھا ہے اور پانچ میں چھٹا وہی ہے اس سے تھوڑے ہوں یا زیادہ وہ ان کے ساتھ ہی ہے جہاں بھی ہوں یعنی وہ مطلع ہے، ان کا کلام اور راز داری و نجوی کو سنتا ہے اور اس کے ساتھ اس کے فرشتے بھی ان راز دارانہ باتوں کو لکھ رہے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا نہیں جانتے اللہ ان کے پوشیدہ سرگوشی سے بھی واقف ہے اور بے شک اللہ چھپی باتوں کو خوب جاننے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں ہم ان کے پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو نہیں جانتے کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں، اسی وجہ سے کئی ایک مفسرین نے اجماع نقل کیا ہے کہ آیت میں معیت سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے، اس کے علم کے ساتھ اس کی سمع بھی ان کا احاطہ کئے ہے اور اس کی بصر ان تک پہنچی ہوئی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی خلق سے مطلع ہے ان کے معاملات میں سے کوئی بات بھی اس سے غائب نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر قیامت کے دن ان کو ان کے اعمال بتائے گا یقینا اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

قال الإمام احمد: افتتح الآية بالعلم وختمها بالعلم.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آیت کی ابتداء بھی اپنے علم کے بیان سے کی اور انتہاء بھی۔ (۱)

امام ابن کثیر کی عبارت سے مزید تین جواب معلوم ہوئے فنقول۔

رابعاً: آیت کا سیاق بھی اسی معنی کو مقتضی ہے اس لئے کہ آیت کی ابتداء بھی اللہ کے علم کے بیان سے ہوتی ہے اور انتہاء بھی اسی سے ہوتی ہے جیسا کہ امام احمد کے قول سے معلوم ہوا یہ قول امام صاحب سے کئی جگہ منقول ہے۔

فذكر الذهبي في العلو قال أبو طالب أحمد بن حميد سألت أحمد بن حنبل رجل قال الله معنا وتلا ﴿مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ فقال قد تَجَهَّمَ هذا ياخذون بآخر الآية ويدعون أولها قرأت عليه الم تَعلَم فعلمه معه وقال في سورة ق: ﴿...وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِۦ نَفْسُهُۥ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ ﴿١٦﴾﴾ فعلمه معهم قال المروزي قلت لابي عبد الله ان رجلا قال اقول كما قال الله: ﴿مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ أقول هذا ولا أجاوزه إلى غيره فقال هذا كلام الجهمية بل علمه معهم فأول الآية تدل على أنه علم رواه ابن بطة في كتاب الأبانة.

امام ذہبی کتاب العلو میں ذکر کرتے ہیں کہ ابو طالب احمد بن حمید کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے سوال کیا کہ ایک آدمی کہتا ہے: اللہ ہمارے ساتھ ہے اور استدلال میں یہ آیت پڑھتا ہے: جب بھی تین سرگوشیاں کریں اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے، امام احمد نے فرمایا: یہ شخص جہمی ہے آیت کا آخر لیتے ہیں اور اول کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کو آیت کا یہ حصہ سناؤ "الم تعلم" کا علم ہر فرد کے ساتھ ہے۔ اسی طرح سورۂ ق میں فرمایا: ہم جانتے ہیں جو دل میں وسوسہ آتا ہے اور ہم اس کے شہ رگ سے بھی

---

(۱)- تفسير الكبير للرازى (۸/ ۱٦۲)، تفسير ابن كثير (٤/ ٤۲۲).

زیادہ قریب ہیں، اس سے بھی معلوم ہوا اللہ کا علم سب کے ساتھ ہے، مروزی کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ کو کہا ایک شخص کہتا ہے میں بھی وہی کہتا ہوں جو اللہ نے فرمایا کہ: جہاں تین سرگوشیاں کر رہے ہیں وہاں چوتھا اللہ ہے، میں اس سے تجاوز نہیں کرتا، امام نے فرمایا: یہ جہمیۃ کا کلام ہے صحیح یہ ہے کہ اللہ کا علم ان کے ساتھ ہے، آیت کی ابتداء اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے مراد علم ہے یہ ابن بطہ نے "کتاب الابانہ" میں روایت کی ہے۔([1])

اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے "الصواعق المرسلہ" میں بھی روایت حنبل کو ذکر کیا ہے۔

وقال ابو سعيد الدارمى في الرد على الجهمية، فقال بعضهم دعونا من تفسير العلماء انما احتججنا بكتاب الله فأتوا بكتاب الله قلنا نعم هذا الذى احتججتم به وهو حق كما قال الله عزوجل بها نقول على المعنى الذى ذكرنا غيرانكم جهلتم معناها فضللتم عن سواء السبيل تعلقتم بوسط الآية واغفلتم فاتحها وخاتمها لان الله عزوجل افتتح الآية بالعلم بهم وختمها به فقال :﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَآ أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا۟ ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا۟ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ۝٧﴾ ففى هذا دليل على انه اراد العلم بهم وباعمالهم.

امام ابو سعید دارمی "الرد علی الجہمیۃ" میں کہتے ہیں کہ: کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمارا استدلال اللہ کی کتاب سے ہے تم بھی اللہ کی کتاب سے کوئی آیت پیش کرو، علماء کی تفسیر کو چھوڑیئے، ہم کہتے ہیں تمہاری یہ بات صحیح ہے کہ استدلال اللہ کی کتاب سے ہونا چاہیئے مگر تمہاری پیش کردہ آیت کا صحیح مفہوم وہ ہے جو ہم نے بیان کیا تم وسط آیت کو لے رہے ہو اور اس کی ابتدا وانتہاء سے غافل ہو اس طرح تم راہ راست سے بھٹک گئے، دیکھئے آیت کی ابتداء وانتہاء علم الٰہی کے اثبات پر دلیل ہے، اللہ نے فرمایا: کیا نہیں جانتا کہ اللہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب جانتا ہے تین خفیہ جو باتیں ہوتی ہیں وہ چوتھا ہے إلى أن قال پھر ان کو قیامت کے دن ان کے اعمال کی خبر دے گا یقینا اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے یہ دلیل ہے کہ معہم سے انسانوں اور ان کے اعمال کا علم مراد ہے۔([2])

وقال الآجرى في الشريعة في معناه علمه عز وجل والله على عرشه ، وعلمه محيط بهم ، وبكل شيء من خلقه ، كذا فسره أهل العلم والآية تدل أولها وآخرها على أنه العلم فإن قال قائل : كيف ؟ قيل : قال الله عز وجل: (فذكر الآية بتمامها ثم قال) وابتدأ الله عزوجل الآية بالعلم فعلمه عزوجل محيط بجميع خلقه وهو على عرشه وهذا قول المسلمين- ثم أسند عن مالك بن أنس أنه قال: الله عزوجل في السماء وعلمه في كل مكان لا يخلو من علمه مكان ثم حدث عن سفيان الثورى والضحاك ما ذكرناه أولاً.

---

[1]- العلو للذهبي (١٣٥).

[2]- الرد على الجهمية للدارمي (١٩).



امام آجری "کتاب الشریعہ" میں اس کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: اللہ عرش پر ہے اس سے مراد اس کا علم ہے کہ اس کا علم ان کا اور مخلوق میں سے ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، علماء نے یہی تفسیر کی ہے، آیت کا اول و آخر بھی اس پر دلیل ہے کہ اس سے مراد علم ہے اگر کوئی کہے کس طرح؟ تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ابتداء اپنے علم سے کی ہے کہ اس کا علم جمیع مخلوق کو محیط ہے اور وہ اپنے عرش پر ہے، مسلمانوں کا قول یہی ہے پھر مالک بن انس سے باسناد بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا: اللہ آسمان میں ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے اس کے علم سے کوئی مکان خالی نہیں ہے پھر سفیان الثوری اور ضحاک کے مذکورہ اقوال ذکر کئے۔([1])

خامساً: اگر اس سے وہ مراد ہوتی تو پھر اس آیت کا کیا مطلب: ﴿...وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾﴾ (الزخرف)

اور ہم نے ان کے پاس فرشتے بھیجے ہیں جو لکھتے ہیں۔

یعنی جب وہ اللہ ان کے ساتھ ہے تو پھر رسل متعین کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

سادساً: اس طرح خدا فی مکان اور محاط رہتا ہے نہ کہ محیط کما مر مفصلا۔

سابعاً: امام ابو سعید الدارمی نے "الرد علی الجہمیۃ" میں اس طرح جواب لکھا ہے: قال وأخرى: أنه لما سمعنا قول الله عز وجل في كتابه: ﴿ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ﴾ و ﴿ٱسْتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ﴾ وقوله: ﴿ذِى ٱلْمَعَارِجِ ﴿٣﴾ تَعْرُجُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ إِلَيْهِ﴾ وقوله: ﴿يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ إِلَى ٱلْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ﴾ و ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ ٱلْكَلِمُ ٱلطَّيِّبُ وَٱلْعَمَلُ ٱلصَّٰلِحُ يَرْفَعُهُۥ﴾ ﴿وَهُوَ ٱلْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ﴾ و ﴿إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ﴾. وما أشبهها من القرآن آمنا به، وعلمنا يقينا بلا شك أن الله فوق عرشه فوق سمواته كما وصف، بائن من خلقه، فحين قال: ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ ...﴾ قلنا: هو معهم بالعلم الذي افتتح به الآية وختمها، لأنه قال: في آي كثيرة ما حقق أنه فوق عرشه، فوق سمواته، فهو كذلك لا شك فيه، فلما أخبر أنه مع كل ذي نجوى، قلنا: علمه وبصره معهم، وهو بنفسه على العرش بكماله كما وصف، لأنه لا يتوارى منه شيء، ولا يفوت علمه وبصره شيء في السماء السابعة العليا، ولا تحت الأرض السابعة السفلى.

کیا ہم نے اللہ کا یہ فرمان سنا ہے: اس نے عرش پر استوا فرمایا اور آسمان کی طرف قصد کیا نیز فرمایا وہ معارج والا ہے کہ فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں، نیز فرمایا: آسمان سے زمین تک تدبیر امور فرماتا ہے اور وہ امر اس کی طرف عروج کرتا ہے نیز فرمایا: اسی کی طرف پاک کلمہ چڑھتا ہے اور عمل صالح کو وہ اٹھاتا ہے اور وہ اپنے بندوں پر قاہر ہے اور میں تجھے وفات دوں گا اور اپنے طرف اٹھالوں گا۔ اور اسی طرح کی دیگر آیاتِ قرآنیہ، ہم سب پر ایمان لاتے ہیں اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ اللہ اپنے عرش پر ہے، آسمانوں کے اوپر جس طرح اس نے خود اپنی صفت بیان کی اور وہ اپنی مخلوق سے بائن و جدا ہے، ان آیات کی روشنی

---

[1] الشریعۃ للآجری (۲۸۸).

میں واضح ہوا کہ آیت ﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ﴾ میں علمی معیت مراد ہے جیسا کہ آیت کی ابتداء وانتہاء سے واضح ہے اس لئے کہ آیاتِ کثیرۃ سے ثابت ہے کہ وہ عرش کے اوپر ہے اور آسمانوں کے اوپر وہ واقعی اسی طرح ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے اللہ نے جو یہ اطلاع دی کہ میں سرگوشی کرنے والوں کے ساتھ ہوں تو اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ وہ ان کا علم رکھتا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے ورنہ وہ بذاتہٖ عرش پر ہے البتہ اس کے علم وبصر سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے چاہے ساتویں آسمان کے اوپر ہو یا ساتویں زمین کے نیچے۔([1])

یعنی اس طرح آیات میں تطبیق ہو جاتی ہے جو ضروری ہے اور بصورت دیگر تعارض رہے گا جو قرآن کی شان و تقدس کے خلاف ہے کیونکہ جب کہ اللہ تعالیٰ کا بذاتہ عرش کے اوپر ہونا محقق ہے تو پھر معیت کے معنی من حیث العلم ہو گا دوسری وجہ یہ ہے کہ عرش پر رہ کر اس کے علم و بصر سے کوئی چیز مخفی نہیں اور اس کی سمع سے کوئی آواز مخفی نہیں پس کیا ضرورت کہ عرش سے اتر کر ہر ایک کے ساتھ پھرتا رہے اور یہی تطبیق اللہ کے شان کے عین موافق ہے اور ان کی یہ تطبیق کہ وہ ہر جگہ پر ہے اور عرش پر بھی ایک جگہ، پس وہ عرش وغیر عرش پر ہے۔ یہ غلط اور بے فائدہ ہے من وجوہ اولاً: یہ کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف، دوم: پھر ہر شے کے اوپر اس کا ہونا اس خصوصیت کا کیا معنی و مطلب، سوم: یہ تطبیق (کہ عرش پر بھی ہے اور ہر جگہ بھی) ایک ایسی بات کو تصور میں لاتی ہے جو کہ عقلاً محال ہے۔ کما مر مفصلا۔

ثامناً: کلمہ "مع" صرف مصاحبت و مجامعت کا معنی نہیں دیتا بلکہ اس کے دوسرے معنی بھی ہیں۔

كقوله تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿١١٩﴾﴾ (التوبة)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

قال ابن كثير أى اصدقوا والزموا الصدق تكونوا من اهله وتنجوامن المهالك ويجعل لكم فرجا من اموركم ومخرجا.

ابن کثیر کہتے ہیں: یعنی سچ کہو اور سچ کا التزام کرو، صدق والے ہو جاؤ گے اور ہلاکت سے بچ جاؤ گے اور وہ تمہارے لئے معاملات میں کشادگی اور نجات بنائے گا۔([2])

وقال القرطبي أى مع الذين خرجوا مع النبى لامع المنافقين. أى كونوا علي مذهب الصادقين وسبيلهم وقيل هم الا نبياء ؟ أى كونوا معهم بالاعمال الصالحة في الجنة. وهكذا نحوه في جميع التفاسير.

---

[1]- الرد على الجهمية للدارمي (٢٠).

[2]- تفسير ابن كثير (٢/ ٣٩٩).



امام قرطبی کہتے ہیں: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کا ساتھ دو جو نبی ﷺ کے ساتھ ہیں، منافقین کا ساتھ نہ دو یعنی سچوں کا مذہب اور ان کی راہ اپناؤ، بعض کہتے ہیں آیت میں الصادقین سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں، مقصد یہ ہوا کہ اچھے اعمال کر کے بہشت میں انبیاء کی معیت اختیار کرو۔ تمام تفاسیر میں اسی طرح ہے۔

﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ ... ﴾ (الأنفال: ۷۵)

اور جو بعد کو ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا۔

یہاں بھی یہ مراد نہیں کیونکہ جہاں بھی ہوں گے مومنین کے ساتھ ہوں گے۔

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ... ﴾ (النساء: ۱۴٦)

مگر وہ جنھوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی اور اللہ (کے دین کو) مضبوط پکڑا اور خالص اللہ کی اطاعت کی یہی لوگ مومنین کے ساتھ ہیں۔

قال ابن الجوزی في زاد المسير "مع" فيه قولان.أحدهما: أنها على أصلها، وهو الاقتران. وفي ماذا اقترنوا بالمؤمنين؟ فيه قولان.أحدهما:في الولاية ، قاله مقاتل . والثاني : في الدين والثواب ، قاله أبو سليمان. والثاني: أنها بمعنى «مِن» فتقديره : فأولئك من المؤمنين، قاله الفراء.

امام ابن الجوزی "زاد المسیر" میں کہتے ہیں: مع میں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ اقتران پر دلالت کرتا ہے پھر ایمانداروں کے ساتھ اقتران دو طرح کا ہے دوستی میں جیسا کہ مقاتل نے کہا دوسرا دین و ثواب میں جیسا کہ ابو اسمٰعیل نے کہا دوسرا قول یہ کہ یہ من کے معنی میں ہے، اصل عبارت یوں ہوگی اولئك من المؤمنين یعنی صفات مذکورہ کے حامل ایمانداروں میں سے ہیں فراء نے ایسا ہی کہا ہے۔[1]

﴿ ... فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ... ﴾ (النساء)

پس یہ لوگ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ۔

یہاں بھی اختلاط مراد نہیں ہے۔

پانچویں آیت: ﴿ ... مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ... ﴾ (الفتح: ۲۹)

محمد ﷺ اللہ کا رسول ہے اور آپ کے ساتھ والے کافروں پر سخت اور آپس میں رحم کرنے والے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ ہر وقت صحابہ آپ ﷺ کے ساتھ نہیں تھے بلکہ یہ مراد ہے کہ آپ کی جماعت پس اس آیت مبحوثہ فیہا میں بھی وہی مراد ہو سکتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے موافق ہو۔

يعني: هو معهم بالعلم والقدرة والبصر والسمع كذا قاله الإمام ابن تيمية في شرح حديث النزول نقلا عن الإمام احمد.

---

[1] – زاد المسير لابن الجوزي(۲/ ۲۳۵).



یعنی اللہ علم، قدرت، بصر اور سمع میں ان کے ساتھ ہے، امام ابن تیمیہ نے "شرح حدیث النزول" میں امام احمد سے ایسا ہی قول نقل کیا ہے۔(۱)

تاسعاً: جب معیت کا کئی معنوں میں مشترک ہونا ثابت ہوا پھر معنی وہی لیا جائے گا جو سابق مضمون کے زیادہ قریب ہو گا اور زیادہ صحیح اور زیادہ مناسب ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے حق میں جو معنی مناسب و صحیح اور اس کے شان کے موافق ہے وہی یہاں بیان کیا گیا اور سلف نے بھی یہ بیان کیا ہے۔

عاشراً: اس آیت سے استدلال عموم معیت کو مستلزم ہے یعنی خدا ہر چیز کے ساتھ ہے اور دوسری آیات میں ایسی معیت کا ذکر ہے جن سے خصوصیت ظاہر ہوتی ہے مثلاً: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَواْ وَّٱلَّذِينَ هُم مُّحۡسِنُونَ ﴿١٢٨﴾ ﴾ (النحل) "اللہ تقویٰ والوں اور نیکی کرنے والوں کے ساتھ"۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ وہ غیر متقین اور مسیئین کے ساتھ نہیں ہے۔

﴿ ...وَقَالَ ٱللَّهُ إِنِّي مَعَكُمۡۖ لَئِنۡ أَقَمۡتُمُ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَيۡتُمُ ٱلزَّكَوٰةَ وَءَامَنتُم بِرُسُلِي وَعَزَّرۡتُمُوهُمۡ وَأَقۡرَضۡتُمُ ٱللَّهَ قَرۡضًا حَسَنٗا ... ﴾ (المائدۃ: ۱۲)

اللہ نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز قائم کی، زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے ان کی تائید کی اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔

﴿ ...وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ ﴿٦٩﴾ ﴾ (العنکبوت) بیشک اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

﴿ ...إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿١٥٣﴾ ﴾ (البقرۃ) یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

﴿ إِذۡ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمۡ ... ﴾ (الأنفال)

جب تیرے رب نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

﴿ ...ثَانِيَ ٱثۡنَيۡنِ إِذۡ هُمَا فِي ٱلۡغَارِ إِذۡ يَقُولُ لِصَٰحِبِهِۦ لَا تَحۡزَنۡ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَاۖ ... ﴾ (التوبۃ: ۴۰)

دو میں دوسرا ہے جب دونوں غار میں تھے اس نے اپنے ساتھی کو کہا غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

ان دو نبی اکرم ﷺ وابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے ساتھ نہیں اور کیا غار کے علاوہ ان کے ساتھ نہیں ہے؟

﴿ قَالَ لَا تَخَافَآۖ إِنَّنِي مَعَكُمَآ أَسۡمَعُ وَأَرَىٰ ﴿٤٦﴾ ﴾ (طٰہ)

فرمایا خوف نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔

﴿ قَالَ كَلَّآۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهۡدِينِ ﴿٦٢﴾ ﴾ (الشعراء)

موسیٰ نے کہا ایسی بات نہیں بلکہ میرے ساتھ میرا رب ہے وہ میری راہنمائی فرمائے گا۔

۱- شرح حدیث النـزول للإمام ابن قتیبة (۷۵).



کیا پہلے ان کے ساتھ نہیں تھا یا فرعون اور اس کے لشکر کے ساتھ نہیں تھا پس اس عموم و خصوص کا تعارض لازم آئے گا ہاں اگر یہ معنی کیا جائے کہ اللہ کا علم و قدرت و سمع وبصر سب کے ساتھ ہے تو پھر تعارض نہیں رہے گا نیز ان آیات کا سیاق بھی معیت ذاتی کو رد کرتا ہے مثلاً پہلی آیت میں غور کرو، اولا مخالفین کے ساتھ مناظرہ سکھایا کہ: ﴿وَجَٰدِلْهُم بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ﴾ (النحل: ۱۲۵) ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کریں۔ پھر سمجھایا کہ: ﴿وَٱصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِٱللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِى ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٧﴾﴾ (النحل) اور صبر کر آپ کا صبر اللہ کی مدد سے ہے اور ان پر غم نہ کر اور یہ جو تدبیریں کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو۔

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ صبر کے ساتھ کام لیں اور مخالفین کی مخالفت سے تنگدل نہ ہوں اور مناظرہ اگر ان سے کرنا پڑے تو بہتر طریقہ سے کریں اور حکمت اور موعظہ حسنہ سے ان کو دعوت دیں آخر اللہ کی مدد آپ کے ساتھ ہے اس لئے کہ آپ متقی بھی ہیں اور نیکو کار بھی۔ دوسری آیت کی ابتداء اس طرح ہے کہ: ﴿وَلَقَدْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ ٱثْنَىْ عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ ٱللَّهُ إِنِّى مَعَكُمْ ...﴾ (المائدۃ: ۱۲)

اللہ نے بنو اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ نقیب بنائے اور اللہ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں۔

ظاہر ہے کہ بعثت کا لفظ خود تباین پر دلالت کرتا ہے اور پھر اخیر میں فرمایا کہ: ﴿...لَّأُكَفِّرَنَّ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ ۚ..﴾ (المائدۃ: ۱۲) میں تمہاری برائیاں مٹادوں گا اور تمہیں باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے ندیاں بہتی ہیں۔

یہ جملہ بطور جزاء کے واقع ہوا ہے اور یہی معیت کی تفسیر ہے یعنی ایسے نیکوکاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت ہے اور ان کو اچھی جزا حاصل ہے تیسری آیت پوری اس طرح ہے: ﴿وَٱلَّذِينَ جَٰهَدُوا۟ فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾﴾ (العنکبوت) اور جو ہمارے دین کیلئے جدو جہد کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہیں سمجھاتے ہیں اور اللہ نیکی والوں کے ساتھ ہے۔

یعنی جو اللہ کی راہ مستقیم پر چلنے کیلئے کوشاں ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی اس کے ساتھ ہے اس کو اللہ بتاتا رہے گا چوتھی آیت کا مضمون اس طرح شروع ہوتا ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَعِينُوا۟ بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ ۚ...﴾ (البقرۃ:۱۵۳)

اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔

اور اختتام اس پر ہوتا ہے کہ: ﴿ٱلَّذِينَ إِذَآ أَصَٰبَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوٓا۟ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَٰجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾﴾ (البقرۃ)

جب ان لوگوں کو مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ کیلئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جائیں گے انہی پر ان کے رب کی مہربانیاں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

نماز کا حکم مباینت پر دلیل ہے پھر جملہ ﴿إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَٰجِعُونَ﴾ بھی نص قاطع ہے پھر ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا ہونا اور ان لوگوں کا ہدایت یافتہ ہونا نتیجہ ظاہر ہے کہ ایسے صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ کی رحمت ہے یعنی ان کو تقویٰ حاصل ہو گا، ان کا ایمان زائد و مضبوط ہو گا ان کو ہدایت حاصل ہو گی۔

اور پانچویں آیت پوری اس طرح ہے: ﴿إِذْ يُوحِى رَبُّكَ إِلَى ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ أَنِّى مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا۟ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ۚ سَأُلْقِى فِى قُلُوبِ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱلرُّعْبَ فَٱضْرِبُوا۟ فَوْقَ ٱلْأَعْنَاقِ وَٱضْرِبُوا۟ مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾﴾ (الأنفال)

جب تیرے رب نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم ایمان داروں کو ثابت قدم رکھو، میں کافروں کے دل میں رعب ڈالوں گا تم گردنوں کے اوپر مارو اور ان کے ہر پور کو توڑ دو۔

یہاں خود وحی کا ذکر ان فرشتوں سے اللہ کا مباین ہونا ثابت کرتا ہے پھر حکم دینا کہ ایمان داروں کو ثابت رکھو اور کفار کو مارو یہ سب مباینت پر دلیل ہیں اور کفار کے دلوں میں رعب کا القاء اسی طرح انزال الوحی یہ علو باری تعالیٰ کی دلیلیں ہیں، مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے کہ میری وحی ہدایات دینے کے لئے ہر وقت تمہارے ساتھ ہے اور میری مدد تمہارے ساتھ ہے جیسا کہ اس آیت سے پہلے فرشتوں کے اتارنے کا ذکر ہے یہ بھی مباینت اور علو کی دلیل ہے اور پھر فرماتا ہے کہ: ﴿وَمَا جَعَلَهُ ٱللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِۦ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا ٱلنَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾﴾ (الأنفال)

اور اس کو اللہ نے صرف خوش خبری بنایا اور تا کہ تمہارے دل اطمینان رکھیں حقیقی مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے یقیناً اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ یعنی: اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہے۔

چھٹی آیت اس طرح ہے: ﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ ٱللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ثَانِىَ ٱثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِى ٱلْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَٰحِبِهِۦ لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُۥ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا ...﴾ (التوبة: ٤٠)

اگر تم نے اس کی مدد نہ کی تو اللہ اس کی مدد کر چکا ہے جب کافروں نے اس کو نکال دیا تھا وہ دو میں دوسرا تھا جب یہ دونوں غار میں تھے اس نے اپنے ساتھی سے کہا غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے اپنی سکینت اس پر نازل کی اور ایسے لشکر سے اس کی مدد کی جس کو تم نے نہیں دیکھا۔

یہاں یہ سب نصرت کا طریقہ بتایا ہے۔ ایضاً سکینت کا اتارنا اور جنود سے تائید کرنا یہ سب علو اور مباینت پر صریحاً دلالت کرتے ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ ان دو کے ساتھ بھی اللہ اور نکالنے والوں کے ساتھ بھی اللہ پس جب خود اللہ ہی نے ان کو نکالا پھر مدد کرنا کیا معنی رکھتا ہے گویا کہ ایک تمسخر مذاق ہے ایضاً اللہ کے ہوتے ہوئے، ان کا حزن و فکر نہیں گیا، جب سکینت

کو نازل کیا پھر سکون قلب حاصل ہوا یہ بھی عجیب ایمان ہے ، نیز حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَارِ فَرَأَيْتُ آثَارَ الْمُشْرِكِينَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ رَفَعَ قَدَمَهُ لَرَآنَا قَالَ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا. میں غار میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا میں نے مشرکوں کے آثار قدم دیکھے میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ اگر ان میں کوئی اپنے قدم اٹھائے تو ہمیں دیکھ لے، آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے، جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔(۱)

تو کیا ان کافروں کے ساتھ نہیں تھا، اگر وہ پانچ تھے تو اللہ سادسھم نہیں پھر کیا خصوصیت نیز کافروں کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے سے اوپر دیکھا، اگر اللہ وہاں غار میں موجود تھا تو کیا کفار اس کے بھی اوپر تھے۔ حاشاء وکلا۔

ساتویں آیت کا مضمون یوں ہے: ﴿ اذْهَبْ أَنتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي ﴿٤٢﴾ اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٤٣﴾ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ﴿٤٤﴾ قَالَا رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ أَن يَفْرُطَ عَلَيْنَا أَوْ أَن يَطْغَىٰ ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ﴿٤٦﴾ فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ ﴿٤٧﴾ إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٤٨﴾ ﴾ (طه)

تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرو، فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکشی کر رہا ہے، اسے نرم بات کہو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے، دونوں نے کہا اے ہمارے رب ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی کرے گا، اللہ نے فرمایا خوف نہ کرو میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں، تم اس کے پاس جاؤ اور کہو ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دے اور ان کو عذاب نہ کر ہم تیرے رب کی نشانی تیرے پاس لائے ہیں، سلامتی اس کیلئے ہے جو ہدایت کی اتباع کرے، ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ جو جھٹلائے اور اعراض کرے، عذاب اسی پر ہے۔

یہاں بھی معیت سے علم، نصر، سمع اور بصر مراد ہے ﴿ اذْهَبْ ﴾ ﴿ اذْهَبَا ﴾ پھر ﴿ فَقُولَا ﴾ اس پر شاہد ہیں، نیز اگر ساتھ تھا تو پھر کیوں کہا کہ ﴿ إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ ﴾ یا ﴿ إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا ﴾ کیا یہ تباین پر دلالت نہیں کرتے ہیں۔

آٹھویں آیت کا مابعد یوں ہے: ﴿ فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ... ﴾ (الشعراء: ٦٣)

پھر ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مار۔

اگر معیت بذاتہ ہوتی تو پھر وحی کا کیا مطلب، وحی میں تو واسطہ ہوتا ہے، اسی طرح اس آیت مبحوث فیہما میں بھی یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی وہ ہیں اللہ کا علم و قدرت ان کے ساتھ ہے اور بذاتہ عرش کے اوپر ہے۔

۱- صحيح بخاري كتاب تفسير القرآن، باب قوله (ثاني اثنين إذ هما في الغار إذ يقول لصاحبه لا تحزن إن الله معنا) (٢/ ٦٧٢) (رقم ٤٢٩٥).



قال الإما م أحمد كما في شرح حديث النزول وفي لفظ المعية في كتاب الله جاء عاما كما في هاتين الآيتين (المبحوث فيهاوالآية) وجاء خاصا كما في قوله﴿ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَواْ وَّٱلَّذِينَ هُم مُّحۡسِنُونَ ﴾ النحل وقوله﴿...إِنَّنِي مَعَكُمَآ أَسۡمَعُ وَأَرَىٰ ﴾ وقوله ﴿...لَا تَحۡزَنۡ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَاۖ ..﴾ فلو كان المراد بذاته مع كل شي لكان التعميم يناقض التخصيص فانه قد علم ان قوله﴿...لَا تَحۡزَنۡ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَاۖ ...﴾ اراد به تخصيصه وابا بكر دون عدوهم من الكفار وكذالك قوله: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَواْ وَّٱلَّذِينَ هُم مُّحۡسِنُونَ ﴾ خصهم بذالك دون الظالمين والفجار.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :(جیسا کہ شرح حدیث النزول میں ہے) قرآن میں لفظ معیت عام معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ ان دو آیتوں میں ہے اور خاص مفہوم میں بھی آتا ہے جیسا کہ اللہ کے ان ارشادات میں ہے: اللہ متقین اور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے نیز میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں نیز غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے اگر مراد یہ ہو کہ اللہ بذاتہ ہر چیز کے ساتھ ہے تو تعمیم اور تخصیص میں تناقض بن جائے دیکھئے:﴿لَا تَحۡزَنۡ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا ﴾میں تخصیص مراد ہے کہ آپ علیہ السلام اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں ہے ، ان کے دشمن کفار کے ساتھ نہیں، اسی طرح﴿ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَواْ ﴾میں کہ اللہ کی معیت متقین اور نیکو کاروں کو حاصل ہے ظالموں اور فاجروں کو نہیں۔[1]

الحادي عشر:اور یہ تفسیر تاویل بھی نہیں ہے اس لئے کہ یہ صرف اللفظ عن الظاہر نہیں بلکہ یہی ان کا عرفی و شرعی معنی ہے۔

قال موفق الدين ابن قدامة في كتابه ذم التأويل هو مع المجموع المشتمل علي الرد الوافر وغيره، فان قيل فقد تأولتم آيات وأخبارا فقلتم في قوله ﴿وَهُوَ مَعَكُمۡ أَيۡنَ مَا كُنتُمۡۚ ﴾ أى بالعلم ونحو هذا من الآيات والأخبار فيلزمكم مالزمنا قلنا نحن لم نتأول وحمل هذه الألفاظ على هذه المعانى ليس بتأويل لأن التأويل صرف اللفظ عن ظاهره وهذه المعانى هى الظاهر من هذه الألفاظ بدليل أنه المتبادر إلى الأفهام منها وظاهر اللفظ هو ما يسبق إلى الفهم منه حقيقة كان أومجازا ولذلك كان ظاهرا الأسماء العرفية المجاز كإسم الرواية والظعينة وغيرها من الأسماء العرفية فإن ظاهر هذا المجاز دون الحقيقة، وصرفها إلى الحقيقة يكون تأويلا يحتاج إلى دليل كذلك الالفاظ التي لها عرف شرعى، وحقيقة لغوية، كالوضوء، والطهارة، والصلوة، والصوم، والزكاة، والحج، أنما ظاهرها العرف الشرعى دون الحقيقة اللغوية وإذا تقرر هذا فالمتبادر إلى الفهم من قولهم الله معك أى بالحفظ والكلاءة ولذلك قال الله فيما أخبر عن نبيه ﴿إِذۡ يَقُولُ لِصَٰحِبِهِۦ لَا تَحۡزَنۡ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا ﴾

---

[1]– شرح حديث النـزول للإمام ابن قتيبة (۷۵).

وقال لموسى ﴿إِنَّنِي مَعَكُمَآ أَسۡمَعُ وَأَرَىٰ﴾ ولو أراد أنه بذاته مع كل أحد لم يكن لهم لذلك إختصاص لوجوده في حق غيرهم كوجوده فيهم ولم يكن ذلك موجبا لنفى الحزن عن أبى بكر ولاعلة له فعلم أن ظاهر هذه الألفاظ هو ماحملت عليه فلم يكن تأويلا ثم لو كان تأويلا فما نحن تأولناه وأنما السلف رحمة الله عليهم الذين ثبت صوابهم ووجبت إتباعهم هم الذين تأولوه فإن ابن عباس والضحاك ومالكا وسفيان وكثيرا من العلماء قالو في قوله معكم أى علمه ثم قد ثبت بكتاب الله والتواتر عن رسول الله وإجماع السلف إن الله فى السماء على عرشه وجاءت هذه اللفظة مع قرائن محفوظة بها دالة على إرادة العلم منها وهوقوله ﴿أَلَمۡ تَعۡلَمۡ أَنَّ ٱللَّهَ يَعۡلَمُ مَا فِي ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِۗ﴾ ثم قال فى أخرها ﴿أَنَّ ٱللَّهَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٌ﴾ فبدأ بالعلم وختمها به ثم سياقها لتخويفهم يعلم الله تعالىٰ بحالهم وأنه ينبئهم بما عملوا يوم القيامة ويجازيهم عليه وهذه قرائن كلها دالة على إرادة العلم فقد إتفق فيها هذه القرائن ودلالة الأخبار على معناها ومقالة السلف وتأويلهم فكيف يلحق بها مايخالف الكتاب والأخبار ومقالة السلف فهذا لايخفى على عاقل إن شاء الله تعالىٰ وإن خفى قد كشفناه وبيناه بحمدالله تعالىٰ ومع هذا لوسكت إنسان عن تفسيرها وتأويلها لم يخرج ولم يلزمه شئ فإنه لايلزم أحد الكلام في التأويل إن شاء الله تعالىٰ.

امام موفق الدین ابن قدامہ اپنی "کتاب ذم التاویل" میں لکھتے ہیں کہ: اگر کہا جائے کہ تم ﴿وَهُوَ مَعَكُمۡ أَيۡنَ مَا كُنتُمۡۚ﴾ کی تاویل کر رہے ہو کہ اس سے علم مراد لیتے ہو توتاویل کی تشنیع تمہیں بھی لازم آئے گی جو ہمیں دیتے رہتے ہو، ہم کہتے ہیں ہم نے تاویل نہیں کی اور ان الفاظ کے یہی معانی مراد لینا کوئی تاویل نہیں ہے، تاویل تو لفظ کو ظاہر معنی سے ہٹانے کا نام ہے، یہ معانی جو ہم مراد لیتے ہیں ان الفاظ کے متبادر إلى الفهم معانی ہیں۔ لفظ کا ظاہر وہ مفہوم ہوتا ہے جو فہم میں فوراً آ جائے وہ حقیقی ہو یا مجازی یہی وجہ ہے وہ اسماء جن کا معنی مجازی معروف ہو گیا جیسا کہ اسم الروایہ اور الظعینہ وغیرہ عرفی اسماء ان کا مجازی مفہوم ظاہر ہے۔ حقیقی مفہوم اس وقت لینا درست ہو گا جب کوئی دلیل ہو گی اس طرح جن الفاظ کا مفہوم شرعی معروف ہے اور حقیقی لغوی مفہوم بھی ہے جیسا کہ الوضوء، الطھارۃ، الصلوۃ، الصوم، الزکوۃ اور الحج وغیرہ، ان کا ظاہر عرف شرعی ہے، حقیقت لغویہ نہیں، یہ ثابت ہونے کے بعد غور فرمائیں کہ "الله معك" کا سمجھ میں فوراً آنے والا مفہوم یہ ہے کہ وہ تیری حفاظت کر رہا ہے اور نگران ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنے ساتھی کو کہہ رہا تھا، غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کہا میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں، اگر وہ بذاتہ ہر کسی کے ساتھ ہوتا تو اس اختصاص کی کیا ضرورت تھی کیونکہ وہ تو پھر ہر ایک کے ساتھ ہے یہ فرمان سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے غم دور کرنے کا موجب نہ بنتا اور نہ اس کی علت ہوتا، معلوم ہوا ان الفاظ کا ظاہر مفہوم وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے، یہ تاویل نہیں ہے، اگر یہ تاویل بھی ہو تو بھی یہ تاویل سلف سے ثابت ہے جن کا حق ہونا ثابت ہو چکا ہے اور ان کی اتباع ضروری ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ ضحاک، مالک،

سفیان اور علماء کی کثیر تعداد اس کی قائل ہے کہ معکم سے مراد اس کا علم ہے پھر یہ معنی اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے، سلف کا اجماع بھی اسی پر ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور عرش پر پھر اس لفظ معکم کے ساتھ قرائن بھی موجود ہیں جو کہ علم کی معیت پر دلالت کرتے ہیں اور وہ ہے اللہ کا فرمان:﴿ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي ٱلسَّمَآءِ ﴾اور آخیر آیت ﴿أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ آیت کی ابتداء بھی علم پر دلالت کرتی ہے اور انتہاء بھی آیت کے سیاق میں اللہ تعالیٰ ان کو ڈرا رہا ہے کہ وہ کو قیامت کے دن ان کے اعمال سامنے رکھ دے گا اور جزاو سزا دے گا یہ تمام قرائن معکم سے ارادہ علم پر دلالت کرتے ہیں تو اس جگہ اتنے قرائن، احادیث کی دلالت اور سلف کے اقوال وتاویل موجود ہیں، کتاب واحادیث کے مخالف معنی کیسے اس کے ساتھ لاحق ہو سکتا ہے، یہ بات کسی عقلمند پر مخفی نہیں رہ سکتی اگر خفا ہو بھی تو ہم نے پوری طرح وضاحت کر دی ہے اس کے باوجود اگر کوئی انسان اس کی تفسیر وتاویل سے سکوت اختیار کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں، کیونکہ تاویل پر کلام کرنا کسی پر لازم وفرض نہیں ہے۔([1])

الثاني عشر: امام ابن حزم رحمہ اللہ نے یوں جواب دیا ہے: قال في كتاب الفصل: قول الله تعالىٰ يجب حمله على ظاهره مالم يمنع حمله ظاهر نص آخر أو إجماع أو ضرورة حسى وقد علمنا إن كل ماكان في مكان شاغل لذلك المكان وما لي له متشكل بشكل المكان أو المكان متشكل بشكله ولا بد من أحد الأمرين ضروريين وعلمنا أن ما كان في مكانه فإنه متناه بتناهى مكانه وهو ذوجهات ست أو خمس متناهية في مكانه وهذه كلها صفات الجسم فلما صح ما ذكرنا علمنا أن قوله:﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ ﴾(ق) ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ ﴾ (الواقعة) وقوله تعالي:﴿ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ ﴾ (المجادلة) انما هو التدبير لذلك وهوالاحاطة به فقط ضرورة لانتفاء ما عدا ذلك.

"کتاب الفصل" میں کہتے ہیں کہ: اللہ کے قول کو ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے، الا یہ کہ کوئی اور نص یا اجماع یا ضرورت حس اس سے مانع ہو ہم جانتے ہیں جو مکان میں ہے وہ اس جگہ کو مشغول کرتا ہے اور اسے بھر دیتا ہے، وہ خود مکان کی شکل سے متشکل ہوتا ہے یا مکان اس کی شکل میں متشکل ہے، ان دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے ہم یہ بھی جانتے ہیں جو اپنے مکان میں ہے، وہ مکان کی تناہی سے متناہی ہے اور وہ چھ یا پانچ متناہی جہات والا ہے اور یہ کل جسم کی صفات ہیں، ان بدیہی باتوں کے تسلیم کے بعد ہم یقین کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں، ہم تمہارے بہت قریب ہیں جہاں تین کی خفیہ باتیں ہوں ہم چوتھے ہیں، میں صرف تدبیر مراد ہے یعنی اس کا احاطہ کرنا کیونکہ اس کے سوا کوئی اور معنی منفی ہے۔([2])

---

[1]– ذم التأويل لابن قدامة (٨٥٠).

[2]– كتاب الفصل لابن حزم (٢/ ١٢٢).

وأيضا فإن قولهم فى كل مكان خطا لأنه يلزم منه بموجب هذا القولَ أنه يملا الأماكن كلها وأن يكون ما فى الأماكن فيه الله، تعالىٰ الله عن ذلك، وهذا محال فان قالوا هو فيها بخلاف كون المتمكن فى المكان قيل لهم هذا لايعقل ولايقوم عليه دليل.

نیز ان کا یہ کہنا کہ وہ ہر مکان میں ہے، غلط ہے اس لئے کہ اس قول سے لازم آتا ہے کہ کل جگہوں کو پُر کرتا ہے اور جو بھی کوئی جگہ ہے اس میں اللہ ہے، اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بلند ہے اور یہ محال ہے اگر کہیں کہ اللہ امکنہ میں ہے مگر اس طرح نہیں جس طرح کہ متمکن مکان میں ہوتا ہے تو کہا جائے گا کہ یہ بات غیر معقول ہے اور بلا دلیل بھی۔

الثالث عشر : یہ لوگ جو اس کی مراد بیان کرتے ہیں یہ ملحدین کی تفسیر ہے نہ کہ اہل السنہ کی۔

قال الإمام الدارمى في الرد على الجهمية فاحتج بعضهم فيه بكلمة زندقة قد أستوحش من ذكرها ، وتستر آخر من زندقة صاحبه فقال: قال الله تعالى: (فذكر هذه الاية) قلنا : هذه الآية لنا عليكم ، لا لكم ، إنما يعني أنه حاضر كل نجوى ، ومع كل أحد من فوق العرش يعلمه ، لأن علمه بهم محيط ، وبصره فيهم نافذ ، لا يحجبه شيء عن علمه وبصره ، ولا يتوارون منه بشيء ، وهو بكماله فوق العرش ، بائن من خلقه: وقال الآجرى في الشريعة: فلبسوا على السامع منهم بما تأولوا، وفسروا القرآن على ما تهوى نفوسهم فضلوا وأضلوا، فمن سمعهم ممن جهل العلم ظن أن القول كما قالوا، وليس هو كما تأولوه عند أهل العلم.

امام دارمی، "الرد علی الجہمیۃ" میں کہتے ہیں: بعض نے زندیقوں کے قول سے اس بارے میں احتجاج کیا ہے اس کے ذکر سے ہی وحشت ہوئی اور ایک اور صاحب نے اس کی بے دینی پر پردہ ڈالا اس نے اللہ کا فرمان پیش کیا اور پھر آیت مذکورہ بالا ذکر کی ہم کہتے ہیں یہ آیت تو ہماری دلیل ہے تمہاری نہیں، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ہر سرگوشی میں حاضر ہے اور عرش پر ہوتے ہوئے ہر ایک کے ساتھ ہے اس کو جانتا ہے کیونکہ اس کا علم سب کا احاطہ کئے ہے اس کی نگاہ سب تک نافذ ہے اس کے علم و بصر سے کوئی پوشیدہ نہیں نہ ہی کوئی اس سے چھپ سکتا ہے اور وہ عرش پر ہے اپنی مخلوق سے بائن، امام آجری "الشریعہ" میں کہتے ہیں: اس گروہ نے قرآن کی اپنی خواہشات کے مطابق تفسیر کر کے لوگوں کو تلبیس میں ڈالا ہے خود گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو گمراہ کر رہے ہیں علم سے ناآشنا انسان تو شاید ان کی بات سے تو تصدیق کر بیٹھے لیکن اہل علم کے نزدیک ان کا نظریہ صحیح نہیں ہے۔[1]

قال فى شرح حديث النزول : عن الإمام أحمد، إن لفظ المعية فى اللغة وان اقتضى المجامعة والمصاحبة والمقاربة فهو إذا كان مع العباد لم يناف ذلك علوه على عرشه ويكون حكم معية فى كل موطن بحسبه فمع الخلق كلهم بالعلم والقدرة والسلطان ويخص بعضهم بالإعانة والنصر والتأييد.

[1] – الرد على الجهمية للدارمي (١٩)، والشريعة للآجرى (٢٨٨).



"شرح حدیث النزول" میں کہتے ہیں کہ امام احمد سے مروی ہے کہ: لفظ معیت لغت میں اگرچہ باہم اکٹھے ہونا، مصاحبت اور قریب ہونے پر دلالت کرتا ہے، اللہ کا بندوں کے ساتھ ہونا اس کے عرش پر عالی ہونے کے منافی نہیں ہے، ہر جگہ میں اس کی معیت اس کی شان کے مطابق ہے، کل خلق کے ساتھ ہے علم و قدرت اور سلطنت میں اور بعض کے ساتھ اعانت، نصرت اور تائید کی معیت ہے۔([1])

والخامس عشر: کمال علم و قدرت و سلطان جب ہو کہ ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش پر ساری دنیا کو دیکھے اور ان کی نے ان کا علم رکھے۔ ان پر قدرت حاصل ہو اور اگر ہر جگہ ہے تو پھر کونسا کمال ہے جو بھی ساتھ ہے وہ جانتا ہی ہے۔

قال الإمام عثمان الدارمی فی الرد علی المریسی، هو كما وصف نفسه ووصفه الرسول مع كل ذى نجوى وهو أقرب إلى أحدكم من حبل الوريد وأقرب منها بعلم وينظر ويسمع من فوق العرش لايخفى عليه منهم خافية ولايحجبهم عنه شئ علمه بهم من فوق عرشه محيط وبصره فيهم نافذ وهوبكماله على عرشه والسمٰوات ومسافة مابينهن وبينه وبين خلقه فى الأرض فهو كذلك معهم، رابعهم وخامسهم وسادسهم يعلم ماعملوا من شئ۔ ﴿ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (المجادلة: ٧) كذلك هو مع كل ذى نجوى لا كما ادعيتم أنه مع كل بائل ومحدث ومجامع فى كنفهم وحشوشهم ومضاجعهم وإنما يعرف فضل الربوبية وعظم القدرة بأن الله من فوق عرشه وبعد مسافة السمٰوات والأرض يعلم ما في السمٰوات وما بينهما وماتحت الثرى وهو مع كل ذي نجوى ولذلك قال عالم الغيب والشهادة ولو كان فى الأرض كما إدعيتم بجنب كل ذى نجوى ما كان يعجب أن ينبئهم بما عملوا يوم القيامة فلو كنا نحن بتلك المنزلة لنبأنا كل عامل منهم بماعمل وقال وناجى به أصحابه فما فضل علام الغيوب على المخلوق الذى لايعلم الغيب فى دعواك.

امام عثمان دارمی "الرد علی المریسی" میں لکھتے ہیں: کہ وہ اس طرح ہے جیسا کہ اس نے اور رسول ﷺ نے اس کی وصف بیان کی کہ وہ ہر سرگوشی کرنے والے کے ساتھ ہے۔ ہر ایک کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب اور یہ قرب علم و نظر اور سمع کا ہے عرش کے اوپر سے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی چیز ان کو اس سے محجوب کر سکتی ہے اس کا ان کو جاننا عرش کے اوپر سے ہے، اس کی آنکھ ان تک نافذ ہے اور وہ عرش پر ہے، آسمانوں کے اوپر ہے ان کے اور اس کے درمیانی مسافت ہے اور زمین کی خلق کے درمیان وہ ہر ایک کے ساتھ ہے چوتھا ہے، پانچواں ہے اور چھٹا ہے، جو عمل کرتے ہیں اس کو جانتا ہے، پھر قیامت کے دن ان کے اعمال ان کو بتا دے گا، اسی طرح وہ ہر سرگوشی کرنے والے کے ساتھ ہے۔ وہ ہر پیشاب کرنے والے حدث کرنے والے، جماع کرنے والے کے ساتھ اور ان کے کنف میں، بیت الخلاؤں میں اور ان کے بستروں میں نہیں ہے جیسا کہ تم دعویٰ کرتے ہو فضل ربوبیت اور عظمت قدرت تو اسی میں ہے کہ وہ عرش کے اوپر ہو اور آسمانوں اور زمین کی بعد مسافت

---

[1] – شرح حديث النزول للإمام ابن قتيبة (٧٥).



کے باوجود وہ آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے اور جو تحت الثریٰ میں ہے سب کو جانے اور وہ ہر سرگوشی کرنے والے کے ساتھ ہو، اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ ہر غیب و حاضر کا جاننے والا ہے۔ اگر وہ زمین میں ہو، ہر سرگوشی کرنے والے کے پہلو میں جیسا کہ تمہارا ادعا ہے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ قیامت کے روز تمہارے اعمال بیان کردے گا اگر ہم اس طرح ساتھ ہوں تو ہر عامل کے عمل، اس کی باتیں، اس کے اپنے دوستوں کے ساتھ خفیہ باتیں ہم بھی بیان کردیں گے تو علام الغیوب کی مخلوق پر جو کہ غیب نہیں جانتے کیا برتری رہ جاتی ہے۔([1])

السادس عشر: أینما کانوا کا معنی معیت بذاتہ ہے تو بھی یہ سوال ہو گا کہ زمین کے مختلف مقامات پر اجتماع ہوتے رہتے ہیں بعض خفیہ بعض کھلے، اسٹیجوں پر کہیں تین لوگ باتیں کررہے ہیں کہیں پانچ، کہیں ان سے کم، کہیں زیادہ، بیسیوں ہزاروں تک ہیں، ان کا خدا کسی مجلس کے ساتھ ہے، مثلاً ایک جلسہ مشرق میں ہے دوسرا مغرب میں یا ایک ہند میں تو دوسرا امریکہ میں ایک عرب میں، ایک عجم میں اللہ اِدھر ہے یا اُدھر، یہاں یا وہاں تعداد الٰھوں کا مانو گے یا اس کی تقسیم کرو گے یا باری باری مانو گے، تینوں صورتوں میں صریحاً کفر ہے، پہلی صورت اور تیسری میں یہ لازم آئے گا کہ بیک وقت اللہ سب کو نہیں جانتا سب کی نہیں سنتا، ورنہ اِدھر اُدھر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر کہو گے کہ ایک ہے اور ہر ایک کے ساتھ ہر مجلس میں شریک ہے تو یہ نامعقول و غیر مفہوم ہے ہاں اگر عرش پر تسلیم کرو اور یہ کہو کہ لا یخفی علیه شيءٌ تو پھر کوئی اعتراض نہیں رہے گا ثابت ہوا کہ یہ تفسیر باطل و فاسد ہے، صحیح وہی تفسیر ہے جو سلف سے منقول ہے۔

السابع عشر: یہ الفاظ خود مغائرت پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ محاورہ عرب کے واقفوں سے مخفی نہیں ہے جہاں تک ایک جنس ہوتی ہے وہاں یہ کہتے ہیں رابع اربعة، خامس خمسة ونحوذلك اور غیر جنس میں یوں کہتے ہیں کہ: رابع ثلاثه وخامس اربعه ونحوذلك.

وفی مختصرالصواعق المرسلة لابن القیم، فنبه سبحانـــــه بالثلاثة علی العدد الذی یجمع الشفع والوتر ولایمکن أهله أن ینقسموا فی النجوی قسمین ونبه بالخمسة علی العدد الذی یجمعها ویمکن أهله أن ینقسموا فیها قسمین فیکون مع کل العددین فالمشترکون فی النجوی أما شفع فقط أو وتر فقط أو کلا القسمین وأقل أقسام الوتر المتناجین ثلاثة وأقل أنواع الشفع إثنان وأقل أقسام النوعین إذا اجتمعا خمسة فذکر أدنی مراتب الطائفة الوتر و أدنی مراتب النوعین إذا إجتمعا ثم ذکر معیة العامة لما هو أدنی من ذلك أو أکثر وتأمل کیف جعل نفسه رابع الثلاثة وسادس الخمسة إذ هو غیرهم سبحانه بالحقیقة لایجتمعون معه فی جنس ولافصل وقال ﴿لَّقَدْ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ ثَالِثُ ثَلَـٰثَةٍ﴾ (المائدة: ٧٣) فإنهم ساووا بینه وبین الإثنین فی الإلهیة والعرب تقول رابع أربعة وخامس خمسة وثالث ثلاثة لما یکون فیه المضاف إلیه من جنس المضاف

---

[1] - الرد علی المریسی للدارمي(۸۰).



كما قال تعالى ﴿ثَانِيَ ٱثۡنَيۡنِ إِذۡ هُمَا فِي ٱلۡغَارِ﴾ رسول الله وصديقه فإن كان من غير جنس قالوا رابع ثلاثة وخامس أربعة وسادس خمسة۔

"مختصر الصواعق" المرسلہ لابن القیم میں ہے: ثلاثہ کے عدد سے اللہ تعالیٰ نے اس عدد کی طرف اشارہ کیا ہے جو شفع اور وتر کو جمع کئے ہوئے ہے مگر اس کے اہل نجوی دو حصوں میں منقسم نہیں ہو سکتے اور خمسہ سے اس عدد پر متنبہ کیا ہے جو شفع اور وتر کو اکٹھا کرتا ہے اور اس کے اہل دو حصوں میں تقسیم ہو کر خفیہ باتیں کر سکتے ہیں اللہ ہر عدد کے ساتھ ہے، دیکھئے نجویٰ میں شریک یا تو فقط شفع (جو دو برابر پر تقسیم ہو جائیں) ہیں یا فقط وتر (جو دو برابر پر تقسیم نہ ہو سکیں) ہیں متناجی اقسام وتر کا اقل تین ہے اور اقسام شفع کا دو اور دونوں نوع جہاں جمع ہو سکیں پانچ ہے، اللہ پاک نے طائفہ وترا اور طائفہ نوعین کا ادنیٰ مرتبہ بیان کر کے اس سے کم ترا اور اس سے اکثر کے ساتھ معیت عامہ کا ذکر فرما دیا ہے، تامل فرمائیں، اللہ نے خود کو تین کے ساتھ چوتھا اور پانچ کے ساتھ چھٹا کہا، کیونکہ وہ تین اور پانچ کا غیر ہے کہ جنس اور فصل میں اس کے ساتھ کوئی بھی مجتمع نہیں ہے ایک دوسرے مقام پر فرمایا: وہ لوگ کافر ہو گئے جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں تیسرا ہے یہ نہیں فرمایا دو کے ساتھ تیسرا ہے کیونکہ اس گروہ کا عقیدہ اللہ اور دو کے درمیان الوہیت میں مساوات کا تھا عرب کہتے ہیں: رابع اربعة، خامس خمسة، ثالث ثلاثة، جہاں مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دو میں دوسرا جب دونوں غار میں تھے یعنی رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گر مضاف اور مضاف الیہ کی جنس الگ الگ ہو تو پھر یوں کہتے ہیں: رابع ثلاثة، خامس اربعة اور سادس خمسة۔[1]

الثامن عشر: اگر یہ معنی نہ لیا جائے کہ هو معهم بالعلم والقدرة تو پھر یہ آیت متشابہات میں سے رہے گی اور اس کا معنی واضح نہیں رہے گا اور جن آیات میں علو فوقیت اور استواء علی العرش کا ذکر ہے وہ محکم ہیں معنی ان کا واضح ہے پس محکم کو متشابہ کی وجہ سے چھوڑنا صحیح نہیں بلکہ غاية ما فی الباب یہ معیت بھی ایک صفت ہے، اس پر بلا کیفیت ایمان رکھو، اس کے معنی کو اللہ کی طرف تفویض کرو جیسا کہ سلف کا عقیدہ ہے۔

فأخرج أبوبكر الخلال فى السنة عن الأوزاعى قال سئل مكحول والزهرى عن تفسير الأحاديث فقالا امروها كماجاءت كذا فى الحموية لابن تيمية.

ابو بکر خلال "السنہ" میں اوزاعی سے نقل کرتے ہیں کہ مکحول اور زہری سے احادیث کی تفسیر پوچھی گئی انہوں نے کہا: ان کو اسی طرح جاری کرو جس طرح آئی ہیں "الحمویہ" لابن تیمیہ میں اسی طرح ہے۔[2]

واخرج البيهقى فى كتاب الاعتقاد، عن الوليد بن مسلم قال سئل الأوزاعى ومالك وسفيان الثورى والليث بن سعد عن هذه الاحاديث فقالوا امروها كما جاءت بلاكيفية وعن سفيان بن عيينة، يقول: كل ما

---

[1]۔ مختصر الصواعق لابن القيم (۲/ ۴۱۱).

[2]۔ الحموية لابن تيمية (۳۱).

وصف الله من نفسه في كتابه فتفسيره تلاوته والسكوت عليه قال الشيخ: وإنما أراد به والله أعلم فيما تفسيره يؤدي إلى تكييف، وتكييفه يقتضي تشبيها له بخلقه في أوصاف الحدث.

اور امام بیہقی "کتاب الاعتقاد" میں ولید بن مسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اوزاعی، مالک، سفیان اور لیث سے ان احادیث کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا انہیں بلا کیفیت تسلیم کرو، سفیان کہتے ہیں کہ :اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو بھی اپنی وصف بیان کی ہے اس کی تفسیر اس کی تلاوت کرنا اور خاموشی کرنا ہے۔ بیہقی کہتے ہیں: اس کا مقصد یہ ہے کہ جس تفسیر میں تکییف اور اوصاف حدث میں مخلوق کے ساتھ اس کی تشبیہ لازم آتی ہو ایسی تفسیر نہ کی جائے۔([1])

اور یہ جس طرح یہ صفات استواء علی العرش کے منافی نہیں اسی طرح حلول اور فی کل مکان ہونا بھی ان سے لازمی نہیں آتا۔فافہم۔

التاسع عشر: جگہوں میں سے اچھی بھی ہیں بری بھی ہیں پاک بھی ہیں نجس بھی ہیں اگر اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے تو لازم آئے گا کہ وہ نجس مکانوں میں بھی ہمارے ساتھ ہے،وشأنه أعلى من ذلك وأجل جیسا کہ پندرھویں جواب میں امام عثمان دارمی کی عبارت گزری۔

وقال أيضا فى الرد على المريسى: ونحن نبرأ إلى الله أن نصفه بهذه الصفة بل هو على عرشه فوق جميع الخلائق أعلى مكان وأطهر مكان كما قال الله تعالى ﴿وَهُوَ ٱلْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ﴾ يعلم من فوق عرشه ما فى السمٰوات ومافى الأرض وماتحت الثرى يدبر الأمر ويعرج إليه فى يوم كان خمسين الف سنة كما قال لايحيط به شئ ولايشتمل عليه حائط ولاسقف بيت ولاتقله أرض ولاتضله سماء كما إدعيت أيها المبتلى أنه فى كل حجر وزاوية وفى كل حش وكنيف ومرحاض حيث مقيل الشيطان ومبيته. تعالي الله عن وصفك...ويحك هذا المذهب انزه لله من السوء أم مذهب من يقول هو بكماله وجلاله وعظمته وبهائه فوق عرشه فوق سماواته وفوق جميع أعلى خلقه فى أعلى مكان وأطهر مكانى حيث لاخلق هناك من انس ولاجان فيكفر فأيُّ الحزبين أعلم بالله وأشد له تعظيما وأجلالا. بقدر الضرورة.

نیز "الرد علی المریسی" میں ہے :ہم اللہ کے حضور اس سے برات کا اظہار کرتے ہیں کہ اس کو اس وصف سے متصف سمجھیں بلکہ وہ عرش پر ہے کل کائنات کے اوپر اعلیٰ مکان اور اطہر مکان میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اپنے بندوں پر قاہر ہے وہ عرش کے اوپر ہوتے ہوئے آسمانوں اور زمین اور تحت الثریٰ کی ہر چیز جانتا ہے، ہر امر کی تدبیر کرتا ہے اور وہ ہر امر اس کی طرف چڑھتا ہے، پچاس ہزار سال کے دن میں، اس کا کوئی چیز احاطہ نہیں کر سکتی، کوئی دیوار اور گھر کی چھت اس پر مشتمل نہیں ہو سکتی نہ اس کو زمین اٹھائے ہے نہ آسمان سایہ کرتا ہے جس طرح کہ اے مبتلی تیرا دعویٰ ہے کہ وہ ہر پتھر، کونے، بیت الخلاء، کنیف اور غسل خانہ میں ہے، جہاں شیطان آرام کرتا ہے اور رات بسر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ تیرے وصف سے بالا ہے افسوس کیا

[1]– كتاب الاعتقاد للبيهقي (٤٤).



تیرا نظریہ اللہ تعالیٰ کو سوء سے منزہ ثابت کرتا ہے؟ یا یہ نظریہ کہ وہ بکمالہ وجلالہ وعظمت عرش پر ہے؟ آسمانوں پر ہے اور کل اعلیٰ خلق کے اوپر ہے اعلیٰ مکان واطہر مکان پر جہاں کوئی انسان و جن نہیں ہے کہ اس کی تکفیر کرے ان دو گروہوں میں کون اللہ کا زیادہ علم رکھتا ہے اور اس کی تعظیم و توقیر کرتا ہے؟ (۱)

الموفي للعشرين: بلکہ اس طرح وہ بے مثل نہیں رہتا کیونکہ جب ہمارے ساتھ گھروں میں بازاروں میں دوکانوں میں، ہوٹلوں میں، بنگلوں میں، دفتروں میں، کارخانوں میں، جنگلوں میں اور دریاؤں میں ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے تو وہ بے مثل کیسے رہا کبھی ہم چارپائی یا پلنگ پر ہیں کبھی زمین پر کبھی بیت الخلاء میں کبھی سوار ہیں کبھی پیادہ کبھی عورت کے ساتھ بوقت خلوت اور مرد کے ساتھ اوپر ہے نعوذ باللہ من هذه العقيدة الخبيثة پھر تو وہ ہماری طرح ہوا ہمارے جیسا ہے حالانکہ اس کو بے مثل ماننا ہی ایمان ہے اور اس سے مثلیت کی نفی کرنا ہی اس کے وجود اور اس کی صفات مبارکہ کا اثبات ہے۔

﴿...لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١١﴾﴾ (الشوری) اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے، دیکھنے والا ہے۔

قال ابن جرير فى تفسيره: فيه وجهان أحدها أن يكون معناه ليس هو كشئ وأدخل المثل فى الكلام توكيد الكلام إذا اختلف اللفظ به وبالكاف وهما بمعنى واحد...والآخر أن يكون معناه ليس مثله شئ وتكون الكاف هى المدخلة فى الكلام. مختصرا أو هكذا فى بقية التفاسير. (۲)

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں: کہ اس میں دو وجہ ہیں ایک یہ کہ اس کا معنی ہے وہ کسی چیز کی طرح نہیں کلام میں لفظ مثل تاکید کیلئے ہے کیونکہ کاف اس کا ہم معنی ہے، دوسرا یہ کہ اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے اور کاف کلام میں مدخل ہے۔ بقیہ تفاسیر میں بھی اسی طرح ہے۔

وقال السيوطى فى الإكليل فى إستنباط التنزيل: فيه رد على المشبهة وإنه تعالىٰ ليس بجوهر ولاجسم ولاعرض ولالون ولاطعم ولاحال فى مكان ولا زمان۔ وقال الدارمى فى الرد على الجهيمة، استوى على عرشه فبان من خلقه لاتخفى عليه منهم خافية علمه بهم محيط وبصره فيهم نافذ، ليس كمثله شئ وهو السميع البصير فبهذاالرب نؤمن وإياه نعبد وله نصلى ونسجد فمن قصد بعبادته إلى إله بخلاف هذه الصفات فإنمايعبد غيرالله.

امام سیوطی "إكليل فى إستنباط التنزيل" میں لکھتے ہیں: کہ اس آیت میں مشبہ کی تردید ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نہ جوہر ہے نہ جسم، نہ عرض، نہ رنگ، نہ مزہ، نہ کسی مکان میں اور نہ کسی زمان میں۔ امام دارمی "الرد على الجهمية" میں کہتے ہیں: کہ وہ عرش پر مستوی ہے، اپنی مخلوق سے جدا اس کے علم سے ان کی کوئی بات مخفی نہیں ہے، اس کا علم ان کو محیط ہے، اس کی نگاہ ان پر نافذ ہے اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے، دیکھنے والا ہے، ہم ایسے رب کو مانتے ہیں اور اسی کی عبادت کرتے ہیں اسی کیلئے نماز

۱- الرد على المريسى للدارمي (۸۲، ۸۳).

۲- تفسير ابن جرير (۲۵/ ۱۲، ۱۳).



پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اگر کوئی شخص اپنی عبادت میں صفات بالا سے غیر متصف اللہ کی عبادت کا ارادہ کرتا ہے تو وہ غیر اللہ کی عبادت کر رہا ہے۔([1])

وقال ابن تيمية فى الحموية الكبرى: ومذهب السلف بين التعطيل وبين التمثيل ولايمثلون صفات الله بصفات خلقه كمالا يمثلون ذاته بذات خلقه ولاينفون عنه ماوصف به نفسه ووصفه به رسوله فيعطلوا أسمائه الحسنىٰ وصفاته العليا ويحرفون الكلم عن مواضعه يلحدون فى أسماء الله وآياته.

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "الحمویہ الکبریٰ" میں کہتے ہیں کہ: سلف کا مذہب تعطیل اور تمثیل کے بین بین ہے، اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مماثل نہیں کہتے جیسا کہ اس کی ذات کو ذات خلق کے مماثل نہیں سمجھتے اور نہ ہی اس کی ان صفات کی نفی کرتے ہیں جو اس نے اور اس کے رسول نے بتائی ہیں کہ اس کے اسماء حسنیٰ اور صفات علیا کی تعطیل کر دیں اور کلام کی ان کی جگہوں سے تحریف کر دیں اور اللہ کے اسماء اور اس کی آیات میں الحاد کریں۔([2])

الحادی والعشرون: اس آیت میں مراد جن وانس ہیں جملہ ﴿ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا۟ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ﴾ اس کی صراحت کرتی ہے کیونکہ انہی دو ثقلین کیلئے جزاء و سزا ہے اور نص قرآنیہ سے واضح ہے کہ وہ تحت السماء زمین پر ہیں اور اللہ آسمان کے اوپر ہے۔ ملاحظہ ہو سیاق قال جل وعلا: ﴿هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ لَكُم مَّا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ ٱسْتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ فَسَوَّىٰهُنَّ سَبْعَ سَمَٰوَٰتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٩﴾ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى جَاعِلٌ فِى ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا۟ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ...﴾ (البقرة: ۲۹ — ۳۰)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزیں پیدا کیں پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ کی اور ان کو سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے، اور جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا میں زمین میں نائب بنا رہا ہوں تو انہوں نے کہا کیا اس میں وہ بنائے گا جو فساد کریں گے اور خون بہائیں گے اور ہم تیری حمد کے ساتھ تنزیہ کرتے ہیں اور تیری تقدیس کرتے ہیں۔ پس معیت بذاتہ مراد نہیں ہے۔

الثانی والعشرین: زمین سے اوپر آسمانوں پر بھی مخلوق ہے، فرشتہ، سورج، چاند، ستارے وغیرہ۔

قَالَ اللہ تعالیٰ: ﴿وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ مِن دَآبَّةٍ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٩﴾﴾ (النحل)

اور اللہ ہی کیلئے آسمانوں کی مخلوق اور زمین کے جانور اور فرشتے سجدہ کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

پس اگر بقول حلولیہ وہ ہمارے ساتھ زمین پر ہے تو ماننا پڑے گا کہ ایسی مخلوق بھی ہے جو اللہ سے بھی اوپر رہتی ہے، یہ نہایت سے زیادہ اس کی شان میں گستاخی ہے بلکہ کئی پرندے ہم سے اوپر اڑتے اور تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔

---

[1]– تنـزيه الشريعة لابن عرّاق الكناني (۱۹۰)، الرد على الجهمية للدارمي (٤).

[2]– الحموية الكبرى لابن تيمية (۲۱).



قال الله تعالي :﴿ أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ ... ﴾ (النحل: ٧٩)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا پرندوں کو نہیں دیکھتے جبکہ فضا آسمان میں مسخر ہیں ان کو اللہ ہی تھامتا ہے۔

مع قوله تعالیٰ :﴿ ...وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ... ﴾ (النور)

اور پرندے پر پھیلائے ہیں سب کو اپنی دعا اور تسبیح معلوم ہے۔

پس کیا یہ پرندے اللہ سے اوپر پھر رہے ہیں؟ تعالی عن ذلك۔ پھر کیا تسبیح اس کے اوپر سے پڑھتے ہیں؟ ایضاً خود اللہ کا ان کو قابو رکھنا جب معقول ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بھی اوپر ہو نہ کہ خود تو نیچے ہے اور ان پر قبضہ کیا ہوا ہے، یہ سمجھ سے بالا ہے اس لئے تو امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: كما أخرجه عبد الله بن أحمد فی السنة، عن علي بن الحسين بن شقيق ، قال: سألت عبد الله بن المبارك كيف ينبغي لنا أن نعرف ربنا عز وجل؟ قال: على السماء السابعة على عرشه، ولا نقول كما تقول الجهمية إنه هاهنا في الأرض وأخرجه البيهقى فى الأسماء والصفات.

امام عبد اللہ بن احمد "السنہ" میں علی بن الحسین بن شفیق سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا ہم اپنے رب کی معرفت کیسے سمجھیں جو مناسب ہو کہا ساتویں آسمان پر عرش کے اوپر، ہم جہمیۃ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ وہ یہاں زمین میں ہے، بیہقی نے اس کو "الاسماء والصفات" میں روایت کیا۔[1]

الثالث والعشرين: أينما كانوا (جہاں ہوں) سے اللہ تعالیٰ کا فی کل مکان ثابت ہوتا ہے تحریف فی القرآن ہے، کیونکہ پہلی تین حدیثوں میں بیان ہوا کہ عورت نے أين الله (اللہ کہاں ہے؟) کے جواب میں بتایا کہ فی السماء (آسمان میں) اس پر آپ علیہ السلام نے تصدیق فرمائی اور اس کو مومنہ کہا۔ ثابت ہوا کہ یہ تاویل غلط اور قرآن کی منشا کے خلاف اور مناقض ہے۔

الرابع والعشرين: اس آیت کی ابتداء ألم ترسے ہوتی ہے اور اگرچہ عمومی خطاب ہے مگر اولاً اور خصوصی طرح خطاب رسول اللہ علیہ السلام کو ہے پس اگر جملہ ﴿ هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ﴾ (وہ ان کے ساتھ ہے جہاں بھی ہوں) کا بھی مفہوم یہی ہوتا جو یہ لوگ بتاتے ہیں تو سب سے پہلے رسول اللہ علیہ السلام کو ہی معلوم ہوتا مگر جب آپ نے کئی حدیثوں میں صریح طور پر اللہ کا عرش پر ہونا بتایا ہے تو ثابت ہوا کہ یہاں معیت بالذات ہر گز مراد نہیں ہے: ﴿ ...اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ... ﴾ الأنعام

الخامس والعشرين: اہل لغت نے بھی یہاں وہ معنی کیا ہے جو ذات باری تعالیٰ کی شان کے ساتھ لائق ہو چنانچہ امام راغب اصبہانی "المفردات فی غریب القرآن" میں لکھتے ہیں: مع يقتضى الإجتماع إما في المكان نحو هما في الدار، أو في الزمان نحو ولدا معا، أو في المعنى كالمتضايفين نحو الأخ والأب فإن أحدهما صار أخا للاخر في حال ما صار الأخر أخاه، وإما في الشرف والرتبة نحو: هما معا في العلو، ويقتضى معنى النصرة وأن المضاف إليه لفظ مع هو

[1] السنة للإمام عبدالله بن أحمد (٢٢)، الأسماء والصفات للبيهقي (٣٠٣).

المنصور نحو قوله: ﴿لَا تَحْـزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ أى الذى مع يضاف إليه في قوله الله معنا هو منصور أي ناصرنا، وقوله: ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا ...﴾ (النحل: ١٢٨) ﴿...وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ...﴾ (الحديد) . ﴿...إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّـٰبِرِينَ ﴿١٥٣﴾﴾ (البقرة) ﴿...وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾﴾(الأنفال)، وقوله عن موسى: ﴿...إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٦٢﴾﴾ (الشعراء)، وهكذا فى تاج العروس.

لفظ مع اجتماع کے مفہوم کا تقاضا کرتا ہے، مکان میں جیسے معاً في الدار یازمان میں جیسے ولدا معا یا معنی میں جیسا کہ ایک دوسرے کی طرف جیسے بھائی اور باپ کہ جب ایک شخص دوسرے کا بھائی تو وہ بھی اس کا بھائی ہے اور یا شرف ورتبہ وغیرہ میں جیسے هما معا في العلو کہ یہ دونوں رتبہ میں برابر ہیں اور لفظ مع نصرۃ کے معنی کا تقاضا بھی کرتا ہے اور لفظ مع کا مضاف الیہ منصور ہے جیسا کہ ارشاد﴿...لَا تَحْـزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ...﴾(التوبۃ: ٤٠)، یعنی مع کا مضاف الیہ معنا میں وہی منصور اور مدد کیا گیا ہے، مقصد ہے اللہ ہمارا مددگار ہے اسی طرح آیات ذیل میں﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا﴾ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّـٰبِرِينَ﴾ ﴿وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾۔(١)

اور امام ابن مکرم الافریقی "لسان العرب" میں فرماتے ہیں کہ: قال الله تعالي: ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ﴾.اي ناصرهم وكذلك قوله ﴿...لَا تَحْـزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ...﴾(التوبة: ٤٠) اي الله ناصرنا.

ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ان کا مددگار ہے، اسی طرح ﴿لَا تَحْـزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ میں کہ اللہ ہی ہمارا مددگار ہے۔

اور "مجمع بحار الانوار "للفتنی میں ہے:﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ (الحديد:٤) أي بالعلم. تم جہاں ہو اس کو تمہارا پتہ ہے۔(٢)

میں کہتا ہوں کہ ان سب باتوں کے علاوہ خود قرآن اس مضمون کو دوسری جگہ واضح کرتا ہے۔

﴿فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَن يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾﴾ (محمد: ٣٥)

ہمت ہار کر صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم ہی غالب ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔

یہاں بالکل یہ ظاہر ہے کہ معیت بالذات مراد نہیں بلکہ بالنصر والمدد مراد ہے کیونکہ قرائن موجود ہیں۔

اولاً:﴿...وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ ...﴾ (محمد: ٣٥) جس سے مراد علو من الأرض ہرگز مراد نہیں بلکہ دشمنوں پر غلبہ مراد ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے کہ ﴿...وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾﴾ (آل عمران)

١- غريب القرآن للراغب (٤٨٦، ٤٨٧)، تاج العروس للزّبيدي (٥/ ٥٠٤).

٢- مجمع بحار الأنوار للفتني(٣٠٨).



ثانیاً: ﴿...وَلَن يَتِرَكُمۡ أَعۡمَٰلَكُمۡ ۝٣٥﴾ (محمد) یہاں صرف ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اور محنتوں کو ضائع نہیں کرے گا پس مدد ہی مراد ہے کیونکہ اگر غلبہ حاصل نہیں ہوا تو محنت ضائع سمجھی جائے گی۔

ثالثاً: اگر معیتِ ذاتی مراد ہوتی تو پھر یہ معنی ہوگا کہ جو غالب ہے اس کے ساتھ بھی اللہ اور مغلوب ہے اس کے ساتھ بھی اللہ ہے وهو باطل.

رابعاً: بلکہ مدد خود تباین کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مدد کیلئے اتارتا رہا معنی یہ کہ تغایر و تباین اور خود مفسرین نے بھی یہ معنی کیا ہے۔

ففي القرطبي وَاللهُ مَعَكُم أي بالنصر والمعونة مثل ﴿وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ﴾ وهكذا في تفسير ابن الجوزي، و ابن كثير، والنسفي، والخازن مع البغوى على هامشه، والجلالين مع جامع البيان لمعين الدين على الهامش، والفيضي، والقاسمي، والشوكاني، والمراغي، وعامة التفاسير.

قرطبی میں ہے: والله معكم یعنی نصرت و معونت میں تمہارے ساتھ ہے جیسا کہ ﴿وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ﴾ میں ہے تفسیر ابن الجوزی، ابن کثیر، نسفی، خازن، جلالین، فیضی، قاسمی، شوکانی، المراغی اور دیگر تفاسیر میں یہی مفہوم بیان ہوا ہے۔[1]

پس یہ آیت اس آیت مبحوث فیہا کیلئے تفسیر ہے اور قرآن ہی کے اندر مل جائے تو وہ سب سے زیادہ اصح واحسن ہے۔

قال ابن كثير في تفسيره: إنَّ أَصَحَّ الطريقِ في ذلك أَنْ يُفَسَّرَ القرآنُ بالقرآنِ، فما أُجْمِلَ في مكانٍ فإنه قد بُسِطَ في مَوْضِعٍ آخرَ.[2]

اس بارے میں عمدہ طریق یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے جو بات ایک جگہ مجمل ہے دوسری جگہ اس کی تشریح موجود ہے۔

ایضاً اس کے سوا اس آیت کے کسی حرف سے حلول ثابت نہیں ہوتا اور نہ یہ کہ اللہ ہر چیز میں سمایا ہوا ہے یا کہ: لا موجود إلا هو بلکہ یہ آیت خود اللہ کے علو و تباین عن الخلق پر بڑی دلیل ہے، والحمد لله على ذلك.

الآية الثانية: ﴿وَهُوَ مَعَكُمۡ أَيۡنَ مَا كُنتُمۡ﴾ تم جہاں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

أقول: اس آیت کا بھی وہی مفہوم ہے اور اس کے بھی وہی جوابات ہیں جو پہلی آیت میں گزرے اور وہی معنی اہل علم نے کیا ہے۔

---

[1] - زاد المسير لإبن الجوزي(١/ ٤١٤)، تفسير ابن كثير (٤/ ١٨١)، ومدارك التنزيل وحقائق التأويل للنسفي (٤/ ١٠٥)، لباب التأويل في معاني التنزيل للخازن (٦/ ١٥٥)، والجلالين مع جامع البيان لمعين الدين على الهامش (٤٢٠)،وسواطع الإلهام للفيضى (٦٠٨)، والقاسمى (١٥/ ٥٣٩١)، وفتح القدير للشوكانى (٥/ ٤٠)، والمراغى(٢٦/ ٧٦).

[2] - تفسير ابن كثير (١/ ٣).



قال البیهقی فی الاعتقاد، وقوله عزوجل ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ﴾ إنما أراد به بعلمه لا بذاته۔ وکذا قال ابن تیمیه فی شرح حدیث النزول، والآجری فی الشریعة وغیرهما من عامة أهل العلم وقد أخرج عبدالله بن أحمد فی السنة، عن ترجمان القرآن ابن عباس رضی الله عنهما ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ﴾ قال عالم بکم أینما کنتم وأخرجه ابن أبی حاتم فی تفسیره کما فی شرح حدیث النزول.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "الاعتقاد" میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں ہو۔ اس سے مراد اس کا علم ہے۔ ذاتی معیت مراد نہیں اسی طرح ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح حدیث النزول" میں اور امام آجری نے "الشریعہ" میں کہا اور عامہ علماء بھی ایسے ہی کہتے ہیں، عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ السنہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہیں جانتا ہے جہاں بھی ہو، اسے ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں روایت کیا جیسا کہ "شرح حدیث النزول" میں ہے۔ (1)

وأخرج عبدالله أیضا فی السنة، عن ابن المبارك قال إن كان بخراسان أحد من الأبدال فمعدان، قال: سألت سفيان الثوري عن قول الله عز وجل ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ﴾ قال علمه. وأخرجه الآجری فی الشریعة، والبیهقی فی الأسماء والصفات. (2)

نیز امام عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ "السنہ" میں عبد اللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: اگر خراسان میں کوئی ابدال میں سے ہے تو وہ معدان ہے کہتا ہے میں نے سفیان ثوری سے اللہ کے فرمان ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ﴾ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا اس کا علم تمہارے ساتھ ہے، امام آجری نے "الشریعہ" میں اور امام بیہقی نے "الصفات" میں اس کو روایت کیا۔

پہلی آیت کے تیسرے جواب میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی ذکر ہوا اور "تنویر المقباس علی ہامش الدر المنثور" میں ہے: ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ ﴾ عالم بکم. (3)

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے: یقول وهو شاهد أیها الناس أینما کنتم یعلمکم ویعلم أعمالکم ومتقلبکم ومثواکم وهو علی عرشه فوق سماواته السبع.

اے لوگو جہاں ہو وہ تمہارے ساتھ حاضر شاہد ہے تمہیں اور تمہارے اعمال اور تمہاری حرکات اور جگہ کو عرش پر سات آسمانوں کے اوپر سے جانتا ہے۔ (4)

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے: أي: رقیب علیکم، شهید علی أعمالکم حیث کنتم وأین کنتم، من بر أو

1- شرح حدیث النزول للإمام ابن قتیبة (۷۴)، والشریعة للآجری (۲۸۸)، السنة للإمام عبدالله بن أحمد (۷۱).

2- السنة للإمام عبدالله بن أحمد (۷۲)، الآجری فی الشریعة (۲۸۹)، الأسماء والصفات للبیهقی (۳۰۴).

3- تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس لابن یعقوب الفیروز آبادی (۵/ ۳۴۶).

4- تفسیر ابن کثیر (۲۷/ ۲۲۶).

بحر، في ليل أو نهار، أو القفار، الجميع في علمه السواء، وتحت بصره وسمعه، فيسمع كلامكم ويرى مكانكم، ويعلم سركم ونجواكم.

یعنی تم پر نگران ہے جس طرح ہو جہاں ہو، خشکی میں یا سمندر میں رات کے وقت میں یا دن میں یا ویرانوں میں سب کے سب اس کے علم میں ہو اور اس کی بصر و سمع میں کہ وہ تمہارا کلام سنتا ہے اور تمہاری جگہ کو جانتا ہے اور تمہاری پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو سمجھتا ہے۔([1])

اور "مدارک التنزیل" میں ہے:﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ بالعلم والقدرة عموما وبالفضل والرحمة خصوصا.

وہ علم و قدرت میں عموماً اور فضل و رحمت میں خصوصاً تمہارے ساتھ ہے۔([2])

اور تفسیر کبیر للرازی میں ہے: ومعيته لنا بسبب الكلام والإيجاد والتكوين وبسبب العلم وهو كونه عالماً بظواهرنا وبواطننا.

اس کی معیت ہمارے ساتھ کلام و ایجاد اور تکوین کی ہے اور علم کی کہ وہ ہمارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔([3])

وفى تفسير ابى السعود، على هامش التفسير الكبير: تمثيلٌ الإحاطة علمِه تعالى بهم وتصويرٌ لعدمِ خروجِهم عنه أينما دارُوا .

تفسیر ابوالسعود میں ہے: یہ اللہ کے احاطہ علم کی تمثیل اور جہاں بھی چلے جائیں اس سے عدم خروج کی تصویر ہے۔([4])

ونحوه فى روح المعانى،والجمل،والشوكانى، وفتح البيان، والخازن مع البغوى، والجلالين مع جامع البيان، الطنطاوى ، البيضاوى، ومراح لبيد مع الواحدى، والقاسمى، المراغى، القرطبى، وفى سواطع الإلهام للفيضى. ([5])

روح المعانی، جمل، شوکانی، فتح البیان، خازن، جلالین، طنطاوی، بیضاوی، مراح، قاسمی، المراغی، القرطبی اور سواطع الالہام للفیضی میں بھی اسی طرح ہے۔

وهو الله معكم علما وطولا أينما كنتم كل حال والله العلام بما تعملون أعمالكم بصير راء مطلع.

وہ اللہ علم و قدرت میں تمہارے ساتھ ہے ہر حال میں اور اللہ علاّم تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور وہی مطلع ہے۔

---

[1] – تفسير ابن كثير (٤/ ٣٠٤).

[2] – مدارك التنزيل (٤/ ٢٢٣).

[3] – تفسير كبير للرازى (٨/ ١٢١).

[4] – تفسير أبي السعود (٨/١٢٠).

[5] – روح المعانى للآلوسي (٢٧)، الجمل (٤/ ٢٨٥)، فتح القدير للشوكانى (٥/ ١٦٢)، فتح البيان للنواب صديق حسن خان (٩/ ٢٢٢)، لباب التأويل في معاني التنزيل للخازن(٧/ ٢٦)، تفسير الجلالين (٤٤٧)، التفسير الوسيط للمحمد الطنطاوى (٢٤/ ٩٥)، أنوار التنزيل وأسرار التأويل للبيضاوي (٤/ ١١٦)، المراح (٢/ ٣٥٨)،محاسن التأويل للقاسمى (٦/ ٥٦٨٣)، تفسير المراغي لأحمد مصطفى المراغي (٢٧/ ١٦٠)، تفسير القرطبى (١٧/ ٢٣٧)، سواطع الإلهام للفيضى (٦٣٨).



وقال ابن علان الصديقى فى دليل الفالحين شرح رياض الصالحين، وقال تعالى ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ بعلمه ﴿أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ لا يحجبه مكان ولا يخفى عليه شئ قال تعالى ﴿وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٣﴾ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ...﴾ (الملك) ([1])

ابن علان الصدیقی "دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین" میں کہتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم جہاں ہو اس کو کوئی مکان حاجب نہیں ہے وہ اپنے علم کے لحاظ سے تمہارے ساتھ ہے اور اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اپنی بات آہستہ کہو یا زور سے وہ سینہ کی باتیں جانتا ہے، خبردار وہ اپنی مخلوق کو جانتا ہے۔

سیاقِ آیت سے معنی کا تعین

اسی طرح سیاقِ آیات بھی مطلب کو واضح کر دیتا ہے یہ کہ آیت خود علو باری تعالیٰ کی دلیل ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١﴾ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢﴾ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤﴾ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٥﴾ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٦﴾﴾ (الحديد)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آسمانوں اور زمین کی چیزیں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب، حکمت والا ہے، اسی کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر بھی قادر ہے، وہ اول ہے آخر ہے ظاہر ہے اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے، اسی نے آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین کی چیزوں کو چھ دنوں میں بنایا پھر اس نے عرش پر استوا کیا جو زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو نکلتا ہے اس کو جانتا ہے اور اسے بھی جو آسمان سے اترتا اور اس میں چڑھتا ہے تم جہاں ہو وہ تمہیں جانتا ہے اللہ ہی تمہارے عملوں کو دیکھ رہا ہے، اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کا اختیار ہے اور اللہ کی طرف جملہ امور لوٹائے جاتے ہیں، رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کے راز جانتا ہے۔

سیاق وسباقِ آیت سے قائلینِ وحدۃ کے استدلال کا بطلان

اب اس سیاق کو پڑھتے جائیں اور غور کریں یہاں کئی مقام میں دلالت موجود ہے۔

[1]– رياض الصالحين للنووي (١/ ٢٠٦).



اولاً: تین مرتبہ علم کا ذکر ہے دو دفعہ جملہ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ سے پہلے اور ایک مرتبہ بعد میں گویا کہ یہ بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر ایک چیز کو محیط ہے، کوئی چیز کسی حال میں اس کے علم سے باہر نہیں جیسا کہ ابھی تفاسیر کی عبارت میں بیان ہوا۔

ثانیاً: کائنات کا تسبیح پڑھنا، کیونکہ کئی چیزیں زمین سے اوپر ہیں اور یہ اس کی توہین ہے کہ خود تو نیچے ہو اور کائنات کا کچھ حصہ اس کے اوپر ہو بلکہ اس کی شان ہے کہ وہ سب کے اوپر ہو اور ہر ایک کی تسبیح و دعا سنتا ہو۔

ثالثاً: اس کے اسماء مبارکہ (جو ان آیات میں مذکور ہیں) وہ سب اس کیلئے تباین عن الخلق ثابت کرتے ہیں، چنانچہ "العزیز" کی بحث آخر میں آئے گی، ان شاء اللہ، اور حکیم جب ہو کہ خلق سے مباین ہو ہر ایک چیز کو حکمت سے چلاتا ہو اور سنبھالتا ہو نہ کہ وہ بیکار ہمارے پاس رہتا ہو اور ہم سب کچھ کرتے پھریں۔ عزشانہ وجلت حکمتہ اور اسم "الظاهر" کا بیان دلائل قرآنیہ کے فقرہ "وہ آیتیں جن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات ظہور اتیان اور مجی کا ذکر ہے" میں بیان ہوا۔ ایضاً ایک سو چھیالیسویں حدیث میں ان چار اسماء مقدسہ کی تفسیر مذکور ہوئی کہ: أنت الأول فليس قبلك شئ وأنت الآخر فليس بعدك شئ وأنت الظاهر فليس فوقك شئ وأنت الباطن فليس دونك شئ.

تو ہی "الأول" ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں اور تو ہی "الآخر" ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں اور تو ہی "الظاهر" ہے تجھ سے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو ہی "الباطن" ہے پس آپ کے آگے اور کوئی نہیں ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ سب اشیاء سے پہلے موجود تھا اور سب کے فنا ہونے کے بعد بھی موجود ہوگا پھر اس کو کیا ضرورت ہے کسی میں حلول کرنے یا اس کے ساتھ زمین پر رہنے کی نیز اشیاء سے پہلے کہاں تھا جب زمین بھی نہ تھی اگر کہو گے کہ عرش پر تھا۔

وهو نفس قولنا قال الله تعالى: ﴿... وَكَانَ عَرْشُهُۥ عَلَى ٱلْمَآءِ ...﴾ پس اس کو کیا ضرورت پڑی نیچے اترنے کی۔ یہ ان لوگوں کا ظلم ہے کہ اپنے اللہ کو اتارتے ہیں۔ ہمارا اللہ پاک اور سب سے اوپر ہے۔ ایضاً ان اشیاء کے بعد اوپر جائے گا یا نیچے رہے گا؟ علی الاول پھر آنے سے کیا فائدہ؟

وعلى الثاني: کس کے ساتھ رہے گا اس طرح الظاہر میں صریحاً فوقیت کا معنی ہے "کما تقدم" اور الباطن بھی یہی معنی دیتا ہے کیونکہ وہی سب سے پوشیدہ ہے جیسا کہ انیسویں اور تریسٹھویں حدیثوں میں بیان ہے۔

قال فی تحفۃ الاحوذی: "وَالْبَاطِنُ" أَيْ الَّذِي حَجَبَ أَبْصَارَ الْخَلَائِقِ عَنْ إِدْرَاكِهِ "فَلَيْسَ دُونَك شَيْءٌ" أَيْ لَا يَحْجُبُك شَيْءٌ عَنْ إِدْرَاكِ مَخْلُوقَاتِك.

"تحفۃ الاحوذی" میں ہے: "الْبَاطِنُ" وہ ہے جس کے ادراک سے مخلوق بے بس ہیں "فَلَيْسَ دُونَك شَيْءٌ" یعنی اپنی مخلوقات کا ادراک کرنے سے تیرے آگے کوئی حاجب و رکاوٹ نہیں ہے۔[1]

---

[1] تحفة الأحوذي للمباركفوري (٤/ ٢٣١).

یہ نام مبارک مباینت عن الخلق کا پتہ دیتا ہے پس معیت بالعلم ہے نہ کہ بالذات۔ اسی طرح اسم "علـــیم" تو مسئلہ کو صاف اور حل کر دیتا ہے۔

رابعاً: آسمانوں اور زمینوں پر اس کی بادشاہت ہے کیا یہ صحیح ہے کہ بادشاہ تو نیچے ہو اور رعیت اس کے اوپر رہتی ہو؟ حاشاء للہ بلکہ سب رعیت اس کے تحت ہے:﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ...﴾(الأنعام: ۱۸) ﴿يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ...﴾ (النحل ۵۰) بلکہ دوسری جگہ یوں فرمایا کہ:﴿وَلَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَهُ الدِّينُ وَاصِبًا...﴾ (النحل: ۵۲) اسی کیلئے ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے اور ہمیشہ اسی کی اطاعت ہے۔

خامساً: يحيي و يميت، حدیث ایک سو اکتالیسویں میں نفخ الروح کے وقت فرشتہ کے بھیجنے کا ذکر ہے پس صفت احیاء بھی مباینت کو چاہتی ہے اور فوت کرنے کیلئے فرشتے آتے ہیں۔﴿...حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا...﴾ (الأنعام: ٦١) حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو موت کا وقت آئے گا تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان قبض کر لیں گے۔

﴿قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿١١﴾﴾ (السجدة)

کہہ دو وہ ملک الموت تمہاری جان قبض کر لے گا جو تمہارے لئے مقرر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

سادساً: اس مضمون کے اندر استواء علی العرش کا ذکر موجود ہے اب سب اوہام دور ہو گئے اور﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ کا ذکر بتاتا ہے کہ معیت بالذات نہیں۔

سابعاً: ہر شے پر قدرت جب ہو گی کہ وہ اس کے تحت ہوں نہ کہ بعض اوپر بعض نیچے اور بعض ساتھ۔

ثامناً: ہر چیز کا علم ہونا بھی کمال جب رکھتا ہے کہ وہ عرش کے اوپر ہے ہر ایک کو دیکھتا اور جانتا ہو ساتھ رہ کر علم رکھنا کوئی کمال نہیں۔

تاسعاً: جب آسمانوں اور زمینوں کا وہی خالق ہے تو پھر اعلیٰ مکان کو ترک کر کے اسفل کو کیوں اختیار کیا؟ اس کی شان تو یہ تھی کہ سب کے اوپر ہو۔ ﴿...يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا...﴾ (الحدید)

وہ جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو خارج ہوتا ہے۔

کیا وہ بھی ان اشیاء کے ساتھ داخل ہوتا اور نکلتا رہتا ہے۔ علی الاول یہ اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے وہ اس سے منزہ ہے۔ وعلی الثانی ہر شے کے ساتھ معیت نہیں رہی۔

الحادي عشر: اشیاء کا عروج و نزول خود اللہ کیلئے علو ثابت کرتا ہے جیسا کہ دلائلِ قرآنیہ و حدیثیہ میں بیان ہوا۔

الثاني عشر: ﴿...وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤﴾﴾ (الحدید) اور جو عمل کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

یہ کمال جب ہو کہ اس کی بصر اوپر سے ہر ایک چیز میں نافذ ہو ورنہ ساتھ رہ کر تو ہم بھی دیکھ سکتے ہیں اس کی بصر اور مخلوق کی بصر میں یہی فرق ہے۔ اگر علو کا انکار کیا جائے گا تو تشبیہ لازم آئے گی۔ والله منزه من كل تشبيه وتمثيل.

الثالث عشر: امور کا اس کی طرف رجوع ہونا مباینت کی دلیل ہے۔

الرابع عشر: رات اور دن ایک دوسرے میں داخل کرنا اس کے تصرف پر دلیل ہے اور یہ مکمل طور پر جب ہوگا کہ وہ عرش پر ہو اور سب پر حکومت کرے اور اپنی مرضی سے تصرف کرے۔

الخامس عشر:﴿...عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ۝٦﴾ (الحديد) جب ہو کہ ان سے بائن ہو مگر اندر سب میں رہ کر دلوں کا بھید جاننا کونسا کمال ہے؟

السادس عشر: یہ چھ آیتیں ہیں اور آگے نویں آیت میں ہے کہ:﴿ هُوَ ٱلَّذِى يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِۦٓ ءَايَـٰتٍۭ بَيِّنَـٰتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ ٱلظُّلُمَـٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ ...﴾ (الحديد: ۹) وہی ہے جس نے اپنے بندے پر واضح آیات نازل کیں تاکہ تم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائے۔

جب وہ ساتھ ہے تو پھر اتارنے کا کیا مطلب؟

السابع عشر: جب اللہ تمہارے ساتھ ہے تو پھر اندھیروں میں تم کیسے ہو؟

الثامن عشر: بلکہ ظلمات میں اللہ کیسے تمہارے ساتھ ہے؟

التاسع عشر: سورۂ توبہ کے علاوہ باقی سورتوں کی طرح اس کی ابتداء بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ہوئی ہے اور معیت ذاتی اللہ تعالیٰ کے نام مبارک "الرحمن" کو منافی ہے کیونکہ عموم رحمت کا معنی ہے کہ وہ سب کیلئے مہربان ہے، نیچے اوپر، مسلم غیر مسلم، دنیا و آخرت میں، ہر حالت میں ہر ایک کیلئے مہربان ہے۔

قال الخطابي : فالرحمن ذو الرحمة الشاملة التي وسعت الخلق في أرزاقهم وأسباب معايشهم ومصالحهم، وعمت المؤمن والكافر، والصالح والطالح وأما الرحيم فخاص للمؤمنين كقوله: ﴿ وَكَانَ بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ﴾ كذا فى الصفات للبيهقى، وزاد المسير لابن الجوزى.

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: "الرحمن" عام رحمت والا جو تمام مخلوق کے رزق اور اسباب معیشت اور ان کے مصالح پر حاوی ہے اور مومن و کافر، نیک و بد سب کو شامل ہے، الرحیم ایمانداروں کے ساتھ خاص ہے۔ ارشاد ہے: ایمانداروں پر رحیم ہے، "الاسماء والصفات" اور "زاد المسیر" میں اسی طرح ہے۔([1])

اور "اساس البلاغة" میں ہے: هو الرحمن الرحيم الواسع الرحمة. وہ رحمان رحیم یعنی وسیع رحمت والا ہے۔([2])

---

[1] - الأسماء والصفات للبيهقى (۳۷)، زاد المسير لابن الجوزى (۱/ ۹).

[2] - اساس البلاغة للزمخشرى (طبع الهند) (۲۱۵).



اور "لسان العرب" میں ہے: واللہ الرحمن الرحیم بنیت الصیغة الأولی علی فعلان لأن معناه الکثرة وذلك لأن رحمته وسعت کل شیئ وھو أرحم الراحمین.

"الرحمن الرحیم"، پہلا صیغہ بروزن فعلان ہے اس میں کثرت کا مفہوم ہے اس لئے کہ اس کی رحمت ہر چیز کو حاوی ہے اور وہ ارحم الراحمین ہے۔(۱)

قال الفارسی: إنما قیل بسم اللہ الرحمن الرحیم فجیئ بالرحیم بعد استغراق الرحمن معنی الرحمة لتخصیص المؤمنین. فی قوله تعالیٰ: ﴿وَكَانَ بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾ کما قال:﴿ٱقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلَّذِى خَلَقَ﴾ ثم قال: ﴿خَلَقَ ٱلْإِنسَٰنَ مِنْ عَلَقٍ﴾ فخص بعد ان عم لما فی الإنسان وجوہ الصناعة ووجوہ الحکمة ونحوہ کثیرا۔ بقدر الحاجة.

فارسی کہتے ہیں: کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا گیا اس لئے "الرحمن" کے معنی استغراق کے بعد الرحیم صفت لائی گئی ہے اس لئے کہ یہ صفت ایمانداروں کے ساتھ خاص ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور وہ مؤمنین کے ساتھ رحیم ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ پھر فرمایا: انسان کو علق سے پیدا کیا، اس میں بھی تعمیم کے بعد تخصیص ہے کیونکہ انسان میں کاریگری کی اور حکمت کی متنوع وجوہ موجود ہیں۔

اور مفردات راغب میں ہے کہ: ولا یطلق الرحمن إلا علی اللہ من حیث أن معناہ لایصح إلا له إذ ھو الذی وسع کل شیئ رحمة قیل أن اللہ ھو رحمٰن الدنیا ورحیم الاخرة وذلك أن احسانه فی الدنیا یعم المؤمنین والکافرین وفی الآخرة یختص بالمؤمنین وعلی ھذا قال: ﴿وَرَحْمَتِى وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ﴾ تنبیھا علی إنھا في الدنیا عامة للمومنین والکافرین وفی الآخرة مختصة بالمؤمنین بقدر الضرورة.

"الرحمٰن" کا اطلاق اللہ پر ہوتا ہے اس لئے اس کا معنی اس کیلئے ہو سکتا ہے کہ اسی کی رحمت ہر چیز کو وسیع ہے۔ بعض کہتے ہیں: اللہ رحمٰن الدنیا ورحیم الآخرة ہے اس لئے کہ اس کا احسان دنیا میں مؤمن و کافر سب کو شامل ہے مگر آخرت میں ایمانداروں کے لئے مختص ہوگا چنانچہ فرمایا: میری رحمت ہر چیز کو وسیع ہے عن قریب میں اسے تقویٰ والوں کیلئے لکھوں گا۔ معلوم ہوا اس دنیا میں مؤمنین اور کافرین، سب کے لئے عام اور آخرت میں مؤمنین کے لئے مختص ہوگی۔(۲)

وقال ابن جریر: فی تفسیرہ ھو أنه بالتسمیة بالرحمن موصوف بعموم الرحمة جمیعَ خلقه، وأنه بالتسمیة بالرحیم موصوف بخصوص الرحمة بعضَ خلقه، إما في کل الأحوال، وإما في بعض الأحوال إلي آخر.ماقال وھکذا فی القرطبی، وابن کثیر، والنسفی، وعامة التفاسیر.

۱- لسان العرب لإبن منظور الأفریقي المصري (۱۲/ ۲۳۰، ۲۳۱).

۲- مفردات للراغب (۱۹۰، ۱۹۱).



امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: "الرحمن الرحیم" کا مقصد یہ ہے کہ وہ جمیع مخلوق پر رحمت کے عموم سے رحمن ہے اور مخصوص لوگوں کیلئے کل احوال میں یا بعض احوال میں خاص رحمت کی وجہ سے رحیم ہے، القرطبی، ابن کثیر، نسفی اور عام تفاسیر میں اسی طرح ہے۔(1)

پس اس کیلئے لائق نہیں کہ بعض مخلوق کے ساتھ رہے اور بعض کے ساتھ نہیں یہ اس کے عموم رحمت کے خلاف ہے بلکہ وہ عرش پر ہے اور سب کیلئے یکساں مہربان ہے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اولاد کا بہتان لگاتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ یوں رد فرماتا ہے کہ: ﴿وَمَا يَنۢبَغِي لِلرَّحۡمَٰنِ أَن يَتَّخِذَ وَلَدًا ۝٩٢﴾ (مــریم) اور رحمن (کی شان) کے لائق نہیں کہ وہ اولاد بنائے۔

یعنی صاحبِ اولاد کتنا بھی عدل کرے مہربانی میں سب کو برابر کرے مگر کبھی اولاد پر مہربانی زیادہ ہو سکتی ہے بلکہ غالب احوال میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ پس جس کا نام ہی الرحمن ہے یعنی سب پر یکساں مہربان اس کیلئے اولاد لائق ہی نہیں ہے۔ اسی طرح رحمٰن کے یہ شایانِ شان ہی نہیں کہ جہمیہ کی طرح کہا جائے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے بلکہ وہ سب کے اوپر عرش پر ہے۔ سب پر مہربان ہے سب پر یکساں اس کی رحمت ہے۔

قال ابن جرير: حدثنا السري بن يحيي التميمي، قال: حدثنا عثمان بن زفر سمعت العَرْزَمي يقول: ﴿ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ﴾ قال: الرحمن لجميع الخلق والرّحيم، قال: بالمؤمنين.

امام ابن جریر کہتے ہیں کہ ہمیں سری بن یحییٰ تمیمی نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی کہا میں نے عرزمی سے سنا وہ کہہ رہے تھے: ﴿ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ﴾ الرحمن جمیع خلق کے لئے اور الرحیم ایمانداروں کیلئے۔(2)

قال ابن كثير: قالوا ولهذا ﴿ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِۚ ٱلرَّحۡمَٰنُ﴾ (الفرقان:٥٩) وقال ﴿ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ﴾ فذكر الإستواء باسمه الرحمن ليعم جميع خلقه برحمته، وقال: ﴿وَكَانَ بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَحِيمًا ۝٤٣﴾ (الأحزاب) فخصهم باسمه الرحيم.

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء نے کہا: عرش پر رحمان نے استوا کیا اور فرمایا رحمان نے عرش پر استوا کیا، استوا میں اسم الرحمن کا تذکرہ ہے تاکہ جمیع خلق پر اس کی رحمت کا بیان ہو اور ایمانداروں کیلئے بالخصوص فرمایا: ایمانداروں کیلئے رحیم ہے۔(3)

اور حافظ ابن قیم "مدارج السالکین" میں فرماتے ہیں کہ: فالرحمٰن الذى الرحمة وصفه والرحيم الراحم لعباده ولهذا يقول الله تعالىٰ ﴿وَكَانَ بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَحِيمًا ۝٤٣﴾ ﴿إِنَّهُۥ بِهِمۡ رَءُوفٞ رَّحِيمٞ﴾ ولم يجئ رحمٰن بعباده ولا

1– تفسير ابن جرير (١/ ٥٦)، تفسير القرطبي (١/ ١٠٥)، تفسير ابن كثير (١/ ٢٠)، مدارك التنزيل وحقائق التأويل للنسفي (١/ ٥).

2– تفسير ابن جرير (١/ ١٥٥).

3– تفسير ابن كثير (١/ ٢٠).



رحمٰن بالمؤمنين مع ما فى اسم الرحمٰن الذى هو على وزن فعلان مـن سـعة هـذا الوصـف وثبـوت جميـع معنـاه الموصوف به ألاترى إنهم يقولون غضبان للممتلئ غضبا وندمان وحيران وسكران ولهفا لمن ملئ بذلك فبناء فعلان للسعة والشمول ولهذا يقرن إستوائه على العرش بهذا الإسم كثيرا كقوله: ﴿ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ ۝٥﴾ (طه) ﴿ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِۚ ٱلرَّحۡمَٰنُ﴾ (الفرقان:٥٩) فاستوى على عرشه بإسم الرحمٰن لأن العرش محيط بالمخلوقات قد وسعها والرحمة محيطة بالخلق واسعة لهم كما قال تعالى: ﴿وَرَحۡمَتِي وَسِعَتۡ كُلَّ شَيۡءٖ﴾ الأعراف فاستوى على أوسع المخلوقات بأوسع الصفات فلذلك وسعت رحمته كل شئ وفى الصحيح من حديث أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَمَّا قَضَى اللهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابٍ هُوَ عِنْدَهُ موضوع علي الْعَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِي تغلب غَضَبِي. وفى لفظ فهو عِنْدَهُ عَلَى الْعَرْشِ.

فتأمل اختصاص هذا الكتاب بذكر الرحمة ووصفه عنده على العرش وطابق بين ذلك وبين قوله: ﴿ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ ۝٥﴾ (طه) وقوله ﴿ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِۚ ٱلرَّحۡمَٰنُ فَسۡـَٔلۡ بِهِۦ خَبِيرٗا ۝٥٩﴾ (الفرقان) ينفتح لك باب عظيم من معرفة الرب تبارك وتعالىٰ إن لم يغلقه عنك التعطيل والتجهم.

الرحمٰن وہ جس کی صفت رحمت ہے اور الرحیم اپنے بندوں پر رحم کرنے والا اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا: ایمانداروں کیلئے رحیم ہے۔ وہ ان کیلئے مہربان اور رحیم ہے اس لئے اپنے بندوں اور ایمانداروں کیلئے رحمن کا اطلاق نہیں ہوا حالانکہ اسم "الرحمن" جو کہ فعلان کے وزن پر ہے، اس وصف میں وسعت کا مفہوم رکھتا ہے دیکھیے غضبان اس کو کہتے ہیں جو غصہ میں بھرا ہو اور ندمان و حیران، سکران اور لھفان اس کو جس میں یہ معانی بھرپور موجود ہوں بناء فعلان میں وسعت و شمول کا مفہوم ہے، یہی وجہ ہے کہ عرش کے ذکر کے ساتھ الرحمن کا تذکرہ کثرت سے ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ﴾، ﴿ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِۚ ٱلرَّحۡمَٰنُ﴾ اللہ تعالیٰ عرش پر الرحمن نام سے مستوی ہے کیونکہ عرش کل مخلوقات کو محیط ہے اور وسیع ہے اسی طرح اس کی رحمت بھی مخلوق کو حاوی و وسیع ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور میری رحمت ہر چیز کو وسیع ہے، اللہ تعالیٰ مخلوقات میں سب سے وسیع پر مستوی ہے، وسیع ترین صفت کے ساتھ اس لئے کہ اس کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے، صحیح میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ نے مخلوق پیدا کرنے کا فیصلہ کیا تو اپنے پاس ایک کتاب میں جو کہ عرش پر رکھی ہے لکھا میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے، ایک روایت میں ہے وہ کتاب اللہ کے پاس عرش پر ہے، اس کتاب کا ذکر رحمت کے ساتھ مختص ہونے اور یہ کہ وہ اللہ کے پاس عرش پر ہے، تامل فرمائیں اور پھر اس کے اور اللہ کے فرمان: ﴿ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ﴾ اور ﴿ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِۚ ٱلرَّحۡمَٰنُ فَسۡـَٔلۡ بِهِۦ خَبِيرٗا ۝٥٩﴾ کے مابین مزید



مطابقت پیدا کریں، معرفتِ رب تعالیٰ کا ایک وسیع ترین باب اس کے سامنے کھل جائے گا، اگر تعطیل و تجہیم نے اس باب کو بند نہ کیا۔ (1)

﴿...وَأَنفِقُوا۟ مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ...﴾(الحدید: ۷) اور اس سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تم کو خلیفہ بنایا۔

قال النسفي: يعني أن الأموال التي في أيديكم إنما هي أموال الله بخلقه وإنشائه لها وإنما حولكم إياها للإستمتاع بها وجعلكم خلفاء في التصرف فيها فليست هي بأموالكم في الحقيقة، وما أنتم فيها إلا بمنزلة الوكلاء والنواب، فأنفقوا منها في حقوق الله تعالى، وليهن عليكم الإنفاق منها كما يهون على الرجل الإنفاق من مال غيره إذا أذن له فيه، أو جعلكم مستخلفين ممن كان قبلكم فيما في أيديكم بتوريثه إياكم وسينقله منكم إلى من بعدكم فاعتبروا بمالهم ولا تبخلوا به. وهكذا فى الشوكانى، والقاسمى، والقرطبي، وغيرهما من التفاسير

نسفی کہتے ہیں: مقصد یہ ہے کہ جو اموال تمہارے ہاتھوں میں ہیں یہ اللہ کے اموال ہیں کہ اس نے پیدا کئے اور بڑھائے تمہارے حوالے اس لئے کر دیئے گئے ہیں کہ تم ان سے فائدہ حاصل کرو اور ان میں تصرف کرنے میں تمہیں خلیفہ بنایا ہے اور حقیقتاً یہ اموال تمہارے نہیں ہیں، تم تو ان میں محض وکیل اور نائب ہو، لہٰذا ان میں سے اللہ کے حقوق پر خرچ کرو، تم پر ان کا خرچ کرنا ایسے آسان ہونا چاہئیے جیسا کہ دوسرے کا مال ہو اور اس نے تم کو خرچ کرنے کی اجازت دے دی ہو یا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے ان مالوں میں جو تمہارے ہاتھ میں ہیں تمہیں تم سے پہلوں کی جگہ بنایا ہے کہ تم کو ان کا وارث بنایا اور پھر یہ اموال تم سے بعد والوں کی طرف منتقل ہو جائیں گے لہٰذا ان کے حال سے عبرت پکڑو اور بخل نہ کرو، شوکانی، قاسمی اور قرطبی وغیرہا تفاسیر میں بھی اسی طرح ہے۔ (2)

پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے کیونکہ آیت ﴿لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ﴾ اسی پر دلالت کرتی ہے اور ربط الآیات کا بھی نتیجہ ہو گا۔ هكذا قال القاسمى نقلا عن الشهاب ايضاً. آیت ﴿...جَاعِلٌ فِى ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً...﴾ بھی اسی کو مقتضی ہے۔

دونوں معنوں کے اعتبار سے اللہ کی ان کے ساتھ معیت ذاتی نہیں رہتی بلکہ وہ سب پر خزانے اتارنے والا ہے۔ کما قال.

﴿وَإِن مِّن شَىْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَآئِنُهُۥ وَمَا نُنَزِّلُهُۥٓ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿٢١﴾﴾ (الحجر)

کوئی چیز نہیں مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں ہم اسے معلوم اندازے سے اتارتے ہیں۔

الحادی والعشرین: دسویں آیت میں ہے کہ: ﴿...وَلِلَّهِ مِيرَٰثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ...﴾ (الحدید: ۱۰)

آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کیلئے ہے۔

---

1 – صحيح البخارى كِتَاب بَدْءِ الْخَلْقِ، بَاب مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ، مدارج السالكين لابن قيم (١/ ٣٣).

2 – مدارك التنزيل للنسفي (٤/ ٢٢٣)، فتح القدير للشوكانى (٥/ ١٦٣)، محاسن التأويل للقاسمى (١٦/ ٥٦٧٦)، تفسير القرطبى (١٧/ ٢٣٨).



قال القرطبي: أي إنهما راجعتان إليه بانقراض من فيهما كرجوع الميراث إلى المستحق له. وهكذا في ابن جرير، والنسفي، والشوكاني وبقية التفاسير. (1)

قرطبی کہتے ہیں: مقصد یہ ہے کہ یہ دونوں اللہ کے ہو جائیں گے جب ان کے اندر کی مخلوق ختم ہو جائے گی جیسا کہ میراث اس کے مستحق کو مل جاتی ہے، ابن جریر، نسفی، شوکانی اور بقیہ تفاسیر میں اسی طرح ہے۔

پس یہ آیت بھی حدوث اشیاء اور ان کے فناء پر دلالت کرتی ہے لہٰذا ان کے ساتھ اللہ کا رہنا کیسے مناسب ہے۔ کما مر أیضا رجوع الأشیاء إلی اللہ بھی تباین پر دال ہے۔

ولقد أحسن ابن كثير فقال: أي: أنفقوا ولا تخشوا فقرًا وإقلالا فإن الذي أنفقتم في سبيله هو مالك السموات والأرض، وبيده مقاليدهما، وعنده خزائنهما، وهو مالك العرش بما حوى، وهو القائل:

﴿ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ ۖ وَهُوَ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ ﴾ وقال ﴿ مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ ۖ وَمَا عِندَ ٱللَّهِ بَاقٍ ۗ ﴾ فمن توكل على الله أنفق، ولم يخش من ذي العرش إقلالا وعلم أن الله سيخلفه عليه.

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اچھا کہا ہے کہ: آیت کا مقصد یہ ہے کہ خرچ کرو اور فقر و تنگدستی سے نہ ڈرو، جس کی راہ میں تم خرچ کر رہے ہو وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے ان کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں اور ان کے خزانے اسی کے پاس ہیں، وہ عرش اور جس کو یہ حاوی ہے سب کا مالک ہے وہی فرماتا ہے تم جو کچھ خرچ کرتے ہو وہ اس کی جگہ تمہیں اور دے دیتا ہے اور وہ دینے والوں میں بہتر ہے اور فرمایا: جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے ختم نہیں ہوتا۔ جس انسان نے اللہ پر توکل کر کے خرچ کیا اور مالکِ عرش کی طرف سے تنگدستی کا اندیشہ نہ کیا اور جانا کہ اللہ اس کو اس کی جگہ اور دیں گے۔ (2)

الغرض یہ قرائنِ داخلیہ جو خود ان آیات کے اندر موجود ہیں یا وہ قرائنِ خارجیہ یعنی جو کہ اللہ کے علو واستوا علی العرش کیلئے ہم نے نقلی اور عقلی دلائل نقل کئے اور اتحاد و حلول کے مفاسد نقصانات جو ہم نے ذکر کئے یہ سب قرائن اس آیت سے فریقِ مخالف کو استدلال سے مانع و دافع ہیں اور اس میں بھی ایسا ایک لفظ نہیں جس میں حلول یا اتحاد کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ آیت اول دلیل ہے کہ سلف کا مذہب کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر بائن عن الخلق ہے نہایت مبرہن و مدلل ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

الآية الثالثة: ﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ... ﴾ (البقرة) میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں کہیں میں قریب ہوں۔

1- تفسير القرطبي (١٧/ ٢٣٩)، تفسير ابن جرير (٢٧/ ٢١٩)، مدارك التنزيل للنسفي (٤/ ٢٢٤)، فتح القدير للشوكاني (٥/ ١٦٤).

2- تفسير ابن كثير (٤/ ٣٠٦).

جواب اولاً: یہاں بھی قریب مکان یا زمانی مراد نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ وہ علم و قدرت کے لحاظ سے قریب ہے اور ہر ایک کو سنتا ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: الحمد الله الذي وسع سمعه الأصوات، إن خولة تشتكي زوجها إلى رسول الله ﷺ، فيخفى عليّ أحيانا بعض ما تقول، قالت: فأنزل الله عزّ وجلّ: ﴿قَدْ سَمِعَ ٱللَّهُ قَوْلَ ٱلَّتِى تُجَٰدِلُكَ فِى زَوْجِهَا وَتَشْتَكِىٓ إِلَى ٱللَّهِ﴾ (المجادلة: ١) سب حمد اس کیلئے جس کی سماعت آوازوں پر وسیع ہے، خولہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے خاوند کی شکایت کر رہی تھی، اس کی بعض باتیں مجھ سے بھی مخفی تھیں مگر اللہ پاک فرماتا ہے: اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے بارے میں آپ سے جھگڑا کر رہی ہے اور اللہ کی طرف شکایت کرتی ہے۔[1]

دیکھو حدیث ایک سو بیالیسویں۔

ثانیاً: یہاں بھی سیاق مسئلہ کو واضح کرتا ہے چنانچہ بعد میں ہے: ﴿...أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ...﴾ (البقرة)

ترجمہ: میں پکارنے والے کی پکار قبول کرتا ہوں جب بھی مجھے پکارے۔

قال البيضاوى تقرير للتقريب ووعد للداعى بالإجابة.

بیضاوی کہتے ہیں: کہ اللہ نے قریب ہونے کو ثابت کیا ہے اور دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرنے کا وعدہ دیا ہے۔[2]

اگر وہ یہاں ہوتا یا اندر سمایا ہوتا تو پھر اس کا ہر پکار کو سن لینا کوئی کمال نہیں اور ہم بھی اگر پاس ہوں گے تو سن لیں گے بلکہ کمال یہ ہے کہ عرش پر ہو اور ہر پکار سنے۔

ثالثاً: جب پاس رہتا ہے یا اندر دل ہی میں ہے تو پھر پکارنے کا کیا مطلب؟ یہاں رہ کر اس نے کیا فائدہ دیا؟

رابعاً: اس آیت کے آخر میں ہے: ﴿...فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لِى وَلْيُؤْمِنُوا۟ بِى لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ١٨٦﴾ (البقرة)

﴿فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لِى﴾ دعائي بالطاعة ﴿وَلْيُؤْمِنُوا۟﴾ أن يدعوا على الإيمان ﴿بِى لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ وهكذا في عامة التفاسير و أخرج ابن أبي حاتم عن أنس في قوله: ﴿فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لِى﴾ قال ليدعونى ﴿وَلْيُؤْمِنُوا۟ بِى﴾ إنهم إذا دعونى أستجب لهم وأخرج ابن جرير عن عطاء الخراسانى ﴿فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لِى﴾ قال فليدعونى ﴿وَلْيُؤْمِنُوا۟ بِى﴾ يقول أستجب لهم كذا فى الدرالمنثور.

میرا کہا مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ یہ بھلائی پالیں میرے بلاوے کو قبول کریں کہ اطاعت کریں اور ایمان لائیں تا کہ انہیں ہدایت حاصل ہو۔ عام تفاسیر میں بھی اسی طرح ہے، ابن ابی حاتم سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر روایت کرتے ہیں ﴿فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لِى﴾ فرمایا: مجھے پکاریں اور ایمان لائیں جب مجھے بلائیں گے میں قبول کروں گا، ابن جریر عطا خراسانی سے

---

[1] – (صحيح الإسناد) إرواء الغليل وسنن ابن ماجة كِتاب الطَّلاقِ، بَاب الظِّهَارِ. (رقم: ٢٠٦٣).

[2] – أنوار التنزيل وأسرار التأويل للبيضاوى (١٣٠).



روایت کرتے ہیں ﴿فَلْيَسْتَجِيبُواْ لِي﴾ یعنی چاہئے کہ مجھے پکاریں اور مجھ پر ایمان لائیں تو میں ان کی پکار قبول کروں گا، "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔(1)

والإستجابة قيل هى الإجابة وحقيقتها هى التحرى للجواب والتهيؤ له لكن عبر به عن الإجابة لقلة إنفكاكها منها قال تعالى: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِى عَنِّى فَإِنِّى قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُواْ لِي﴾ (البقرة ١٨٦)

استجابت کسی کی پکار قبول کرنا اس کی اصل حقیقت جواب کیلئے تیار ہونا ہے مگر خود اجابت پر بھی اطلاق کر دیا جاتا ہے کہ تهيئہ و اور اجابت میں کوئی زیادہ دوری نہیں ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میرے بندے میرے متعلق تجھ سے پوچھیں تو میں قریب ہی ہوں پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں جب بھی مجھے پکارے پس تم میرا کہا مانو۔
آیت کا یہ آخری حصہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہاں مراد إجابة الدعاء ہے۔

خامساً: علماء اور مفسرین کی عبارت پڑھئے: قال القرطبي فى تفسيره: ﴿فَإِنِّى قَرِيبٌ﴾ علما وإجابة لتعاليه عن القرب مكانا.

قرطبی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں: ﴿فَإِنِّى قَرِيبٌ﴾ یعنی علم اور قبول کرنے میں، کیونکہ مکانی قرب سے وہ بہت بلند ہے۔(2)

وقال الخازن: و قوله: ﴿فَإِنِّى قَرِيبٌ﴾ بالعلم والحفظ لا يخفى عليه شيء، وفيه إشارة إلى سهولة إجابته لمن دعاه وإنجاح حاجة ما سأله. وهكذا فى البغوى على هامشه وفى البيضاوى درسية وهو تمثيل لكمال علمه بأفعال العباد وإطلاعه على أحوالهم بحال من قرب مكانه منهم وهكذا فى الكشاف.

خازن کہتے ہیں: ﴿فَإِنِّى قَرِيبٌ﴾ یعنی علم و حفظ میں کہ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے، اس میں اشارہ ہے کہ پکارنے والے کی دعا کی قبولیت آسانی سے ہو جاتی ہے، بغوی میں اسی طرح ہے، بیضاوی میں ہے: یہ تمثیل ہے اس کی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے افعال کا مکمل علم ہے اور وہ ان کے احوال ان کے انتہائی قریب جگہ سے گویا دیکھ رہا ہے۔ کشاف میں اسی طرح ہے۔(3)

قال أبوحيان الأندلسى فى البحر المحيط والقرب المنسوب إلى الله تعالى يستحيل أن يكون قرباً بالمكان، وإنما القرب ههنا عبارة عما كونه تعالى سامعاً لدعائهم، مسرعاً في إنجاح طلبة من سأل، فمثل حالة تستهيل ذلك بحالة من قرب مكانه من يدعوه، فإنه لقرب المسافة يجيب دعاءه. ونظير هذا هنا قوله تعالى: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾﴾ (ق) وفى روح المعانى والقرب حقيقة فى القرب المكانى المنزه عنه تعالى فهو إستعارة لعلمه تعالى بأفعال العباد وأقوالهم وإطلاعه على سائر أحوالهم.

1– الدر المنثور في التأويل بالمأثور للسيوطي(١/ ١٩٧).

2– تفسير القرطبى (٢/ ٢٢٨).

3– لباب التأويل في معاني التنزيل للخازن (٢/ ١٣٥)، أنوار التنزيل وأسرار التأويل للبيضاوى (١٣٠)، الكشاف للزمخشري (١/ ٢٥٦).



ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ "البحر المحیط" میں کہتے ہیں کہ: جو قرب اللہ کی طرف منسوب ہے، اس کا مکانی قرب مراد ہونا محال ہے، یہاں قرب اس سے عبارت ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کے مطالبات پورے کرنے میں جلدی کرتا ہے وہ اپنے علم و مراد پوری کرنے میں اس شخص کی طرح ہے جو پکارنے والے کے قریب ہی ہے اور نزدیک ہونے کی بناء پر جلدی اس کا کام کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اس کی نظیر ہے: ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ روح المعانی میں ہے: قرب کا حقیقی معنی تو قربِ مکانی ہی ہے مگر اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے افعال و اقوال اور جملہ احوال پر مطلع ہونے سے استعارہ ہے۔ (1)

وفى الجلالين فإني قريب منهم بعلمي فأخبرهم بذلك، وهكذا فى جامع البيان على هامشه وفى الشوكانى فإني قريب بالإجابة وقيل بالعلم وقيل بالإنعام. (2)

تفسیر جلالین میں ہے، میں اپنے علم کے ساتھ ان کے قریب ہوں پس میں ان کو اس کی خبر دوں گا، جامع البیان میں اس طرح ہے، شوکانی میں ہے، میں قبول کرنے میں ان کے قریب ہوں بعض کہتے ہیں علم میں قریب ہوں اور بعض کہتے ہیں انعام دینے میں۔ وهكذا فى فتح البيان للنواب، وفى القاسمى، والقريب من أسمائه تعالى الحسنى ومعناه القريب من عبده بسماعه ودعائه ورؤيته وتضرعه وعلمه به.

"فتح البیان" للنواب اور قاسمی میں اس طرح ہے اور "القریب" اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے، اس کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے قریب ہے کہ اس کی پکار سنتا ہے اسے دیکھ رہا ہے اس کی عاجزی کو جانتا ہے۔ (3)

وفى مراح لبيد أى فقل لهم يا أشرف الخلق إني قريب منهم بالعلم والإجابة.

مراح لبید میں ہے: اے اشرف المخلوقات ان کو فرمائیں میں علم و اجابت میں ان کے قریب ہوں۔ (4)

وفى الواحدى على هامشه أى قريب بالعلم أجيب أسمع الداع إذا دعان.

"الواحدی" میں ہے: یعنی علم کے لحاظ سے قریب ہوں پکارنے والے کی دعا سنتا ہوں جب ہی مجھے بلائے۔

وقال الراغب فى المفردات وقرب الله من العبد هو بالأفضال عليه والفيض لا بالمكان.

امام راغب "المفردات" میں لکھتے ہیں: اللہ کا اپنے بندے کے قریب ہونا یہ ہے کہ وہ اس پر رحمتوں کی فراوانی اور فیض فرما رہا ہے، قربِ مکان مراد نہیں ہے۔ (5)

1- البحر المحيط لأبي حبان (٢/ ٤٥)، روح المعانى للآلوسي (٢/ ٥٥).

2- فتح القدير للشوكانى (١/ ١٦١).

3- فتح البيان للنواب صديق حسن خان (١/ ١٤٠)، محاسن التأويل للقاسمى (٣/ ٤٣١).

4- تفسير مراح لبيد (١/ ٤٨).

5- الراغب فى المفردات (٤٠٨).



سادساً: اس آیت سے قبل ہے کہ: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ أُنزِلَ فِیهِ الْقُرْءَانُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَٰتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ...﴾ (البقرة) ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا لوگوں کیلئے راہنما اور ہدایت و فرقان کی واضح باتیں۔ پس قربِ مکانی مراد نہیں بلکہ باعتبار علم و حفظ و انعام و افضال کیلئے ہے۔

سابعاً: بعض مقام پر یہ آیت مبارکہ یوں مذکور ہے: ﴿...فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوٓا إِلَیْهِ ۚ إِنَّ رَبِّی قَرِیبٌ مُّجِیبٌ ﴿٦١﴾﴾ (هود) اپنے رب سے بخشش طلب کرو پھر اس کی طرف رجوع کرو، میرا رب یقینا قریب ہے، قبول کرنے والا۔

﴿...وَإِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوحِیٓ إِلَیَّ رَبِّیٓ ۚ إِنَّهُۥ سَمِیعٌ قَرِیبٌ ﴿٥٠﴾﴾ (سبأ)

میں ہدایت پر ہوں تو اس لئے کہ میرے رب نے مجھے وحی کی ہے، بیشک وہ سننے والا قریب ہے۔

معلوم ہوا کہ مراد سرعة الإجابة (جلدی قبول کرنا) ہے۔ کما مر: والقرآن یفسر بعضه بعضا.

ثامناً: القرب مشترک لفظ ہے: قال الراغب فی المفردات: القرب والبعد یتقابلان یقال قربت منه أقرب قربة أقربه قربا وقربانا ویستعمل ذاك فی المكان وفی الزمان وفی النسبة وفی الحظ والرعاية والقدرة فمن الأول نحو: ﴿وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ﴾، ﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْیَتِیمِ﴾، ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ﴾، ﴿فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا﴾ وقوله: ﴿وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ﴾ كناية عن الجماع وكقوله تعالى: ﴿فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ﴾ وقوله: ﴿فَقَرَّبَهُۥٓ إِلَیْهِمْ﴾.

امام راغب "المفردات" میں کہتے ہیں: کہ قرب و بُعد دو متقابل لفظ ہیں، کہا جاتا ہے، قربت منه أقرب، قربته، أقربه قربا وقربانا اور مکان و زمان، نسبت، حظ، رعایت اور قدرت میں استعمال ہوتا ہے، مکان کیلئے جیسا کہ فرمایا: اس پودے کے قریب نہ جاؤ، یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ اور زنا کے قریب نہ جاؤ، اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہو، عورتوں کے قریب نہ جاؤ، (جماع مراد ہے) اور مسجد حرام کے قریب نہ ہوں اس کو ان کے قریب کر دیا۔ ([1])

وفی الزمان ﴿اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ وقال: ﴿وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰٓ﴾ ﴿وَلِذِی الْقُرْبَىٰ﴾ ﴿وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبَىٰ﴾ ﴿یَتِیمًا ذَا مَقْرَبَةٍ﴾ وفی الحظوة ﴿وَلَا الْمَلَٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ﴾ ﴿فَأَمَّآ إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِینَ﴾ ﴿قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِینَ﴾ ﴿وَقَرَّبْنَٰهُ نَجِیًّا﴾ ویقال للخطوة القربة كقوله: ﴿قُرُبَٰتٍ عِندَ اللَّهِ وَصَلَوَٰتِ الرَّسُولِ ۚ أَلَآ إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ﴾ ﴿تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰٓ﴾.

---

[1]– المفردات للراغب (٤٠٧، ٤٠٨).

اس سے قربِ زمانی بھی مراد ہے جیسا کہ فرمایا: لوگوں کا حساب قریب ہو گیا ہے، نیز فرمایا: اگرچہ ہو قرب والا، قرابت والے کیلئے، ہمسایہ قرب والا، یتیم، قریبی۔

قرب سے مرتبہ بھی مراد ہے جیسے: اور مقرب فرشتے پس اگر وہ ہے مقربین سے، اس نے کہا ہاں اور تم مقربین سے ہو جاؤ گے اور ہم نے اس کو سرگوشی کیلئے قریب کیا، مرتبہ کو بھی القربة کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: اللہ کے ہاں مراتب ہیں، یہ ان کیلئے مرتبہ کا سبب ہے۔ تمہیں ہمارے نزدیک مرتبہ دلائے گی۔

وفی الرعاية نحو: ﴿إِنَّ رَحْمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ ٱلْمُحْسِنِينَ﴾ وقوله تعالىٰ: ﴿فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ﴾ وفی القدرة نحو ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ﴾ وقوله: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ﴾۔

اور رعایت کے معنی بھی ہے جیسا کہ فرمایا: اللہ کی رحمت نیکی والوں کے قریب ہے، نیز میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار قبول کرتا ہوں، قدرت کے معنی میں بھی ہے جیسے: ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہیں۔ اور مشترک لفظ کا یہاں وہ معنی ہو گا جو شانِ باری تعالیٰ کے موافق ہو۔ جبھی تو امام راغب نے یہاں نگہبانی اور حفاظت کا معنی کیا ہے۔

تاسعاً: امام راغب کی عبارت سے ظاہر ہوا کہ قرب رتبے کے لحاظ سے بھی ہوتا ہے جیسے:

﴿...وَلَا ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ ٱلْمُقَرَّبُونَ...﴾ (النساء: ۱۷۲) اور نہ فرشتے مقربین۔

﴿قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ ٱلْمُقَرَّبِينَ ﴿١١٤﴾﴾ (الأعراف) کہا ہاں اور تم مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔

﴿...وَقَرَّبْنَٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾﴾ (مریم) اور ہم نے اس کو سرگوشی کی حالت میں قریب کیا۔

﴿أُولَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ...﴾ (الإسراء)

یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں اپنے رب کے پاس ذریعہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ قریب ہے۔

﴿فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ قُرْبَانًا ءَالِهَةً...﴾ (الأحقاف: ۲۸)

جن کو اللہ کے سوا تقرب کا ذریعہ سمجھ کر الٰہ بنا چکے ہیں وہ ان کی مدد کیوں نہیں کرتے۔

اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ قربِ مکانی نہ ہو ورنہ سب برابر ہیں۔

عاشراً: بلکہ خود قرآن میں اس کی تفسیر موجود ہے۔ ﴿...إِنَّ رَحْمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾﴾ (الأعراف) اللہ کی رحمت نیکی والوں کے قریب ہے۔ ثابت ہوا کہ اللہ رحمت و قدرت و حفاظت و قبولیت کے لحاظ سے قریب ہے نہ کہ بالذات۔

وفی شرح حدیث النزول ولیس فی القرآن وصف الرب تعالیٰ بالقرب من کل شئ أصلاً بل قربه الذی فی القرآن خاص لا عام کقوله تعالیٰ:﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي ﴾(البقرة: ۱۸٦) فهو سبحانه قریب ممن دعاه.

"شرح حدیث النزول" میں ہے: قرآن میں اللہ کی صفت قرب اس معنی میں بالکل نہیں ہے کہ وہ ہر چیز کے قریب ہے بلکہ اللہ کا قرب جو قرآن میں ہے، خاص ہے عام نہیں بلکہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھتے ہیں تو میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار قبول کرتا ہوں جب بھی مجھے بلائے، اللہ بلانے والے کے قریب ہے۔[1]

الحادی عشر: بلکہ اگر آیتِ مبحوث فیہا سے قربِ مکانی مراد لی جائے گی تو اس آیت سے تعارض لازم آئے گا کیونکہ اس میں تخصیص ہے، کیا وہ غیر محسنین کو قریب نہیں؟ پس معلوم ہوا کہ یہاں قربِ ذاتی مراد نہیں ہے بلکہ وہاں قربِ قبولیت ورعایت مراد ہے۔ کما ذکره الراغب فلا إعتراض.

الثانی عشر: قال شیخ الإسلام ابن تیمیة فی العقیدة الواسطیة مع الشرح وَمَا ذُكِرَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنْ قُرْبِهِ وَمَعِيَّتِهِ لَا يُنَافِي مَا ذُكِرَ مِنْ عُلُوِّهِ وَفَوْقِيَّتِهِ ، فَإِنَّهُ سُبْحَانَهُ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ فِي جَمِيعِ نُعُوتِهِ ، وَهُوَ عَلِيٌّ فِي دُنُوِّهِ ، قَرِيبٌ فِي عُلُوِّهِ .

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "العقیدة الواسطیه" میں کہتے ہیں: کتاب و سنت میں جو قرب و معیت کی صفت آئی ہے یہ اللہ کی صفت علو و فوقیت کے منافی نہیں ہے، جملہ صفات میں اللہ کی مثل کوئی نہیں وہ قریب ہوتے ہوئے بھی عالی ہے اور عالی ہوتے ہوئے بھی قریب ہے۔[2]

الثالث عشر: نیز حدیث شریف میں ہے کہ: لا یزال العبد یتقرب إلی بالنوافل.

بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے۔

جیسا کہ قسم ثالث کی پہلی حدیث میں ذکر ہو گا ان شاءاللہ تعالیٰ اور یہ حدیث تفسیر کرتی ہے اس آیت کی کہ یہاں قربِ مکانی مراد نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ آیت ہماری دلیل ہے ان پر نہ کہ ان کی ہمارے اوپر۔﴿ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٤٩﴾ ﴾(الأنعام: ۱٤۹).

الآیة الرابعة: ﴿ ...وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ ﴾(ق) ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

أقول أولاً: سابقہ آیات کے جوابات اس کیلئے بھی کافی ہیں، مفسرین کی عبارات ملاحظہ ہوں۔

---

[1] – شرح حدیث النــزول للإمام ابن قتیبة (۷۳).

[2] – العقیدة الواسطیة لإبن تیمیة (۱۱٦).



تنوير المقباس من تفسير ابن عباس قوله ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ ﴾ فقال بعضهم نحن أملك به وأقرب إليه فى القدرة وقال آخرون بل معنى ذلك ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ ﴾ بالعلم بماتوسوس به نفسه. وقال النسفى المراد قرب علمه منه وقال البيضاوى فى أنوار التنزيل مصرى أى نحن أعلم بحاله ممن كان أقرب إليه من حبل الوريد.

"تنویر المقباس" تفسیر ابن عباس میں ہے: ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ ﴾ ہم اس کے زیادہ مالک ہیں اور قدرت میں اس کے بہت قریب ہیں۔ دوسرے کہتے ہیں: اس کا معنی ہے جو اس کے دل میں آتا ہے، اس کے جاننے میں ہم زیادہ قریب ہیں۔ نسفی کہتے ہیں کہ: یہاں مراد قربِ علم ہے، بیضاوی "انوار التنزیل" میں کہتے ہیں: مقصد یہ ہے کہ ہم اس کے حال کو اس سے زیادہ جانتے ہیں جو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ ([1])

وقال الرازى فى التفسير الكبير: بيان لكمال علمه ، والوريد العرق الذي هو مجرى الدم يجري فيه ويصل إلى كل جزء من أجزاء البدن والله أقرب من ذلك بعلمه، لأن العرق يحجبه أجزاء اللحم قد يخفى عنه، وعلم الله تعالى لا يحجبه عنه شيء.

امام رازی "تفسیر کبیر" میں کہتے ہیں کہ: اس میں اللہ کے کمالِ علم کا بیان ہے، ورید اس رگ کو کہتے ہیں جس میں خون جاری رہتا ہے اور بدن کے کل اجزاء میں پہنچتا ہے، اللہ کا علم اس سے بھی زیادہ قریب ہے، کیونکہ رگ کیلئے گوشت کے اجزاء رکاوٹ بن سکتے ہیں اور وہ اس سے مخفی رہ سکتی ہے مگر اللہ کے علم کے آگے کوئی حاجب و رکاوٹ نہیں ہے۔ ([2])

أويقال ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ ﴾ بتفرد قدرتنا فيه يجري فيه أمرنا كما يجري الدم في عروقه.

ہم انسان کے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں کہ اس پر صرف ہمیں قدرت حاصل ہے اور اس پر ہمارا حکم چلتا ہے جیسا کہ رگوں میں خون چلتا ہے۔

ونحوه فى أبى السعود على هامشه والقرطبى، والخازن مع البغوى، مراح لبيد، وفتح البيان، والجمل، وقال أبو حيان فى البحر المحيط، ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ ﴾ قرب علم به وبأحواله لايخفى عليه من خفياته فكان محاذاته قريبة منه كما يقال الله فى كل مكان أى بعلمه وهو منزه عن الأمكنة.

ابو السعود اور قرطبی، خازن اور مراح لبید فتح البیان اور جمل میں اسی طرح ہے، ابو حیان نے "البحر المحیط" میں کہا ہے: ہم زیادہ قریب ہیں اور یہ قرب اس کے اور اس کے احوال کا قرب ہے کہ انسان کی خفیات میں سے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے گویا کہ وہ اس کے نہایت قریب ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے اللہ ہر مکان میں ہے یعنی اس کا علم ہر جگہ ہے کیونکہ وہ امکنہ سے منزہ ہے۔ ([3])

---

[1]– مدارك التنزيل وحقائق التأويل للنسفي (٤/ ١٧٧)، أنوار التنزيل وأسرار التأويل للبيضاوي (٤/ ٦٤).

[2]– تفسير الكبير للرازى (٧/ ٢٦).

[3]– تفسير القرطبي (١٧/ ٩)، لباب التأويل في معاني التنزيل للخازن(٦/ ١٩٥)، تفسير مراح لبيد (٢/ ٣١٩)، فتح البيان للنواب صديق حسن خان (٩/ ٧٨)، الجمل (٤/ ١٩٣)، البحر المحيط لأبي حيان (٨/ ١٢٣).



وهكذا فى روح المعانى، وفى الجلالين﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ ﴾ أى بالعلم وهكذا فى تفسير الواحدى على هامش المراح.

روح المعانی میں اسی طرح ہے، جلالین میں ہے: ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، یعنی علم میں، تفسیر واحدی میں اسی طرح ہے۔(۱)

والثانی: اس سے مراد فرشتے بھی ہو سکتے ہیں اور بعض علماء نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

قال المعينى فى جامع البيان على هامش الجلالين: المراد قرب علمه منه فتجوز بقرب الذات لأنه سببه أو المراد قرب الملٰئكة منه.

معینی "جامع البیان" میں کہتے ہیں: قرب سے مراد اللہ کا علم ہے، قربِ ذات سے یہی مراد لیا گیا ہے کہ یہ قرب کیلئے سبب ہے یا مراد فرشتوں کا انسان کے قریب ہونا ہے۔

وقال ابن كثير: يعني: ملائكته تعالى أقربُ إليه من حبل وريده. ومن تأوله على العلم لئلا يلزم حلول أو اتحاد، وهما منفيان بالإجماع، تعالى الله وتقدس، ولكن اللفظ لا يقتضيه فإنه لم يقل: ﴿ وَأَنا أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ ﴾ وإنما قال ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ ﴾ كما قال فى المحتضر ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَـٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ﴾ يعنى ملٰئكة وكما قال تبارك وتعالىٰ: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَـٰفِظُونَ ﴾ فالملائكة نزلت بالذكر وهو القرآن بإذن الله عز وجل. كذلك الملائكة أقرب إلى الإنسان من حبل وريده إليه بإقدار الله جل وعلا لهم على ذلك، فللملك لَمّة من الإنسان كما أن للشيطان لمة وكذا: "الشيطان يجري من ابن آدم مجرى الدم"، كما أخبره الصادق المصدوق.

امام ابن کثیر کہتے ہیں: یعنی اللہ کے فرشتے انسان کے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ علماء نے اس سے علم مراد لیا ہے اس لئے کہ حلول یا اتحاد کا نظریہ لازم نہ آئے حالانکہ یہ دونوں نظریئے بالاجماع باطل ہیں، تعالی اللہ وتقدس مگر الفاظ اس کا تقاضا نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: وأنا أقرب بلکہ یوں فرمایا: ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ ﴾ جیسا کہ مرنے والے کے بارے میں ہے: ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے، یعنی ہمارے فرشتے اس کے قریب ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، ذکر یعنی قرآن کو فرشتے اللہ کے حکم سے اتار لائے ہیں اسی طرح فرشتے انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی کی قدرت عطا کی ہے، فرشتوں

---

(۱)- روح المعاني للآلوسي (۲٦/ ۱٦۲)، تفسير الجلالين (٤۲۸)، تفسير الواحدى (۳۱۹).



کا بھی انسان کے ساتھ اثر ہے جیسا کہ شیطان کا اثر ہے، اس طرح شیطان ابن آدم میں خون کی طرح چلتا ہے، الصادق المصدوق علیہ السلام نے ایسا ہی فرمایا ہے۔(1)

وقال ابن تيمية فى شرح حديث النزول: المراد قربه اليه بالملٰئكة وهذا هو المعروف على المفسرين المتقدمين من السلف قالوا ملك الموت أدنى إليه من أهله ولكن لاتبصرون الملٰئكة وبه قال طائفة وقد قال طائفة﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ﴾ بالعلم وقال بعضهم بالعلم والقدرة والرؤية.

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "شرح حدیث النزول" میں فرماتے ہیں: (آیت میں) فرشتوں کا انسان کے قریب ہونا مراد ہے، متقدمین مفسرین کے ہاں یہی معروف ہے، کہتے ہیں ملک الموت اس کے گھر والوں سے زیادہ اس کے قریب ہوتا ہے لیکن تم فرشتوں کو نہیں دیکھتے، ایک گروہ نے یہی کہا ایک دوسرا گروہ کہتا ہے، ہم اس کے زیادہ قریب ہیں یعنی علم قدرت اور رؤیت میں۔(2)

وهذه الأقوال ضعيفة فإنها ليست فى الكتاب والسنة وصفه يقرب عام من كل موجود حتى يحتاجوا أن يقولوا بالعلم والقدرة ولكن بعض الناس لما ظنوا أنه بوصف بالقرب من كل شئ تأولوا ذلك بأنه عالم بكل شئ قادر على كل شئ وكأنهم ظنوا أن لفظ القرب مثل المعية (فذكر البحث الطويل وقد اختصرنا فى مبحث المعية ثم قال) قال ابن أبى حاتم حدثنا أبى ثنا يحي بن المغيرة ثنا جرير عن عبدة بن أبى بزة السجستانى عن الصلت بن حكيم عن أبيه عن جده قال جاء رجل إلى النبى فقال يا رسول الله أقريب ربنا فنناجيه أم بعيد فنناديه فسكت النبى فأنزل الله تعالى: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي﴾ إذا أمرتهم أن يدعونى فدعونى أستجيب لهم ولا يقال فى هذا قريب بعلمه وقدرته فإنه عالم بكل شئ قادر على كل شئ وهم لم يشكوا فى ذلك ولم يسألوا عنه وإنما سألوا عن قربه إلى من يدعوه ويناجيه.

یہ اقوال ضعیف ہیں، کتاب و سنت میں کہیں بھی اللہ کا ہر موجود کے ساتھ قربِ عام کا وصف مذکور نہیں ہے کہ ان کو علم و قدرت کا قرب مراد لینا پڑے، چونکہ بعض گمان کرتے ہیں کہ اللہ ہر چیز کے قریب ہے، اس لئے انہوں نے تاویل کی کہ اس کا مطلب ہے وہ ہر چیز کا جاننے والا اور ہر چیز پر قادر ہے، انہوں نے سمجھا کہ لفظ قرب معیت کی طرح ہے پھر طویل بحث فرمائی ہے جس کا اختصار ہم نے "مبحث المعیت" میں پیش کر دیا ہے پھر کہا ابن ابی حاتم کہتے ہیں مجھے میرے باپ نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں یحیی بن المغیرہ نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں جریر نے حدیث بیان کی وہ عبدۃ بن ابی بزۃ سجستانی سے وہ صلت بن حکیم سے وہ

1- تفسير ابن كثير (٤/ ٢٢٣).

2- شرح حديث النـزول للإمام ابن قتيبة (٧٤).



اپنے باپ سے وہ اپنے دادے سے کہتے ہیں ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ ﷺ کیا ہمارا رب قریب ہے کہ اس سے رازدارانہ بات کریں یا دور، کہ اس کو پکاریں ؟ نبی ﷺ خاموش ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: اور جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو میں قریب ہوں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی بلائے پس میرا کہا مانیں اور ایمان لائیں جب میں نے ان کو حکم دیا ہے کہ مجھے پکارو اور پھر پکاریں تو میں ان کی پکار قبول کروں گا۔ اس میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ علم و قدرت میں قریب ہے کہ وہ ہر چیز کا عالم و قادر تو ہے ہی، انہوں نے اس کی شکایت بھی نہیں کی تھی، انہوں نے تو پوچھا تھا کہ پکارنے والے کے قریب ہے کہ وہ اس سے مناجات کرے؟

میں کہتا ہوں کہ دونوں معنی اپنی اپنی جگہ درست ہیں کیونکہ اس کا علم فرشتوں کا محتاج نہیں ہے اور دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ یہاں حلول یا اتحاد مراد نہیں ہے وهو المقصود اور معنی اول بھی سلف سے منقول ہے۔ كما سيأتي قريبا عن الماجشون. (جیسا کہ عنقریب آئے گا)۔

والثالث : امام راغب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ یہاں قرب باعتبار قدرت کے مراد ہے۔

والرابع : سیاقِ آیات خود قربِ مکانی اور حلول و اتحاد کے خلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ﴿١٧﴾ مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾﴾ (ق)

ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو اس کے دل میں آتا ہے ہم جانتے ہیں اور ہم شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں جب دو فرشتے اخذ کرتے رہتے ہیں، دائیں بائیں بیٹھے ہیں جو بات کہتا ہے اس کے پاس نگرانی کرنے والا تیار ہے۔

اب چند مقام قابل غور:

اولاً : الخلق یہ حدوث ابن آدم پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے موجود تھا پس حلول کا کوئی سوال نہیں۔

ثانیاً: وسوسۂ نفس کو جاننا خود مباینت پر دلیل ہے ورنہ جو وہاں ہو گا اس کا جاننا کوئی کمال نہیں۔ ثابت ہوا کہ قرب باعتبار قدرت ورؤیت ہے۔ قائلین قول اول کی یہ دلیل ہے، اس سے ان کے معنی کی تصدیق ہوتی ہے۔

ثالثاً: دائیں بائیں فرشتوں کا بیٹھنا، اگر وہ خود یہاں موجود ہے تو فرشتے کیوں متعین کئے گئے ہیں اور یہ قول ثانی کی دلیل ہے۔ بالخصوص اگر إذ کو أقرب کا ظرف قرار دیا جائے، کما فی القرطبي، والشوکانی، والقاسمی وغیرھا اور اس کو ابن کثیر نے خاص طور پر دلیل بنایا ہے اور دونوں معنی صحیح ہیں۔[1]

---

[1] تفسير القرطبي (١٧/ ٩)، فتح القدير للشوكاني (٧/ ٧٢)، محاسن التأويل للقاسمي (١٥/ ٥٤٩٨).

وفی القاسمی: وفیه ایذان بأنه غنی عن إستحفاظ الملکین فإنه أعلم منهما ومطلع علی مایخفی علیهما لکنه لحکمة اقتضته وهی الزام الحجة فی الأخری والمتقدم إلی مایرغبه ویرهبه فی الأولی، ونحو ذلک فی القرطبی والشوکانی.

قاسمی میں ہے: اس میں بتایا گیا ہے کہ وہ دو فرشتوں کے ذریعے اعمال کی حفاظت سے بے نیاز ہے کہ وہ ان سے زیادہ جانتا ہے اور ان فرشتوں پر جو مخفی ہے اس سے وہ خود مطلع ہے، لیکن اس نے ایسا ایک حکمت کی بناء پر فرمایا اور وہ ہے آخرت میں اتمام حجت اور دنیا میں ترغیب و ترہیب۔ قرطبی اور شوکانی میں اسی طرح ہے۔

رابعاً: ہر قول کے وقت ﴿رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ کا پاس ہونا۔ یہ خود دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے سب کچھ جانتا ہے اور اس کے فرشتے ہمارے ساتھ رہتے ہیں، لکھتے رہتے ہیں۔ الغرض سیاق کے لحاظ سے آیت ہماری دلیل ہے۔

وقد أخرج ابن أبی حاتم بأسناده عن عبد العزیز بن أبی سلمة الماجشون قال ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾ یعلم وهو کذلك ماتوسوس به أنفسنا وهو بذلك أقرب إلیه من حبل الورید وکیف لایکون وهو أعلم بما توسوس به أنفسنا فکیف بحبل الورید وکذلك قال أبو عمرو الطلمنکی قال من سأل عن قوله: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ فاعلم أن ذلك کله علی معنی العلم به والقدرة علیه والدلیل علی ذلك صدر الآیة قال الله تعالی ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ وأن الله لما کان عالما بوسوسته کان أقرب إلیه من حبل الورید وحبل الورید لایعلم ما توسوس به النفس فیلزم الملحد علی إعتقاده أن یکون معبوده مخالطا لدم الإنسان ولحمه وأن لا یجرد الإنسان نسمة المخلوق حتی یقول خالق ومخلوق لأن معبوده بزعمه داخل حبل الورید من الإنسان وخارجه فهو علی قوله ممتزج به غیر مباین له، کذا فی شرح حدیث النزول الهندی.

ابن ابو حاتم باسنادہ عبد العزیز بن ابی سلمہ ماجشون سے روایت کرتے ہیں: کہ انہوں نے کہا رحمان عرش پر مستوی ہے وہ مستوی ہوتے ہوئے ہمارے دلوں کے وساوس جانتا ہے اور وہ اس بارے میں رگ گردن سے زیادہ قریب ہے ایسا کیسے نہ ہو وہ ہمارے دلوں کے وساوس تک کو جانتا ہے، شہ رگ اس سے کیا دور ہے۔ ابو عمرو طلمنکی نے اسی طرح کہا کہ: جو اللہ کے اس فرمان کے بارے میں سوال کرے ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت ہے، ابتداءِ آیت اسی پر دلالت کرتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم اس کے دل کے وسوسے جانتے ہیں اور ہم شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب اس کے وسوسوں کو جانتا ہے، وہ شہ رگ سے زیادہ قریب ہوا کیونکہ ﴿حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ کو تو دل کے وسوسے کا پتہ نہیں ہے، بے دین کے عقیدے کی رو سے تو اس کو لازم آتا ہے کہ اس کا معبود انسان کے خون اور گوشت سے خلط ملط ہے اور انسان کی روح مخلوق الگ نہیں ہے کہ کہہ سکے یہ خالق ہے اور یہ مخلوق اس لئے کہ

اس کے زعم میں اس کا معبود انسان کی رگِ گردن میں داخل ہے اور باہر بھی تو اس کے قول پر اس کا معبود انسانوں کے ساتھ ملا ہوا یک جان ہے، جدا نہیں ہے۔"شرح حدیث النزول" میں اسی طرح ہے۔(1)

گویا کہ اس طرح خدا خدا ہی نہیں رہتا۔ وهو الجواب الخامس.

والسادس: باطنِ انسان میں خون، گندگی اور غلاظت ہے پس وہاں اللہ کا ہونا یا حلول سمجھنا اس کی توہین ہے لٰہذا اس آیت میں وہی مراد ہے جو اسلاف نے بیان کیا ہے۔

والسابع: یہاں نحن فيه کیونکہ شہ رگ سے زیادہ اور کیا قریب ہوگا پس مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس سے بھی زیادہ اقرب ہے اور اس کے علم کے آگے کوئی حجاب نہیں جیسا کہ شہ رگ کے آگے ہے، جیسا کہ امام رازی وغیرہ کے اقوال سے معلوم ہوا۔

والثامن : فرشتوں کا بھیجنا جیسے: إذ يتلقى المتلقيان سے ظاہر ہے تباین پر دلالت کرتا ہے۔

والتاسع: اللہ تعالیٰ نے تو ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور اگر وہ معنی صحیح ہے جو اتحادیہ لیتے ہیں تو پھر خدا تو ہر چیز کے قریب ہوا، خصوصیت سے انسان کے ذکر کا کیا مقصد؟

والعاشر: جب دائیں بائیں فرشتے ہیں تو پھر اللہ کس طرف ہے؟ اندر تو غلاظت ہے اور آگے کہو گے یا پیچھے پھر بول و براز کے وقت کیسے ہوگا؟ حالانکہ بوقت قضاءِ حاجت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا دونوں کی ممانعت ہے۔ جب قبلہ کو اس طرح منہ کرنا، پیٹھ کرنا خلاف ادب و تعظیم ہے تو پھر اللہ کیلئے تعظیم یا ادب ہوا؟

الحادی عشر: کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد اللہ کہاں جاتا ہے؟

الثانی عشر: بلکہ حدیث میں تفسیر موجود ہے کہ یہاں مراد قربِ مکانی نہیں جیسا کہ قسم ثالث کی چوتھی حدیث میں بیان ہوگا اس میں یہ لفظ ہیں کہ: إن الَّذِي تَدْعُونَ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَته.

جس کو بلاتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے زیادہ تمہارے قریب ہے۔

اب یہاں بظاہر تعارض ہے حالانکہ قرآن و احادیثِ صحیحہ کا متعارض ہونا مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہے لیکن اگر یہی معنی لیا جائے جو کہ سلف نے بیان کیا ہے تو تعارض دفع ہو جاتا ہے اور ایک حدیث قرآن اور دوسری حدیث کی ہوتی ہے اور ایسی تفسیر ہرگز نہیں کرنی چاہئے جس سے تعارض لازم آئے۔ اس طرح یہ آیت ہماری حجت ہو گی۔ والحمد لله أولاً وآخراً وظاهراً وباطناً.

الآية الخامسة ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ﴿٨٥﴾ ﴾ (الواقعة)

ہم تم سب سے زیادہ اس کے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے۔

1- شرح حديث النزول للإمام ابن قتيبة (٧٧).



اقول: اس کیلئے بھی سابقہ جوابات کافی ہیں۔ اہل علم اور مفسرین کے یہاں بھی وہی دو قول ہیں اور دونوں ممکن ہیں لما بینناہ ان کی عبارات ملاحظہ ہوں۔ امام ابو عمرو الطلمنکی کی عبارت آیتِ سابقہ کی بابت گزری۔

وکذالك الوجوب فی قوله فیمن یحضره الموت ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ﴾ أی بالعلم والقدرة علیهم إذ لایقدرون له علی حیلة ولا یدفعون عنه وقد قال تعالیٰ ﴿تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ﴾ وقال تعالیٰ ﴿قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ﴾.

قریب الموت کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے، یعنی علم و قدرت میں کیونکہ یہ کوئی حیلہ نہیں کر سکتے اور موت کو نہیں ہٹا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ کمی نہیں کرتے، نیز فرمایا: کہہ تمہاری روح ملک الموت قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر ہے۔ "شرح حدیث النزول" میں اسی طرح ہے۔

اکثر مفسرین کا بھی یہی قول ہے کہ فرشتے مراد ہیں۔

وقال الخازن: أي بالعلم والقدرة والرؤیة وقیل ورسلنا الذین یقبضون روحه أقرب إلی المیت منکم۔ وهکذا فی البغوی علی هامشه و هکذا فی روح المعانی، والبحر المحیط، والنسفی، والقرطبی، والجمل، والشوکانی، وفی القاسمی. [1]

خازن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یعنی علم و قدرت اور رؤیت میں، اور کہا گیا ہمارے بھیجے ہوئے جو روح قبض کرتے ہیں تم سے زیادہ میت کے قریب ہیں۔ بغوی میں اسی طرح ہے اور روح المعانی، البحر المحیط، النسفی، القرطبی، الجمل، الشوکانی، القاسمی میں اسی طرح ہے۔

قال جمهور السلف یعنی ملك الموت أدنی إلیه من أهله ولاتبصرون الملٰئکة أو لاتدرکون مایقاسیه وبعضهم فسر القرب بالعلم والقدرة.

جمہور سلف کے نزدیک مراد یہ ہے کہ ملک الموت اس کے گھر والوں سے میت کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور تم ملائکہ کو نہیں دیکھتے یا اس تکلیف کا ادراک نہیں کرتے جو میت برداشت کرتی ہے، بعض نے علم و قدرت بھی اس سے مراد لیا ہے۔

وقال ابن جریر: یقول: وأرسلنا الذین یقبضون روحه ﴿أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ﴾.

ابن جریر کہتے ہیں مقصد یہ ہے کہ ہم اس کی روح قبض کرنے والوں کو بھیجتے ہیں اور وہ تم سے زیادہ قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے۔ [2]

---

[1] – لباب التأویل في معاني التنزیل للخازن (۷/ ۷۳)، روح المعانی للآلوسي (۲۷/ ۱۳۷)، البحر المحیط لأبي حبان (۸/ ۲۱۵)، مدارك التنزیل للنسفي (۴/ ۲۲۱)، تفسیر القرطبي (۱۷/ ۲۳۱)، الجمل (۴/ ۲۸۲)، فتح القدیر للشوکانی (۵/ ۱۵۸)، محاسن التأویل للقاسمی (۱۶/ ۵۶۶۶).

[2] – تفسیر ابن جریر (۲۷/ ۲۰۹).



وقال ابن كثير: ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ ﴾ أى بملائكتنا ﴿ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ﴾ أى ولكن لاترونهم كما قال فى آية أخرى ﴿ وَهُوَ ٱلْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ ۖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ مَوْلَىٰهُمُ ٱلْحَقِّ ۚ أَلَا لَهُ ٱلْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ ٱلْحَٰسِبِينَ ﴿٦٢﴾ ﴾ (الأنعام).

امام ابن کثیر کہتے ہیں ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ ﴾ یعنی ہمارے فرشتے تم سے زیادہ میت کے قریب ہیں لیکن تم ان کو نہیں دیکھتے ہو جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: اور وہی اپنے بندوں پر قاہر اور تم پر محافظ بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے، ہمارے بھیجے ہوئے اس کی جان قبض کرتے ہیں اور وہ (تعمیل میں) کمی نہیں کرتے پھر سب اپنے مالک حقیقی کے پاس لائے جائیں گے، خبردار اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلدی حساب لینے والا ہے۔ ([1])

وقال المعينى فى جامع البيان على هامش الجلالين لمراد الملئكة كما قال ﴿ وَهُوَ ٱلْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ ۖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ ﴾ الآية ونحن أعلم إليه أى المحتضر منكم أيها الحاضرون.

معینی "جامع البیان" میں کہتے ہیں کہ: مراد فرشتے ہیں جیسا کہ فرمایا: وہ اپنے بندوں پر قاہر ہے اور تم پر محافظ بھیجتا ہے، حتیٰ کہ جب موت کا وقت آجاتا ہے اور ہم قریب الموت کو اے حاضرین تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ ([2])

وفى البيضاوى مصرى ونحن أقرب إليه أى أعلم إليه أى المحتضر منكم. ([3])

بیضاوی میں ہے اور ہم اقرب ہیں یعنی مرنے والے کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

وهكذا فى الجلالين وفى الفيضى ونحن أقرب إليه منكم ملاك السام منكم علما ولكن لاتبصرون اراد عدم علمهم.

جلالین میں اسی طرح ہے، فیضی میں ہے: اور ہم اس کے زیادہ قریب ہیں یعنی موت کے فرشتے لیکن تم نہیں دیکھتے یعنی تمہیں ان کا علم نہیں ہے۔ ([4])

دونوں معنوں کے لحاظ سے حلولیہ کا استدلال باطل ہو جاتا ہے بلکہ جو قول اکثر کا ہے یعنی کہ فرشتے مراد ہیں یہ معنی بالکل واضح کر دیتا ہے کہ آیت موضوع سے بھی باہر ہے اور سورۂ انعام کی آیت جو کہ امام ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کی ہے وہ بھی اسی کو ترجیح دیتی ہے۔

---

[1] – تفسير ابن كثير (٤/ ٣٠٠).

[2] – جامع البيان للقرطبي(٤٤٦).

[3] – أنوار التنزيل وأسرار التأويل للبيضاوى (٤/ ١١٥).

[4] – سواطع الإلهام للفيضى (٦٣٧).

ثانیاً: سباقِ آیات بھی مخالفین کے استدلال کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ آگے چل کر فرماتا ہے کہ: ﴿ فَأَمَّآ إِن كَانَ مِنَ ٱلْمُقَرَّبِينَ ﴿٨٨﴾ ﴾ (الواقعة) جب ان کے پاس اللہ ہے تو پھر مقربین و غیر مقربین کی تقسیم چہ معنی دارد؟ اس طرح ما قبل و مابعد کا تعارض رہے گا جو شانِ قرآنی کے خلاف ہے ایضاً اس کے قبل قرآن کے نزول کا ذکر ہے۔

فقال: ﴿ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٨٠﴾ ﴾ (الواقعة) فرمایا: یہ (قرآن) رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

یہ صریحاً علو و تباین پر دالالت ہے پس معنی مزعوم غلط ہے۔ ایضا فرمایا: ﴿ فَلَوْلَآ إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿٨٦﴾ تَرْجِعُونَهَآ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٨٧﴾ ﴾ (الواقعة) اگر تمہارا احساب کتاب ہونے والا نہیں ہے تو تم اس روح کو لوٹا کیوں نہیں لاتے اگر تم سچے ہو۔

ثابت ہوا کہ یہاں صرف اللہ کی بادشاہت و قدرت کا ذکر ہے۔

ثالثاً: اگر یہی مزعوم مراد ہے تو پھر روح قبض ہونے کے بعد کہاں جاتی ہے؟ حالانکہ احادیث میں اس کا آسمان پر چڑھنا مذکور ہے جیسا کہ چودھویں حدیث میں یہی بیان ہے پس یہ وہم فاسد ہے۔

رابعاً: اقارب (رشتہ دار) بھی بہ نسبت دوسروں کے اقرب ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے بھی اقرب ہے پس اگر بالذات مراد ہے تو یہ اختلاط ایک ذات کا دوسری میں ہے جو کہ باری تعالیٰ کیلئے ممتنع ہے کیونکہ ایک ذات جسم ہو گی یا جوہر یا عرض اللہ ان تینوں میں سے نہیں لہٰذا اختلاط محال ہوا اور مراد علم و قدرت ہو گی۔

خامساً: ہمہ اشیاء میں درجات ہیں یقال أقرب فالأقرب اور اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے سب سے اقرب ہے کہ ہم سے اس ہر حال میں بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ وہ ہمارا ناصر، حافظ، مالک، مولیٰ و سید ہے اور باقی سب سے ہم بے نیاز ہو سکتے ہیں۔

سادساً: بعض اور جگہ پر لفظ اقرب استعمال ہوا ہے مثلاً: ﴿ ...ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا... ﴾ (النساء) ترجمہ: تمہارے آباء اور اولاد میں تم نہیں جانتے کہ فائدہ دینے میں کون زیادہ تمہارے قریب ہے۔

﴿ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾ ﴾ (الشعراء) اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرائیں۔

کیا یہاں بھی اختلاط الذاتین مراد ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس طرح یہاں بھی وہی مراد لینی چاہئے جو اللہ کی شان کے موافق ہو۔

سابعاً: الْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذَلِكَ. أخرجه أحمد والشيخان من حديث ابن مسعود كذا فى الجامع الصغير.

جنت جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے اور اسی طرح جہنم۔ احمد اور بخاری و مسلم نے اسے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا، الجامع الصغیر میں اسی طرح ہے۔[1]

کیا یہاں بھی اختلاط مراد ہے؟ اس طرح بقول الراغب آیت میں مراد قدرت ہے (جیسا کہ بیان ہوا)۔

---

[1] صحيح البخاري كِتَاب الرِّقَاقِ بَاب الْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ حديث رقم (٦٠٠٧)، جامع الصغير للسيوطي (١/ ١٢١).



الآية السادسة: ﴿ وَهُوَ ٱللَّهُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَفِي ٱلْأَرْضِ ... ﴾ (الأنعام: ۳) اور وہ آسمانوں اور زمین میں معبود ہے۔

اقول: اولاً عام مفسرین اور علماء وسلف وخلف بھی معنی کرتے ہیں کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کا مالک اور معبود ہے۔ کما قاله البیهقی فی الأسماء والصفات طبع الهند مفسرین میں سے ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "زاد المسیر" میں چار قول نقل کئے ہیں۔(۱)

أحدها: هو المعبود فی السمٰوات وفی الأرض قاله الأنباری.

والثانی: وهو المتفرد بالتدبیر فی السمٰوات والأرض قاله الزجاج.

والثالث: وهو الله فی السمٰوات ویعلم سرکم وجهرکم فی الأرض قاله ابن جریر.

والرابع: أنه مقدم ومؤخر بالمعنی وهو الله یعلم سرکم وجهرکم فی السمٰوات والأرض ذکره بعض المفسرین.

① یہ کہ وہ آسمانوں اور زمین میں معبود ہے، انباری نے کہا۔

② وہ آسمانوں اور زمین کی تدبیر میں اکیلا ہے، زجاج نے کہا۔

③ وہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، تمہارے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔

④ ابن جریر نے کہا: چوتھے معنی میں تقدیم وتاخیر ہے، یعنی کہ اللہ تمہارے پوشیدہ اور ظاہر کو آسمانوں اور زمین میں جانتا ہے، اسے بعض مفسرین نے ذکر کیا۔

وقال القرطبي: أحدها: أي وهو الله المعظم أو المعبود في السموات وفي الأرض، كما تقول: زيد الخليفة في الشرق والغرب أي حكمه. ويجوز أن يكون المعنى وهو الله المنفرد بالتدبير في السموات وفي الأرض، كما تقول: هو في حاجات الناس وفي الصلاة ويجوز أن يكون خبرا بعد خبر ويكون المعنى: وهو الله في السموات وهو الله في الأرض. وقيل: المعنى وهو الله يعلم سركم وجهركم في السموات و الأرض فلا يخفى عليه شئ.

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ایک یہ کہ اللہ آسمانوں اور زمین میں معظم یا معبود ہے جیسا کہ تم کہو زید مشرق و مغرب میں خلیفہ ہے یعنی اس کا حکم چلتا ہے اور یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ اللہ آسمانوں اور زمین میں اکیلا تدبیر کرتا ہے جیسا کہ تم کہو وہ لوگوں کی حاجات اور صلات میں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس جملہ میں ہو کی دو خبریں ہوں اور مقصد یہ ہو: وہ معبود ہے، آسمانوں میں اور وہ معبود ہے زمین میں، بعض کہتے ہیں معنی یہ ہے: وہ اللہ ہے، آسمانوں اور زمین میں تمہارے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔(۲)

قال النحاس: هذا أحسن ما قيل فيه قال محمد بن جرير وهو الله فی السماوات ويعلم سركم وجهركم فی الأرض فيعلم مقدم فی الوجهين والأول أسلم وأبعد من الأشـــكال وقيل غير هذا والقاعدة تنزيهه جل وعز

۱- الأسماء والصفات للبيهقي(۳۰۵)، زاد المسير لابن الجوزي(۳/ ٤).

۲- تفسير القرطبي (۱٦/ ۳۹).



عن الحركة والإنتقال وشغل الأمكنة۔

نحاس کہتے ہیں: یہ اس آیت کی سب سے اچھی تفسیر ہے۔ محمد بن جریر کہتے ہیں: وہ آسمانوں میں اللہ ہے اور زمین میں تمہارے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے، ان دونوں توجیہوں میں یعلم مقدم ہے مگر پہلا مفہوم زیادہ صحیح ہے اور اشکال سے بعید تر دوسرے معانی بھی اس کے کئے گئے ہیں، بنیادی بات سب میں یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی حرکت و انتقال اور مکان کو بھرنے سے تنزیہہ کی جائے۔

إختلف مفسرون هذه الآية على أقوال، بعد إتفاقهم على إنكار قول الجَهْمِيَّة الأول تعالى عن قولهم علوًا كبيرًا بأنه في كل مكان، حيث حملوا الآية على ذلك، فأصح الأقوال أنه المدعو الله في السموات وفي الأرض، أي: يعبده ويوحده ويقر له بالإلهية من في السموات ومن في الأرض، ويسمونه الله، ويدعونه رَغَبًا ورَهَبًا، إلا من كفر من الجن والإنس، وهذه الآية على القول كقوله تعالى: ﴿ وَهُوَ ٱلَّذِى فِى ٱلسَّمَآءِ إِلَٰهٌ وَفِى ٱلْأَرْضِ إِلَٰهٌ ﴾ أي: هو إله مَنْ في السماء وإله مَنْ في الأرض، وعلى هذا فيكون قوله: ﴿يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ ﴾ خبرًا أو حالا.

امام ابن کثیر کہتے ہیں :اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں اور سب ہی جہمیۃ کے نظریے کے انکار پر متفق ہیں پہلا: اللہ جہمیۃ کے قول سے بہت اونچا ہے (کہ وہ ہر مکان میں ہے) انہوں نے آیت کو اسی پر محمول کیا ہے، صحیح ترین قول یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے نام سے مدعو ہے، عبادت اسی کی ہے وہ ایک ہے آسمانوں اور زمین کی مخلوق اس کی الوہیت کے اقراری ہیں، اس کو اللہ کہتے ہیں اور شوق و خوف میں اس کو پکارتے ہیں جن وانس میں کفر کرنے والے ہی اس سے مستثنیٰ ہیں، اس آیت کا مفہوم ایک دوسری آیت کی طرح ہے، ارشاد ہے :اللہ آسمان میں الٰہ ہے اور زمین میں الٰہ یعنی آسمانوں اور زمین والوں کا معبود ہے، تو جملہ ﴿يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ ﴾ خبر بنے گا یا حال؟ ([1])

والقول الثاني: أن المراد أن الله الذي يعلم ما في السموات وما في الأرض، من سر وجهر. فيكون قوله: ﴿ يَعْلَمُ ﴾ متعلقًا بقوله: ﴿ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَفِى ٱلْأَرْضِ ﴾ تقديره: وهو الله يعلم سركم وجهركم في السموات وفي الأرض ويعلم ما تكسبون.

دوسرا قول یہ ہے کہ: اللہ وہ ہے جو آسمان والوں اور زمین والوں کے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے تو ﴿ يَعْلَمُ ﴾ کا تعلق ﴿ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَفِى ٱلْأَرْضِ ﴾ کے ساتھ ہے۔ تقدیر یہ ہے: وہ اللہ تمہارے پوشیدہ اور ظاہر کو آسمانوں اور زمین میں جانتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے بھی جانتا ہے۔

---

[1]- تفسير ابن كثير (۲/ ۱۲۳).



والقول الثالث: أن قوله ﴿ وَهُوَ ٱللَّهُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ ﴾ وقف تام ثم استأنف الخبر فقال ﴿وَفِي ٱلْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ ﴾ وهذا إختيار ابن جرير.

تیسرا قول یہ ہے کہ: لفظ ﴿ وَهُوَ ٱللَّهُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ ﴾ پر وقف تام ہے پھر دوسری خبر ہے یعنی﴿وَفِي ٱلْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ ﴾ابن جریر نے اسے اختیار کیا ہے۔

پہلے قول کے مطابق جس کو امام ابن کثیر نے ترجیح دی ہے اس طرح ابن عطیہ نے بھی دی ہے۔

قال وهذا عندی أفضل الأقوال وأكثرها إحراز الفصاحة اللفظ وجزالة المعنى وإيضاحه أنه أراد أن يدل على خلقه وآيات قدرته وإحاطته وإستيلائه ونحو هذه الصفات فجمع هذه كلها فی قوله وهوالله الذی له هذه كلها فی السمٰوات وفی الأرض كأنه قال وهوالخالق والرازق والمحيي والمميت فيها. كذا فی تفسيرالقاسمي.

کہا یہ میرے نزدیک تفسیری اقوال میں افضل ہے اور اس میں فصاحت لفظ اور جزالت معنی اور وضاحت مفہوم زیادہ ہے کہ اللہ اپنے مخلوق اور نشانات قدرت احاطہ اور غلبہ وغیرہ وغیرہ صفات کا پتہ دینا چاہتا ہے ان سب کو اس قول میں جمع کر دیا: اور وہ اللہ ہے جس کیلئے یہ سب ہیں، آسمانوں اور زمین میں گویا کہ کہا وہی خالق رازق، زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے تفسیر القاسمی میں اسی طرح ہے۔([1])

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہی ایک ہے جو یااللہ کر کے آسمانوں خواہ زمینوں میں پکارا جاتا ہے اور وہی سب کا معبود اور سب کا مالک ہے، یہ جب ہو کہ سب کے اوپر اور قاہر ہو۔

دوسرے قول کے مطابق یہ ہوا کہ وہی آسمانوں اور زمینوں کا مدبر ہے۔

کما قال :﴿ يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ إِلَى ٱلْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ ... ﴾ (السجدة: ٥)

آسمان سے زمین تک کی تدبیر اللہ کرتا ہے پھر وہ امر اس کی طرف چڑھتا ہے۔

یہ قول بھی پہلے قول کے قریب بلکہ ہم معنی ہے جبھی تو امام ابن کثیر نے اس کو الگ شمار نہیں کیا۔ یہ صریح ہے علو پر اور تیسرے قول کے مطابق یہاں اس کے علم کی وسعت کا ذکر ہے اور وہ بھی علو کو مقتضی ہے۔ کما ذکرنا اور پہلے میں یہ بھی داخل ہے کیونکہ پورے آسمانوں اور زمینوں پر حکومت اور ان کی تدابیر کرنا یا سب کا مدعو والٰہ اور مالک ہونا جب ہو گا کہ سب کا علم حاصل ہو جبھی تو پہلے قول کو علماء نے ترجیح دی ہے کیونکہ اس میں جامعیت ہے۔

---

[1]– تفسیرمحاسن التأويل للقاسمی (٢/ ٢٢٤٤).



قال الشوکانی: بعد ذکر الأقوال والأول أولیٰ ویکون ﴿ يَعۡلَمُ سِرَّكُمۡ وَجَهۡرَكُمۡ ﴾ جملة مقررة لمعنی الجملة الأولی لأن کان کون سبحانه وتعالیٰ فی السماء والأرض یستلزم علمه بإسرار عباده وجهرهم وعلمه بما یکسبون من الخیر والشر وجلب النفع ودفع الضرر. [1]

اقوال ذکر کرنے کے بعد امام شوکانی کہتے ہیں: پہلا قول اولیٰ ہے اور جملہ ﴿ يَعۡلَمُ سِرَّكُمۡ وَجَهۡرَكُمۡ ﴾ پہلے جملے کا معنی پختہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آسمان و زمین میں ہونا اس کو مستلزم ہے کہ وہ بندوں کے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے اور جو خیر و شر اور نفع و نقصان کیلئے کرتے ہیں، اسے جانتا ہے۔

ونحوه فی فتح البیان، وفی التفسیر مراح لبید ﴿ وَهُوَ ٱللَّهُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَفِي ٱلۡأَرۡضِ ﴾ أی وهو الذی إتصف بالخلق هو المعبود فی السماوات والأرض المتصرف فیهما۔

فتح البیان میں اس طرح ہے، تفسیر مراح لبید میں ہے، آیت ﴿ وَهُوَ ٱللَّهُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَفِي ٱلۡأَرۡضِ ﴾ کا مفہوم ہے کہ وہ ذات جو متصف بہ تخلیق ہے، آسمانوں اور زمین میں معبود ہے اور ان میں متصرف۔ [2]

وهکذا فی تفسیر الواحدی علی هامشه ونحو ذلك فی البحر المحیط، وروح المعانی، وفی النسفی، کماقیل وهوالمعبود فیهما کقوله ﴿ وَهُوَ ٱلَّذِي فِي ٱلسَّمَآءِ إِلَٰهٞ وَفِي ٱلۡأَرۡضِ إِلَٰهٞۚ ﴾ أوالمعروف بالإلٰهیة فیهما.

تفسیر واحدی، البحر المحیط، روح المعانی میں اسی طرح ہے نسفی میں ہے، وہ ان دونوں میں معبود ہے، جیسا کہ فرمایا: اللہ ہی ہے جو آسمان میں الٰہ ہے اور زمین میں الٰہ ہے آسمان و زمین میں بہ صفتِ الوہیت معروف ہے یا یہ وہ ذات ہے جسے آسمان و زمین میں اللہ کہا جاتا ہے۔ [3]

وفی تنویرالمقباس علی هامش الدرالمنثور: ﴿ وَهُوَ ٱللَّهُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ ﴾ وهو إله من فی السمٰوات وفی الارض وإله من فی الأرض. [4] تنویر المقباس میں ہے: آسمانوں اور زمین میں مستحق عبادت۔

وفی الجلالین: وهو الله مستحق للعبادة فی السمٰوات وفی الأرض.

جلالین میں ہے وہ اللہ ہے آسمانوں اور زمین میں مستحق عبادت۔ [5]

وفی الفیضی وهوالله الواحد الأحد مالك الملك فی السمٰوات إله مألوه وفی الأرض إله مألوه.

فیضی میں ہے: وہ اللہ واحد احد مالک الملک ہے، آسمانوں میں الٰہ ہے اور زمین میں الٰہ ہے۔

---

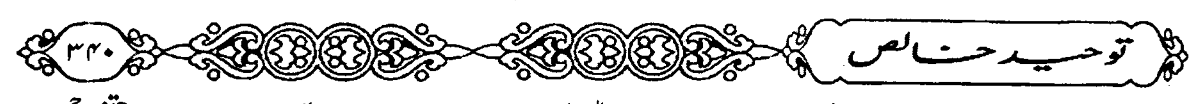
[1] – فتح القدیر للشوکانی (۲/ ۹۴).

[2] – فتح البیان للنواب صدیق حسن خان (۳/ ۱۳۸)، تفسیر مراح لبید (۱/ ۲۳۱).

[3] – البحر المحیط لأبی حبان (۱۱۳/ ۱۱۲)، روح المعانی للآلوسی (۷/ ۷۷)، مدارك التنزیل وحقائق التأویل للنسفی (۲/ ۳).

[4] – تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس لإبن یعقوب الفیروز آبادی (۲/ ۳).

[5] – تفسیر الجلالین (۱۱۰).



اس چوتھے قول کے مطابق مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو آسمانوں پر ہے اور ان ساتوں آسمانوں اور زمین پر جتنی چھپی یا ظاہر باتیں یا کام ہیں سب کو جانتا ہے۔ ([1])

یہ قول اگرچہ مفسرین کا نہیں ہے مگر امام المفسرین ابن جریر کا اس کو اختیار کرنا ضرور اہمیت رکھتا ہے نیز امام بیہقی نے "الاسماء والصفات" میں کہتے ہیں:وفي معنى هذه الآية يعني هو يعبد في السماوات وفي الأرض. كما سيأتي في الآية الآتية ﴿ وَهُوَ ٱللَّهُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَفِي ٱلْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ﴾ على أن بعض القراء يجعل الوقف في هذه الآية عند قوله ﴿ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ ﴾، ثم يبتدئ فيقول : ﴿ وَفِي ٱلْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ ﴾ وفي الأرض يعلم سركم وجهركم.

آیت کے اس معنی میں (یعنی آسمانوں اور زمین میں وہ معبود ہے، جیسا کہ اگلی آیت میں آ رہا ہے) یہ آیت ہے ﴿ وَهُوَ ٱللَّهُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَفِي ٱلْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ﴾ بعض قراء اس آیت میں ﴿ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ ﴾ پر وقف کرتے ہیں اور ﴿ وَفِي ٱلْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ ﴾ کو الگ جملہ بناتے ہیں۔ ([2])

وكيف ماكان فلو أن قائلا قال فلان بالشام والعراق يملك يدل على قوله يملك على الملك بالشام والعراق لا إنه بذاته فيهما.

جیسے بھی ہو اگر کوئی کہنے والا کہے، فلاں شام اور عراق میں ہے، ملکیت رکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ شام و عراق کا مالک ہے، یہ نہیں کہ وہ بالذات ان دونوں میں ہے۔

پس اس قرأت سے بھی ابن جریر کی تفسیر کی تائید ہوئی ہے اس طرح یہ آیت محلِ نزاع سے ہی باہر رہتی ہے بلکہ علو باری تعالیٰ اور اس کے عرش پر ہونے کی اول دلیل ہے۔ وهو الجواب الثاني.

وثالثاً: یہاں پھر امام بیہقی و القرطبی کی عبارات سے ظاہر ہوا کہ یہ معنی محاورہ کے موافق ہے نیز اس کی تائید میں امام ابن قتیبہ کی عبارت اگلی آیت کے جوابات میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئیں گی۔

ورابعاً: امام ابن کثیر کے قول سے یہ ظاہر ہے کہ جہمیہ اور حلولیہ واتحادیہ جو اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں وہ اجماع مفسرین کے خلاف ہے، لہٰذا ان کا استدلال بھی غیر صحیح ہوا۔

---

[1]- سواطع الإلهام للفيضى (١٧٦).

[2]- الأسماء والصفات للبيهقي طبع الهند (٣٠٥).

خامساً: سیاق بھی ان کے معنی کو رد کرتا ہے۔قال الله تعالیٰ:﴿ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَجَعَلَ ٱلظُّلُمَٰتِ وَٱلنُّورَ ۖ ثُمَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿١﴾ هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰٓ أَجَلًا ۖ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُۥ ۖ ثُمَّ أَنتُمْ تَمْتَرُونَ ﴿٢﴾ وَهُوَ ٱللَّهُ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَفِى ٱلْأَرْضِ ۖ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ﴿٣﴾ ﴾ (الأنعام)

سب حمد الله کیلئے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیاں اور روشنی بنائی پھر کفر کرنے والے اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں، وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک میعاد کا فیصلہ کیا اور اس کے ہاں وقت مقرر ہے پھر تم شک کرتے ہو، وہ الله ہے، آسمانوں اور زمین میں تمہارے چھپے اور ظاہر کو جانتا ہے اور جو کسب کرتے ہو اس سے واقف ہے۔

الاول: الله سے دوسروں کو برابر کرنے پر انکار اور اس سے زیادہ برابری کیا ہو گی کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ ہر مخلوق کے ساتھ متحد ہو یا مخلوط یا اس کے اندر ہے پس آیت مبحوثہ فیہا سے یہ معنی لینا غلط ہے۔

الثانی: بلکہ برابر کرنے کو کافروں کا فعل بتا رہا ہے۔کفریہ عقیدے کے موافق قرآن کی تفسیر کرنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔

الثالث: نور و ظلمت کا ذکر بھی اس کو منافی ہے کیونکہ اگر الله ہر جگہ ہوتا تو پھر کہیں بھی ظلمت نہ ہوتی۔

الرابع: ﴿ خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ﴾ مٹی زمین میں ہے پھر کہا: ﴿ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُۥ ﴾ اس میں تباين بين الخالق والمخلوق کی طرف اشارہ ہے۔

الخامس: پھر سر و جہر و ہر کسب کو جاننا تباین کو بتاتا ہے ورنہ ساتھ رہ کر ہر ایک جان سکتا ہے۔

السادس: ﴿ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ﴾ پر غور کریں اگر یہاں ہوتے تو یہ کمال نہیں، ہم ہوتے تو ہم بھی جانتے الحاصل سیاقِ آیات ان کے استدلال کو باطل اور ہمارے استدلال کو مضبوط کرتا ہے۔ والحمد لله.

الجواب السادس: اور پھر آگے چوتھی آیت میں نزول کا ذکر ہے جو علو پر دلیل ہے۔

سابعاً: نیز پانچویں اور چھٹی آیتوں میں منکرین اور نافرمانوں پر عذاب اترنے کا ذکر ہے، یہ صریحاً تباین اور علو پر زبردست دلیل ہے اس لئے کہ الله تعالیٰ نے رسول الله ﷺ کو خطاب کیا کہ: ﴿ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ ... ﴾ اور الله ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک آپ ان میں ہیں۔ (الأنفال: ۳۳)

پس جن میں خود الله بزعمہم موجود ہے ان پر عذاب کیسے ہو گا۔ فاعتبروا يا أولي الأبصار.

وثامناً: پھر چھٹی آیت میں بارش نازل کرنے کا ذکر ہے وہ بھی علو و فوقیت کی دلیل ہے۔

وتاسعاً: پھر فرمایا کہ:﴿ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَٰبًا فِى قِرْطَاسٍ ... ﴾(الأنعام: ۷).﴿ وَلَوْ أَنزَلْنَا مَلَكًا ﴾(الأنعام:۸) ثابت ہوا کہ بذاته في كل مكان ہونا غلط ہے اس پر اس آیت سے استدلال ہرگز قابل قبول نہیں۔

وعاشراً: ان کے استدلال کی بناء پر آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ ہر جگہ موجود ہے اور سورۂ طٰہٰ میں یوں ہے کہ:

﴿ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ ۝٥ لَهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلۡأَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَمَا تَحۡتَ ٱلثَّرَىٰ ۝٦ وَإِن تَجۡهَرۡ بِٱلۡقَوۡلِ فَإِنَّهُۥ يَعۡلَمُ ٱلسِّرَّ وَأَخۡفَى ۝٧﴾ (طه)

رحمن نے عرش پر استوا کیا جو آسمانوں اور جو زمین میں اور جو ان کے مابین ہے اور جو تحت الثریٰ ہے سب اسی کا ہے اگر تو بات اونچی کہے تو وہ پوشیدہ اور اس سے مخفی ترین کو جانتا ہے۔

ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان پر اس کی بادشاہی اور حکومت ہے اور وہی ہر ظاہر و خفیہ چیز کو جانتا ہے۔ اب اہلِ نظر انصاف کریں کہ کون سا مفہوم مناسب اور اللہ تعالیٰ کی شان کے موافق ہے اور کون سا اس کے خلاف؟ بلکہ یہ آیتیں مبحوث فیہا آیت کی تفسیر ہوں گی پس معنی وہی ہو گا جو سلف سے منقول ہوا۔

الآية السابعة: ﴿وَهُوَ ٱلَّذِى فِى ٱلسَّمَآءِ إِلَٰهٌ وَفِى ٱلۡأَرۡضِ إِلَٰهٌ ...﴾ (الزخرف: ٨٤) وہی آسمان اور زمین میں الٰہ ہے۔

أقول: سابقہ جوابات میں اس آیت کے جوابات بھی آ گئے نیز سلف اور اہلِ تفسیر یہاں بھی علم قدرت مراد لیتے ہیں یعنی وہی آسمان و زمین والوں کا معبود ہے۔

فأخرج ابن جرير، والبيهقى فى الأسماء والصفات: (طبع الهندى) عن قتادة قال يعبد فى السماء ويعبد فى الأرض وكذا قال مجاهد وقال الزجاج هوَ الموَحد فى السماء وفى الأرض كذ افى زاد المسير وفى تنوير المقباس على هامش الدر المنثور ﴿وَهُوَ ٱلَّذِى فِى ٱلسَّمَآءِ إِلَٰهٌ﴾ إله كل شئ فى السماء وفى الأرض إله إله كل شئ فى الأرض وهو الحكيم فى أمره وقضائه العليم بخلقه وتدبيره.

امام ابن جریر اور امام بیہقیؒ "الاسماء والصفات" میں قتادہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ: آسمان میں عبادت اسی کی ہے اور زمین میں عبادت اسی کی اور اسی طرح مجاہد نے کہا زجاج کہتے ہیں: وہی آسمان و زمین میں ایک ہے، "زاد المسیر" میں اس طرح ہے، "تنویر المقباس" میں ہے: وہ آسمان میں ہر چیز کا معبود ہے اور زمین پر ہر چیز کا معبود ہے وہ اپنے امر و قضا میں حکمت والا اور اپنی خلقت و تدبیر میں علم والا ہے۔[1]

وقال ابن جرير يقول تعالى ذكره: والذي له الألوهة في السماء معبود، وفي الأرض معبود كما هو في السماء معبود، لا شيء سواه تصلح عبادته؛ يقول تعالى ذكره: فأفردوا لمن هذه صفته العبادة، ولا تشركوا به شيئا غيره.

[1] – تفسير ابن جرير (٢٥/ ١٠٤)، الأسماء والصفات للبيهقي(٣٠٥)، زاد المسير لابن الجوزي(٧/ ٢٣٣)، الدر المنثور للسيوطي(٥/ ١٤٨).



ابن جریر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ ہی وہ ذات ہے جو کہ آسمان میں معبود ہے، الوہیت اسی کی اور زمین میں بھی آسمان کی طرح معبود، اس کے سوا کوئی نہیں جو عبادت کے لائق ہو، اس لئے اللہ نے فرمایا: جس کی یہ صفت ہو تم بھی صرف اسی کی عبادت کرو، کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ بناؤ۔ (۱)

وقال القرطبي: هذا تكذيب في أن لله شريكا وولدا، أي هو المستحق للعبادة في السماء والأرض.

قرطبی کہتے ہیں: اس آیت میں اس بات کی تکذیب کی گئی ہے کہ اللہ کا کوئی شریک ہے اور اس کا ولد ہے یعنی وہی آسمان و زمین میں مستحق عبادت ہے۔ (۲)

وقال ابن كثير: أي: هو إله من في السماء، وإله من في الأرض، يعبده أهلها، وكلهم خاضعون له، أذلاء بين يديه، ﴿وَهُوَ ٱلۡحَكِيمُ ٱلۡعَلِيمُ﴾ وهذه الآية كقوله سبحانه وتعالى ﴿وَهُوَ ٱللَّهُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَفِي ٱلۡأَرۡضِ يَعۡلَمُ سِرَّكُمۡ وَجَهۡرَكُمۡ وَيَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُونَ﴾ أي: هو المدعو الله في السموات والأرض. (۳)

ابن کثیر کہتے ہیں: وہ آسمان والوں اور زمین والوں کا الٰہ ہے یہ سب اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کے آگے جھکتے ہیں، اس کے سامنے ذلیل ہیں اور وہی حکمت والا، جاننے والا ہے، اس آیت کا مفہوم اس دوسری آیت کی طرح ہے: وہ اللہ ہے آسمانوں اور زمین میں تمہارے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے اور جو کرتے ہو اس سے واقف ہے یعنی آسمانوں اور زمین میں اس کو اللہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

وقال الخازن: يعني هو الإله الذي يعبد في السماء وفي الأرض لا إله إلا هو.

خازن کہتے ہیں: یعنی وہ الٰہ ہے جس کی عبادت آسمان و زمین میں کی جاتی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ (۴)

وهكذا فى البغوى على هامشه. بغوی میں اسی طرح ہے۔

وقال ابوحيان فى البحر المحيط والمعنى أنه هو معبود فى السماء ومعبود فى الأرض. وقال البيضاوى مستحق لأن يعبد فيهما.

ابو حیان "البحر المحیط" میں کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ وہ آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے۔ بیضاوی کہتے ہیں کہ: وہ آسمان و زمین میں مستحق عبادت ہے۔ (۵)

وقال الشوكانى: والمعنى هو الذى معبود فى الأرض أومستحق للعبادة فى الأرض وهكذا فى الجلالين مع

۱- تفسير ابن جرير (۲۵/ ۱۰٤).

۲- تفسير القرطبي (۱٦/ ۱۲۱).

۳- تفسير ابن كثير (۱/ ۱۳٦).

٤- لباب التأويل في معاني التنزيل للخازن (٦/ ۲۲۹).

٥- البحر المحيط لأبي حيان (۸/ ۳۹)، أنوار التنزيل وأسرار التأويل للبيضاوي(٤/ ٦۳).



جامع البیان علی هامشه، والجمل، والقاسمی، ومراح لبید مع الواحدی علی هامشه.

شوکانی کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ وہی آسمان میں معبود اور زمین میں معبود ہے یا آسمان اور زمین میں مستحق عبادت ہے، جلالین، جمل اور قاسمی و مراح لبید میں اسی طرح ہے۔ (۱)

ثانیاً: فی بمعنی علی بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ دلائلِ قرآنیہ کے پیراگراف میں آیت ﴿ءَأَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ﴾ کے تحت بیان ہوا

قال القرطبی: وقیل فی بمعنی علی کقوله تعالیٰ ﴿وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ ٱلنَّخْلِ﴾ أی علی جزوع النخل أی هو القادر علی السماء والارض و هکذا فی الشوکانی.

قرطبی فرماتے ہیں بعض کہتے ہیں: فی بمعنی علی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں: میں تمہیں کھجوروں کے تنوں پر سولی دوں گا۔

﴿فِي جُذُوعِ ٱلنَّخْلِ﴾ بمعنی علی جزوع النخل مطلب یہ ہے کہ وہ آسمان و زمین پر قادر ہے، شوکانی میں اسی طرح ہے۔ (۲)

پس یہ آیت در اصل علو پر دلیل ہوئی اور اس آیت ﴿وَهُوَ ٱلْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ﴾ کے ہم معنی ہوئی۔

ثالثاً: سیاق ملاحظہ ہو: ﴿أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَىٰهُم ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾ قُلْ إِن كَانَ لِلرَّحْمَـٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا۠ أَوَّلُ ٱلْعَـٰبِدِينَ ﴿٨١﴾ سُبْحَـٰنَ رَبِّ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ رَبِّ ٱلْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا۟ وَيَلْعَبُوا۟ حَتَّىٰ يُلَـٰقُوا۟ يَوْمَهُمُ ٱلَّذِى يُوعَدُونَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ ٱلَّذِى فِى ٱلسَّمَآءِ إِلَـٰهٌ وَفِى ٱلْأَرْضِ إِلَـٰهٌ ۚ وَهُوَ ٱلْحَكِيمُ ٱلْعَلِيمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبَارَكَ ٱلَّذِى لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٥﴾ وَلَا يَمْلِكُ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ ٱلشَّفَـٰعَةَ إِلَّا مَن شَهِدَ بِٱلْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾﴾ (الزخرف)

کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے خفیہ اور ظاہر کو نہیں سنتے کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس ہیں، لکھ رہے ہیں کہہ دیجئے اگر رحمن کی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے عبادت کروں مگر آسمانوں اور زمین کا رب اور عرش کا مالک اس سے منزہ و پاک ہے جو یہ بیان کر رہے ہیں۔ آپ ان کو باتیں بنانا اور کھیلنے دیں، یہاں تک کہ اس دن آ جائیں گے جس کا وعدے دیئے جاتے ہیں اور وہی آسمان میں الٰہ ہے اور زمین میں الٰہ ہے اور وہی حکمت والا، علم والا ہے وہ ذات بابرکت ہے جس کیلئے آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے اور اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے اس کے سوا جن کو پکارتے ہیں، وہ سفارش کرنے کے مالک نہیں ہیں، ہاں جن لوگوں نے حق کی گواہی دی اور وہ تصدیق کیا کرتے تھے وہ بہ اجازت اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کی سفارش کریں گے۔

یہاں چند مقامات پر علم کا ذکر ہے ﴿وَهُوَ ٱلْحَكِيمُ ٱلْعَلِيمُ﴾ ﴿وَعِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ﴾ اور وہ بکمالہ جب ہو کہ اوپر سے سب کچھ جانتا ہو۔ دوم یہ خبر دینا کہ ہمارے رسل ان کے پاس ہیں لکھتے رہتے ہیں یہ مباینت پر دلیل ہے۔ سوم لفظ رسل خود

۱– فتح القدیر للشوکانی (۴/۵۵۱)، الجلالین (۴۰۸)، تفسیر الجمل (۴/ ۹۷)، محاسن التأویل للقاسمی (۱۴/ ۵۲۸۹)، مراح لبید (۲/ ۲۸۰).

۲– تفسیر القرطبی (۱۲۱)، فتح القدیر للشوکانی (۴/ ۵۵۱).

تباین وعلو کا پتہ دیتا ہے۔ چہارم اس کی طرف جب رجوع ہو کہ وہ جدا ہو۔ پنجم اسم "الرحمن" بھی علو اور عدم اتحاد کو چاہتا ہے جیسا کہ دوسری آیت کے سترھویں جواب میں ذکر ہوا۔ ششم یہاں عرش کا ذکر ان کی سب امیدوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ ہفتم آسمان و زمین کی بادشاہت جب ہو کہ سب کے اوپر رہے۔ ہشتم جہاں ان آیتوں میں غلط شفاعتوں کا ذکر کیا وہاں شفاعتِ برحق کو ثابت رکھا ہے اور یہ تباین کی دلیل ہے پس یہ آیت اتحادیوں کی دلیل نہیں بن سکتی ہے۔

رابعاً: محاورہ اور استعمال بھی اس معنی کو صحیح رکھتا ہے جو کہ سلف نے ذکر کیا ہے جیسا چھٹی آیت کے جواب میں امام بیہقی کا قول ذکر ہوا۔

وقال ابن قتيبة فى تأويل مختلف الحديث: وأما قوله ﴿وَهُوَ ٱلَّذِى فِى ٱلسَّمَآءِ إِلَٰهٌ وَفِى ٱلْأَرْضِ إِلَٰهٌ﴾ فليس فيه ما يدل على الحلول بهما وإنما أراد إنه إله السماء وإله من فيها وإله الأرض وإله من فيها ومثل هذا من الكلام قولك هو بخراسان أمير وبمصر أمير فالإمارة تجتمع له فيهما وهو حال بإحداهما أو بغيرهما وهذا واضح لا يخفى.

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ "تاویل مختلف الحدیث" میں کہتے ہیں: آیت ﴿وَهُوَ ٱلَّذِى فِى ٱلسَّمَآءِ إِلَٰهٌ وَفِى ٱلْأَرْضِ إِلَٰهٌ﴾ حلول پر دلالت نہیں کرتی بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ آسمان اور آسمان والوں کا معبود ہے اور زمین اور زمین والوں کا معبود ہے، دیکھئے روز مرہ محاورات میں ہے۔ وہ خراسان میں امیر ہے اور مصر میں امیر ہے ان دونوں علاقوں میں امارت ہے اور خود ان میں سے ایک جگہ میں ہو گا یا ان کے علاوہ کسی تیسری جگہ میں، یہ واضح اور غیر مخفی ہے۔[1]

خامساً: بلکہ ان کے استدلال کو قرآن رد کرتا ہے۔

قال: ﴿ثُمَّ ٱسْتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ٱئْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَآ أَتَيْنَا طَآئِعِينَ ﴿١١﴾﴾ (فصلت)

فرمایا: پھر اس نے آسمان کا قصد کیا اور وہ دھواں تھا اور اسے اور زمین کو کہا طوعاً یا کرہاً آؤ دونوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ حلول نہیں، دونوں سے بائن بلکہ ان پر حکومت ہے نیز استوی کے بعد حکم دینا ثابت کرتا ہے کہ وہ خود اوپر ہے اور دونوں آسمان و زمین پر حکومت کرتا ہے۔

سادساً: بلکہ آیت میں قائلینِ توسل کا رد ہے جو کہ کہتے تھے کہ: ﴿...أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ ٱللَّهِ ءَالِهَةً أُخْرَىٰ ...﴾ (الأنعام: ١٩)

بیشک اللہ کے ساتھ دوسرے معبود ہیں۔

﴿...وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ...﴾ (یونس: ١٨) اور کہتے ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ﴾ (الزمر: ٣) ہم ان کی عبادت اسی لئے کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔

﴿أَجَعَلَ ٱلْءَالِهَةَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا ...﴾ (ص: ٥) کیا اس نے سب الٰہ کو ایک الٰہ بنا دیا ہے۔

---

[1]- تأويل مختلف الأحاديث للإمام ابن قتيبة (٣٤٧).



پس بتایا کہ نہیں وہی ایک عبادت کے لائق ہے، اہل السماء خواہ اہل الارض کیلئے لا غیرہ۔ جیسا کہ مزید بیان بیسویں حدیث میں سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے والد کے قصہ میں ذکر ہوا کہ: يَا حُصَيْنُ كَمْ تَعْبُدُ الْيَوْمَ إِلَهًا قَالَ أَبِي سَبْعَةً، سِتَّةً فِي الْأَرْضِ وَوَاحِدًا فِي السَّمَاءِ. (1)

اے حصین آج کل تو کتنے الٰہوں کی عبادت کر رہے ہو؟ کہا سات کی، چھ کی زمین میں اور ایک اللہ کی آسمان میں۔

سابعاً: سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آسمان و زمین دونوں میں کیسے ہے؟ اوپر ہے یا نیچے یا باری باری ہے یا تقسیم شدہ ہے؟ کیا یہ نظریہ قائم رہ سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ لہٰذا علو کا اعتقاد سب مشکلات کو حل کر دیتا ہے مگر ان لوگوں کی تفسیر سمجھ سے باہر ہے پس آیت کی صحیح تفسیر وہی ہے جو سلف نے بیان کی۔ جس سے اللہ کا علو اور مباینت عن الخلق ثابت ہوتی ہے۔

الآية الثامنه: ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ (البقرة: ١١٥) جدھر منہ کرو ادھر اللہ کی ذات ہے۔

أقول اولاً: اس کی شانِ نزول کے متعلق مختلف اقوال ہیں مگر مشہور یہ ہے: وقد ورد التصريح بسبب نزولها فأخرج ابن جرير وابن أبي حاتم من طريق عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عن ابْنُ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، أَمَرَهُ اللهُ أَنْ يَسْتَقْبِلَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَفَرِحَتِ الْيَهُودُ فَاسْتَقْبَلَهَا بِضْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ يُحِبُّ قِبْلَةَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَكَانَ يَدْعُو اللهَ وَيَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾، فَارْتَابَ الْيَهُودُ قَالُوا ﴿مَا وَلَّاهُمْ عَن قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا﴾ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى ﴿قُل لِّلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ وقال ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ إسناده قوي والمعنى أيضا يساعده فليعتمد.

امام سیوطی "لباب النقول فی اسباب النزول" میں کہتے ہیں: کہ اس کے سببِ نزول کی تصریح وارد ہوئی ہے، ابن جریر اور ابن ابی حاتم بہ طریق علی بن ابی طلحہ وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا، یہودی خوش ہوئے چند ماہ ہم نے ادھر ہی منہ کیا اور آپ ﷺ قبلہ ابراہیم کو پسند کرتے تھے، اللہ سے دعا کرتے اور آسمان کی طرف دیکھتے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: اس کی طرف اپنے چہرے پھیر لو، یہودیوں نے شک کیا اور کہا ان کو پہلے قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا ہے، اللہ نے یہ حکم نازل فرمایا: کہہ دیجئے اللہ کیلئے ہے مشرق اور مغرب نیز فرمایا: جدھر منہ کرو وہیں اللہ کی ذات ہے، اس کی سند قوی ہے، معنی بھی اس کی تقویت کرتا ہے، لہٰذا قابل اعتماد ہے۔ (2)

اسی قول کو اکثر ائمہ ترجیح دیتے ہیں: کالقاضی ابن العربی فی احکام القرآن وابن کثیر وغیرہ، پس معلوم ہوا کہ یہود کی تردید کیلئے اتاری گئی کہ جس طرح تم کو قبلہ کا حکم دیا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور قبلہ محض توجہ کیلئے ہے اس میں فی کل مکان کا ذکر کوئی نہیں۔

1- (ضعيف) ضعيف سنن الترمذي حديث رقم (٣٤٨٣)، سنن الترمذي كِتَاب الدَّعَوَاتِ بَاب مَا جَاءَ فِي جَامِعِ الدَّعَوَاتِ حديث رقم (٣٤٠٥)

2- لباب النقول في اسباب النزول للسيوطي (١٧).



ثانیاً: اگر ہر طرف اللہ ہوتا اور فی کل مکان ہوتا تو نماز کیلئے قبلہ معین نہ کیا جاتا۔

ثالثاً: بعض نے اسی آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس طرف رخ کر کے دعا مانگی جائے تو قبول ہو گی۔

فأخرج ابن جرير عن مجاهد قال: ﴿ٱدۡعُونِيٓ أَسۡتَجِبۡ لَكُمۡۚ﴾ قالوا إلى أين فنزلت ﴿فَأَيۡنَمَا تُوَلُّواْ فَثَمَّ وَجۡهُ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ وَٰسِعٌ عَلِيمٞ﴾.

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب آیت نازل ہوئی: ﴿ٱدۡعُونِيٓ أَسۡتَجِبۡ لَكُمۡۚ﴾ تو لوگوں نے کہا کدھر سے بلائیں؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَأَيۡنَمَا تُوَلُّواْ . . .﴾۔[1]

اور دعا میں ہاتھ اوپر کی طرف اٹھتے ہیں، ثابت ہوا کہ وہ دائیں یا بائیں یا آگے یا پیچھے نہیں بلکہ اوپر ہے جس طرف چاہو دعا کے وقت رخ کر لو۔

رابعاً: یہاں علماء و مفسرین معنی یوں بیان کرتے ہیں: قال الخازن في لباب التأويل: ومعنى الآية أن لله المشرق والمغرب ومابينهما خلقا وملكا وإنما خص المشرق والمغرب إكتفاء عن جميع الجهات لأن له كلها وما بينهما خلقه وعبيده وأن على جميعهم طاعته فيما أمر به ونهاهم عنه فمما أمر بإستقباله فهو قبلة فإن القبلة ليست قبلة لذاتها بل أن الله تعالىٰ جعلها قبلة وأمر بالتوجه إليها ﴿فَأَيۡنَمَا تُوَلُّواْ فَثَمَّ وَجۡهُ ٱللَّهِۚ﴾ أى فهنا لك قبلة الله التى وجهكم إليها وقيل معناه فثم وجه الله بعلمه وقدرته والوجه صفة ثابتة لله تعالىٰ لامن حيث الصورة.

خازن "لباب التأویل" میں کہتے ہیں کہ آیت کا معنی یوں ہے: مشرق و مغرب اور جو ان کے درمیان ہے سب اللہ کے پیدا کردہ ہیں اور اسی کی ملک دیگر جہات کے بجائے مشرق و مغرب پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے کہ کل جہات اسی کی ہیں اور جو ان کے درمیان ہے اس کی مخلوق اور غلام ہے، سب پر اس کے اوامر و نواہی کی اطاعت لازم ہے، جس کی طرف منہ کرنے کا حکم دے دیا وہی قبلہ ہو جائے گا کیونکہ قبلہ لذاتہ قبلہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قبلہ بنایا ہے اور اس کی طرف توجہ کا حکم دیا ہے جہاں منہ کرو وہاں اللہ کی ذات ہے، یعنی وہاں اللہ کا قبلہ ہے جس کی طرف تمہیں منہ کرنے کا حکم دیا۔ بعض کہتے ہیں وہاں اللہ کی ذات علم و قدرت کے ساتھ ہے، وجہ اللہ کی صفت ہے مگر صورت و شکل سے پاک و منزہ۔[2]

وقيل: فثم رضا الله أى تريدون بالتوجه إليه رضاه.وهكذا فى معالم التنزيل للبغوى على هامشه وقال القاضى أبوبكر ابن العربي فى أحكام القرآن قيل معناه فثم الله وهذا يدل على نفى الجهة والمكان عنه تعالىٰ لإستحاله ذلك عليه وأنه فى كل مكان بعلمه وقدرته.

---

[1] – تفسیر ابن جریر (۲/ ۱۵۹).

[2] – لباب التأويل للخازن (۱/ ۸۵).

بعض کہتے ہیں وہاں اللہ کی رضا ہے، یعنی تم قبلہ کی طرف توجہ میں اس کی رضا کا ارادہ کرو۔ "معالم التنزیل" میں اسی طرح ہے قاضی ابو بکر ابن العربی "احکام القرآن" میں کہتے ہیں کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: وہاں اللہ ہے۔ یہ اللہ سے جہت و مکان کی نفی پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ کیلئے یہ محال ہے اور وہ اپنے علم وقدرت سے مکان میں ہے۔ (1)

وقيل معناه فثم قبلة الله ويكون الوجه أسماء للتوجه وتحقيق القول فيه أن الله تعالىٰ أمر بالصلوٰة عباده وفرض فيها الخشوع إستكمالا للعبادة والزم الجوارح السكون واللسان الصمت إلا عن ذكرالله تعالىٰ ونصب البدن إلى جهة واحدة ليكون ذلك أنفى للحركات وأبعد للخواطر وعينت له جهة الكعبة تشريفا.

بعض کہتے ہیں: وہاں اللہ کا قبلہ ہے، الوجہ توجہ کے معنی میں ہے۔ اس بارے میں تحقیقی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نماز کا حکم دیا ہے اور عبادت کی تکمیل کیلئے خشوع فرض کیا اور اعضاء پر سکون لازم کیا اور زبان پر خاموشی اللہ کا ذکر اس سے مستثنٰی ہے اور بدن کو ایک جہت میں رکھنا بھی ضروری ہے تا کہ اس طرح حرکات منتفی ہو سکیں اور خیالات کو دور پھینکے جہتِ کعبہ اس کیلئے تشریفا متعین کی گئی ہے۔

وقيل له أن الله سبحانه قبل وجهك معناه أنك قصدت التوجه إلى الله تعالىٰ وقد عين لك هذا الصواب فهنا لك تجد ثوابك وتحمد إيابك. ونحوه فى البيضاوى درسية وغيره من التفاسير.

بعض کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کے سامنے ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے اپنی توجہ اللہ کی طرف کی ہے اور تیرے لئے یہ جہت متعین ہے تو وہاں ہی تو اپنا ثواب پائے گا اور اپنے رجوع کی تعریف کرے گا، بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں اسی طرح ہے۔ (2) پس ان کا استدلال صحیح نہیں ہے۔

خامساً: سیاق بھی اسی کو مقتضی ہے۔ پوری آیت اس طرح ہے:

﴿وَلِلَّهِ ٱلْمَشْرِقُ وَٱلْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا۟ فَثَمَّ وَجْهُ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿١١٥﴾﴾ (البقرة)

ترجمہ: اللہ ہی کیلئے مشرق و مغرب ہیں جہاں منہ کرو وہاں ہی اللہ کا وجہ ہے یقیناً اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

ابتداء میں اپنی بادشاہت کی وسعت کی خبر دی جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا کہ: ﴿قَالَ رَبُّ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَآ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾﴾ (الشعراء) کہا مشرق و مغرب اور جو ان کے درمیان ہیں ان کا رب ہے اگر تم سوچتے ہو۔

قال ابن جرير: يعني ملك مشرق الشمس ومغربها، وما بينهما من شيء.

ابن جریر کہتے ہیں: یعنی سورج کے مشرق اور مغرب اور ان کے مابین کا مالک ہے۔ (3)

1- احكام القرآن للقاضى ابوبكر (١/ ٣٥).

2- أنوار التنزيل وأسرار التأويل للبيضاوى (١٠١).

3- تفسير ابن جرير (١٩/ ٧٠).



اور اخیر میں اپنی وسعتِ رحمت اور علم کا ذکر فرمایا: کما قال عن الملٰئکۃ: ﴿...رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا ...﴾ (غافر: ۷) فرشتوں کا کلام نقل کیا: اے ہمارے رب تیری رحمت و علم ہر چیز پر وسیع ہے۔

اور مفہوم یہ ہوا کہ ہر جگہ اللہ کی حکومت ہے اور کوئی چیز اللہ کے علم و قدرت سے باہر نہیں تم جہاں بھی جاؤ تم کو اللہ جانتا ہے اور تم پر قادر ہے۔ کما قال: ﴿...أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٤٨﴾﴾ (البقرۃ) جیسا کہ فرمایا: جہاں ہو تم سب کو اللہ لائے گا یقیناً اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

قال الراغب: أی شغل تحریتم أو حیثما تصرفتم وأی معبود إتخذتم فإنکم مجموعون ومحاسبون علیها ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ تعلیل لما قبله أی هو قادر علی جمعکم من الأرض وإن تفرقت أجسادکم وأبدانکم کذا فی القاسمی.

امام الراغب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کوئی بھی کام تلاش کر لو جہاں بھی کام کرو اور جس معبود کو معبود بناتے رہو تم نے جمع ہونا ہے اور تمہارا محاسبہ ہونا ہے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے یہ جملہ ما قبل کی تعلیل ہے، مقصد یہ ہے کہ وہ زمین میں سے تمہیں جمع کرنے پر قادر ہے چاہے تمہارے جسم اور بدن ختم ہو جائیں، القاسمی میں اسی طرح ہے۔[1]

یعنی ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت تم پر محتوی اور محیط ہے۔

کما قال: ﴿...وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ...﴾ (التوبۃ: ۲) ترجمہ: اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

﴿وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن نُّعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَن نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ﴿١٢﴾﴾ (الجن)

ہم نے یقین کر لیا کہ ہم اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہی بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں۔

اس طرح پوری آیت ہماری حجت ہے۔

قال القاسمی: بعد ذکر تمام الآیة بیان لشمول ملکوته لجمیع الافاق المتسبب عنه سعة علمه وفی ذلك تحذیر من المعاصی وزجر عن إرتکابها وقوله: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ نظیر قوله تعالیٰ: ﴿إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ﴾ وکقوله تعالیٰ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ وقوله: ﴿مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ وقوله: ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا﴾ أی عم کل شئ بعلمه وتدبیره و إحاطته به وعلوه علیه.

آیت ذکر کرنے کے بعد قاسمی نے کہا: آیت میں اللہ کی تمام کائنات پر حکومت کا بیان ہے جس کا سبب اس کی وسعتِ علم ہے اور اس میں معاصی اور ان کے ارتکاب سے ڈرایا گیا ہے، اللہ کا یہ فرمان: اگر تم آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، قوت کے بغیر تم نہیں نکل سکتے، اور اس فرمان کی مانند: تم جہاں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے، اور اس فرمان کے مطابق:

---

[1] محاسن التأویل للقاسمی (۲/ ۳۵۶).

اے ہمارے رب آپ کی رحمت و علم ہر چیز کو حاوی ہے، یعنی ہر چیز اس کے علم و تدبیر میں ہے اور اس کا احاطہ کر رکھا ہے اور اس پر عالی ہے۔([1])

سادساً: اس سے قبل آیت:﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ وَسَعَىٰ فِى خَرَابِهَآ ...﴾(البقرۃ:۱۱۴)

اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ کی مساجد میں اس کے ذکر سے منع کر دے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے، کے ساتھ اس کا ربط اس طرح ہے کہ پہلی آیت سے مساجد سے روکنے پر زجرو تہدید ہے اس سے یہ خیال نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کیلئے عبادت مخصوص مواضع ہی میں ہو سکتی ہے جیسا کہ بعض سابقہ اقوام کا خیال تھا کہ گرجاؤں اور ہیاکل کے علاوہ کہیں عبادت نہ ہوگی اس وہم کو دور کیا گیا کہ اللہ کی حکومت ہر جگہ ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں پس جہاں بھی تم عبادت کرو گے تو وہ اللہ کیلئے ہے بشرطیکہ نیت خالص ہو عبادت صحیح طریقہ پر ہو اور یہ زجراس لئے ہے کہ اس سے مسلمانوں کی عبادت کیلئے ہمیشہ اجتماعیت کو ختم کیا جاتا ہے اور شعائر اللہ کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

وفی تفسیر المنار:ووجه المناسبة والإتصال بين هذه الآية وما قبلها ظاهر على هذا التفسير فإن فيها إبطال ماكان عليه أهل الملل السابقة عن إعتقاد أن العبادة لله لا يصح أن يكون إلا فى الهيكل والمعبد المخصوص وفى إبطال هذا إزالة ما عساه يتوهم من وعيد من منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه من أنه وعيد على إبطال العبادة فى المواضع المخصوصة لأنه إبطال لها بالمرة إذ لا تصح إلا فى تلك المواضع فهذه الآية تنفى التوهم من حيث تثبت لنا قاعدة من أهم قواعد الإعتقاد وهى أن الله تعالى لا تحده الجهات ولا تحصره الأمكنة ولا يتقرب إليه بالبقاع والمعاهد ولا تنحصر عبادته فى الهياكل والمساجد وإنما ذلك الوعيد لإنتهاك حرمات الله وإبطال نوع من أنواع عبادته وهو العبادة الإجتماعية التى يجتمع لها الناس فى أشرف المعاهد على خير الأعمال التى تطهر نفوسهم وتهذب أخلا قهم.

اس تفسیر کے مطابق اس آیت اور اس سے پہلی آیت میں مناسبت و اتصال واضح ہے اس میں سابقہ اقوام کے اس اعتقاد کا بطلان ہے کہ اللہ کی عبادت ہیکل اور مخصوص عبادت گاہ میں ہی ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے مساجد میں اس کا نام ذکر کرنے سے رکاوٹ بننے والوں کو وعید سنائی ہے، اس میں یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ شاید اللہ کی عبادت مخصوص مواضع میں ہو سکتی ہے، تب ہی تو مساجد میں ذکر اللہ سے منع پر وعید ہے کہ اگر یہاں ذکر نہ ہوا تو ذکر بالکل ختم ہو جائے گا، یہ آیت مذکورہ اس وہم کا ازالہ ہے، اس میں عقیدے کا ایک قاعدہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کو جہات اور امکنہ میں محدود اور محصور نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی اس کے تقرب کیلئے کسی جگہ کی احتیاج ہے اور نہ ہی اس کی عبادت ہیاکل اور مساجد سے ہی مختص ہے، اس وعید کا تعلق اس سے

---

[1] محاسن التأويل للقاسمى (۲/ ۲۳۰).

ہے کہ اللہ کی حرمات کو نہ توڑا جائے اور ایک اجتماعی عبادت میں جہاں لوگ اکٹھے ہو کر اپنے نفوس کی تطہیر اور اپنے اخلاق کی تہذیب کرتے ہیں۔ رکاوٹ پیدا نہ کی جائے۔([1])

سابعاً: اگر ان کا استدلال تسلیم کیا جائے تو بڑی خرابی لازم آئے گی کیونکہ بوقت قضا حاجت جس طرف بھی متوجہ ہو گا اللہ سامنے ہو گا یہ اس ذات والی شان کی بے حرمتی ہے۔

ثامناً: بلکہ اس سے یہ عظیم مفسد بھی لازم آئے گا کہ وہ خواہ قبر پرست ہو یا آگ پرست، بت پرست ہو یا صورت پرست، پانی کو پوجتا ہو یا درخت کو، پیر یا کسی کو بھی پوجتا ہو تو وہ اللہ ہی کی عبادت کرتا ہے، اس کی طرف متوجہ ہے اور یہ شرک کو جائز رکھنا ہے جو قرآن کی تعلیم کے صریحاً خلاف و متضاد ہے۔

تاسعاً: بلکہ ان مشرکین کا اس طرح کہنا صحیح ہو گا کہ ہم خواہ کسی کو بھی بظاہر پوجتے ہیں مگر ہماری نیت میں اللہ کی عبادت ہے جو کہ اسلامی نظریے کے خلاف ہے حالانکہ اسلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔

﴿...مَا هَٰذِهِ ٱلتَّمَاثِيلُ ٱلَّتِيٓ أَنتُمۡ لَهَا عَٰكِفُونَ ۝٥٢﴾ (الأنبياء) یہ کیا مورتیاں ہیں جن کیلئے تم جمے بیٹھے ہو۔

قال ابن جرير: قال لهم أى هذه الصور التى انتم عليها مقيمون. وهكذا فى بقية التفاسير.

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ کیا صورتیں ہیں جن پر تم ٹھہرے ہوئے ہو۔ بقیہ تفاسیر میں بھی اسی طرح ہے۔([2])

پس جس تفسیر سے اسلامی شریعت کا تعطل لازم آئے وہ قرآن کی شایانِ شان نہیں اور نہ وہ اس کی تاویل کہی جا سکتی ہے۔

عاشراً: صوفیاء اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں چنانچہ "عرائش البیان فی حائف القران" مصنفہ ابن ابی النفر البقلی الشیرازی میں ہے: فأينما تولوا بعيون الأسرار فثم مكاشفة الأنوار.

راز کی آنکھوں سے جدھر منہ کرو گے وہیں مکاشفہ انوار ہو گا۔([3])

اور اس کے حاشیہ پر ابن عربی حاتمی طائی کی تفسیر چڑھی ہوئی ہے پر وہ لکھتے ہیں کہ: فأينما تولوا أى أيّ جهة تتواجهوا من الظاهر أو الباطن فثم وجه الله أى ذاته المتجلية بجميع صفاته. ([4])

یعنی ظاہر و باطن کی جس جہت کی طرف تم توجہ کرو گے وہاں ہی اللہ کی ذات جمیع صفات کے ساتھ متجلی ہو گی۔

اور دنیا کو معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے صرف جبل طور پر اپنی تجلی فرمائی تو وہ جل کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اگر یہ معنی ہوتا جو صوفیاء نے بتایا ہے تو پھر ہر چیز جل جاتی اور ریزہ ریزہ ہو جاتی اور جب ایسا نہیں تو یہ نہ تفسیر ہوئی نہ تاویل بلکہ تحریف ہوئی اور یہ جب تفسیر نہیں تو یہ استدلال جو کہ اس پر مبنی تھا وہ مردود ہوا۔

---

[1]– تفسير المنار (٤٣٥).

[2]– تفسير ابن جرير (١٧/ ٣٦).

[3]– عرائس البيان فى حائف القرآن لإبن أبى نصر الصوفي (١/ ٢٨)،

[4]– حاشية عرائش البيان فى حائف القرآن لإبن عربى (١/ ٨٠).

الحادي عشر: دراصل نماز سے جان چھڑانے والے بھی عذر کرتے ہیں کہ ہر طرف اللہ ہے ہم کس طرف سجدہ کریں پس یہ تفسیر صحیح نہیں۔

الثاني عشر: اگر یہ مفہوم ہے کہ ہر طرف خدا ہے تو پھر صرف تولوا نہیں بلکہ تستدبروا بھی ہو سکتا ہے یعنی جس طرف پیٹھ کرو گے وہاں اللہ ہے پھر تولی کے ذکر کی کیا خصوصیت ہے یعنی منہ کرو یا پیٹھ خدا ہی کی طرف ہے کیا یہ بے ادبی نہیں حالانکہ قرآن میں ہے:﴿...نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِۦ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾﴾ (النساء)

ہم اس کو وہی دیں گے جو وہ لے رہا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور جہنم بری جگہ ہے۔

الثالث عشر: ہر طرف خدا کے ماننے والے اور جس طرف دیکھو اللہ ہے تو پھر اللہ کیلئے کئی جہتیں ثابت ہوں گی اور ہر طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے کہ اس طرف اللہ ہے حالانکہ آپ ﷺ نے صرف آسمان کی طرف اشارہ کیا جس طرح چوتھی حدیث میں مذکور ہوا اور جب آپ ﷺ نے عورت سے سوال کیا کہ أين الله تو صرف آسمان کی طرف اشارہ کیا، ملاحظہ ہو تیسری حدیث۔ اگر فثم وجه الله سے یہ مراد ہوتی کہ ہر طرف اللہ ہے تو آپ ﷺ صرف آسمان کی طرف اشارہ کو ایمان نہ کہتے بلکہ فرماتے کہ: چاروں طرف نیچے اوپر اشارہ کرو۔ تعالى الله عما يصفون۔

الرابع عشر: نیز اگر یہ معنی ہوتا تو پھر ابلیس کا آگے اور پیچھے یا دائیں بائیں گمراہ کرنے کیلئے آنا جیسا کہ سورۂ اعراف کی آیت میں ہے:﴿ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَٰنِهِمْ وَعَن شَمَآئِلِهِمْ ۖ ...﴾ (الأعراف: ١٧)

پھر ان کے آگے پیچھے سے اور دائیں اور بائیں سے آؤں گا۔

کیا وہ اللہ اور بندے کے درمیان میں ہے؟ پھر اللہ نے یہاں نیچے رہ کر کیا کیا؟ بلکہ یہ تو توجہ إلى ابلیس ہوا اور اگر بندے اور اس کے درمیان خدا ہے تو ابلیس کیسے انسان تک پہنچتا اور گمراہ کرتا ہے؟ کیا ان کا خدا ابلیس کو بھی نہیں روک سکتا؟ تو پھر درمیان میں کیوں کھڑا ہے؟ پس ظاہر ہے کہ ہر جگہ اس کی قدرت ہے اور اس کے علم سے کوئی باہر نہیں ہو سکتا ہے جہاں بھی جائے اللہ سے مخفی نہیں رہ سکتا ہے اور وہ مستوی علی العرش ہے پس یہ آیت بھی ہماری حجت ہے۔ والحمد لله رب العالمين.

الآية التاسعة:﴿ وَفِىٓ أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾﴾ (الذاريات) کیا تم اپنے نفسوں میں نہیں دیکھتے۔

أقول أولا: یہ بھی صوفیوں کی جرأت ہے کہ اس آیت کو بھی دلیل بتاتے ہیں، خواجہ غلام فرید کہتا ہے کہ:

۔ و فی أنفسکم بھیت بتاوے — نحن اقرب بین بجاوے

لو ولیتم گیت سناوے — لفظ أنا الحق بولے[1]

حالانکہ پوری آیت ان پر حجت ہے۔

---

[1] ۔کلام غلام فرید (ص ۳۸۲)

قال جل وعلا: ﴿ وَفِي ٱلْأَرْضِ ءَايَٰتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِيٓ أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾ ﴾ (الذاریات)

زمین میں یقین کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں اور تم اپنے اندر نہیں غور کرتے ہیں۔

اور فی أنفسکم، فی الأرض پر معطوف ہے یعنی زمین میں یقین رکھنے والوں کیلئے ہماری قدرت کی نشانیاں ہیں اسی طرح تمہارے وجود میں بھی نشانیاں ہیں مگر تم ان نشانیوں کو نہیں دیکھتے یہی ہمارا مسلک ہے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت الی التوحید بر حق ہے۔

قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: ﴿ سَنُرِيهِمْ ءَايَٰتِنَا فِي ٱلْءَافَاقِ وَفِيٓ أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ ... ﴾ (فصلت: ۵۳)

ہم ان کو آفاق میں نشانیاں دکھائیں گے اور ان کے اپنے اندر حتی کہ ان کے سامنے واضح ہو جائے گا کہ یہ حق ہے۔

ثانیاً: یہ آیت خود اس مبحوث فیہا آیت کی تفسیر ہے جو کہ دوسری تفسیروں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

ثالثاً: اس کا مابعد بھی ان کے استدلال کو باطل کرتا ہے۔ أفلا تبصرون میں ہم کو خطاب ہے اگر خود اللہ مراد ہے تو پھر ہم کو نظر کیوں نہیں آتا ہے بلکہ آیات کا ذکر ہے کہ باوجود آیات واضح ہونے کے بھی تم نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں بلکہ دیکھ کر بھی منہ پھیر لیتے ہو اور سبق حاصل نہیں کرتے۔

کما قال: ﴿ وَكَأَيِّن مِّنْ ءَايَةٍ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ﴿١٠٥﴾ ﴾ (یوسف)

آسمانوں اور زمین میں کتنی نشانیاں ہیں جن سے اعراض کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

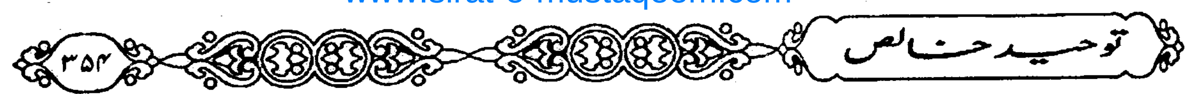
رابعاً: اس طرح تفسیر کر کے اصل مقصد قرآن کو ناکام کرنا ہے۔ حاشا اللہ کیونکہ مقصد قرآن یہ ہے کہ آیاتِ آفاق کو دیکھ کر اللہ کے وجود اور اس کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت حاصل ہو اور یہ نہیں رہتا بلکہ ہر چیز اللہ کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے پھر نشانی کیسے بنے گی۔

خامساً: سلف سے جو تفسیر منقول ہے وہ بھی واضح کرتی ہے۔

فأخرج عبد الرزاق وابن جرير وابن المنذر وأبو الشيخ فى العظمة عن قتادة فى قوله ﴿ وَفِي ٱلْأَرْضِ ءَايَٰتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴾ قال يقول معتبرلمن أعتبر ﴿ وَفِيٓ أَنفُسِكُمْ ﴾ قال يقول فى خلقه أيضاً إذا فكر فيه معتبر.

عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابو الشیخ "العظمہ" میں قتادہ سے روایت کرتے ہیں ﴿ وَفِي ٱلْأَرْضِ ءَايَٰتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴾ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ: زمین میں نشانیاں ہیں جو اعتبار کرے اس کیلئے اسی طرح تمہاری اپنی تخلیق میں اعتبار کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔

وأخرج ابن جرير وابن المنذر وأبوالشيخ عنه فى قوله ﴿ وَفِيٓ أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ قال من تفكر فى خلقه علم أنما لينت مفاصله للعبادة.



ابن جریر، ابن المنذر اور ابو الشیخ قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے کہا:﴿ وَفِىٓ أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾کا مطلب یہ ہے جو اپنے پیدا ہونے پر غور و فکر کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس کے اعضاء کی بناوٹ عبادت کیلئے ہے۔

وأخرج الفريابي وسعيد بن منصور وابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم والبيهقي في شعب الإيمان عن أبي الزبير رضي الله عنه في قوله ﴿ وَفِىٓ أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ قال سبيل الغائط والبول.

الفریابی، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی "شعب الایمان" میں ابو الزبیر سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿ وَفِىٓ أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ کی تفسیر میں انہوں نے کہا: قضاءِ حاجت کے راستوں پر غور کرو۔

وأخرج الخرائطي في مساوى الأخلاق عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال سبيل الغائط والبول.

خرائطی "مساوی الإخلاق" میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: اس سے مراد قضاءِ حاجت کا راستہ ہے۔

وأخرج ابن أبي حاتم عن السدى قال فيما يدخل من طعامكم وما يخرج كذا في الدرالمنثور، وفي تنوير المقباس على هامش الدرا لمنثور وفي أنفسكم أيضا علامات من الأوجاع والأمراض والبلايا حتى يأكل الرجل من مكان واحد ويخرج من مكانين﴿ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ أفلاتعقلون فتتفكروا فيما خلق الله. (١)

ابن ابی حاتم سدی سے روایت کرتے ہیں کہ: غور کرو طعام کے داخل ہونے اور نکلنے کے نظام میں، الدرالمنثور میں اسی طرح ہے۔

"تنویر المقباس" میں ہے: اور تمہارے نفسوں میں نشانیاں ہیں، دردوں، بیماریوں اور آزمائشوں وغیرہ میں اور یہ کہ انسان ایک راستہ سے کھاتا ہے اور دو جگہوں سے نکالتا ہے،﴿ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ کیا تمہیں سوجھ بوجھ نہیں ہے کہ اللہ کی تخلیق پر غور و فکر کر سکو۔

سادساً: یہی علماء و مفسرین بتاتے ہیں: قال ابن جرير: معنى ذلك ﴿ وَفِىٓ أَنفُسِكُمْ ۚ ﴾أيضا أيها الناس آيات وعِبر تدلُّكم على وحدانية صانعكم، وأنه لا إله لكم سواه، إذ كان لا يقدر على أن يخلق مثل خلقه إياكم ﴿ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ يقول: أفلا تنظرون في ذلك فتتفكروا فيه، فتعلموا حقيقة وحدانية خالقكم.

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ: اے لوگو تمہارے اندر نشانیاں اور عبرتیں ہیں جو تمہیں صانع کے ایک ہونے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں کا پتہ دیتی ہیں کیونکہ اس کے سوا کوئی بھی اس طرح کی تخلیق پر قدرت نہیں رکھتا﴿ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ کیا تم اس پر نظر نہیں کرتے کہ غور و فکر کرو اور اپنے خالق کی حقیقت و حدانیت جان سکو۔(٢)

وقال الشوكاني: أي وفي أنفسكم آيات تدل على توحيد الله وصدق ماجاء به الرسل فإنه خلقهم نطفة

١– الدر المنثور في التأويل بالمأثور للسيوطي(٦/ ١١٤)، تنوير المقباس من تفسير ابن عباس لإبن يعقوب الفيروز آبادى (٥/ ٢٧٠).

٢– تفسير ابن جرير (٢٦/ ٢٠٥).

ثـم علقة ثم مضغة عظاما إلى أن ينفخ فيه الروح ثم تختلف بعد ذلك صورهم وألوانهم وطباعهم والسنتهم ثم نفس خلقهم على هذه الصفة العجيبة الشأن من لحم ودم وعظم وأعضاء وحواس ومجارى ومنافس ومعنى ﴿ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ أفلا تنظرون بعين البصيرة تستدلون بذلك على الخالق الرازق المتفرد بالألوهية وأنه لاشريك له ولاضد ولاند وأن وعده الحق وقوله الحق وأن ما جاءت به الرسل هو الحق الذى لا ريب فيه ولاشبهة تعتريه.

امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یعنی تمہارے نفسوں میں اللہ کی توحید اور رسولوں کی تعلیم کی صداقت پر نشانیاں موجود ہیں، اللہ نے انسانوں کو نطفہ بنایا پھر جما ہوا خون پھر گوشت کا ٹکڑا پھر ہڈیاں یہاں تک کہ اس میں روح پھونکی بعد ازاں ان کی صورتیں، رنگ، طبائع اور زبانیں مختلف ہو گئیں پھر انسانوں کی اس عجیب الحال صفت پر نفس کی تخلیق، گوشت، خون، ہڈی اعضا بول براز اور سانس لینے کے ذرائع سب غور و فکر کے مقام ہیں ﴿ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ کا مطلب ہے کہ کیا تم بصیرت کی آنکھ سے نہیں دیکھتے؟ کہ تم اس سے خالق، رازق الوہیت میں واحد پر استدلال کرو اور یہ کہ اس کا کوئی شریک نہیں نہ ہی ضد ہے اور نہ ہی اس کے برابر کا اور یہ کہ اس کا وعدہ حق ہے، اس کی بات حق ہے جو رسول لائے ہیں وہی حق ہے اس میں شک نہیں اور نہ ہی کوئی شبہ اس کے پاس آ سکتا ہے۔([1])

وقيل المراد بالأنفس الأرواح أى في نفوسكم التى بها حياتكم آيات.

بعض کہتے ہیں: انفس سے مراد ارواح ہیں یعنی تمہاری روحوں میں جن سے تمہاری زندگی ہے نشانیاں ہیں۔

وهكذا فى القرطبى، وابن كثير، والخازن مع البغوى، والجلالين مع الجامع البيان، والجمل، والقاسمى، والفيضى، والمراغى، والنسفى، والثنائى وغيرها.

تفسیر قرطبی، ابن کثیر، خازن، جلالین، جمل، قاسمی، فیضی، مراغی، نسفی اور ثنائی وغیرہا میں اس طرح ہے۔([2])

سابعاً: اس آیت کے بعد یہ آیت ہے: ﴿ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿٢٢﴾ ﴾ (الذاريات)

اور تمہارا رزق اور جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے، آسمان میں ہے۔

اور دلائل قرآنیہ پیراگراف (وہ آیتیں جن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا صریحاً آسمانوں کے اوپر ہونا مذکور ہے) میں بیان ہوا کہ یہ آیت اللہ کے علو اور اس کے آسمانوں کے اوپر ہونے کو ثابت کرتی ہے پس ربطِ آیات اور سیاق بتاتا ہے کہ یہاں اللہ کی ذات مراد نہیں بلکہ اس کی قدرت کی آیات مراد ہیں۔ وهو المطلوب.

---

[1] فتح القدير للشوكانى (٥/ ٨٢).

[2] تفسير القرطبى (١٧/ ٤٠)، تفسير ابن كثير (٤/ ٢٣٥)، لباب التأويل للخازن (٦/ ٢٠٢)، الجلالين (٤٣١)، الجمل (٤/ ٣٠٣)، محاسن التأويل للقاسمى (١٥/ ٥٥٢٩)، سواطع الإلهام للفيضى (٢٢٠)، تفسير المراغي (٢٦/ ١٨٠)، مدارك التنزيل للنسفي (٤/ ١٨٤)، تفسير الثنائى (٣٤٢).

ثامناً: اگر اس کی مراد ہے کہ اللہ معاذ اللہ اندر موجود ہے پھر عبادت کس کیلئے ہے؟ بلکہ یہ خود پرستی کو جائز کرنے کیلئے ایک بہانہ ہے۔قال اللہ تعالیٰ:﴿ أَرَءَيْتَ مَنِ ٱتَّخَذَ إِلَـٰهَهُۥ هَوَىٰهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ﴿٤٣﴾ ﴾ (الفرقان)

ترجمہ: بتائے جو شخص اپنی خواہش کو اپنا الہ جانتا ہے کیا آپ اس پر وکیل ہیں؟

تاسعاً: رسول اللہ ﷺ نے احسان کی تعریف یوں بیان فرمائی کہ:أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔([1])

اگر وہ اندر موجود ہے تو اس طرح آپ ﷺ نہ فرماتے، نیز پھر﴿ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ کا کیا مطلب بنے گا؟ ادھر دیکھنے کا حکم ہے اور ادھر آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ: كَأَنَّكَ تَرَاهُ.

عاشراً: صوفیاء یہ معنی کرتے ہیں کہ: و فی أنفسكم من أنوار للتجليات قاله فی عرائس البيان.

اور تمہارے نفسوں میں تجلیات کی روشنیاں ہیں، "عرائس البیان" میں ایسا ہی کہا ہے۔([2])

لیکن پھر طور کی طرح سب چیزیں جلتی کیوں نہیں؟ اور جاندار چیزیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش کیوں نہیں ہوتیں؟ بلکہ ان کا قول کہ:﴿ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُۥ لِلْجَبَلِ ﴾ (الأعراف: ١٤٣)

جب اس کے رب نے پہاڑ کیلئے تجلی فرمائی۔خود بتاتا ہے کہ اس وقت تجلی فرمائی نہ کہ اس سے قبل نہ بعد، پس ان کا استدلال باطل اور آیت ہماری حجتِ کاملہ ہے۔

الآية العاشره:﴿ هُوَ ٱلْأَوَّلُ وَٱلْـَٔاخِرُ وَٱلظَّـٰهِرُ وَٱلْبَاطِنُ ... ﴾ (الحديد: ٣) وہی اول وہی آخر وہی ظاہر و باطن ہے۔

أقول: اس آیت سے استدلال ان کی حماقت پر دلالت کرتا ہے۔

أولاً: سورت کا آخر اور ابتداء بلکہ پورا سیاق دوسری آیات کے جواب میں بیان ہوا۔

قال ابو بكر الاجرى: فی كتاب الشريعة: ومما يحتج به الحلولية و يلبسون على من لا علم معه، قول الله عز وجل :﴿ هُوَ ٱلْأَوَّلُ وَٱلْـَٔاخِرُ وَٱلظَّـٰهِرُ وَٱلْبَاطِنُ ﴾ وقد فسر أهل العلم هذه الآية : هو الأول : قبل كل شيء من حياة وموت ، والآخر : بعد كل شيء ، بعد الخلق ، وهو الظاهر : فوق كل شيء يعني ما في السماوات ، وهو الباطن : دون كل شيء يعلم ما تحت الأرضين ، ودل على هذا آخر الآية وهو بكل شيء عليم كذا فسره مقاتل بن حيان ومقاتل بن سليمان ويثبت ذلك السنة. حدثنا أبو عبد الله أحمد بن محمد بن شاهين قال : حدثنا

---

[1] – صحيح مسلم كتاب الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان حديث رقم (٩).

[2] – عرائس البيان فی حائف القرآن لابن أبی نصر الصوفي (٢/ ٤٠٦).



يوسف بن موسى القطان قال : حدثنا جرير ، عن مطرف ، عن الشعبي ، عن عائشة رضي الله عنها قالت : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : « اللّهُمَّ أنت الأول فليس قبلك شيء ، وأنت الآخر فليس بعدك شيء ، وأنت الظاهر فليس فوقك شيء ، وأنت الباطن فليس دونك شيء ».

ابو بکر آجری "کتاب الشریعہ" میں کہتے ہیں آیت ﴿هُوَ ٱلْأَوَّلُ وَٱلْآخِرُ﴾ سے حلولیہ استدلال کرتے ہیں اور بے علموں کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ اہلِ علم نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ وہ ہر چیز کی حیات و موت سے پہلے ہے اور ہر چیز کے بعد، آخر وہی ہے وہی ہر چیز پر ظاہر ہے، آسمان میں جو کچھ ہے اسے جانتا ہے اور وہی ہر چیز کے آگے باطن ہے جو زمینوں کے نیچے ہے، تمام جانتا ہے، اس مفہوم پر آیت کا آخر دلالت کر رہا ہے: اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ مقاتل بن حیان اور مقاتل بن سلیمان نے یہی تفسیر کی ہے، حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، مجھے ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن شاہین نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں یوسف بن موسیٰ قطان نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں جریر نے حدیث بیان کی مطرف سے وہ شعبی سے وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: اے اللہ آپ سب سے پہلے ہیں آپ سے پہلے کوئی نہیں اور آپ ہی آخر آپ کے بعد کوئی چیز نہیں اور آپ ہی ظاہر ہیں، آپ کے اوپر کوئی چیز نہیں اور آپ ہی باطن آپ کے آگے کوئی چیز نہیں۔([1])

امام آجری کے کلام سے چار جوابات معلوم ہوئے :

اولاً : سیاق ان کے استدلال کو رد کرتا ہے۔ کما مضی.

ثانیاً: اہلِ علم نے جو تفسیر کی ہے وہ بھی ان کے استدلال کے خلاف ہے ان میں سے مقاتل بن حیان اور مقاتل بن سلیمان نے ذکر کیا اور تمام مفسرین کا بھی کہنا ہے چنانچہ دلائلِ قرآنیہ کے فقرہ (وہ آیتیں جن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات ظہور اتیان اور مجیٔ کا ذکر ہے) میں اسم "الظاہر" کے متعلق نقل کر آئے ہیں باقی تین ناموں کے متعلق دیکھئے، ابن جریر میں ہے کہ: يقول: هو الأول قبل كل شئ بغير حد والآخر يقول : والآخر بعد كل شيء بغير نهاية. وإنما قيل ذلك كذلك، لأنه كان ولا شيء موجود سواه، وهو كائن بعد فناء الأشياء كلها، كما قال جلّ ثناؤه: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُۥ﴾.

کہتے ہیں: وہ اول ہے یعنی ہر چیز سے پہلے بغیر کسی حد کے آخر ہے، ہر چیز کے بعد بلا نہایت یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ تھا اور اس کے سوا کوئی چیز موجود نہ تھی اور ہر چیز کے فنا کے بعد وہ موجود ہوگا جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا: اس کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔([2])

(وَالْبَاطِنُ) يقول: وهو الباطن جميع الأشياء، فلا شيء أقرب إلى شيء منه، كما قال: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ﴾.

---

[1] ـ كتاب الشريعة للآجرى (۲۹۷).

[2] ـ تفسير ابن جرير (۲۷/ ۲۱۵).

"الباطن "یعنی تمام چیزوں میں باطن ہے کہ اس سے زیادہ قریب کوئی نہیں جیسا کہ فرمایا: اور ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

وفی الشوکانی: هو الأول قبل کل شئ والآخر بعد کل شئ أی الباق بعد فناء خلقه.

شوکانی میں ہے وہ ہر چیز سے پہلے ہے اور ہر چیز کے بعد یعنی مخلوق کے فنا کے بعد باقی ہے۔(۱)

والباطن أی العالم بما بطن من قولهم فلان يبطن أمر فلان أی يعلم داخلة أمره ويجوز أن يكون المعنى المحتجب عن الأبصار والعقول. وهكذا فی النسفی، والقرطبی، وابن كثير، والخازن مع البغوی، والجلالین مع جامع البیان، والجمل، نقلا عن البیضاوی وتنویر المقباس علی هامش الدرالمنثور، والقاسمی، والفیضی، والثنائی، والمراغی وغيرها.

اور باطن ہے یعنی چھپی اور پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا۔ محاورہ ہے:فلان يبطن أمر فلان یعنی فلاں اس کے داخلی معاملات کا واقف ہے، یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نگاہوں اور عقلوں سے پوشیدہ ہے۔ نسفی، قرطبی، ابن کثیر، خازن جلالین، جمل، تنویر المقباس، قاسمی، الفیضی، ثنائی، مراغی وغیرہا میں اسی طرح ہے۔(۲)

پس یہ اسماء علو وتباین پر دلیل ہیں۔

ثالثاً: حدیث شریف نے خود اس تفسیر کو بیان کیا ہے اور امام موصوف نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور حدیث نمبر(۱۴۶)میں ہم نے سیدہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کر کے اس کی تخریج کی ہے پس آپ ﷺ کی تفسیر کے بعد اب کسی تفسیر کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے خلاف جو تفسیر ہو گی وہ باطل شمار ہو گی۔

رابعاً: امام آجری کے کلام سے یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ یہ استدلال اہل علم کا نہیں ان ملاحدہ جہلاء کی عوام پر تلبیس ہے اور اہلِ علم اس استدلال کو قبول نہیں کریں گے اور کریں بھی کیسے جبکہ نبوی تفسیر کے خلاف ہے، امام موصوف کے کلام کے بعد مزید جواب دیکھئے۔

خامساً: ان چاروں اسماء میں جو صفات الٰہیہ مذکور ہیں وہ دیگر آیاتِ قرآنیہ میں بھی ملاحظہ ہوں۔

﴿ وَهُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُۥ عَلَى ٱلْمَآءِ ... ﴾ هود: ۷

اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ ایام میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

۱- فتح القدير للشوكانی (۵/ ۱۶۲).

۲- مدارك التنزيل وحقائق التأويل للنسفي (۴/ ۲۲۲)، تفسير القرطبی (۱۷/ ۲۳۶)، تفسير ابن كثير (۴/ ۳۰۲)، لباب التأويل في معاني التنزيل للخازن(۷/ ۲۵)، الجلالين مع جامع البيان (۷۴۶، ۷۴۷)، الجمل (۲۸۵)، تنوير المقباس من تفسير ابن عباس لإبن يعقوب الفيروز آبادی (۵/ ۳۴۴، ۳۴۵)،محاسن التأويل للقاسمی (۱۶/ ۵۶۷۲)، سواطع الإلهام للفيضی (۶۳۷)، الثنائی (۳۵۴)، تفسير المراغي (۲۷/ ۱۵۹، ۱۶۰).



پس اول کا معنی یہ ہوا کہ سب سے اول اور سب کا موجد جیسے فرمایا کہ:﴿ بَدِيعُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۖ ...﴾ (البقرۃ: ۱۱۷) آسمانوں اور زمین کا بنانے والا۔﴿ ...وَلِلَّهِ مِيرَٰثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ ...﴾ (الحدید: ۱۰) اور اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے۔﴿ إِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ ٱلۡأَرۡضَ وَمَنۡ عَلَيۡهَا وَإِلَيۡنَا يُرۡجَعُونَ ﴿٤٠﴾ ﴾ (مریم) ہم زمین اور جو اس پر ہے کے وارث ہوں گے اور ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔ مع قوله تعالیٰ:﴿ وَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱلۡحَيِّ ٱلَّذِي لَا يَمُوتُ ...﴾ (الفرقان: ۵۸) اس زندہ ذات پر توکل کر جسے موت نہیں آئیگی۔وقوله تعالی :﴿ كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٖ ﴿٢٦﴾ وَيَبۡقَىٰ وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو ٱلۡجَلَٰلِ وَٱلۡإِكۡرَامِ ﴿٢٧﴾ ﴾ (الرحمن) جو اس پر ہے سب فانی ہے اور تیرے رب کا چہرہ باقی ہے وہ جلال واکرام والا ہے۔

﴿ ...كُلُّ شَيۡءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجۡهَهُۥۚ ...﴾ (القصص: ۸۸) اس کی وجہ کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

پس جو اشیاء کے پیدا ہونے سے قبل ہے اور ان کے فنا و ہلاک کے بعد بھی موجود ہے اس کو کسی میں بھی حلول کرنے یا اس سے متحد ہونے کی کوئی حاجت نہیں وہ بلا حلول واتحاد قائم رہ سکتا ہے اور رہ سکے گا اسی طرح باقی دو ناموں کے متعلق ملاحظہ کیجئے۔

قال الله تعالی:﴿ ...فَأَصۡبَحُواْ ظَٰهِرِينَ ﴿١٤﴾ ﴾ (الصف) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس وہ غالب ہو گئے۔

قال ابن جرير: فأصبحت الطائفة المؤمنون ظاهرين على عدوهم الكافرين.

ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں: مؤمن گروہ اپنے دشمن کافروں پر غالب ہو گئے۔([1])

وقال الشوكانی: أی عالين غالبين. وهكذا فی الخازن مع البغوی وغيره من التفاسير.

شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: عالی اور غالب ہو گئے، اسی طرح خازن وغیرہ تفاسیر میں ہے۔([2])

پس الظاهر والعالی ہم معنی ہوئے۔

وقال الله تعالی :﴿ ...هُوَ أَعۡلَمُ بِكُمۡ إِذۡ أَنشَأَكُم مِّنَ ٱلۡأَرۡضِ وَإِذۡ أَنتُمۡ أَجِنَّةٞ فِي بُطُونِ أُمَّهَٰتِكُمۡۖ ...﴾ (النجم: ۳۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تمہیں خوب جانتا ہے جبکہ تم کو زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔

اور الباطن بمعنی ہر مخفی کو جاننے والا یا یہ کہ: محتجب عن الأبصار. كما فی قوله تعالیٰ:﴿ ...أَوۡ مِن وَرَآيِٕ حِجَابٍ ...﴾ الشوری ۵۱

الحاصل: یہ چاروں مبارک نام اللہ کے علو اور تباین عن الخلق کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ آیت ہماری بہت بڑی دلیل ہے۔ والله يهدی من يشاء إلی صراط المستقيم.

﴿ وَٱذۡكُر رَّبَّكَ فِي نَفۡسِكَ ...﴾ (الأعراف: ۲۰۵) ترجمہ: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کر۔

---

[1] - تفسير ابن جرير (۲۸/ ۹۲).

[2] - فتح القدير للشوكانی (۵/ ۲۱۷)، لباب التأويل في معاني التنزيل للخازن(۷/ ۵۲).

أقول أولاً: یہاں ذکر کا حکم ہے جو عبادت ہے اور ذاکر اور جس کا ذکر ہو گا یہ دو الگ وجود ہیں۔ نفسِ مضمون خود اس استدلال کو باطل کرتا ہے۔

ثانیاً: اس کے بعد دوسری آیت میں ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ﴿٢٠٦﴾﴾ (الأعراف)

جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے بڑائی نہیں کرتے، اس کی تنزیہ کرتے ہیں اور اسی کیلئے سجدہ کرتے ہیں۔

اور دلائلِ قرآنیہ کے فقرہ (بعض اشیاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک ہیں) میں بیان ہوا کہ یہاں فرشتے مراد ہیں اور اگر اس آیت سے مراد ہے کہ وہ ہمارے اندر ہے تو پھر فرشتے خاص طور پر اس کے پاس کیسے ہوتے۔

ثالثاً: صوفیہ اس کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں: وأذكر ربك فى نفسك حتى تفنى نفسك ولايبقى فيك إلانفسى لأذعانك بنعت العبودية فى ساحة كبريائى بنعت روية جلالى حيث لاترى غيرى. كذا فى عرائس البيان فى حقائق القران.

اپنے رب کا ذکر دل میں کر یہاں تک کہ تیرا نفس ختم ہو جائے اور میں ہی تیرے اندر باقی رہوں کہ میری ساحت کبریا میں تیری نعتِ عبودیت میرے رویتِ جلال کے مطیع ہو جائے جبکہ میرے سوا تو کسی کو نہ دیکھے،" عرائس البیان فی حقائق القرآن" میں اسی طرح ہے۔([1])

اب سوال یہ ہے کہ فانی غیر فانی میں کیسے فنا ہو گا؟ ایضاً بیشک اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت "نفس" بھی ہے۔

﴿...وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ...﴾ (آل عمران: ۲۸) ترجمہ: اور تمہیں اللہ تعالیٰ اپنے نفس سے ڈراتا ہے۔

لیکن اللہ کی صفات غیر فانیہ ازلیہ ہماری صفات حادثہ فانیہ دونوں کا اتحاد کیسے ممکن ہے؟ ایضاً۔

قال الله تعالىٰ عن نبيه عيسىٰ عليه السلام: ﴿...تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ...﴾ (المائدة: ۱۱٦)

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کا قول حکایتاً نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے: جو میرے نفس میں ہے آپ جانتے ہیں اور جو آپ کے نفس میں ہے، میں نہیں جانتا۔

صاف بیان ہے اللہ کی صفتِ نفس ہمارے نفس کے مشابہ نہیں بڑا فرق ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾.

أيضاً: جب اللہ کے ما فی النفس کا کسی کو پتہ نہیں تو اس میں ہمارا نفس کیسے فنا ہو گا؟ تعالىٰ عما يشركون.

رابعاً: حدیثِ قدسی میں یہ لفظ آئے ہیں: فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي.

اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے گا میں اس کو اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں، بیہقی نے اس کو "الاسماء والصفات" میں روایت کیا اور صحیحین کی طرف منسوب کیا۔([2])

---

[1]- عرائس البيان في حقائق القرآن للشيرازي (۱/ ۲۹۹).

[2]- صحيح البخاري كِتَاب التَّوْحِيدِ بَاب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ﴾ حديث رقم (٦٨٥٦)، الأسماء والصفات للبيهقي(۲۱۱)



اگر یہ معنی ہے کہ اللہ کے نفس میں اپنے نفس کو فنا کر دو تو یہاں بھی یہ معنی ہو گا کہ نعوذ باللہ اللہ اپنے نفس کو بندے کے نفس میں فنا کر دے گا۔ کتنا غلط ترجمہ ہے، جہلاء کو گمراہ کرنے کیلئے کیسی بیہودہ تحریف ہے۔

خامساً: اس آیت میں تضرع کرنے اور اللہ سے ڈرنے کا امر ہے، یہ مقتضی ہے اس بات کا کہ وہ اوپر ہو اور ہم اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر عاجزی سے دعا مانگیں، پس یہ آیت بھی ہماری دلیل ہے۔

قال السیوطی فی الإکلیل تحت الآیة ویستدل بها علی أن المراد بقوله: ﴿تَضَرُّعًا﴾ هنا وفی الآیة السابقة فی الدعاء والإستکانة والخضوع لا الجهر لقوله ﴿فِي نَفْسِكَ﴾.[1]

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اکلیل" میں مذکورہ آیت کے تحت کہا: اس سے استدلال کیا گیا ہے، کہ ﴿تَضَرُّعًا﴾ سے یہاں مراد اور پہلی آیت میں دعا اور استکانت اور خضوع ہے نہ کہ جہر کیونکہ ارشاد ہے: ﴿فِي نَفْسِكَ﴾ اپنے دل میں۔

یہ گیارہ آیات کریمہ تھیں جن سے فریق کا استدلال ہے اور ہم ان سب کے مفصل جواب سے فارغ ہوئے اور ثابت کیا کہ یہ گیارہ دلائل ہمارے ہیں، اس طرح دلائل کی تعداد دو سو نواسی کو پہنچی۔

ولدینا مزید

...

[1]۔ الإکلیل في المتشابه والتأویل للسیوطی (۱۱۲).



قسم ثالث

أخرج الخطيب فى الكفاية فى علم الرواية عن الإمام ابن خزيمة يقول: «لا أعرف أنه روى عن النبی ﷺ حديثان بإسنادين صحيحين متضادان، فمن كان عنده فليأت به حتى أؤلف بينهما» وذكره أيضا ابن الصلاح فى مقدمته (طبع الجديد) فى النوع السادس والثلاثين.

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "الكفاية في علم الرواية" میں امام ابن خزیمہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی دو حدیثیں دو صحیح سندوں سے متضاد آئی ہوں، اگر کسی کے پاس ایسی حدیثیں ہیں، وہ ہمارے سامنے لائے تاکہ ہم ان میں تطابق واضح کر دیں۔ ابن الصلاح نے بھی یہ قول اپنے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔[1]

وابن كثير فى إختصار علوم الحديث والعراقى فى فتح المغيث والسخاوى فى فتح المغيث والسيوطى فى تدريب الراوى.

اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "إختصار علوم الحديث" میں اور امام عراقی نے "فتح المغيث" میں اور امام سخاوی نے "فتح المغيث" میں اور امام سیوطی نے "تدريب الراوي" میں۔[2]

امام ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان نہایت صحیح عقیدۂ اہل ایمان اور واجب الاذعان ہے اس لئے کہ مسلمانوں کے متفق علیہ عقیدے کے مطابق حدیث وحی ہے۔

قال الإمام ابن الحزم فى الإحكام: لما بينا أن القرآن هو الأصل المرجوع إليه في الشرائع نظرنا فيه فوجدنا فيه إيجاب طاعة ما أمرنا به رسول الله ﷺ، ووجدناه عزوجل يقول فيه واصفا لرسوله. ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾﴾ (النجم).[3]

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ الاحکام میں کہتے ہیں کہ ہم نے واضح کر دیا ہے کہ قرآن ہی اصل ہے شرائع میں اسی کی طرف مراجعت کی جاتی ہے، ہم نے اس پر نظر کی ہے پس ہم نے اس میں پایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو ہمیں حکم دیا اس کی اطاعت واجب ہے، اللہ تعالیٰ قرآن میں اپنے رسول ﷺ کی توصیف کرتے ہوئے فرماتا ہے وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا یہ تو وحی ہے جو القا کی جا رہی ہے۔

أقسام الوحى: فصح لنا بذلك أن الوحى منقسم من الله عزوجل إلى رسول الله ﷺ على قسمين:

أحدهما: وحى متلو مؤلف تأليفا معجز النظام وهوالقرآن.

والثاني: وحی مروی منقول غیر مؤلف ولامعجز النظام ولامتلولکنه مقروء وهوالخبر الوارد عن رسول الله وهو المبين عن الله عزوجل مراده منا. قال الله تعالىٰ ﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (النحل) ووجدناه تعالىٰ قدأوجب

---

[1]– الكفاية فى علم الرواية (٤٣٢)، مقدمة ابن صلاح (٢٥٨).

[2]– اختصار علوم الحديث لإبن كثير (١٨٥)، فتح المغيث للعراقى (٤/ ٢١)، فتح المغيث للسخاوى (١١٧٥)، تدريب الراوى للسيوطى (١٩٧).

[3]– الأحكام لإبن حزم (٨٧).



طاعة هذا القسم الثانی كما أوجب طاعة القسم الأول الذی هوالقرآن ولافرق فقال ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ (النساء) وهكذا فی كليات أبی البقاء وفی تفسير القرطبی تحت الآية وفيها أيضا دلالة علی أن السنة كالوحی المنزل فی العمل.

اس سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی دو قسم کی ہے، ایک وحیٔ متلو معجزانہ تالیف یعنی قرآن دوسری وحیٔ غیر متلو جو کہ رسول اللہ ﷺ سے بذریعہ روایات منقول ہے اور یہ قسم کسی ایک کتابی شکل میں مؤلف نہیں ہے نہ ہی اس کی نظم معجز ہے یعنی احادیث جو رسول اللہ ﷺ سے وارد ہیں جن میں آپ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تاکہ آپ لوگوں کیلئے بیان کر دیں جو ان کی طرف اتارا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح پہلی قسم وحی قرآن کی اطاعت فرض قرار دی ہے اسی طرح اس قسم وحی (حدیث) کی متابعت بھی ضروری اور لابُد فرمائی ہے چنانچہ فرمایا: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، "كليات أبي البقاء" اور "تفسير القرطبي" میں اسی طرح ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ سنت عمل کے بارے میں وحی منزل کی طرح ہے۔ ([1])

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ: "فالسنة تنزل عليه بالوحی كما ينزل القرآن إلا أنها لاتتلی كما يتلی القرآن وقد استدل الإمام الشافعی وغيره من الأئمة علی ذلك بأدلة كثيرة ليس هذا موضع ذالك".

سنت بھی آپ ﷺ پر وحی کے ذریعہ نازل ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مگر اس کی قرآن کی طرح تلاوت نہیں ہوتی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ نے اس پر دلائل کثیرہ بیان کئے ہیں یہاں ان کے بیان کا محل نہیں ہے۔ ([2])

اور حدیث میں بھی اس کی تائید ہے: فقال النبی: أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ. حديث أخرجه أبوداؤد فی سننه قال الخطابی فی معالم السنن، يحتمل وجهين من التأويل أحدهما أن يكون معناه أنه أوتی من الوحی الباطن غيرالمتلو مثل ما أعطی من الظاهر المتلو ويحتمل أن يكون معناه أنه أوتی الكتاب وحيا ويتلی وأوتی من البيان أی أذن له أن يبين مافی الكتاب ويعم ويخص وأن يزيد عليه فيشرع ماليس له فی الكتاب ذكر فيكون ذلك فی وجوب الحكم ولزوم العمل به كالظاهر المتلو من القرآن.

نبی ﷺ نے فرمایا: میں قرآن دیا گیا ہوں اور اس کے ساتھ ایسا ہی اور، الحدیث۔ ابوداوٗد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں اسے روایت کیا، امام خطابی "معالم السنن" میں کہتے ہیں اس حدیث کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ نبی ﷺ کو وحیٔ باطن غیر متلو دی گئی ہے، وحیٔ ظاہر متلو کی مثل۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کو کتاب وحی کی گئی جس کی تلاوت ہوتی ہے اور اس کی تشریح و

---

[1] – كليات أبی البقاء (۲۸۸)، تفسير القرطبی (۱۲/ ۸۵).

[2] – تفسير ابن كثير(۳/۱)



تبیین کی آپ کو اجازت دی گئی، آپ کتاب کی وضاحت کرتے ہیں عموم و خصوص کے تحت معانی متعین کرتے ہیں اور زیادت علی الکتاب فرماتے ہیں، اس کے نتیجہ میں وہ تشریحی احکام بنتے ہیں جن کا کتاب میں ذکر نہیں ہے، ان احکام کا وجوب اور ان پر عمل کا لازم ہونا متلو قرآن کی طرح ہے۔[1]

ویؤید هذاالحدیث ماأخرجه أبوداؤد فی المراسیل عن مکحول ، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: « آتانی الله القرآن ، ومن الحکمة مثله ».

اس حدیث کی تائید ابوداؤد کی مخرجہ حدیث (جو کہ "المراسیل" میں ہے) بھی کرتی ہے، مکحول رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ نے کتاب دی اور اس کی مثل حکمت۔[2]

وعن حسان بن عطیة قال كَانَ جِبْرِيل يَنْزِل عَلَى النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسُّنَّةِ كَمَا يَنْزِل عَلَيْهِ بِالْقُرْآنِ یعلمه إیاها کما یعلمه القرآن.

حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ پر سنت لے کر قرآن کی طرح اترتے تھے اور آپ کو سنت کی تعلیم کرتے جیسا کہ قرآن کی تعلیم کرتے تھے۔[3]

پس وحی میں تعارض قطعاً جائز نہیں اور یہی فرق مابین الوحی وغیرہ ہے: کما ذکرنا فی إبتداء الجواب عن الأیات.

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ "مراتب الإجماع" میں لکھتے ہیں کہ: واتفقوا أن کلام رسول الله إذا صح أنه کلامه بیقین فواجب إتباعه. جب یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ کلام رسول اللہ ﷺ کا ہے تو بالاتفاق اس کی اتباع واجب ہے۔[4]

ایسی چیز میں اختلاف و تعارض ہرگز ممکن نہیں ورنہ اتباع ناممکن ہو جائے گی، اسی بناء پر امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دعویٰ کیا ہے جو کہ اپنی جگہ پر مضبوط اور قائم ہے، اس قاعدہ کے سمجھنے کے بعد غور کریں کہ جب ہم ڈیڑھ سو سے اوپر احادیث ذکر کر آئے ہیں، جن سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ مستوی علی العرش بائن عن الخلق ہے بلکہ ان کے علاوہ اور بھی کئی حدیثیں ہیں جن کو عمداً طوالت کی وجہ سے ترک کیا گیا ہے پس کیسے ممکن ہے کہ انہی حدیثوں میں ان کا خلاف موجود ہو اور مذکور ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز میں ہے یا اس سے متحد ہے، حاشاوکلا۔

ثانیا: قرآن صریحاً علو اور استواء علی العرش کو بیان کر رہا ہے۔ ان آیتوں کو رسول اللہ ﷺ بار بار امامت کرتے وقت، خطبہ دیتے وقت، درس دیتے وقت پڑھتے رہے اور ہر رمضان میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دور کرتے وقت ملاحظہ کرتے رہے اور

---

[1]- (صحیح) صحیح سنن أبي داؤد حدیث رقم (٤٦٠٤)، ابوداؤد (٢/ ١٦٥)، معالم السنن (٤/ ٢٩٨).

[2]- ابوداؤد فی المراسیل (٢٠).

[3]- فتح الباري، كِتَاب الِاعْتِصَام بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّة، بَاب مَا كَانَ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَل مِمَّا...

[4]- مراتب الاجماع لابن حزم (١٧٥).



کاتبین وحی کو لکھواتے رہے، پڑھنے والوں کو پڑھاتے رہے پھر کیسے ممکن ہے کہ اس کے باوجود آپ یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ میرے اندر یا کسی ور کے اندر ہے یا متحد یا مختلط ہے، حاشاہ اللہ من ذلك.

ثالثاً: حدیث قرآن کی تفسیر ہے جیسا کہ ابھی امام حزم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں معلوم ہوا۔

وقد أخرج الخطيب فى الكفاية عن حسان بن عطية وابن مهدى أحمد بن حنبل إن السنة تفسير القرآن. (۱)

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "الکفایہ" میں حسان بن عطیہ اور ابن مہدی واحمد بن حنبل سے نقل کرتے ہیں کہ سنت قرآن کی تفسیر ہے۔

اگر بقول حلولیہ حدیثوں سے ان کا اعتقاد ثابت ہوتا ہے تو پھر یہ اچھی تفسیر ہوئی یہ تشریح و تبیین ہے یا تردید؟

قال الحازمى فى كتاب الإعتبار: فكل سنة ثبتت عن رسول الله لايجوز لقائل أن يقول إنها خلاف التنزيل لأن السنة تفسير التنزيل.

حازمی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الإعتبار" میں کہتے ہیں جو سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو جائے تو کسی کیلئے یہ کہنا جائز نہیں کہ یہ قرآن کے خلاف ہے کیونکہ سنت قرآن کی تشریح ہی تو ہے۔(۲)

رابعاً: اور پھر ایسی بات آپ کی طرف منسوب کرنی کیسے جائز ہے جو کہ اجماع سلف امت کے خلاف اور جس کو فطرتاً ہر انسان مسلم خواہ غیر مسلم سمجھتا ہو حتیٰ کہ جانور اور پرندے اس کو جانتے ہوں اس کے خلاف حدیث کے اندر پایا جائے، اس سے بڑھ کر دنیا میں اور کون سی قیامت ہو گی۔

خامساً: عجب تو یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں یہ الفاظ ہوں۔

" أنت الظاهر فليس فوقك شئ " آپ ظاہر ہیں آپ کے آگے کوئی چیز نہیں ہے۔

یا سجدہ میں کہے: "سبحان ربي الأعلىٰ ". میں اپنے رب اعلیٰ کی تنزیہ کرتا ہوں۔

نیز آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہے: "يامصرف القلوب ثبت قلبي على طاعتك".

اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنی اطاعت پر ثابت رکھ۔

دیکھئے تیئسویں حدیث۔ نیز گھر سے نکلتے وقت آسمان کی طرف آنکھیں اٹھا کر کہے کہ: اللَّهُمَّ إِني أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ أَوْ أَزِلَّ أَوْ أُزَلَّ أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ.

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ بھٹک جاؤں یا گمراہ کیا جاؤں، ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں، جہالت کا کام کروں یا مجھ سے جہالت کا سلوک کیا جائے۔(۳)

۱- الكفاية (١٦/ ١٥).

۲- كتاب الإعتبار للحازمي (٢٤).

۳- (صحيح) صحيح سنن أبي داؤد (رقم ٥٠٩٤)، سنن أبي داؤد كِتَاب الْأَدَبِ بَاب مَا يَقُولُ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ رقم (٤٣٠)

پھر وہی کہے کہ اللہ میرے اندر ہے، میرے ساتھ یا متحد ہے یا ہر چیز میں ہے، کیا یہ تعلیم نبوی ہے یا متکلمین یونان کا فلسفہ؟

سادساً: آپ کے عمل و طریقہ کار سے ظاہر ہے کہ آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب حاصل کرنے میں کوشاں تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے متعلق بیان فرماتا ہے کہ: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ﴾ یہ لوگ جن کو (مشرکین) پکارتے ہیں، اپنے رب کی طرف ذریعہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ قریب ہے۔(الإسراء ٥٧)

اور خود اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں کہ: وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ.

بندہ تقرب کیلئے اپنے فرائض کی بجا آوری کرلے، یہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور بندہ نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے۔[1]

جبھی تو سائل کے سوال: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ (میں بہشت میں آپ ﷺ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں) کے جواب میں آپ نے فرمایا: فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ. کثرت سجود کے ساتھ تو میرے ساتھ تعاون کر۔[2]

اور پھر فرمایا کہ: أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، سجدہ کی حالت میں بندہ رب کے نہایت قریب ہوتا ہے[3]

اور کبھی کبھی رات کو غائب ہوتے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تلاش کرتی تو آپ ﷺ کو سجدہ میں پاتیں۔[4]

اور خود قرآن کہتا ہے کہ: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾(الفتح: ٢٩)

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت اور آپس میں نرم خو ہیں، تو ان کو رکوع اور سجدہ میں پائے گا اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کرتے ہیں، ان کی نشانی سجدہ کے اثر سے چہروں پر ہے۔

کیا ایسی جماعت سے حلولیہ اور اتحادیہ کو کچھ امید ہو سکتی ہے کہ وہ ان سے اپنے ناپاک عقیدے کو ثابت کر سکیں۔

ایں خیال است ومحال است وجنوں

یعنی اگر اللہ ان کے اندر یا ان کے پاس زمین پر ہے تو پھر اس کے تقرب کرنے کی کوشش کرنے کی کیا حاجت۔

سابعاً: سابقین انبیاء علیہم السلام کے عقیدے کے خلاف آپ ہرگز تعلیم نہیں دیں گے جیسا کہ قسم ثانی کی ابتداء میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا۔

---

[1] - صحيح البخاري كِتَاب الرِّقَاقِ بَاب التَّوَاضُعِ حديث رقم (٦٠٢١).

[2] - صحيح مسلم كِتَاب الصَّلَاةِ بَاب فَضْلِ السُّجُودِ وَالْحَثِّ حديث (رقم: ٧٥٤)

[3] - صحيح مسلم كِتَاب الصَّلَاةِ بَاب مَا يُقَالُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ حديث رقم (٧٤٤)

[4] - مسلم (١/ ١٩٢) مع النووي، مستدرك للحاكم (١/ ٢٢٨) وغيرها.



ثامناً: ائمہ حدیث کا اس پر اتفاق کرنا کہ اللہ تعالیٰ علی العرش و بائن عن الخلق ہے (کما مر)۔ یہ عظیم دلیل ہے کہ اس پر حلولیہ کے اعتقاد کا احادیث کے اندر کوئی اشارہ تک موجود نہیں ہے ورنہ کوئی نہ کوئی محدّث اس کا ضرور قائل ہوتا چنانچہ امام حاکم "معرفۃ علوم الحدیث" میں ان کا حال بیان کرتے ہیں کہ: نحن ذاكرون بمشية الله فى هذا الموضع فقه الحديث عن أهله يستدل بذلك على أن هذه الصنعة من تبحر فيهالا يجهل عن فقه الحديث۔ [1]

ہم اللہ کی مشیت سے اس جگہ اہل الحدیث سے فقہ الحدیث بیان کرتے ہیں تا کہ اس سے استدلال کیا جائے کہ جو شخص اس فن میں متبحر ہو گا وہ فقہ الحدیث سے جاہل نہیں رہ سکتا۔

اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "نقض المنطق" میں امام اسمٰعیل بن عبد الرحمن الصابونی سے نقل کرتے ہیں کہ: أن أصحاب الحديث المتمسكين بالكتاب والسنة يعرفون ربهم تبارك وتعالىٰ بصفاته التى نطق بها كتابه وتنزيله وشهد له بها رسوله على ماوردت به الأخبار الصحاح ونقله العدول الثقات۔

اصحاب الحدیث کتاب و سنت پر عمل پیرا ہیں اور اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی معرفت ان صفات سے کرتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب و تنزیل میں بیان کیں ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے گواہی دی ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں موجود ہے اور عادل و ثقہ رواۃ سے اسے روایت کیا ہے۔ [2]

پس ان کا اجماع و اتفاق ان کی امیدوں کو خاک میں ملا دیتا ہے کیونکہ جن لوگوں کی عمریں احادیث کے حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے اور کرانے میں گزریں جن کا شغل سوائے اس کے کچھ نہ تھا، ان کو یہ فاسد عقیدہ احادیث سے معلوم نہ ہو لیکن ان کو کیسے حاصل ہوا۔ سچ ہے کہ صاحب البيت أدرى بما فيه۔

تاسعاً: جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (الأعراف: ۱۵۸)

اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغام لایا ہوں۔

﴿وَإِنَّهُۥ لَتَنزِيلُ رَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿١٩٢﴾﴾ (الشعراء) یہ پیغامات رب العالمین کی طرف سے اتارے گئے ہیں۔

﴿فَإِنَّهُۥ نَزَّلَهُۥ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ﴾ (البقرة: ۹۷) اللہ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام نے یہ احکام تیرے دل پر اتارے ہیں۔

﴿تَنزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ ٱلْأَرْضَ وَٱلسَّمَـٰوَٰتِ ٱلْعُلَى ﴿٤﴾ ٱلرَّحْمَـٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ ﴿٥﴾﴾ (طه)

یہ احکام مجھ پر اس رحمن نے اتارے ہیں جو کہ عرش پر مستوی ہے اور بلند آسمانوں اور زمینوں اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے اس پر حکومت کرنے والا ہے۔

---

[1] — معرفة علوم الحديث للإمام حاكم (٦٣)

[2] — نقض المنطق لإمام ابن تيميه (٤)



اور جب اعتراض وارد ہو کہ فرشتہ رسول کیوں نہیں آیا۔ بشر (انسان) کیوں آیا تو یہ جواب دے کہ: ﴿لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا ﴿٩٥﴾﴾ (الإسراء)

اگر فرشتے بھی میری اور آپ کی طرح زمین پر رہنے والے ہوتے تو ان پر بھی اللہ تعالیٰ اوپر آسمانوں سے کوئی فرشتہ رسول بنا کر بھیجتا۔

چونکہ اس طرح نہیں تو مجھے تم زمین والوں کیلئے رسول بنایا اور پیغام بھیجا اور یوں کہا کہ:

"أَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِينِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً".

آسمانوں کے اوپر جو اللہ ہے اس نے مجھے امین بنایا ہے جبھی تو صبح شام میرے پاس آسمان کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ ([1])

اور پھر وہی کہے کہ نہیں وہ ادھر ہے، میرے پاس ہے، میرے اندر ہے، اس کے اندر ہے، سب کے اندر ہے، ہر ایک کے ساتھ ہے، لاموجود إلا هو. اس کے سوا کوئی ہے ہی نہیں جس کے پاس پیغام بھیجے یا احکام نازل کرے۔ اللہ کے لئے ذرا انصاف سے کہیں کہ نبوت و رسالت ہے یا مداری کا کھیل؟ جو سوا گھڑی کا کھیل دکھاتے ہیں پھر ختم ہو جاتا ہے یہ ہے ان خواہش پرستوں کا شیوہ کہ جو چاہیں وہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب کریں۔ اس کی شان کے لائق ہو یا نہ بلکہ قطع النظر اس کے قرآن یا حدیث کو دیکھیں بلکہ اولاً ایک عقیدہ یا مسلک مقرر کر دیتے ہیں پھر ناجائز تاویلیں کر کے آیات و احادیث سے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

كما قال الشيخ صالح الفلانی نقلا عن الشيخ محمد حيات السندی: "وتراهم يقرؤن كتب الحديث ويطالعونها ويدرسونها لاليعلموا بها بل ليعلموا دلائل من قلدوه وتأويل ماخالف قوله ويبالغون فی المحامل البعيدة".

جیسا کہ شیخ صالح الفلانی شیخ محمد حیات سندی سے نقل کرتے ہیں: یہ لوگ کتب حدیث پڑھتے ہیں، ان کا مطالعہ کرتے ہیں اور پڑھاتے ہیں اس لئے نہیں کہ ان پر عمل کریں بلکہ اس لئے کہ اپنے مقلدین کے دلائل معلوم کریں اور اپنے امام کی بات کے خلاف جو حدیث آ جائے اس کی تاویل کریں اور (حدیث کے) انتہائی بعید محمل لاتے ہیں۔ ([2])

اور اس کے برعکس اہل الحدیث پہلے آیت اور حدیث دیکھتے ہیں پھر اس پر اپنے عقیدے یا عمل کی بنیاد رکھتے ہیں۔

فأی الحزبين أحق بالغلبة والفلاح ؟ دو گروہوں میں غلبہ اور فلاح کا کون زیادہ مستحق ہے؟

وهو الجواب العاشر: ان سب باتوں کے باوجود اگر تعارض ہی سمجھا جائے تو بھی تطبیق دی جائے گی اور بقول امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ تطبیق ممکن ہے، ناممکن نہیں بشرطیکہ حدیثیں صحیح ہوں کیونکہ وحی کی یہی شان ہے (کما تقدم) اور تطبیق بھی ایسی ہونی چاہئے جو کلام رسول اللہ کے شایان شان ہو۔

---

[1] – (صحيح) صحيح الجامع حديث رقم (٢٦٤٥)، مسند أحمد رقم (١٠٥٨٥)

[2] – إيقاظ همم أولي الأبصار صالح الفلاني (٧١)



وقد قال سليمان التيمى "لِيُتَّقَى مِنْ تَفْسِيرِ حَدِيثِ رَسُولِ الله ﷺ كَمَا يُتَّقَى مِنْ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ".

سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں بھی احتیاط لازم ہے جیسا کہ قرآن کی تفسیر میں احتیاط کی جاتی ہے۔ (۱)

"وقال علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ إِذَا حُدِّثْتُمْ عَنْ رَسُولِ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا فَظُنُّوا بِهِ الَّذِي أَهْنَاهُ وَأَهْدَاهُ وَأَتْقَاهُ". (۲)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرو تو اس کا وہی مطلب سمجھو جو بہت موافق ہے بہت ہدایت والا اور بہت صاف ہے۔

پس تطبیق و توفیق سے ان کا مطلب حل نہیں ہوگا بلکہ وہی ہوگا جو ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کیونکہ سب دلائل اسی کو چاہتے ہیں۔

حلولیہ اور وجودیہ کا احادیث سے استدلال

اس تقریر دل پذیر سے ظاہر ہوا کہ حلولیہ اور وجودیہ کیلئے احادیث نبویہ ﷺ سے اپنے باطل عقیدے پر استدلال کرنے کی کوئی گنجائش یا راہ موجود نہیں ہے اس کے باوجود اہل باطل نے تدلیس و تلبیس سے کام لے کر عوام پر اپنا مکر و فریب چلانے کی کوشش کی ہے اور چند حدیثوں کو لے کر میدان میں آئے ہیں لیکن اس مکر سے پردہ چاک کر کے ہم ان شاء اللہ آگے تفصیلی جوابات سے ثابت کر دیں گے کہ انہیں احادیث سے ان کا عقیدہ مردود و مطروح ہوتا ہے۔

الحديث الأول : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ الله ﷺ إِنَّ الله قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ من نَفْسِ الْمُؤْمِنِ أن يَكْرَه الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ. ولابدله منه.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی دوست کے ساتھ عداوت رکھتا ہے میں اس سے جنگ کا اعلان کر چکا ہوں میں نے جو حکم بندے پر فرض کئے ہیں وہی میرے قربت کیلئے مجھے سب سے محبوب ہیں میرا بندہ نوافل پڑھتے پڑھتے میرے قریب ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں پھر میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے میں دوں گا اگر پناہ طلب کرے اس کو پناہ دوں گا، میں اپنے کسی کام میں تردد نہیں

۱- أخرجه الدارمي فى سننه (۱/ ۹۴) المصري (۶۱) طبع الهندي

۲- (صحيح) صحيح سنن ابن ماجة حديث رقم (۲۰)، أخرجه أحمد فى مسنده رقم (۹۳۹) (۱۲۲) وغيرهما.

کرتا جتنا کہ مومن کی جان کے بارے میں وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی مساوت کو ناپسند کرتا ہوں حالانکہ موت اس کیلئے لازمی ہے بخاری نے اسے روایت کیا۔([1])

اقول اولاً: یہ لوگ صرف جملہ "كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ إِلَى وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا" کو پیش کرتے ہیں مگر سارا سیاق ان کے استدلال کو بالکل اڑا دیتا ہے۔ مثلاً ولی کا ذکر خود اس تقسیم کو مقتضی ہے کہ بعض ولی ہیں بعض غیر ولی۔ اعداء اور دشمن ، پس ان میں کیسے خدا ہو گا یا ان سے متحد ہو گا؟ ایضاً جنگ کا اعلان اگر اندر ہے تو کیسے جنگ ہو گی ایضاً تقرب بالفرائض ثم بالنوافل خود مباینت کو چاہتا ہے۔ ایضاً سوال کا ذکر یا استفادہ بھی حلول و اتحاد کو مانع ہیں ایضاً تردد کا سوال ہی نہیں رہتا کیونکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ خود باہر نکل جاتا ہے یا روح کو نکالتا ہے گویا کہ نشہ کرنے والوں کی طرح ترک نماز کے لئے یہ پیش کرنا کہ لا تقربوا الصلوٰۃ (نماز کے قریب نہ جاؤ) حالانکہ پوری آیت اس طرح ہے: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَقْرَبُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنتُمْ سُكَـٰرَىٰ ﴾ (النساء: ٤٣) ترجمہ: نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔

اگر یہی استدلال ہے تو پھر اجتہاد و استنباط کا دیوالیہ سمجھنا چاہئے۔

ثانیاً: خود دوسری حدیث میں اس کی تفسیر آئی ہے۔

فأخرج الطبراني من حديث الأوزاعي عن عيدة بن لبابة عن زر بن حبيش سمعت حذيفة يقول قال رسول الله إن اللهَ تعالى أوحى إليَّ ، يا أخا المُرسَلِينَ ! ويا أخا المُنذِرِينَ !أَنْذِرْ قومَكَ أنْ لا يَدْخُلوا بَيْتاً من بيوتي ولأحَدٍ عندهم مَظْلَمَةٌ ، فإني أَلْعَنُهُ ما دام قائماً بن يديَّ يُصَلِّي حتى يَرُدَّ تلك الظُلامةَ على أهلها ،فأكونَ سَمْعَه الذي يَسْمَعُ به ،وبصرَه الذي يُبْصِرُ به، ويكونَ من أوليائي وأَصْفِيائي، ويكونَ جاري مع النَّبِيِّينَ والصِّدِّيقينَ والشهداءِفي الجنةِ.وهذا إسناد جيد وهو غريب جداً .

طبرانی ، اوزاعی کی حدیث عیدہ سے روایت کرتے ہیں، وہ زر بن حبیش سے کہتے ہیں میں نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے میری طرف وحی کی "اے رسولوں کے بھائی" اے منذرین کے بھائی اپنی قوم کو ڈرا کہ میرے گھروں میں سے کسی گھر میں اس حال میں داخل نہ ہوں کہ انہوں نے کسی کا حق دینا ہو۔ جب تک میرے آگے کھڑا رہے گا میں اس پر لعنت کروں گا جب تک اس حق کو مالک پر واپس نہ کر دے۔ پھر میں اس کا سمع ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی بصر بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور وہ میرے چیدہ دوستوں میں سے ہو جاتا ہے اور وہ نبیوں اور صدیقوں اور شہداء کے ساتھ جنت میں میرا ہمسایہ ہو گا، یہ سند جید ہے اور انتہائی غریب ہے۔([2])

---

[1]– صحیح بخاری بَاب التَّوَاضُعِ, كِتَاب الرِّقَاقِ (رقم: ٦٠٢١). مشكاة المصابيح (١٩٧).

[2]– (ضعيف) السلسلة الضعيفة , برقم (٦٣٠٨) .والطبراني .



كذا فى جامع العلوم والحكم فى شرح خمسين حديث من جوامع الكلم للحافظ ابن رجب. جامع العلوم والحکم میں اسی طرح ہے۔ (1)

اس حدیث نے تفسیر کر دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلصین کو گناہ کرنے سے روکتا ہے ہر وقت اس کی مراقبت و نگہبانی کرتا اور کسی عضو سے گناہ کرنے پر متنبہ کرتا ہے تاکہ وہ خالص اور صاف رہیں اور جماعت منعم علیہم کے ساتھ جنت میں رہیں پھر یہ الفاظ "مادام قائما بين يدى" مباینت کی تائید کرتے ہیں۔

ثالثاً: اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان جب عبادت و نوافل سے اللہ کے قریب ہونے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو قریب کرتا ہے اور اس کو احسان کے رتبہ پر پہنچا دیتا ہے گویا کہ قلب اس کا اللہ کی محبت سے پر ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "حَتّٰى أَحْبَبْتُهُ ، فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ"

یعنی: یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرلیتا ہوں، پس پھر میں اس کی سماعت ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ (2)

اس کے دل میں اللہ کی محبت اور خوف اور ہیبت و عظمت بیٹھ جاتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ہجرت کے وقت مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے جو خطبہ دیا اس خطبۂ ثانیہ میں یہ الفاظ بھی فرمائے کہ: "أحبوا ما أحب الله وأحبو الله من كل قلوبكم ولا تملوا كلام الله وذكره ولا تقسى عنه قلوبكم"، اس سے محبت کرو جو اللہ کو محبوب ہے اور پورے دل کے ساتھ اللہ سے محبت کرو، اللہ کے کلام اور اس کے ذکر سے ملال نہ کرو اور نہ ہی اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں۔ (3)

قال ابن رجب: فى جامع العلوم فمتى امتلأ القلبُ بعظمةِ الله تعالى ، محا ذلك مِنَ القلب كلَّ ما سواه ، ولم يبقَ للعبد شيءٌ من نفسه وهواه ، ولا إرادة إلاَّ لما يريدهُ منه مولاه ، فحينئذٍ لا ينطِقُ العبدُ إلاّ بذكره ، و يتحرَّكُ إلا بأمره ، فإنْ نطقَ ، نطق بالله ، وإنْ سمِعَ ، سمع به ، وإنْ نظرَ ، نظر به ، وإنْ بطشَ ، يبطش به ، فهذا هو المرادُ بقوله : كنت سمعه الذي يَسمعُ به .

حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ "جامع العلوم" میں کہتے ہیں: جو شخص دل کو اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت سے بھر لیتا ہے وہ اپنے دل سے ماسوا کو محو کر دیتا ہے اور بندے کے اپنے نفس سے کچھ باقی نہیں رہتا۔ ارادہ وہی کرتا ہے جو اس کا مولیٰ چاہتا ہے اس وقت بندے کی گفتار میں فقط اللہ کا ذکر ہے، وہ اس کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرتا۔ اگر بولتا ہے تو اللہ کی مدد کے ساتھ، اگر سنتا ہے تو اللہ کے ساتھ اور اگر دیکھتا ہے تو اللہ کی مرضی کے مطابق، پکڑتا ہے تو اس کی توفیق سے كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ

1- تفسير ابن رجب (۳۱۳, ۳۱۵).

2- (صحيح) السلسلة الصحيحة حديث رقم (۱٦٤٠), شرح السنه للبغوي كتاب الجمعة باب التقرب إلى الله تعالى بالنوافل والذكر.

3- سيرة ابن هشام (۱۰۵).



بِہٖ سے یہی مفہوم مراد ہے۔([1])

اس کے علاوہ اور بھی علماء نے جوابات ذکر کئے ہیں: قال الحافظ ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری والجواب عنه بوجوه أحدها أنه علی سبیل التمثیل والمعنی كنت سمعه وبصره فی إیثاره أمری فهو یحب طاعتی یؤثر خدمتی كماتحب هذه الجوارح ثانیها أن المعنی كلیته مشغولة فی فلایصغیٰ سمعه إلا إلی مایرضینی ولایری ببصره إلاما أمرته به ثالثها المعنی إجعل له مقاصده كأنه یتنا ولها بسمعه وبصره.

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں کہتے ہیں: اس کا جواب کئی طریق سے ہے، ایک یہ کہ یہ تمثیل کے طور پر ہے، مقصد یہ ہے کہ میں اس کا سمع اور بصر ہوتا ہوں کہ وہ میرے حکم کا ایثار کرتا ہے، وہ میری اطاعت سے محبت کرتا ہے اور میری خدمت کو چنتا ہے جیسا کہ یہ اعضاء پسند کرتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ وہ مکمل طور پر میرے ساتھ مشغول ہے اس کا کان ادھر ہی متوجہ ہو جاتا ہے جو مجھے راضی کرے، اپنی آنکھ سے بھی وہی دیکھتا ہے جس کا میں نے اسے حکم دے رکھا ہے تیسرا یہ ہے کہ میں اس کے مقاصد ایسے بنا دوں گا گویا وہ اپنی سمع اور بصر سے انہیں حاصل کر رہا ہے۔

رابعها: كُنْتُ لَهُ فِي النُّصْرَةِ كَسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ وَيَدِهِ وَرِجْلِهِ فِي المُعَاوَنَةِ عَلَى عَدُوِّهِ.

چوتھا یہ کہ دشمن کے خلاف اس کی نصرت میں اس کیلئے اس کی اپنی سمع اور بصر اور ہاتھ پاؤں کی طرح ہو جاؤں گا۔

خامسها: قال الفاكهانی وسبقه إلی معناه ابن هبیرة هوفیما یظهر لی أنه علی حذف مضاف والتقدیر كنت حافظ سمعه الذی یسمع فلایسمع إلامایحل إستماعه وحافظ بصره كذالك.

پانچواں یہ کہ فاکھانی کہتے ہیں اور اس سے پہلے ابن ہبیرہ نے بھی یہ معنی بیان کیا ہے: یہاں مضاف محذوف ہے مفہوم یہ ہو گا کہ میں اس کی سمع کا محافظ ہوتا ہوں وہ اسی کو سنتا ہے جس کا سننا حلال ہے اور اسی طرح اس کی بصر کا نگران ہوں۔

سادسها: قال الفاكهانی یحتمل معنی آخر أدق من الذی قبله وهو أن یكون سمعه مسموعة لأن المصدر قد جاء بمعنی المفعول مثل فلان أَمِلَی بمعنی مَأ مُولِي والمعنی إنه لایسمع الأ ذكری ولایتلذ إلا بتلاوة كتابی ولایأنس إلا بمناجاتی ولاینظر إلا فی عجائب ملكوتی ولایمدیده إلا فیه رضائی ورجله كذلك و بمعناه قال ابن هبیرة أیضا.

چھٹا یہ کہ فاکہانی کہتے ہیں: پہلے معنی سے بھی ادق ایک اور مفہوم بھی اس کا ہو سکتا ہے کہ سمع بمعنی مسموع کے ہو کہ مصدر بمعنی مفعول کبھی کبھی آ جاتا ہے جیسے فلان املی بمعنی مامولی پھر مفہوم حدیث یہ بھی ہو گا کہ وہ میرے ذکر کے سوا نہیں سنتا اور اسے میری کتاب کی تلاوت میں ہی لذت آتی ہے اور وہ میری مناجات سے ہی مانوس ہوتا ہے اور اس کی نظر میرے ملکوت کے عجائب پر ہی پڑتی ہے، وہ اپنا ہاتھ پاؤں صرف میری رضا کے کام کی طرف بڑھاتا ہے، ابن ہبیرۃ نے یہ معنی بھی بیان کیا ہے۔

[1] – صحیح بخاري بَاب التَّوَاضُعِ, كِتَاب الرِّقَاقِ حدیث رقم (۶۰۲۱), جامع العلوم (۳۲۰)



وقال الطوفی: إتفق العلماء من یعتد بقوله أن هذا مجاز وکنایة عن نصرة العبد وتأییده وإعانته حتی کأنه سبحانه ینزل نفسه من عبده منزلة الآلات التی یستعین بها ولهذا وقع فی روایة فبی یسمع وبی یبصروبی یبطش وبی یمشی قال والإتحادیة زعموا أنه علی حقیقة وأن الحق عین العبد واحتجوا بمجیٔ جبرئیل فی صورة دحیة قالوا فهو روحاني خلع صورته و ظهر بمظهر البشر قالوا فالله اقدر علي أن یظهر في صورة الوجود الکلی أوبعضه تعالیٰ عمایقول الظالمون علوا کبیرا وقال الخطابی هذه إمثال والمعنی توفیق الله لعبده فی الأعمال التی یباشرهابهذه الأعضاء وتیسیر المحبة له بأن یحفظ جوارحه علیه ویعصمه عن مواقعة مایکره الله من الإصغاء إلی اللهو بسمعه ومن النظر إلی مانهی الله عنه ببصره ومن البطش فیما لا یحل له بیده ومن السعی إلی الباطل برجله وإلی هذا أنحی الداؤدی ومثله الکلابازی وعبر بقوله: "أحفظه فلایتصرف إلا فی محابی» لأنه إذا أحبه کره له أن یتصرف فیما یکرهه منه.

طوفی کہتے ہیں: کہ جن علماء کے اقوال کا اعتبار کیا جاتا ہے ان کا اتفاق ہے کہ یہ مجاز اور کنایہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے کی نصرت و تائید اور اعانت سے گویا اللہ تعالیٰ خود کو اپنے بندے کا ایک آلہ کار کے منزلہ بنالیتا ہے، اسی لئے ایک روایت میں ہے وہ میرے ساتھ سنتا ہے، میرے ساتھ دیکھتا ہے، میرے ساتھ پکڑتا اور چلتا ہے، اتحادیہ کا زعم ہے کہ یہاں حقیقی معنی ہے یعنی کہ حق عین بندہ ہے جبریل کا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آنے سے استدلال کرتے ہیں کہتے ہیں یہ روحانی ہے، اس نے اپنی صورت اتاری اور بشری مظہر میں ظاہر ہو گیا وہ کہتے ہیں اللہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ وہ الوجود الکلی کی صورت میں ظاہر ہو یا بعض میں، اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔ خطابی کہتے ہیں کہ تمثیل ہے، مقصدِ حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو ان کاموں کی توفیق دیتا ہے جو ان اعضاء سے کئے جاتے ہیں اور اپنی محبت آسان کر دیتا ہے کہ اس کے جوارح کی حفاظت کرتا ہے اور اسے اپنے مکروہ اور ناپسند کاموں میں گرنے سے بچاتا ہے مثلاً اس کے کان کو فضول باتوں کی طرف توجہ دینے سے، آنکھ کو اس سے جس کے دیکھنے کی نہی ہے اور ہاتھ کو اس کو پکڑنے سے جس کا پکڑنا حلال نہیں اور باطل کی طرف چلنے سے پاؤں کو محفوظ کرتا ہے، داؤدی بھی اسی مفہوم کی طرف گئے ہیں اور اسی طرح کلابازی اس نے یوں تعبیر کی: "میں اس کی حفاظت کرتا ہوں پس وہ میرے پسندیدہ کاموں میں ہی تصرف کرتا ہے" اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے تو یہ نہ چاہے گا کہ وہ مکروہ کاموں میں لگا رہے۔

سابعها: قال الخطابی أیضا وقد یکون عبر بذلك عن سرعة إجابة الدعاء والنجح فی الطلب ذلك أن مساعی الإنسان کلها إنما تکون بهذه الجوارح المذکورة وقال بعضهم هو منتزع مما تقدم لایتحرك له جارحة إلا فی الله ولله فهی کلها تعمل بالحق للحق وأسند البیهقی فی الزهد عن أبی عثمان الجیزی أحد أئمة الطریق قال معناه کنت أسرع إلی قضاء حوائجه من سمعه فی الإسماع وعینه فی النظر ویده فی اللمس ورجله فی المشی.

ساتواں یہ کہ خطابی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے اس مفہوم کی تعبیر فرمائی ہے کہ وہ اس کی دعا کی جلدی قبولیت فرماتا ہے اور مطالب میں کامیابی دیتا ہے کیونکہ انسان کے تمام مساعی انہی مذکورہ اعضاء سے ہوتے ہیں بعض کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس کا کوئی عضو حرکت میں نہیں آتا مگر اللہ کے بارے میں اور اللہ کیلئے اس کے کل اعضاء حق کام کرتے ہیں اور حق کیلئے۔ امام بیہقی الزہد میں ابو عثمان جیزی سے جو کہ ائمہ طریقت میں سے ہے، روایت کرتے ہیں اس کا معنی یوں ہے کہ میں اس کی ضروریات پوری کرنے میں، سننے میں اس کی سمع، دیکھنے میں اس کی آنکھ، لمس میں اس کے ہاتھ اور چلنے میں اس کے پاؤں سے بھی جلدی کرتا ہوں۔

وحمله بعض أهل الزيغ على مايدعونه من أن العبد إذا لازم العبادة الظاهرة والباطنة حتى يصفى من الكدورات أنه يصير فى معنى الحق تعالى الله عن ذلك وأنه يفنى عن نفسه جملة حتى يشهد أن الله هوالذاكر لنفسه الموحد لنفسه المحب لنفسه وأن هذه الأسباب والرسوم تصيرعدما صرفا فى شهوده وأن لم تعدم فى الخارج وعلى الأوجه كلها فلاتمسك فيه للإتحادية ولاالقائلين بالوحدة المطلقة لقوله فى بقية الحديث ولئن سألنى ولئن إستعاذ بى فانه كالريح فى الرد عليهم. بإختصار يسير.

بعض اہل زیغ اس کو اپنے اس دعویٰ پر محمول کرتے ہیں کہ بندہ جب ظاہری اور باطنی عبادت کو لازم آتا ہے حتیٰ کہ وہ کدورات سے صاف ہو جاتا ہے تو وہ حق کے معنی میں بن جاتا ہے (اللہ تعالیٰ اس سے بہت اونچا ہے) اور اپنے آپ سے فانی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ مشاہدہ کرتا ہے کہ اللہ ہی اپنے آپ کا ذاکر ہے، موحد نفسہ ہے اور محب لنفسہ ہے اس کے شہود میں یہ اسباب اور یہ رسوم عدمِ محض بن جاتی ہیں اگرچہ خارج میں معدوم نہیں ہوتیں، جملہ توجیہات سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث اتحادیہ اور قائلین وحدۃ کا متمسک نہیں بن سکتی اس لئے کہ بقیہ حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں۔ اگر اس نے مجھ سے سوال کیا اگر اس نے مجھ سے پناہ طلب کی۔ یہ لفظ ان کے رد کرنے میں ریح کی مانند ہے۔

سابقہ تین جوابوں کے علاوہ حافظ صاحب کی عبارت سے نو جوابات معلوم ہوئے جن کی عنقریب تشریح کرتے ہیں۔

فنقول رابعاً: یہ فرمان علی سبيل التمثيل ہے یعنی میں اس طرح اس کا سمع و بصر ہوتا ہوں کہ وہ میری اطاعت و خدمت کو ایسا ہی محبوب سمجھتا ہے جیسا کہ اپنے ان اعضاء کان آنکھ وغیرہ کو۔

خامساً: یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ بالکلیہ میرے ساتھ مشغول ہے پس وہی سنتا ہے جس کا سننا مجھے پسند ہے اور وہی دیکھتا ہے جس کا میں نے حکم دیا ہے۔

قال ابن دقيق العيد فى شرح الأربعين النووية فهذه علامة ولايته لمن يكن الله قد أحبه ومعنى ذلك أنه لايسمع مالم يأ ذن الشرع له بسماعه ولايبصرمالم يأ ذن الشرع فى أبصاره ولايمد يده إلى شئ مالم يأ ذن الشرع له فى مدّها إليه ولايسعى برجل إلافيما أذن الشرع فى السعى إليه.



ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ شرح اربعین نووی میں کہتے ہیں: یہ اس کی ولایت کی علامت ہے جس سے اللہ محبت کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اس کو نہیں سنتا جس کے سننے کی شرع اجازت نہ دے اور نہ ہی اسے دیکھتا ہے جس کے دیکھنے کی شرع اجازت نہ دے اور خلاف شرع کسی کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے اور نہ ہی اس کام کی طرف چلتا ہے جس کے کرنے کی شریعت میں اجازت نہیں ہے۔

اور یہ عام استعمال ہے کہ فلاں حاکم کی زبان ہے یعنی حاکم اس کے مشورہ کے بغیر بات نہیں کرتا ہے وہی کہتا ہے جو فلاں کہتا ہے۔

سادساً: یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ میں اس کے ہر مقصد کو اس طرح فوری طور پر پورا کرتا ہوں جیسا کہ اپنے ان اعضاء سے مقصد لے رہا ہے کیونکہ اس کا ایسا کوئی مقصد نہ ہو گا جس میں رضاءِ الٰہی نہ ہو یہ تفسیر خود اس حدیث میں ہے کہ: لئن سألني لأعطينه ولئن إستعاذبي لأعيذنه.

ترجمہ: اگر اس نے مجھ سے مانگا میں ضرور دوں گا، اگر اس نے پناہ طلب کی تو اپنی حفاظت میں لے لوں گا۔

کیونکہ ویسے بھی تو ہر ایک سائل کو سوال ملتا ہے اور ہر ایک پناہ مانگنے والے کو پناہ ملتی ہے مگر جو اللہ کے مقرب بندے ہیں ان کی دعا اور استعاذہ اور مقام رکھتے ہیں، ان تین جوابوں کو امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "دفع شبهة الشبهية" میں ذکر کیا ہے۔[1]

سابعاً: یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ دشمنوں کے مقابلہ میں میری مدد اس کیلئے ایسی ہی قریب ہے جیسے ان کے اعضاء اور جوارح کما قال: ﴿ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ﴾ (الصف: ۱۳)

ایک اور چیز جسے تم پسند کرتے ہو یعنی اللہ کی مدد اور فتح قریب۔

گویا کہ اللہ کے مقرب بندوں کو اس کی مدد پر اتنا یقین ہے جیسا کہ کان، ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء پر ہوتا ہے اس جواب کو علامہ ابن حجر ہیثمی نے "شرح اربعين النوويه" میں بھی ذکر کیا ہے۔[2]

ثامناً: یوں بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے اور تقدیر یوں ہو گی کہ كنت حافظ سمعه الذى يسمع به بصره الذى يبصربه یعنی میں اس کے دل، کان، ہاتھوں اور پاؤں بلکہ ہر ایک عضو کا محافظ ہوں، چونکہ بوجہ کثرت عبادت وہ میرا محبوب بن چکا ہے۔ لہٰذا وہ کان سے ایسی بات نہیں سنے گا جس کا سننا اس کو حلال نہیں اور ایسی چیز کی طرف نظر نہیں اٹھائے گا جس کا دیکھنا اس کو حلال نہیں علی ہذا القیاس چلنا، ہاتھ سے پکڑنا وغیرہ وغیرہ۔

---

[1] – رفع شبهة الشبهة (۷۳).

[2] – شرح الأربعين النووى (۲۷۲).

اس جواب کو علامہ عینی نے "عمدة القاري طبع المنيريه" میں (۱)اور امام نووی نے شرح الاربعین حدیث میں بھی ذکر کیا ہے اور اس کی تائید نبوی دعا سے بھی ہوتی ہے ۔ آپ ﷺ یوں بھی اللہ سے دعا مانگتے تھے کہ: ومتعنا بأسماعنا وأبصارنا وقواتنا. اور ہمیں ہمارے اسماع، ابصار اور قوتوں سے فائدہ لینے دے۔(۲)

قال فی تحفة الأحوذی ,أَيْ بِأَنْ نَسْتَعْمِلَهَا فِي طَاعَتِكَ. کہ ان کو تیری اطاعت میں استعمال کریں۔(۳)

اور مضاف کا حذف عادات عرب میں سے ہے چنانچہ المتن المتين میں ہے کہ : وقد يحذف المضاف فيعطي المضاف إليه أعرابه. کبھی مضاف محذوف کیا جاتا ہے اور مضاف الیہ کو اس کا اعراب دے دیا جاتا ہے۔(۴)

اور رضی شرح الکافیہ طبع استنبول میں ہے کہ:وقد أخل المصنف بعض أحكام الإضافة فلابأس أن نذكرها أحدها حذف المضاف إذا أمن اللبس وجاء أيضاً فى الشعر مع اللبس فإذا حذف فالأولى والأشهر قيام المضاف إليه مقام المضاف فى الإعراب كقوله تعالىٰ ﴿ وَسْـَٔلِ ٱلْقَرْيَةَ ﴾. (۵)

مصنف نے بعض احکام اضافت میں خلل پیدا کر دیا ہے لہٰذا ان کے ذکر میں کوئی باک نہیں ہے ایک یہ کہ جب التباس کا اندیشہ نہ ہو، مضاف کو محذوف کیا جاتا ہے اور شعر میں التباس کے امکان کی صورت میں بھی حذف موجود ہے جب حذف ہوا تو اولی اور مشہور یہی ہے کہ مضاف الیہ کو مضاف کا اعراب دیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:اور بستی (والوں) سے پوچھ۔

اور امام ابن ہشام المغنی میں لکھتے ہیں کہ: ذكر أماكن من الحذف يتمرن بها العرب حذف الإسم المضاف جاء ربك ﴿فَأَتَى ٱللَّهُ بُنْيَـٰنَهُم ﴾ أى أمره لإستحالة الحقيقى ﴿ وَسْـَٔلِ ٱلْقَرْيَةَ ٱلَّتِى كُنَّا فِيهَا وَٱلْعِيرَ ٱلَّتِىٓ أَقْبَلْنَا فِيهَا ﴾ أى أهـل القريـة وأهـل العـير ﴿وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ﴾ أى وإلى أهـل مـدين بـدليل أخـاهم. ﴿ إِذًا لَّأَذَقْنَـٰكَ ضِعْفَ ٱلْحَيَوٰةِ وَضِعْفَ ٱلْمَمَاتِ ﴾أى ضعف عذاب الحياة وضعف عذاب المماة ﴿لِّمَن كَانَ يَرْجُواْ ٱللَّهَ ﴾ أى رحمته ﴿ يَخَافُونَ رَبَّهُم ﴾ أى عذابه بدليل ﴿وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُۥ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُۥٓ ﴾ ﴿يُضَـٰهِـُٔونَ قَوْلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ﴾ أى يضاهى قولهم قول الذين كفروا. قال الاعشى: ألم تغتمض عيناك ليلة أرمدا حذف المضاف إلى ليلةوالمضاف إليه ليلة وأقام صفة مقامه أى أغماض ليلة رجل أرمدوعكسه نيابـة المـصدر عـن الزمـان جئتك طلوع الشمس أى وقت طلوع فناب المصدر عن الزمان.

۱- عمدة القارى (۲۲/ ۹۰), شرح الأربعين النووى (۱۰۳).

۲- (حسن) صحيح وضعيف سنن الترمذي (رقم: ۳۵۰٤) سنن الترمذى (۲/ ۱۸۸)..

۳- تحفة الأحوذى كتاب الدعوات عن رسول الله, باب ما جاء في عقد التسبيح باليد, (٤/ ۲۵۹).

٤- المتن المتين (۱٦۰).

۵- رضى شرح الكافية (۱/ ۲۹۱).



حذف کے چند مقامات کا بیان جہاں عرب اسم مضاف کا حذف کرتے ہیں:

① جاء ربك ﴿فَأَتَى ٱللَّهُ بُنْيَـٰنَهُم﴾ اِصل "جاء أمر ربك" ہے کیونکہ یہاں حقیقی معنی محال ہے۔

② ﴿وَسْـَٔلِ ٱلْقَرْيَةَ ٱلَّتِى كُنَّا فِيهَا وَٱلْعِيرَ ٱلَّتِىٓ أَقْبَلْنَا فِيهَا﴾ ٱلْقَرْيَةَ اور وَٱلْعِيرَ سے پہلے اہل مضاف محذوف ہے۔

③ ﴿وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ اِصل "إلى أهل مدين" ہے بہ دلیل أخاهم .

④ ﴿إِذًا لَّأَذَقْنَـٰكَ ضِعْفَ ٱلْحَيَوٰةِ وَضِعْفَ ٱلْمَمَاتِ﴾ اصل ہے: ضعف عذاب الحياة وضعف عذاب المماة.

⑤ ﴿لِّمَن كَانَ يَرْجُوا۟ ٱللَّهَ﴾ اصل ہے: يرجو رحمة الله.

⑥ ﴿يَخَافُونَ رَبَّهُم﴾ یعنی عذاب ربهم.

⑦ ﴿يُضَـٰهِـُٔونَ قَوْلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟﴾ اصل ہے: يضاهي قولهم.

اَعشیٰ کہتے ہیں: ألم تغتمض عيناك ليلة أرمدا اس میں ليلة سے پہلے اغماض محذوف ہے اور ليلة کے بعد رجل محذوف ہے اور اس کا عکس بھی ہوتا ہے یعنی مصدر کو زمان کا نائب بنانا جیسا کہ ہے جئتك طلوع الشمس یعنی وقت طلوع۔ تو یہاں مصدر یعنی طلوع وقت کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ (1)

اور فيما نحن فيه جو حلولیہ معنی کرتے ہیں وہ قرآن و سنت اجماع اور عقل و فطرت کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناممکن ہے لہٰذا یہاں بھی مقدر مانی جاسکتی ہے ایضاً آیات قرآنیہ کے علاوہ احادیث میں بھی یہ مثالیں موجود ہیں۔

قال القرطبي: في تفسيره وقوله عليه السلام اهتز العرش لموت سعد بن معاذ يعني أهل العرش من الملٰئكة فرحا واستبشارا بقدومه رضى الله عنه.

قرطبی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے فرمان إهتز العرش لموت سعد بن معاذ میں اہتزاز اہل عرش مراد ہے یعنی فرشتے سعد رضی اللہ عنہ کی آمد پر فرح و خوشی سے جھوم اٹھے۔ (2)

نیز أوضح المسالك "شرح ألفية ابن مالك لابن هشام"، "البهجة المرضية شرح الألفية للسيوطي رحمه الله"، "تاج العروس"، میں بھی یہ مسئلہ مذکور ہے، امام ابو یعقوب الکاکی نے "مفتاح العلوم" میں اس مسئلہ کے متعلق مستقل فصل قائم کی ہے نیز علامہ زرکشی نے "البرهان في علوم القرآن" میں بھی عنوان منعقد کیا ہے اور تیس مثالیں صرف قرآن

1- ابن هشام المغنى (٢/ ١٦٤, ١٦٥).

2- تفسير القرطبي (٧/ ٣٠٤).

سے ذکر کی ہیں اور اسی جواب کو علامہ تفتازانی نے "شرح الأربعين النووية على هامش أربعين البركوي والكرماني" میں ذکر کیا ہے۔([1])

تاسعاً: یہ بھی ممکن ہے کہ سمع بمعنی مسموع ہو کیونکہ مصدر بمعنی مفعول کے بھی آتا ہے مثلا فلان أملي (فلاں میری امید ہے) بمعني مأمولي اور یہ استعمال بھی عرب کلام میں موجود ہے، رضی شرح شافیہ میں ہے۔

ويجئ الفعل للمفعول، كالذبح والسفر والزبر ويجئ الفعل - بفتح الفاء والعين - له أيضا، كالخيط للمخيوط، والنقض للمنقوض وجاء فعلة: بسكون العين كثيرا بمعنى المفعول كالسبكة والضحكة.

فعل مفعول کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ ذبح، سفر، زبر اسی طرح فعل بفتح فاوعین بھی مفعول کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ خیط مخیوط کے معنی میں اور نقض بمعنی منقوض اورفعله به سكون عين تو مفعول کے معنی میں بہت آتا ہے جیسا کہ السبكة اور الضحكة.([2])

اور حنفیہ شرح مراح الارواح میں ہے:إن الفاعل والمفعول قد يجيئان على وزن صيغة المصدر بأن يؤل المصدر بهما كقوله رجل عدل أى عادل وهذا الدرهم"ضرب الأمير" أي: مضروبه .

فاعل اور مفعول کبھی کبھی مصدر کے وزن پر آ جاتے ہیں کہ مصدر سے فاعل اور مفعول کا معنی لیا جاتا ہے جیسا کہ رجل عدل یعنی عادل اور هذا الدر هم ضرب الأمیر یعنی مضروبه.([3])

اور امام ابو منصور الثعالبی "فقه اللغة "میں عنوان باندھتے ہیں: قال: الفصل فى إقامة الإسم والمصدر مقام الفاعل ولمفعول تقول العرب: رجل عدل أى عادل، ورضى.

فصل اسم اور مصدر کا استعمال فاعل اور مفعول کی جگہ، اہل عرب کہتے ہیں۔ رجل عدل یعنی عادل اور رضی یعنی مرضی۔اہل لغت نے بھی ذکر کیا ہے۔([4])

ففى لسان العرب والسمع ما وقرنى الأذن من شئ تسمعه السمع وہ چیز جو کان میں آ جائے جسے تو نے سنا ہے۔([5])

و فى تاج العروس: السَّمْعُ أيضاً : الذِّكْرُ المَسموع تاج العروس میں ہے، السمع الذكر المسموع کے معنی میں ہے۔([6])

---

[1]– المسالك شرح ألفيه ابن مالك لإبن هشام (١٨٦)، البهجة المرضية شرح الألفية للسيوطى (١٠١)، تاج العروس (٥/ ٣٨٧)، مفتاح العلوم (٥٧)، البرهان فى علوم القرآن (٣/ ١٤٦)، الأربعين النووية (٢٨٦).

[2]– شرح شافية لابن الحاجب (٦١).

[3]– حنفية شرح مراح الأرواح (٢٥).

[4]– فقه اللغة (٣١١).

[5]– لسان العرب (٨/ ١٦٤).

[6]– تاج العروس (٥/ ٣٨٦).

اور یہ استعمال قرآن کریم میں بھی ہے، قال تعالیٰ : ﴿ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَٰذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾ ﴾ (الشعراء)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور یہ سنی ہوئی بات جو کانوں میں ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔

پس معنی یہ ہوگا کہ وہ میرا ہی ذکر سنتا اور میری ہی کتاب کی تلاوت سے لذت حاصل کرتا ہے اس کی مناجات میرے ہی ساتھ ہے، میری ہی بادشاہت کے عجائبات و آیات دیکھ کر میری معرفت حاصل کرتا ہے اور میری رضا کے بغیر نہ ہاتھ سے کچھ پکڑتا ہے نہ قدم کہیں رکھتا ہے۔

عاشراً: بقول امام خطابی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس قسم کی مثالوں سے مراد یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے جو کہ ان اعضاء سے کئے جاتے ہیں چنانچہ علامہ ابو نصر الکلاباذی نے یوں تعبیر کیا ہے کہ: أحفظه فلايتصرف إلا في محابي. میں اس کی حفاظت کرتا ہوں وہ میرے پسندیدہ کاموں میں تصرف کرتا ہے۔

کیونکہ جب وہ اللہ کا محبوب ہے تو پھر اس کو یہ پسند نہیں کہ وہ ایسا تصرف کرلے جو کہ اس کو ناپسند ہو، اس جواب کو علامہ کرمانی نے شرح البخاری میں اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری طبع المنیریہ میں بھی ذکر کیا ہے۔(1)

الحادي عشر: بقول الخطابی یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اس کی جلدی سے حاجت پوری کر دی جاتی ہے اور چونکہ سب حاجتیں انہی اعضاء و جوارح سے کی جاتی ہیں اس لئے یہ تعبیر فرمایا کہ اس کے اعضاء کبھی ناکام نہیں رہتے بلکہ جلدی حاجت پوری ہو جاتی ہے، اسی طرح امام بیہقی نے کتاب الزہد میں ابو عثمان سے روایت کیا ہے "وذكره الكرماني والتفتا زاني والعيني وفي شرح الأربعين النووية أيضا".(2)

الثاني عشر: یہ سب وجوہات حسب القواعد ہیں باقی اس روایت سے اتحادیہ اور حلولیۃ کا کسی طرح تمسک صحیح نہیں ہے بلکہ یہ الفاظ ولئن سألني ولئن إستعاذبي گویا کہ صریحاً ان پر تردید ہے کما مر۔ اور ان ظالموں کا یہ کہنا کہ جبرئیل دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں ہو کر آئے، اس طرح اللہ کیلئے بھی مشکل نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت اوپر ہے اس لئے کہ مخلوق پر خالق کو قیاس کرنا ہرگز جائز نہیں۔ امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ تابعی کا کہنا سچ ہے کہ: وَمَا عُبِدَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ إِلاَّ بِالْمَقَايِيسِ. سورج اور چاند کی پوجا اندازوں سے ہی کی جاتی رہی ہے، دارمی نے اسے روایت کیا ہے۔(3)

وقال ابن رجب: في جامع العلوم والحكم ومن أشار إلى غير هذا، فإنّما يُشير إلى الإلحاد مِنَ الحلول، و الإتّحاد، والله ورسوله بريئان منه. (4)

1- عمدة القاري للعيني, شرح البخارى للكرماني (٢٣/ ٢٢, ٢٣).

2- شرح الأربعين النووى (١١٥).

3- سنن الدارمي, كتاب المقدمة, باب تَغَيُّرِ الزَّمَانِ وَمَا يَحْدُثُ فِيهِ حديث رقم (٥٨).

4- جامع العلوم والحكم (٣٢٠).



حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ "جامع العلوم والحکم" میں کہتے ہیں جو شخص مذکورہ معنی کے علاوہ کوئی اور مفہوم بتاتا ہے وہ حلول اور اتحاد کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول علیہ السلام بری ہیں۔

وقال ابن علان فی دلیل الفالحین: تحت الحدیث وزعم الحلولیة والإتحادیة بقاء هذاالكلام علی حقیقة وأنه تعالی عین عبده أو حال فیه ضلال وكفر إجماعا. (1)

ابن علان رحمۃ اللہ نے "دلیل الفالحین" س میں اس حدیث کے تحت کہا حلولیۃاور اتحادیہ کا خیال ہے کہ یہ کلام حقیقت پر ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ عین عبد ہے یا اس میں حلول کر چکا ہے بہ اجماع یہ عقیدہ گمراہی اور کفر ہے۔

ان جوابات کے بعد اور جوابات ملاحظہ ہوں۔

الثالث عشر: قال البیهقی فی الأسماء والصفات: وهذا القول من الرسول صلی الله علیه وسلم من لطیف التمثیل عند ذوی التحصیل، البعید من التشبیه، المكین من التوحید، وهو أن یستولی الحق علی المقرب إلیه بالنوافل حتی لا یسمع شیئا إلا به، ولا ینطق إلا عنه، نشرا لآلائه، وذكرا لنعمائه، وإخبارا عن مننه المستغرقة للخلق.

امام بیہقی "الأسماء والصفات" میں لکھتے ہیں: رسول اللہ علیہ السلام کا یہ فرمان علماء محصلین کے ہاں ایک لطیف تمثیل ہے جو کہ تشبیہ سے دور اور توحید کا ثبوت ہے وہ یہ کہ حق تعالیٰ نوافل کے ذریعہ تقرب حاصل کرنے والے پر مستولی ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے تعاون کے سوا کچھ نہیں سنتا وہ اللہ کی نعمتوں، احسانوں اور اس کے مِنن کا تذکرہ کرنے کیلئے اسی کی طرف سے بولتا ہے۔ (2)

یعنی ان کے اعضاء سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار اور شکریہ ہوتا رہے گا۔

الرابع عشر: یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کبھی میری یاد سے غافل نہیں اس لئے میری یاد اس کے اعضاء کو ایک لمحہ کیلئے بھی میری عبادت یا کوئی نیک عمل کرنے سے الگ ہونے نہیں دیتی۔ (ذكره النووی فی شرح الأربعین).

الخامس عشر: اس کی مثال قرآن مجید میں ہے۔

قال الله تعالی: ﴿فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ﴾ (الأنفال: ١٧)

تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ نے ان کو مارا ہے اور تو نے نہیں پھینکیں جب پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکی ہیں۔

قال ابن جریر: فلم تقتلوا المشركین، أیها المؤمنون، أنتم، ولكن الله قتلهم. وأضاف جل ثناؤه قتلهم إلی نفسه، ونفاه عن المؤمنین به الذین قاتلوا المشركین، إذ كان جل ثناؤه هو سبب قتلهم، وعن أمره كان قتالُ المؤمنین إیاهم. ففي ذلك أدلُّ الدلیل علی فساد قول المنكرین أن یكون لله في أفعال خلقه صُنْعٌ به وَصَلوا إلیها. وكذلك

1- دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین لابن علان (١/ ٢٩٧).

2- الأسماء والصفات للبیهقی (٣٢٢).



قوله لنبيه عليه السلام ﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ رَمَىٰ﴾ فأضاف الرميَّ إلى نبي الله، ثم نفاه عنه، وأخبر عن نفسه أنه هو الرامي، إذ كان جل ثناؤه هو الموصل المرميَّ به إلى الذين رُمُوا به من المشركين، والمسبِّب الرمية لرسوله. فيقال للمسلين ما ذكرنا قد علمتم إضافة الله رَمْيٍ نبيه صلى الله عليه وسلم المشركين إلى نفسه، بعد وصفه نبيَّه به، وإضافته إليه، ذلك فعلٌ واحد، كان من الله بتسبيبه وتسديده، ومن رسول الله صلى الله عليه وسلم الحذفُ والإرسال، فما تنكرون أن يكون كذلك سائر أفعال الخلق المكتسبة: من الله الإنشاء والإنجاز بالتسبيب، ومن الخلق الإكتسابُ بالقُوى؟ فلن يقولوا في أحدهما قولا إلا ألزموا في الآخر مثله.

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اے ایماندار و مشرکین کو تم نے نہیں قتل کیا ہے لیکن اللہ نے قتل کیا ہے، اللہ جل ثناء نے ان کے قتل کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور مومنین سے نفی کی جو کہ مشرکین سے لڑے تھے اس لئے کہ درحقیقت ان کے قتل کا سبب اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسی کے حکم سے مومنین نے ان سے لڑائی کی ہے، یہ آیت منکرین کے قول کے فساد پر پختہ دلیل ہے کیونکہ بندوں کے افعال میں اللہ کی صنعت کاری موجود ہے جس کے ذریعہ ان کاموں تک پہنچتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ کیلئے یہ فرمانا: اور آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا ہے اولاً رمی کی آپ ﷺ کی طرف نسبت کر دی پھر اس کی نفی کر کے اپنی طرف اضافت کی اس لئے کہ کنکریوں کو مشرکین تک پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اپنے رسول ﷺ کے پھینکنے کا سبب بھی وہی ہے۔ ہماری مذکورہ باتوں کو تسلیم کرنے والوں سے کہا جائے تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی رمی الی المشرکین کو اپنی طرف منسوب کیا ہے جبکہ پہلے اپنے نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا، یہ ایک ہی فعل ہے اللہ کی طرف سے اس کو سبب بنانا اور درست رکھنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے پھینکنا اور اپنے ہاتھ سے ارسال۔ پس تمہیں کیا انکار ہو سکتا ہے کہ مخلوق کے باقی افعال بھی اسی طرح ہوں کہ اپنی قوی سے اکتساب خلق کا ہے اور اس کا پیدا کرنا اور سبب بنا دینا اللہ کی طرف سے ہے۔ جب ایک معاملہ میں ایک بات کہیں گے دوسرے معاملہ میں وہی بات ماننا پڑے گی۔

ونحوه في القرطبي وزاد المسير وابن كثير والخازن مع البغوى والنسفي والشوكاني والقاسمي والمنار وغيرها. [1]

القرطبی، زاد المسیر، ابن کثیر، خازن، نسفی، شوکانی، قاسمی، المنار وغیرہ میں اسی طرح ہے۔

اسی طرح یہاں بھی یہ مراد ہے کہ جب وہ اللہ کا مقرب بندہ ہر نیک کام میں کامیاب رہتا ہے تو یہ دراصل اللہ ہی کرتا ہے کیونکہ وہ توفیق دیتا ہے، وہی اسباب میسر کرتا ہے اور وہی ہر کوشش کرتا ہے اور ہر محنت کو بارآور کرتا ہے۔ کما قیل۔

؎ ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

---

[1]- تفسيرالقرطبي (٧/ ٣٨٤)، زاد المسير لابن جوزي (٣/ ٣٣٣)، تفسيرابن كثير (٢/ ٢٩٥)، تفسيرالخازن مع البغوى (٣/ ١٥)، تفسيرالنسفى (٢/ ٩٨)، فتح القدير للشوكانى (٢/ ٢٨١)، تفسيرالقاسمى (٣/ ٢٩٦٦)، تفسيرالمنار (٩/ ٦٢١).

قال ابن علان فی دلیل الفالحین أی وأنا الذی أقدرته علی هذه الأفعال وخلقتهافیه فأنا الافاعل لذلك لا أنه يخلق أفعال نفسه أی سواء الجزئیات والکلیات وهذا یرد علی المعتزلة فی زعمهم أن العبد یخلق أفعاله الجزئیات.

ابن علان رحمۃ اللہ علیہ "دلیل الفالحین "میں کہتے ہیں: یعنی میں نے ہی اس کو ان افعال پر قدرت دی ہے اور اس میں ان کو تخلیق کیا ہے تو میں اس کا فاعل ہوں، یہ نہیں کہ وہ اپنے افعال کو پیدا کرتا ہے اس میں جزئیات اور کلیات سب برابر ہیں، اس سے معتزلہ کا یہ زعم باطل ہو گیا کہ بندہ اپنے جزئی افعال کا خالق خود ہے۔[1]

السادس عشر: بلکہ اس طرح ایک وہم کو بھی دور کر دیا جو کہ کئی جاہل لوگ جب کسی نیک آدمی کو دیکھتے ہیں کہ وہ اکثر ہر کام میں کامیاب رہتا ہے اور وہ کئی کاموں میں جلد اور آسانی سے فائز ہوتا ہے تو اس کو اللہ سمجھنے لگ جاتے ہیں، اس کو مشکل کشا اور نہ جانے کیا کیا سمجھنے لگتے ہیں، اس حدیث نے اس وہم کو دور کیا کہ نہیں اللہ کے بندوں کے ایسے کام کو پورا کرنے والا وہی ہے، بندہ صرف اکتساب کرتا ہے اور اللہ اس کے کسب و محنت کو اس کے حسب حال و تقویٰ واخلاص جلد یا بدیر کامیاب کرتا ہے۔

السابع عشر: بلکہ اس طرح ثابت ہوا کہ حلولیہ کے اعتقاد سے لازم آئے گا کہ بندے کا کوئی اکتساب ہے ہی نہیں۔ یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے کیونکہ پھر جزا یا سزا نہیں رہتی۔ بلکہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ بندہ کا اکتساب اور اس کیلئے سبب اور تکمیل تک پہنچانے والا اللہ ہے۔

الثامن عشر: جو معنی حلولیہ لیتے ہیں اس سے کئی مفاسد لازم آتے ہیں مثلاً اگر یہ ہے تو پھر ہاتھ سے استنجاء کیوں کیا جاتا ہے اور گندگی میں کیوں ڈالا جاتا ہے اور ان پاؤں سے بیت الخلاء کو کیوں جایا جاتا ہے ایضاً آنکھ اندھی اور کان بہرا یا ہاتھ لولھا یا پاؤں لنگڑا کیوں ہوتا ہے؟ کہو کیا یہی کہو گے کہ آنکھ نہیں معاذ اللہ وہی اندھا ہوا یا بہرا یا لولھا یا لنگڑا ہوا۔

أستغفر الله ثم أستغفر الله ونعوذ به من هذه الهفوات.

التاسع عشر: اگر یہ ہے تو سب سے زیادہ اقرب الی اللہ آپ ﷺ تھے پھر کیوں آپ ﷺ کی انگلی زخمی ہوئی، صحیح بخاری میں سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ فِي بَعْضِ الْمَشَاهِدِ وَقَدْ دَمِيَتْ إِصْبَعُهُ فَقَالَ إن أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيتِ وَفِي سَبِيلِ اللهِ مَا لَقِيتِ. [2]

ایک لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کی انگلی زخمی ہو گئی اس میں سے خون نکل آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو ایک انگلی ہی ہے، خون آلود ہو گئی ہے اور تیری یہ تکلیف اللہ کے راستہ میں ہے۔

---

[1] – دلیل الفالحین لإبن علان (۱/ ۱۹۶).

[2] – صحیح بخاری, كِتَاب الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ , بَاب مَنْ يُنْكَبُ فِي سَبِيلِ اللهِ, حدیث رقم (۱/ ۳۹۳).



کیا یہ معاذ اللہ خود اللہ ہی کو زخم لگا تھا؟ بلکہ آپ ﷺ کے اس شعر نے تفریق کر دی کہ یہ انگلی آپ ﷺ کی تھی اور اللہ کی راہ میں زخمی ہو گئی۔

العشرین: اہل لغت بھی ان کے خلاف معنی کرتے ہیں: ففی مجمع البحار کنت سمعه أی لایتحرك جارحة من جوارحه إلا فی الله وبالله ولله وقیل أی کنت أسرع إلى قضاء حوائجه من سمعه من الإسماع وبصره فی النظر و لسانه فی النطق شفاء لا تنبغی أن یفهم منه سوی التجرد لله والإنقطاع إلیه من غره بصفاء القلب وإخلاص الحرکات.

"مجمع البحار" میں ہے کنت سمعه یعنی اس کا کوئی عضو حرکت نہیں کرتا مگر اللہ کے بارے میں اور اللہ کے تعاون کے ساتھ اور اللہ کیلئے بعض کہتے ہیں مقصد یہ ہے، میں اس کی ضروریات پورا کرنے میں اس کے کان کے سننے، اس کی آنکھ کے دیکھنے اور اس کی زبان کے بولنے سے بھی زیادہ جلدی کرتا ہوں، اس سے صرف یہی سمجھا جائے کہ وہ اللہ کیلئے ہی کرتا ہے، غیر سے منقطع ہو کر اسی کا ہو جاتا ہے اور حرکات خالصاً اسی کے لئے ہو جاتی ہیں۔([1])

المفردات للراغب میں ہے کہ: ویقال فلان ید فلان أی ولیه وناصره. کہا جاتا ہے فلان ید فلان یعنی اس کا ولی اور ناصر ہے۔ پھر اسی روایت کو ذکر کیا ہے۔

الحادی والعشرین: اگر یہی معنی ہے جو صوفیاء لیتے ہیں تو پھر جن آیات واحادیث میں تکبر کرنے سے منع آتی ہے وہ کن کیلئے ہیں؟ کیونکہ معاذ اللہ جس کا ہاتھ خدا، پاؤں خدا، آنکھ خدا، کان خدا، زبان خدا، دل خدا بلکہ وہ خود خدا ہے اس کو تکبر سے کیا منع؟ پس یہ معنی تکبر کا سبق دیتا ہے اور جو معنی ہم نے نقل کئے ہیں وہ سب تواضع کی ترغیب دیتے ہیں اس لئے کہ سارے جوارح عاجزی کرتے ہیں اب اہل نظر دیکھیں کہ کون سا معنی اس حدیث کے لائق و مناسب ہے۔ یقیناً وہی ہے جو سلف نے بیان کیا ہے جس سے انسان کے دل پر اخلاص و تضرع الی اللہ اور تواضع کی حالت طاری ہو نہ کہ تکبر اور غرور کی کیفیت ہو اس لئے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو "کتاب الرقاق باب التواضع" میں ذکر کیا ہے گویا کہ ثابت کر دیا کہ یہ حدیث تواضع کی تعلیم دیتی ہے نہ کہ تکبر کی فما ادق النظر وما أحسن الفکر خود کرمانی نے شرح البخاری اور حافظ نے فتح الباری میں اور علامہ عینی رحمہم اللہ نے عمدة القاری المنیریه وغیرهم شراح نے جو وجوہات مطابقہ بین ترجمة الباب والحدیث کے بیان کئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: وقیل الترجمة مستفادة مما قال کنت سمعه. بعض کہتے ہیں ترجمة الباب کنت سمعه سے مستفاد ہے۔([2])

الثانی والعشرین: اگر بفرض محال ان کا معنی تسلیم کیا جائے تو بھی نہ ہمہ اوست ثابت ہو گا نہ یہ کہ ہر چیز میں اللہ ہے نہ کہ فی مکان نہ لا موجود إلا هو بلکہ لغایۃ خاص اور مقرب بندوں کیلئے کیونکہ حدیث میں تخصیص ہے جو کہ تعمیم کو منافی ہے اور

---

[1]- مجمع البحار (١/ ١٤١).

[2]- شرح البخاری (٢٣/ ٢٣)، فتح الباری (١٤/ ١٣٢)، عمدة القاری (٢٣/ ١٨).

جب تعیم نہ رہی تو لا موجود إلا اللہ بھی نہ رہا کیونکہ جو مقرب نہیں، ان کا تو وجود تسلیم کریں گے اور اس پر لطف یہ کہ جو مقرب یعنی وہ بکثرت عبادت ورکوع و سجود سے ہوتے جاتے ہیں ادھر اوروں کا مذہب ہے کہ ولی جب کمال اور یقین کے درجہ کو پہنچتا ہے تو وہ عبادات سے فارغ ہو جاتا ہے اور اس پر ظاہری رسوم ضروری نہیں یعنی انتہائی شرمناک تحریف کے ساتھ آیت: ﴿ وَٱعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ ٱلْيَقِينُ ﴿٩٩﴾ ﴾ (الحجر) اور اپنے رب کی عبادت کر حتیٰ کہ تیرے پاس یقین (موت آجائے) سے استدلال کرتے ہیں۔ تفسیر صوفیہ "عرائس البیان" میں ہے۔

اليقين هٰهنا مشاهدة الصرف أى إذا بلغت مقام الوصلة وحقيقة الرؤية وشاهدت مشاهد الأزل فى مجرد الأبدية سقط عنك فى تلك الحال ظاهر الرسوم حتى تفيق عن تلك الحال.

یقین یہاں مشاہدہ محض کے معنی میں ہے یعنی جب تو وصل اور حقیقت الرؤیۃ کے مقام میں پہنچ جائے اور مشاہد ازل کو ہدایت محضہ میں دیکھے تو اس حال میں تیرے سے ظاہری رسوم ساقط ہو جائیں گی یہاں تک کہ اس حال سے افاقہ پائے۔ (۱)

اور اسی کے حاشیہ پر ابن عربی کی تفسیر میں ہے کہ: حتى يأتيك اليقين فتنتهى عبادتك بإنقضاء وجودك فيكون هذا هو العابد والمعبود جميعا لا غيره۔ یعنی: حتیٰ کہ تجھے حق الیقین حاصل ہو اور تیرے وجود کے انقضاء سے تیری عبادت ختم ہو جائے پھر وہی عابد وہی معبود ہو گا غیر نہیں۔

اور ملاحظہ ہو شمائم امدادیہ۔ (۲)

پس یہ نظریہ خود ہی ایک دوسرے کے معارض ہونے کی وجہ سے باطل ہو جاتا ہے کیونکہ بموجب ان کے استدلال از حدیث کثرت عبادت ہی سے اتحاد ہوتا ہے اور بموجب استدلال از آیت اتحاد اور یقین کامل ہی عبادات کو ساقط کر دیتے ہیں چنانچہ غلام فرید ایک طرف تو یوں کہتا ہے کہ:

تھئ دل دور اعیاروں — بھری معمور دلداروں
پیوے خیر آثاروں — تے اخباروں تے قرآنوں
جڈاں ڈوں ترین غافل ہے — تڈاں ہک نال واصل ہے
لدھا قرب النوافل ہے — دل ایقانوں تے احسانوں
جتھاں خود قرب ھے دوری — اوتھاں کیا وصل مھجوری
افانیت تھئ پوری! — ھے انسانوں تے رحمانوں

اور پھر خود ہی کہتا ہے کہ:

۱- تفسير صوفية عرائس البيان (۱/ ۵۲۰).

۲- شمائم امداديه (۴۶).



؎ آہن قلندر روز وشب پہنچی خودی میں خود غرق
حاجت نہ صوم صلوٰۃ دی خواہش نہ حج زکوٰۃ دی
چاہت نہ ذات صفات دی ہائے شان وحدت جی(۱)

ان کے استدلال آپس میں متناقض ہونے سے ہی ختم ہو جاتے ہیں کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں بلکہ دیکھا جائے تو خطرناک عقیدہ ہے، قیامت بپا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آخیر عمر تک عبادت کو نہیں چھوڑا تو کیا ان کو بھی یقین نہیں حاصل ہوا، ظاہر رسوم شدت و اہتمام سے ادا کرتے رہے اور یا یوں کہو کہ ان کو بھی اتحاد حاصل نہیں ہوا تو پھر کس کو ہو گا؟ الغرض اس حدیث سے ان کا استدلال کسی طرح درست نہیں۔

دلائل مذکورہ کی روشنی میں حدیث کا صحیح مفہوم: بلکہ یہ حدیث بندے کو سمجھاتی ہے کہ ہر وقت اللہ کی مدد کا محتاج اور جتنی عبادت کرے گا اور جتنا مخلص متقی اور متواضع بنے گا اس کے قریب ہوتا جائے گا اور تیری دعا جلد مقبول ہو گی تیری مشکل جلد حل ہو گی خواہ وہ عرش کے اوپر ہے مگر تیرے لئے اس کی مہربانی شہ رگ سے بھی قریب ہے وہ تجھے نیک عبادت، نیک سیرت کی توفیق دے گا اور تجھے اس کے ذکر سے تسکین اور اس کے کلام کی تلاوت سے لذت حاصل ہو گی۔

﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾﴾ (الرعد) اللہ کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

کہاں حدیث کا مفہوم اور کہاں ان کا دعویٰ اور استدلال۔

؎ آزادی خودی کی نشیب و فراز دیکھ پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مدارج السالکین میں فرماتے ہیں کہ: فيشاهد قلبه ربا، قاهرا، فوق عباده، آمرا، ناهيا، باعثا لرسله، منزلا لكتبه، معبودا، مطاعا، لاشريك له ولامثيل ولاعدل له ليس لأحد معه من الأمر شئ، بل الأمر كله له، فيشهد ربه سبحانه قائما بالملك والتدبير، فلاحركة ولاسكون، ولانفع ولاضرر، ولاعطاء، ولامنع ولاقبض، ولابسط، إلابقوله وتدبيره، ويشهد قيام الكون كله به وقيامه سبحانه بنفسه، فهو القائم بنفسه، القيم لكل شئ سواه، فإذا رسخ قلبه فى ذلك شهد صفة المصححة لجميع صفات الكمال، وهى الحياة التى كما لها يستلزم السمع والبصر، والقدرة والإرادة، والكلام، وسائر صفات الكمال وصفته القيومة المصححة لجميع الأفعال، فالحى القيوم من له كل صفة كمال، وهوالفعال كمايريد فإذارسخ قلبه فى ذلك فتح له مشهد القرب والمعية، فيشهده سبحانه معه غير غائب عنه، قريبا منه، غير بعيد مع كونه فوق سماواته على عرشه بائنا من خلقه، بالصنع والتدبير، والخلق والأمر، فيحصل له مع التعظيم والاجلال الانس بهذه الصفة، فأنس به بعد أن كان مستوحشا ويقوى به بعد أن كان ضعيفا، ويفرح بعد أن كان حزينا، ويجد بعد أن كان فاقدا، فحينئذ يجد

۱۔ کلام فرید (ص ۱۸۶/۱۸۸)۔

طعم قوله: "وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ..."[1] فأطيب الحياة على الإطلاق حياة, هذا العبد فإنه محب ,محبوب, متقرب إلي ربه, وربه قريب منه, قد صارله حبيبه لفرط إستيلائه على قلبه ولهجة, بذكره وعكوف همته على مرضاته, بمنزلة سمعه وبصره ويده ورجله, وهذه الآلات إدراكه وعلمه وسعيه, فإن سمع, سمع بحبيبه, وإن أبصر, أبصربه, وإن بطش, بطش به, وإن مشى, مشى به, فإن صعب عليك فهم هذا المعنى, وكون المحب الكامل المحبة, يسمع, ويبصر, ويبطش, ويمشي بمحبوبه وذاته غائبة منه, فاضرب عنه صفحا وخل هذا الشان لأهله.

اس کا دل بندوں پر قاہر رب کا مشاہدہ کرتا ہے، اس رب کا جو حکم کرتا ہے، منع کرتا ہے، اپنے پیغام رساں بھیجتا ہے، کتابیں نازل فرماتا ہے، معبود ہے، مطاع ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کا کوئی برابر کا نہیں، اس کے ساتھ کسی کو اختیار حاصل نہیں ہے بلکہ تمام اختیار اس کو حاصل ہے، وہ شہادت دے گا کہ اس کا رب ملک وتدبیر کا مالک ہے کوئی حرکت، سکون، نفع، نقصان، دینا، نہ دینا تنگی فراخی نہیں ہوتی مگر اس کے حکم سے اور اسی کی تدبیر سے بندہ گواہی دیتا ہے کہ کائنات کا قیام اسی کے ساتھ ہے اور اس کا قیام بذاتہ ہے وہ خود قائم بالذات ہے اور اپنے سوا ہر چیز کو وہی قائم کرنے والا ہے۔ جب بندہ کے دل میں یہ عقیدہ راسخ ہو جائے گا تو اللہ کی ایک صفت کو تسلیم کرے گا جو جمیع صفاتِ کمال کو ثابت کرتی ہے یعنی کہ حیات کیونکہ کامل حیات سمع، بصر اور قدرت ارادہ اور کلام اور جملہ صفات کمال کو مستلزم ہے اور اس کی صفت قیومیہ جمیع افعال کی مصحح ہے پس الحی القیوم تو وہ ہے جس کیلئے کل صفاتِ کمال ہوں اور وہ جیسے چاہے کرنے والا ہو، جب بندے کے دل میں یہ بات راسخ ہو گی، اس کیلئے قرب و معیت کا مشہد کھل جائے گا وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اپنے ساتھ محسوس کرے گا، غائب نہیں، قریب پائے گا، دور نہیں حالانکہ وہ آسمانوں اور عرش کے اوپر ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے وہیں سے صنعت وتدبیر خلق وامر فرمارہا ہے تعظیم و جلال کے یقین کے ساتھ ساتھ اس صفت کی وجہ سے اسے اللہ کے ساتھ انس حاصل ہو گا پہلے سہا ہوا تھا اب مانوس ہے، پہلے ضعیف تھا اب اس کی وجہ سے طاقتور ہے، پہلے غمگین تھا اب خوش ہے، پہلے گم کرنے والا تھا، اب اس نے پالیا ہے، اس وقت وہ اس لطف کو محسوس کرے گا جو اس فرمان میں ہے: میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں، جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں ہی اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر مجھ سے سوال کرے گا میں ضرور دوں گا، اگر پناہ طلب کرے گا میں ضرور پناہ دوں گا۔ عمدہ زندگی تو درحقیقت اسی بندے کی ہے یہ محب ہے محبوب ہے، اپنے رب کی طرف قربت حاصل کرنے والا، اس کا رب اس کے قریب ہے، وہ اس کا حبیب ہے کہ وہ اس کے دل پر حاوی ہے زبان سے اس کا ذکر کرتا ہے اور اس کی رضا

[1]۔ صحيح البخاري, كِتَاب الرِّقَاقِ , بَاب التَّوَاضُعِ ,حديث رقم (٦٠٢١).

کیلئے اس کی تمام تر ہمت و طاقت صرف ہو رہی ہے ، اپنے سمع ، بصر ، ید اور رجل کی طرح یہ انسان کے آلات ادراک و علم اور آلات سعی ہیں ،اگر یہ بندہ سنتا ہے تو اپنے حبیب کے ساتھ سنتا ہے ، دیکھتا ہے تو اسی کے ساتھ پکڑتا ہے تو اسی کے ساتھ چلتا ہے تو اسی کے تعاون ہے ، اگر یہ معنی سمجھنا تجھے مشکل ہو رہا ہے اور یہ کہ کامل محبت والا محب اپنے محبوب کے ساتھ سنتا، دیکھتا، پکڑتا اور چلتا ہے ، حالانکہ محبوب کی ذات غائب ہے تو اس سے اعراض کر اور اس معاملہ کو اس کے اہل کے حوالہ کر۔[1]

ٹھنڈے دل سے اگر انسان غور کرے تو مسئلہ سمجھ لے گا کیونکہ کیا اندھا یا بہرا اور لنگڑا یا لولہا ان میں کوئی اگر عابد، زاہد، متقی، مخلص ہو تو وہ اس حدیث میں داخل نہیں؟ اگر نہیں تو کئی ایسے نیک بندے گزرے ہیں ان کے متعلق کیا خیال ہے؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم میں کئی نابینا تھے ، مثلاً ابن ام مکتوم ، سعد بن ابی وقاص، جابر بن عبد اللہ، ابو قحافہ ، عبد اللہ بن العباس رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم اور عمرو بن جموح لنگڑے تھے، شیخ صلاح الدین صفدی کی کتاب نكت الهميان في نكت العميان کا مطالعہ کریں جس میں صحابہ، تابعین، ائمہ کرام اور اولیاء عظام کے حالات زندگی ملیں گے نیز اولیاء اور صوفیہ کے حالات زندگی پر کئی کتابیں ہیں مثلاً حلية الأولياء لأبی نعیم الأصبهانی، طبقات الصوفیه لأبی عبد الرحمن سلمی، رسالة أبی القاسم القشیری، صفة الصفوة لإبن جوزی, الطبقات الکبری للشعرانی، طبقات الخواص للشرجی الزبیدی وغیرهم من کتب الفن.

ان کتابوں میں ہر قسم کے لوگوں کے حالات ملیں گے۔ کیا ان سب کو اس فضیلت سے محروم کریں گے ، اسی طرح سیدنا یعقوب علیہ السلام کیلئے قرآن میں ہے کہ: ﴿وَٱبۡيَضَّتۡ عَيۡنَاهُ مِنَ ٱلۡحُزۡنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٨٤﴾﴾،﴿فَٱرۡتَدَّ بَصِيرًا﴾ (یوسف:۸۴/ ۹۶) غم سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں، پس وہ دیکھنے والا ہو گیا۔

کیا یہ عرصہ وہ بھی اس فضیلت سے محروم تھے ؟ اور اگر ایسے معذور بھی اس حدیث میں داخل ہیں تو پھر ان کا استدلال باطل ہو جائے گا ﴿...وَٱللَّهُ يَهۡدِي مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٍ ﴿٢١٣﴾﴾ (البقرة) بلکہ یہ حدیث ہماری ان پر اعظم حجت ہے۔

قال ابن تيمية فی الحجج النقلية والعقلية فيما ينا فی الإسلام من بدع الجهمية والصوفية وهذا الحديث يحتج به أهل الوحدة وهو حجة عليهم من وجوه كثيرة منها أنه قال من عادى لی وليا فقد بارزنی بالمحاربة فأثبت نفسه ووليه ومعدی وليه وهولاء ثلثة ثم قال وما تقرب ألی عبدی بمثل... ما افترضت عليه ولايزال عبدی يتقرب إلی بالنوافل حتى أحبه فاثبت عبدا تقرب إليه بالفرائض ثم بالنوافل وانه لايزال يتقرب بالنوافل حتى يحبه فإذا أحبه كان يسمع به ويبطش به ويمشی به وهٰؤلاء عندهم قبل أن يتقرب بالنوافل وبعده هو عين العبد وعين غيره من المخلوقات فهو بطنه وفخذه لايخصون ذلك بالأعضاء الأربعة المذكورة فی الحديث فالحديث بحال مقيد وهم يقولون بالإطلاق والتعميم فأين هذا من هذا.

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ الحجج النقليه والعقلية فيما ينافی الإسلام من بدع الجهمية والصوفية میں

---

[1] – مدارج السالکین (۳/ ۲۶۹).

فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے اہل وحدت استدلال کرتے ہیں حالانکہ بوجوہ کثیرہ یہ ان کے خلاف حجت ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میرے دوست سے دشمنی رکھے وہ میرے ساتھ لڑائی کا اعلان کر رہا ہے، اس میں تین کو ثابت کیا، اللہ کی ذات اس کا دوست اور اس کا دشمن، پھر فرمایا: میرا بندہ فرائض کی ادائیگی سے جتنا قرب حاصل کرتا ہے اتنا کسی چیز سے نہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اس میں ایک بندہ فرائض ادا کرنے والا پھر نوافل ادا کرنے والا ثابت کیا، وہ نوافل کے ذریعہ تقرب بھی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے، جب اسے محبوب بنا لیتا ہے تو بندہ اس کے ساتھ سنتا ہے، دیکھتا ہے، پکڑتا ہے اور چلتا ہے، ان لوگوں کے نزدیک تو نوافل کے ذریعہ تقرب حاصل کرنے سے پہلے اور بعد ازاں اللہ تعالیٰ اس بندہ کا اور دوسری مخلوقات کا عین ہے، اللہ اس کا پیٹ ہے اور ران ہے حدیث میں مذکورہ چار اعضاء کے ساتھ خاص نہیں کرتے۔ دیکھئے حدیث مقید ہے اور یہ لوگ تعمیم اور اطلاق کے قائل ہیں۔ یہ حدیث ان کے عقیدہ کے ساتھ کہاں مطابقت رکھتی ہے؟ (۱)

الحديث الثانى: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ تَعَالَى أَنَا مَعَ عَبْدِي مَا ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ. أخرجه البخارى تعليقا ووصله أحمد وابن ماجة والحاكم وصححه كما فى الإتحافات السنية.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں، میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں۔ بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا، احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے اسے موصول کیا، حاکم نے اس کو صحیح کہا جیسا کہ "الإتحاف السنية" میں ہے۔ (۲)

اقول اولاً: یہاں بھی وہی معنی ہے جو کہ دوسری حدیث میں ہم نے معیت کا معنی کیا ہے اور وہی وجوہ اتحادیہ کے استدلال کو یہاں بھی مانع ہیں جو وہاں تھے۔

ثانیا: علماء و شراح نے بھی یہی معنی لکھے ہیں: قال فى الفتح قَالَ اِبْن بَطَّال: مَعْنَى الْحَدِيث عَبْدِي زَمَان ذِكْرِي لِي، أَيْ أَنَا مَعَهُ بِالْحِفْظِ وَالْكِلَاءَة لَا أَنَّهُ مَعَهُ بِذَاتِهِ حَيْثُ حَلَّ الْعَبْد، وَمَعْنَى قَوْله " تَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ " أَيْ تَحَرَّكَتْ بِاسْمِي لَا أَنَّ شَفَتَيْهِ وَلِسَانه تَتَحَرَّك بِذَاتِهِ تَعَالَى لِإِسْتِحَالَةِ ذَلِكَ مُلَخَّصًا. (۳)

فتح الباری میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: ابن بطال کہتے ہیں، حدیث کا معنی یہ ہے جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے میں ہی اس کا محافظ و نگران ہوتا ہوں، یہ نہیں کہ اللہ بذاتہ اس جگہ میں ہے جہاں بندہ ہے، تحرکت بی شفتاہ کا مطلب ہے، میرے نام کے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں، یہ نہیں کہ بندہ کے ہونٹ اور اس کی زبان اللہ کی ذات کے ساتھ متحرک ہوتے ہیں کیونکہ یہ معنی محال ہے۔ ملخصاً۔

---

[1]- الحجج النقلية والعقلية لإبن تيمية (۴۰).

[2]- صحيح البخارى كِتَاب التَّوْحِيدِ, بَاب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ). الإتحافات السنية لحاكم (۱۷).

[3]- فتح البارى (۱۷/ ۲۸۱).

وَقَالَ الْكِرْمَانِيُّ الْمَعِيَّة هُنَا مَعِيَّة الرَّحْمَة ، وَأَمَّا قَوْله تَعَالَى ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ فَهِيَ مَعِيَّة الْعِلْم.

انتهى ما فی الفتح وهكذا فی عمدة القاری للعینی.وقال النووی فی شرح مسلم أَيْ مَعَهُ بِالرَّحْمَةِ وَالتَّوْفِيق وَالْهِدَايَة وَالرِّعَايَة وَالْعِنَايَة. وَأَمَّا قَوْله تَعَالَى: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ فَمَعْنَاهُ بِالْعِلْمِ وَالْإِحَاطَة.

کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں کہتے ہیں: یہاں معیت رحمت کے معنی میں ہے اور اللہ کے فرمان ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ میں معیتِ علم مراد ہے، فتح الباری کی عبارت ختم ہوئی۔ "عمدة القاری للعینی" میں بھی اسی طرح ہے، نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں کہتے ہیں: اللہ اس کے ساتھ ہے، رحمت، توفیق، ہدایت اور رعایت و اعانت میں اور اللہ کا فرمان ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ اس کا معنی علم و احاطہ کی معیت کا ہے۔ ([1])

تحفة الذاکرین للشوکانی، دلیل الفالحین، سبل السلام، حاشیہ سندی علی البخاری اور "تحفة الأحوذی" میں اسی طرح ہے۔ پس بغیر علم سب شراح کے خلاف ان کی تشریح کیسے قبول کی جائے گی۔

ثالثاً: خود سیاق ان کے استدلال کو منافی ہے کیونکہ اس میں تخصیص ہے یعنی ما ذکرنی.

قال فی الفتح بعد العبارة المذكورة يَعْنِي فَهَذِهِ أَخَصُّ مِنْ الْمَعِيَّة الَّتِي فِي الْآيَة.

عبارت مذکورہ کے بعد فتح الباری میں کہا یہ معیت آیت میں وارد لفظ معیت سے اخص ہے۔ ([2])

وهكذا فی بقية الشروح قال ابن أبی جمرة معناه أنا معه بحسب ما قصده من ذكره بی كذا فی سبل السلام.

بقیہ شروح میں بھی اسی طرح ہے، ابن ابی جمرہ کہتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ میں اس کے ساتھ ہوں، مجھے یاد کرنے میں اس کے مقصود کے مطابق، سبل السلام میں اسی طرح ہے۔ لہٰذا وہ معیت مراد نہیں جو وہ لوگ لیتے ہیں۔

رابعاً: جملہ تحرکت بی شفتاہ بھی ان کے استدلال کو مانع ہے کیونکہ معنی یہ ہے کہ جب تک میرے ذکر اور نام لینے کے ساتھ اس کے ہونٹ متحرک رہیں گے یہ خود مباینت کو مقتضی ہے۔

خامساً: دوسری روایت میں اس کی تفسیر موجود ہے:

أخرج البخاری فی صحيحه عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ الله تَعَالَى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شِبْراً تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً.

---

[1] – فتح الباری (۲۵/ ۲۱۷) طبع مصطفى الحلبي بمصر, عمدة القاری للعینی (۲۵/ ۱۸۱), شرح النووی علی المسلم (۲/ ۳۴۱).

[2] – فتح الباری (۱۷/ ۲۸۱).

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے کہا میں اپنے بندے کے میرے متعلق گمان کے ساتھ ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں جب مجھے یاد کرتا ہے، دل میں یاد کرتا ہے، تو دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر جماعت میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں ان سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر میری طرف ایک بالشت کے قدر بڑھتا ہے، ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں، اگر ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے میں ایک باع (دو ہاتھ) اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جو میرے پاس چل کر آئے میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔ احمد، مسلم، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اس کو روایت کیا جیسا کہ الإتحافات میں ہے۔(1)

اس سیاق میں چند مواقع قابل غور ہیں پہلے أنا عند ظن عبدی بی قال فی الفتح أی قادر أن أعمل به ما ظن أنی عامل. فتح الباری میں ہے بندہ میرے متعلق جو گمان کرے کہ میں اس کے ساتھ وہی سلوک کرنے والا ہوں اور اس کے کرنے پر قادر ہوں۔ وهكذا فی بقية الشروح . بقیہ شروح میں اسی طرح ہے۔

اور امام قرطبی المفہم شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ: وقيل معنى ظن عبدی بی ظن الإجابة عند الدعاء وظن القبول عند التوبة وظن المغفرة عند الإستغفار وظن المجازاة عن فعل العبادة بشروطها تمسكا بصادق وعده.

بعض کہتے ہیں: بندے کا میرے ساتھ گمان کرنا اس سے مراد دعا کے وقت قبولیت کا ظن اور توبہ کے وقت قبول توبہ کا ظن اور استغفار کے وقت مغفرت کا ظن اور عبادت کی بشروط ادائیگی کے وقت اس کے بدلے اور ثواب کا ظن ہے کہ اس کا وعدہ سچا ہے۔ یہ صریحاً مباینت کی دلیل ہے نیز اللہ کے علو کو چاہتی ہے۔

ایضًا: ذکر فی النفس یہ بھی تباین کی دلیل ہے، وہ بے مثل اس کی صفات مبارکہ بے مثل۔

ایضًا: ذکر فی الملاء یہ جس طرح مباینت کی دلیل ہے، علو کیلئے بھی واضح دلیل ہے کیونکہ اس سے ملاء اعلیٰ مراد ہے۔

ایضًا: تقرب کا ذکر بھی قاطع النزاع ہے، کمامر۔ قال البيهقی فی الأسماء والصفات تقرب العبد بالإحسان وتقرب الحق بالإمتنان يريد أنه الذی أدناه وتقرب العبد بالتوبة وتقرب الباری إليه بالرحمة والمغفرة وتقرب العبد إليه بالسوال وتقربه إليه بالنوال لامن حيث توهمته الفرقة المضلة الأعمال والمتغابية بالأعثار.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "الأسماء والصفات" میں کہتے ہیں: بندے کا قریب ہونا نیکی کے ساتھ ہے اور حق کا قریب ہونا احسان کرنا ہے، مقصد ہے اسی نے اس کو قریب کہا ہے، بندہ کا تقرب اس کا توبہ کرنا ہے اور باری تعالیٰ کا اس کے قریب ہونا

1- صحیح بخاری كِتَاب التَّوْحِيدِ, بَاب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (وَيُحَذِّرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ) , حديث رقم (٦٨٥٦)،. صحيح مسلم كِتَاب الذِّكْرِ, بَاب الْحَثِّ عَلَى ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى , حديث رقم (٤٨٣٢). ابن ماجة, مسند احمد, ابن حبان, الإتحافات السنية.

رحمت کرنا اور بخشش کرنا ہے، بندہ کا اللہ کے قریب ہونا سوال کرنا ہے اور اللہ کا قریب ہونا اس کو دے دینا ہے وہ قرب مراد نہیں ہے جو یہ گمراہ اور متغالی فرقہ مراد لیتا ہے۔(۱)

ونحوه فی الفتح و عامة الشروح . فتح الباری اور عامہ شروح میں اسی طرح ہے۔(۲)

ایضًا: "اتیان" بھی اتحاد کو رد کرتا ہے۔ والحمد للہ یہ حدیث اس حدیث کی مکمل تفسیر ہے، الحاصل یہ روایت ان پر حجت ہے، اس لئے کہ وہ علی العرش اور بائن عن الخلق ہے جو بندہ اس کے ہاں قرب چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کو قریب کرے گا، اس کے اجر کو بڑھائے گا بلکہ جو صوفی اس سے استدلال کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو بوجہ کامل ہونے رسوم عبادات سے فارغ جانتے ہیں، کمامر پس وہ تو اس سے استدلال کا قطعاً حق بھی نہیں رکھتے ہیں۔ وشتان مابينهما.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُودُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ أَمَا علمت إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي. أخرجه مسلم فی صحیحه.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کہے گا اے ابن آدم میں بیمار ہو گیا تھا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی، بندہ کہے گا، اے رب میں آپ رب العالمین کی بیمار پرسی کیسے کر سکتا ہوں؟ اللہ فرمائے گا میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی تو نہیں جانتا کہ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا مجھے اس کے ہاں پاتا، اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا، مگر تو نے نہ دیا، کہے گا، اے رب میں آپ کو کیسے کھانا کھلا سکتا ہوں، آپ رب العالمین ہیں، اللہ فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تو نے اس کو نہ دیا کیا تو نہیں جانتا اگر اس کو کھانا دے دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا، اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تو نے پانی نہ دیا کہے گا، اے پروردگار میں آپ کو کیسے پانی دیتا، آپ پروردگار عالم ہیں، اللہ کہے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو نہ دیا، کیا تو نہیں جانتا، اگر تو اسے پانی دے دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ مسلم نے اپنی صحیح میں اسے روایت کیا۔(۳)

۱- الأسماء والصفات للبیهقی (۳۲۲).

۲- فتح الباری (۷/ ۲۶۵).

۳- صحیح مسلم كِتَاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ, بَاب فَضْلِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ , رقم الحديث (٤٦٦١) .



اقوال: یہاں مراد یہ ہے کہ: قال النووی فی شرح الحديث قَالَ الْعُلَمَاء : إِنَّمَا أَضَافَ الْمَرَض إِلَيْهِ سُبْحَانه وَتَعَالَى ، وَالْمُرَاد الْعَبْد تَشْرِيفًا لِلْعَبْدِ وَتَقْرِيبًا لَهُ . قَالُوا : وَمَعْنَى (وَجَدْتنِي عِنْده) أَيْ وَجَدْت ثَوَابِي وَكَرَامَتِي ، وَيَدُلّ عَلَيْهِ قَوْله تَعَالَى فِي تَمَام الْحَدِيث : " لَوْ أَطْعَمْته لَوَجَدْت ذَلِكَ عِنْدِي ، لَوْ أَسْقَيْته لَوَجَدْت ذَلِكَ عِنْدِي" أَيْ ثَوَابه.وَاَللَّه أَعْلَم . وهكذا فی التيسير شرح الجامع الصغير نقلا عن العلقمی ونحوه فی الطيبی والمرقاة .

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: علماء نے کہا اللہ تعالیٰ نے بیماری کی نسبت اپنی طرف کی ہے جبکہ مراد بندہ ہے ، بندے کی عزت افزائی اور اظہار شرف و قرب کے لئے ، علماء کہتے ہیں "وجدتنی عنده" کا مطلب ہے میرا ثواب اور میرا تیری عزت کرنا، وہاں پاتا۔ حدیث کے بقیہ الفاظ اس مفہوم پر دلالت کرتے ہیں اگر تو اسے کھانا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا، اگر اس کو پانی دیتا تو اسے میرے پاس پاتا، یعنی اس کا ثواب پاتا، واللہ اعلم ، التیسیر شرح الجامع الصغیر میں اسی طرح ہے، علقمی سے اس نے نقل کیا اور الطیبی اور المرقاۃ میں اسی طرح ہے۔(1)

قال الشيخ ابوبكر بن فورك فی كتاب "مشكل الحديث" قوله مرضت فقد فسر النبی ﷺ وبين معنى ذلك اشارة إلى مرض وليه فأضافه إلى نفسه إكراما لوليه, رافعا لقدره, وهذه طريقة معتادة فی الخطاب عربية وعجمية وذلك أن يخبر السيد نفسه ويريد عبده إكرما له وتعظيما حتى كأنه هو توهم من جلالته وعظم منزلته مساواته له فی المنزلة والجلالة وعلى هذا يحمل قوله تعالى: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحَآدُّونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ﴾ وقوله تعالىٰ : ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ ﴾ وقوله: ﴿ إِن تَنصُرُواْ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ ﴾ وماجرى هذا المجرى من الآيات والأخبار التی ذكر فيها نفسه وأراد أوليائه وأنبيائه.

شیخ ابو بکر بن فورک رحمۃ اللہ علیہ کتاب "مشکل الحدیث" میں کہتے ہیں "مرضت" کی تفسیر نبی ﷺ نے بیان کر دی ہے کہ اس سے اللہ کے دوست کی بیماری مراد ہے اپنی طرف نسبت اللہ نے اپنے دوست کے اکرام اور اس کے قدر کو اونچا ظاہر کرنے کیلئے کی ہے، خطاب میں یہ طریقہ عجم و عرب میں عام ہے کہ سردار خبر اپنی دے رہا ہے مگر مراد اس سے اپنا نوکر لیتا ہے، اس کے اکرام اور تعظیم کے اظہار کیلئے گویا وہ خود آپ ہی ہے جلالت و برتری مرتبہ میں گویا وہ برابر ہیں، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ کرتے ہیں، اور یہ فرمان: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اور یہ فرمان: اگر تم نے اللہ کی مدد کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا، اسی پر محمول کیا جائے، اسی طرح وہ آیات و احادیث ہیں جہاں اللہ نے اپنا ذکر کیا ہے اور مراد اس کے اولیاء اور انبیاء علیہم السلام ہیں۔(2)

1- شرح صحيح مسلم (۲/ ۳۱۸), التيسير شرح جامع الصغير للعزيزی (۳/ ۳۹۳),

2- مشكل الحديث لأبی بكر (۲۲).

وأما قوله: "اما أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ. معناه أى وجدت رحمتى وفضلى وثوابى وكرامتى فى عيادتك له وهذا أيضا كالأول فى باب أنه ذكر الشئ بإسمه وأريد غيره كقوله تعالىٰ: ﴿ وَسْئَلِ ٱلْقَرْيَةَ ... ﴾ وقال﴿ وَأُشْرِبُواْ فِى قُلُوبِهِمُ ٱلْعِجْلَ ... ﴾ وهذه طريقة معتادة غير مستنكرة فإذا كان كذالك فالأول أن يحمل الخبر عليه... ولايجوز على الله تعالىٰ الحلول فى الأماكن لإستحالة كونه محدودا متناهيا وذلك لإستحالة كونه محدثا وجب أن يكون محمولا على ماقلنا. مختصراً

ترجمہ: اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا مجھے اس کے پاس پاتا،(۱)اس کا معنی یہ ہے کہ میری رحمت اور میرا فضل و ثواب اور تیری عیادت کی عزت افزائی وہاں پاتا، یہ بھی اول کی طرح ہے کہ ذکر ایک چیز کا ہے اور مراد غیر ہے جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں ہے﴿ وَسْئَلِ ٱلْقَرْيَةَ ... ﴾ اور اس فرمان میں ہے:﴿ وَأُشْرِبُواْ فِى قُلُوبِهِمُ ٱلْعِجْلَ ... ﴾ یہ طریقہ عام ہے، مستنکر نہیں ہے جب ایسا ہے تو حدیث کو بھی اسی پر محمول کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا جگہوں میں حلول والا معنی درست نہیں کیونکہ اس کا محدود متناہی ہونا محال ہے کیونکہ اس سے اس کا محدث ہونا لازم آتا ہے تو حدیث کو اسی پر محمول کرنا واجب ہے جو ہم نے کہا۔

وقال ابن علان الصديقى فى دليل الفالحين أسند ماقام بالعبد إليه تشريفا له كقوله تعالىٰ ﴿ يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ ... ﴾ جعل مخادعتهم للمؤمنين مخادعة لرب العلمين تشريفا لهم إنك لوعدته لوجدتنى أى موجودا معنويا عنده قال تعالىٰ ﴿ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَآ أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ ... ﴾ المجادلة أى بالعلم فعلمه شامل لجميع المكنونات والله تعالى تقدس عن المكان والحلول فى شئ والإتحاد معه.

ابن علان صدیقی رحمۃ اللہ علیہ دلیل الفالحین میں کہتے ہیں: بندے کے ساتھ جو قائم و حاصل ہے اس کو اللہ کی طرف اسناد کر دیا گیا، بندے کی عزت و شرف کیلئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: منافقین اللہ سے دھوکہ کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے ایمانداروں سے دھوکہ کیا تھا تو اسی کو رب العالمین کے ساتھ دھوکہ قرار دیا گیا، ایمانداروں کی تشریف و عزت کیلئے "إنــــك لوعدته جـدتنى "یعنی مجھے معنوی طور پر اس کے ہاں موجود پاتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جہاں تین سرگوشیاں کرتے ہیں وہ ان کا چوتھا ہے اور پانچ کے سرگوشی میں چھٹا اور نہ اس سے کم تر نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہی ہے یعنی علم میں پس اس کا علم جملہ پوشیدہ امور کو شامل ہے اور اللہ تعالیٰ مکان اور کسی چیز میں حلول اور اتحاد سے پاک ہے، بلند ہے۔(۲)

أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي أى : بإعتبار ثوابه المضاعف قال تعالىٰ: ﴿ وَمَا تُقَدِّمُواْ لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ ٱللَّهِ ... ﴾ أى تجدوا ثوابه عنده فلايضيع عمل عامل قال تعالى ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

۱- صحيح مسلم كِتَاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ, بَاب فَضْلِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ , رقم الحديث (٤٦٦١) .

۲- دليل الفالحين لإبن علان (٣/ ٣٦٤, إلى ٣٦٦).

﴿وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۝٤٠﴾ لوسقيته لوجدت ذلك أي ثوابه عندي ففيه دليل على أن الحسنات لاتضيع وإنها عند الله بمكان. مختصراً

إنك لوأطعمته لوجدت ذلك عندي یعنی دگنا ثواب میرے پاس پاتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو نیکی اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے یعنی اس کا ثواب اس کے ہاں پاؤ گے وہ کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یقیناً اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اگر نیکی ہے تو اسے بڑھاتا ہے اور اپنی طرف سے اجر عظیم دے گا، لو سقيته لو جدت ذلك یعنی اس کا ثواب میرے پاس پاتا۔ یہ دلیل ہے کہ نیکیاں ضائع نہیں ہوتیں اور وہ اللہ کے ہاں ایک مکان میں ہیں۔

ان عبارات سے چند جوابات معلوم ہوئے۔

اولاً: اللہ کیلئے حلول یا کسی شئ کے ساتھ اتحاد قطعاً محال ہے۔ پس یہاں وہ معنی نہیں جو یہ لوگ مراد لیتے ہیں۔

ثانیاً: یہاں مضاف محذوف ہے۔

أي وجدت ثوابي عنده أووجدت ثوابه عندي. میرا ثواب اس کے ہاں پاتا یا اس کا ثواب میرے پاس پاتا۔

اور اس حذف کے متعلق مفصل بحث پہلی حدیث کے آٹھویں جواب میں ذکر ہوئی نیز یہاں اور مثالیں بھی مذکور ہیں۔

ثالثاً: سیاق خود اس معنی سے مانع ہے کیونکہ مرض، کھانا، پینا ان سب اشیاء سے اللہ تعالیٰ منزہ ہے۔

﴿...وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ...﴾ (الأنعام: ١٤) وہ کھلاتا ہے اور نہیں کھلایا جاتا۔

﴿...وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ ۝٣٨﴾ (ق) اور ہمیں تکان نہیں پہنچتی۔

پس یہاں اصل معنی مراد نہیں ہو سکتا بلکہ یہ مراد ہے کہ میرا دوست میرا ولی بیمار ہوا جیسا کہ فرمایا: ﴿...يُحَآدُّونَ ٱللَّهَ...﴾ اللہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ ﴿...يُؤْذُونَ ٱللَّهَ...﴾ اللہ کو ایذا دیتے ہیں۔

﴿...تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ...﴾ اللہ کی مدد کرتے ہیں۔ أي أوليائه وأنبيائه. ترجمہ: یعنی اس کے اولیاء اور انبیاء کی۔

یہاں اصلی مراد نہیں بلکہ بندے کی تشریف و تکریم کیلئے اضافت اپنی طرف کی، اسی طرح حدیث میں بھی سمجھیں۔

ایضاً۔ بندے کا سوال کہ تو رب العالمین ہے کیسے بیمار ہو گا، کیسے بھوکا پیاسا ہو گا تو اس پر انکار نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ فلاں میرا بندہ بیمار ہوا وغیرہ۔ ثابت ہوا کہ تشریفاً اضافت کی گئی ہے، نہ کہ اتحاد یا حلول ہے۔ ایضاً آخر میں کہنا کہ: لوجدت ذلك عندي (اسے میرے پاس پاتا) یہ خود مباینت کی دلیل ہے۔

رابعاً: کیا ان کا خدا بیمار ہوتا ہے اور بھوکا پیاسا بھی ہوتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر کیا معنی ہو گا؟ اگر ایسا خدا کسی کے ساتھ متحد یا مختلط ہو تو ہمیں انکار نہیں لیکن ہمارا اللہ وہ تو ہر لحاظ سے بے مثل ان سب نقائص و حاجات سے پاک ہے، اگر وہی خدا مراد ہے تو پھر کہاں ہے اس کا بے مثل ہونا اور کہاں اتحاد و حلول؟

خامساً: بلکہ یہاں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا بلکہ کسی بیمار کی عیادت یا بھوکے کو کھلانا یا پیاسے کو پلانا ایسا محبوب عمل ہے کہ اس کی جزاء یقینی ہے۔

سادساً: اس کی مثال یوں سمجھئے۔

قال الله تعالیٰ:﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَهُۥ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡـًٔا وَوَجَدَ ٱللَّهَ عِندَهُۥ فَوَفَّىٰهُ حِسَابَهُۥۗ وَٱللَّهُ سَرِيعُ ٱلۡحِسَابِ ﴿٣٩﴾ ﴾(النور)

حتیٰ کہ جب وہ اس سراب کے پاس آیا تو وہاں اللہ (کے فیصلہ) کو پایا اور اس نے پورا حساب دے دیا اور اللہ جلدی حساب لینے والا ہے۔

قال ابن جرير: ووجد الله، هذا الكافرُ عند هلاكه بالمرصاد، فوفاه يوم القيامة حساب أعماله التى عملها فى الدنيا، وجازاه بها جزائه الذى يستحقه عليها. ([1])

ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کافر نے ہلاکت کے وقت اللہ کو پایا، وہ قیامت کے دن اس کے اعمال پورے پورے دے گا جو دنیا میں کئے تھے اور ان کا بقدر استحقاق بدلہ دے گا۔

قال القرطبي: أي وجد الله بالمرصاد. وقيل: وجد وعد الله بالجزاء على عمله. وقيل: وجد أمر الله عند حشره، والمعنى متقارب.

قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یعنی اللہ کو گھات میں پائے گا، بعض کہتے: ہیں عمل پر اللہ کے وعدۂ جزاء کو پائے گا، بعض کہتے ہیں حشر کے وقت اللہ کا حکم پائے گا اور یہ معانی قریب قریب ہیں۔([2])

وهكذا فى الشوكانى ونحوه فى النسفى وغيره. شوکانی اور نسفی وغیرہ میں اسی طرح ہے۔([3])

اس کا مطلب بھی یہ ہو گا کہ وہ اللہ سے ثواب و جزاء پائے گا۔

سابعاً: نیز اس کی دوسری مثال یوں ہے۔﴿ مَّن ذَا ٱلَّذِي يُقۡرِضُ ٱللَّهَ قَرۡضًا حَسَنٗا فَيُضَٰعِفَهُۥ لَهُۥ وَلَهُۥٓ أَجۡرٞ كَرِيمٞ ﴿١١﴾ ﴾

ترجمہ: جو شخص اللہ کو قرضہ حسنہ دے گا اس کیلئے بڑھائے گا اور اسے اچھا بدلہ ملے گا۔(الحدید)

کیا اللہ تعالیٰ حقیقتاً قرض لیتا ہے یا وہ محتاج ہے، نعوذ بالله عن ذلك بلکہ اسے ثواب کا حاصل ہونا قطعی و یقینی ہے اور اس کو قرض سے تشبیہ دی ہے جو کہ واجب الاداء ہے یعنی ان کا ثواب بھی حتمی ہے۔

ثامناً: اگر ان کی مراد صحیح سمجھی جائے تو پھر بتائیں کہ بیک وقت کئی بیمار کئی مواضع پر ہیں، ایک عرب میں ہے تو دوسرا عجم میں، کوئی مشرق کی طرف ہے تو کوئی مغرب کی طرف، کوئی جنوب میں ہے تو کوئی شمال میں، پس کیسے ان کے پاس خدا ملے گا، باری باری ہوتا ہے یا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تقسیم ہوتا ہے؟ تعالى الله عن ذلك۔ ہاں اگر یوں ہو کہ وہ عرش پر ہے سب کے

---

[1]– تفسير ابن جرير (١٨/ ١٤٨).

[2]– تفسير القرطبي (١٢/ ٢٨٣).

[3]– الشوكانى (٤/ ٤٧), النسفى (٣/ ١٤٧).

ساتھ اس کا علم و قدرت ہے، ہر ایک کو دیکھتا اس کی سنتا ہے، تو پھر اعتراض نہیں رہے گا اور معنی یہ ہو گا کہ جب تو نے بیمار پرسی کی یا کوئی نیکی کا کام کیا تو اللہ اس کو جانتا ہے اور اجر ضرور دے گا۔

تاسعاً: حلولیۃ کے عقیدے کے مطابق اگر وہ بیمار اور بھوکا یا پیاسا خود خدا ہے یا اس کے ساتھ متحد ہے تو پھر بیمار پرسی کرنے والا یا کھلانے پلانے والا اللہ نہیں؟ اس کے ساتھ متحد نہیں؟ اگر ہے تو پھر یوں کہو گے کہ خدا بیمار ہوا اور کسی خدا نے اس کی عیادت کی اور کسی نے نہیں کی، کسی خدا نے بھوکے پیاسے کو کھلایا پلایا کسی نے نہیں، سبحان الله عما يشركون، اگر کہو گے کہ نہیں، تو پھر ایک طرف ہے دوسری طرف نہیں کیوں؟

عاشراً: بلکہ اس سے تخصیص لازم آتی ہے جو اصل استدلال پر ضرب کاری ہے۔

الحادي عشر: بندہ کا یہ کہنا کہ كيف أعودك (میں تیری بیمار پرسی کیسے کرتا؟) یہ دلیل ہے کہ انسان کی فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں سے بے نیاز اور بائن عن الخلق ہے پس یہ حدیث ہماری حجت ہے۔

الثاني عشر: وجدتني سے کیا مراد ہے؟ خود خدا؟ پھر نظر کیوں نہیں آتا ہے؟ جب تک وجدت سے رؤیتِ بصری مراد نہ لی جائے گی تو ان کی حجت تمام نہ ہو گی۔ اگر کہو گے کہ وجد افعال القلوب میں سے ہے، قلنا: پھر کیسے اس کو معلوم ہو گا، کیسے احساس ہو گا؟ صرف یہی صورت ہے کہ اس کو ایمان کامل اور اللہ سے حسن ظن ہو کہ مجھے ثواب ملے گا پس یہ وہی معنی ہو گا جو ہم نے سلف سے نقل کیا ہے۔

الحديث رابع: وأخرج ابن أبي شيبة وأحمد والبخاري ومسلم وأبو داؤد والترمذي والنسائي وابن ماجة وابن مردويه والبيهقي في الأسماء والصفات عن أبي موسى الأشعري قال « كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ في غزاة، فجعلنا لا نصعد شرفاً ولا نهبط وادياً إلا رفعنا أصواتنا بالتكبير، فدنا منا فقال: يا أيها الناس أربعوا على أنفسكم فإنكم لا تدعون أصم ولا غائباً، إنما تدعون سميعاً بصيراً، إن الذي تدعون أقرب إلى أحدكم من عنق راحلته. كذا في الدرالمنثور.

ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ، اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "الأسماء والصفات" میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ علیہ السلام کے ساتھ تھے جب بھی ہم کسی اونچی جگہ چڑھتے یا کسی وادی میں اترتے تو اللہ اکبر کی اونچی آواز لگاتے، آپ علیہ السلام ہمارے قریب ہوئے اور فرمایا لوگو میانہ روی اختیار کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں بلا رہے ہو تم تو سننے دیکھنے والے کو پکارتے ہو، جس کو بلاتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے، "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔([1])

---

[1]– صحیح بخاری كِتَاب الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ, بَاب مَا يُكْرَهُ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي التَّكْبِيرِ , رقم الحديث (۲۷۷).



اقول اولاً: یہاں بھی لفظ أقرب جس کا مطلب پہلے مفصل بیان ہو چکا ہے۔ اس سے استدلال درست نہیں۔

ثانیاً: اگر یہاں قربِ ذاتی مراد لی جائے گی تو پھر آیت ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ (ہم اس کی رگِ گردن سے زیادہ اس کے قریب ہیں) سے تعارض واقع ہوگا، بلکہ یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اتنے فاصلہ پر جو شخص سن سکتا ہے، اللہ اس سے بھی زیادہ سنتا ہے، اس سے کوئی چیز مخفی نہیں، بلکہ بسا اوقات قریب سے قریب انسان نہیں سنتا ہے مگر اللہ تعالیٰ تو ہر وقت آسمانوں کے اوپر سن لیتا ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں گزرا۔ دیکھئے حدیث نمبر ۱۴۲۔

ثالثاً: یہاں وہم دور کرنا تھا اور سمجھانا تھا کہ اللہ تعالیٰ آہستہ اور اونچا یکساں سنتا ہے، آواز سے روکا اور کہا کہ: فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا. تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔

رابعاً: وَلَا غَائِبًا کا مطلب ہے کہ عالم الغیب والشهادة۔ قال الله تعالى:

﴿فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ۝٧﴾ (الأعراف) ہم علم کے ساتھ ان پر بیان کریں گے اور ہم غائب نہیں ہیں۔

قال ابن جرير: وما كنا غائبين منهم وعن أفعالهم التى كانوا يعملون. ([1])

ابن جریر کہتے ہیں: ہم ان سے اور ان کے کاموں سے غائب نہیں ہیں۔

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے: يعني: أنه تعالى يخبر عباده يوم القيامة بما قالوا وبما عملوا، من قليل وكثير، وجليل وحقير؛ لأنه تعالى شهيد على كل شيء، لا يغيب عنه شيء، ولا يغفل عن شيء، بل هو العالم بخائنة الأعين وما تخفي الصدور.

یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کو ان کی کہی ہوئی باتیں اور جو قلیل و کثیر اور جلیل و حقیر کیا ہے سب بتا دے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر ہے، اس سے کوئی چیز غیب نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز سے غافل ہوتا ہے بلکہ وہ خائن آنکھ اور سینوں کے مضمرات جانتا ہے۔ ([2])

وفی الشوكانی أی عالمین بما یسرون ومایعلنون ﴿وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ﴾ لاعنهم فی حال من الأحوال حتی یخفی علینا شئ مما وقع بینهم.

تفسیر شوکانی میں ہے: یعنی ہم جو چھپاتے یا ظاہر کرتے ہیں اسے جانتے ہیں ہم کسی حال میں ان سے غائب نہیں ہیں کہ ہم پر کوئی چیز جو ان میں وقوع پذیر ہوئی مخفی رہ جائے۔

---

[1] - تفسير ابن جرير (۸/ ۱۲۱).

[2] - تفسير ابن كثير (۲/ ۲۰۱).



خامساً: اگر یہاں اندر ہر شے میں ہوتا یا متحد ہوتا تو پھر دعا کی کیا ضرورت ؟ بلکہ اصل دعا کی منع ہوتی لیکن یہاں صرف رفع الصوت سے منع ہے نہ کہ اصل دعا سے۔

سادساً: شراح بھی یونہی بیان کرتے ہیں:قال النووی فی شرح مسلم: مَعْنَاهُ: اُرْفُقُوا بِأَنْفُسِكُمْ ، وَاخْفِضُوا أَصْوَاتكُمْ ، فَإِنَّ رَفْع الصَّوْت إِنَّمَا يَفْعَلهُ الْإِنْسَان لِبُعْدِ مَنْ يُخَاطِبهُ لِيَسْمَعهُ وَأَنْتُمْ تَدْعُونَ الله تَعَالَى، لَيْسَ هُوَ بِأَصَمَّ وَلَا غَائِب، بَلْ هُوَ سَمِيعٌ قَرِيبٌ، وَهُوَ مَعَكُمْ بِالْعِلْمِ وَالْإِحَاطَة.

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں کہتے ہیں:اس کا معنی ہے خود پر نرمی کرو،اپنی آوازیں نیچی رکھو،اونچی آواز تو وہاں دی جاتی ہے جہاں مخاطب دور ہو اور تم تو اللہ کو بلارہے ہو اور وہ بہرا اور غائب نہیں ہے بلکہ وہ سننے والا اور قریب ہے،وہ علم و احاطہ میں تمہارے ساتھ ہی ہے۔([1])

وقوله ﷺ فی الروایة الأخری "وَالَّذِي تَدْعُونَهُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَةِ أَحَدِكُمْ"هو بمعني ماسبق وحاصله أنه مجاز كقوله تعالى ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ والمراد تحقيق سماع الدعاء. ([2])

رسول اللہ ﷺ سے مروی دوسرا فرمان کہ جس کو پکارتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے زیادہ قریب ہے،وہ بھی مذکورہ معنی میں ہے،حاصل یہ کہ یہ مجاز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں:ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں۔مراد پکار سننا ثابت کرتا ہے۔

وهكذا فی تحفة الأحوذی. اور تحفة الأحوذی میں اسی طرح ہے۔([3])

سابعاً: بلکہ بعض روایات میں آخر حدیث میں یوں ہے:"وَأَنَا خَلْفَ دَابَّةِ رَسُولِ الله ﷺ فَسَمِعَنِي وَأَنَا أَقُولُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِالله فَقَالَ يَا عَبْدَ الله بْنَ قَيْسٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ الله قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ الله فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِالله".

میں جانور کے پیچھے تھا آپ ﷺ نے مجھے یہ کہتے سنا: لاحول ولا قوة یعنی تصرف قوت صرف اللہ کیلئے ہی ہے فرمایا,اے عبداللہ بن قیس !میں نے کہا لبیک یارسول اللہ ﷺ ،فرمایا:کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کا پتہ نہ دوں؟ میں نے کہا:کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ ، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں،فرمایا:لاحول ولا قوة إلا بالله.([4])

---

[1]– شرح مسلم (۲/ ۳۴۶).

[2]– صحیح المسلم ,كِتَاب الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ بَاب اسْتِحْبَابِ خَفْضِ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ رقم (٤٨٧٤).

[3]– تحفة الأحوذی (٤/ ٢٤٨).

[4]– صحیح بخاری كِتَاب الْمَغَازِي, بَاب غَزْوَةِ خَيْبَرَ , رقم الحدیث (٣٨٨٣).



اوراوپر ثابت ہوا کہ جنت آسمانوں کے اوپر ہے۔"وفوقه عرش الرحمن" جیسا کہ حدیث نمبر ۶۴ میں ذکر ہوااور یہ علو کا اثبات ہے۔ والحمد للہ۔

ثامناً: قرب مکانی یہاں مراد جب ہو کہ باری تعالیٰ کی صفات السمع والبصر ہماری طرح ہوں کہ دور سے نہ سنے قریب سے سنے لیکن اللہ تعالیٰ ہر ایک کی سن لیتا ہے خواہ جہاں بھی ہو اگر کہو گے کہ وہ بدوں قرب مکانی کے نہیں سن سکتا ہے تو یہ کفریہ عقیدہ ہے کیونکہ ایسے سمیع و بصیر ہم بھی ہیں۔ پھر وہ بے مثل کیسے رہا؟ اور اگر بدوں قربِ مکانی کے وہ سب سنتا اور دیکھتا ہے تو پھر استدلال باطل ہو جائے گا۔ وهو المطلوب.

تاسعاً وعاشراً: بلکہ یہاں یہ ثابت کرنا ہے کہ اس کی سمع و بصر بے مثل ہے۔

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿١١﴾﴾ (الشوری) اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے، دیکھنے والا ہے۔ کی تفسیر ہے یعنی تمہاری طرح وہ نہیں وہ ہر جگہ تمہاری سن لیتا ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔

قال ابن خزيمة فى كتاب التوحيد:لايغيب عن بصره من ذلك شئ يرى مافى جوف البحار ولججها كمايرى عرشه الذى هو مستوعليه وبنوآدم وإن كانت لهم عيون ينظرون بها فإنهم إنمايرون ماقرب من أبصارهم مما لا حجاب وستر بين المرئي وبين أبصارهم مايبعد منهم وإن كان يقع اسم القرب عليه في بعض الأحوال لأن العرب التى خوطبنا بلغتها قد تقول قرية كذا قريبة منا وبلدة كذا قريبة منا ومنزل فلان قريب منا وإن كان بين البلدين والقريتين والمزلين فراسخ والبصير من بنى آدم لايدرك ببصره شخصا آخر من بنى آدم وبينهما فرسخان فأكثر وكذالك لايرى أحد من الآدميين ماتحت الثرى والأرض إذا كان فوقها المري من الأرض والتراب قدر أنملة أو أقل منها بقدر مايغطى ويوارى الشئ وكذلك لايدرك بصره إذا كان بينهما حجاب من حائط أو ثوب صفيق أوغيرهما مما يستر الشئ عين الناظر.

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ "كتاب التوحيد" میں کہتے ہیں: اس کی آنکھ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے، جو کچھ سمندروں کی گہرائیوں اور طغیانیوں میں ہے دیکھ لیتا ہے جیسا کہ اپنے عرش کو جس پر وہ مستوی ہے دیکھ رہا ہے، بنو آدم کی اگرچہ آنکھیں ہیں مگر وہ اسی چیز کو دیکھ سکتے ہیں جو ان کی آنکھوں کے قریب ہے اور درمیان میں حجاب نہیں اور جو دور ہے وہ ان کی آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے، اگرچہ بعض حالات میں قرب کا اطلاق بھی اس پر ہو جاتا ہے اس لئے کہ عرب کہتے ہیں (جن کی زبان میں ہمیں خطاب کیا گیا ہے) قرية كذا قريبة وبلدة كذا قريبة منا یعنی فلاں بستی یا فلاں شہر ہمارے قریب ہی ہے، اور فلاں منزل ہمارے قریب ہے چاہے ان دو بستیوں دو شہروں اور دو منازل کے مابین کئی میل کا فاصلہ ہو، بنو آدم میں سے کوئی شخص جس کی آنکھ درست کام کرتی ہے، دوسرے شخص کو دو فرسخ یا زیادہ کی مسافت سے نہیں ادراک کرتا۔ اسی طرح آدمیوں میں کوئی بھی



زمین کے نیچے پوشیدہ چیز کو نہیں دیکھتا جبکہ اس چیز پر ایک انگلی کی پور جتنی مٹی ہو یا اس سے بھی کم تر جس سے وہ چیز پوشیدہ ہو جائے، اسی طرح اس کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی جبکہ ان کے مابین دیوار یا موٹے بنے ہوئے، کپڑے کا پردہ ہے جو کہ دیکھنے والے کی آنکھ کیلئے رکاوٹ بن جاتا ہے۔[1]

پس یہی فرق ہے اللہ کی سمع و بصر اور ہماری سمع و بصر کے درمیان اور یہاں زور دے کر قربِ مکانی ثابت کرنا جہمیہ کا مذہب ہے نہ کہ اہل سنت کا۔ **وھو العاشر.**

اور جہمیہ کے مذہب سے یا تو خدا خدا نہیں رہتا یا خالق مخلوق میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ تعالى الله عما يصفون و تنزه وتقدس یہ حدیث ان کی خوب تردید کرتی ہے۔ والحمد لله على ذلك.

الحديث الخامس: والذي نفس محمد بيده لو دليتم بحبل إلى الأرض السفلى لهبط على الله.

مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر تم اسفل زمین کی طرف رسہ لٹکاؤ وہ اللہ پر اترے گا۔[2]

اقول: اس حدیث کی صحت میں کلام ہے۔

اولاً: رواه الترمذى وغيره من طريق قتادة عن الحسن عن أبي هريرة .

ترمذی وغیرہ قتادہ سے وہ حسن سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

تحقیق سماع حسن بصری از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ : اور حسن بصری کا سماع سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے،

خود امام ترمذی میں اس روایت کے بعد فرماتے ہیں:

هذا حديث غريب من هذا الوجه ويروى عن ايوب ويونس بن عبيد وعلى بن زيد قالوا لم يسمع الحسن من أبي هريرة.

یہ حدیث اس سند سے غریب ہے، ایوب، یونس اور علی بن زید سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا حسن بصری رحمہ اللہ علیہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔[3]

وحكى ابن أبي حاتم فى المراسيل طبع بغداد عن هؤلاء الثلاثة أيضا وعن زياد الأعلم وبهز وأحمد وعلى بن المدينى وأبي زرعة وأبي حاتم وكذا قال الحافظ فى التهذيب.

---

[1]- كتاب التوحيد (٣٥).

[2]- (ضعيف) ضعيف الجامع الصغير رقم الحديث (٣٢٩٨) .

[3]- سنن الترمذي (٢/١٠٢)



ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ المراسیل میں ان تینوں سے اور زیاد الاعلم، بہز، علی بن المدینی، ابوزرعہ، ابوحاتم سے یہی قول نقل کرتے ہیں، حافظ ابن حجر نے تہذیب میں اسی طرح کہا ہے۔(۱)

وحكى عن البزار أيضاً وقد حكى ابن أبي حاتم قال سمعت أبازرعة يقول لم يسمع الحسن من أبي هريرة رضي الله عنه ولم يره قلت له فمن قال ثنا أبو هريرة قال يخطي ونحوه عن أبيه وقال البيهقي في الأسماء والصفات الهنديوفي رواية الحسن عن أبي هريرة رضي الله عنه إنقطاع لايثبت سماعه من أبي هريرة.

اور امام بزار سے بھی نقل کیا اور ابن ابی حاتم نے کہا میں نے ابوزرعہ سے سنا کہ حسن بصری نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا اور نہ ہی انہیں دیکھا ہے میں نے کہا جو (حسن بصری کی روایت میں حدثنا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتا ہے؟) ابوزرعہ نے کہا وہ خطا کرتا ہے۔ اسی طرح اپنے والد سے بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں کہا: حسن کی روایت عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں انقطاع ہے، اس کا سماع ابوہریرہ سے ثابت نہیں ہے۔(۲)

وقال ابن الجوزي في العلل المتناهية هذا لايصح عن رسول الله ﷺ والحسن لم يسمع من أبي هريرة رضي الله عنه وقيل له من أين تحدث هذه الأحاديث فقال من كتاب عندنا سمعت من رجل وكان الحسن يحدث عن الضعفاء.

ابن الجوزی نے "العلل المتناهیه" میں کہا: یہ رسول اللہ ﷺ سے بہ سند صحیح ثابت نہیں ہیں اور حسن کا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے، حسن کو کہا گیا: تو یہ احادیث کہاں سے روایت کرتا ہے؟ اس نے کہا ہمارے پاس ایک کتاب ہے اس سے روایت کرتا ہوں، ایک آدمی سے میں نے سنا ہے اور حسن ضعفاء سے حدیث بیان کرتا ہے۔(۳)

ثانیاً: قتادہ خود مدلس ہے اور معنعناً روایت کی ہے: ذكره الحافظ في طبقات المدلسين في المرتبة الثالثة وقال مشهور بالتدليس وصفه به النسائي وغيره وقال في أول الكتاب الثالثة من أكثر التدليس فلم يحتج الأئمة من أحاديثهم إلا بما صرحوا بالسماع.

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "طبقات المدلسين" میں تیسرے مرتبہ میں ذکر کیا اور کہا تدلیس کرنے میں مشہور ہے۔ نسائی وغیرہ نے اس کو اس سے موصوف کیا ہے۔ کتاب کے اول میں ہے، تیسرے مرتبہ میں وہ ہیں جو تدلیس بہت کرتے ہیں اور ائمہ نے ان کی احادیث قبول نہیں کی ہیں۔ الا یہ کہ تصریح سماع کریں۔(۴)

---

(۱)– المراسيل لابن أبي حاتم (۲۹/ ۲۸)، التهذيب للحافظ ابن حجر (۲/ ۲٦٤ إلى ۲٦۹).

(۲)–الأسماء والصفات للبيهقي (ص۲۸۷).

(۳)– العلل المتناهية (۱/ ٦).

(٤)– طبقات المدلسين (١٤).



وذكره أبو الوفاء سبط بن العجمى فى التبيين فى أسماء المدلسين ووصفه بالتدليس الذهبى فى الميزان وابن حجر فى التهذيب نقلا عن ابن حبان .

ابو الوفاء سبط بن العجمی "التبيين فى اسماء المدلسين" میں کہتے ہیں: امام ذہبی نے میزان میں اس کو تدلیس سے متصف کیا ہے اور ابن حجر نے "التهذيب" میں ابن حبان سے نقل کیا ہے۔(۱)

قال ابن قيم:وللحديث علة أخرى وهى أن عبد الرزاق فى تفسيره رواه عن معمر عن قتادة عن النبيﷺ مرسلا فاختلف هو وشيبان فيه هل حدث به عن الحسن مختصراً من الصواعق المرسلة.

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث میں ایک اور علت ہے وہ یہ کہ عبد الرزاق نے اپنی تفسیر میں اس کو معمر سے وہ قتادہ سے وہ نبی ﷺ سے مرسل روایت کیا ہے، معمر اور شیبان اختلاف کرتے ہیں کہ کیا قتادہ نے اس کو حسن سے روایت کیا یا نہیں؟۔(۲)

یعنی قتادہ کے دونوں شاگردوں معمر اور شیبان کا اختلاف ہے۔ شیبان قتادہ سے موصولاً نقل کرتا ہے اور معمر اس سے مرسلاً مفصلاً روایت کرتا ہے، یہ اختلاف بھی خبر کو معلول کرتا ہے اور امام ابن جریر تفسیر میں اس روایت کو یوں لاتے ہیں:

حدثنا بشر قال ثنا يزيد ثنا سعيد عن قتادة فذكر الحديث بلفظ ذكرلنا أن النبى ﷺ...الحديث قال ابن كثير فى تفسيره ولعل هذ ا هوا لمحفوظ والله اعلم.

ہمیں بشر نے حدیث بیان کی کہا، ہمیں یزید نے حدیث بیان کی کہا، ہمیں سعید نے حدیث بیان کی، قتادہ سے اور حدیث ذکر کی بایں الفاظ ہمارے لئے ذکر کیا گیا کہ نبی ﷺ... ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں کہتے ہیں شاید یہی محفوظ ہے۔(۳)

اگر کہا جائے گا شیبان بن عبد الرحمن کی روایت کو بھی ترجیح حاصل ہے جو کہ سعید نے اس کی متابعت کی ہے جیسا کہ ابن جریر کی سند میں مذکور ہوا اور ابن معین کا قول مطلق ہے اور وہ مقید بالمتابعہ کو مستلزم نہیں۔

ایضاً: قول قتادہ کہ ذکر لنا اس کی اتم تائید کرتا ہے۔

قال الذهبى فى العلو : والمتن منكر ولا أعرف وجهه وقوله لهبط على اللهيريد معنى الباطن ألا ترى النبى ﷺ فى الحديث كيف تلا ذٰلك مطابق لقوله تعالىٰ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾أى بالعلم وفيه تباين الأرض بأبعد مسافة وهذا لا يعقل.

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کتاب العلو میں کہتے ہیں: یہ متن منکر ہے اور قوله لهبط على الله سے الباطن کا معنی لیا جاتا ہے جیسا کہ تلاوت آیت سے واضح ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ کے مطابق ہے یعنی علم میں تمہارے ساتھ ہے اور اس حدیث میں زمینوں کی دوری اتنی مسافت کی ہے کہ رسی لٹکانا غیر معقول ہے۔(۴)

۱- أسماء المدلسين (۹), الميزان للذهبى (۲/ ۳۴۵), التهذيب (۸/ ۳۵۵).

۲- مختصرا من الصواعق المرسلة (۲/ ۴۱۵).

۳- تفسير ابن جرير (۲۷/ ۲۱۶), تفسير ابن كثير (۴/ ۳۰۳).

۴- كتاب العلو للذهبى (۱۱۲).



یعنی یہ زیادتی لوجهين منکر ہے ایک یہ کہ بظاہر سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم الباطن کا معنی لیا جاتا ہے جیسا کہ تلاوت آیت سے ظاہر ہے اور عنقریب سیاقِ حدیث ذکر ہو گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ حالانکہ ما قبل آیت علم کا معنی بتاتا ہے۔

دوم: یہ کہ اس حدیث میں زمینوں کا ایک دوسری سے تباین اور دوری اتنی مسافت کی بتائی گئی ہے جو کہ اس میں اس طرح رسی کا لٹکانا معقول نہیں ہے ایضاً اس کے منکر ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہے۔

قال ابن كثير: (الصفحة المذكورة) ورواه بن أبي حاتم والبزار من حديث أبي جعفر الرازي، عن قتادة، عن الحسن، عن أبي هريرة... فذكر الحديث، ولم يذكر بن أبي حاتم آخره وهو قوله: "لو دليتم بحبل"، وإنما قال: "حتى عَدّ سبع أرضين بين كل أرضين مسيرة خمسمائة عام"، ثم تلا ﴿هُوَ ٱلْأَوَّلُ وَٱلْأَخِرُ وَٱلظَّاهِرُ وَٱلْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝٣﴾.

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اسے ابن ابی حاتم اور بزار روایت کرتے ہیں یہ روایت ابو جعفر رازی وہ قتادہ سے وہ حسن سے وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (اور حدیث ذکر کی) ابن ابی حاتم نے آخری لفظ یعنی لودلیتم بحبل کا ذکر نہیں کیا وہ یہ الفاظ لاتا ہے: حتیٰ کہ سات زمینیں شمار کیں اور کہا ہر دو زمینوں کے مابین پانچ سو سال کی مسافت ہے، پھر یہ آیت پڑھی: وہی اول، آخر، ظاہر اور باطن ہے اور وہ ہر چیز جانتا ہے۔[1]

پس اصل حدیث میں یہ زیادتی نہیں ہے، بعض لوگ ان باتوں کے باوجود اس روایت کو حسن و ثابت قرار دیتے ہیں اس لئے ہم نے اس کو یہاں ذکر کیا ہے کیونکہ اس میں کوئی کذاب یا متروک راوی نہیں ہے بلکہ جو علت اس میں ہے وہ بیان کر دی اور ظاہر ہے کہ مسائل اعتقادیہ کیلئے صحیح احادیث مقبول ہیں نہ کہ معلول۔

قال ابن خزيمة فى كتاب التوحيد إنا لا نصف معبود نا إلا بما وصف به نفسه أما فى كتاب الله أولسان نبيه ﷺ بنقل العدل عن العدل موصولا إليه لا نحتج بالمراسيل ولا بالأخبار الواهية ولا نحتج أيضا فى صفات معبودنا بالأراء و بالمقاييس.

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ "کتاب التوحید" میں کہتے ہیں: ہم اپنے معبود کو اسی صفت سے متصف کریں گے جو اللہ کی کتاب میں ہے یا اس کے نبی ﷺ کی حدیث میں ہے اور اس کی سند آپ ﷺ تک ثقہ روایات کے ذریعہ متصل ثابت ہو۔ مراسیل اور ضعیف روایات کو ہم حجت نہیں جانیں گے اور نہ ہی اپنے معبود کی صفات میں آراء اور مقاییس سے استدلال کریں گے۔[2]

اتحادیہ کی اس دلیل کے تفصیلی جوابات

لیکن ان کے استدلال کی بناء پر ذکر کر کے اس کے جوابات عرض کرتے ہیں۔ فنقول وبالله التوفيق.

---

[1]- تفسير ابن كثير ٤/ ٣٠٣.

[2]- كتاب التوحيد (٤١).

اولاً: خود امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں: فسر بعض أهل العلم هذا الحديث فقالوا إنما هبط على علم الله وقدرته وسلطانه وعلم الله وقدرته وسلطانه فی کل مکان وهو على العرش كما وصف فی کتابه.

بعض علماء نے اس حدیث کی یہ تفسیر کی ہے کہ وہ رسی اللہ کے علم و قدرت اور اس کی سلطنت پر ہی رہے گی، اللہ کا علم، قدرت سلطان ہر جگہ ہے اور وہ آپ عرش پر ہے، جیسا کہ اپنی کتاب میں بیان کیا۔

وقال ابن القيم: ومراده على معلوم الله ومقدوره كذا فی مختصر الصواعق. (١)

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مراد ہے رسی، اللہ کے معلوم اور اس کے مقدور پر واقع ہو گی۔ مختصر الصواعق میں اسی طرح ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے احاطہ سے کوئی چیز باہر نہیں جا سکتی یہی روایت سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔

ففی الأسماء والصفات: من طريف أبی نصر عنه بلفظ ولو حفرتم لصاحبكم ثم دليتموه لوجدتم الله عزوجل.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ الأسماء والصفات میں طریف ابو نصر سے وہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں لفظ یہ ہیں: اگر تم اپنے ساتھی کیلئے کھودو، پھر اس کو لٹکاؤ تو تم اللہ عزوجل کو پالو گے۔(٢)

اس روایت کو بھی امام بیہقی منقطع بتاتے ہیں نیز یہ ابو نصر مجہول ہے۔

قال فی الميزان لا يدری من هو وقال ابن كثير فی تفسيره فی أسناده نظر وفی متنه غرابة ونكارة.

امام ذہبی نے "المیزان" میں کہا: معلوم نہیں یہ کون ہے، ابن کثیر تفسیر میں کہتے ہیں: اس کی سند میں نظر ہے اور اس کے متن میں غرابت اور نکارت ہے۔(٣)

لیکن علی التقدیر یہ روایت بھی اس کی تفسیر کرتی اور بتاتی ہے کہ یہاں احاطہ مراد ہے اور وجد کا معنی ہم تیسری حدیث کے جوابات میں ذکر کر آئے ہیں یعنی مطلب یہ ہوا کہ تم جہاں بھی جاؤ اوپر جاؤ نیچے جاؤ آگے پیچھے اور دائیں بائیں کہیں بھی جاؤ، اللہ کے احاطہ قدرت و علم سے باہر نہیں۔

ثانیا: عام شراح سب یہی معنی کرتے ہیں (كما فی عارضة اللأحوذی شرح الترمذی لإبن العربی وتحفة الأحوذی والطيبی والمرقاة وغيرها).(٤)

ثالثا: سیاق حدیث بھی ان کے استدلال کو جائز نہیں رکھتا پوری روایت اس طرح ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا نَبِيُّ اللهِ ﷺ جَالِسٌ وَأَصْحَابُهُ إِذْ أَتَى عَلَيْهِمْ سَحَابٌ فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ هَلْ تَدْرُونَ مَا هَذَا فَقَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ

---

[١] – مختصر الصواعق (٢/ ٤١٥).

[٢] – (ضعيف) ظلا الجنه رقم الحديث(٥٧٨). الأسماء والصفات (٢٨٨).

[٣] – الميزان ٣/ ٣٨٣). تفسير ابن كثير (٤/ ٣٠٣).

[٤] – عارضة الأحوذی لإبن العربی (١٢/ ١٨٤), تحفة الأحوذی المباركفوری (٤/ ١٩٤).

هَذَا الْعَنَانُ هَذِهِ رَوَايَا الْأَرْضِ يَسُوقُهُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى قَوْمٍ لَا يَشْكُرُونَهُ وَلَا يَدْعُونَهُ ثم قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا فَوْقَكُمْ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا سَقْفٌ مَحْفُوظٌ وَمَوْجٌ مَكْفُوفٌ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُونَ كَمْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا مَسِيرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا فَوْقَ ذَلِكَ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ فَوْقَ ذَلِكَ سَمَاءَيْنِ مَا بَيْنَهُمَا مَسِيرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ حَتَّى عَدَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ مَا بَيْنَ كُلِّ سَمَاءَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا فَوْقَ ذَلِكَ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ فَوْقَ ذَلِكَ الْعَرْشَ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَاءَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا الَّذِي تَحْتَكُمْ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا الْأَرْضُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا الَّذِي تَحْتَ ذَلِكَ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ تَحْتَهَا أَرْضًا أُخْرَى بَيْنَهُمَا مَسِيرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ حَتَّى عَدَّ سَبْعَ أَرَضِينَ بَيْنَ كُلِّ أَرْضَيْنِ مَسِيرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ إِلَى الْأَرْضِ السُّفْلَى لَهَبَطَ عَلَى اللهِ ثُمَّ قَرَأَ ﴿هُوَ ٱلْأَوَّلُ وَٱلْآخِرُ وَٱلظَّٰهِرُ وَٱلْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ③﴾.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی علیہ السلام اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے کہ اوپر بادل چھا گیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول علیہ السلام زیادہ جاننے والے ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ بادل ہے زمین کو پانی پلانے والا اللہ تعالیٰ اسے اس قوم کی طرف لے جاتا ہے جو شکر نہیں ادا کرتے اور نہ اسے پکارتے ہیں، پھر فرمایا جانتے ہو تمہارے اوپر کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اللہ ورسولہ اعلم، فرمایا: یہ محفوظ چھت ہے اور بند شدہ موج ہے، پھر فرمایا: جانتے ہو تمہارے اوراس کے درمیان کتنی مسافت ہے؟ انہوں نے کہا اللہ و رسول علیہ السلام زیادہ جانتے ہیں، فرمایا: تمہارے اور اس کے مابین پانچ سو سال ہے، پھر فرمایا: کیا جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں، فرمایا: اس کے اوپر دو آسمان ہیں ان کے مابین پانچ سو سال ہے، حتیٰ کہ آپ نے سات آسمان گنے، ہر دو آسمانوں کے مابین اتنی مسافت ہے جتنی زمین و آسمان میں ہے، پھر فرمایا: کیا جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے انہوں نے کہا اللہ و رسولہ اعلم فرمایا اس کے اوپر عرش ہے۔ اس کے اور ساتویں آسمان کے مابین وہی بُعد و مسافت ہے جو دو آسمانوں کے مابین ہے، پھر فرمایا: تمہارے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا: یہ زمین ہے پھر فرمایا جانتے ہو اس کے نیچے کیا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اللہ ورسولہ اعلم، فرمایا: اس کے نیچے دوسری زمین ہے اور دونوں کے مابین پانچ سو سال کی مسافت ہے، حتیٰ کہ سات زمینیں گنیں اور ہر دو زمینوں کے مابین پانچ سو سال کی مسافت بتائی۔ پھر فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد علیہ السلام کی جان ہے اگر تم نچلی زمین تک رسی لٹکاؤ تو اللہ کے (علم پر) اترے پھر پڑھا: وہ اول ہے، آخر ہے، ظاہر اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (1)

اب سیاق کو بار بار پڑھو۔ اس میں کئی مقام قابل غور ہیں:

1۔ (ضعيف) ضعيف سنن الترمذي (رقم: ٣٢٩٨) سنن الترمذى بَاب وَمِنْ سُورَةِ الْحَدِيدِ, كِتَاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ.



اول : بادل کی طرف اشارہ۔ پھر آسمانوں کے اوپر عرش کا ذکر کرنا علو کی دلیل ہے۔

دوم : خود عرش کا ذکر ہی مسئلہ کو تمام کر دیتا ہے۔

سوم: جب زمینوں کا ذکر کیا تو عرش کا ذکر نہیں کیا بلکہ آسمانوں کے ساتھ اس کو ذکر کیا ثابت ہوا کہ اوپر ہے نیچے نہیں۔

چھارم: پھر صریحاً بتایا کہ آسمانوں کے اوپر اس کا عرش ہے۔

پنجم: پھر جو آیت پڑھی وہ خود علو اور مباینت کی اتم دلیل ہے۔ کما مضی مراراً۔

ششم: پھر آیت کا اختتام دلیل ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم کا ذکر ہے۔

﴿وَأَنَّ ٱللَّهَ قَدۡ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عِلۡمَۢا ﴾ (الطلاق ۱۲) اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

رابعاً وخامساً: اگر علی اللہ کا معنی یہ لیا جائے کہا اللہ پر تو لازم آئے گا کہ اللہ ہمارے نیچے بھی ہے، یہ غلط اور بیہودہ خیال ہے کوئی اس کا قائل نہیں۔

وفی مختصر الصواعق والحديث لم يقل فيه إنه يهبط على جميع ذاته فهذا لا يقوله ولا يفهمه عاقل ولا هو مذهب أحد من أهل الأرض البتة لا الحلوليته ولا الإ تحادية ولا الفرعونية ولا القائلون بأنه فى كل مكان وطوائف بنى آدم كلهم متفقون على أن الله تعالى ليس تحت العالم.

"مختصر الصواعق" میں ہے: حدیث میں یہ نہیں کہا ہے کہ وہ رسی جمیع ذات پر ہبوط کرے، یہ بات تو کوئی بھی نہیں کہتا نہ ہی کوئی عقل مند یہ مفہوم سمجھتا ہے اور نہ ہی زمین والوں میں یہ کسی کا مذہب ہے، نہ حلولیۃ کا اور نہ اتحادیہ کا اور نہ فرعونیہ کا اور نہ ان کا جو کہتے ہیں کہ اللہ ہر مکان میں ہے، بنو آدم کے تمام گروہ متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ عالم کے نیچے نہیں ہے۔[1] پس انسانوں کے متفق علیہ عقیدے کے خلاف حدیث کا مفہوم درست نہیں ہو سکتا۔ **وهو الخامس**

سادساً: علی تقدیر الصحۃ خود قرآن میں اس کی تفسیر موجود ہے۔

﴿وَٱلۡأَرۡضُ جَمِيعٗا قَبۡضَتُهُۥ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَٱلسَّمَٰوَٰتُ مَطۡوِيَّٰتُۢ بِيَمِينِهِۦۚ﴾ (الزمر: ٦٧)

قیامت کے دن زمین تمام کی تمام اس کے قبضہ میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔

پس خواہ کتنی بھی مسافت بین الارضین کیوں نہ ہو مگر ہیں سب اللہ کے قبضہ میں، نیچے تحت الثریٰ تک کوئی چیز پھینکو تو بھی اللہ کے قبضہ سے باہر نہیں اور بصورت دیگر یہ آیت صریحاً اس کے معارض ہوگی، پس وہی صورتیں ہیں یا کہو کہ روایت صحیح نہیں یا کہو کہ قرآن کے موافق ہے اور موافقت کی صورت یہی ہے۔

---

[1] - مختصر الصواعق (۲/ ٤١٥).

سابعاً و ثامناً: اس کی مثال یوں سمجھئے: قال ابن قیم: إذا هبط قبضة المحيط بالعالم فقد هبط عليه والعالم فی قبضة وهو فوق عرشه ولو أن أحدنا أمسك بيده كرة قبضها يده من جميع جوانبها ثم وقعت حصاة من أعلى الكرة إلى أسفلها لوقعت فی يده وهبطت عليه ولم يلزم من ذلك أن تكون الكرة والحصاة فوقه وهو تحتها ولله المثل الأعلى وإنما يؤتى الرجل من سوء فهمه أومن سوء عقيدته أومن كليهما فإذا اجتمعا عمل نصيبه من الضلال. كذا فی مختصر الصواعق والصفحة المذكورة.

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جہان کے احاطہ کرنے والے کے مقبوضہ پر اگر کوئی چیز گرے تو وہ محیط پر گری جبکہ جہاں قبضہ میں ہے اور وہ خود عرش پر ہے دیکھئے اگر ہم میں سے ایک شخص ایک گیند کی طرح چیز کو اپنے ہاتھ میں تمام جوانب و اطراف سے پکڑ لے پھر اوپر سے اس گیند پر کوئی چیز گرے تو ہاتھ پر ہی گرے گی اور ہاتھ پر اترے گی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا گیند اور کنکر اس کے اوپر ہیں اور وہ خود (پکڑنے والا) اس کے نیچے ہے اور اللہ کی صفت اعلیٰ ہے، انسان سوءِ فہم یا سوءِ عقیدہ یا دونوں کی وجہ سے غلطی کر جاتا ہے جب وہ دونوں باتیں مجتمع ہو جائیں تو گمراہی اپنا کام کر جاتی ہے۔ "مختصر الصواعق" میں اسی طرح ہے اور احاطہ خود علو اور عظمت اور سعت کو متضمن ہے۔ وهو الثامن.

وتاسعاً: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاللَّهُ مِن وَرَآئِهِم مُّحِيطٌ ۝٢٠﴾ (البروج) اور اللہ ان کے پیچھے سے احاطہ کرنے والا ہے۔
اگر اس طرح معنی کیا جائے کہ اللہ پر تو اس آیت کا مفہوم غلط ہو جائے گا۔ وهو محال.

لأنه كلام الله: ﴿لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾ (فصلت: ۴۲)

یہ اللہ کا کلام ہے، باطل نہ اس کے آگے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔

بلکہ حدیث علی شرط الصحۃ پر بتاتی ہے کہ ہر چیز اللہ کے قبضہ میں ہے خواہ گرے گی یا چڑھے گی، اس کے قبضہ کے اندر ہے اس کے باہر نہیں پورا سیاق ملاحظہ ہو۔ ﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝١٥ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝١٦ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۝١٧ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ۝١٨ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۝١٩ وَاللَّهُ مِن وَرَآئِهِم مُّحِيطٌ ۝٢٠﴾ (البروج)

عرش مجید والا جو ارادہ کرتا ہے کر گزرنے والا کیا تیرے پاس فوجوں کی خبر آئی ہے، فرعون اور ثمود کی بلکہ کفر کرنے والے تکذیب میں ہیں اور اللہ ان کے پیچھے سے احاطہ کرنے والا ہے۔

اب یہاں واضح کیا کہ بذاتہ عرش پر ہے، سب پر اس کا قبضہ ہے، جو چاہے کرتا ہے، کئی قومیں آئیں جنہوں نے بڑی بڑی طاقتیں دکھائیں مگر اللہ کے قبضہ سے باہر نہیں نکل سکیں یعنی فرعون نے اونچی عمارتیں بنوائیں، ثمود نے پہاڑ کھودے، زمین کھودی مگر سب اللہ کے قبضہ ہی میں رہے، جب چاہا تو ان کو ہلاک و برباد کر دیا۔

﴿فَهَلْ تَرَىٰ لَهُم مِّن بَاقِيَةٍ ۝٨﴾ (الحاقة) کیا تو ان کیلئے کوئی باقی رہنے والی چیز پاتا ہے۔

اس طرح سب کو اللہ نے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔

عاشراً: اہل لغت نے بھی یہی لکھا ہے "ففی تکملہ مجمع بحارالأنوار" میں ہے:أی علی علمه وقدرته وسلطانه. یعنی اللہ کے علم، قدرت اور سلطان پر۔([1])

الحادی عشر: علی شرط الصحۃ والثبوت یہ تقدیر مفروض ہے اس سے استدلال درست ہے۔

قال ابن تیمیة فی عرش الرحمن إنما هو تقدیر مفروض لو وقع الأدلاء لوقع علیه لکنه لایمکن أن یدلی أحد علی الله شیئاً لأنه عال بالذات وإذا هبط شئ إلی جهة الأرض وقف فی المرکوز ولم یصعد إلی الجهة الأخری لکن بتقدیرفرض الأدلاء لایکون ماذکر من الجزاء.

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ عرش الرحمن میں کہتے ہیں: یہ تو ایک مفروضہ صورت ہے یعنی اگر لٹکانا واقع ہو تو اس پر پڑے گا لیکن یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی چیز اللہ پر لٹکائی جائے کیونکہ وہ عالی بالذات ہے اور جب کوئی چیز زمین کی طرف نیچے جائے گی، مرکز پر جاکر ٹھہر جائے گی اور دوسری جہت کی طرف نہیں چڑھے گی جب لٹکانا ایک مفروضہ ہے تو جزاء واقع نہ ہو گی۔([2])

الثانی عشر: آیت ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ۝٥﴾ (طه) اس کے معارض ہے اور وہ محکم ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں بلکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے جو اس روایت پر کلام کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس روایت میں تاویل کی جائے گی۔

قال الطیبی: فی شرح المشکوٰة, وَفِي قَوْلِ التِّرْمِذِيِّ إِشْعَارٌ إِلَى أَنَّهُ لَا بُدَّ لِقَوْلِهِ لَهَبَطَ عَلَى الله مِنْ هَذَا التَّأْوِيلِ الْمَذْكُورِ، وَلِقَوْلِهِ: ﴿عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾ مِنْ تَفْوِيضِ عِلْمِهِ إِلَيْهِ تَعَالَى وَالْإِمْسَاكِ عَنْ تَأْوِيلِهِ. وهکذا فی المرقاة.وتحفة الأحوذی وغیره.

طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں کہا:امام ترمذی رحمہ اللہ کے اس قول سے پتہ چلتا ہے کہ لہبط علی اللہ کی مذکورہ تاویل کرنا ضروری ہے اور اس طرح فرمان ایزدی ﴿عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾ کی حقیقت کا علم اللہ کے سپرد ہے اور اس کی تاویل سے احتراز کیا جائے۔"مرقاۃ میں اور تحفة الأحوذی"میں اسی طرح ہے۔([3])

اس کیلئے یہ وجوہ یعنی اول یہ کہ حدیث خود متکلم فیہ ہے پھر نصِ قرآنی مقابلہ میں ہے پس وہی اولی بالتاویل ہے نہ کہ نصِ قرآنی دوم یہ کہ آیت کا ظاہری مفہوم شانِ الٰہی کے بالکل موافق ہے لہٰذا تاویل کی قطعاً محتاج نہیں بخلاف روایت کے اس کا مفہوم اللہ کی شان کے بالکل خلاف ہے کہ اس کو اپنے تحت سمجھا جائے۔ تعالیٰ عن ذلك۔ پس ضروری ہے کہ اس میں ہی تاویل کی جائے۔ سوم ایسی تاویل اسی وقت کی جاتی ہے جب حقیقی معنی متعذر ہو اور آیت بالاتفاق اہل العلم اپنے حقیقی معنی پر ہے۔

---

[1]– مجمع بحار الأنوار (۱۷۸).

[2]– عرش الرحمن لابن تیمیة (۲۰۴).

[3]– تحفة الأحوذی (۴/ ۱۹۴).



كما حكاه الذهبى فى العلو طبع الهند عن الحافظ ابن عبد البر وفى مختصرا الصواعق، إن الإجماع منعقد على أن الله سبحانه وتعالىٰ إستوى على عرشه حقيقة لا مجازا قال الإمام أبو عمر الطلمنكى أحد أئمة المالكية وهو شيخ أبى عمر بن عبد البر فى كتابه الكبير الذى سماه الوصول إلى علم الأصول فذكر فيه أقوال الصحابة والتابعين وتابعيهم وأقوال مالك وأئمة أصحابنا ما إذا وقف عليه الواقف علم حقيقة مذهب السلف وقال فى هذا الكتاب أجمع أهل السنة على أن الله على عرشه على الحقيقة لا على المجاز.

جیسا کہ امام ذہبی نے العلو میں حافظ ابن عبد البر سے نقل کیا: اور "مختصر الصواعق" میں ہے، اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، حقیقتاً نہ کہ مجازاً امام ابو عمرا لطلمنکی (جو کہ مالکیہ کے ائمہ میں سے ہیں اور شیخ ابو عمر بن عبد البر کے استاذ ہیں) نے اپنی کتاب الوصول إلى علم الأصول میں اقوال صحابہ، تابعین اور تبع تابعین اور اقوالِ مالک اور ہمارے اصحاب کے ائمہ کے اقوال ذکر کئے ہیں اگر کوئی شخص ان سے واقف ہو جائے تو اسے مذہبِ سلف کی حقیقت کا پتہ چل جائے۔ اس کتاب میں کہا: اہل سنت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر ہونا، حقیقت ہے مجاز نہیں۔ (۱)

ثم حكاه عن كتاب التمهيد لإبن عبد البر أيضا وهكذا فى تفسير القرطبى.

پھر یہی بات انہوں نے کتاب "التمهيد لإبن عبد البر" سے بھی نقل کی ہے اور تفسیر القرطبی میں بھی اسی طرح ہے۔ (۲)

پس یہاں حقیقت ہی مراد ہے اور تعذر کی کوئی وجہ نہیں ہے بخلاف اس روایت کے یہاں حقیقت ناممکن ہے پس اسی میں تاویل ہو گی الغرض یہ روایت بھی ان کی دلیل نہیں بلکہ اگر صحیح تسلیم کی جائے تو بھی ہماری دلیل ہے بالخصوص وہ روایت جو کہ صحیح اور اس زیادتی منکرہ سے خالی ہے۔

الحديث السادس: أخرج البيهقى فى الأسماء والصفات, طبع الهند عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ إن من أفضل إيمان المرأ أن يعلم أن الله عزوجل معه حيث كان.

امام بیہقی "الأسماء والصفات" میں روایت کرتے ہیں: سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کا یہ جاننا کہ اللہ اس کے ساتھ ہی ہے، افضل ایمان ہے۔

أقول أولاً: معیت کا معنی بیان کر دیا گیا ہے، امام بیہقی نے اس روایت کو اس باب میں داخل کیا ہے۔

باب ما جاء فى قول الله عزوجل ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ وما فى معناه من الأيات.

باب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ اور اس طرح کی دوسری آیت۔ (۳)

۱- العلو للذهبى (۱۵۰).

۲- تفسير القرطبى (۷/ ۲۱۹).

۳- الأسماء والصفات (۳۰٤).



اور پھر اسلاف سے روایات ذکر کی ہیں کہ یہاں معیت بالعلم والقدرت مراد ہے وھو فوق عرشه وھو بكل شئ عليم.

ثانیاً : حیث کان پر غور کریں، انسان کبھی مشرق کی طرف ہے کبھی مغرب کی طرف کبھی چلتا ہے، کبھی کھڑا ہے، کبھی پیادہ ہے، کبھی سوار، اونٹ، گھوڑے یا گدھے پر ہے، کبھی موٹر یا ٹرین پر کبھی اور تیز رفتار سواری پر مثلاً ہوائی جہاز، راکٹ وغیرہ۔ اگر ان کا استدلال تسلیم کر لیا جائے تو اللہ تعالیٰ حرکت اور انتقال میں مکان الی مکان لازم آئے گا، کبھی تیز رفتاری کبھی کم، اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے منزہ ہے پس مراد یہ ہے کہ وہ عرش پر ہے کما وصف به نفسه اور تم جہاں بھی ہو، وہ تم کو جانتا ہے اور تم پر قادر ہے، کما ھو شانه.

ثالثاً : حیث کان سے ہر جگہ اس کا موجود ہونا مراد لینا سلف کے خلاف ہے۔

فأخرج يحي بن إبراهيم الطيطلي كتاب سير الفقهاء عن الأعمش عن إبراهيم قال كانوا يكرهون قول الرجل والله حيث كان أو أن الله بكل مكان كذا فى تهذيب سنن أبى داؤد لإبن قيم مع تهذيب السنن للمنذرى.

یحیٰ بن ابراہیم طیطلی کتاب "سیر الفقهاء" میں اعمش سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا علماء اس کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی کہے اللہ جس جگہ ہے یا بیشک اللہ ہر جگہ و مکان میں ہے۔ تہذیب سنن ابی داؤد, لا بن القیم میں اسی طرح ہے۔[1]

اگر ان کا مفہوم صحیح ہوتا تو سلف اس پر انکار نہ کرتے۔

رابعاً: اس کی مثال وہ حدیث شریف ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ:الإحسان: "أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ,,حاصله راجع إلى إتقان العبادات ومراعاة حقوق الله تعالى ومراقبته واستحضار عظمته وجلالته حال العبادات.

احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے، ابن دقیق العید شرح الاربعین النوویہ میں کہتے ہیں:اس کا ماحاصل یہ ہے کہ عبادات میں پختگی ہو اور اللہ کے حقوق کا لحاظ اور خیال رکھا جائے اور عبادات کے وقت اس کی عظمت اور جلالت مد نظر رہے۔[2]

اور نووی رحمۃ اللہ علیہ نے "ریاض الصالحین" باب المراقبہ میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

وقال ابن علان فى دليل الفالحين وهذا من جوامع كلمه ﷺ لأنه جمع فيه مع وجازته بيان مراقبة العبد ربه فى إتمام الخضوع والخشوع وغيرهما فى جميع الأحوال والإخلاص له فى جميع الأعمال والحث عليهما مع بيان سببهما الحامل عليها والثانى من لاينتهى إلى تلك الحالة لٰكن يغلب عليه أن الحق مطلع عليه ومشاهده له و قد بينه ﷺ بقوله فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ وهذا من جوامع الكلم أيضا أى فإن لم تكن تراه فلا تغفل فإنه يراك.

---

[1]- تهذيب سنن أبي داؤد لإبن القيم (٧/ ١٠٢).

[2]- صحيح المسلم, كِتَاب الْإِيمَانِ ,بَاب بَيَانِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ , رقم الحديث (٩). شرح الأربعين النووى (١٧).



ابن علان رحمۃ اللہ علیہ دلیل الفالحین میں کہتے ہیں: یہ نبی ﷺ کے جوامع کلم میں سے ہے، اختصار کے ساتھ آپ نے یہ مفہوم جمع کر دیا ہے کہ بندہ اپنے رب کے آگے تمام خضوع و خشوع وغیرہ جمیع حالات میں متوجہ ہو اور جملہ اعمالِ خالص اسی کیلئے ادا کئے جائیں، ان دونوں امور کا شوق دلایا ہے اور ان کا سبب بیان کیا ہے۔ دوسرا درجہ اس انسان کا جو اس حالت تک نہیں پہنچ سکا لیکن یہ بات تو اس کے پیش نظر ہے کہ حق اس پر مطلع ہے اور اس کا مشاہدہ کر رہا ہے اور دیکھ رہا ہے۔ نبی ﷺ نے اس حقیقت کو بایں الفاظ ارشاد فرمایا: اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے یعنی اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو غفلت نہ کر ناوہ ضرور تجھے دیکھ رہا ہے۔([1])

پس روایت کا مطلب بھی یہی ہے کہ افضل ایمان یہ ہے کہ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو جیسا کہ بادشاہ کے حضور میں انسان اپنے آپ کو سمجھتا ہے اس طرح اس کو اعمال اور نیکیوں میں اخلاص وللّٰہیت ہو گی۔

خامساً: بلکہ اگر ایک کے ساتھ ہو گا تو دوسرے کے ساتھ نہیں، جانے والے کے ساتھ جائے گا تو رہنے والے کو چھوڑ دے گا لہٰذا معنیٰ اس کی شان کے خلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ فوق العرش بائن عن الخلق ہے ہر ایک کو جانتا ہے اور یہی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ میں خواہ جہاں بھی جاؤں، اللہ سے مخفی نہیں۔

سادساً: اس حدیث سے ایمان کا زائد و ناقص ہونا اور تفاضل اہل ایمان ظاہر ہوتا ہے جو کہ ہر وقت یاد رکھتا ہے وہ اکمل المومنین ہے اور ناقص الایمان کبھی کبھی غفلت میں بھی آ جاتے ہیں پس جو شخص اس مقام پر نہ پہنچے وہ خارج ایمان نہیں ہو گا اور یہ تقریر دلیل ہے اس پر کہ اس حدیث میں معیة بالذات مراد نہیں کیونکہ اگر یہ معنیٰ ہے کہ وہ بذاتہ ہر ایک کے ساتھ ہے اور یہ واقعی حقیقت ہے تو پھر اس کا منکر مؤمن نہیں رہتا۔ اس میں تفاضل و عدم تفاضل کا کوئی سوال ہی نہیں رہتا بلکہ جو اللہ کی شان بیان کی گئی ہے اس پر ایمان رکھنا ہی پڑے گا اور یہاں حدیث میں تفاضل کا بیان ہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ ہر وقت یہ خیال رکھے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بے خبر نہیں ہے اور ہر جگہ اس سے ڈرتا رہے۔ اس میں جتنی غفلت یا تساہل کرے گا ایمان ناقص ہوتا جائے گا۔ فاعتبر الفرق بين الأمرين.

سابعاً: یہ افضلیت جب حاصل ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کے علو استواء على العرش و مباينة عن الخلق کا اعتقاد رکھا جائے ورنہ جو بالذات ہی اچھے برے مکان میں ہمارے ساتھ ہے اس سے کیا ڈر ہو گا اور وہاں غفلت کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پس یہ حدیث ہماری حجت ہوئی نہ کہ ان کی۔ واللہ الموفق.

ثامناً: یہ معیت علو کو منافی نہیں۔ دیکھو چاند جہاں ہم ہیں سفر میں خواہ حضر میں ہمارے ساتھ نظر آتا ہے مگر پھر بھی ہمارے اوپر ہے۔

---

[1] صحيح المسلم, كِتَاب الْإِيمَانِ, بَاب بَيَانِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ, رقم الحديث (٩). دليل الفالحين لابن علان (١/ ٢١٤).

وفی العقیدة الواسطیة لإبن تیمیه مع شرحه: بَلِ الْقَمَرُ آيَةٌ مِنْ آيَاتِ اللهِ مِنْ أَصْغَرِ مَخْلُوقَاتِهِ، وَهُوَ مَوْضُوعٌ فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ مَعَ الْمُسَافِرِ وَغَيْرِ الْمُسَافِرِ أَيْنَمَا كَانَ. وَهُوَ سُبْحَانَهُ فَوْقَ عَرْشِهِ، رَقِيبٌ عَلَى خَلْقِهِ، مُهَيْمِنٌ عَلَيْهِمْ، مُطَّلِعٌ عَلَيْهِمْ.. إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِنْ مَعَانِي رُبُوبِيَّتِهِ.

"العقیده الواسطیه" لا بن تیمیه رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: چاند اللہ کی نشانیوں میں ایک چھوٹی سی مخلوق ہے، وہ آسمان میں ہے اور مسافر اور غیر مسافر ہر ایک کے ساتھ ہے، جہاں بھی ہو اللہ سبحانہ عرش پر ہے اور اپنی مخلوق کی نگرانی کر رہا ہے اور ان کا محافظ ہے ان پر مطلع ہے، اسی طرح اس کی دوسری صفات ربوبیت۔ (۱)

الحديث السابع: خلق الله آدم على صورته. آدم کو اس کی صورت پر اللہ نے پیدا کیا۔ (۲)

أقول أولاً: اس حدیث سے ان کا استدلال قطعاً باطل ہے اس لئے کہ ان کا مسلک اس حدیث سے جب ثابت ہو کہ اللہ کے لئے شبہ یا مثل تسلیم کیا جائے۔ "وهو ممتنع محال لا انفكاك له".

قال الله تعالىٰ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿١١﴾﴾ اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ یقیناً صحیح حدیث قرآن کے خلاف نہ ہو گی۔ کما بیناہ۔ پس استدلال کی بناء جس چیز پر تھی وہ جب نہ رہی تو استدلال بھی قائم نہ رہا۔

ثانیاً: سلف کا مسلک اس حدیث کے بارے میں تفویض کا ہے یعنی صحیح یہ ہے کہ اس پر بلا بحث وتکیف ایمان رکھا جائے۔

وقد نص أحمد فی روایة یعقوب بن بختان قال "خلق آدم علی صورته" لا نفسره کما جاء الحدیث وقال الحمیدی لما حدث بحدیث إن الله "خلق آدم علی صورته" قال لا نقول غیر هذا علی التسلیم والرضا بما جاء به القرآن والحدیث ولا نستوحش أن نقول کما قال القرآن والحدیث کذا فی تنبیه النبیه والغبی فی الرد علی المدراسی والحلبی لأحمد بن إبراهیم بن عیسیٰ النجدی مجموعة الدرر الرد الوافر وغیره.

احمد نے یعقوب بن بختان کی روایت میں تصریح کی ہے کہ اس نے کہا اس حدیث کی ہم تفسیر نہیں کرتے اسی طرح تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے، حمیدی نے اس حدیث کی روایت کے وقت کہا ہم اس کے علاوہ کچھ نہیں کہتے جو کچھ قرآن و حدیث میں ہے اس کو تسلیم کرتے ہیں اور اس پر راضی ہیں، ہم قرآن و حدیث کے مطابق کہنے سے نہیں گھبراتے "تنبیة النبیة والغبی فی الرد علی المدراسی والحلبی" لأحمد بن ابراہیم بن عیسی نجدی میں اسی طرح ہے۔ (۳)

۱– العقیدة الواسطیة (۱۱۰).

۲– (صحیح) السلسلة الصحیحة, رقم الحدیث(۴۴۹) .

۳–(صحیح) السلسلة الصحیحة, رقم الحدیث(۴۴۹) . التنبیه النبیه (۴۰۸).



وقال ابن قتيبة في تأويل مختلف الحديث والذى نقول: والله تعالى أعلم أن الصورة ليست أعجب من اليدين والأصابع والعين وإنما وقع الألف لتلك لمجيئها في القرآن ووقعت الوحشة من هذه لأنها لم تأت في القرآن. ونحن نؤمن بالجميع ولا نقول فى شيء منه بكيفية واحد.

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ "تأويل مختلف الحديث" میں فرماتے ہیں کہتے ہیں: واللہ اعلم اللہ کیلئے صورت کا اطلاق "يدين أصابع" اور عین سے زیادہ عجیب نہیں چونکہ مؤخر الذکر الفاظ قرآن میں آگئے ہیں اس لئے ان سے طبیعت مانوس ہو چکی ہے اور الصورة سے اجنبیت ہے کہ یہ قرآن میں نہیں۔ ہم سب کو تسلیم کرتے ہیں البتہ کسی میں بھی کیفیت کے قائل نہیں ہیں۔ ([1])

وقال النووى فى شرح مسلم: وَأَنَّ مِنَ الْعُلَمَاء مَنْ يُمْسِك عَنْ تَأْوِيلهَا، وَيَقُول: نُؤْمِن بِأَنَّهَا حَقٌّ، وَأَنَّ ظَاهِرهَا غَيْر مُرَاد، وَلَهَا مَعْنًى يَلِيق بِهَا، وَهَذَا مَذْهَب جُمْهُور السَّلَف، وَهُوَ أَحْوَط وَأَسْلَم.

امام نووی "شرح مسلم" میں کہتے ہیں: بعض علماء اس کی تاویل سے رک جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے حق ہونے پر ایمان لاتے ہیں اور اس کا ظاہر معنی مراد نہیں۔ اس کا معنی وہ ہے جو اس کے لائق اور مناسب ہے، جمہور سلف کا یہی مسلکِ محتاط اور تسلیم شدہ نظریہ ہے۔ ([2])

اور امام ابو بکر الآجری "كتاب الشريعه" میں اس کے متعلق مستقل عنوان رکھتے ہیں۔

قال: باب الإيمان بأن الله عز وجل خلق آدم على صورته بلا كيف.

پھر احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں: هذه من السنن التى يجب على المسلمين الإيمان بها، ولا يقال فيها: كيف؟ ولم؟ بل نستقبل بالتسليم والتصديق، وترك النظر، كما قال من تقدم من أئمة المسلمين.

یہ ان احادیث میں سے ہے جن کو تسلیم کرنا مسلمانوں پر واجب ہے اور ان میں کیسے اور کیوں؟ نہیں کہا جا سکتا بلکہ تسلیم و تصدیق کریں اور غور و فکر چھوڑ دیں جیسا کہ ہم سے پہلے ائمہ مسلمین نے کہا ہے۔ ([3])

پھر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اقوال نقل کئے ہیں کہ ان احادیث پر ایمان رکھا جائے اور کیفیت پر بحث نہ کی جائے۔

وفى طرح التتريب شرح التقريب للعراقى: وجمهور السلف على الإمساك عن تأويل أحاديث الصفات والإيمان بها بأنها حق وإن ظاهرها غير مراد ولها معان تليق بها فوكل علمها إلى عالمها.

---

[1]- تاويل مختلف الأحاديث (۲۸۰).

[2]- النووى شرح مسلم (۲/ ۳۳۷).

[3]- الشريعة للآجرى (۳۱۴, ۳۱۵).



"طرح التثریب شرح التقریب" للعراقی میں ہے کہ: جمہور سلف کے نزدیک احادیث صفات کی تاویل سے احتراز کیا جائے اور ان کی حقانیت تسلیم کی جائے اور یہ کہ ظاہری مفہوم مراد نہیں اور ان کے مناسب کوئی اور معانی ہیں جن کا علم ان کے عالم کے سپرد کر دیا جائے۔ (۱)

وقال فی الفتح: فَتَعَيَّنَ إِجْرَاءُ مَا فِي ذَلِكَ عَلَى مَا تَقَرَّرَ بَيْنَ أَهْلِ السُّنَّة مِنْ إِمْرَاره كَمَا جَاءَ فِي غَيْرِ اِعْتِقَادِ تَشْبِيهٍ ، أَوْ مِنْ تَأْوِيلِهِ عَلَى مَا يَلِيقُ بِالرَّحْمَنِ جَلَّ جَلَالَه. (۲)

"فتح الباری" میں ہے: اہل سنت کے ہاں متقرر ہو چکا ہے کہ اس طرح کی صفات کو من و عن تسلیم کیا جائے تشبیہ یا تاویل کے عقیدے کے بغیر جیسا کہ رحمن جل جلالہ کی شان کے لائق ہے۔

پس اس حدیث سے ان کے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ثالثاً: ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ اس کا معنی ضرور ہے مگر جو اس کے ساتھ لائق ہو نہ کہ وہ مراد لیا جائے جو ظاہراً ہو۔

قال الغزالی فی الجام العوام عن علم الکلام "ینبغی أن یعلم أن الصورة إسم مشترك قد یطلق ویراد به الهیئة الحاصلة فی أجسام مؤلفة مولدة مرتبة ترتیبا مخصوصاً مثل الأنف والعین والفم والخد التی هی أجسام وهی لحوم وعظام قد یطلق ویراد به ما لیس بجسم ولا هیئة فی جسم ولا هو ترتیب فی أجسام کقولك عرق صورته وما یجری مجراه فلیحقق کل مؤمن ان الصورة فی حق الله لم تطلق لا رادة المعنی الأول الذی هو جسم لحمی وعظمی مرکب من أنف وفم وخد فإن جمیع ذلك أجسام وهیئات فی أجسام وخالق الأجسام والهیئات کلها منزه عن مشابهتها وصفاتها وإذا علم هذا یقینا فهو مؤمن فان خطر له انه ان لم یرد هذا المعنی فما الذی أراده فینبغی أن یعلم أن ذلك لم یؤمر به بل أمر بأن لا یخوض فیه فإنه لیس علی قدر طاقته لکن ینبغی أن یعتقد أنه أرید به معنی یلیق بجلال الله وعظمته مما لیس بجسم ولا عرض فی جسم.

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "الجام العوام عن علم الکلام" میں کہتے ہیں: یہ جاننا مناسب ہے کہ لفظ الصورة ایک مشترک لفظ ہے اس سے اجسام مؤلفہ کی ہیت جو ایک مخصوص ترتیب میں ہوتی ہے مراد لی جاتی ہے جیسا کہ ناک، آنکھ، منہ، رخسار، یہ سب جسم ہیں، گوشت ہیں یا ہڈی، کبھی اس جسم اور ہیئتِ جسم کے علاوہ معنی لیا جاتا ہے جیسا کہ عرق صورته میں ہے اور اسی طرح کی دوسری عبارات، ہر مومن تحقیق کرے کہ اللہ کے حق میں الصورة کا اطلاق پہلے معنی میں نہیں ہے جو کہ جسم لحمی و عظمی ہے اور ناک، منہ رخسار وغیرہ سے مرکب ہے کیونکہ یہ سب اجسام ہیں اور اجسام کی ہیئت ہیں اور اجسام و ہیئت کا خالق ان کی اور ان کی صفات کی مشابہت سے منزہ ہے۔ جو اس حقیقت پر یقین کرے گا وہ مومن ہے اگر اس کے دل میں یہ خیال ہوا کہ اللہ نے یہ معنی مراد نہیں لیا تو کیا معنی مراد لیا ہے؟ تو جاننا چاہئے کہ ایسا سوچنے کا اسے حکم نہیں دیا گیا، حکم یہ ہے کہ اللہ کی ذات کے بارے

۱- طرح التثریب شرح التقریب (۸/ ۱۰۵).

۲- فتح الباری (۶/ ۱۰۹).

میں گہرائی میں نہ جائے کیونکہ ایسا کرنا اس کی طاقت سے باہر ہے البتہ یہ اعتقاد رکھے کہ اس کا جو معنی بھی اللہ جل مجدہ کے جلال و عظمت کے لائق ہے وہی صحیح ہے، وہ نہ جسم ہے اور نہ عرض جسم۔ ([1])

اور یہی مفہوم اس حدیث کا ہو گا جس کے الفاظ ہیں کہ: رأيت ربي في أحسن صورة.

میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔ ([2])

بشرطیکہ اس کو صحیح مانا جائے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے: وقد ذكره ابن الجوزي في العلل المتناهية وبين عللها.

رابعاً: جب لفظ مشترک ہو اور ظاہر معنی شان الٰہی کے موافق نہیں تو یہ روایت ان کی دلیل نہیں رہی بلکہ یہ عقیدہ رکھا جائے گا کہ اس کا وہ معنی ہے جو کہ اللہ کے لئے لائق ہے۔

خامساً: اہل التاویل نے بھی کوئی ایسا معنی نہیں کیا ہے جس سے ان کے استدلال کا کوئی اشارہ تک نکلتا ہو چنانچہ ان کے ہاں تاویل تین کی قسم ہے اور وہ صورہ کے ضمیر کے مرجع میں بحث ہے ان اقوال کو امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے "كتاب التوحيد" میں، ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "رفع شبهة التشبيه" میں، ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے "تأويل مختلف الحديث" میں، نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں، کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح البخاري" میں، عینی رحمۃ اللہ علیہ نے "عمدة القاري" میں، ابن فورک رحمۃ اللہ علیہ نے "مشكل الحديث" میں، عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے "طرح التثريب" میں، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "الأسماء والصفات" میں وغیرہم نے ذکر کیا ہے بعضوں نے مرجع اللہ کو بنایا ہے اور صوفیاء کے استدلال کی بنیاد یہی ہے دیکھئے "شمائم امدادیہ" مگر یہ قواعد کے لحاظ سے ضعیف ہے اس لئے لفظ "آدم" مرجع قریب ہے بہ نسبت لفظ اللہ کے کہ وہ مرجع بعید ہے۔ والحق للقريب. ([3])

قال العراقي: الضمير فيه عائد إلى أقرب مذكور وهو آدم عليه السلام وهذا هو الأصل في عود الضمائر.

امام عراقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں ضمیر قریب مرجع کی طرف راجع ہے اور وہ سیدنا آدم علیہ السلام ہیں، ضمائر کے راجح کرنے میں یہی اصل ہے۔ ایضاً لفظ "اللہ"، کو مرجع کرنے میں تشبیہ کا شبہ رہتا ہے۔

ایک سوال: ایک روایت میں یہ لفظ آئے ہیں کہ: إن الله خلق آدم على صورة الرحمن.

اللہ نے آدم کو رحمن کی صورت پر پیدا کیا۔ ([4])

---

[1]– الجام العوام عن علم الكلام (٥٠٤).

[2]– (صحيح لغيره) صحيح الترغيب وترهيب، حديث رقم (٤٠٨).

[3]– كتاب التوحيد (٢٦، ٣٠)، رفع شبهة التشبيهة (١٦٧، ١٦٨)، تأويل مختلف الأحاديث (٢٧٧ إلى ٢٨٠)، شرح مسلم (٢/ ٣٢٨)، شرح بخاري للكرماني (٢٢/ ٧٢، ٧٣)، عمدة القاري (٢٢/ ٢٢٩)، مشكل الأحاديث (٦ إلى ١٣)، طرح التثريب (١٠٤، ١٠٥)، الأسماء والصفات (٢١٥، ٢١٦)، شمائم امدادية (٥٩).

[4]– (ضعيف) السلسلة الضعفة رقم الحديث (١١٧٦).



جواب : یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ قال الإمام ابن خزیمة فی التوحید: بعد ما رواه من طریق الأعمش عن حبیب بن أبی ثابت عن عطاء بن أبی رباح عن ابن عمر مرفوعاً وروی الثوری هذا الخبر مرسلا غیر مسند حدثنا أبو موسی محمد بن المثنی قال ثنا عبد الرحمن بن مهدی قال ثنا سفیان عن حبیب بن أبی ثابت عن عطاء قال قال : رسول الله ﷺ لایقبح الوجه فإن ابن آدم خلق علی صورة الرحمٰن. ثم قال: لأن فی الخبر عللا ثلاثا أحدها أن الثوری قد خالف الأعمش فی إسناده فأرسل الثوری ولم یقل ابن عمر والثانیة أن الأعمش مدلس لم یذكر أنه سمعه من حبیب بن أبی ثابت والثالثة حبیب بن أبی ثابت أیضاً مدلس لم یعلم أنه سمعه من عطاء سمعت إسحق بن إبراهیم بن حبیب بن الشهید یقول ثنا أبوبكر بن عیاش عن الأعمش قال قال حبیب بن أبی ثابت لوحد ثنی رجل عنك بحدیث لم أبال لایكاد یحتج به علمائنا من أهل الأثر لاسیما إذا كان الخبر فی مثل هذا الجنس فیما یوجب العلم لو ثبت لافیما یوجب العمل بما قد یستدل علی صحته وثبوته بدلائل من نظر وتشبیه وتمثیل بغیره من سنن النبی ﷺ من طریق الأحكام والفقه.

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ "التوحید "میں اس کو اعمش سے وہ حبیب سے وہ عطاء سے وہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کر کے کہتے ہیں ثوری نے اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا مسنداً نہیں۔ ہمیں ابو موسیٰ نے حدیث بیان کی کہا ہمیں عبد الرحمن بن مہدی نے حدیث بیان کی کہا ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی وہ حبیب سے وہ عطاء سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چہرے کی توہین نہ کی جائے کہ ابن آدم رحمن کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے۔ [1] پھر کہا حدیث میں تین علتیں موجود ہیں ایک یہ کہ ثوری اسناد میں اعمش کی مخالفت کرتا ہے، ثوری مرسل بیان کرتا ہے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا واسطہ نہیں لاتا دوسری یہ کہ اعمش مدلس ہے اور یہ تصریح نہیں کرتا کہ اس نے حبیب بن ابی ثابت سے اس حدیث کو سنا ہے، تیسری یہ کہ حبیب بن ابی ثابت بھی مدلس ہے، یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کا سماع عطاء سے ہے؟ میں نے اسحق بن ابراہیم بن حبیب بن الشہید سے سنا فرماتے تھے: ہمیں ابو بکر بن عیاش نے حدیث بیان کی وہ اعمش سے کہتا ہے کہ حبیب بن ابی ثابت نے کہا اگر مجھے کوئی شخص تجھ سے حدیث بیان کرے تو نہ پرواہ کروں، ہمارے علماء اہل الاثر اس سے دلیل نہیں دیتے خصوصاً اس وقت جبکہ حدیث عقائد کے بارے میں ہے، اگر اس کا تعلق عملیات سے ہے اور اس کی صحت و ثبوت دوسری سنن نبی ﷺ سے بھی ثابت ہے جس میں دلائل و تشبیہ و تمثیل پیش ہو سکتے ہیں یعنی اس کا تعلق احکام و فقہ سے ہے تو اس میں اس طرح کی حدیث قابل احتجاج ہو سکتی ہے۔ [2]

امام ہمام نے تین علتیں ذکر فرمائی ہیں، ایک یہ کہ سفیان ثوری نے اعمش کی مخالفت کی اور حدیث کو مرسلاً ذکر کیا ہے دوم یہ کہ اعمش مدلس ہے، اس کو اگرچہ حافظ صاحب نے "طبقات المدلسین "میں مرتبہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے مگر "مقدمہ فتح

[1] –(ضعیف) السلسلة الضعفة رقم الحدیث (۱۱۷۶) .
[2] – كتاب التوحید لإبن خزیمة (۲۷).



الباری "حفص بن غیاث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:إعتمد البخاری علی حفص هذا فی حدیث الأعمش لأنه كان یمیز بین ما صرح به الأعمش بالسماع وبین مادلسه نبه علی ذلك أبو الفضل بن طاهر وهو كما قال.

امام بخاری نے اعمش کی حدیث میں حفص پر اعتماد فرمایا ہے اس لئے کہ حفص، اعمش کی روایات جن میں تصریح سماع ہے دوسری روایات جن میں تصریح سماع نہیں ہے کے مابین امتیاز کرتا تھا، اس پر ابو الفضل بن طاہر نے متنبہ کیا ہے اور یہ بات ہے بھی درست۔(1)

اور میزان میں ہے:"قلت هو يدلس وربما دلس عن ضعيف ولا يدرى به فمتى قال: "نا" فلا كلام ومتى قال:"عن"تطرق إليه إحتمال التدليس إلا فی شيوخ له أكثر عنهم كإبراهيم وابن وائل وأبی صالح السمان فإن روايته عن هذا الصنف محمولة على الإتصال".

میں کہتا ہوں یہ مدلس ہے اور بسا اوقات ضعیف سے تدلیس کرتا ہے اور اس کا پتہ بھی نہیں ہوتا جب "حدثنا" کی تصریح کر دے تو کوئی کلام نہیں اور جب "عن" کہے تو اس میں تدلیس کا احتمال آ جائے گا سوائے ان روایات کے جو اس نے اپنے ان شیوخ سے لی ہیں جن سے روایات کثیرہ لاتا ہے جیسا کہ ابراہیم بن وائل اور ابو صالح السمان تو اس صنف سے اس کی روایت اتصال پر محمول ہے۔(2)

سوم: یہ کہ حبیب بن ابی ثابت بھی مدلس ہے اس کو حافظ صاحب نے تیسرے مرتبہ میں ذکر کیا ہے پس اس کی معنعن مقبول نہیں۔ ایضاً اس کی روایت عطاء سے متکلم فیہا ہے۔

ففی مقدمة الفتح قال يحی القطان: له أحاديث عن عطاء لا يتابع عليها.

مقدمہ فتح الباری میں ہے، یحیی قطان نے کہا عطاء سے اس کی احادیث ہیں جن پر متابعت نہیں کی گئی۔(3)

وهكذا حدثه العقيلی فی كتاب الضعفاء عنه. اسی طرح عقیلی نے "كتاب الضعفاء" میں اس سے نقل کیا ہے۔(4)

پس یہ حدیث صحت کو نہیں پہنچتی اور دوسری روایات "كتاب السنه" لعبد اللہ بن احمد میں ہے:قال ثنی أبوبكر الصاغانی ثنا أبو الأسود وهو النضر بن عبد الجبار حدثنا ابن لهيعة عن أبی يونس عن أبی هريرة عن رسول الله قال:"إذا قَاتَلَ أحدكم فَلْيَجْتَنِبْ الْوَجْه فَإِنَّما صُورَة الْإِنْسَان عَلَى وَجْهِ الرَّحْمَنِ ".

1- مقدمة فتح الباری (۲/ ۱۶۰).

2- میزان (۴۲۳).

3- مقدمة فتح الباری (۲/ ۱۵۷).

4- كتاب الضعفاء للعقيلی (۲۵۸).

کہا مجھے ابو بکر صاغانی نے حدیث بیان کی کہا ہمیں ابو الاسود یعنی نضر بن عبد الجبار نے حدیث بیان کی کہا ہمیں ابن لہیعہ نے حدیث بیان کی وہ ابو یونس سے وہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں کوئی لڑ پڑے تو چہرے سے بچے کہ صورت انسان رحمن کے چہرے پر ہے۔(1)

یہ سند بھی ضعیف ہے، ابن لھیعۃ مشہور ضعیف ہے، اس کے حالات "میزان" و "تہذیب" وغیرہما میں موجود ہیں۔

قال ابن حبان: سبرت أخباره فرآيته يدلس عن أقوام ضعفاء على أقوام ثقات قد راهم ثم كان لايبالى مارفع إليه قرآه سواء كان من حديثه أولم يكن فوجب التنكب عن رواية المتقدمين عنه قبل إحتراق كتبه لما فيها من الأخبار المدلسة عن المتروكين ووجب ترك الإحتجاج برواية المتأخرين بعد إحتراق كتبه لما فيها مما ليس من حديثه. (2)

امام ابن حبان رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے اس کی روایات کو جانچا ہے، میں نے اس کو پایا کہ ضعیف روایت سے ثقہ اقوام پر تدلیس کرتا ہے جو روایت اس کے ہاں آجاتی ہے اسے پڑھ دیتا ہے چاہے اس کی حدیث ہو یا نہ اس بارے میں لاپرواہ ہے تو اس سے جو رواۃ اس کی کتب جلنے سے پہلے روایت لیتے ہیں ان سے اس لئے بچنا ضروری ہے کہ ان میں متروکین سے مدلسہ اخبار موجود ہیں اور اس کی کتب جلنے کے بعد آنے والے متاخرین کی روایات اس سے اس لئے واجب الترک ہیں کہ ان میں وہ روایات بھی ہیں جو اس کی حدیث نہیں "تہذیب" میں اسی طرح ہے۔

اور "طبقات المدلسین" میں پانچویں مرتبہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

ضعف فی أول الكتاب والخامسة من ضعف بأمر أخر سوى التدليس فحديثهم مردود ولو صرحوا بالسماع.

کتاب کے اول میں کہا الطبقة الخامسة وہ ہیں جو تدلیس کے سوا دوسری وجوہ سے ضعیف ہیں، ان کی حدیث مردود ہے چاہے تصریح سماع بھی کریں۔(3)

پس اس روایت سے مرجع لفظ "اللہ" کو بنانے کیلئے تائید لینا درست نہیں ہے اور علماء نے بھی اس حدیث کے عدم صحت کی تصریح کی ہے۔

ففى شرح مسلم للنووى قال المازرى ليس بثابت عند أهل الحديث و كان من نقله رواه بالمعنى الذى وقع له وغلط فى ذلك.

"شرح مسلم" للنووی میں ہے: مازری نے کہا محدثین کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے، غالباً اس کو روایت کرنے والے نے روایت بالمعنی کیا ہے اور اس میں اس نے غلطی کی ہے۔(4)

1- (ضعيف) ضلال الجنة رقم الحديث(٥٢١)، كتاب السنة لعبدالله بن احمد (١٨٦)، وفتح الباري كتاب الْعِتق بَاب إِذَا ضَرَبَ الْعَبْد...رقم ٢٣٧٢.

2- التهذيب (٥/ ٣٧٩).

3- طبقات المدلسين (١٩).

4- شرح مسلم للنووى (٢/ ٣٢٧).



وهكذا فى طرح التريب وقال البيهقى فى الأسماء والصفات بعد مارواه فى طبع الهند ويحتمل أن يكون لفظ الخبر فى الأصل كما رويناه فى حديث أبي هريرة فأداه بعض الرواة على ما وقع فى قبله من معناه، وكذا قاله القرطبي كما فى الفتح.

"طرح التريب" میں اسی طرح ہے اور بیہقی "الأسماء والصفات" میں اس کو روایت کرنے کے بعد کہتے ہیں: احتمال ہے کہ حدیث کے اصل الفاظ وہی ہوں جو ہم نے بروایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کئے ہیں، کسی راوی نے اپنے دل میں واقع مفہوم کے مطابق اس کا معنی ادا کر دیا ہو۔ اسی طرح قرطبی نے کہا جیسا کہ "فتح الباری" میں ہے۔(۱)

اور اس قول کے قائل نے یہ تاویل کی ہے کہ یہاں اضافت تشریفی ہے اور خصوصیت کیلئے ہے جیسا:

خلق الله وأرض الله، وناقةالله وفى القرآن "نفخت فيه من روحي".

اللہ کی تخلیق، اللہ کی زمین، اللہ کی اونٹنی, میں نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا۔

قال القرطبي: وحقيقة إضافة خلق إلى خالق فالروح خلق من خلقه إضافة إلى نفسه تشريفاوتكريما كقوله أرضى و سمائى وبيتى وناقة الله وشهر الله.

امام قرطبی کہتے ہیں: خلق کی خالق کی طرف اضافت تشریف و تکریم کیلئے ہے جیسا کہ میری زمین، میرا آسمان، میرا گھر، اللہ کی اونٹنی اور اللہ کا مہینہ، اسی طرح میری روح کہ روح بھی اللہ کی خلق ہے۔(۲)

وقال النيسا بورى: ولا خلاف فى أن الإضافة فى "روحى" التشريف والتكريم مثل ناقة الله وبيت الله.

امام نیسا بوری رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ روحی میں اضافت تشریف و تکریم کیلئے ہے جیسا کہ ناقة اللہ اور بیت اللہ میں۔ تفسیر شوکانی میں اسی طرح ہے۔

اسی طرح کعبہ کو بیت اللہ کہنا۔ وقوله تعالى: ﴿ وَعِبَادُ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى ٱلْأَرْضِ هَوْنًا ﴾ (الفرقان: ٦٣)

رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آرام سے چلتے ہیں۔

﴿ إِنَّ عِبَادِى لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ ﴾ (الحجر: ٤٢) اور میرے بندوں پر تجھے کوئی طاقت نہیں ہے۔

اور بعضوں نے یہ کہا: ہے کہ صورة بمعنی صفت ہے یعنی اللہ نے آدم کو اپنی صفت پر پیدا کیا ہے یعنی اس کو سمیع، بصیر، عالم بنایا ہے اگرچہ اللہ کی صفات بے مثل اور کسی کی صفت کے مشابہ نہیں ہیں۔

۱- طرح التريب (٨/ ١٨)، الأسماء والصفات (٢١٦)، فتح البارى (٨/ ١٠٩).

۲- القرطبى (١٠/ ٢٤).



قال عثمان بن معبد الدارمی: فی معناه إن الله خلق آدم سمیعا بصیرا والله سمیع بصیر فالإسم وافق الإسم والمعنی مباین کذا فی طبقات الشافعیة لأبی عاصم العبادانی.

امام عثمان بن سعید دارمی اس کے معنی میں کہتے ہیں, اللہ نے آدم کو سننے، دیکھنے والا بنایا اور اللہ بھی سننے والا، دیکھنے والا ہے، اسم اسم کے موافق ہے مگر معنی میں تباین ہے، "طبقات الشافعیه" لابی عاصم العبادانی میں اسی طرح ہے۔([1])

اور دوسری تاویل یہ کہ بعض لوگوں نے مرجع آدم کو بنایا ہے کیونکہ وہ قریب ہے اور اس کے بھی چند وجوہ بیان کئے ہیں۔

اول: یہ کہ جس صورت پر اس کو پیدا کیا اسی پر زمین کی طرف اتارا تا کہ یہ وہم پورا نہ ہو کہ جنت سے نکلنے کے بعد صورت بھی نہ رہی۔

دوم: یہ ابتدا اسی طرح بنایا۔ کما فی قوله تعالیٰ: ﴿كَمَثَلِ ءَادَمَ خَلَقَهُۥ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾﴾

آدم کی طرح کہ اس کو مٹی سے بنایا اور پھر اس کو کہا ہو جا پس ہو گیا۔ (آل عمران)

یعنی جس طرح اس کی اولاد کی نسل ہے کہ: ﴿خَلْقًا مِّنۢ بَعْدِ خَلْقٍ﴾ (الزمر: ٦) تخلیق کے بعد تخلیق۔

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا ٱلنُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا ٱلْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا ٱلْمُضْغَةَ عِظَـٰمًا﴾ (المؤمنون: ١٤)

پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنایا، پھر اس کو گوشت کا ٹکڑا پھر ہم نے اس کو ہڈیاں بنایا۔

اسی طرح آدم کو بتدریج نہیں بلکہ اسی صورت میں بنایا۔

سوم: اس میں دھریہ کے اس قول کی تردید ہے کہ انسان نطفہ سے بنتا ہے اور نطفہ انسان سے نکلتا ہے اور اس کی کوئی ابتداء نہیں ہے سوان پر رد فرمایا کہ پہلے اس صورت پر آدم کو بنایا پھر سلسلہ نطفہ سے رکھا۔

کما قال تعالیٰ: ﴿وَبَدَأَ خَلْقَ ٱلْإِنسَـٰنِ مِن طِينٍ ﴿٧﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُۥ مِن سُلَـٰلَةٍ مِّن مَّآءٍ مَّهِينٍ ﴿٨﴾﴾ (السجدة)

انسان کی تخلیق مٹی سے شروع کی پھر اس کی نسل حقیر پانی کے نچوڑ سے جاری کی۔

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَـٰنَ مِن سُلَـٰلَةٍ مِّن طِينٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنَـٰهُ نُطْفَةً فِى قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿١٣﴾﴾ (المؤمنون)

یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ (یعنی غذا) سے بنایا پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا ایک محفوظ مقام میں۔

چھارم: نیز ان کی بھی تردید ہے جو انسان کو طبعی تاثیر بتلاتے ہیں۔

کما قال: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ ٱلنَّشْأَةَ ٱلْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾﴾ (الواقعة). تم اول پیدائش کو جانتے ہو پھر تم سمجھتے کیوں نہیں ہو۔

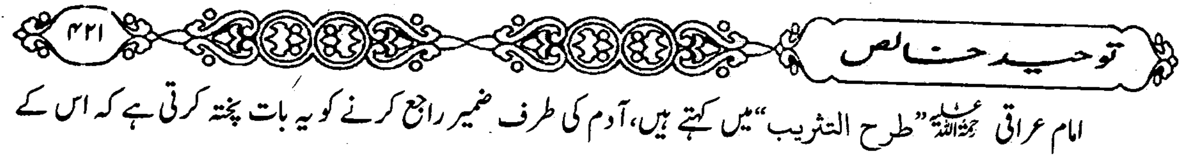
پنجم: ایضاً قدریہ کی بھی تردید ہے جو اس کے قائل ہیں کہ انسان اپنے فعل کا خود خالق ہے۔

قال: ﴿وَٱللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾﴾ (الصافات) اللہ ہی نے تمھیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے۔

قال العراقی: فی طرح التثریب ومما یؤکد عود الضمیر علی آدم تعقیبه ذلك بقوله طوله ستون ذراعاً.

---

[1] - طبقات الشافعية لأبي عاصم (٤٧).



امام عراقی رحمۃ اللہ علیہ "طرح التثریب" میں کہتے ہیں، آدم کی طرف ضمیر راجع کرنے کو یہ بات پختہ کرتی ہے کہ اس کے بعد یہ ارشاد ہے آدم کا طول ساٹھ ہاتھ ہے۔ (۱)

وقال إبن خزيمة فى التوحيد فصورة آدم هى ستون ذراعا التى خبرا النبى ﷺ أن آدم عليه السلام خلق عليها لا على ماتوهم بعض من لم يتبحر العلم فظن أن قوله "على صورته" صورة الرحمن صفة من صفات ذاته جل وعلا عن أن يوصف بالموتان والأبشار قد نزه نفسه وقدس عن صفات المخلوقين فقال ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿١١﴾﴾ (الشورى: ١١) وهو كما وصف نفسه فى كتابه على نبيه لا كصفات المخلوقين من الحيوان ولا من الموتان كما شبه الجهمية معبودهم بالموتان ولا كما شبهه الغالية من الروافض معبودهم ببنى آدم قبح الله هذين القولين وقائلها.

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ "التوحید" میں کہتے ہیں: آدم علیہ السلام کی صورت ساٹھ ہاتھ پر تھی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے ایسے نہیں جو بعض سطحی علم والے کہہ دیا کرتے ہیں، علی صورۃ کا مطلب ہے رحمن کی صورت پر اور یہ اس کی صفات ذات میں سے ایک صفت ہے (۲) بڑا اور بلند ہے کہ اس کو موتان اور ابشار سے چہرہ سے متصف کیا جائے، اللہ تعالیٰ مخلوق کی صفات سے پاک و منزہ ہے فرمایا: اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے اور اس کی وہی صفات ہیں جو اس نے خود اپنی کتاب میں اپنے نبی ﷺ پر بیان کیں، حیوانوں وغیرہ مخلوق والی صفات نہیں جیسا کہ جہمیہ اپنے معبود کو غیر جاندار چیزوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور جیسا کہ غالی روافض اپنے معبود کو بنی آدم سے تشبیہ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان دونوں اقوال اور ان کے قائل کا برا کرے۔ (۳)

پس تاویل یہی اقرب ہے اور تیسری تاویل یہ ہے کہ اس روایت کا سبب و مورد موجود ہے۔

فأخرج مسلم فى صحيحة مع النووي: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَجْتَنِبْ الْوَجْهَ فَإِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ.

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ایک شخص اپنے بھائی سے لڑ پڑے تو چہرے سے اجتناب کرے اللہ نے آدم کو اس کی صورت پر پیدا کیا ہے۔ (۴)

پس مرجع مضروب ہوا یعنی آپ ﷺ نے منہ پر مارنے سے منع فرمایا اور یہ علت بیان فرمائی کہ چونکہ باپ اول آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسی شکل پر پیدا کیا ہے اس لئے اس شکل کا احترام ضرور کریں۔

۱۔ طرح التثریب (۱۰۵).

۲۔ المنجد میں ہے البشر الامر وجهه: کام نے اس کے چہرہ کو حسین اور پر رونق بنا دیا، موتان منجد میں ہے: موقان الف او کند ذہن۔ الموتان غیر جاندار چیزیں۔

۳۔ کتاب التوحید (۳۰).

۴۔ صحيح مسلم كِتَاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ, بَاب النَّهْيِ عَنْ ضَرْبِ الْوَجْهِ. (۲/ ۳۲۷).

قال الحافظ: فی الفتح: فَالْأَكْثَر عَلَى أَنَّهُ يَعُودُ الضمير عَلَى الْمَضْرُوبِ لِمَا تَقَدَّمَ مِنَ الْأَمْر بِإِكْرَامِ وَجْهه ، وَلَوْلَا أَنَّ الْمُرَاد التَّعْلِيل بِذَلِكَ لَمْ يَكُنْ لِهَذِهِ الْجُمْلَة اِرْتِبَاط بِمَا قَبْلهَا. وَقَدْ أَخْرَجَ الْبُخَارِيّ فی "الْأَدَب الْمُفْرَد" وَأَحْمَد مِنْ طَرِيق إبن عَجْلَان عَنْ سَعِيد عَنْ أَبِي هُرَيْرَة مَرْفُوعًا ولَا تَقُولَنَّ قَبَّحَ الله وَجْهك وَوَجْه مَنْ أَشْبَهَ وَجْهك فَإِنَّ الله خَلَقَ آدَم عَلَى صُورَته" وَهُوَ ظَاهِر فی عَوْدِ الضَّمِير عَلَى الْمَقُول لَهُ ذَلِكَ ، وَكَذَلِكَ أَخْرَجَهُ ابن أَبِي عَاصِم أَيْضًا مِنْ طَرِيق أَبِي رَافِع عَنْ أَبِي هُرَيْرَة بِلَفْظِ " إِذَا قَاتَلَ أَحَدكُمْ فَلْيَجْتَنِبْ الْوَجْه فَإِنَّ الله خَلَقَ آدَم عَلَى صُورَة وَجْهه".

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباری" میں لکھتے ہیں: اکثر علماء اس پر ہیں کہ ضمیر مضروب کی طرف عائد ہے جیسا کہ اکرامِ چہرہ کا امر پہلے مذکور ہوا۔ اگر یہ جملہ تعلیل کے طور پر نہ ہو تو اس کا ما قبل سے ارتباط مفقود ہو جاتا ہے ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "الأدب المفرد" میں روایت کرتے ہیں اور احمد بہ طریق ابن عجلان سعید سے وہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ: یوں نہ کہو اللہ تیرے چہرے کو اور جس کا چہرہ تیرے چہرے کے مشابہ ہے اس کا برا کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اس کی صورت پر پیدا کیا ہے، ظاہر ہے کہ اس میں ضمیر مقول لہ کی طرف عائد ہے ، اسی طرح ابن ابی عاصم نے بھی بروایت ابو رافع عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا، لفظ ہیں جب تم میں کوئی لڑ پڑے تو چہرے سے اجتناب کرے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اس چہرے کی صورت پر پیدا کیا ہے۔ (بقدر ضرورت)۔ (1)

اور سید ابن حمزۃ الحسینی نے "البیان والتعریف فی اسباب الورود الحدیث الشریف" میں بھی یہی سبب بیان کیا ہے۔ (2)

اور امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ "کتاب التوحید" میں یہ مسلم والی روایت اپنے طریق سے لا کر پھر فرماتے ہیں کہ:

توهم بعض من لم يتبحر العلم أن قوله "على صورته" يريد صورة الرحمن عزر بنا عزوجل عن أن يكون هذا معنى الخبر بل معنى قوله "خلق آدم على صورته" الهاء فی هذا الموضع كناية عن إسم المضروب والمشتوم أراد ﷺ أن الله خلق آدم على صورة هذا المضروب الذى أمر أن ضارب بإجتناب وجهه بالضرب والذى قبح وجهه فزجر ﷺ أن يقول "ووجه من أشبه وجهك" لأن وجه آدم شبيه وجه بنيه فإذا قال الشاتم لبعض بنى آدم قبح الله وجهك ووجه من أشبه وجهك كان مقبحا آدم صلوات الله وسلامه عليه الذى وجوه بنيه شبيهة بوجه أبيهم فتفهموا رحمكم الله معنى الخبر ولا تغلطوا ولا تغالطوا فتصدوا عن سواء السبيل وتحملوا على القول بالتشبيه الذى هو ضلال.

بعض غیر متجر فی العلم کہتے ہیں علی صورتہ سے صورت رحمن مراد ہے، ہمارا رب اس سے بلند تر ہے کہ حدیث کا یہ معنی ہو بلکہ ارشاد خلق آدم علی صورتہ میں ضمیر "ہا" مضروب اور مشتوم کی طرف عائد ہے ، رسول اللہ ﷺ کا مطلب یہ ہے

(1)– فتح الباری ٦/ ١٠٩)

(2)– البیان والتعریف فی أسباب الورود الحدیث (٢/ ٣٦, ٤٧٧)

کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اس مضروب شخص کی صورت پر ہی پیدا کیا تھا۔اسی لئے ضارب کو حکم ہے کہ اس کے چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے، اسی لئے نبی ﷺ نے اس سے بھی منع کیا کہ تقبیح کی نسبت اس کی طرف کرے جس کا چہرہ اس کے چہرے سے مشابہ ہے کیونکہ آدم کا چہرہ اس کی اولاد کے چہروں کے مشابہ ہے، جب گالی دینے والا یوں کہے گا، اللہ تیرے چہرے اور جس کا چہرہ تیرے چہرے کے مشابہ ہے اس کو برا کرے، گویا سیدنا آدم علیہ السلام کیلئے بھی یہ گالی ہوگئی کہ ان کی اولاد کے چہرے اپنے باپ کے چہرے کے شبیہ ہیں، تم پر اللہ تعالیٰ رحم کرے حدیث کا معنی سمجھو، نہ غلطی کرو نہ دوسروں کو مغالطہ دو، راہ راست سے بھٹک جاؤ گے اور نظریہ تشبیہ کے قائل بن جاؤ گے جو کہ ضلال و گمراہی ہے۔([1])

یہ سب تاویلات ان کے استدلال کو باطل کرتی ہیں بالخصوص آخری تاویل جو کہ اکثر اہل علم کا قول ہے، کما عرفت اور یہ سب تاویلات میں زیادہ صحیح، راست، صالح تر، زیادہ موافق اور زیادہ تسلیم شدہ ہے بلکہ یہ حدیث اس کی تفسیر سمجھی جائے تو بلاریب صحیح ہے اور بحمد للہ خود حدیث ہی میں اس کی ایسی تفسیر موجود ہے جس نے ان کا کام تمام کر دیا ہے۔ **وهو الجواب السادس.**

وسابعا: سیاقِ حدیث بھی ان کے استدلال کو رد کرتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَلَقَ اللهُ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ طُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَهُ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أُولَئِكَ النَّفَرِ وهم نفر الْمَلَائِكَةِ جُلُوسٌ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّونَكَ فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ فذهب فَقَالَ السَّلَامُ عليكُمْ فَقَالُوا السَّلَامُ عليكَ وَرَحْمَةُ اللهِ فَزَادُوهُ وَرَحْمَةُ اللهِ فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ آدَمَ وطُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا فَلَمْ يَزَلْ الْخَلْقُ يَنْقُصُ بَعْدُ حَتَّى الْآنَ. ([2])

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے آدم کو اس کی صورت پر ساٹھ ہاتھ پیدا کیا جب اسے پیدا کیا، فرمایا جا اور اس جماعت کو سلام کہہ (وہ فرشتوں کی ایک بیٹھی ہوئی جماعت تھی) جو تجھے تحیہ دیں اسے کان لگا کر سن وہ تیرے اور تیری اولاد کیلئے تحیہ ہے، سیدنا آدم علیہ السلام گئے اور کہا السلام علیکم فرشتوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ انہوں نے جواب میں ورحمۃ اللہ کا اضافہ کیا آپ نے فرمایا جنت میں داخل ہونے والے سب کے سب آدم علیہ السلام کی صورت پر ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے، آج تک لوگوں کے قد آدم کے بعد کم ہوتے گئے۔

فرشتوں کے پاس بھیجنا اور جا کر وہاں سلام کرنا، یہ سب باتیں مباینت پر دالالت کرتی ہیں۔

ثامناً: آدم کا قد ساٹھ گز ہونا پھر گھٹتے رہنا، یہ ان کے استدلال کیلئے خاتمہ ہے کیونکہ اگر بقول مثنوی۔

گر نہ بودے ذاتِ حق اندر وجود — آب گل را کے ملک کردے سجود

---

[1] – کتاب التوحید (۲۶, ۲۷).

[2] – صحیح بخاری، کِتَاب الِاسْتِئْذَانِ بَاب بَدْءِ السَّلَامِ. مشکوٰۃ المصابیح (۳۹۷).



خدا اس کے اندر تھا تو اس وقت ان کے خدا کا طول ساٹھ گز تھا پھر اس کی اولاد کے قد گھٹنے کے ساتھ وہ گھٹتا گیا یہ بھی عجیب خدا ہے کہ ربڑ کی طرح لمبا اور چھوٹا ہوتا ہے۔

تاسعاً: علی التقدیر یہ آدم کیلئے خاص ہے عموم نہیں رہا جس پر استدلال مبنی ہے۔فبطلانه بطلان له.

عاشراً: ایضا صورتوں میں کئی قبیح کئی حسن ہیں، پس نعوذ باللہ سب اللہ کی صورتیں ہیں یا اس کے مظہر ہیں اور معراج کی حدیث میں ہے کہ:فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ وَعَلَى يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ إِذَ نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَسَارِهِ بَكَى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِجِبْرِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا آدَمُ هَذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ فَأَهْلُ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى.

جب دروازہ کھولا گیا تو ہم آسمان دنیا پر چڑھے، وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اس کے دائیں بائیں روحیں تھیں، جب دائیں طرف دیکھتا ہنستا اور جب بائیں طرف دیکھتا رو پڑتا۔ اس نے کہا: نبی صالح اور صالح بیٹے کو مرحبا۔ میں نے جبرئیل سے کہا یہ کون ہیں؟، جواب دیا یہ آدم ہیں، یہ دائیں طرف اور بائیں طرف کی روحیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ دائیں طرف والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے جہنمی، یہ دائیں طرف نظر ڈالتا ہیں، ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف نظر کرتے ہیں تو رو پڑتے ہیں۔([1])

کیا نعوذ باللہ آدم علیہ السلام اللہ کی صورتیں دیکھ کر ہنس یا رو رہے تھے؟ وهو الحادی عشر.

والثانی عشر: کیا خدا کی صورتیں جہنم میں بھی جائیں گی؟ پھر جہنم ان کو کیسے جلائے گی؟ حالانکہ حدیث میں ہے کہ: لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقَى فِيهَا وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ حَتَّى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيهَا قَدَمَهُ فَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ وَتَقُولُ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ. ([2])

جہنم میں ڈالا جاتا رہے گا اور وہ مزید طلب کرتی رہے گی حتیٰ کہ رب العزت اس میں اپنا قدم ڈالیں گے تو بعض بعض کی طرف سمٹ آئے گی اور کہے گی تیری عزت و کرم کی قسم بس بس۔

الثالث عشر: علماء لغت نے بھی اس حدیث پر کلام کیا ہے۔

قال راغب: "فی المفردات" قال علیہ السلام "إن الله خلق آدم على صورته" فالصورة أراد بها ما خص الإنسان بها من الهيئة المدركة بالبصر والبصيرة وبها فضله على كثير من خلقه وإضافته إلى الله سبحانه على سبيل الملك لا على سبيل البعضية والتشبيه تعالى عن ذلك وذلك على سبيل التشريف كقوله بيت الله وناقة الله ونحو ذلك ﴿... وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي ...﴾ وهكذا فی تاج العروس نقلا عن البصائر للفيروز آبادی ومجمع بحار الأنوار.

---

[1]– صحیح بخاری , كِتَاب الصَّلَاة, بَاب كَيْفَ فُرِضَتْ الصَّلَاةُ فِي الْإِسْرَاءِ.

[2]– صحیح مسلم , كِتَاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ..., بَاب النَّارُ يَدْخُلُهَا الْجَبَّارُونَ...) . مشكوة المصابيح (٥٠٥).



امام راغب رحمۃ اللہ علیہ "المفردات" میں کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے آدم کو اس کی صورت پر پیدا کیا، صورت سے مراد وہ ہیئتِ مدرکہ ہے جو انسان کو عطا ہوئی، دیکھنا اور سمجھنا، اسی کی وجہ سے انسان کو اللہ کی کثیر مخلوق پر برتری حاصل ہے۔ صورت کی اضافت اللہ کی طرف ملک کے طور پر ہے نہ کہ بعضیت اور تشبیہ کے لئے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے ایسی نسبت مضاف کی عزت افزائی کیلئے آتی ہے جیسا کہ بیت اللہ ناقۃ اللہ اسی طرح ہے ﴿... وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي ...﴾ تاج العروس میں اسی طرح ہے۔ البصائر للفیروز آبادی اور مجمع بحار الأنوار سے نقل کیا۔([1])

اور "لسان العرب" میں ہے کہ: فأما ما جاء في الحديث من قوله : خلق الله آدم على صورته فيحتمل أَن تكون الهاء راجعة على اسم الله تعالى وأَن تكون راجعة على آدم فإِذا كانت عائدة على اسم الله تعالى فمعناه على الصورة التي أَنشأَها الله وقدَّرها فيكون المصدر حينئذٍ مضافاً إِلى الفاعل لأَنه سبحانه هو المصَوِّر لا أَن له عز اسمه وجل صُورَةً ولا تمْثالاً كما أَن قولهم : لَعَمْرُ الله إِنما هو والحياةِ التي كانت بالله والتي آتانِيها الله لا أَنَّ له تعالى حياة تَحُلُّهُ ولا هو علا وجهُه محلٌّ للإِعراض وإِن جعلتها عائدة على آدم كان معناه على صُورَة آدم أَي على صورة أَمثاله ممن هو مخلوق مُدَبَّر فيكون هذا حينئذٍ كقولك للسيد والرئيس : قد خَدَمْتُه خِدْمَته التي تحِقُّ لأَمثاله وفي العبد والمُبتَذل: قد اسْتَخْدَمْتُه اسْتِخْدامَهُ أَي اسْتِخْدامَ أَمثاله ممن هو مأْمور بالحقوق والتَّصَرُّف فيكون حينئذٍ كقوله تعالى: ﴿فِيٓ أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝٨﴾ (الإنفطار).

حدیث میں جو یہ قول ہے: "اللہ نے آدم علیہ السلام کو اس کی صورت پر پیدا کیا" احتمال ہے کہ ضمیر "ہا" اللہ کے اسم کی طرف راجع ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ آدم کی طرف راجع ہو۔ اگر "اللہ" کی طرف عائد ہو تو معنی یہ ہے: اللہ نے آدم کو اس صورت پر بنایا جو اللہ کی پیدا کردہ ہے۔ تو مصدر فاعل کی طرف مضاف ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مصور ہے، یہ مقصد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صورت اور تمثال ہے جیسا کہ کہتے ہیں: "اللہ کی زندگی کی قسم ہے" یعنی یہ حیات وہی ہے جو کہ اللہ کی مدد سے ہے اس نے یہ مجھے دی ہے، یہ نہیں کہ اللہ کی حیات ہے جو کہ اس میں حالل ہے اور نہ وہ محل اعراض ہے، اس کی ذات بلند بالا ہے اور اگر ضمیر کو آدم کی طرف عائد کیا جائے تو مطلب یہ کہ آدم کی صورت پر تخلیق کی ہے یعنی اس کی امثال کی صورت پر جو کہ ایک مدبر مخلوق ہے، یہ اس طرح ہوا جیسا کہ تو سید اور رئیس کو کہے میں نے اس کی وہ خدمت کی ہے جو اس جیسوں کے شایان شان ہے اور غلام اور نوکر کے بارے میں کہا جائے اس سے تو نے وہ خدمت لی جو حقوق و تصرف پر مامور نوکروں سے لینی چاہئے لہٰذا اب حدیث کا مفہوم اس آیت کی طرح ہو جائے گا: جس صورت میں چاہا اس نے تجھے بنایا۔([2])

---

[1]– المفردات للراغب (۲۹۲)، تاج العروس (۳/ ۳۴۳)، مجمع بحار الأنوار (۲/ ۲۰۷).

[2]– لسان العرب (٤/ ٤٨٣).

الرابع عشر: اگر بفرض المحال ان کا معنی تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی اس سے نہ حلول ثابت ہوگا نہ اتحاد کیونکہ صورتیں سب باعتبار وجود کے جدا جدا اور باعتبار صفت کے متباین نظر آتی ہیں۔

الخامس عشر: بلکہ اس طرح اللہ ہی نہیں رہتا کیونکہ اگر سب صورتیں اللہ کی ہیں تو اجتماع الاضداد لازم آئے گا اور اگر کسی ایک صورت کو اس کیلئے خاص کیا جائے تو بلا مخصص جائز نہیں اور مخصص کا مقتضی مخلوق ہے۔

قال البيهقي في الأسماء والصفات: الصورة هي التركيب، والمصور المركب، والمصور هو المركب. قال الله عزوجل: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْإِنسَٰنُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ ٱلْكَرِيمِ ۝٦ ٱلَّذِى خَلَقَكَ فَسَوَّىٰكَ فَعَدَلَكَ ۝٧ فِىٓ أَىِّ صُورَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝٨ ﴾ (الانفطار) ولا يجوز أن يكون الباري تعالى مصورا ولا أن يكون له صورة، لأن الصورة مختلفة، والهيئات متضادة، ولا يجوز اتصافه بجميعها لتضادها، ولا يجوز اختصاصه ببعضها إلا بمخصص، لجواز جميعها على من جاز عليه بعضها، فإذا اختص ببعضها اقتضى مخصصا خصصه به، وذلك يوجب أن يكون مخلوقا وهو محال، فاستحال أن يكون مصورا، وهو الخالق البارئ المصور.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "الأسماء والصفات" میں کہتے ہیں: الصورة تركيب المصور، مرکب اور المصور ترکیب بنانے والا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے انسان تجھے تیرے رب کریم کے بارے میں کسی نے دھوکہ دیا ہے۔ اس نے تجھے پیدا کیا اور درست بنایا پھر تجھے اعتدال پر بنایا (اور) جس صورت میں چاہا تیری ترکیب کی۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ مصور ہو اور اس کی صورت ہو اس لئے کہ صورتیں مختلف ہوتی ہیں اور ہیئات متضادہ ہیں سب کے ساتھ اس کا اتصاف نہیں ہو سکتا کہ ان میں تضاد ہے۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کسی ایک کے ساتھ متصف ہو اس لئے کہ کوئی مخصص ہونا چاہے اس لئے کہ جس پر کسی ایک صفت کا اتصاف ہو سکتا ہے سب کا ہو سکے گا۔ جب کسی ایک صفت کے ساتھ اتصاف مخصوص ہو تو کوئی مخصص ہونا چاہیے جس نے تخصیص کی ہے اس سے لازم آیا وہ مخلوق ہے اور یہ محال ہے لہٰذا اللہ کا مصور ہونا محال ہے اور وہ خالق پیدا کرنے والا، تصویر بنانے والا ہے۔ (1)

السادس عشر: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں "المصور" بھی ہے یعنی وہ بذات خود مرکب ملانے والا اور بنانے والا ہے، وہ صورت سے یا ترکیب سے پاک ہے پس حدیث کے متعلق وہی مسلک تسلیم شدہ ہے جو سلف کا ہے۔ اگر تاویل کرنی ہے تو پھر وہ تاویل ہونی چاہئے جو خود حدیث میں مذکور ہو اور جو کہ تفسیر کہی جا سکے۔

السابع عشر: قال الله تعالى: ﴿ هُوَ ٱلَّذِى يُصَوِّرُكُمْ فِى ٱلْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ۝٦ ﴾ وہی ارحام میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورت بناتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زبردست، حکمت والا ہے۔ (آل عمران)

اور ہر صورت مصور کو چاہتی ہے کیونکہ یہ ترکیب ہے "ولا بدله من مركب" (اور اس کا کوئی ترکیب دینے والا ضروری ہے) ثابت ہوا کہ اللہ کی صورت کہنا غلط ہے کیونکہ وہ اس سے اعلیٰ ہے کہ اس کا کوئی مرکب ہو۔ ایضاً علی التقدیر اس نے خود اپنی

1- الأسماء والصفات للبيهقي (٢١٤).

صورت بنائی یا کسی دوسرے نے۔ علی الاول کیا اس سے پہلے وہ معاذ اللہ ناقص تھا؟ بلکہ اس کی صفات کا حدوث لازم آتا ہے "وهو ممتنع وعلى الثاني" کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا بھی خالق یا مصور ہے؟ ﴿سُبۡحَـٰنَهُۥ وَتَعَـٰلَىٰ عَمَّا يُشۡرِكُونَ﴾ وهو الثامن عشر.

والتاسع عشر: کئی صورتیں زمین پر ہیں کئی آسمان پر۔ یہ مقتضی ہے کہ مصور سب کے اوپر ہو نہ کہ کئی صورتیں اس کے اوپر ہوں اور خود کئی صورتوں کے تحت ہو۔

والعشرین: آدم علیہ السلام کو بنانے اور صورت دینے کے بعد جنت میں رکھا گیا۔ بعد میں زمین کی طرف نیچے اترنے کا حکم دیا گیا: قال الله تعالىٰ: ﴿وَلَقَدۡ خَلَقۡنَـٰكُمۡ ثُمَّ صَوَّرۡنَـٰكُمۡ﴾ (الأعراف: ١١) إلى قوله ﴿قَالَ ٱهۡبِطُواْ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّۖ وَلَكُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَمَتَـٰعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٢٤﴾﴾ (الأعراف) ترجمہ: ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہاری صورت بنائی (إلى أن قال) فرمایا: اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو تم نے زمین میں ٹھہرنا ہے اور ایک وقت تک فائدہ حاصل کرنا ہے۔

اور جنت کیلئے ثابت ہے کہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ قال الله تعالىٰ: ﴿عِندَ سِدۡرَةِ ٱلۡمُنتَهَىٰ ﴿١٤﴾ عِندَهَا جَنَّةُ ٱلۡمَأۡوَىٰٓ ﴿١٥﴾﴾ (النجم) سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے جنت الماوی۔ نیز ساٹھویں حدیث ملاحظہ ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ عرش پر بائن عن الخلق ہے پس یہ حدیث خود ہماری دلیل ہوئی۔

الحادي والعشرين: قال الله تعالىٰ: ﴿وَمِنۡ ءَايَـٰتِهِۦ خَلۡقُ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَٱخۡتِلَـٰفُ أَلۡسِنَتِكُمۡ وَأَلۡوَٰنِكُمۡ...﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے، آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف۔ (الروم)

پس یہ صورتیں اس کی قدرت و صنعت کی نشانیاں ہیں نہ کہ اس میں حلول وغیرہ ہے، الحاصل "خلق آدم على صورته" کو بلاتاویل ماننا ہی صحیح طریقہ ہے اور اگر تاویل کی ضرورت ہے تو بھی مصدر کی فاعل کی طرف اضافت ہے جیسا کہ اہل لغت کے کلام میں گزرا یعنی یہ صورتیں اپنے مصور اور بنانے والے کی خبر دیتی ہیں۔ اہل السماء اوپر اس کی نشانیاں دیکھیں اہل زمین یہاں دیکھیں۔

والثانی والعشرین: قال تعالىٰ: ﴿لَقَدۡ خَلَقۡنَا ٱلۡإِنسَـٰنَ فِيٓ أَحۡسَنِ تَقۡوِيمٖ ﴿٤﴾ ثُمَّ رَدَدۡنَـٰهُ أَسۡفَلَ سَـٰفِلِينَ ﴿٥﴾﴾ التين

ہم نے انسان کو احسن صورت میں پیدا کیا پھر ہم اسے اسفل السافلین میں رد کریں گے۔

قال ابن كثير: أنه تعالى خلق الإنسان في أحسن صورة، وشكل منتصب القامة، سويّ الأعضاء حسنها.

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن صورت و شکل میں پیدا کیا۔ کھڑا قد، درست اور خوبصورت اعضاء والا۔ (۱)

آیت دوم کے مفسرین سے دو معنی منقول ہیں ایک یہ کہ "ثم رددناه إلى أرذل العمر" یعنی بڑھاپا اور کمزوری، دوم یہ کہ "إلى النار في أقبح صورة" (آگ کی طرف قبیح شکل میں) دونوں قول امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں ذکر کئے ہیں اور دوسری تفاسیر

۱- تفسير ابن كثير (٤/ ٥٢٧).

والے بھی نقل کرتے ہیں۔[1] اب اگر (خاک بدھن) آدم کی شکل ہی اللہ کی شکل ہے کیا تو خود بھی نعوذ باللہ بوڑھا ہو گا۔اس کی بھی کوئی عمر ہے یا اس کا حساب ہے جو کہ ارذل العمر کو آئے گا؟ یا اللہ کی شکل بھی جہنم میں اور بد صورت ہو کر جائے گی؟ ثابت ہوا کہ ان کا معنی تفسیر نہیں تحریف ہے اس طرح حدیث کا معنی فاسد ہو جاتا ہے بلکہ سلف کی طرح اسرار بلا تاویل ہی صحیح طریقہ ہے۔

ولنعم ما قال الدار قطنی:" أمروا الحديث على وجهه ولا تدخلوا عليه ما يفسده"،

حدیث کو ظاہر پر ہی رکھو ایسا معنی نہ داخل کرو جس سے وہ فاسد ہو جائے۔[2]

بلکہ اگر تاویل ہی کرنی ہے تو اس آیت کے مطابق یہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان کی اس خوبصورتی پر بنایا ہے پھر وہ خود اپنی بداعمالی کی وجہ سے بد صورت بنے گا یا یوں کہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح جوانی بخشتا ہے اور خوبصورتی عطا کرتا ہے پھر وہ رفتہ رفتہ اپنی طاقت کو استعمال کر کے بڑھاپے کو پہنچتا ہے۔

كما قال:﴿ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ... ﴾

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزور پیدا کیا پھر ضعف کے بعد قوت دی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ (الروم: ٥٤)

الثالث والعشرين: اگر یہ صورت انسانی اللہ کی صورت ہے تو کیسے نظر آتی ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم علیہ السلام کو کہا کہ:﴿ لَن تَرَىٰنِي ﴾ (الأعراف) تو مجھے ہر گز نہیں دیکھ سکتا۔ اور نیز فرمایا کہ:﴿ لَّا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَٰرُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَٰرَ ... ﴾ (الأنعام: ١٠٣) ترجمہ: آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ یہاں ادراک بمعنی احاطہ ہے تو ہم کہیں گے لیکن پھر بھی انسان کا ادراک تو ہو سکتا ہے۔

الرابع والعشرين: بلکہ اگر یہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس جواب کی بجائے موسیٰ علیہ السلام کو یوں کہتا کہ تم اپنے آپ کو دیکھو اور آئینہ اٹھا کر اپنی شکل دیکھو اور سمجھو کہ مجھے دیکھ لیا نہیں بلکہ بتایا کہ تم دیکھ نہیں سکتے ہو۔ کیا انسانی شکل نہیں دیکھی جا سکتی؟

الخامس والعشرين: حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:"قَالَ فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ آدَمَ وَطُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا ".[3] یعنی: جو لوگ بہشت میں جائیں گے سب آدم کی صورت پر ساٹھ ہاتھ طول میں داخل ہوں گے۔

اور اوپر ثابت ہوا کہ جنت اوپر ہے اور عرش کے تحت ہے پس یہ محبوث فیہ حدیث صفت علو کی طرف اشارہ ہے۔

السادس والعشرين: وجودیوں کا ترجمان خواجہ غلام فرید یوں کہتا ہے کہ:

ہر صورت وچہ آوے یار کر کے ناز ادا لکھ وار [4]

---

[1]– تفسير ابن جرير (٢/ ٢٤, ٤٤, ٥٢).

[2]– العلو للذهبي (١٤٧) (طبع الهندى)

[3]– صحيح المسلم بَاب يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَقْوَامٌ أَفْئِدَتُهُمْ .... كِتَاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَأَهْلِهَا رقم الحديث(٥٠٧٥).

[4]– کلام فرید(١٢٠).



اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ: "خلق الله آدم على صورته" پس اگر ان کا معنی ہی تسلیم کر لیا جائے تو بھی دعویٰ اور دلیل میں کوئی مطابقت نہیں ہے۔

الحديث الثامن: "مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ". (متفق عليه من حديث أبي قتادة)

جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔(۱)

اقول: یہاں یہ معنی ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے سچا خواب دیکھا۔ سب شراح یہی بیان کرتے ہیں۔

قال النووى فى شرح مسلم: " فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ " أَيْ الرُّؤْيَة الصَّحِيحَة.

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ "شرح مسلم" میں کہتے ہیں اس نے حق دیکھا یعنی صحیح خواب دیکھا۔(۲)

وقال فى الفتح: طبع الحلبى المصرى "أَيْ الْمَنَام الْحَقّ أَيْ الصِّدْق". فتح الباری میں ہے المنام الحق یعنی سچا خواب۔(۳)

وقال الكرمانى فى شرح البخارى: "أى الرؤيا الصحيحة الثابتة لا أضغاث أحلام ولاخيالات باطلة".

کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں کہتے ہیں: یعنی صحیح اور واقعی خواب مراد ہیں۔ أضغاث أحلام پراگندہ خواب اور باطل خیالات مراد نہیں۔(۴)

وهكذا فى عمدة القارى للعينى منيريه ومبارق الأزهار شرح مشارق الأنوار لابن الملك وتحفة الأحوذى وحاشية السندى على البخارى وغيرها من الشروح.(۵)

"عمدة القارى" للعينى اور "مبارق الأزهار شرح مشارق الأنوار" لابن الملک اور "تحفة الأحوذى" اور "حاشيه السندى على البخارى" وغیرہ وغیرہ شروح احادیث میں اسی طرح ہے۔

ثانیا: بقول امام طیبی فی شرح المشکوٰۃ (قلمی) الحق یہاں مصدر مؤکد ہے "أى رأى روية الحق".

ثالثا: خود بخاری میں اس حدیث کے متصل دوسری حدیث ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی ہے، اس کے یہ الفاظ ہیں کہ:

مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَكَوَّنُنِي.

قال فى عمدة القارى التتميم المعنى والتعيين للحكم.(۶)

۱- صحيح بخارى كِتَاب التَّعْبِيرِ, بَاب مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عليهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ. مشكوٰة المصابيح (۳۹۴).

۲- شرح مسلم (۲/ ۲۴۲).

۳- فتح البارى (۶/ ۴۵).

۴- شرح صحيح بخارى (۲۴/ ۱۰۷).

۵- عمدة القارى (۲۴/ ۱۴۱), مبارق الأزهار (۵۰), تحفة الأحوذى (۳/ ۲۴۸), حاشية السندى على البخارى (۴/ ۱۴۳).

۶- صحيح بخارى كِتَاب التَّعْبِيرِ , بَاب مَنْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَنَامِ, حديث رقم (۶۴۸۲).



جس نے مجھے دیکھا اس نے سچ دیکھا کہ شیطان میری صورت میں نہیں بن سکتا۔ "عمدة القاري" میں ہے (یہ دوسری حدیث) معنی کو پورا ظاہر کرنے اور حکم کی تعیین کے بیان کی ہے، اسی طرح "فتح الباري" میں ہے۔

رابعاً: یہ جملہ اس کی تفسیر ہے کہ اس نے سچ دیکھا کیونکہ شیطان دھوکہ نہیں دے سکتا۔

قال ابن العربي فی "عارضة الأحوذی" وأما قوله فقد رأى الحق فتفسيره قوله "إن الشيطان لا يتمثل بی".

ابن العربی "عارضة الأحوذی" میں کہتے ہیں، فقد رأى الحق کی تفسیر یہ فرمان ہے کہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

وفی حاشية شرح الجامع الصغير للحفنی "أی الرؤية الحق بدليل قوله " وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَرَاءَى بِي".

أی لا يتصور بصورتی وقول البعض المراد رأى الحق أی الله تعالیٰ ليس محله".

حاشیہ شرح الجامع الصغیر میں ہے، رایٔ الحق کا معنی ہے رؤیتِ حقہ، بدلیل قولہٖ شیطان میری صورت میں تشکل نہیں ہو سکتا۔ بعض جو یہ کہتے ہیں کہ حق سے مراد اللہ تعالیٰ ہے، یہ بے محل ہے۔ (۱)

خامساً: دوسری حدیث اس باب میں بخاری وغیرہ میں موجود ہے کہ: مَنْ رَآنِي فی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فإن الشَّيْطَان لَا يَتَمَثَّلُ بِي، ونحوه. ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا ہے کہ شیطان میری تمثیل نہیں بن سکتا۔ (۲)

پس یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ جو مطلب ہم لیتے ہیں وہی صحیح ہے اور مراد یہ ہے کہ اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے یہ خواب سچ اور حق ہے۔

قال الشيخ إبراهيم البيجوری فی المواهب اللدنيه شرح شمائل المحمدية.

شیخ ابراہیم بیجوری "المواهب اللدنيه شرح شمائل المحمدية " میں کہتے ہیں۔

"أی رأى الأمر الحق أی الثابت المحقق الذی هدانا لا الأمرا لموهوم فهو فی معنی فقد رأنی". (۳)

یعنی اس نے امر حق ثابت محقق دیکھا جو کہ ہمارے لئے ہدایت کا موجب ہے نہ کہ امر موہوم کا اس کا معنی یہ ہوا کہ اس نے مجھے دیکھا۔

سادساً: اگر یہی معنی ہے جو یہ مراد لیتے ہیں تو پھر خواب کی اس میں کیا خصوصیت ہے؟ کیا ظاہر میں اس طرح نہیں۔ خواب کی قید کیوں لگائی۔

سابعاً: اگر یہ ہوتا تو جب آپ ﷺ سے یہ سوال ہوا کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو آپ ﷺ یہ جواب نہ دیتے کہ: " نُورٌ أَنَّی أَرَاهُ". وہ نور ہے میں اسے کیسے دیکھوں۔ (۴)

۱- صحيح بخاری كتَاب التَّعْبِير , بَاب مَنْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَنَامِ , حديث رقم (٦٤٨٠) . حاشية شرح جامع الصغير للحنفی (٣/ ٣٣).

۲- صحيح بخاری كِتَاب التَّعْبِيرِ, بَاب مَنْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَنَامِ , حديث رقم (٦٤٧٩).

۳- المواهب اللدنية شرح شمائل المحمدية لإبراهيم الحجويري (٢٠٣)

۴- صحيح مسلم , كتاب الإيمان (بَاب مَعْنَى قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى).



بلکہ یہ کہتے کہ دیکھنے کا کیا سوال وہ میں ہوں جس نے مجھے دیکھا تو اس کو دیکھا۔ حاشا وکلا۔

ثامنا: آپ ﷺ کی دعاؤں میں ایک یہ دعا بھی ہے کہ: "وَأَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلَى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ إِلَى لِقَائِكَ فِى غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ" أخرجه النسائى من حديث عمار بن ياسر و أخرجه أحمد فى مسنده، والحاكم فى مستدركه، و صححه وأقره الذهبى فى تلخيصه وأخرجه ابن حبان فى صحيحه كما فى موارد الظمان.

میں آپ کے چہرے کی طرف لذتِ نظر کا اور آپ کی ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں کہ بلا تکلیف و مضرت مجھے حاصل ہو، اس کو نسائی نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور احمد نے اپنی مسند میں، حاکم نے مستدرک میں اور اسے صحیح کہا۔ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی التلخیص میں اس کی تصحیح کو بحال رکھا، ابن حبان نے اپنی صحیح میں تخریج کیا جیسا کہ "موارد الظمان" میں ہے۔[1]

اگر آپ خود اللہ تھے یا اللہ آپ کی شکل میں آیا تھا تو یہاں اس دعا میں اللہ سے کیا مانگتے تھے، کس کے دیدار کی تمنا تھی، کس کی زیارت سے لذت حاصل کرنا چاہتے تھے؟

تاسعاً: صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ:

"هَلْ تُضَارُّونَ فِى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَهَلْ تُضَارُّونَ فِى الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذَلِكَ" الحديث. أخرجه البخارى وغيره من حديث أبى هريرة وفى من حديث أبى سعيد الخدرى نحوه.

کیا چودھویں کی رات چاند دیکھنے میں تمہیں دشواری ہوتی ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا: کیا تم سورج کے دیکھنے میں ایک دوسرے کو ضرر دیتے ہو جبکہ کوئی بادل نہ ہو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو بھی تم اسی طرح دیکھو گے۔ الحدیث۔ بخاری نے اس کو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور دوسروں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔[2]

معلوم ہوا کہ ان کی تاویل باطل اور حق سے بالکل بعید ہے ورنہ آپ یہی جواب دیتے، قیامت کا کیا سوال ہے، یہاں مجھے ہر وقت دیکھتے رہتے ہو۔

عاشراً: کافروں کا یہ مطالبہ تھا کہ: ﴿نَرَىٰ رَبَّنَا﴾ (الفرقان: ۲۱) یا ہم اپنے رب کو دیکھیں۔

کیا آپ ان کو یہ جواب نہیں دے سکتے تھے کہ مجھے جو دیکھ رہے ہو، میں وہی تو ہوں یا وہی شکل ہے، حاشا وکلا۔

---

[1] – (صحيح) صحيح سنن النسائي برقم (۱۳۰۵) سنن النسائی كتاب السَّهْوِ, نوع آخر. (۱/ ۱۳۱), مسند أحمد (۴/ ۲۶۴), مستدرك الحاكم (۱/ ۵۲۴), موارد الظمآن (۱۳۶).

[2] – صحیح بخاری كِتَاب التَّوْحِيد, بَاب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى (وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ) (۲/ ۱۱۰۶, ۱۱۰۷).



الحادی عشر: جنگ احد میں جو دانت مبارک ٹوٹا، سر مبارک پھٹا تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کا تھا؟ نعوذ باللہ من ذلك.

الثانی عشر: بلکہ یہ حدیث مباینت پر دلالت کرتی ہے، اس طرح کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: شیطان میری صورت میں نہیں ہو سکتا، اس سے واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ اور اللہ تعالیٰ دو الگ وجود ہیں، یہ صورت آپ ﷺ کی تھی۔ اللہ تعالیٰ صورت و شکل سے منزہ ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس وہم کو دور کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی کہ وہ میری شکل میں بن سکتا ہے کیونکہ شیطان اللہ تو کبھی نہیں بن سکتا ہے، یہ ایسی بات ہے جس پر مسلم غیر مسلم سب یکساں یقین رکھتے ہیں پس چونکہ آپ ﷺ انسان ہیں اور یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ جس طرح عام انسانوں کی شکل میں شیطان آ کر دھوکا دیتا ہے اسی طرح آپ ﷺ کی شکل میں بھی آ سکتا ہے پس یہ وہم دور کیا کہ میرے لئے اللہ نے یہ خصوصیت رکھی ہے کہ شیطان میری صورت میں کبھی نہیں آ سکتا۔ تفکر فإنه نفيس.

الحاصل: یہ تھے ان لوگوں کے دلائل حدیثیہ اور اہل نظر نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ کسی ایک حدیث میں بھی ان کے استدلال کا جواز نہیں بلکہ یہ حدیثیں سب ان پر اہل حق کی حجت ہیں اور ہر ایک سے صراحۃً یا اشارۃً یا اقتضاءً ہمارا مسلک ثابت ہوتا ہے اس طرح آٹھ دلائل کے ملانے سے ہمارے ادلہ کا عدد دو سو ستانوے تک پہنچتا ہے۔ ولدينا مزيد.

قسم رابع:

کیا دلائلِ عقلیہ سے اتحادیہ کا نظریہ ثابت ہو سکتا ہے؟

ہم متذکرہ دلائل عقلیہ سے واضح کر چکے ہیں کہ تشریحِ اول یعنی اللہ تعالیٰ کے متعلق سلف کا عقیدہ ہی درست ہے باقی اتحاد وحدت الوجود یا حلول کا عقیدہ باطل اور فاسد ہے۔ اب کیسے ممکن ہے کہ وہی بات جس کا عقلاً محال ہونا ثابت ہو چکا ہے اسی کو پھر عقل سے ثابت کیا جائے ہرگز نہیں۔

ثانیاً: جو مسئلہ نقلِ صحیح سے ثابت ہو وہ عقل کے کبھی خلاف نہ ہو گا اور ہم نے قرآن وسنت سے یہ عقیدہ سلف سے ثابت کیا ہے، اب اس کے خلاف ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ وفی عرش الرحمن لإبن تيميه: "وليس العقل الصحيح والفطرة المستقيمة بمعارضة النقل الثابت عن رسول الله ﷺ فإنما يظن تعارضهما من صدق بباطل من المنقول وفهم منه مالم يدل عليه وإذا ما اعتقد شيئا ظنه من العقليات وهو من الجهليات أومن المكشوفات و هو من المكسوفات إذا كان ذلك معارضا لمنقول صحيح وإلاعارض بالعقل الصريح أو الكشف الصحيح ما يظنه منقولا عن النبي ﷺ ويكون كذبا عليه أو ما يظنه لفظا دالا على معنى ولا يكون دالا عليه".

عقلِ صحیح اور فطرت مستقیمہ رسول اللہ ﷺ سے منقول اور ثابت کے معارض نہیں بنے، دو صورتوں میں ہی تعارض کا گمان ہو سکتا ہے۔ باطل منقول کو سچا سمجھ لینا یا منقول سے وہ معنیٰ سمجھنا جو اس کا مدلول نہیں۔ کسی چیز کا عقیدہ رکھ کر اس کو



عقلیات سے سمجھنا حالانکہ وہ جہلیات سے ہے یا ایک چیز کو جدید انکشاف تصور کرلینا حالانکہ وہ مکشوفات سے ہے، اس طرح کی چیزیں منقول صحیح کے معارض ہو سکتی ہیں اور اسی طرح عقل صریح یا کشف صحیح کے معارض وہ منقول روایت ہو سکتی ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کا فرمودہ نہیں ہے بلکہ آپ پر جھوٹ ہے یا وہ منقول جس کا بزعم خویش ایک مفہوم تصور کر لیا حالانکہ وہ اس پر دلالت ہی نہیں کرتا۔

بلکہ اس مسئلہ پر شیخ الاسلام کی مستقل تصنیف بنام "موافقة صحيح المنقول لصريح المعقول" مشہور ہے۔

ثالثاً: قرآن حکیم میں نص موجود ہے کہ: ﴿ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ ۝٥﴾ طه ترجمہ: رحمٰن نے عرش پر استوا کیا۔

اور یہ پرلے درجے کی جہالت ہے کہ قرآن میں بھی کوئی چیز خلافِ عقل ہو جبکہ وہ خود کہتا ہے کہ: ﴿كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلۡأٓيَٰتِ لِقَوۡمٖ يَعۡقِلُونَ ۝٢٨﴾ (الروم) اسی طرح ہم آیات تفصیل سے بیان کرتے ہیں، سمجھنے والوں کیلئے۔

قال إبن تيمية فى تفسير سورة الإخلاص "ولا يجوز أن يكون فى القرآن ما يخالف العقل أو الحس إلا وفى القرآن بيان معناه فإن القرآن جعله الله شفاء لما فى الصدور وبيانا للناس فلا يجوز أن يكون بخلاف ذلك".

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ تفسیر سورۃ الإخلاص میں کہتے ہیں: قرآن میں عقل یا حس کے مخالف کوئی بات نہیں ہو سکتی ہے، قرآن میں تو اس کے معانی کی وضاحت ہے، قرآن کو اللہ تعالیٰ نے سینوں کے امراض کا علاج بنایا اور لوگوں کیلئے بیان، اس کے خلاف اس میں کہاں ہو سکتا ہے؟[1]

رابعاً: ایضاً ہم نے یہ بھی بیان کیا کہ سلف کا یہ اجماعی عقیدہ ہے پس کیا سب نے بے عقلی پر اتفاق کیا تھا؟ نہیں بلکہ عقل ان کے عین موافق ہے، قال شيخ الإسلام فى الحموية الكبرى: "واعلم أنه ليس فى العقل الصريح ولا فى شئ من النقل الصحيح ما يوجب رد الطريقة السلفية أصلا".

عقلِ صریح یا کوئی نقلِ صحیح ایسی نہیں ہے جو الطریقۃ السلفیہ کو رد کرتا ہو۔[2]

خامساً وسادساً: علی التقدیر بھی نقل کے مقابلہ میں عقل کا اعتبار نہیں لوجوہ۔

احدھا: عقل کے استعمال میں کئی بار غلطی ہوئی ہے، کبھی مقدمات کو ترتیب دینے میں بھی بڑی غلطی ہو جاتی ہے اور ان کا نتیجہ بسا اوقات بڑا خطرناک ہوتا ہے مگر نقل (قرآن و حدیث) میں ایسا گمان مسلمان نہیں رکھے گا۔ فدع ما يريبك إلى مالا يريبك.

ثانیھا: اہل زمین میں سب سے زیادہ صاحب عقل رسول اللہ ﷺ تھے، اس کے خلاف کہنا کفریہ عقیدہ ہے پس یقیناً کوئی عقل ان کی عقل کے معارض مقبول نہیں بلکہ مردود ہو گی۔

---

[1]- تفسير سورة الإخلاص لإبن تيمية (٤٦).

[2]- الحموية الكبرى للشيخ الإسلام (٢٣).



ثالثها: کفار کا حال اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ قیامت کے روز حسرت کریں گے اور کہیں گے کہ: ﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿١٠﴾﴾ (الملك) ترجمہ: اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہم جہنم والوں میں نہ ہوتے۔

ثابت ہوا کہ معقول وہ بات ہے جو قرآن و حدیث کے موافق ہو نہ کہ مخالف، ورنہ اس حسرت کا کیا معنیٰ؟ کیونکہ وہ اس رائے جس کو عقل سمجھتے تھے اس کے پیچھے تو تھے۔

رابعها: متکلمین جو اپنے آپ کو عقلاء سمجھتے ہیں ان کے ایک ایک فرقے کو لیجئے شیعہ، خوارج، معتزلہ اور دوسرے اہلِ کلام کی کتابوں کو دیکھئے کہ کتنا اضطراب و اختلاف ان کے کلام میں پایا جاتا ہے اور ہر ایک مدعی ہے کہ اس کا کہنا عین عقل ہے، پس اس عقل کا کوئی معیار نہیں رہا جبھی تو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے آخر ان عقلیات سے تنگ آ کر اپنی کتاب "أقسام اللذات" میں کہا کہ:

"لقد تأملت الطرق الكلامية والمناهج السلفية فما رأيتها تشفي عليلا ولا تروى غليلا ورأيت أقرب الطرق ريقة القرآن أقرأ فى الإثبات ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾ إليه يصعد الكلم الطيب، وأقرأ فى النفى ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ...﴾ ولا يحيطون به علما، ﴿هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا﴾ ثم قال ومن جرب مثل تجربتى عرف مثل معرفتى.

میں نے کلامی طریقوں سے سلفی راہوں پر غور و فکر کیا ہے، یہ کسی بیمار کو شفا دیں اور پیاسے کی پیاس بجھائیں، میں نے نہیں پایا۔ میں قرآن کے طریقہ کو قریب ترین طریق جانتا ہوں، دیکھئے اثبات میں یہ دعویٰ ہے "رحمن عرش پر مستوی ہے" "اسی کی طرف پاک کلمے چڑھتے ہیں، اور میں نفی میں پڑھتا ہوں "اس کی مثل کوئی چیز نہیں" "مخلوق اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتی، کیا تو اس کا ہم نام پاتا ہے، پھر کہا جس نے میری طرح تجربے کئے ہیں اسے میری جیسی معرفت حاصل ہو جائے گی۔([1])

اور اکثر یہ شعر پڑھتے تھے: نهاية إقدام العقول عقال وأكثر سعى العالمين ضلال

عقلوں کے اقدام کی انتہا رک جانا ہے جہاں والوں کی اکثر سعی گمراہی ہے

اور اسی طرح علامہ شہرستانی جو مشہور متکلم ہے اس کا بھی شعر ہے کہ:

لعمرى لقد طفت المعاهد كلها وسيرت طرفى بين تلك المعالم

مجھے اپنی زندگی کی قسم میں کل معاہد میں گھومتا ہوں اور ان نشانات میں اپنی نگاہ کو سیر کرائی ہے

فلم أر إلا واضعا كف حائر على ذقن اوقارعا سن نادم

میں نے لوگوں کو اس میں حیران اور ندامت میں محو پایا ہے

اور امام رازی کا خاص شاگرد خسرو شاہی المتکلم حیرانی اور شک میں سرگرداں رہا اور کہنے لگا:

---

[1] أقسام اللذات لإمام الرازي



"والله لا أدری ما أعتقـد". اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کیا عقیدہ رکھوں۔(۱)

کیا یہی عقل ہے جس سے نہ کوئی عقیدہ قائم رہے اور نہ کچھ خبر لگے۔ وھو السادس.

سابعاً: کیا ایسے نظریہ کو عقلی کہا جا سکتا ہے جو کہ شریعت و قوانین کو اور عدلیہ کو بیکار اور معطل کر دے جیسا کہ ان کے شیخ ابن عربی حاتمی کے اشعار، اس کی کتاب "الفتوحات المکۃ" میں ہیں کہ:

الـرب حق والعبـد حق ... يا ليت شعـرى من المكلـف

رب حق ہے اور بندہ بھی حق ... کاش کہ مجھے پتہ ہو مکلف کون ہے؟

إن قلـت عبـد فذاك رب ... وإن قلـت رب أنـى يكـلف

اگر تو کہے بندہ ہے یہ تو رب ہے ... اگر کہے رب، وہ مکلف کیسے؟

اور بعض شعراء کا قول ہے کہ:

لا تحسب بالصـلوٰة والصوم تنـال ... قربـا و دنـوا من جمـال وجـلال

یہ نہ سمجھ کہ نماز روزہ کے ذریعہ ... جمال وجلال کا قرب حاصل کیا جا سکتا ہے

فارق ظلم الطبـع وكـن متحدا ... بالله وإلا كـل دعواك محـال

طبیعت کی تاریکیاں جدا کر اور اللہ کے ساتھ ... متحد ہو جا ورنہ ہر دعویٰ محال ہوگا۔(۲)

وقال شيخ الإسلام: فی حقیقة مذهب الإتحاديين: حدثنى الشيخ العالم العارف كمال الدين المراغى شيخ زمانه إنه لما قدم وبلغه كلام هؤلاء فی التوحيد قال قرأت على العفيف التلمسانى من كلامهم شيئا فرأيته مخالفا للكتاب و السنة فلما ذكرت له قال القرآن ليس فيه توحيد بل القرآن كله شرك ومن إتبع القرآن لم يصل الى التوحيد قال فقلت له ما الفرق عندكم بين الزوجة والأجنبية والأخت والكل واحدقال لا فرق بين ذلك عندنا وإنما هؤلاء المحجوبون إعتقدوه حرماً فقلنا هو حراماً عليهم عندهم وأما عندنا فما ثم حرام.

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "حقیقة مذهب الاتحاديين" میں فرماتے ہیں: مجھے شیخ عالم عارف کمال الدین المراغی نے بیان کیا کہ جب میں آیا اور ان لوگوں کا توحید کے بارے میں کلام سنا تو میں نے ان کے کلام میں سے کچھ عفیف تلمسانی پر پڑھا، میں نے اس کو کتاب و سنت کے مخالف پایا میں نے جب اس کے سامنے تذکرہ کیا تو اس نے کہا: قرآن میں توحید نہیں ہے بلکہ قرآن تو سب کا سب شرک ہے، جو قرآن کے تابع ہوگا وہ توحید تک نہیں پہنچ سکتا، میں نے کہا: جب کل ایک ہی ہے تو تمہارے

۱- الرد على المنطقين لإبن تيمية (۳۲۷).

۲- الحجج النقلية والعقلية لإبن تيمية (۵).

نزدیک بیوی اور اجنبیہ اور بہن میں کیا فرق ہے؟ اب لوگ اس کو حرام سمجھتے ہیں، ہم نے بھی کہہ دیا ان کے نزدیک ان پر حرام ہیں اور ہمارے نزدیک یہاں کوئی حرام نہیں ہے، شذرات الذهب میں اسی طرح ہے۔ ([1])

اور شعراء کا کلام مثلاً غلام فرید، بھلے شاہ اسی طرح سندھ کا شاعر شاہ عبد اللطیف ان سب کا کلام ایسی باتوں سے بھرا پڑا ہے، کیا یہی عقیدہ معقول ہے کہ اچھے برے میں کوئی تمیز نہیں، صورتیں حسن و قبیح سب برابر جیسا کہ غلام فرید کہتا ہے:

ہر صورت دے وچہ آوے یار — کر کے ناز ادا لکھ وار

ہک جا روپ سنگھار ڈکھاوے — ہک جا عاشق بن بن آوے

ہر مظہر وچہ آپ سماوے — اپناں گدا مسکین سڈاوے

ہر جا نور جمال ڈٹھوسے — مخفی راز تھئے اظہار ([2])

شمائم امدادیہ میں ہے کہ: فرمایا کہ ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ: اگر حلوہ و غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ۔ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کو کھالیا پھر بصورت آدمی ہو کر حلوہ کھالیا، اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے۔ ([3])

اور کیا یہ بھی عقلیات میں داخل ہے کہ خالق، مخلوق یا مخلوق کو خالق قرار دیا جائے، اسی عفیف الدین تلمسانی کا قصہ ہے کہ ایک مردہ کتے سے گزرا تو اس کے شاگرد نے اسے کہا کہ: هذا أيضا من الله؟ فقال وثم خارج عنه؟ یہ بھی اللہ میں سے ہے؟ اس نے کہا اور پھر اس سے خارج ہے؟ ایک اور کتے کو کسی نے لات ماری تو تلمسانی کہنے لگا کہ: "لا تركضه فإنه منه" اس کو لات نہ مار یہ بھی اسی (اللہ) میں سے ہے۔ ([4])

یا کائنات کو قدیم یا کبھی خدا کو حادث کہا جائے۔ شمائم امدادیہ میں ہے کہ:

من آں وقت کردم خدا را سجود — کہ ذات وصفات خدا ہم نہ بود

اب اہل نظر بتائیں کہ یہ عقل ہے؟ — خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد

ثامناً: عقل کی تعریف یہ ہے کہ: قال فی القاموس: "العقل العلم بصفات الأشياء من حسنها وقبحها وكمالها ونقصانها أو العلم بخير الخيرين وشر الشرين أو مطلق الأمور أو لقوة بها يكون التمييز بين القبح والحسن ولمعان مجتمعة فى الذهن يكون بمقدمات يستتب بها الإغراض والمصالح ولهيئة محدودة للإنسان فى حركاته

---

[1]- حقيقة مذهب الإتحاديين (١٣١)، شذرات الذهب (٥/ ٤١٢).

[2]-كلام فريد(ص ١٢٠)

[3]- شمائم امدادية (٧٥).

[4]- الحجج النقلية والعقلية لإبن تيمية (١٨).

وكلامه والحق أنه نور روحانى بتدارك النفس للأمور الضرورية والنظرية وإبتداء وجوده عند إجتنان الولد ثم لا يزال ينموا إلى أن يكمل عند البلوغ".[1]

"القاموس" میں ہے، اشیاء کی صفات حسن وقبح اور صفات کمال و نقصان کو جاننا یا دو اچھائیوں میں خیر اور دو شروں میں شر کا جاننا عقل ہے یا مطلق امور کا علم یا عقل اس قوت کا نام ہے جس سے قبح و حسن کے مابین امتیاز کیا جاتا ہے یا عقل ان معانی کو کہتے ہیں جو ذہن میں مجتمع ہیں، ان مقدمات کے ساتھ جن سے اغراض و مصالح کی تکمیل ہوتی ہے یا عقل وہ ہیئت ہے جو انسان کی حرکات اور اس کے کلام میں تحدید کرتی ہے، صحیح یہ ہے کہ عقل ایک روحانی نور ہے جس سے نفس بدیہی اور نظری امور کا تدارک کرتا ہے اس کے وجود کی ابتداء بچہ پیدا ہونے کے وقت سے ہو جاتی ہے پھر بڑھتی رہتی ہے اور بلوغت کے وقت مکمل ہو جاتی ہے۔

ونحوه فى تعريفات الأشياء للجرجانى وغيرها من كتب الفن. وفى المفردات للراغب العقل يقال للقوة المتهيئة لقبول العلم ويقال للعلم الذى يستفيده الإنسان بتلك القواعد عقل.

"تعریفات الأشیاء" للجرجانی وغیرہ کتب فن میں اسی طرح ہے، "المفردات" للراغب میں ہے: عقل وہ قوت ہے جو قبولِ علم کیلئے تیار رہتی ہے، کبھی انسان کے حاصل کردہ علم کو ہی عقل کہہ دیا جاتا ہے۔[2]

وفى المصباح المنير للبغوى: العقل غزيرة يتهيأ بها الإنسان إلى فهم الخطاب.

"المصباح المنیر" للبغوی میں ہے: عقل ایک طبعی قوت ہے جس سے انسان خطاب سمجھنے کیلئے تیار ہوتا ہے۔[3]

اب بتاؤان کی باتیں سمجھ میں آتی ہیں ان کو علم کہا جائے گا اور جہاں اچھے برے کی تمیز نہ ہو وہ عقل نہیں بلکہ اتباع ہویٰ ہے یا پھر جنون ہے۔

تاسعاً: عقل کی وجۂ تسمیہ یہ ہے کہ وہ انسان کو چکروں اور مغالطوں میں پھنس کر ہلاک ہونے سے بچاتی ہے۔

قال فى لسان العرب: وسمى العقل عقلا لأنه يعقل صاحبه عن التورط فى المهالك أى بحبسه.[4]

لسان العرب میں ہے: عقل کو عقل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ صاحب عقل کو مہالک اور چکروں میں پھنس کر ہلاک ہونے سے بچاتی ہے۔

اور ان کا یہ مسلک ایسا ہے کہ صرف چکر اور حیرت در حیرت ہے کوئی نتیجہ حاصل نہیں پس ان باتوں کیلئے عقلیات کا خواب دیکھنا اضغاث احلام ہی ہے، خود ابن الفارض کا کہنا ہے کہ:

---

[1]- القاموس (٤/ ١٨).

[2]- تعريفات الأشياء للجرجانى (٨٦).

[3]- المصباح المنير للبغوى (٢/ ٨٤).

[4]- لسان العرب (٤٥٨, ٤٥٩).

إن كــان منزلتـــي في الحب عندكم ما قد لقيـــت فقد ضيعت أيـــامي

اگر محبت میں میری منزل تمھارے نزدیک

وہ ہے جو میں نے پالی ہے تو میں اپنے ایام کو ضائع کر چکا ہوں

أمنية ظفرت نفســـي بها زمنا واليوم أحسبهـــا أضغـــاث أحلام

یہ ایک آرزو ہے جس پر میرا نفس ایک وقت کامیاب رہا ہے

اور آج میں اسے پریشان خواب سمجھتا ہوں

عاشراً : صاحب قاموس کے کلام سے معلوم ہوا کہ عقل بچپن سے شروع ہو کر بلوغت کے وقت تمام ہوتی ہے اور یہ مسئلہ بچے بھی جانتے ہیں جن کی عقل ابھی تمام نہیں کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے جیسا کہ فطرت کے بحث میں بیان ہوا پس عقلاً ان کا عقیدہ خلاف ہے۔

الحادی عشر: اجتماع الاضداد کو جمیع اہل عقول محال جانتے ہیں اور ان کی باتوں میں کافی تضاد ہے۔ کما مر مراراً، پس یہ نظریہ عقلی نہیں خبطی ہے۔

الثانی عشر : علماء معقول کے نزدیک عقل کی حد یہ ہے کہ:"وإنما العقل قوة يتميز بها النفس عن جميع لموجودات على مراتبها أو تشاهد بما مر عليه من صفاتها الحقيقة لها فقط. و تنفى بها عنها ما ليس فيها فهذه هي حقيقة حد العقل"، كذا في التقريب لحد المنطق"۔

عقل ایک قوت جس سے نفس تمام موجودات کے مراتب کا امتیاز کرتا ہے یا ان کی صفات حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان صفات کی نفی کرتا ہے۔ جو اشیاء میں نہیں ہیں، یہی حقیقت عقل ہے۔"التقريب لحد المنطق" لابن حزم میں اسی طرح ہے۔([1])

اور یہاں ان کے ہاں مراتب کی کوئی تمیز نہیں اور جو خالق و مخلوق کے مراتب میں تمیز نہیں کر سکتا وہ دوسری موجودات کے مراتب میں کیا فرق کرے گا پس دھرم کا عقل سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، ان سب وجوہات کے باوجود یہ مسلم بات ہے کہ عقل وہاں چلتی ہے جہاں کوئی چیز دیکھی جا سکتی ہو یا محسوس ہوتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے یا محسوس ہونے کا سوال نہیں پس یہاں دلائل سمعیہ کام دیں گے اور عقل کا گھوڑا یہاں نہیں چل سکتا مگر تاہم ان لوگوں نے اس میدان میں بھی خیالات کے گھوڑے دوڑائے ہیں لیکن ان شاء اللہ ہماری تفصیل سے ظاہر ہو گا کہ من أضل سبيلا گمراہی کیا ہے؟

وسوف ترى إذا انكشف الغبار أفرس تحت رجلك أم حمار

جب غبار چھٹے گا تو معلوم ہو گا کہ تو گھوڑے پر سوار ہے یا گدھے پر۔

---

[1]– التقريب لحد المنطق لإبن حزم (۸۰).

یہ لوگ عام طور پر تین طریقہ سے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ان ہی طریقوں کا باطل عقیدہ رد ہوگا اور اہل حق کا عقیدہ ثابت و قائم ہوگا۔

﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾ ﴾(الأنبياء)

ہم حق کو باطل پر مارتے ہیں، وہ اسے مغلوب کرلیتا ہے پھر وہ مٹ جاتا ہے اور تمہارے لئے اس بات سے خرابی ہوگی جو گھڑتے ہو۔

عقلی دلائل اتحادیین اور تردید

دلیل اول: یوں بیان کرتے ہیں کہ اللہ کو عرش پر ماننے سے اس کیلئے جہت اور مکان ثابت ہوتا ہے اور وہ جہت و مکان سے منزہ ہے۔

أقول و بتائیده أجول أولاً وثانیاً: یہ ہمارا عقیدہ نہیں ہے کہ وہ عرش پر حلول کیا ہوا ہے یا عرش نے اس کو اٹھایا ہوا ہے۔ أعاذنا الله من ذلك۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ آسمانوں کے اوپر عرش کے اوپر ہے اور اسی کے امر و قدرت سے عرش اور اس کے اٹھانے والے قائم ہیں اور ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔

بل نصفه تعالىٰ كما وصف به نفسه فى كتابه وعلى لسان نبيه المصطفى ﷺ. وهو الثانى.

ہم اس کو اسی صفت سے متصف جانتے ہیں جو اس نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول اللہ ﷺ کی زبانی بیان کی ہے۔

ثالثاً: آپ ﷺ نے خود عورت سے پوچھا کہ أین اللہ؟ (اللہ کہاں ہے) اس نے کہا کہ "فی السماء" (آسمان میں) آپ ﷺ نے اس کو ایماندار کہا اور بقول ان کے آپ ﷺ اس کو روکتے کہ ایسا نہ کہو اور اس کیلئے جہت یا مکان ثابت نہ کرو۔

رابعاً: خود آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو کیا آپ ﷺ کے لئے بھی یہ کہو گے؟

خامساً وسادساً: یہ جب ہو کہ ہم استواء کے متعلق کسی کیفیت کا اعتقاد رکھتے ہوں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں:

المعنىٰ معلوم والكيف مجهول. معنیٰ معلوم ہے اور کیفیت مجہول ہے۔

جس طرح ہم ﴿ الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ﴾ پر ایمان رکھتے ہیں اس طرح ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ... ﴾ پر بھی رکھتے ہیں۔ یہ اعتراض تو آپ پر وارد ہوتا ہے جب کہ ان آیات میں تاویل کر کے تشبیہ یا تعطیل کے مرتکب ہوتے ہو۔ وهو السادس.

سابعاً: بلکہ تم بھی فی کل مکان کہہ کر اس کیلئے مکان و جہت ثابت کرتے ہو۔

فررتم من المطر وقمتم تحت الميزاب. بارش سے بھاگے اور پرنالے کے نیچے جا کھڑے ہوئے۔

اس طرح جس چیز میں ہوگا اس کی شکل لے گا کیا اتنا ہی تمہارے اس عقیدے کے بطلان کیلئے کافی نہیں ہے؟

قال الدارمی فی الرد علی المریسی:"وزعمت أنت والمضلون من زعمائك أنه فی كل مكان وفی كل حش ومرحاض وبجنب كل إنسان وجان أفأنتم تشبهون إذ قلتم بالحلول فی الأماكن أم نحن هذا واضح بين من مذهبكم".

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ "الرد علی المریسی" میں کہتے ہیں: تو اور تیرے گمراہ زعماء کہتے ہیں کہ وہ ہر مکان میں ہے اور ہر گھاس پھوس میں اور بیت الخلاء میں اور ہر انسان و جن کے جانب میں۔ تم اس کے جگہوں میں حلول کے قائل ہو تو ہم اس کو تشبیہ دیتے ہیں یا تم، یہ تمہارا مذہب واضح اور بین ہے۔(1)

ثامنا: تشبیہ جب ہو کہ ہم کہیں کہ مخلوق علی المخلوق ہے یا جسم علی الجسم ہے۔ نعوذ باللہ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ: ملك كريم خالق غير مخلوق علی عرش عظیم مخلوق علی رغم الحلولية الإتحادية.

کریم اور مالک اور خالق ہے، مخلوق نہیں۔ عرش عظیم مخلوق کے اوپر ہے، علی الرغم الحلولية إتحاديه.

تاسعاً: بلکہ اگر "فی کل مکان فی کل شئ" ہے تو پھر محیط نہیں بلکہ محاط ہوا اور ملازق و مماس ہو گا بند گھروں میں قیدیوں کی طرح اور الماریوں اور صندوقوں میں مقفل۔ بتاؤ کہ اس سے زیادہ کیا تشبیہ ہو گی۔ تعالی اللہ عن ذلك و تنزہ.

عاشراً: اور ہم اللہ کے آگے اپنی براءت ظاہر کرتے ہیں کہ اس کے متعلق کہیں ایسا عقیدہ رکھیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ وہ سب سے اوپر اور اگر مکان ہے تو بھی تو اعلیٰ و اطہر مکان سب چیزوں سب اعمال و کلمات اس کی طرف چڑھتے ہیں نہ کہ وہ کسی چھت کے نیچے ہے نہ آسمان نے اسے اپنے اندر لیا ہے نہ زمین نے وہ سب کو محیط اور سب پر غالب ہے۔

الحادي عشر: کیا لا مکان یا لا شئ کہنا قرآن و حدیث میں ثابت ہے؟ اگر ہے تو دکھاؤ اگر نہیں تو کسی عقلی دلیل کی بناء پر کہتے ہو؟ اور لا شئ معدوم نہیں؟ قال السيد الجرجانی فی تعريفات الأشياء.

"الشئ فی اللغة هو ما يصح أن يعلم ويخبر عنه عند سيبويه وقيل الشئ عبارة عن الوجود وهو إسم لجميع المكونات عرضا كان أو جوهر أو يصح أن يعلم ويخبر عنه وفی الإصطلاح هو الموجود الثابت المحقق".(2)

لغت میں الشئ اس کو کہتے ہیں جس کو جانا جا سکے اور اس کی خبر دی جا سکے، یہ سیبویہ کا خیال ہے بعض کہتے ہیں الشئ وجود کو کہتے ہیں اور وجود جمیع مکونات کا نام ہے عرض ہوں یا جوہر اور اس کو جاننا اور اس کی خبر دینا صحیح ہو۔ اصطلاح میں موجود ثابت محقق کو کہتے ہیں۔ کیا وہ معلوم نہیں یا اس کی خبر نہیں دی جا سکتی کیا انبیاء علیہم السلام نے اس کی خبر نہیں دی، انسانی فطرت اس کو نہیں جانتی؟

1- الرد علی المریسی للدارمی (۹۶).

2- تعريفات الأشياء للجرجانی (۷۵).



الثانی عشر: مکان کی یہ تعریف ہے کہ: "الموضع الحاوی للشئ وعند بعض المتكلمين إنه عرض وهو إجتماع جسمين حاو ومحوى وذلك أن يكون سطح الجسم الحاوى محيطا بالمحوى فالمكان عندهم هو المناسبة بين هذين الجسمين" كذا فی مفردات الراغب.(۱)

وہ جگہ جو کسی چیز کو حاوی ہے، بعض متکلمین کے نزدیک مکان عرض ہے یعنی دو جسم حاوی اور محوی کا اجتماع۔ یہ اس طرح کہ جسم حاوی کی سطح محوی کو محیط ہو تو مکان ان کے ہاں ان دونوں جسموں کے مابین مناسبت کا نام ہے مفردات راغب میں اسی طرح ہے۔

پس ثابت ہوا کہ مکان وہ ہے جو عرش کے تحت ہو اور عرش کے اوپر نہ چھت ہے نہ دیوار پس نہ چھت رہی نہ مکان اور ہم فوق العرش کہتے ہیں نہ کہ کسی مکان میں۔ آپ فی کل مکان کہہ کر اس کیلئے مکان ثابت کرتے ہیں۔

؎ مجھے الزام دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اور دوسری تعریف جو متکلمین نے کی ہے وہ بھی آپ کے عقیدے پر صادق آتی ہے اس لئے کہ اتحاد کے آپ قائل ہیں جو کہ اتحاد کو مستلزم ہے اور ایک حاوی دوسرا محوی ہوگا، ہم تو مباینت کے قائل ہیں پس مکان آپ ثابت کرتے ہیں یا ہم؟

الثالث عشر: جہت بھی آپ کہتے ہیں کہ ہر جگہ وہ ہے نہ معلوم کتنی جہتیں مقرر کر دیں، ہم تو صرف ایک جہت العلو کو مانتے ہیں جو بعینہ الفاظ القرآن وسنت ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي ٱلسَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَىٰهَا ...﴾ (البقرة: ١٤٤) ترجمہ: ہم آپ ﷺ کے چہرے کا بار بار اوپر کو اٹھنا دیکھ رہے ہیں اس لئے آپ ﷺ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جو آپ ﷺ کو پسند ہے۔

اور پہلی تین حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

الرابع عشر: ایضاً آپ کا قول کہ اس کیلئے نہ کوئی مکان ہے نہ جہت۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نہ وہ کہیں ہے نہ کسی طرف ہے، کیا معدوم کی کوئی اور تعریف ہوگی؟ اور معدوم کوئی چیز نہیں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿...وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝٩﴾ (مریم)

ترجمہ: اور میں نے تجھے پہلے پیدا کیا اور تو کچھ بھی نہیں تھا۔

قال السیوطی فی الإکلیل: "إستدل به أهل السنة على أن المعدوم لا يسمى شيئا".

امام سیوطی رحمہ اللہ "اکلیل" میں کہتے ہیں اس سے اہل سنت نے استدلال کیا ہے کہ معدوم کوئی شئ نہیں ہے۔(۲)

مزید تفصیل کے لئے "الفصل" لابن حزم دیکھیں پس تمہارے عقیدے کے مطابق اللہ ہی نہ رہا۔

۱- مفردات للراغب (٤٨٨).

۲- الإكليل للسيوطى (١٤٨).



الخامس عشر: ایک طرف ہم پر اعتراض کرتے ہو کہ تم اللہ کیلئے مکان اور جہت ثابت کرتے ہو اور خود کہتے ہو کہ وہ لا مکان ولا جہت ہے اور پھر یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ "ھو فی کل مکان" اور ہر طرف وہی ہے:

؎ جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

کیا یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کی نقیض نہیں؟ یہ مع اس کے کہ فی نفسہ باطل ہیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر بھی باطل ہو جاتی ہیں۔ فی نفسہ اس لئے کہ لا مکان کہنے سے لا شیٔ ہو جاتا ہے "کما مر" اور فی کل مکان فی کل جھۃ کہنے سے کئی مفاسد لازم آتے ہیں "کما ذکر" اور پھر دونوں باتیں ایک دوسرے کو باطل بھی کرتی ہیں۔

السادس عشر: سائل نے جو پانچ نظریۂ توحید کے ذکر کئے ہیں اول کے سوا باقی چار کو دیکھیں دوسرے اور تیسرے میں اگر اللہ آدم علیہ السلام یا نبی اکرم ﷺ کے اندر تھا تو یہی ایک مکان اور جہت بلکہ مشبہ جسم وغیرہ سب ثابت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح چوتھے نظریہ کے مطابق اگر سب بنی نوع انسان میں خدا ہے تو اس کیلئے کئی مکان اور کئی جہتیں ثابت ہوں گی اور پانچویں نظریے کے بموجب اگر ہر چیز میں خدا ہے تو پھر اس کیلئے لا تعداد مکان ہوئے جن میں اچھے برے دونوں ہیں اور قابل رشک اور لائق نفرت ہر قسم کے ثابت ہو گئے اور جہتوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں اور پہلا نظریہ صحیح ہوا کہ وہ عرش کے اوپر ہے، جہاں نہ مکان کا وہم وگمان ہے، نہ تشبیہ و تمثیل کا۔ پس یہ اعتراض آپ پر کئی وجوہ سے وارد ہوتا ہے نہ کہ ہم پر، اور تمہارے ہی عقیدے سے وہی فساد لازم آتا ہے جس کا ذکر کیا لہٰذا ہمارے سلفی عقیدے کی طرف لوٹ کر ہر خطرہ سے بچ سکتے ہو۔

دلیل دوم: اس طرح بیان کرتے ہیں کہ صوفیوں کے مذہب میں عجز و تواضع ہوتا ہے تمہارے مذہب سے تکبر اور بڑائی ہوتی ہے اس لئے ہمارا مسلک احق بالاتباع ہے۔

أقول وبتوفيقه: بلکہ تمہارا عقیدہ موجبِ تکبر ہے کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ خدا تمہارے اندر یا تمہارے ساتھ ہے بلکہ اللہ کے آگے عاجزی اور تواضع اس کو مقتضی ہے کہ وہ ہم سب سے اوپر ہو۔

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا۟ إِلَىٰ مَا خَلَقَ ٱللَّهُ مِن شَىْءٍ يَتَفَيَّؤُا۟ ظِلَٰلُهُۥ عَنِ ٱلْيَمِينِ وَٱلشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ وَهُمْ دَٰخِرُونَ ﴿٤٨﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ مِن دَآبَّةٍ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٥٠﴾﴾

کیا انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا جن کے سائے کبھی ایک طرف کبھی دوسری طرف جھکتے ہیں اللہ کیلئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں جانور ہیں اور فرشتے وہ تکبر نہیں کرتے، اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر بالا دست ہے اور جو حکم دیئے جائیں، کرتے ہیں۔ (النحل)

ثانیا: تکبر کی قرآن و حدیث میں جا بجا مذمت وارد ہے اور تمہارا عقیدہ عین تکبر ہے اور اس سے زیادہ کیا تکبر ہو گا کہ خدا خود ہمارے اندر یا ہمارے ساتھ ہے پس تمہارے مذہب کے مطابق تکبر کوئی ممنوع چیز نہیں بلکہ ہمارے لئے تکبر جائز نہیں اس لئے کہ وہ ہمارے عقیدے کے مطابق ہم سے اوپر اور وراء الوراء ہے۔

ثالثاً: عاجزی کس کے آگے کریں جو ہمارے ساتھ اندر ہے اور ہمارے ساتھ ہر گلی کوچہ اور جنگل بازار اور بیت الخلاء وغیرہ میں پھرتا رہتا ہے یا اس کے آگے جو ہم سے اوپر اور ہم پر قاہر و غالب ہے اور جس کے قبضہ میں ہر ایک کی پیشانی ہے؟

رابعاً: بلکہ اس طرح اس کی بادشاہت اور حکومت کو زائل کرنا ہے، چہ جائیکہ اس کے آگے عجز و نیاز یا انکساری کی جائے کیونکہ ہم سب پر اکیلا وہی حکومت کر سکتا ہے جو ہم سے اوپر ہو اور ہم میں رہ کر مختلط ہو کر حلول کر کے کیسے حکومت کر سکتا ہے۔

خامساً: اللہ کے اسماء حسنیٰ اور صفات مقدسہ ہی اس کے علو فوقیت کو مقتضی ہیں۔ اسی طرح اس کی شان اور قدرت و سلطنت بھی "کما عرفت وستعرفه إن شاء الله تعالىٰ" اور "في كل مكان" یا "في كل شيئ" مان کر اس سے صفات کا سلب کرنا ہے پھر جو نہ قاہر رہا نہ متعالی نہ اعلیٰ تو اس کے آگے کیا عجز ہو کیا تواضع؟

سادساً: بلکہ اس کا اس طرح بے مثل ہونا بھی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ اگر یہاں ہے تو پھر ہماری صفاتِ سمع، بصر، علم اور اس کی صفات میں کیا فرق رہا؟ پس ہم اس کے آگے عجز کریں یا وہ ہمارے آگے کرے کیا فرق ہو گا؟ دونوں برابر ہیں۔

سابعاً و ثامناً: اور اگر یہ معنی ہے کہ صوفیہ ایک دوسرے کے ساتھ تکبر کے ساتھ پیش نہیں آتے تو بھی غلط ہو گا لوجوہ۔

أحدها: کیا جو تکبر سے پیش آتے ہیں، ان میں خدا نہیں؟ یہ عقیدہ تمہارے "ہمہ اوست" کے خلاف ہے۔

ثانيها: تمہارے عقیدے کے مطابق جب ہر ایک میں خدا ہے تو پھر تکبر خواہ تواضع سب اسی کا کام ہوا پھر تکبر و عدم تکبر کی بناء پر تمہارے عقیدے کو کیسے ترجیح حاصل ہوئی بلکہ یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔

ثالثها: یہ کلیہ قانون نہیں بلکہ کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو تمہارے عقیدے کو کفر و دھریت، جہالت، بے عقلی وغیرہ سمجھتے ہیں مگر ذرہ برابر ان میں تکبر نہیں۔

"قال ابن حزم فى التقريب لحد المنطق: "إن القضايا التى يوثق بها هى التى تصدق أبدا، لا التى تصدق مرة وتكذب أخرى". امام ابن حزم رحمہ اللہ "التقريب لحد المنطق" میں فرماتے ہیں ان قضایا پر اعتماد کیا جا سکتا ہے جو ہمیشہ صادق ہوتے ہیں ان پر نہیں جو کبھی سچے ہوں اور کبھی جھوٹے۔([1])

بلکہ اب تو حالات دگرگوں ہو گئے ہیں ورنہ سلف صالحین اس پر متفق تھے کہ الله فوق العرش، بائن عن الخلق ہے وہ تکبر سے کوسوں دور تھے بلکہ اس کو زبردست مہلک گناہ تصور کرتے تھے، اس سے یہ بات روشن ہوئی کہ تکبر بھی اس عقیدے کا مولد ہے۔ وهو الثامن.

تاسعاً وعاشراً: صوفیاء کا حال جس کو عجز سے تعبیر کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اچھی غذا اور اچھے لباس سے پرہیز کرنا، مٹی میں پڑا رہنا، کوئی جوتے مارے، گالیاں دے، منہ پر تھوکے، کچھ نہ کہنا، اللہ کے لئے کہئے یہ صبر و عجز اور تواضع ہے یا بزدلی نامردی

---

[1]- التقريب لحد المنطق (٦٨).

ہے، بے ہمتی ہے؟ کیا یہی کہو گے، یہ گالیاں دینے والا، تھوکنے والا بھی اللہ ہے؟ ایک طرف اپنی بزدلی کا اظہار کیا دوسری طرف اللہ پر بہتان لگایا۔ تمہیں پتہ اس وقت لگے گا جب موت آئے گی اور فرشتے مارتے ہوئے تمہیں کہیں گے کہ:﴿...ٱلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ ٱلْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ غَيْرَ ٱلْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ ءَايَٰتِهِۦ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٩٣﴾﴾ (الأنعام) هذا هو العاشر.

آج تمہیں ذلت کی سزاء دی جائے گی اس لئے کہ تم اللہ کے بارے میں غلط باتیں بنا کر کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔

الحادي عشر: یہ عمل خود خطا ہے اور جب تم ہمارے عقیدے کو خطا سمجھتے ہو تو پھر اس خطا سے معارضہ کیوں کیا؟ حالانکہ معارضة الخطا بالخطا خود خطا ہے۔ كما تقرر عند أهل المناظرة.

الثاني عشر: یہ نہ عجز ہے نہ تواضع بلکہ شیطانی تلبیس ہے۔ قال ابن الجوزی فی تلبيس إبليس: "ومن تلبيسه عليهم أنه يوهمهم إن الزهد ترك المباحات فمنهم من لا يزيد على خبز الشعير ومن هم من لا يذوق الفاكهة ومنهم من يقلل المطعم حتى ييبس بدنه ويعذب نفسه بلبس الصوف وبمنعها الماء البارد ما هذه طريقة الرسول ﷺ ولا طريق أصحابه وإتباعهم وإنما كانوا يجوعون إذا لم يجدوا شيئا فإذا وجدوا أكلو".

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ "تلبیس ابلیس" میں کہتے ہیں: شیطانی تلبیسات میں سے ہے کہ زہد بمعنی ترک مباحات کا ان کو واہمہ دیا، بعض جو کی روٹی پر گزارہ کرتے ہیں اور بعض پھل نہیں کھاتے، بعض کھانا تھوڑا کر دیتے ہیں یہاں تک کہ بدن سوکھ جاتا ہے اور اپنے بدن کو اون کے کپڑا کے ساتھ سزا دیتے ہیں اور ٹھنڈا پانی استعمال نہیں کرتے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نہیں ہے، نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا طریقہ ہے، انہیں کچھ نہ ملتا تو بھوکے رہتے جب مل جاتا تو کھاتے تھے۔ (۱)

وقال: "ومن الزهاد من يلبس الثوب المخرق ولا يخيطه ويترك إصلاح عمامته وتسريح لحيته ومن الزهاد من يلزم الصمت الدائم وينفرد عن مخالطة أهله فيؤذيهم بقبيح أخلاقه وزيادة إنقباضه".

نیز کہا: زاہدوں میں بعض پھٹے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں، انہیں سیتے نہیں ہیں، پگڑی درست نہیں کرتے، داڑھی کو کنگھی نہیں کرتے، بعض زاہد ہمیشہ خاموش رہتے ہیں اور اپنے اہل و عیال کی مخالطت سے علیحدہ ہو جاتے ہیں، اپنے قبیح اخلاق اور انقباضی طبعیت سے ان کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ (۲)

"وقال: وقد كان فيهم قوم لا يأكلون اللحم حتى قال بعضهم أكل درهم من لحم يقسى القلب أربعين صباحاً وكان فيهم من يمتنع من الطيبات كلها".

---

[1] – تلبيس إبليس (۱۵۱).

[2] – تلبيس إبليس (۱۵۶).

نیز کہا ان میں کچھ لوگ گوشت نہیں کھاتے، یہاں تک کہ بعض نے کہا ایک درہم جتنا گوشت کھانا چالیس دن کیلئے دل سخت کر دے گا اور ان میں ایسے بھی ہیں جو ہر طرح کی طیبات (پاکیزہ حلال چیزوں) سے احتراز کرتے ہیں۔[1]

الثالث عشر: خود انہی لوگوں کی کسی شاعر نے ترجمانی کی ہے:

؎ خود ابلیس بھی ہے خود تکبر خود غرور

پس ان کی دلیل خود ان کے اپنے قول سے باطل ہوئی۔ والحمد للہ۔

الرابع عشر: فرعونیوں کے آگے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو اس اللہ کا رسول بتایا جو کہ آسمانوں کے اوپر ہے جبھی تو فرعون نے ہامان کو اونچی بلڈنگ بنانے کو کہا کہ: ﴿...لَّعَلِّيٓ أَطَّلِعُ إِلَىٰٓ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُۥ مِنَ ٱلۡكَٰذِبِينَ ﴿٣٨﴾﴾

شاید کہ میں موسیٰ کے اللہ کو جھانک دیکھوں اور میں تو اسے کاذبوں میں سے سمجھتا ہوں۔ (القصص)

اور فرعونیوں کا انکار اس بناء پر نہیں تھا کہ وہ اس کو واقعی کاذب اور جھوٹا سمجھتے تھے یا ان کی آیات کو نشانیوں کو جھوٹا جانتے تھے بلکہ تکبر کی بناء پر اس کا انکار کیا جیسا کہ اسی آیت کے متصل دوسری آیت یوں ہے کہ:

﴿وَٱسۡتَكۡبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُۥ فِي ٱلۡأَرۡضِ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّ وَظَنُّوٓاْ أَنَّهُمۡ إِلَيۡنَا لَا يُرۡجَعُونَ ﴿٣٩﴾﴾ (القصص)

اس نے اور اس کی فوج نے ناحق زمین میں بڑائی کی اور انہوں نے سمجھا کہ وہ ہمارے پاس واپس نہیں لائے جائیں گے۔

اور وہ دل میں جانتے تھے اس کی دعوت حق ہے مگر تکبر و علو کی بناء پر انکار کیا۔

قال اللہ تعالی: ﴿وَجَحَدُواْ بِهَا وَٱسۡتَيۡقَنَتۡهَآ أَنفُسُهُمۡ ظُلۡمٗا وَعُلُوّٗاۚ ...﴾ (النمل: ١٤)

انہوں نے ظلم اور علو کی بناء پر اس کا انکار کیا جبکہ ان کے دلوں نے یقین کر لیا۔

ثابت ہوا کہ استواء علی العرش کے قائل متکبر نہیں بلکہ اس عقیدے کے انکار کا باعث ہی تکبر و علو ہے۔

الخامس عشر: اس دلیل سے کیا مطلب ہے، یہ کہ عقیدۂ حلول و اتحاد سے عجز و تواضع حاصل ہوتا ہے یا یہ کہ عجز و تواضع ہی اس کا پتہ دیتا ہے کہ خدا یہاں ہے اور اندر ہے، علی الاول، یہ دلیل نہیں بلکہ اس کی حکمت بیان کرنی ہے اور اس کا درجہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے، اول مسئلہ کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت کریں، بعدہ اس کے اسرار و حکمتیں بیان کریں۔ یا یوں کہئے کہ اس کے فوائد بیان کر رہے ہو لیکن اس کو دعوے کا اثبات نہیں کہتے ہیں، چہ جائیکہ ہم دلائل، تجربہ اور واقعہ سے اس کے خلاف ثابت کر چکے ہیں اور اس کے نقصانات بیان کر آئے ہیں۔

وعلی الثانی: یہ دلیل انی کی مثال ہے یعنی معلول سے علت کا علم ہونا جیسا دھوئیں سے آگ کا علم ہونا یا گھر میں دھوپ یا روشنی آنے سے سورج کے طلوع کا علم ہونا وغیرہ مگر یہ سب باتیں تجربہ کی بناء پر ہیں کہ آگ سے دھواں ہوتا ہے اور دھوپ

---

[1] - تلبيس إبليس (٢٠٩).



سورج کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن یہاں کون سا تجربہ ہے کس نے اللہ کو اندر یا پاس دیکھا ہے، فالقیاس باطل. والتعلیل مردود۔ ایضاً ان کی چار تشریحات کو اس دعویٰ سے مقابلہ کریں کہ حلول واتحاد ہی تواضع کی علت و موجب ہے، یعنی پہلی تشریح کے مطابق صرف آدم علیہ السلام متواضع تھے، متکبر نہ تھے اور بس دوسری میں صرف رسول اللہ ﷺ بھی متکبر نہ تھے، متواضع تھے اور بس اب باقی انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اولیاء اور ائمہ رحمۃ اللہ علیہم کے لئے کیا فتویٰ ہے؟

"وقد قال النبي ﷺ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الْكِبْرِ".

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں وہ داخل نہ ہوں گے جن کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بڑائی موجود ہے، الحدیث۔ امام مسلم نے اس کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔(۱)

اور تیسری تشریح یہ کہ بموجب انسان سب متواضع ہیں، ان میں کوئی متکبر نہیں پھر تکبر سے منع کن کیلئے وارد ہے؟ اور یہ جو آیات و احادیث تکبر سے ترہیب کیلئے وارد ہیں ان کا مخاطب کون ہے؟ اور چوتھی تشریح میں کوئی چیز بھی متکبر نہیں۔ نہ انسان، نہ جن نہ، حیوان نہ، پرندہ نہ کوئی چیز زندہ یا مردہ بلکہ تکبر کا کوئی وجود ہی نہیں۔ حتیٰ کہ شیطان بھی متکبر نہیں۔ ایضاً اس طرح اللہ کا نام مبارک المتکبر جو کہ قرآن و حدیث میں مصرح ہے, وہ بھی نہ رہا کیونکہ وہ ہر چیز میں موجود بھی ہو پھر بھی عجز؟ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ عاجزی جب ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر سمجھیں کما مر۔

دلیل سوم: اس طرح پیش کرتے ہیں کہ اللہ کے وجود کے ساتھ دوسرا وجود نہیں ہے کیونکہ دو وجود ماننا شرک ہے پس اس وجود کو وجود نہ سمجھو بلکہ اس کا وجود ہے کیونکہ وہ ہر ایک چیز کے اندر یا اس کے ساتھ متحد ہے اور یہ صرف اس کا مظہر ہے پس یہ کہنا چاہئے کہ "لا موجود إلا هو". خواجہ فرید کا کلام ہے کہ:

جو کوئی ول ڈوں دھیان رکھے سی ـــ سارے جھگڑے راز نوں پیسی
اثنینیت کل اٹھ ویسی ـــ بھج پوسن سب بھولے

اور عفیف الدین تلمسانی کا کلام گزرا کہ معاذ اللہ قرآن کے اندر توحید نہیں وہ تو سارے کا سارا شرک ہے جو اس کے پیچھے لگے گا توحید کو نہیں پہنچ سکتا ہے۔

قرآنی آیات

﴿...كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ...﴾ (القصص: ۸۸) اس کے وجہ (چہرے) کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝٢٦ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝٢٧﴾ (الرحمن)

جو اس پر ہے سب فانی ہے اور تیرے رب ذوالجلال والاکرام کے مالک کا چہرہ باقی رہے گا۔

۱- صحيح المسلم كِتَاب الْإِيمَانِ, بَاب تَحْرِيمِ الْكِبْرِ وَبَيَانِهِ, رقم الحديث (۱۳۱)



اس پر دلالت کرتی ہیں کہ دوسرے وجود بھی ہیں جیسا کہ تشریح پانچویں کی تردید کی چھٹی وجہ میں بیان ہوا فلیراجعہ۔

ثانیا: شرک جب ہو کہ خالق اور مخلوق کا وجود ایک جیسا مانا جائے حالانکہ یہ کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں ہے کیونکہ خالق کا وجود ذاتی، مخلوق کا عطائی، خالق کا ابدی اور باقی مخلوق کا حادث اور فنا ہونے والا اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اللہ کی صفات حیات، علم، سمع، بصر، ید، عین، وجہ وغیرہ صفات ہیں۔ کیا انسان کی ان ناموں سے صفات نہیں؟ قرآن نے جہاں یہ صفات اللہ کیلئے ذکر کی ہیں وہاں انسان کیلئے بھی ذکر کی ہیں جہاں آپ نے فرمایا کہ: ﴿ اللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْحَىُّ ٱلْقَيُّومُ ... ﴾ (البقرة: ٢٥٥)

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے (تمام جہان کا) سنبھالنے والا۔

﴿ عَٰلِمُ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ ... ﴾ (الرعد: ٩) غیب و حاضر کا جاننے والا۔

﴿ ...وَكَانَ ٱللَّهُ سَمِيعًۢا بَصِيرًا ﴿١٣٤﴾ ﴾ (النساء) اور اللہ سننے دیکھنے والا ہے۔

﴿ ...بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ ... ﴾ (المائدة: ٦٤) بلکہ اس کے ہاتھ کھلے ہیں۔

﴿ ...وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِىٓ ﴿٣٩﴾ ﴾ (طه) میری آنکھوں کے سامنے تیری نگرانی ہو۔

﴿ ...يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ ... ﴾ (الأنعام: ٥٢) اس کے وجہ کا ارادہ کرتے ہیں۔

﴿ ...يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ ... ﴾ (الأنعام: ٩٥) زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔

﴿ ...وَمَا يَعْقِلُهَآ إِلَّا ٱلْعَٰلِمُونَ ﴿٤٣﴾ ﴾ (العنكبوت) اور اسے علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

﴿ فَجَعَلْنَٰهُ سَمِيعًۢا بَصِيرًا ﴿٢﴾ ﴾ (الإنسان) پس ہم نے اس کو سننے والا دیکھنے والا بنایا۔

﴿ ...فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ ... ﴾ (الشورى: ٣٠) پس اس لئے کہ تمہارے ہاتھوں نے کمایا۔

﴿ أَلَمْ نَجْعَل لَّهُۥ عَيْنَيْنِ ﴿٨﴾ ﴾ (البلد) کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں؟

﴿ وَأَقِيمُوا۟ وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ ... ﴾ (الأعراف: ٢٩) اور تم اپنے چہرے ہر سجدہ کے وقت سیدھے کرو۔

اب یہاں بھی شرک لازم آئے گا؟ حاشا وکلا بلکہ جیسے اللہ کی یہ صفتیں بے مثل ہیں۔ اس طرح اس کا وجود بھی بے مثل ہے جیسا کہ ان صفات کو بلا کیفیت و تشبیہ و تاویل ماننے سے شرک نہیں لازم آتا۔ اس طرح اس کے وجود کو بھی بلا تکلیف و تشبیہ و تاویل تسلیم کرنے سے کوئی شرک لازم نہیں آئے گا بلکہ عین توحید ہے۔

وهو الثالث: بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ: "إن له رحمة ليست كرحمة المخلوق و غضبا لا يشبه غضب المخلوق وإستواء على عرشه ليس كإستواء الملوك المخلوقين على عروشهم لأنه تعالىٰ علمنا بما بين لنا من أسمائه وصفاته وأفعاله كل ما أوجب علينا أن نعلمه من عظمته وكماله وجلاله وجماله وأفعاله ولا يمكن بيان ذلك إلا



بالألفاظ التی نستعملها فی شئون أنفسنا وعلمنا مع ذلك أنه لیس كمثله شئ فعصمنا بهذا التنزیه أن یضلنا الإشتراك اللفظی فنقع فی التشبیه".([1])

وہ رحم کرنے والا ہے اور اس کی رحمت مخلوق کی طرح نہیں، اس کیلئے غضب کی صفت ثابت ہے مگر مخلوق کی صفت غضب کے مشابہ نہیں اس کا استواء علی العرش ہے مگر بادشاہوں کے استواء کی مانند نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نام اور صفات و افعال سب بتا دیئے ہیں جن سے ہم اس کی عظمت و کمال و جلال و جمال اور اس کے افعال کا پتہ حاصل کرتے ہیں اور اس کا بیان انہیں الفاظ سے ہو سکتا ہے جو ہم اپنے بارے میں استعمال کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، اس تنزیہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے بچا لیا کہ لفظی اشتراک سے مغالطہ کھا کر تشبیہ کے قائل نہ بن جائیں۔

رابعاً: پھر ان کی صفتوں کو کئی عوارضات لاحق ہوتے ہیں، کبھی اندھا، کانا، کبھی گونگا یا لولہا یا لنگڑا ہونا وغیرہ اور اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہمیشہ ہر نقص سے پاک ہیں، پس تفریق بوجہ اکمل موجود ہے۔

خامساً: جب خود مخلوقات کے وجود میں بڑا فرق نمایاں ہے مثلاً جاندار اور بے جان دونوں کا وجود برابر نہیں اسی طرح انسان و حیوان کا وجود پھر انسانوں میں عالم و جاہل کا وجود، مالدار اور مفلس کا وجود، جوان اور بوڑھے کا اور بچے کا وجود، مرد اور عورت کا وجود، تندرست اور بیمار کا وجود، جب یہ وجود ایک دوسرے سے نہیں ملتے ہیں تو خالق اور مخلوق کا وجود کیسے ایک دوسرے جیسا یا ایک دوسرے سے مشابہ ہوگا؟

سادساً: یہ دو نظریے ہیں جو ایک دوسرے کے معارض ہیں، ایک طرف یہ کہنا کہ "لا موجود إلا هو" پھر دوسری طرف یہ کہنا کہ اللہ نے ہر ایک چیز میں حلول کیا ہے، یہ دونوں فی انفسهما باطل ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے ٹکرا کر ساقط ہو جاتے ہیں اس لئے کہ اگر اللہ کے سوا کوئی موجود ہی نہیں تو پھر حلول کس میں کیا اور اتحاد کس سے کیا؟ اور اگر کسی میں حلول یا کسی سے اتحاد کیا ہے تو اس سے اس کا وجود ثابت ہوتا ہے کیونکہ موجود غیر موجود میں کیسے حلول کرے گا؟

سابعاً: مخلوق کے وجود کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہے مثلاً۔

﴿...وَكُنتُمْ أَمْوَٰتًا فَأَحْيَـٰكُمْ...﴾ (البقرة: ۲۸) تم مردہ تھے اس نے تم کو زندہ کیا۔

﴿...وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝٩﴾ (مریم) اور تجھے پہلے پیدا کیا جبکہ تو کچھ نہیں تھا۔

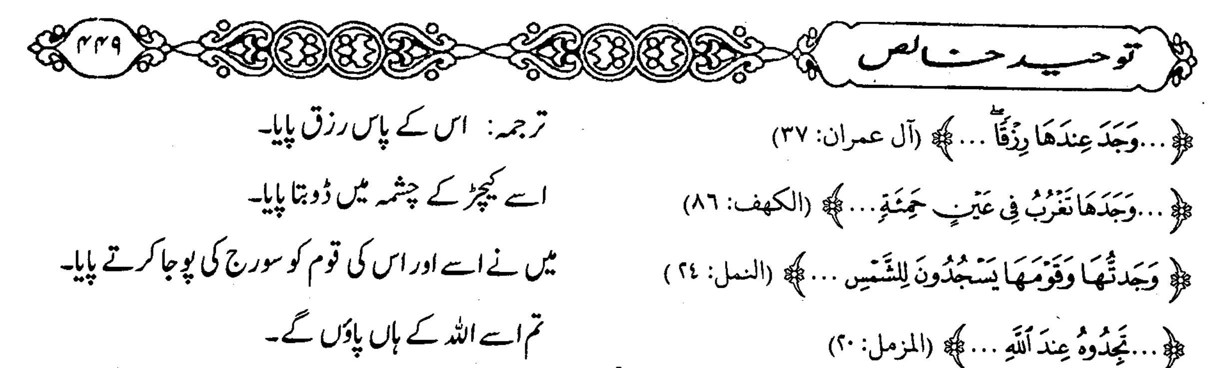
﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ...﴾ (الكهف: ٦٥) ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا۔

﴿...وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَل لَّهُم مِّن دُونِهَا سِتْرًا ۝٩٠﴾

اسے ایک قوم پر طلوع ہوتا پایا جن کے لئے ہم نے اس سے پردہ نہیں بنایا۔

---

[1] - تفسیر المنار (۹/ ٤٤٧).



﴿...وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ...﴾ (آل عمران: ۳۷) ترجمہ: اس کے پاس رزق پایا۔

﴿...وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ...﴾ (الکھف: ۸٦) اسے کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتا پایا۔

﴿وَجَدتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ ...﴾ (النمل: ٢٤) میں نے اسے اور اس کی قوم کو سورج کی پوجا کرتے پایا۔

﴿...تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ ...﴾ (المزمل: ٢٠) تم اسے اللہ کے ہاں پاؤں گے۔

ومن الأحاديث

حدیث نبوی ﷺ میں :"إذا وجدت القملة في المسجد فلفها في ثوبك حتى تخرج" .أخرجه سعيد بن منصور فی سننه عن رجل من خطمة. جب تو مسجد میں جوں پائے اسے کپڑا میں لپیٹ تاآنکہ تو باہر چلا جائے، سعید بن منصور نے اپنی سنن میں خطمی آدمی سے اسے روایت کیا ہے۔(۱)

"مَنْ وَجَدَ تَمْرًا فَلْيُفْطِرْ عَلَيْهِ" أخرجه النسائى والترمذى والحاكم عن أنس.

جسے کھجور مل جائے اس سے اپنا روزہ افطار کرے۔(۲)

اس حقیقت کے مقابلہ میں تمہاری صفوۃ کو کون مانے گا؟ کیا قرآن و حدیث بھی شرک سکھاتے ہیں؟ حاشاء وکلا.

تلسانی واتباعہ کا یہ خیال ہو سکتا ہے مگر کوئی مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا ہاں قرآن و حدیث اللہ کے وجود اور مخلوق کے وجود میں فرق بتاتے ہیں۔ تمہاری طرح اتحاد کر کے شرک کی تعلیم نہیں دیتے۔

ثامناً: یہ بات مسلم ہے کہ یا خالق ہے یا مخلوق، تیسری چیز نہیں پس لازماً خالق مخلوق سے بائن ہو گا، یہ خود دو وجود کو تسلیم کرنا ہے۔

قال الذهبي في المنتقى من منهاج الإعتدال "وإذا لم يكن إلاخالق أومخلوق فالخالق بائن من المخلوق فهو الظاهر ليس فوقه شئ وهو فوق عرشه بائن من خلقه كما دل عليه الكتاب والسنة وتفقت عليه الأئمه".

امام ذہبی "المنتقی" "منہاج الاعتدال" میں کہتے ہیں: جب خالق ہے یا مخلوق تو خالق مخلوق سے جدا ہے پس وہ ظاہر ہے اس کے اوپر کوئی چیز نہیں اور وہ عرش پر ہے اپنی مخلوق سے بائن جیسا کہ کتاب و سنت اس پر دلالت کرتے ہیں اور اس پر ائمہ نے اتفاق کیا ہے۔(۳)

تاسعاً: ان کا کہنا یہ ہے کہ عابد معبود میں فرق نہ ہو۔(۴) حالانکہ عابد معبود کہنا ہی وجودوں کا اقرار کرنا ہے۔

۱– (ضعيف) صحيح وضعيف جامع الصغير, حديث رقم (١٧٢٩). سنن سعيد بن منصور.

۲– (ضعيف) صحيح وضعيف سنن الترمذي , حديث رقم (٦٣٠). سنن الترمذى كِتَاب الصَّوْمِ, بَاب مَا جَاءَ مَا يُسْتَحَبُّ عَلَيْهِ الْإِفْطَارُ.

۳– المنتقى من منهاج الإعتدال (٨١).

٤–(شمائم امدادیہ ص/٣٤) .



عاشراً: یہ اتحادی یوں کہتے ہیں کہ:

ألا أي يار شوفاني　　　مگو ثالث مگو ثانی

کہ لا موجود فی الکونین　　　ولا مقصود إلا هو۔

اس کا معنی کہ وجود کو تسلیم کرتے ہیں مگر فنا ہونے کی تلقین کرتے ہیں لیکن فنا سے مراد کیا ہے؟ اگر حقیقتاً مراد ہے تو یہ خودکشی کا حکم ہے نیز اگر وجود نہیں تو موت کس پر آئے گی اور اگر یہ مراد ہے کہ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھو تو پھر احکام شرعیہ کس پر نافذ ہوں گے؟ کون مکلف ہوگا؟ پس یہ کہو کہ اس اتحاد سے اصل مقصود شریعت سے اپنے آپ کو آزاد کرنا ہے، حالانکہ قرآن کہتا ہے کہ:

﴿ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا ... ﴾(الجاثية) پھر ہم نے تجھے دین کے ایک خاص طریقہ پر بنایا ہے پس اس کی اتباع کر۔

الغرض: کسی طرح ''لا موجود إلا هو،، قائم نہیں رہتا۔

الحادي عشر: ''الوجود واحد'' کا معنی یہ ہے کہ وجود کے مسمی میں سب موجودات شریک ہیں جیسا کہ نحویوں کے نزدیک اسم الجنس اور منطقیوں کے ہاں جنس نوع اور اس وجود میں جتنے موجودات مشترک ہوں گے وہ ایک دوسرے کے عین نہیں ہوتے پس یہ اشتراکِ اسمی ہے جو اعیان کے تباین کو مستلزم ہے اور یہ خالق کے مخلوق سے مباین ہونے کی عظیم دلیل ہے خصوصاً جبکہ خود مخلوق بھی ایک دوسرے سے مباین ہیں۔

الثاني عشر: خالق اور مخلوق کا اتحاد الوجود ترکیب کو مستلزم ہے۔وهو محال في ذات الله.

الثالث عشر: بلکہ اس طرح اس کی صفت مبارکہ ''بديع السموات والأرض'' (آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا) ختم کرنا ہے کیونکہ جب اس کے بغیر کسی کا وجود ہی نہیں پھر اس نے کس کو پیدا کیا۔ کس کو عدم سے وجود میں لایا؟

الرابع عشر: بلکہ ''كان الله ولم يكن شيء'' (اللہ تھا اور کچھ بھی نہ تھا) صریحاً ایجاد الموجودات پر دالالت ہے۔

الخامس عشر: بلکہ یہی عقیدہ عین شرک ہے، کیونکہ اس سے ماسوی اللہ موجودات کا قدوم و ابدیت لازم آئے گی دراصل یہی شرک ہے ہم تو ان موجودات کو حادث اور فانی جانتے ہیں لیکن تمہارے عقیدے کے مطابق ان کا وجود بھی واجب الوجود کی طرح ازلی وابدی تسلیم کرنا ہوگا یا پھر خود خدا کو حادث یا فانی کہو اس کے بغیر ''لا موجود إلا هو'' کا کوئی مفہوم نہیں بنتا۔

السادس عشر: بلکہ اگر ہر چیز میں اللہ ہے تو یہ تعدد الٰہ کو چاہتا ہے یا تجزی ۃ الالٰہ ماننا پڑے گا، اس سے بڑھ کر شرک اور کیا ہوگا۔

السابع عشر: جہان کیلئے رب اور مدبر کے ہونے کا اقرار کرنا ہی اس کے علو اور مباینت عن الخلق ہونے کے اقرار کو مستلزم ہے اور اس کے علو و مباینت کا انکار ہی اس کی ذات کے انکار و تعطیل کو مستلزم ہے، ان دونوں دعووں کی تفصیل یوں سمجھئے کہ رب کے ہونے کا مقر اس کی ذات اور ماہیت مخصوصہ کا بھی مقر ہے یا نہیں؟ علی الثانی اس کا اقرار عدم اقرر کے برابر ہے کیونکہ جس کی نہ ذات ہے نہ ماہیت وہ کالعدم ہے اور علی الاول اس ذات کے معین ہونے کا اقرار کرے گا یا نہیں؟ علی الثانی یہ

ایک ذہنی اور خیالی بات ہو گی جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے کیونکہ خارج میں غیر معین چیز کا کوئی وجود نہیں ہوتا ہے، خصوصاً اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے تو تعین ضروری ہے اس لئے کہ اس میں شرکت ممتنع و ناممکن ہے، پس اس کی ذات کی تعیین واجب ہے، وعلی الاول اگر اقرار کیا کہ اس کی ذات معین ہے اور عالم جو مشاہدہ میں ہے وہ بھی معین ہے تو دونوں کا ایک دوسرے سے مباین ہونا لازم آئے گا کیونکہ بدون مباینت کے نہ ایک دوسرے سے تمیز ہو گی نہ تعیین۔ اگر کہو گے کہ تعیین کی صورت یہ ہے کہ وہ نہ عالم میں داخل ہے نہ خارج تو یہ عین محال ہو گا کیونکہ اس طرح آپ تصریح کر چکے ہیں کہ نہ اس کی ذات ہے نہ ماہیت مخصوصہ ورنہ اگر اس کی ماہیت مخصوصہ ہوتی تو اس ذات مخصوصہ کیلئے ہوتی اور آپ کا یہ کہنا کہ "لاداخل فی العالم ولاخارج عنه" (عالم میں وہ نہ داخل ہے اور نہ خارج) یہ اس کی تعیین محض عدمی اور صرف نفی کے ساتھ ہے اور یہ اس کے وجود کو مقتضی نہیں کیونکہ محض عدم خود لاشئ ہے پس کسی کی تعیین نہیں کر سکتا ہے بلکہ اس کی ذات مخصوصہ اور اس کی صفات ہی اس کو معین کر سکتی ہیں ثابت ہوا کہ اس کی تعیین کیلئے اس کی ذات کی تعیین ضروری ہے اور تعیین ذات سے اس کا مباین عن الخلق ہونا لازم آئے گا اور مباینت علو علی الخلق کو مستلزم ہے اور یہ ہے خالص توحید کا طریقہ جس میں ہر شرک سے سلامتی ہے۔

الثامن عشر: اگر اس کے سوا کوئی موجود نہیں تو پھر وہ کس کا معبود ہے، کس کا مسجود و مدعو ہے، کس کا محبوب و مطلوب ہے، کس کا خالق و رازق و مالک ہے؟ اور اللہ کے الٰہ ہونے سے انکار جب کوئی معبود نہیں تو الٰہ کس کا اور کیسے؟ ثانیاً اس کی صفات کی تعطیل ثالثاً شریعت و قوانین کا خاتمہ گویا کہ دہریت، الحاد اور مادیت، اس طرح ہر قسم کے کفر و شرک کی بنیاد اور ہر برائی و گناہ کی اصل یہی عقیدہ ہے، الحاصل یہ تینوں دلیلیں ہماری ہیں۔

اجمال اس تفصیل کی یہ ہے کہ اللہ کو ہر جگہ ماننے سے اس کیلئے کئی جہتیں لازم آئیں گی اور ہر چیز میں اس کو ماننا اس کے محاط اور متشکل و جسم ہونے کو لازم ہے اور اس عقیدے سے مخلوق متکبر اور غرور والا ہو گا کیونکہ جو اللہ کے ساتھ مختلط یا اس کا حاوی و حامل ہے اس سے بڑھ کر کون متکبر ہو گا اور اس سے کئی اللہ بن جاتے ہیں، جبھی تو کئی صوفیوں نے کہا کہ "انا الحق" یا "سبحاني ما أعظم شاني، وغيرها من الهفوات. لہٰذا شرک سے بچنے کا سب سے اول طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے متعلق وہ عقیدہ رکھنا چاہئے جو قرآن و حدیث نے بتایا ہے یعنی کہ "فوق العرش بائن عن الخلق" ہے پس اس کا کوئی شریک نہ ہو گا نہ وجود میں نہ ذات یا صفات میں۔ جہاں اوپر نہ کوئی پہنچ سکتا ہے نہ وہاں کوئی مخلوق ہے نہ کوئی چیز۔ سب اس کے نیچے اس سے خائف اور اس کے آگے عاجز اس کے حکم کے آگے ناچار۔ وہ سب سے بے نیاز، بے پرواہ، سب کے اوپر، سب چھتوں و مکانوں سے اوپر، نجاسات و فانیات سے بالا یہی ہے عقل۔ یہی ہے فطرت۔ یہی ہے قرآن و سنت کی تعلیم۔ یہی ہے سلف امت کا اجماعی عقیدہ۔ اس کے خلاف عقل تو کیا؟ ہوائے نفس و شیطانی القاء۔ "صدق الله سبحانه وتعالى".

﴿فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾﴾

پس جان لو یہ لوگ اپنی خواہش نفس کی اتباع کرتے ہیں، اللہ کی ہدایت کے بغیر جو اپنی خواہش کی اتباع کرے اس سے بڑھ کر گمراہ کون؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو راہ راست پر نہیں لاتا۔ (القصص)

وقال: ﴿...وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾﴾ (البقرة) ترجمہ: شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو، وہ یقیناً تمہارا صریح دشمن ہے وہ تو تمہیں برائی اور فحشاء کا ہی حکم کرتا ہے اور یہ کہ تم اللہ پر بے علمی کی باتیں کہو۔

یہ کل تین سو (۳۰۰) دلائل ہیں جن میں کئی ایسے بھی ہیں جن میں ایک ایک دلیل کئی دلائل کو متضمن ہے۔

﴿ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢١﴾﴾ (الحديد)

اتحادیہ کے خلاف "اَلْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ" سے استدلال

اب ہم آخر میں اسماء الٰہیہ سے استدلال پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٨٠﴾﴾ (الأعراف)

اور اللہ کے اچھے نام ہیں اس کو ان کے ساتھ پکارو، ان لوگوں کو چھوڑو جو اللہ کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں، عنقریب اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔

قال القرطبي: "سمى الله سبحانه أسمائه الحسنى لأنها حسنة فى الأسماع والقلوب فإنها تدل على توحيده وكرمه وجوده وأفضاله".

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کو حسنیٰ کہا ہے اس لئے کہ یہ نام سمع اور دل کو اچھے لگتے ہیں کہ یہ اللہ کی توحید، اس کے کرم سخاوت اور اس کی مہربانیوں پر دلالت کرتے ہیں۔ ([1])

توحیدِ صریح جب ہو گی کہ اس کو سب سے عالی سمجھا جائے نہ کہ ہمارے ساتھ ہو۔ اس میں تو تسویہ اور تعدیل ہے جو شرک ہے۔ قاضی ابو بکر ابن العربی نے "احکام القرآن" میں حسن اسماء کے متعلق پانچ اقوال نقل کئے ہیں۔

اول: یہ کہ ان میں تعظیم کا معنی ہے اور تعظیم خود مباینت کو چاہتی ہے۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

اس طرح علو بھی اس کیلئے ضروری ہے۔

دوم: چونکہ ان کے حفظ و احصاء سے عظیم ثواب کا ذکر آیا ہے۔ "مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ".

---

[1]- تفسير القرطبي (٧/ ٣٢٦).



جو ان کو حفظ اور یاد کرے، جنت میں داخل ہو گا۔ (1)

یعنی حفظ کے بعد بھی جنت میں جائے گا اور عرش اس کے بھی اوپر ہے "واللہ فوق ذلك كما نص الحديث".

سوم: ان مبارک ناموں میں رحم و کرم کا معنی ہے، لہٰذا جاذب القلوب ہیں، اگر ساتھ ہے، اندر ہے، مختلط ہے تو پھر کس کی جاذبیت؟ جب کہ خارج میں ان اسماء کا کوئی مسمی ہے ہی نہیں۔ سبحان الله عما يصفون.

چهارم: چونکہ اللہ تعالیٰ اشرف المعلومات ہے تو ان کے اسماء بھی اشرف الاسماء والاعلام ہوئے اور یہ شرف خود اختلاط و اتحاد کو مانع ہے کیونکہ اختلاط سے اس کی غیر سے تمیز اور تعیین ہی نہ رہی کما مر۔ چہ جائیکہ ان پر مزینہ یا شرف حاصل ہو۔

پنجم: یہ کہ ان سے ان باتوں کا علم ہوتا ہے جن کا اس کی شان کیلئے ہونا بالکل ضروری ہے اور ان باتوں کا بھی پتہ لگ جاتا ہے جو کہ اس کی شان میں محال ہیں، اس طرح ہماری فہم کے مطابق ہمیں اس کی کماحقہ شان معلوم ہو جاتی ہے چنانچہ بعض ایسے اسماء ہیں جن سے اس کا اوپر ہونا اور بائن عن الخلق ہونا واضح ہوتا ہے جو کہ عین اس کی شان کے موافق ہے اور حلولیہ کا خیال رد ہو جاتا ہے جو کہ اس کی شان کے صدفی صد خلاف ہے۔

"وحسن الأسماء إنما يتوجه بتحسين الشرع لإطلاقها والنص عليها وإنضاف إلى ذلك إنها تقتضي معاني حسنة شريفة وهي بتوقيف لايصح وضع إسم الله بنظر إلا بتوقيف من القرآن والحديث والإجماع".

اللہ کے ناموں کا حسن اس لئے ہے کہ شرع نے ان کا اطلاق کیا ہے اور تصریح کی ہے، مزید براں یہ اسامی معانی حسنہ شریفہ کو مقتضی ہیں اور یہ نام توقیفی ہیں۔ اللہ کا نام نظر و فکر سے نہیں وضع کیا جا سکتا۔ قرآن یا حدیث یا اجماع پر ہی یہ موقوف ہے۔

پس اللہ کی شان وہی ہے جو اس نے اپنی کتاب کے اندر بیان کی ہے یا کہ صحیح حدیث میں بیان ہوئی کسی کی رائے یا عقل سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ يقال: ألحد الرجل في الدين. وألحد إذا مال. كذا في تفسير القرطبي.

کہا جاتا ہے: الحد الرجل میلان کرنا، تفسیر القرطبی میں اسی طرح ہے۔ (2)

وهكذا في كتب اللغة وقال الراغب في المفردات "والإلحاد في أسمائه على وجهين أحدهما أن يوصف بما لايصح به وصفه والثاني أن يتأول أوصافه على ما لا يليق به".

اور کتب لغت میں بھی اسی طرح ہے امام راغب "المفردات" میں کہتے ہیں: اللہ کے ناموں میں الحاد دو طرح سے ہے، اس کی کوئی ایسی صفت بیان کی جائے جس سے اس کو متصف کرنا صحیح نہیں دوسرا یہ کہ اس کے اوصاف کی ایسی تفسیر کی جائے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔ (3)

1- صحيح البخاري, كِتَاب الشُّرُوطِ, بَاب مَا يَجُوزُ مِنْ الِاشْتِرَاطِ وَالثُّنْيَا... , حديث رقم (۲۵۳۱).

2- تفسير القرطبي (۷/ ۳۲۸).

3- المفردات للراغب (٤٦٤).

پس جو یہ اتحادیہ اس کی صفت بیان کرتے ہیں یعنی وہ مطلقاً اس کی شان کے خلاف ہے ، پھر متاولین جو صفات باری تعالیٰ میں تاویلیں کرتے ہیں مثلاً "استوی" بمعنی "استولیٰ" جو کہ نہ لغت کے لحاظ سے صحیح ہیں نہ اس کی ذات کے ساتھ لائق ہیں کما مر۔

قال ابن قتيبه فی غريب القرآن:"أی يحورون عن الحق ويعدلون".

ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ "غريب القرآن" میں کہتے ہیں: حق سے یہ لوگ رجوع اور عدول کر رہے ہیں۔(1)

وأخرج ابن أبی حاتم عن الأعمش قال يدخلون فيها ماليس منها كذا فی إكليل للسيوطی.

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اعمش سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ان میں وہ داخل کرتے ہیں جو ان میں نہیں ہیں "اکلیل" للسیوطی میں اسی طرح ہے۔

اللہ کے ناموں اور صفات میں الحاد کی مختلف صورتیں

امام قرطبی نے الحاد کی تین قسمیں بتائی ہیں ایک اس کے اسماء میں تبدیل و تغیر جیسے مشرکین نے اپنے معبودوں کیلئے اللہ سے اللات اور العزیز سے العزي کو مشتق کیا۔ دوم زیادتی کرنا اور ایسے اسماء یا صفات اپنی طرف سے مقرر کرنا جن کا کتاب و سنت میں ذکر نہیں مثلاً اتحادیہ کا کہنا کہ "لاداخل فی العالم ولا خارج عنه" یا "هو فی كل مكان" یا "لا موجود إلا هو" یا "مارأيت شيئا إلا رأيت ربی" وغیرہ۔ سوم ان میں کمی کرنا، پھر امام قرطبی فرماتے ہیں کہ:

ومعنى الزيادة فی الأسماء التشبه النقصان التعطيل فان المشبهة وصفوه بما لم يأذن فيه والمعطلة سلبوه ما اتصف به ولذلك قال أهل الحق ديننا طريق بين طريقين لا بتشبيه ولا تعطيل وسئل الشيخ أبوالحسن أبو شنجی عن التوحيد فقال إثبات ذات غير مشبهة بالذوات ولا معطلة من الصفات. (2)

اسماء میں معنیٰ کی زیادتی تشبیہ ہے اور نقصان تعطیل۔ مشبہ نے اللہ کو ان صفات سے متصف کیا جن کا اس نے حکم نہیں دیا اور معطلہ اس کی صفات کا سلب کرتے ہیں۔ اسی لئے اہل حق کہتے ہیں کہ ہمارا نظریہ دونوں کے بین بین ہے نہ تشبیہ نہ تعطیل۔ شیخ ابو الحسن ابو شنجی سے توحید کا سوال کیا گیا تو اس نے کہا ایک ذات کا اثبات جو نہ کسی کے مشابہ ہے اور نہ ہی صفات سے معطل ہے۔

اور تفسیر المنار میں "الحاد فی الأسماء" کی سات اقسام ذکر کی گئی ہیں۔ تین وہی اقسام جو قرطبی نے ذکر کئے ہیں:

اور تیسری قسم کے متعلق کہا کہ:

ترك تسمية بما سمی به نفسه أو وصفه بما وصفها به ومثله إسناد ما أسنده تعالى إلى نفسه من الأفعال بناء على أن ذلك لايليق به تعالیٰ وإنه يوهم نقصانا فی حقه عزوجل كأن هؤلاء الملحدين

1- غريب القرآن لإبن قتيبة (١٧٥).

2- تفسير القرطبی (٧/ ٣٢٨).



أعلم منه تبارکت أسمائه وجلت صفاته وأعلم من رسوله صلواته علیه وسلامه بما یلیق به وما لا یلیق به وربما یوهم نقض التشبه أو غیر التشبیه کإمتناع بعض المبتدعة من ذکر بعض الآیات والأحادیث فی صفات الله تعالیٰ التی زعموا وجوب تأویلها فی عقائدهم ودروسهم وعدم ذکرها فی مجالسهم إلا مقرونة بالتأویل وادعاء أن معناها غیر مراد کصفة علو الله تعالیٰ علی خلقه ومنها إسم العلی والمتعال ومنها آیات الإستواء وأحادیث النزول».

اللہ تعالیٰ نے جو اپنے نام اور صفات بتائی ہیں ان سے اس کو موسوم و متصف نہ کرنا۔ اسی طرح جن افعال کی نسبت اس نے اپنی طرف کی ہے اس اسناد و نسبت کی نفی کر دینا اس بناء پر کہ یہ اللہ کے لائق نہیں ہیں اور ان سے اس کی شان میں نقصان لازم آتا ہے گویا یہ ملحد اللہ کی صفت لائقہ اور غیر لائقہ کو اللہ تبارک اسمہ وجلت صفاتہ سے زیادہ جانتے ہیں اور اس کے رسول صلوات اللہ علیہ وسلام سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں اور کبھی ان کا واہمہ تشبہ اور تشبیہ کا نقص کرنا ہوتا ہے کہ اس صفت سے تشبیہ لازم آتی ہے لہٰذا تاویل کی جائے جیسا کہ بعض مبتدعہ صفات باری تعالیٰ میں واقع بعض آیات و احادیث کی تاویل لازم قرار دیتے ہیں اور یہ کہ اپنی مجالس میں ان کا ذکر نہیں کرتے جب تک کہ اس کی تاویل نہ ساتھ بیان کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا مخلوق پر عالی ہونا اور اسی میں ہے اللہ کا نام العلی اور المتعال اور اس میں سے ہیں: آیات استواء اور احادیث نزول۔ ([1])

اور چوتھی قسم یوں بیان کی ہے کہ: تحریف أسمائه وصفاته تعالیٰ عما وضعت له یضرب من التأویل تقتضی التشبیه أو التعطیل فالمشبهة ذهبت إلی جعل الرب القدوس کرجل من خلقه زاعمة أنه وصف نفسه بصفات یدل مجموعها علی ذلك کالسمع والبصر والکلام والوجه والید والرجل أو الضحك والغضب والجهمیة ذهبت إلی تأویل صفات الله تعالیٰ حتی جعلته کالعدم وأهل السنة والجماعة هم الذین جمعوا بین العقل والنقل فی تنزیه الله عن مشابهة خلقه فی ذاته وصفاته وأفعاله وبین وصفه بما وصف به نفسه وتسمیة بما سمی به نفسه وإسناد ما أسنده إلی نفسه من الأفعال کالإستواء علی العرش والعلو علی الخلق وغیر ذلك واثبتوا له کل ذلك مع کمال التنزیه.

اللہ تعالیٰ کے ناموں اور اس کی صفات میں اس انداز سے تحریف کرنا کہ موضوع لہ معنی سے ہٹ کر تاویل کی جائے اور جس سے تشبیہ لازم آجائے یا تعطیل۔ دیکھئے مشبہ رب قدوس کو ایک مرد مخلوق کی طرح بناتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ اس نے اپنی ایسی صفات بتائی ہیں جن کا مجموعی خاکہ ایک مرد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ سمع، بصر، کلام وجہ، ید، رجل، ضحک، غضب اور جہمیۃ اللہ تعالیٰ کی صفات کی تاویل کرتے ہیں۔ وہ اسے معدوم کی طرح بنا دیتے اور اہل سنت و جماعت ہی عقل و نقل دونوں سے کام لیتے ہیں کہ وہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ ذات و صفات اور افعال میں تشبیہ سے اس کو منزہ گردانتے ہیں اس کو ان

[1] - تفسیر المنار (۴۴۲ إلی ۴۴۸).

صفات سے متصف مانتے ہیں اور ان اسامی سے موسوم قرار دیتے ہیں جو اس نے خود بیان کئے اور ان افعال کی اس کی طرف نسبت کرتے ہیں جو وہ اپنی طرف منسوب کرتا ہے جیسا کہ عرش پر استواء، مخلوق پر عالی ہونا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب صفات مکمل تنزیہ کے ساتھ اس کیلئے ثابت کرتے ہیں۔

اور پانچویں قسم کے متعلق کہا ہے کہ: "إشراك غيره فيما هو خاص به من أسمائه باللفظ كإسم الجلالة "الله" والرحمن ورب العلمين".

جو نام اللہ نے اپنے لئے مختص فرمائے ہیں ان میں کسی اور کو شریک بنا لینا جیسا کہ اسم "جلالۃ "اور رحمن اور رب العالمین۔

اور چھٹی قسم کے متعلق کہا کہ: إشراك غيره تعالىٰ فى معنى أسمائه الخاصة مع تغيير اللفظ، وستأتى العبارة فى جواب المسئلة الثانية إن شاء الله تعالىٰ.

اللہ کے اسماء خاصہ کے معنی میں لفظ کی تبدیلی کر کے کسی اور کو شریک بنا لینا۔ مسئلہ ثانیہ کے جواب میں اصل عبارت آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور ساتویں قسم کو یوں ذکر کیا کہ: إشراك غيره فى كمال أسمائه التام الذى وصفت لأجله بالحسنىٰ كمن يزعم أويعتقد أن لغيره تعالىٰ رحمة كرحمته ورأفة أوغير ذلك من معانى أسمائه كالمجيب مثلاً وإن بعض الذين يدعون غير الله تعالىٰ من الموتى يعتقدون أنهم أقرب وأسرع فى إجابتهم من الله تعالىٰ فيجمعون بين الشركين شرك دعاء غير الله مع إعتقاد إجابته للدعاء والكفر به بتفضيل غيره عليه سبحانه فى سرعة الإجابة۔ إنتهى ما فى المنار مختصراً.

اللہ کے ناموں کے کمال میں جس کی وجہ سے الحسنٰی کی صفت سے متصف ہوئے، کسی غیر کو شریک کرنا جیسا کہ کوئی کہے یا عقیدہ رکھے کہ اللہ کے غیر کی رحمت اسی کی رحمت کی طرح ہے اور غیر کی رافت اللہ کی رافت کی طرح ہے، اسی طرح اس کے دوسرے ناموں کے معانی ہیں مثلاً المجیب میں بعض لوگ جو مردوں میں سے کسی غیر اللہ کو پکارتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ اجابت دعا میں اللہ سے قریب تر ہے اور جلدی کرنے والا ہے ایسے لوگ دو شرکوں کے جمع کرنے کے مرتکب ہوئے۔ غیر اللہ کو پکارنا اور غیر اللہ کو قبول دعا کیلئے برتری دے کر اللہ سبحانہ کے ساتھ کفر کرنا۔ مختصراً۔ (۱)

دراصل یہ عبارت امام راغب کی عبارت کی شرح ہے اور بغور دیکھا جائے تو یہ ساتوں اقسام ان دو قسموں میں داخل ہیں جو امام راغب نے ذکر کئے ہیں کیونکہ ان میں بعض ایجابی ہیں۔ جن کا اللہ کی شان کیلئے ہونا ضروری ہے اور بعض سلبی تھے جن کا نہ ہونا ضروری ہے کیوں کہ اس کی شان کے لائق نہیں اور یہی تعریف امام راغب نے کی تھی۔

وقال الله تعالىٰ: ﴿ قُلِ ٱدْعُواْ ٱللَّهَ أَوِ ٱدْعُواْ ٱلرَّحْمَٰنَ أَيًّا مَّا تَدْعُواْ فَلَهُ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ ... ﴾ (الإسراء: ١١٠)

۱- تفسير المنار (٤٤٢ إلى ٤٤٨).



اللہ کو پکارو یا رحمن کو جس نام سے پکارو گے پس اس کے اچھے نام ہیں۔

اس آیت نے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ سب کا مدعو اور معبود ہے نہ کہ وہ کسی سے متحد یا اس میں حلول کیا ہوا ہے اور "تفسیر خازن مع البغوي" میں ہے: "ومعنى كونها حسنى مشتملة على معانى التقديس والتعظيم والتحميد"، هكذا فى النسفي والقاسمي وغيره.

اللہ کے نام حسنیٰ اس لئے ہیں کہ وہ تقدیس و تعظیم اور تحمید کے معانی پر مشتمل ہیں، النسفی اور القاسمی وغیرہ میں اسی طرح ہے۔([1])

اور یہ صفتیں بھی اس کیلئے علو و مباینت کو مستلزم ہیں کیونکہ اس کا تقدس و تنزہ اس کو مقتضی ہے کہ وہ اس جگہ پر ہو جہاں ہر قسم کی غلاظتیں موجود نہ ہوں اور ایسی چیز سے متحد و مختلط نہ ہو جو کہ کبھی طاہر و پاک ہو تو کبھی نجس اور پلید بلکہ کئی ایسی چیزیں ہیں جو ہمیشہ پلید ہوتی ہیں اس طرح جو سب سے عظیم ہے اس کا دوسرے سے کیسے اتحاد ہو گا؟ اور ان میں اس کا حلول بھی معقول نہیں اور سب کی حمد بھی اس کیلئے موزوں جب ہے کہ وہ سب سے بائن اور اعلیٰ ہو۔

﴿ اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ ﴿٨﴾ ﴾ (طه) اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کے اچھے نام ہیں۔

قال إبن كثير: "أي الذي أنزل عليك القرآن هو الذي لا إله إلاهو ذو الأسماء الحسنى والصفات العلى".([2])

امام ابن کثیر فرماتے ہیں: جس نے آپ ﷺ پر قرآن اتارا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اچھے ناموں اور اعلیٰ صفات والا ہے۔

اور "خازن مع البغوي" میں ہے کہ: "والذى فضلت به أسمائه فى الحسن دون سائر الأسماء دلالتها على معنى التقديس والتحميد والتعظيم والربوبية والأفعال التى هى نهاية فى الحسن".

دوسرے ناموں کے مقابلے میں اسی کے ناموں میں صفت حسن کی برتری حاصل ہے کہ ان میں تقدیس، تحمید، تعظیم اور ربوبیت اور ان افعال پر جو حسن کی انتہاء ہیں دلالت ہے۔([3])

جب اس سے پہلے سیاق اولاً انزال القرآن کا ذکر ہے بعدہ اللہ کے استوا علی العرش پھر عموم بادشاہت پھر وسعت علم کا ذکر ہے مطلب ظاہر ہے کہ اس اللہ کیلئے بہترین نام ہیں اور وہی ایک ہے دوسرا کوئی نہیں پس علو کا انکار کرنا استواء پر ایمان نہ رکھنا اللہ کے ناموں کا انکار کرنا ہے۔ "وأى الحاد أكبر من هذا" بلکہ اس طرح خود اللہ کا انکار کرنا ہے کیونکہ آیت صاف بتاتی ہے کہ اللہ وہی ہے جو مستوی علی العرش ہے اور اس کے سوا اللہ نہیں۔ پس اگر عرش کے اوپر اللہ نہیں تو پھر اللہ نہ کہیں ہے نہ کوئی ہے۔ ایضاً اس سے دوسرے وجود بھی ثابت ہو گئے کیونکہ "إلا اللہ" میں کلمہ "إلا" بمعنی "غیر" ہے "کما فى دراية النحو والمغني لابن هشام أوعامة كتب الفن" اور ماسواء اللہ اگر کوئی موجود ہی نہیں پھر اس کو کہنا کہ الٰہ نہیں ہے چہ معنی وارد؟

---

[1]– تفسير النسفي (٢/ ٣٣١)، تفسير القاسمي (١٢/ ٢٠١٢).

[2]– تفسير ابن كثير (٣/ ١٤٣).

[3]– تفسير الخازن مع البغوى (٤/ ١٤٣)



وقال اللہ تعالی : ﴿ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٤﴾ ﴾ (الحشر) ترجمہ: وہ اللہ خالق پیدا کرنے والا تصویر بنانے والا ہے ، اس کے اچھے نام ہیں ، آسمانوں اور زمین میں سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

یہاں یہی بیان ہے کہ پوری کائنات اس کی بنائی ہوئی ہے اور اس کی تسبیح پڑھتی ہے اور وہ سب پر غالب ہے ، اب اس تمہید کے بعد اسماء مبارکہ میں غور فرمائیں جو کہ ترندی شریف کی روایت میں مذکور ہیں اس میں چند اسماء مبارکہ تو ذکر ہوئے ہیں مثلاً دلائل قرآنیہ کے فقرہ "وہ آیتیں جن میں اللہ تعالی کے لئے علو کا وضاحت کے ساتھ ذکر ہے" میں اسم "المتعال" اور "العلی" اور فقرہ "وہ آیتیں جن میں اللہ سبحانہ وتعالی کی صفاتِ ظہور ، اتیان اور مجیٔ کا ذکر ہے" میں "الظاهر" کا بیان ہوا اور قسم ثالث میں دوسری آیت کے تیسرے جواب میں اسماء "الأول والآخر والظاهر والباطن" کا بیان ہوا۔ نیز دسویں آیت کے جوابوں میں بھی ان کا ذکر ہوا اور دوسری آیت کے اٹھارہویں جواب میں اسم "الرحمن" کا ذکر ہوا اور تیسرے جواب میں "الحکیم" کا بھی بیان ہوا۔ سب میں علو اور مباینت کا معنی موجود ہے۔ ([1])

اگرچہ سب اسماء مبارکہ یہی معنی دیتے ہیں مثلاً : الرَّحِيْمُ، الملك، السلام، المؤمن، المهيمن، الخالق، البارئ، المصور، الغفار، القهار، الوهاب، الرزاق، الفتاح، القابض، الباسط، الخافض، الرافع، المعز، المذل، الحكم، اللطيف، الخبير، الحليم، الغفور، الشكور، الحفيظ، المقيت، الحسيب، الرقيب، المجيب، الودود، الباعث، الشهيد، الوكيل، القوى، المتين، الولى، المحصى، المبداء، المعيد، المحى، المميت، القيوم، القادر، المقتدر، المقدم، المؤخر، الوالى، البر، التواب، المنتقم، العفو، الرؤف، المقسط، الجامع، الغنى، المانع، الضار، النافع، الهادى، الرشيد.

یہ سب اسماء اپنے معنی میں صاف ہیں اور فاعل کے معنی میں ہیں اور اپنے مفعول کا پتہ دیتے ہیں۔ اگر وہ موجود نہ ہوں تو کس پر رحم کرے گا یا کس کو سلامتی یا امن دے گا، کس کی نگہبانی کرے گا، کس کو پیدا کیا، یا صورت بنائی، کس کو بخشا یا معاف کرتا یا توبہ قبول کرتا ہے یا کس پر قہر کرتا ہے، کس کو رزق یا قوت دیتا ہے، کس کی مشکل کو کھولتا ہے یا بند کرتا ہے، کسے نیچے یا اوپر کرتا ہے یا عزت و ذلت دیتا ہے اور آگے پیچھے کرتا ہے ، کس پر حاکم یا خبردار ہے ، کس کے عمل کیلئے شاکر اور کس کیلئے دوست بھی خواہ ، کس پر قادر اور کس کو مارتا یا زندہ کرتا ہے ، کس کو اکٹھا کرے گا یا کن کا فیصلہ کرے گا کس سے بے نیاز ہے ، کس کیلئے مانع ، ضار یا ہادی ہے اور کس کا احصاء کیا؟

قال اللہ تعالیٰ: ﴿...وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾ ﴾ (الجن) اور ہر چیز کی تعدد کا شمار کیا ہے۔

---

[1]- سنن الترمذی (۲/ ۱۸۹)



اور "شئ" موجود کا نام ہے اور "محصی" اور "محصیٰ" میں تباین ضروری ہے۔ اگر ان سے مباین نہیں تو یہ سب کام کیسے ہوں گے؟ ایضاً اگر حلول ہے تو بھی یہ صفات ناممکن بلکہ یہی اس کی امتیازی شان ہیں، اس طرح اس کا "قدوس" ہونا ہی پتہ دیتا ہے کہ وہ ایسی جگہ پر نہ ہو جہاں نجاستیں و غلاظتیں ہوں یا کافر ناشکر بھی موجود ہوں "العزیز" بھی اس کے غلبہ و قوت کو مقتضی ہے۔

قال الحليمي "معناه الذي لا يوصل إليه ولا يمكن إدخال مكروه عليه" كذا في الأسماء والصفات للبيهقي.

حلیمی کہتے ہیں: اس کا معنی ہے وہ ذات جس تک وصل نہ ہو سکے اور نہ ہی اس پر کوئی مکروہ داخل کیا جا سکے۔ "الأسماء والصفات للبيهقي" میں اسی طرح ہے۔

لیکن پہنچنا تو کیا یہ اس کو خود اتار کر اپنے پاس لاتے ہیں اور ہر اچھے اور مکروہ کے ساتھ اس کو متحد کرتے ہیں "الجبار" کے معنی یوں بیان کئے گئے ہیں: قال البيهقي في الصفات: نقلا عن الخطابي: الجبار الذي جبر الخلق على ما أراد من أمره ونهيه، يقال: جبره السلطان وأجبره بالألف ويقال: هو الذي جبر مفاقر الخلق وكفاهم أسباب المعاش والرزق، ويقال: بل الجبار العالي فوق خلقه، من قولهم تجبر البنات. وهكذا في تحفة الأحوذي.

امام بیہقی "الصفات" میں امام خطابی سے نقل کرتے ہیں کہ جبار وہ ذات ہے جس نے اپنے اوامر و نواہی پر مخلوق کو مجبور کر رکھا ہے، کہا جاتا ہے جبره السلطان اور اجبره یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ جبار وہ ذات جس نے مخلوق کی حاجات کو پورا کیا اور ان کے اسباب معیشت و رزق کی کفایت کی ہوئی ہے اور یہ معنی بھی کیا گیا کہ جبار وہ ذات جو اپنی مخلوق پر عالی ہے، عربوں کے اس محاورہ سے مشتق تجبر البنات اور "تحفة الأحوذي" میں اسی طرح ہے۔[1]

پہلا اور دوسرا معنی مباینت پر صریحاً دلالت کرتے ہیں اور دوسرے وجود کو ثابت کرتے ہیں، بصورت دیگر وہ ان معنی میں ہیں۔ جبار کن کیلئے ہے جبکہ کوئی دوسرا موجود ہی نہیں اور تیسرا معنی تو بالکل واضح دلیل ہے۔

وفي المفردات للراغب: "ويتصور القهر بالعلو على الإقران قيل نخلة جبارة وناقة جبارة". ونحوه في الصحاح للجوهري والنهاية لإبن الأثير ولسان العرب وغيرها من الكتب.

"المفردات للراغب" میں ہے، اقران پر عالی اور قاہر ہونا کہا گیا ہے، "نخلة جبارة" اور "ناقة جبارة" یعنی اونچی کھجور اور اونچی اونٹنی۔ "الصحاح للجوهري". "النهاية لإبن الأثير" اور "لسان العرب" وغیرہ کتب میں اسی طرح ہے۔[2]

اور حافظ ابن قیم کے قصیدہ نونیہ میں ہے کہ:

وكذلك الجبار من أوصافه   والجبر في أوصافه قسمان

---

[1]– الأسماء والصفات للبيهقي (٢٢).

[2]– المفردات للراغب (٨٤)، الصحاح للجوهري (٢/ ٦٠٨)، النهاية لإبن الأثير (١/ ١٤١)، لسان العرب (٤/ ١١٣).



اس کی اوصاف میں جبار اور جبر دو قسمیں ہیں

جبرا الضعيف وكل قلب قد غدا ذاكسرة فالجبر منه دان

کمزور کو جوڑنا اور ہر دل جو ٹوٹ گیا ہے پس جبر اس کو قریب کرنے والا ہے

والثانى جبرا قهر بالعز الذى لا ينبغى لسواه من إنسان

دوسرا جبر قہر اس طاقت سے اسے حاصل ہے جو اس کے سوا کسی انسان کو حاصل نہیں ہے

وله مسمى ثالث وهو العلو فليس يدنوا منه من إنسان

اور اس کا تیسرا مسمی علو ہے اس کے قریب کوئی انسان نہیں ہوتا ہے

من قولهم جبارة للنخلة العليا التى فاقت لكل بنان

کھجور کو جبارۃ یعنی بلند کہا جاتا ہے جو تمام اطراف میں اونچی ہو۔ (۱)

العليم: قال الغزالى فى المقصد الأسنى شرح الأسماء الحسنى: معناه ظاهر وكما له أن يحيط علما بكل شئ ظاهره وباطنه دقيقه وجليله أوله وآخره عاقبه وما تحته و هذا من حيث الوضوح والكشف على أتم ما يمكن فيه بحيث لا يتصور مشاهده وكشف أظهر من ثم لا يكون مستفادا من المعلومات بل تكون المعلومات مستفادة منه، ونحوه فى الصفات للبيهقى الهندى وغيره.

امام غزالی نے "المقصد الأسني شرح الأسماء الحسنيٰ" میں العلیم کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: اس کا معنی ظاہر ہے اور کمال معنی یہ ہے کہ وہ ہر چیز کے ظاہر و باطن، چھوٹی ہو یا بڑی، اول و آخر اور اس کے ماتحت کا علمی احاطہ کئے ہے اور وہ وضوح و کشف میں اتنا اتم ہے کہ اس سے واضح تر کا تصور کرنا ہی ممکن نہیں ہے، اسی لئے اس کا علم معلومات سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ معلومات اس سے مستفادہ ہوتی ہیں۔ "الصفات للبيهقي" وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے۔ (۲)

اور احاطہ کی بجائے یہ تو اس کو دوسروں کے احاطہ میں مانتے ہیں۔ تعالي عما يصفون۔ نیز یہ اسم مبارک معلومات کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

السميع البصير: قال ابن العربي فى احكام القرآن: السميع هو يسمع كل موجود والبصير الذى يرى كل موجود ويعلم المعدوم من الموجود.

ابن العربی احکام القرآن میں کہتے ہیں: "السمیع" ہر موجود کا سننے والا اور "البصیر" ہر موجود کو دیکھنے والا اور وہ موجود و معدوم کا امتیاز کرتا ہے۔

۱- قصيدة نونية (۱۵۰).

۲- المقصد الأسنى شرح الأسماء الحسنى (۵۸)، الأسماء والصفات (۳۳).



قال البيهقي في الإعتقاد: السميع :"من له سمع يدرك به المسموعات ، والسمع له صفة قائمة بذاته".(١)

امام بیہقی"الاعتقاد"میں کہتے ہیں"السمیع" وہ اپنی سمع سے مسموعات کا ادراک رکھتا ہے اور سمع اس کی ایک صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔"البصیر" وہ جو اپنی بصر سے مرئیات کو دیکھتا ہے اور البیصرۃ اس کی ذات کے ساتھ قائم ایک صفت ہے۔

یہ اسم مبارک اپنے مسمی کو مسموعات اور مرئیات سے مبائن کرتا ہے اور ان کے وجود کو بھی ثابت کرتا ہے اور یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بصورت اتحاد و حلول سننا اور دیکھنا کوئی کمال نہیں۔

العدل: قال البيهقي في الإعتقاد: هو الذي له أن يفعل ما يفعل. وقال الشوكاني: في تحفة الذاكرين الذي يعدل في قضائه. امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ"الاعتقاد"میں فرماتے ہیں وہ جو کرتا ہے اسے کرنا۔ امام شوکانی"تحفة الذاكرين"میں کہتے ہیں جو اپنے فیصلہ میں انصاف کرے وہ العدل ہے۔(٢)

اور جو ہمارے ساتھ زمین میں ہے کیا عدل کر سکتا ہے بلکہ اگر مختلط ہوتا تو یہ کام بھی اس کا نہ رہتا کیونکہ عدل کرنا تو کیا سب کام اور برائیاں گویا کہ معاذ اللہ خود ہی کرتا ہے، انکا عقیدہ تو یہ ہے کہ وہی ظالم وہی مظلوم سب کچھ وہی ہے جیسا کہ ان کا ایک عقلی دلائل میں سے نویں دلیل میں ذکر ہوا۔

العظيم: قال البيهقي في الإعتقاد: هو المستحق لأوصاف العلو والرفعة، والجلال والعظمة، والتقديس من كل آفة، وفي تحفة الأحوذي أي الذي جاوز قدره وجل عن حدود العقل حتى لا تتصور الإحاطة بكنهه وحقيقته.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ"الاعتقاد"میں کہتے ہیں:"العظیم" وہ ذات جو اوصاف علو، رفعۃ، جلال و عظمت اور تقدیس کا مستحق ہے۔ "تحفة الأحوذي"میں ہے۔ عظیم وہ ذات جس کی قدر حدو عقل سے متجاوز ہو، حتیٰ کہ اس کی ہیئت اور حقیقت کے احاطہ کا تصور بھی نہ کیا جائے۔(٣)

اور احاطہ علو کو مقتضی ہے جو متحد بالذات ہے وہ عظیم و عالی نہیں ہو سکتا ہے اور اس کا علو عظمت ظاہر کرتا ہے کہ اس سے حقیر اشیاء بھی موجود ہیں۔

الكبير: وفي الأسماء والصفات الهندي عن الخطابي هو الموصوف بالجلال و كبير الشأن و صغر من دون جلاله كل كبير ويقال : هو الذي كبر عن شبه المخلوقين.

١- الإعتقاد للبيهقي (١٦).

٢- المصدر السابق, وتحفة الذاكرين (٦٦).

٣- الإعتقاد (١٦), تحفة الأحوذي (٢٦١).



"الأسماء والصفات" میں امام خطابی سے منقول ہے: "الکبیر" وہ جو جلال وعظمت شان سے متصف ہے، اس کے جلال کے آگے سب بڑے بھی، ہیچ ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے، کبیر وہ جو مخلوق کی مشابہت سے بڑا ہے۔ (1)

پس کبیر، صغیر کے وجود کا پتہ دیتا ہے اور ایسا کبیر جو ہر اکبر سے بھی کبیر ہو اس کا صغار کے ساتھ اختلاط واتحاد ناممکن ہے۔

الواسع: قال الغزالی فی المقصد الأسنیٰ: والسعة تضاف مرة إلى العلم إذا تسع وأحاط بالمعلومات الكثيرة وتضاف أخرى إلى الإحسان وبسط النعم وكيف ما قدر وعلى أى شئ نزل قالوا الواسع المطلق هو الله تعالىٰ.

امام غزالی "المقصد الأسنیٰ" میں کہتے ہیں السعة سے کبھی وسعت علمی مراد لی جاتی ہے کہ وہ معلومات کثیرہ واسعہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور کبھی احسان اور نعمتوں کی فراوانی مراد ہوتی ہے جو بھی مفہوم ہو الواسع المطلق اللہ کی ذات ہے۔ (2)

وفی تحفة الأحوذی "أَيْ الَّذِي وَسِعَ غِنَاهُ كُلَّ فَقِيرٍ وَرَحْمَتُهُ كُلَّ شَيْءٍ".

"تحفة الأحوذي" میں ہے "الواسع" جو ہر محتاج کی ضرورت پوری کر رہا ہے اور اس کی رحمت ہر چیز پر ہے۔ (3)

یہ جب ہو کہ سب کے اوپر ہو یہی واسع مطلق کی شان ہے۔

المجید والماجد: قال البیهقی فی الإعتقاد: "هو الجليل الرفيع القدر، المحسن الجزيل البر، فالمجيد في اللغة قد يكون بمعنى الشرف، وقد يكون بمعنى السعة". (4)

امام بیہقی "الاعتقاد" میں کہتے ہیں: "المجید" اور "الماجد" وہ ذات جو رفیع القدر ہے، محسن ہے اور بہت اچھائی کرنے والا، المجید لغت میں کبھی شرف کے معنی میں آتا ہے اور کبھی وسعت کے معنی میں۔

وفی تحفة الذاكرين: والمجيد المبالغ فى المجد وهو سعة الكرم... والماجد المتعال المنزه.

"تحفة الذاكرين" میں ہے: المجید بہت بزرگی والا یعنی جس کا کرم وسیع ہے اور الماجد اونچا اور منزہ۔ (5)

وقال إبن العربی فی إحكام القرآن: "المجيد هو الذى لايساوى فيما له من صفات المدح".

إبن العربی "احکام القرآن" میں کہتے ہیں: المجید وہ جس کی صفات مدح میں اس کا کوئی برابر کا نہ ہو۔ (6)

لیکن یہ تو خود ذات کو دوسروں سے ملا کر برابر کر دیتے ہیں۔ تعالیٰ شانہ عن ذلك.

1- الأسماء والصفات (٢٦).
2- المقصد الأسنى للغزالى (٧١).
3- تحفة الأحوذى (٤/ ١٦١).
4- الإعتقاد للبيهقى (١٧).
5- تحفة الذاكرين (٦٨).
6- إحكام القرآن لإبن العربى (٢٩٩).



الحق: قال اللہ تعالیٰ: ﴿ فَذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمُ ٱلْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ ٱلْحَقِّ إِلَّا ٱلضَّلَٰلُ ... ﴾ (یونس: ۳۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ اللہ ہے، تمہارا رب حق ہے، حق کے علاوہ صرف گمراہی ہے۔

قال ابن العربی فی إحکام القرآن: "وھو الذی لا یتغیر".

ابن العربی "احکام القران" میں کہتے ہیں حق وہ جس میں تغیر نہ ہو۔(1)

وقال الشوکانی فی التحفة: الثابت أوالمظھر للحق. امام شوکانی "التحفة" میں کہتے ہیں الحق الثابت یا المظھر للحق۔(2)

اور اس سے زیادہ تغیر کیا ہو گا کہ پہلے تو کسی چیز میں نہیں تھا اور کوئی چیز نہیں تھی، پھر اشیاء کو پیدا کر کے ان کے اندر گھس گیا اور اب ان سے متحد ہو گیا کہ ایک دوسرے سے پہچانا نہیں جاتا پھر جب وہ اشیاء ہلاک ہوں گی تو پھر وہی اکیلا رہے گا۔ جل شأنہ عن قولھم نیز اور معبودوں کو قرآن نے باطل بتایا ہے اگر لا موجود إلا اللہ صحیح ہے تو پھر معنی ہوا کہ خواہ کسی کی پوجا کی جائے، شرک نہیں کیونکہ وہ صرف اللہ کی عبادت ہے، اس سے زیادہ کفر کیا ہو گا؟ ایضاً حق کو ظاہر کیا اور باطل سے جدا کیا۔ جب ان کا اتحاد مانا گیا تو نہ شریعت رہے گی نہ حق و باطل کے فرق کی کوئی صورت بچے گی۔

قال الغزالی فی المقصد: ھو المحمود المثنی علیه واللہ تعالیٰ ھو الحمید یحمد نفسه أزلا وبحمد عبادہ له أبد أو یرجع ھذا إلی صفات الجلال والعلو والکمال منسوبا إلی ذکر الذاکرین فإن الحمد ھو ذکر أوصاف الکمال من حیث ھو کمال.

امام غزالی "المقصد" میں کہتے ہیں: وہ حمد کیا ہوا، ثناء والا ہے، اللہ تعالیٰ حمید ہے کہ ازل سے وہ اپنی حمد کرتا ہے اور اس کے بندے ہمیشہ حمد کرتے رہیں گے کہ ذکر کرنے والوں کے ذکر کی حیثیت سے حمد اللہ کی صفات علو و جلال اور کمال کی طرف راجع ہے کیونکہ اوصاف کمال کو مکمل حیثیت سے ذکر کرنا ہی حمد ہے۔(3)

پس حامدین و ذاکرین کا وجود اس کی مباینت پر دلیل ہے اور اس کی صفت علو ہی اس کو زیبا ہے کہ زمین آسمان وما فیہا اس کی حمد و ثناء کریں بلکہ ان کے عقیدے کے مطابق نہ ثناء رہتی نہ حمد بلکہ توہین و تحقیر عزشأنہ۔

الحی: خود اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت اور مخلوق کی صفت حیات میں یہ فرق کیا ہے کہ:

﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱلْحَيِّ ٱلَّذِى لَا يَمُوتُ ... ﴾ (الفرقان: ۵۸) اور زندہ پر توکل کر جسے موت نہیں ہے۔

ثابت ہوا کہ ایک اور حی بھی ہے جو لا یموت نہیں بلکہ مرے گا چنانچہ فرمایا کہ:

﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ﴿٣٠﴾ ﴾ (الزمر) آپ نے بھی مرنا ہے اور یہ بھی مرنے والے ہیں۔

1- إحکام القرآن لإبن العربی (۲/ ۲۹۸).

2- التحفة للشوکانی (۶۷).

3- المقصد للغزالی (۸۳).



قال البیهقی فی الإعتقاد: "هو الذی لم یزل موجودا، وبالحیاۃ موصوفا".[1]

امام بیہقی "الإعتقاد" میں کہتے ہیں: وہ ہمیشہ سے موجود اور زندہ ہے۔

قال الغزالی فی المقصد: فالحی الکامل المطلق هو الذی یندرج جمیع المدرکات تحت إدراکه وجمیع الموجودات تحت فعله حتی لایشذ عن علمه مدرك ولا عن فعله مفعول وکل ذلك الله تعالیٰ فهو الحی المطلق وکل حی سواه فحیاته بقدر إدراکه وفعله وکل ذلك محصول فی فعله ثم الأحیاء یتفاوتون فمراتبهم بقدر تفاوتهم کما سبقت الإشارة إلیه فی مراتب الملائکة والإنس والبهائم.

امام غزالی "المقصد" میں لکھتے ہیں زندہ مطلق کامل وہ ہے جس کے ادراک میں جمیع مدرکات داخل ہیں اور تمام موجودات اس کے دائرہ کار میں ہیں کوئی مدرک اس کے علم سے باہر نہیں اور کوئی مفعول اس کے فعل سے خارج نہیں۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہی ہے لہٰذا وہی زندہ مطلق ہے، اس کے سوا جو زندہ ہیں وہ محض اپنے ادراک اور فعل کے اعتبار سے زندہ کہلائے پھر احیاء متفاوت ہیں، جتنا ان کے اپنے اندر تفاوت ہے، اتنا ہی ان کے مراتب حیات میں تفاوت ہے جیسا کہ فرشتوں، انسانوں اور جنوں کے مراتب میں اس کا کچھ تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔[2]

الواجد: قال الشوکانی فی التحفة: "الذی یجد کل ما یریده".

امام شوکانی "التحفة" میں کہتے ہیں وہ ذات ہے جو اپنے تمام ارادے پالے۔

وقال البیهقی فی الإعتقاد: هو الغنی الذی لا یفتقر، والوجد الغنی، وقد یکون من الوجود، وهو الذی لا یؤوده طلب، ولا یحول بینه وبین المطلوب هرب، وقد یکون بمعنی العالم.

امام بیہقی "الإعتقاد" میں کہتے ہیں وہ غنی ہے جو کہ محتاج نہیں ہے، الوجد غنی کے معنی میں ہے، کبھی وجود سے ماخوذ ہوتا ہے یعنی وہ جسے کوئی تلاش نہیں تھکاتی، اس کا مطلوب بھاگ نہیں سکتا اور کبھی عالم کے معنی میں ہوتا ہے۔[3]

اور یہ اسم مبارک موجودات کی خبر دیتا ہے۔ اگر مباینت نہیں تو پھر کیسے پاتا ہے۔ اتحاد کی صورت میں تو ہر ایک دوسرے کو پا سکتے ہیں۔

الواحد: قال فی تحفة الأحوذی: "أَيْ الْفَرْدُ الَّذِي لَمْ يَزَلْ وَحْدَهُ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ آخَرُ".

"تحفة الأحوذي" میں ہے، اکیلا جو ہمیشہ سے واحد ہے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہیں۔[4]

یہ جب ہو کہ عرش کے اوپر ہو اور جس معیت کو یہ اتحادیہ ذکر کرتے ہیں اس سے وہ واحد نہیں رہتا ہے۔

---

[1] – الإعتقاد للبیهقی (۱۸).

[2] – المقصد للغزالی (۸٤).

[3] – الإعتقاد للبیهقي (۱۸).

[4] – تحفة الأحوذی (٤/ ۲٦۲).



قال الغزالی فی المقصد: "واللہ واحد بمعنی إنہ یستحیل تقدیر الإنقسام فی ذاتہ".

امام غزالی "المقصد" میں فرماتے ہیں اللہ ایک ہے اس معنی میں کہ اس کی ذات میں تقسیم فرض کرنا محال ہے۔[1]

اور اگر ہر جگہ پر یا ہر چیز میں ہے تو اس سے تقسیم لازم آئے گی کیونکہ اکنہ میں خواہ اشیاء میں حقیقۃ انفصال موجود ہے۔

الصمد: قال البیھقی فی الإعتقاد: "ھو السید الذی یصمد إلیہ فی الأمور، ویقصد فی الحوائج، وقیل: ھو الباقي الذی لا یزول".

امام بیہقی "الإعتقاد" میں لکھتے ہیں: الصمد کا معنی وہ سردار کہ امور اور ضروریات میں جس کی طرف قصد کیا جائے بعض کہتے ہیں باقی کے معنی میں ہے جو ہمیشہ رہے گا۔[2]

دوسرے محتاج اس کی طرف جب ہوں کہ وہ ان سے مباین ہو نہ کہ متحد "وھو الظاھر الذی لاخفاء علیہ مالك الملك "ملک کے وجود اور اس سے مباینت پر دلالت ہے۔

قال الشوکانی فی التحفۃ: "الذی یفعل فی ملکہ ما یرید".

امام شوکانی "التحفۃ" میں کہتے ہیں اپنے ملک میں جو چاہے کرے، مالک الملک ہے۔[3]

قال البیھقي فی الإعتقاد: "ومعناہ أن الملك بیدہ یؤتیہ من یشاء، وقد یکون معناہ مالك الملوك، وقد یکون معناہ وارث الملك یوم لا یدعی الملك مدع، ولا ینازعہ فیہ منازع".[4]

امام بیہقی نے "الإعتقاد" میں کہا اس کا معنی ہے کہ ملک اس کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے کبھی اس کا معنی مالک الملوک ہے اور کبھی وارث ملک جب ملک کا کوئی مدعی نہ ہوگا اور نہ کوئی منازع ہوگا اس وقت وہی مالک ہوگا۔

المغنی: قال الشوکانی فی التحفۃ: "المستغنی عن کل شئ".[5]

شوکانی "التحفۃ" میں کہتے ہیں: ہر چیز سے بے نیاز بے پرواہ۔

وقال فی تحفۃ الأحوذی: "أَيْ الَّذِي يُغْنِي مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ".

"تحفۃ الأحوذي" میں ہے وہ جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہے غنی بنادے۔[6]

---

[1] ۔ المقصد للغزالی (٨٥).

[2] ۔ الإعتقاد للبیھقي (١٨).

[3] ۔ تحفۃ الذاکرین (٦٧).

[4] ۔ الإعتقاد (١٩).

[5] ۔ تحفۃ الذاکرین (٦٧).

[6] ۔ تحفۃ الأحوذی (٤/ ٢٦٢).



اتحاد واختلاط استغناء کو منافی ہے اور جب کوئی دوسرا موجود ہی نہیں تو کس کو بے پرواہ کرتا ہے اور کس کو محتاج؟

النور: یہ اسم مبارک بتاتا ہے کہ اگر بقول ان کے اللہ یہاں زمین پر ہوتا تو نہ رات نظر آتی نہ اندھیرا۔

البديع: قال البيهقى فى الأسماء والصفات نقلا عن الحليمي: إنه المبدع وهو محدث ما لم يكن مثله قط ، قال الله عز وجل : ﴿ بَدِيعُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ﴾ أي مبدعهما والمبدع من له إبداع فلما ثبت وجود الإبداع من الله جل وعز لعامة الجواهر والإعراض ، استحق أن يسمى بديعا و مبدعا.

امام بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں حلیمی سے نقل کیا کہ بدیع بمعنی مبدع ہے یعنی ایسا بنانے والا جس کی پہلے کوئی مثال نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آسمانوں اور زمین کو لا علی مثال بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ جواہر واعراض کو ایجاد کیا ہے اس لئے وہ بدیع اور مبدع ہے۔(۱)

موجودات کو تسلیم کئے بغیر اس نام پر ایمان نہیں رہتا ہے اور ان کا ایجاد وابداع اللہ کو ان کے وجد میں آنے سے پہلے بغیر کسی حلول واتحاد کے ثابت کرتا ہے۔

الباقی الوارث: دونوں اسم مبارک خبر دیتے ہیں کہ ماسوی بالآخر فنا ہوں گے اور سب کا وارث اللہ ہے اگر مباینت نہیں تو میراث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

الصبور: قال الشوكاني فى التحفة:"الذى لا يعجل بالمؤاخذة لمن عصاه". وهكذا فى بقية الكتب.

امام شوکانی "التحفة" میں لکھتے ہیں نافرمان کے مواخذہ میں جلدی نہ کرنے والا۔(۲) بقیہ کتب میں اسی طرح ہے۔

جب خارج میں کوئی دوسرا وجود ہی نہیں تو پھر کون نافرمان ہے اور کس کو عذاب یا عذاب سے مہلت دیتا ہے؟

الحاصل : اللہ تعالیٰ کے ننانوے مقدس اسماء نے بھی اس کی توحید کو اچھی طرح واضح کیا ہے بلکہ ایک ایک نام مستقل دلیل ہے ان کے علاوہ اور اسماء مبارکہ ہیں جو "الأسماء والصفات للبيهقي"، "احكام القرآن لا بن العربي" اور "المحلي لا بن حزم" وغیرھا، کتب میں مذکور ہیں۔ سب سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اللہ سب سے اوپر ومباین ہے نہ کسی میں داخل ہے نہ کسی سے متحد ہے اور حلولیہ کا عقیدہ کتاب، سنت، اجماع، عقل اور فطرت کے خلاف ہے۔ علماء حنفیہ کے مایہ ناز شیخ عبدالحق دہلوی مصنف تفسیر حقانی اپنے رسالہ عقائد الاسلام (۳) میں تصریح کرتے ہیں کہ:"اور متحد بھی اس کے ساتھ کوئی نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اگر کوئی ہوگا تو مخلوق میں سے ہوگا اور مخلوق اور خالق کا ایک ہونا صریح البطلان ہے، پس بعض نادانوں کا یہ قول کہ انسان، حجر و شجر جو کچھ ہے سب وہی ہے، صریح کفر ہے اور کوئی کہے کہ وحدت الوجود سے خالق و مخلوق کا ایک ہونا ثابت ہوتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ

۱- الأسماء والصفات (١٧). طبع الهند

۲- تحفة الذاكرين (١٦٧).

۳- عقائد االإسلام للحقانى (٣٢, ٣٣).



صاف کفر ہے خواہ کسی کا مذہب ہو اور کوئی اس کا قائل ہو پس وہ جو کم عقل لوگ کہتے ہیں کہ کائنات بالخصوص بندہ کامل ولی اس کی ذات میں اس طرح مل جاتا ہے جیسا برف پانی میں یا قطرہ دریا میں۔ اولیاء اللہ اور اللہ ایک ہی ہیں کیونکہ وہ ان کی ذات میں حلول کرتا ہے اور ان کے اندر سما جاتا ہے سو یہ بالکل غلط اور صاف کفر ہے"۔

اور ان کے بڑے پیر علامہ شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ "غنية الطالبين" طبع ہند مترجم میں فرماتے ہیں کہ: وهو بجهة العلو مستو على العرش محتو على الملك محيط علمه بالأشياء ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ ٱلْكَلِمُ ٱلطَّيِّبُ وَٱلْعَمَلُ ٱلصَّـٰلِحُ يَرْفَعُهُۥ...﴾ (فاطر) ﴿يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ إِلَى ٱلْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِى يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُۥٓ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝٥﴾ (السجدة). [1]

وہ جہت علو میں مستوی عرش ہے ملک پر حاوی ہے اور اس کا علم سب اشیاء کو محیط ہے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا): اسی کی طرف پاک کلمے چڑھتے ہیں اور عمل صالح اس کو اٹھاتا ہے، امر کی آسمان سے زمین تک تدبیر کرتا ہے پھر وہ امر اسی کی طرف ایک ایسے دن میں چڑھتا ہے جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ہزار سال ہے۔

بلکہ دراصل یہ نصاریٰ کے عقیدے کے موافق ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح" کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ "التثليث فى التوحيد" یا "التوحيد فى التثليث" کے قائل ہیں لیکن یہ ان سے بھی بڑھ گئے۔

وقد قال عبدالله بن المبارك، يقول: «إنا نستجيز أن نحكي كلام اليهود والنصارى ولا نستجيز أن نحكي كلام الجهمية» أخرجه عبد الله بن أحمد فى السنة.

امام ابن المبارک فرماتے: ہم یہود و نصاریٰ کا کلام نقل کرنا جائز سمجھتے ہیں مگر جہمیۃ کا کلام نقل کرنا جائز نہیں جانتے، عبد اللہ بن احمد نے اسے "السنة" میں روایت کیا۔ [2]

وفى رواية: لأن أحكي كلام اليهود والنصارى أحب إلي من أن كلام الجهمية» أخرجه أبو سعيد الدارمى فى الرد على الجهمية, والرد على المريسى.

ایک روایت میں ہے، میں یہود کا کلام حکایت کروں جہمیہ کے کلام نقل کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے، ابو سعید دارمی نے "الرد على الجهميه" اور "الرد على المريسى" میں روایت کیا۔ [3]

قال شيخ الإسلام ابن تيمية فى رسالته: "حقيقة مذهب الإتحاديين", "واعلم أن هذه المقالات لا أعرفها لأحد من أمته قبل هؤلاء على هذا الوجه ولكن رأيت فى بعض كتب الفلسفة المنقولة عن أرسطو أنه

---

[1] – غنية الطالبين (١٤٥).

[2] – السنة لإبن أحمد (٧).

[3] – الرد على الجهمية (٩), الرد على المريسى (٤).



حکی عن بعض الفلاسفة قوله أن الوجود واحد ورد ذلك وحسبك بمذهب لایرضاه متكلمة الصابئين وإنما حدثت هذه المقالات بحدوث دولة التتارو إنما كان الكفر الحلول العام أو الإتحاد أو الحلول الخاص وذلك لأن القسمة رباعية لأن من جعل الرب هو العبد حقيقة فأما إن يقول حلول فيه أو إتحادبه و على التقديرين فأما أن يجعل ذلك مختصا ببعض الخلق كالمسيح أو يجعله عاما لجميع الخلق فهذه أربعة أقسام.

الأول: هو الحلول الخاص وهو قول النسطورية من النصارى ونحوهم ممن يقول أن اللاهوت حل فی الناسوت و تدرع به كحلول الماء فی الإناء وهؤلاء حققوا كفر النصارى بسبب مخالطتهم للمسلمين وكان أولهم فی زمن المامون وهذا قول من وافق هؤلاء النصارى من غالية هذه الأمة كغالية الرافضة الذين يقولون أنه حل بعلي إبن أبی طالب وائمة أهل بيته وغالية النساك الذين يقولون بالحلول فی الأولياء ومن يعتقدون فيه الولاية أوفی بعضهم كالحلاج ويونس والحاكم ونحو هؤلاء. ([1])

شیخ الاسلام امام إبن تیمیہ اپنے رسالے "حقيقة مذهب الإتحاديين" میں فرماتے ہیں: ان لوگوں سے پہلے اس طرح کے مقالات کسی قوم میں، میں نے نہیں پائے البتہ بعض کتب فلسفہ میں جو ارسطو سے منقول ہیں، میں نے دیکھا کہ ارسطو نے بعض فلاسفہ کا یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ وجود ایک ہے اور پھر اس کی تردید کی۔ یہ ایک ایسا مذہب ہے جسے صابی متکلمین نے بھی پسند نہیں کیا۔ یہ مقالات تاتاریوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد پیدا ہوئے، حلول عام ہو یا اتحاد یا حلول خاص سب کفر ہیں، اس بارے میں چار قسمیں ہی بن سکتی ہیں جو کہتا ہے کہ بندہ حقیقةً رب ہی ہے یا تو اس میں رب کے حلول کا قائل ہوگا یا اتحاد کا اور دونوں تقدیر پر یا کسی مخصوص سے اس کو مختص کرے گا یا سب مخلوق میں حلول یا اتحاد کا کہے گا۔ یہ چار اقسام ہوئیں پہلا قسم حلول خاص نصاریٰ میں۔ نسطوریہ اور ان کے ہم خیال لوگوں کا یہی نظریہ ہے، کہتے ہیں لاہوت ناسوت میں حلول کر چکا ہے اور اس کو لباس بنالیا ہے جیسا کہ پانی برتن میں حلول کرتا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ نصاریٰ کے اختلاط سے یہ کفریہ نظریہ ان لوگوں میں آگیا ہے اور سب سے پہلے مامون کے دور میں اس کا ظہور ہوا اس امت کے بعض غالی فرقے بھی نصاریٰ کی موافقت کرتے ہیں جیسا کہ غالی رافضی جن کا عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور ائمہ اہل بیت میں حلول کر چکا ہے اور جیسا کہ غالی عبادت گزار (صوفیا کا ایک طبقہ) جو کہ اولیاء میں حلول رب کے قائل ہیں جیسا کہ حلاج، یونس اور حاکم اور اسی طرح کے دوسرے لوگ۔

والثاني: هو الإتحاد الخاص وهو قول يعقوبية النصارى وهم أخبث قولا وهم السودان و القبط ويقولون أن اللأهوت والناسوت إختلطا وامتزجا كاختلاط اللبن بالماء وهو قول من وافق هؤلاء من غالية المنتسبين إلى الإسلام.

---

[1] خقيقة مذهب الإتحاديين (۸۰ إلى ۸۲).



دوسری قسم اتحاد خاص یہ نصاریٰ میں یعقوبیہ فرقہ کا قول ہے ان کی بات زیادہ بری ہے، سوڈانیوں اور قبطیوں کا یہی نظریہ ہے کہتے ہیں، لاہوت اور ناسوت دونوں باہم مل گئے ہیں اور مختلط ہو گئے جیسا کہ دودھ پانی کے ساتھ مل جاتا ہے اور یہی قول ہے، ان غالی لوگوں کا جو اسلامی نسبت رکھتے ہیں اور نصاریٰ کے نظریہ کی موافقت کر رہے ہیں۔

والثالث: هو الحلول العام وهو القول الذى ذكره أئمة أهل السنة والحديث عن طائفة من الجهمية المتقدمين وهو قول غالب متعبدة الجهمية الذين يقولون أن الله بذاته فى كل مكان ويتمسكون بمتشابه القرآن كقوله ﴿ وَهُوَ ٱللَّهُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَفِي ٱلْأَرْضِ ﴾ (الأنعام: ٣) وقوله ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ (الحديد) والرد على هولاء كثير مشهور فى كلام أئمة السنة وأهل المعرفة وعلماء الحديث. ([1])

تیسری قسم، حلول عام اور یہ وہ قول ہے جس کا تذکرہ ائمہ اہل سنت و حدیث نے جہمیہ متقدمین سے کیا ہے۔ اکثر عباد جہمیہ کا قول یہی ہے، کہتے ہیں: اللہ بذاتہ ہر مکان میں ہے اور وہ قرآن کی متشابہ آیات سے استدلال کرتے ہین جیسا کہ: اور وہ آسمانوں اور زمین میں اللہ ہے اور فرمایا وہ تمہارے ساتھ ہے۔ ائمہ اہل سنت، اہل معرفت اور علماء حدیث نے ان کی خوب خوب تردید کی ہے۔

والرابع: الإتحاد العام وهو قول هٰؤلاء الملاحدة الذين يزعمون أنه عين وجود الكائنات وهٰؤلاء اكفر من اليهود والنصارى من وجهين من جهته أن أولئك قالوا إن الرب يتحد بعبده الذى قربه واصطفاه بعد إن لم يكونا متحدين وهٰؤلاء يقولون ما زال الرب هو العبد وغيره من المخلوقات ليس هو غيره والثانى من جهة أن أولئك خصوا ذلك بمن عظموه كالمسيح وهٰؤلاء جعلوا ذلك ساريا فى الكلاب و الخنازيرو القذرو الأوساخ وإذا كان الله تعالىٰ قال: ﴿ لَقَدْ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ ...﴾ الآية. فكيف بمن قال إن الله هو الكفار والمنافقون والصبيان والمجانين والأنجاس والأنتان وكل شئ؟ وإذا كان الله قدرد قول اليهود والنصارى لما قالوا: ﴿ نَحْنُ أَبْنَٰٓؤُاْ ٱللَّهِ وَأَحِبَّٰٓؤُهُۥ ...﴾ وقال لهم: ﴿قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُم ۖ بَلْ أَنتُم بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ...﴾ الآية. فكيف بمن يزعم أن اليهود والنصارى هم أعيان وجود الرب الخالق ليسوا غيره ولا سواه؟ ولا يتصور إلا أن يعذب الانفسه؟ وإن كل ناطق فى الكون فهو عين السامع كما فى قولهﷺ: " إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لأُمَّتِي عمَا حَدَّثَتْ بِهِا أَنْفُسَهَا"([2]) وان الناكح عين المنكوح... واعلم أن هٰؤلاء لما كان كفرهم فى قولهم إن الله هو مخلوقاته كلها أعظم من كفر النصارى بقولهم ﴿إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ ﴾ فكان النصارى ضلال أكثرهم لايعقلون مذهبهم فى التوحيد إذ هو شئ متخيل لايعلم ولايعقل حيث يجعلون الرب جوهر واحدا ثم يجعلونه ثلاثة جواهر ويتأولون ذلك بتعدد الخواص والأشخاص التى هى أقانيم والخواص عندهم ليست جواهر فيتناقضون مع كفرهم كذلك كفر هٰؤلاء الملاحدة الإتحادية ضلال أكثرهم لايعقلون قول رؤسهم

---

[1] – حقيقة مذهب الإتحاديين (٨٠ إلى ٨٢).

[2] –صحيح البخاري ,كِتَاب الطَّلَاقِ, بَاب الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ..., حديث رقم (٤٨٦٤).



ولا یفقهونه وهم فی ذلك كالنصاری كلما كان الشيخ أحمق وأجهل كان بالله أعرف وعندهم أعظم ولهم حظ من عبادة الرب الذی كفروا به كما لنصاری هذا مادام أحدهم فی الحجاب فإذا أرتفع عن قلبه وعرف أنه هو فهو بالخيار بين أن يسقط عن نفسه الأمر والنهی ويبقى سدی يفعل ما أحب وبين أن يقوم بمرتبة الأمر والنهی لحفظ المراتب وليقتدی به الناس المحجوبون وهم غالب الخلق ويزعمون أن الأنبياء كانوا كذلك إذ عدوهم من الكاملين".

چوتھی قسم اتحاد عام، یہ ملحدوں کا عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ عین وجودِ کائنات ہے یہ لوگ کفر میں یہود ونصاریٰ سے بدرجہ بدتر ہیں۔ ایک یہ کہ یہود و نصاریٰ نے رب تعالیٰ کا اتحاد اس کے کسی مقرب اور مصطفیٰ بندے کے ساتھ ثابت کیا اور ان لوگوں کے ہاں رب تعالیٰ اور مخلوقات ایک ہی ہیں غیر ہے ہی نہیں۔ دوسرا اس لئے کہ پہلے لوگوں نے ان کے ساتھ اتحاد مختص کیا جن کی تعظیم کرتے تھے اور ان لوگوں نے تو کتوں اور خنزیروں کے ساتھ اور گندگی اور غلاظت کے ساتھ اتحاد جاری و ساری مانا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں اللہ مسیح بن مریم ہے۔ تو وہ لوگ کیوں کافر نہ ہوں گے جو کہتے ہیں اللہ کفار، منافقین، بچے مجانین، پلیدیاں اور گندگی اور ہر شی ہے؟ یہود و نصاریٰ کے اس قول کو اللہ نے رد فرمایا ہے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، اس کی تردید میں فرمایا: اگر ایسا ہی ہے تو وہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے بلکہ تم اللہ کی مخلوق ہو اور انسان ہو۔ وہ لوگ کیوں اس کی زد میں نہ آئیں گے جو کہتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ یہ بھی رب خالق کے وجود کا عین ہیں، غیر نہیں ہیں۔ پھر تو وہ خود کو ہی عذاب دے گا اور کائنات میں ہر بولنے والا وہ عین سامع ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کے فرمان میں ہے: اللہ تعالیٰ نے میری امت سے معاف کر دیا جو ان کے دل سوچتے ہیں اور پھر ناکح عین منکوح ہوا۔ جاننا چاہئے ان کا یہ کہنا کہ کل مخلوقات ہی اللہ ہے نصاریٰ کے اس کفریہ کلمہ سے بڑا کفر ہے کہ اللہ وہ مسیح بن مریم ہے اکثر نصاریٰ کی گمراہی یہ تھی کہ وہ توحید کے بارے میں اپنے مذہب کو نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہ ایک خیالی چیز ہے علم و عقل سے دور وہ رب کو ایک جوہر مانتے ہیں پھر اس کو تین تصور کرتے ہیں اور اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ خواص و اشخاص یعنی اقانیم متعدد ہیں اور ان کے ہاں خواص جوہر نہیں ہیں۔ کفر کے ساتھ ساتھ ان کے کلام میں اتناقض بھی ہوا ہے۔ اسی طرح اتحادیہ ملحدوں کے اکثر کی گمراہی کہ وہ اپنے بڑوں کی بات نہیں سمجھتے اور اس میں وہ بھی نصاریٰ کی طرح ہیں ان کے نزدیک جتنا ہی شیخ احمق اور اجہل ہو وہ اللہ کا زیادہ معرفت حاصل کرنے والا اور بڑا ہے اور اس کے لئے رب کی عبادت میں سے حصہ ہے جیسا کہ نصاریٰ کا نظریہ یہ ان کے شیخ کے حجاب میں رہنے تک ہے جب دل سے حجاب اٹھ جاتا ہے اور خود کو وہی جانتا ہے تو اس کو اختیار ہے چاہے تو خود سے اوامر نواہی کو ساقط کردے اور بے کار رہے جو چاہے کرلے یا حفظ مراتب کیلئے امر و نہی کے مرتبہ میں کھڑا ہو جائے تاکہ محبوب لوگ اس کی اقتدا کریں اور اکثر لوگ ایسے ہی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ انبیاء ایسے ہی تھے کیونکہ ان کو کاملین میں سے شمار کرتے ہیں۔(۱)

۱- المصدر السابق



اور اہل حدیث کا اعتقاد بحمد للہ صحیح اور سالم ہے نہ اس میں تعطیل ہے نہ تشبیہ وہ اللہ کیلئے ان صفات کو ثابت کرتے ہیں جن کو اس نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول ﷺ کی زبانی اپنے لئے ثابت کیا ہے جس کی نفی کی ہے اس کی نفی کرتے ہیں اور اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو سب سے عالی سب سے مباین اور سب پر قاہر ہے۔ آسمانوں کے اوپر عرش کے اوپر ہے، جس کے بہترین نام اور مقدس صفات ہیں۔ اسی کے قبضہ میں آسمان وزمین کی بادشاہت ہے اور وہی جزاء وسزا کا مالک ہے اسی سے مغفرت ورحمت کی امید رکھتے اور اسی کے عذاب وقہر سے ڈرتے ہیں اسی کے آگے التجا وتضرع کرتے۔ اسی کیلئے رکوع سجدہ کرتے ہیں اور اسی کے احکام کو اپنے اوپر واجب الاطاعت جانتے اور محمد ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو اسی کے رسول جانتے ہیں نہ وہ کہ جو ہر ایک کے ساتھ ہو خواہ اچھی جگہ پر ہو خواہ بری پر، گناہ کرے، خواہ نیکی۔ جس کی شریعت ہے نہ قانون، جس کا پتہ نہیں خالق ہے یا مخلوق، مالک ہے یا مملوک، عابد ہے یا معبود، سائل ہے یا مجیب، موجود ہے یا معدوم؟ یا ہے، یا ہے ہی نہیں اور بحمد اللہ اہلحدیث کا عقیدہ مدلل ومبرہن ہے، قرآن ان کے ساتھ، حدیث ان کے ساتھ، اجماع امت ان کے ساتھ، عقل وفطرت ان کے ساتھ، معقول، منقول، فہم، فراست، ذوق اور وجدان ہر لحاظ سے ان کا مسلک قوی، مضبوط اور جمیع شہادت ولغویات سے پاک وصاف ہے جبھی تو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "نقض المنطق" میں ان کا اعتقاد یوں بیان کیا ہے۔

"قال: فمذهب السلف رضوان الله عليهم إثبات الصفات وإجراء ها على ظاهرها و نفى الكيفية عنها لأن الكلام فى الصفات فرع عن الكلام فى الذات وإثبات الذات إثبات وجود لا إثبات كيفية فكذلك إثبات الصفات وعلى هذا مضى السلف كلهم".

سلف رضوان اللہ علیہم اثبات صفات کا مذہب رکھتے ہیں اور ان کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔ کیفیت کی نفی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ صفات میں کلام کرنا۔ ذات پر کلام کرنے کی فرع ہے، اثبات ذات میں اس کے وجود کا اثبات ہے، کیفیت کا اثبات نہیں۔ اسی طرح اثبات صفات ہے۔ (یعنی بلا کیفیت تسلیم کی جائیں) علماء سلف کا یہی مذہب ہے۔ (1)

ثم قال: "من المعلوم أن أهل الحديث يشاركون كل طائفة فيما ينتحلون به من صفات الكمال ويمتازون عنهم بما ليس عندهم فإن المنازع لهم لابد أن يذكر فيما يخالفهم فيه طريقا أخرى مثل المعقول والقياس والرأى والكلام والنظر والإستدلال والمحاجة والمجادلة والمكاشفة والمخاطبة والوجد والذوق ونحوذلك وكل هذه الطرق لأهل الحديث صفوتها وخلاصها فهم أكمل الناس عقلا وأعدلهم قياسا وأصوبهم رأيا وأسدهم كلاما وأصحهم نظر أو إهداهم إستدلالا وأقواهم جدلا وأتمهم فراسة وأصدقهم الهاما واحدهم بصرا ومكاشفة وأصوبهم سمعا ومخاطبة وأعظمهم واحسنهم وجدا وذوقا وهذا للمسلمين بالنسبة إلى سائر الأمم ولأهل السنة والحديث بالنسبة إلى سائر الملل".

1- نقض المنطق (٦).

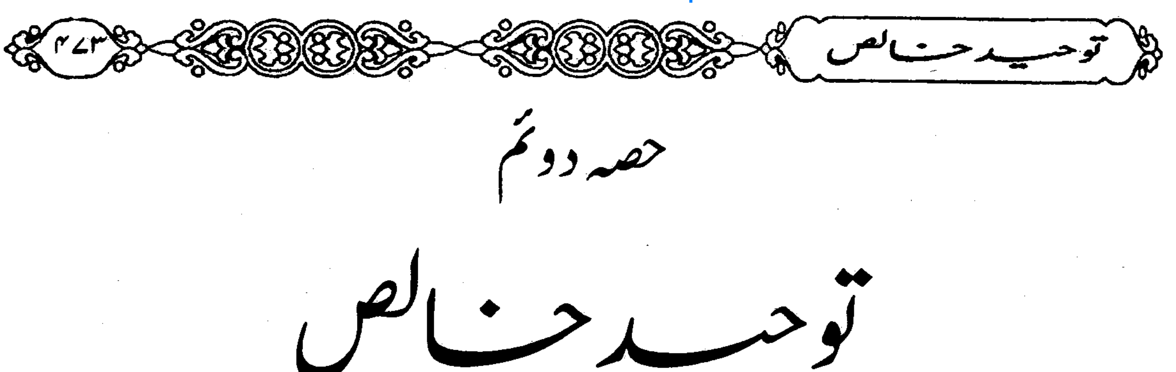


پھر کہا یہ بات معلوم ہے کہ اہلحدیث میں وہ تمام صفات کمال موجود ہیں جن سے دوسرے گروہ نسبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور مزید کچھ صفتیں ان میں ایسی موجود ہیں جو دوسروں کے ہاں نہیں ہیں۔ دیکھئے اہلحدیث سے نزاع کرنے والا اپنے اختلافی نظریہ میں معقول یا قیاس یا رائے کلام و نظر اور استدلال محاجۃ اور مجادلہ، مکاشفہ اور مخاطبہ، وجد یا ذوق وغیرہ ذکر کرے گا۔ اہلحدیث ان طریقوں میں خالص ترین کو اپنائے ہوئے ہیں لہٰذا یہی تمام لوگوں میں عقل کے لحاظ سے اکمل ہیں قیاس میں اعدل، رائے میں صائب کلام میں درست نظر و فکر میں صحیح ترین، استدلال میں راہ یافتہ، جدل میں اقوی، فراست میں اتم، مکاشفات قلبی میں سچے، بصیرت میں تیز سمع اور مخاطبت میں صائب وجد و ذوق میں احسن و اعظم اور یہ خوبیاں دوسری اقوام کی نسبت سے مسلمانوں کو سب سے زیادہ حاصل ہیں اور مسلمانوں میں اہلسنت واہلحدیث کو حاصل ہیں۔ ([1])

واللہ أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب.

---

[1]– المصدر السابق



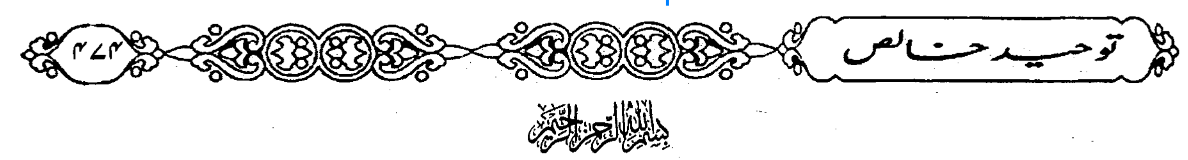
حصہ دوئم

توحیدِ خالص

دعا کا صحیح طریقہ

اور

مسئلہ توسل



بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب کا پہلا حصہ استفتاء کے پہلے سوال کے جواب پر مشتمل تھا جو عقیدۂ توحید پر مبنی تھا۔ اب ہم مستفتی کے دوسرے سوال کا جواب شروع کرتے ہیں جو دعاء کے بارے میں ہے۔ اگرچہ یہ سوال ہم کتاب کے شروع میں نقل کر آئے ہیں لیکن قارئین کرام کی سہولت کیلئے ہم اس سوال کو دوبارہ اس جگہ نقل کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں۔

سوال نمبر۲: علماء کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ ازراہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں دلائل و براہین کے ساتھ دعا مانگنے کے مندرجہ ذیل چار معروف طریقوں میں سے درست اور جائز طریقوں کی تصدیق اور نشاندہی فرما کر مرہون احسان فرما دیں اور اگر ان کے علاوہ دعا کا کوئی دیگر طریقہ ہو تو اس سے بھی مطلع فرما دیں۔ ناجائز طریقے کے بارے میں صاف صاف فیصلہ کن ارشاد فرمایا جائے۔

بنی نوع انسان میں سے ہر ایک کے ساتھ پوری حیاتِ مستعار میں خوشی و غم، دکھ سکھ اور عُسر و یُسر ساتھ ساتھ لگا ہوا ہے۔ انسان جس وقت بھی کسی قسم کی تکلیف، مصیبت یا دکھ درد میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی دلی خواہش اور آرزو ہوتی ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرے اور جس طرح بھی ہو اس کی محرومی دور ہو جائے، اپنی ہر کوشش کے علاوہ اس وقت وہ اپنے خالق و مالک کو بھی یاد کرتا ہے اور گڑگڑا کر اسے پکارنے لگتا ہے، دعا مانگنے کے چار معلوم و معروف طریقے یہ ہیں:

① علماء کرام کا ایک طبقہ یوں فرماتا ہے کہ اس ساری کائنات میں صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے جو براہ راست جملہ مخلوقات کی فریاد و پکار سنتا ہے اور ان کے رنج و غم دور کرتا ہے اور دکھ درد کا مداوا کرتا ہے لہٰذا صرف اسی اکیلے کو ہی صدق دل سے پکارو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔

② بعض حضرات کا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما بزرگ بھی ہماری فریادیں سنتے اور ہماری مشکلات حل کرتے ہیں اور ان کی توجہ اور نظر کرم سے بھی ہمارے دکھ درد اور رنج و الم دور ہو سکتے ہیں۔

③ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ ہمیں براہ راست اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارنا چاہیئے بلکہ دعا مانگنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اللہ تو اپنے حبیب کریم علیہ السلام یا فلاں نبی و ولی کے وسیلے سے ہماری دعا قبول فرماتا ہے اور ان کے طفیل ہمارے دکھ درد دور فرما۔

④ بعض صاحبان فرماتے ہیں کہ دعا یوں مانگنی چاہیئے کہ اے بزرگان عظام و اولیاء کرام آپ اللہ کے پیارے ہیں، آپ اللہ سے ہماری سفارش فرما کر ہماری مراد پوری کرا دیجئے اور ہماری مشکلیں حل کرا دیجئے کیونکہ وہ آپ کی سنتا اور مانتا ہے۔ بینوا وتوجروا

جواب: وباللہ التوفیق۔ دعا کا صحیح طریقہ پہلا ہے، باقی طریقے غلط اور نقلاً خواہ عقلاً فاسد و باطل ہیں اس لئے کہ جتنے انبیاء علیہم السلام اللہ کی طرف سے دنیا میں آئے سب نے اسی طرح دعا مانگی اور سکھائی۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام جن میں سے بعض کا اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ذکر فرمایا ہے بعض کا نہیں۔ ﴿... مِنۡهُم مَّن قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُم مَّن لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ...﴾ (غافر: ۷۸)

ان میں بعض وہ ہیں جن کا ہم نے آپ پر بیان کیا ہے اور ایسے بھی ہیں جن کا بیان ہم نے آپ پر نہیں کیا ہے۔

اور کئی انبیاء علیہم السلام کی دعائیں مذکور ہیں سب نے اسی طرح دعا مانگی۔ تفصیل وار ملاحظہ ہوں۔



فرشتوں کی دعائیں

۱۔﴿ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٣٢﴾ ﴾ (البقرة)

(فرشتوں نے) کہا: تو پاک ہے اس کے سوا جو آپ نے ہمیں سکھایا کوئی علم نہیں بیشک تو ہی علم والا اور حکمت والا ہے۔

۲۔﴿ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدتَّهُمْ وَمَن صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٨﴾ ﴾ (غافر)

جو عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور ان کے ارد گرد والے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تنزیہ کرتے ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں اور ایمان داروں کیلئے استغفار کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت و علم ہر چیز پر وسیع ہے ان لوگوں کو بخش جو رجوع کر لیں اور تیری راہ پر چلیں اور انہیں عذاب جہنم سے بچا، اور رہائش کے باغوں میں انہیں داخل کر جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے آباء، بیویوں اور اولادوں میں جو نیک ہوں (ان کو بخش) یقیناً آپ ہی زبردست حکمت والے ہیں اور انہیں برائیوں سے بچا اور جس کو آپ نے برائیوں سے بچا لیا اس پر آپ کا رحم ہو گیا، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

کسی کے وسیلہ یا واسطہ سے دعا نہیں مانگی حالانکہ فرشتوں میں بھی درجات ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی دعائیں

آدم علیہ السلام:

﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٢٣﴾ ﴾ (الأعراف)

دونوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم نے خود پر ظلم کیا ہے اگر آپ نے نہ بخشا اور رحم نہ کیا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے۔

مع قوله تعالیٰ: ﴿ فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿٣٧﴾ ﴾ (البقرة)

آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کئے اللہ نے اس پر رجوع کیا، یقیناً وہی رجوع کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

اور جو روایت ذکر کی جاتی ہے کہ آدم علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگی تھی، وہ ثابت نہیں ہے اس کا بیان اپنی جگہ پر آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

نوح علیہ السلام:

۱۔﴿ وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ﴿٤٥﴾ ﴾ (هود)

نوح نے اپنے رب کو پکارا، میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور آپ کا وعدہ سچا ہے اور آپ ہی احکم الحاکمین ہیں۔

۲۔﴿ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٤٧﴾ ﴾ (هود)

کہا اے پروردگار میں تیری پناہ لیتا ہوں کہ اس بات سے کہ آپ سے سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں اگر آپ نے مجھے نہ بخشا اور نہ رحم کیا میں خسارہ پانے والوں میں ہو جاؤں گا۔

۳۔ ﴿ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٢٦﴾ ﴾ (المؤمنون)

کہا اے میرے پروردگار انہوں نے میری تکذیب کی ہے لہٰذا میری مدد فرما۔

۴۔ ﴿ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنتَ وَمَن مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾ وَقُل رَّبِّ أَنزِلْنِي مُنزَلًا مُّبَارَكًا وَأَنتَ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴿٢٩﴾ ﴾ (المؤمنون)

جب تو اور تیرے ساتھ والے کشتی پر بیٹھ جاؤ تو کہنا سب حمد اللہ کیلئے ہے جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی۔ اے میرے پروردگار مجھے برکت والی منزل میں اتار اور آپ اچھے اتارنے والے ہیں۔

۵۔ ﴿ قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَن مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ ﴾ (الشعراء)

کہا اے میرے پروردگار میری قوم نے میری تکذیب کی ہے پس میرے اور ان کے درمیان فتح عطا فرما (مجھے اور میرے ساتھ مؤمنین کو کامیابی عطا فرما)۔

۶۔﴿ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ ﴿١٠﴾ ﴾ (القمر) پس اس نے اپنے رب کو پکارا میں مغلوب ہوں میری مدد فرما۔

۷۔ ﴿ قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿٥﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ﴿٦﴾ ﴾ نوح ، إلى آخر الركوع

کہا اے رب میں نے اپنی قوم کو دن رات بلایا ہے میرے بلانے سے یہ دور ہی دور بھاگ رہے ہیں۔

۸۔ ﴿ قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾ مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَّبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾ ﴾ (نوح)

نوح علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب انہوں نے میری نافرمانی کی اور اس کی اتباع کر رہے جس کے مال و اولاد نے اس کا نقصان ہی کیا ہے اور بڑی بڑی تدبیریں کر رہے ہیں اور کہتے ہیں اپنے خداؤں کو نہ چھوڑو اور ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو نہ چھوڑو، انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اے اللہ ان ظالموں کو گمراہی میں بڑھا، یہ لوگ بہ سبب اپنی گمراہی کے غرق کیے گئے اور جہنم میں ڈالے گئے۔ پس انہوں نے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ پایا، اور نوح علیہ السلام نے کہا اے رب زمین پر کافروں کا ایک گھر بھی نہ چھوڑ اگر

آپ نے ان کو چھوڑ دیا یہ آپ کے بندوں کو گمراہ کریں گے اور فاجر کافر ہی ان کے گھر پیدا ہوں گے۔ اے میرے رب مجھے اور میرے والدین کو اور جو میرے گھر میں ایمان کی حالت میں داخل ہو اور مومن مردوں اور عورتوں کو بخش اور ظالموں کو تباہی میں اور زیادہ کر۔

سیدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام:

۱۔﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّ ٱجْعَلْ هَـٰذَا بَلَدًا ءَامِنًا وَٱرْزُقْ أَهْلَهُۥ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ مَنْ ءَامَنَ مِنْهُم بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۖ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُۥ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُۥٓ إِلَىٰ عَذَابِ ٱلنَّارِ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴿١٢٦﴾ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَٰهِـۧمُ ٱلْقَوَاعِدَ مِنَ ٱلْبَيْتِ وَإِسْمَـٰعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿١٢٧﴾ رَبَّنَا وَٱجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾ رَبَّنَا وَٱبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ ﴾ (البقرة)

اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنا اور اس کے اہل میں سے جو آپ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں ان کو پھلوں کا رزق دے، اللہ نے فرمایا اور جو کفر کرے گا اس کو بھی تھوڑا فائدہ دوں گا پھر اس کو عذاب جہنم کی طرف بے بس کر کے لے جاؤں گا اور یہ جانے کی بری جگہ ہے اور جب ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کیں، دونوں نے کہا اے ہمارے رب ہم سے قبول کر تو ہی سننے جاننے والا ہے، اے ہمارے پروردگار اور ہمیں اپنا مطیع بنا اور ہماری اولاد میں ایک جماعت اپنی مطیع فرماں بردار بنا اور ہمیں اپنے احکام حج بتا اور ہم پر رجوع فرما آپ ہی رجوع کرنے والے مہربان ہیں، اے پروردگار ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر آپ کی آیات پڑھے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے یقیناً آپ ہی زبردست حکمت والے ہیں۔

۲۔﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّ أَرِنِى كَيْفَ تُحْىِ ٱلْمَوْتَىٰ ... ﴾ (البقرة)

اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب مجھے دکھا، آپ مردوں کو زندہ کیسے کرتے ہیں؟

۳۔﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ رَبِّ ٱجْعَلْ هَـٰذَا ٱلْبَلَدَ ءَامِنًا وَٱجْنُبْنِى وَبَنِىَّ أَن نَّعْبُدَ ٱلْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِى فَإِنَّهُۥ مِنِّى ۖ وَمَنْ عَصَانِى فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٦﴾ رَّبَّنَآ إِنِّىٓ أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِى بِوَادٍ غَيْرِ ذِى زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ ٱلْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ فَٱجْعَلْ أَفْـِٔدَةً مِّنَ ٱلنَّاسِ تَهْوِىٓ إِلَيْهِمْ وَٱرْزُقْهُم مِّنَ ٱلثَّمَرَٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾ رَبَّنَآ إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِى وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى ٱللَّهِ مِن شَىْءٍ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فِى ٱلسَّمَآءِ ﴿٣٨﴾ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى وَهَبَ لِى عَلَى ٱلْكِبَرِ إِسْمَـٰعِيلَ وَإِسْحَـٰقَ ۚ إِنَّ رَبِّى لَسَمِيعُ ٱلدُّعَآءِ ﴿٣٩﴾ رَبِّ ٱجْعَلْنِى مُقِيمَ ٱلصَّلَوٰةِ وَمِن ذُرِّيَّتِى ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿٤٠﴾ رَبَّنَا ٱغْفِرْ لِى وَلِوَٰلِدَىَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ ٱلْحِسَابُ ﴿٤١﴾ ﴾ (ابراهيم)

اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے رب اس شہر کو امن والا بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے دور کر۔ اے پروردگار انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے جس نے میری اتباع کی وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی بیشک تو بخشنے والا

ہے، اے ہمارے پروردگار میں اپنے بچوں کو ایک وادی میں جو کہ کھیتی باڑی والی نہیں آپ کے باعزت گھر کے پاس سکونت کیلئے چھوڑ رہا ہوں، اے ہمارے مربی تاکہ یہ نماز قائم کریں پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف محبت کرنے والا بنا اور انہیں پھلوں کا رزق دے تاکہ یہ شکر ادا کریں۔ اے ہمارے پروردگار ہم جو پوشیدہ کرتے ہیں یا ظاہر آپ سب جانتے ہیں آپ پر کوئی چیز مخفی نہیں۔ زمین میں نہ آسمان میں سب حمد اللہ ہی کیلئے ہے جس نے بڑھاپے میں مجھے اسمٰعیل و اسحق عطا کیا۔ میرا رب دعا سننے والا ہے اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے۔ اے ہمارے رب اور دعا قبول فرما۔ اے ہمارے پالنہار مجھے میرے والدین اور ایمانداروں کو جس دن حساب ہو گا بخش فرما۔

۴۔ ﴿ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَل لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ﴿٨٤﴾ وَاجْعَلْنِي مِن وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿٨٥﴾ وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ﴿٨٧﴾ ﴾ (الشعراء)

اے میرے رب مجھے حکم دے اور صالحین کے ساتھ لاحق کر اور میرے لئے پچھلوں میں سچی زبان بنا اور مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں بنا۔ میرے باپ کو بخش وہ گمراہوں میں سے ہے اور جس دن اٹھائے جائیں گے مجھے رسوا نہ کرنا۔

۵۔ ﴿ وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٠٠﴾ ﴾ (الصافات)

کہا میں اپنے رب کی طرف جارہا ہوں وہ مجھے راہ دکھائے گا۔ اے میرے رب مجھے نیک فرزند عطا فرما۔

۶۔ ﴿ ...رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿٤﴾ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٥﴾ ﴾

اے ہمارے رب آپ پر ہی ہم توکل کرتے ہیں اور آپ کی طرف انابت کرتے اور آپ کی طرف ہی رجوع ہے، اے ہمارے رب ہمیں کفر کرنے والوں کیلئے آزمائش نہ بنا اور ہمیں بخش اے ہمارے رب یقیناً تو ہی زبردست، حکمت والا ہے۔ (الممتحنة).

یونس علیہ السلام:

﴿ وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٧﴾ ﴾ (الأنبياء)

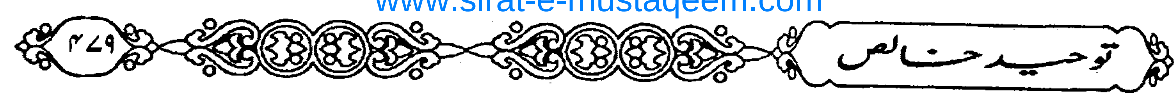
اور مچھلی والے (کا ذکر کر) جب غصہ میں گیا اور گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے پھر اس نے تاریکیوں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں آپ کی تنزیہ کرتا ہوں یقیناً میں ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔

لوط علیہ السلام:

۱۔ ﴿ قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُم مِّنَ الْقَالِينَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾ ﴾ (الشعراء).

کہا میں تمہارے اعمال کو ناپسند کرنے والوں میں سے ہوں، اے میرے رب مجھے اور میرے اہل کو ان کے اعمال سے نجات دے۔

۲۔ ﴿ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ﴿٣٠﴾ ﴾ (العنکبوت). کہا اے پروردگار مفسد قوم پر میری مدد فرما۔



سلیمان علیہ السلام :

۱۔﴿ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ ٱلَّتِيٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَٰلِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَٰلِحًا تَرْضَىٰهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿١٩﴾ ﴾ (النمل)

اس کی بات سے مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور کہا اے میرے رب مجھے مداومت دیجئے کہ میں آپ کی نعمت کا شکر بجالاؤں جو آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہے اور آپ کے پسندیدہ عمل کروں اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں میں داخل فرما۔

۲۔﴿ قَالَ رَبِّ ٱغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنۢبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِيٓ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ ﴾ (ص)

کہا اے رب مجھے بخش اور ایک ایسی سلطنت عطا فرما جو کسی کو میسر نہ ہو۔آپ ہی دینے والے ہیں۔

ایوب علیہ السلام :

۱۔﴿ وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴿٨٣﴾ ﴾ (الأنبياء)

ایوب (کاذکر کر) جب اس نے اپنے رب کو پکارا مجھے تکلیف پہنچی ہے اور آپ ارحم الراحمین ہیں۔

۲۔﴿ وَٱذْكُرْ عَبْدَنَآ أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلشَّيْطَٰنُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ﴿٤١﴾ ﴾ (ص)

ہمارے بندے ایوب کا ذکر کر جب اس نے اپنے رب کو پکارا مجھے شیطان نے دکھ اور عذاب پہنچایا ہے۔

یوسف علیہ السلام :

۱۔﴿ قَالَ رَبِّ ٱلسِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِيٓ إِلَيْهِ ۖ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ ٱلْجَٰهِلِينَ ﴿٣٣﴾ ﴾ (یوسف)

کہا اے رب جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں اس سے جیل بہتر ہے اور اگر آپ نے مجھ سے ان کے فریب دور نہ کئے تو میں ان کی طرف جھک جاؤں اور جاہلوں سے ہو جاؤں گا۔

۲۔﴿ رَبِّ قَدْ ءَاتَيْتَنِي مِنَ ٱلْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِن تَأْوِيلِ ٱلْأَحَادِيثِ ۚ فَاطِرَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّۦ فِي ٱلدُّنْيَا ۖ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِٱلصَّٰلِحِينَ ﴿١٠١﴾ ﴾ (یوسف)

اے میرے رب آپ نے مجھے ملک دیا ہے اور خوابوں کی تعبیر دینا سکھایا ہے، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے آپ ہی دنیا و آخرت میں میرے معاون ہیں، مجھے اسلام پر وفات دے اور نیک بندوں کے ساتھ ملا دے۔

شعیب علیہ السلام :

﴿... رَبَّنَا ٱفْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِٱلْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ ٱلْفَٰتِحِينَ ﴿٨٩﴾ ﴾ (الأعراف)

اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری قوم کے مابین حق کے ساتھ فیصلہ فرما۔آپ ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔



ھود علیہ السلام:

﴿ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٢٦﴾ ﴾ (المؤمنون) کہا اے میرے رب مفسد قوم پر میری مدد فرما۔

اکثر مفسرین کے قول کے مطابق یہ ھود علیہ السلام کا قصہ ہے اور بعض کے خیال کے مطابق یہ قصہ صالح علیہ السلام کا اور بعض کے مطابق شعیب علیہ السلام کا ہے۔ ([1])

سیدنا زکریا علیہ السلام:

۱۔ ﴿ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾ ﴾ (آل عمران)

اس موقع پر زکریا نے اپنے رب کو پکارا کہا اے میرے مربی مجھے اپنی طرف سے پاک اولاد دے، بیشک آپ دعا سننے والے ہیں۔

۲۔ ﴿ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ﴿٣﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ﴿٥﴾ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾ ﴾ (مریم)

یہ ذکر ہے تیرے رب کی رحمت کا اس کے بندے زکریا (علیہ السلام) پر جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا۔ کہا اے رب میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر سفید ہو گیا ہے اور میں آپ کے پکارنے میں اے میرے رب ناکام نہیں ہوا اور میں اپنے بعد رشتہ داروں کا اندیشہ رکھتا ہوں اور میری عورت بانجھ ہے، پس آپ اپنی طرف سے ایک ایسا وارث دیجئے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے رب اسے (اپنا) پسندیدہ بنا۔

۳۔ ﴿ قَالَ رَبِّ اجْعَل لِّي آيَةً ۖ ... ﴾ (آل عمران). کہا اے رب میرے لئے نشانی بنا۔

۴۔ ﴿ وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿٨٩﴾ ﴾ (الأنبياء)

اور زکریا علیہ السلام (کا ذکر کر) جب اس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور آپ سب سے بہتر وارث ہیں۔

سیدنا موسیٰ وہارون علیہم السلام:

۱۔ ﴿ قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي ۖ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٥﴾ ﴾ (المائدة)

کہا اے رب میں اپنا اور اپنے بھائی کا ہی مالک ہوں پس ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان جدائی کر۔

۲۔ ﴿ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٥١﴾ ﴾ (الأعراف)

کہا اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر اور آپ ہی سب سے بہتر رحم کرنے والے ہیں۔

۳۔﴿ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ ۖ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ۖ إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن

[1]۔ تفسیر فتح القدیر للشوکانی (۳/۴٦٧)

تَشَآءُ أَنتَ وَلِيُّنَا فَٱغۡفِرۡ لَنَا وَٱرۡحَمۡنَاۖ وَأَنتَ خَيۡرُ ٱلۡغَٰفِرِينَ ﴿١٥٥﴾ وَٱكۡتُبۡ لَنَا فِي هَٰذِهِ ٱلدُّنۡيَا حَسَنَةً وَفِي ٱلۡأٓخِرَةِ إِنَّا هُدۡنَآ إِلَيۡكَ ... ﴾

کہا اے میرے پروردگار اگر آپ چاہتے تو انہیں اور مجھے اس سے پہلے ہلاک کر دیتے ہم میں سے بے وقوفوں کے کئے پر آپ ہمیں ہلاک کرتے ہیں، یہ تو آپ کی آزمائش ہی ہے اس کے ساتھ آپ جسے چاہیں گمراہ کر دیں اور جسے چاہیں ہدایت دیدیں۔ آپ ہی ہمارے ولی ہیں پس ہمیں بخش دیں اور ہم پر رحم کریں اور آپ سب سے زیادہ بخشنے والے ہیں۔ ہمارے لئے اس دنیا میں اچھائی لکھ اور آخرت میں بھی ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (الأعراف)

۴۔ ﴿ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَآ إِنَّكَ ءَاتَيۡتَ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَأَهُۥ زِينَةً وَأَمۡوَٰلًا فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّواْ عَن سَبِيلِكَۖ رَبَّنَا ٱطۡمِسۡ عَلَىٰٓ أَمۡوَٰلِهِمۡ وَٱشۡدُدۡ عَلَىٰ قُلُوبِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُواْ حَتَّىٰ يَرَوُاْ ٱلۡعَذَابَ ٱلۡأَلِيمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ قَدۡ أُجِيبَت دَّعۡوَتُكُمَا ... ﴾ (یونس: ۸۸ – ۸۹)

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے ہمارے رب آپ نے فرعون اور اس کی جماعت کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال دیئے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار نتیجہ یہ ہے کہ وہ آپ کی راہ سے (لوگوں کو) بھٹکا رہے ہیں، اے پروردگار ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو سخت کیجئے۔ یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں، اللہ نے فرمایا تمہاری دعا قبول ہو گئی ہے۔

۵۔ ﴿ قَالَ رَبِّ ٱشۡرَحۡ لِي صَدۡرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرۡ لِيٓ أَمۡرِي ﴿٢٦﴾ وَٱحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّن لِّسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفۡقَهُواْ قَوۡلِي ﴿٢٨﴾ وَٱجۡعَل لِّي وَزِيرًا مِّنۡ أَهۡلِي ﴿٢٩﴾ هَٰرُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ ٱشۡدُدۡ بِهِۦٓ أَزۡرِي ﴿٣١﴾ وَأَشۡرِكۡهُ فِيٓ أَمۡرِي ﴿٣٢﴾ كَيۡ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذۡكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾ ﴾ (طه)

کہا اے رب میرا سینہ کھول اور میرے امور میرے لئے آسان کر، میری زبان کی گرہ کھول تا کہ وہ میری بات سمجھیں اور میرے اہل میں میرے بھائی کو میرا وزیر بنا، جس سے میں اپنی قوت مستحکم کروں اور اسے میرے کام میں شریک بنا تا کہ ہم آپ کی بہت تسبیح کریں اور آپ کا بہت ذکر کریں یقیناً آپ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔

۶۔ ﴿ قَالَ رَبِّ إِنِّيٓ أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ ﴿١٢﴾ وَيَضِيقُ صَدۡرِي وَلَا يَنطَلِقُ لِسَانِي فَأَرۡسِلۡ إِلَىٰ هَٰرُونَ ﴿١٣﴾ وَلَهُمۡ عَلَيَّ ذَنۢبٞ فَأَخَافُ أَن يَقۡتُلُونِ ﴿١٤﴾ ﴾ (الشعراء)

کہا اے رب میں ڈرتا ہوں کہ وہ میری تکذیب کریں گے اور میرا سینہ تنگ ہو جائے گا اور میری زبان نہ چلے گی پس آپ ہارون کو رسول بنا دیں اور ان کا مجھ پر ایک جرم ہے، میں ڈرتا ہوں وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

۷۔ ﴿ قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمۡتُ نَفۡسِي فَٱغۡفِرۡ لِي فَغَفَرَ لَهُۥٓۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلۡغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٦﴾ ﴾ (القصص)

کہا اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، پس آپ مجھے بخش دیں اللہ نے اس کو بخش دیا، یقیناً وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

۸۔ ﴿ فَخَرَجَ مِنۡهَا خَآئِفٗا يَتَرَقَّبُۖ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ ٱلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٢١﴾ ﴾ (القصص)

وہاں سے ڈرتا ہوا چوکنا ہو کر نکلا کہا اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔

۹۔ ﴿ فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰٓ إِلَى ٱلظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَآ أَنزَلۡتَ إِلَيَّ مِنۡ خَيۡرٖ فَقِيرٞ ﴿٢٤﴾ ﴾ (القصص)

ان (لڑکیوں کے لئے) پلا دیا پھر سایہ کی طرف ہو بیٹھا کہا اے میرے رب میں اس اچھائی کا ضرورت مند ہوں جو آپ میرے لئے اتاریں۔

۱۰۔﴿ قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ ﴿٣٣﴾ وَأَخِي هَـٰرُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِيٓ ۖ إِنِّيٓ أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ ﴿٣٤﴾ ﴾ (القصص)

کہا اے رب میں نے ان کا آدمی مار دیا ہے، مجھے خطرہ ہے وہ مجھے قتل کر دیں گے اور میرا بھائی ہارون زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، اس کو میرے ساتھ معاون بھیج میری تصدیق کرے گا مجھے ڈر ہے کہ وہ میری تکذیب کریں۔

۱۱۔﴿ فَدَعَا رَبَّهُۥٓ أَنَّ هَـٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ﴿٢٢﴾ ﴾ (الدخان). پس اس نے اپنے رب کو بلایا یہ قوم مجرم ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام:

﴿ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ ٱللَّهُمَّ رَبَّنَآ أَنزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ ٱلسَّمَآءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَءَاخِرِنَا وَءَايَةً مِّنكَ ۖ وَٱرْزُقْنَا وَأَنتَ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ ﴿١١٤﴾ ﴾ (المائدة)

عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اے اللہ ہمارے مربی ہم پر آسمان سے دستر خوان اتار ہمارے پہلوں اور پچھلوں کیلئے عید ہو جائے اور تیری نشانی، اور ہمیں رزق دے، آپ ہی سب سے عمدہ رزق دینے والے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء علیہم السلام تھے جیسے فرمایا کہ: ﴿ ...كُلٌّ مِّنَ ٱلصَّـٰلِحِينَ ﴿٨٥﴾ ﴾(الأنعام). یہ سب صالحین سے ہیں۔

﴿ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿٨٦﴾ ﴾ (الأنعام). ہر ایک کو ہم نے جہان والوں پر برتری دی۔

﴿ أُوْلَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَـٰهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحُكْمَ وَٱلنُّبُوَّةَ ... ﴾ (الأنعام: ۸۹) یہ وہ ہیں جن کو ہم نے کتاب، حکم اور نبوت دی۔

﴿ أُوْلَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُ ۖ فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقْتَدِهْ ﴾ (الأنعام: ۹۰) یہ وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی پس ان کی سیرت کی اقتداء کر۔

طریق استدلال از ادعیۂ بالا

ان سب نے اللہ سے دعائیں مانگی اور کسی نے استغفار طلب کی، کسی نے اولاد مانگی، کسی نے بیماری سے شفا مانگی، کسی نے مصیبت میں پھنسنے کے بعد نجات مانگی، کسی نے دشمن پر فتح پانے کی دعا مانگی، کسی نے ایمان واسلام پر خاتمہ ہونے کیلئے دعا مانگی۔ کسی نے عمل صالح و شکران نعمت کی توفیق مانگی۔ کسی نے ماں باپ یا اولاد کیلئے دعا مانگی، کسی نے فتنہ سے پناہ مانگی، کسی نے شرک و کفر سے پناہ مانگی، کسی نے رزق طلب کیا، کسی نے جنت مانگی، کسی نے دنیا و آخرت کی بھلائیاں مانگیں۔ الغرض ہر بات کی دعا مانگی گئی لیکن سب نے براہ راست اپنے مہربان مولیٰ وحدہ لا شریک سے مانگی، اسے پکارا، نہ کسی غیر کو نہ زندہ نہ مردہ کو نہ کسی کا واسطہ ذکر کیا، نہ کسی کا وسیلہ پکڑا نہ فرشتے کا نہ نبی کا۔ جس نے ذکر کیا تو اس کی رحمت کو ذکر کیا مثلاً:

﴿ ...وَأَنتَ خَيْرُ ٱلْمُنزِلِينَ ﴿٢٩﴾ ﴾ (المؤمنون). آپ سب سے بہتر اتارنے والے ہیں۔



﴿...وَأَنتَ خَيْرُ ٱلْوَٰرِثِينَ ﴿٨٩﴾﴾ (الأنبياء). آپ سب سے اچھے وارث ہیں۔

﴿...وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴿٨٣﴾﴾ (الأنبياء). آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

﴿...أَنتَ وَلِيُّنَا ...﴾ (الأعراف: ١٥٥). آپ ہمارے مددگار ہیں۔

﴿...وَأَنتَ خَيْرُ ٱلْفَٰتِحِينَ ﴿٨٩﴾﴾ (الأعراف). آپ عمدہ فیصلہ کرنے والے ہیں۔

پس دعا کا یہی طریقہ مسنون و مرغوب و محبوب عند اللہ ہے، اگر کسی نبی نے بواسطہ یا وسیلہ سے دعا مانگی ہوتی تو ضرور اللہ تعالیٰ بیان کرتا پس ہمیں بھی انبیاء علیہم السلام کے طریقہ ہی پر چلنا ہے جیسا کہ ابھی سورہ انعام کی آیت گزری کہ:

﴿... فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقْتَدِهْ ...﴾ پس ان کی سیرت کی اقتداء کر۔

رسول اللہ ﷺ کی دعائیں:

خود ہمارے سید المرسلین ﷺ کی دعائیں قرآن نے ذکر کی ہیں۔ کسی میں وسیلہ یا واسطہ کا ذکر نہیں مثلاً:

۱۔ ﴿قُلِ ٱللَّهُمَّ مَٰلِكَ ٱلْمُلْكِ تُؤْتِي ٱلْمُلْكَ مَن تَشَآءُ وَتَنزِعُ ٱلْمُلْكَ مِمَّن تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَآءُ ۖ بِيَدِكَ ٱلْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٦﴾ تُولِجُ ٱلَّيْلَ فِى ٱلنَّهَارِ وَتُولِجُ ٱلنَّهَارَ فِى ٱلَّيْلِ ۖ وَتُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ ٱلْمَيِّتَ مِنَ ٱلْحَىِّ ۖ وَتَرْزُقُ مَن تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾﴾ (آل عمران)

کہہ دیجئے اے اللہ، مالک الملک آپ جسے چاہیں ملک دیتے ہیں اور جس سے چاہیں چھین لیتے ہیں، آپ جسے چاہیں عزت دیتے ہیں اور جسے چاہیں ذلیل کرتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں اچھائی ہے، آپ ہی ہر چیز پر قدرت والے ہیں، رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتے ہیں اور زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتے ہیں اور جسے چاہیں بلا حساب روزی دیتے ہیں۔

۲۔ ﴿وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِى مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِى مُخْرَجَ صِدْقٍ وَٱجْعَل لِّى مِن لَّدُنكَ سُلْطَٰنًا نَّصِيرًا ﴿٨٠﴾﴾ (الإسراء)

اور کہہ دیجئے اے میرے رب مجھے اچھائی کے ساتھ داخل کیجئے اور اچھائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے میرے لئے مدد کرنے والی قوت بنا۔

۳۔ ﴿...وَقُل رَّبِّ زِدْنِى عِلْمًا ﴿١١٤﴾﴾ (طه). اور کہہ دیجئے میرے رب میرے علم میں اضافہ کر۔

۴۔ ﴿قَٰلَ رَبِّ ٱحْكُم بِٱلْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا ٱلرَّحْمَٰنُ ٱلْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١١٢﴾﴾ (الأنبياء)

کہا اے رب حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور ہمارا رب بہت رحم کرنے والا ہے جو تم بیان کرتے ہو اس پر اسی سے مدد مطلوب ہے۔

۵۔ ﴿قُل رَّبِّ إِمَّا تُرِيَنِّى مَا يُوعَدُونَ ﴿٩٣﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِى فِى ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٩٤﴾﴾ (المؤمنون)

اور کہہ دیجئے اے میرے پروردگار اگر ان سے کیا وعدہ مجھے دکھائیے تو مجھے ظالم قوم میں نہ بنانا۔

۶۔ ﴿وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَٰتِ ٱلشَّيَٰطِينِ ﴿٩٧﴾ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ ﴿٩٨﴾﴾ المؤمنون

اور کہہ اے میرے رب شیطان کے وساوس سے آپ کی پناہ لیتا ہوں اور اے رب آپ کی پناہ لیتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔

۷۔ ﴿وَقُل رَّبِّ ٱغۡفِرۡ وَٱرۡحَمۡ وَأَنتَ خَيۡرُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴿١١٨﴾﴾ (المؤمنون)

اور کہہ دیجئے اے میرے رب بخشش اور رحم کر اور آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

۸۔ ﴿قُلِ ٱللَّهُمَّ فَاطِرَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ عَٰلِمَ ٱلۡغَيۡبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ أَنتَ تَحۡكُمُ بَيۡنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُواْ فِيهِ يَخۡتَلِفُونَ ﴿٤٦﴾﴾

کہہ دیجئے اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے غیب و حاضر کے جاننے والے آپ ہی اپنے بندوں میں ان کے کئے ہوئے اختلافات میں فیصلہ کریں گے۔ (الزمر)

۹۔ ﴿قُلۡ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلۡفَلَقِ ﴿١﴾﴾ (إلى آخر السورة). کہہ دیجئے میں رب فلق کی پناہ لیتا ہوں۔

۱۰۔ ﴿قُلۡ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ﴿١﴾﴾ (إلى آخر السورة). کہہ دیجئے میں پروردگارِ انسانیت کی پناہ لیتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ دعائیں سکھائیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو براہ راست پکارنا ہی مشروع ہے اور ہمیں تعلیم ملتی ہے کہ کسی شخصیت کے وسیلے یا واسطے کے ساتھ دعا مانگنا شرعی دعا نہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ضرور سکھاتا۔

ثالثاً ورابعاً: احادیث میں بے شمار دعائیں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں جو آپ ﷺ خود مانگتے تھے اور جو امت کو سکھائیں جن میں جامع اور مختصر بھی ہیں جو سب حاجات کو شامل ہیں اور دوسری مفصل ہیں اور ہر ایک حاجت کیلئے الگ الگ دعا مروی ہے مگر کسی فرشتہ یا نبی یا ولی یا کسی کے واسطہ یا وسیلہ کا ذکر تک نہیں ہے پس رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کس کے پاس یہ حکم آیا؟

قال ابن حبيب وقد حدثني ابن الماجشون أنه سمع مالكا يقول "من أحدث في هذه الأمة شيئا لم يكن عليه سلفها فقد زعم أن رسول الله خان الرسالة لأن الله يقول ﴿...ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗاۚ...﴾ (المائدة: ۳) فما لم يكن يومئذ دينا فلا يكون اليوم دينا".

ابن حبیب کہتے ہیں مجھے ابن الماجشون نے حدیث بیان کی کہ اس نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ انہوں نے کہا: جو شخص اس امت میں وہ بات نکالے جس پر سلف نہیں تھے وہ سمجھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رسالت میں خیانت کی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تمہارے اوپر پوری کر دی ہے اور اسلام کو تمہارے لئے بطور دین پسند کیا ہے، جو چیز اس وقت دین نہ تھی وہ آج بھی دین نہیں ہے، "الإعتصام للشاطبی" میں اسی طرح ہے۔[1]

پس اس کو دعاءِ شرعی کہنا رسول اللہ ﷺ پر خیانت کا الزام دینا ہے۔ "حاشاه عن ذلك".

خامساً: اس طرح قرآن حکیم نے نیک اور صالح بندوں کی دعاؤں کا بھی ذکر کیا ہے کسی میں یہ طریقہ نہیں ہے مثلاً:

[1]۔ الإعتصام للشاطبی (۱۵/۲)



عمران کی بیوی کی دعا:

﴿رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيٓ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَآ أُنثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّيٓ أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾﴾ (آل عمران)

اے رب میرے پیٹ میں جو ہے وہ آپ کیلئے نذر مانتی ہوں وہ آزاد رکھا جائے گا پس اسے قبول فرما بیشک آپ ہی سننے والے جاننے والے ہیں جب اسے جنا کہا اے رب میں نے اسے لڑکی جنا ہے اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو اس نے جنا اور لڑکا لڑکی کی مانند نہیں ہے، میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی حفاظت میں دیتی ہوں۔

اس صالحہ عورت نے کسی کا وسیلہ نہیں لیا بلکہ عقیدہ ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ سب کی سنتا اور ہر چیز کو جانتا ہے۔

فرعون کی بیوی کی دعا:

﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١١﴾﴾ (التحریم)

اللہ ایمان والوں کیلئے فرعون کی عورت کی مثال بیان کرتا ہے جب اس نے کہا اے میرے پروردگار میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔

اس صالحہ عورت کا شمار کامل عورتوں میں ہے۔ ([1]) اس نیک بندی نے بھی اللہ سے جنت میں گھر مانگا اور فرعون کی کارگزاری اور ظلم سے نجات مانگی مگر بدون ذکر وسیلہ یا واسطہ کے۔

سباء کی ملکہ بلقیس کی دعا:

﴿قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٤﴾﴾ (النمل)

کہا اے رب میں نے خود پر ظلم کیا ہے۔ اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں۔

یہ اللہ کی بندی ایمان لاتے ہی سمجھ گئی کہ یہ اسلامی عقیدہ نہیں ہے کہ کسی کے وسیلہ سے دعا مانگی جائے اور واضح کر گئی جو سب جہانوں کا یکساں رب ہے، اس کے آگے جھکنے کی ضرورت ہے۔

اصحاب الکہف کی دعا:

﴿إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾﴾ (الکہف)

یاد کرو جب ان نوجوانوں نے غار میں جا کر پناہ لی اور کہا اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے لئے اس کام میں درستگی مہیا فرما۔

---

[1] ـ حديث البخارى (ص٤٨٨) وغيره ، الفصل فى الملل و الأهواء والنحل لابن حزم (٥/١٨-١٩)

یہ وہ جماعت تھی جن کی اللہ تعالیٰ نے یوں تعریف بیان فرمائی ہے کہ:﴿. . .إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ ءَامَنُوا۟ بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَٰهُمْ هُدًى
﴿١٣﴾ وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا۟ فَقَالُوا۟ رَبُّنَا رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَا۟ مِن دُونِهِۦٓ إِلَٰهًا ۖ لَّقَدْ قُلْنَآ إِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾﴾

یہ ایسے نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو مزید ہدایت دی اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے پس انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار تو وہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے، ناممکن ہے کہ ہم اس معبود کے سوا کسی اور کو پکاریں، اگر ہم نے ایسا کیا تو نہایت غلط بات کی۔(الکھف)

ان نیک بندوں نے بھی اس طرح دعا مانگی جس طرح اسلام نے سکھائی ہے اور انبیاء علیہم السلام نے مانگ کر بتلائی ہے۔

اہلِ عقل وصاحب ایمان کی دعا:

﴿ ٱلَّذِينَ يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ قِيَٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِى خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَٰطِلًا سُبْحَٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَآ إِنَّكَ مَن تُدْخِلِ ٱلنَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُۥ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿١٩٢﴾ رَّبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِى لِلْإِيمَٰنِ أَنْ ءَامِنُوا۟ بِرَبِّكُمْ فَـَٔامَنَّا ۚ رَبَّنَا فَٱغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّـَٔاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ ٱلْأَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا وَءَاتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ ٱلْمِيعَادَ ﴿١٩٤﴾ ﴾ (آل عمران)

جو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں سوچ بچار کرتے ہیں کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار آپ نے یہ بے فائدہ نہیں پیدا کیا ہم آپ کی تنزیہ کرتے ہیں پس ہمیں عذاب جہنم سے بچا۔ اے ہمارے پروردگار آپ نے جس کو آگ میں داخل کر دیا اس کو رسوا کر دیا اور ان ظالموں کا کوئی مدد کرنے والا نہیں ہے۔ اے ہمارے رب ہم نے اعلان کرنے والے کا اعلان سنا وہ ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے پس ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں مٹا دے اور نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے۔ اے ہمارے رب آپ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ جو ہم سے وعدہ کیا ہے ہمیں عطا کر یقیناً آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

﴿ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ إِنَّنَآ ءَامَنَّا فَٱغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿١٦﴾﴾ (آل عمران)

جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے پس ہمارے گناہ بخش اور ہمیں عذاب جہنم سے بچا۔

اہل جنت کی دعا:

﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى هَدَىٰنَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْلَآ أَنْ هَدَىٰنَا ٱللَّهُ ۖ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِٱلْحَقِّ ...﴾ (الأعراف: ۴۳)

سب حمد (تعریف) اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اس کی طرف راہنمائی کی اگر ہمیں وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم راہ پر نہ ہوتے واقعی ہمارے رب کے پیغام رساں حق لائے ہیں۔

﴿ دَعْوَىٰهُمْ فِيهَا سُبْحَٰنَكَ ٱللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَٰمٌ ۚ وَءَاخِرُ دَعْوَىٰهُمْ أَنِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٠﴾﴾ (یونس)

اس میں ان کی پکار یہ ہے ہم آپ کی تنزیہ کرتے ہیں اے اللہ اور اس میں ان کا تحفہ سلام ہے اور ان کی آخری پکار یہ کہ

سب حمد اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٤﴾ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿٣٥﴾﴾ (فاطر)

اور کہتے ہیں سب حمد اللہ کیلئے ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا یقیناً ہمارا رب بخشنے والا قدردان ہے جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کی جگہ میں اتارا ہے اس میں ہمیں کوئی دکھ اور تکان نہیں پہنچے گی۔

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٧٤﴾﴾

اور کہیں گے سب حمد اللہ کیلئے ہے جس نے ہم سے (کیا ہوا) وعدہ وفا کر دیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا، جنت میں جہاں چاہیں رہتے ہیں پس یہ عمل کرنے والوں کا اچھا اجر ہے۔ (الزمر)

اعراف والوں کی دعا:

﴿وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾﴾ (الأعراف)

اور جب ان کی نگاہیں جہنمیوں کی طرف کی جائیں گی تو کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہمیں ظالم قوم کے ساتھ نہ بنا۔

اب یہاں مختلف حالات میں اللہ سے دعائیں مانگنے کا ذکر ہے لیکن مروجہ وسیلہ کا ذکر تک نہیں۔ الغرض نیک بندوں کا یہ طریقہ نہیں ہے۔

سادساً و سابعاً: قرآن حکیم نے اور کئی دعائیں بتلائی ہیں ان میں بھی کسی میں وسیلہ کا ذکر نہیں ہے مثلاً:

جہاد وقتال کے وقت کی دعائیں:

۱۔ ﴿وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٥٠﴾﴾ (البقرة)

جب وہ جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے ہوئے تو کہا اے ہمارے رب ہمیں صبر دے اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافر قوم پر ہماری مدد فرما۔

۲۔﴿وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿٢٨٥﴾ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٨٦﴾﴾

اور کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی اے ہمارے رب آپ کی بخشش کا سوال کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے، اللہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اسی کیلئے (اجر) ہے جو کمایا اور اسی پر ہے (وبال) جو کمایا۔ اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا خطا کریں تو ہمارا مواخذہ نہ کر، اے ہمارے پروردگار اور ہم پر بوجھ نہ لاد جیسا کہ آپ نے ہم سے

پہلوں پر بوجھ لادے۔ اے ہمارے رب ہم پر وہ نہ لاد جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہے اور ہمیں معاف کر اور ہمیں بخش اور ہم پر رحم کر آپ ہمارے مددگار ہیں پس کافر قوم پر ہماری مدد فرما۔ (البقرۃ)

۳۔ ﴿ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّآ أَن قَالُواْ رَبَّنَا ٱغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِيٓ أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿١٤٧﴾ ﴾

انہوں نے یہی کہا اے ہمارے رب ہمارے گناہ اور کاموں میں ہمارے حد سے نکل جانے کو بخش اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافر قوم پر ہماری مدد فرما۔ (آل عمران).

مظلومین اور مستضعفین کی دعائیں:

۱۔﴿ رَبَّنَآ أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿١٢٦﴾ ﴾ (الأعراف)

اے ہمارے پروردگار ہمیں بہت صبر دے اور اسلام کی حالت میں وفات دے۔

۲۔﴿ ... رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ ٱلْقَرْيَةِ ٱلظَّالِمِ أَهْلُهَا وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ﴿٧٥﴾ ﴾ (النساء)

اے ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے جس کے باشندے ظالم ہیں نکال اور اپنی طرف سے ہمارا دوست بنا اور اپنی طرف سے ہمارے لئے حمایتی بنا۔

ماں باپ کیلئے دعا:

﴿ ... وَقُل رَّبِّ ٱرْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴿٢٤﴾ ﴾ (الإسراء)

اور کہہ میرے پروردگار ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے میری تربیت کی جبکہ میں بچہ تھا۔

بیوی اور بچوں کے صالح ہونے کی دعا:

﴿ وَٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَٰجِنَا وَذُرِّيَّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَٱجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿٧٤﴾ ﴾ (الفرقان)

اور جو لوگ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقین کا پیش رو بنا۔

سابقہ مومنین کیلئے استغفار:

﴿ وَٱلَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَٰنِنَا ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلْإِيمَٰنِ وَلَا تَجْعَلْ فِى قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠﴾ ﴾ (الحشر)

اور جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمارے اور ہمارے ان بھائیوں کے گناہ بخش جو ایمان میں ہم سے پہلے تھے اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کیلئے کینہ نہ ہونے دے، اے ہمارے پروردگار یقیناً آپ ہی شفقت والے مہربان ہیں۔

بڑی عمر میں دعا:

﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُۥ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِىٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ ٱلَّتِىٓ أَنْعَمْتَ عَلَىَّ وَعَلَىٰ وَٰلِدَىَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَٰلِحًا



تَرْضَىٰهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِيٓ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴿١٥﴾ (الأحقاف)

حتی کہ جب اپنی قوتوں کو پہنچے اور چالیس سال کا ہو جائے کہتا ہے اے میرے رب مجھے طاقت دے میں آپ کی نعمتوں کا جو مجھ پر اور میرے والدین پر کیں شکر بجالاؤں اور یہ کہ آپ کی پسند کے مطابق عمل کروں اور میری اولاد کو نیک بنا میں آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

سواری پر چڑھنے کے بعد دعا:

﴿... وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ ٱلْفُلْكِ وَٱلْأَنْعَٰمِ مَا تَرْكَبُونَ ﴿١٢﴾ لِتَسْتَوُۥا عَلَىٰ ظُهُورِهِۦ ثُمَّ تَذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا ٱسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا۟ سُبْحَٰنَ ٱلَّذِى سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُۥ مُقْرِنِينَ ﴿١٣﴾ وَإِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ﴿١٤﴾﴾ (الزخرف)

اور کشتیاں اور جانور بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو اور اس کی پیٹھ پر سیدھے ہو جب تم اس پر سیدھے ہو جاؤ تو اپنے رب کی نعمت یاد کرو اور کہو ہم اس کی تنزیہ کرتے ہیں جس نے اسے ہمارے لئے مسخر کیا اور ہم اسے قابو نہیں کر سکتے تھے یقینا ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگنے کی دعا:

﴿ وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿٢٠١﴾﴾ (البقرة)

اور ان میں بعض کہتے ہیں، اے پروردگار ہمیں دنیا میں اچھائی اور آخرت میں اچھائی دے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔

گمراہی وزیغ سے بچنے کے لئے دعا:

﴿وَٱلرَّٰسِخُونَ فِى ٱلْعِلْمِ يَقُولُونَ ءَامَنَّا بِهِۦ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْوَهَّابُ ﴿٨﴾ رَبَّنَآ إِنَّكَ جَامِعُ ٱلنَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُخْلِفُ ٱلْمِيعَادَ ﴿٩﴾﴾ (آل عمران)

علم میں پختہ لوگ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے ہر ایک ہمارے رب کی طرف سے ہے اور عقل مند ہی سمجھ حاصل کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا اور اپنی طرف سے رحمت عطا فرما یقیناً آپ عطا کرنے والے ہیں، اے ہمارے پروردگار آپ لوگوں کو جمع کریں گے ایک دن میں جس میں کوئی شک نہیں ہے یقیناً اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

جہنم کے عذاب سے بچنے کیلئے دعا:

﴿ وَٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٦٦﴾﴾

اور جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے عذاب جہنم ہٹا دے اس کا عذاب چمٹنے والا ہے، یہ جہنم برا ٹھکانا اور برا مقام ہے۔(الفرقان)

مغفرت ورحم مانگنے کی دعا:

﴿ إِنَّهُۥ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِى يَقُولُونَ رَبَّنَآ ءَامَنَّا فَٱغْفِرْ لَنَا وَٱرْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴿١٠٩﴾﴾ (المؤمنون)

میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا ہے اے ہمارے رب ہم ایمان لائے پس ہمیں بخش اور ہم پر رحم کر اور آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

ہدایت طلب کرنے کے لئے جامع دعا:

﴿ اَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۞ ﴾ (الفاتحة)

ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کی راہ جن پر آپ نے انعام کیا نہ ان کی جن پر غصہ کیا گیا ہے نہ گمراہوں کی۔

یہ دعائیں سب مطالب کو شامل ہیں مگر کسی میں واسطہ سے دعا مانگنے کی تعلیم نہیں۔ پس جب ساری حاجتیں اور مطالب بدون واسطہ اور وسیلہ پورے ہو سکتے ہیں تو پھر یہ وسیلے کا طریقہ لغو اور بے معنی ہوا۔

قال جل وعلا: ﴿ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۞ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۞ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۞ ﴾

مومن کامیاب ہیں جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں اور لغو سے اعراض کرتے ہیں۔ (المؤمنون)

ثامناً: اگرچہ قرآن و سنت سے نہ ثابت ہونا اس کے بطلان کیلئے کافی ہے مگر یہ بھی سن لو کہ سلف میں سے کسی سے مروی نہیں ہے۔

قال الإمام ابن تيمية فى كتابه "قاعدة جليلة فى التوسل والوسيلة": لم تكن الصحابة يفعلونه فى الإستسقاء ونحوه لافى حياته ولابعد مماته لاعند قبره ولاغير قبره ولايعرف هذا فى شئ من الأدعية المشهورة بينهم".

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ" میں فرماتے ہیں: استقاء وغیرہ میں صحابہ نے ایسا نہیں کیا نہ آپ کی زندگی میں اور نہ وفات کے بعد نہ قبر کے پاس نہ کسی اور جگہ۔ ان کے ہاں جتنی دعائیں مشہور ہیں کسی میں بھی یہ بات معروف نہیں ہے۔ ([1])

پس اگر یہ شرعی طریقہ ہوتا تو سلف ہرگز اس سے محروم نہ رہتے حالانکہ وہ خیر کے ہر کام میں سبقت کرنے والے تھے۔

تاسعاً: اللہ کے اسماء مبارکہ میں سے الکریم بھی ہے جس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ: بغیر وسیلہ یا سفارش کے دینے اور بخشنے والا۔

قال الغزالى فى المقصد الأسنى شرح الأسماء الحسنى: "الكريم هو الذى إذا قدر عفا وإذا وعد وفا وإذا أعطى زاد على منتهى الرجا ولايبالى كم أعطى وإن وقعت حاجة إلى غيره لايرضىٰ وإذا جفى عاتب وما استقصى ولايضيع من لاذبه والتجا ويغنيه عن الوسائل والشفعاء فمن اجتمع له جميع ذلك لابالتكليف فهو الكريم المطلق وذلك هو الله فقط".

امام غزالی "المقصد الاسنی شرح الاسماء الحسنیٰ" میں کہتے ہیں، کریم وہ ذات ہے جو قدرت کے ہوتے ہوئے معاف کر دے وعدہ کرے تو وفا کرے، جب دے تو امید سے زیادہ دے اور یہ پرواہ نہ کرے کہ کتنا دیا اور جب اس کے غیر کی طرف ضرورت

---

[1]- قاعدة جليلة فى التوسل والوسيلة (٥٣)

لے جائے تو راضی نہ ہو اور جب جفا کرے تو عتاب کی حد تک رہے پیچھا نہ کرے جو اس کی پناہ میں آ جائے اور اس کا ہو جائے اسے ضائع نہ کرے وسیلوں اور سفارشیوں سے اس کو بے نیاز کر دے جس کی یہ صفات ہوں مگر مکلف ہونے کی حیثیت سے نہ۔ وہ کریم مطلق ہے اور وہ فقط اللہ کی ذات ہے۔([1])

وقال الشوكاني في تحفة الذاكرين شرح عدة الحصن الحصين "والكريم المتفضل على خلقه بكل خير من غير سوال ولا وسيلة".

امام شوکانی رحمہ اللہ "تحفة الذاكرين شرح عدة الحصن الحصين" میں لکھتے ہیں: الکریم مخلوق پر ہر طرح کا فضل بلا سوال اور بلا وسیلہ کرنے والا۔([2])

جب اس کی دین اتنی وسیع ہے کہ واسطہ اور وسیلہ سے مستغنی کر دیتی ہے تو پھر اس کی شان کے لائق یہی ہے کہ اس کو براہ راست پکارا جائے۔

عاشراً: اللہ تعالیٰ نے بدون شرط وسیلہ کے دعا قبول کرنے کا وعدہ دیا ہے۔

قال: ﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ...﴾ (البقرة: ۱۸۶) کہا جب بھی مجھے پکارے، پکارنے والے کی پکار قبول کرتا ہوں۔

وقال: ﴿ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ...﴾ (غافر: ٦٠) مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔

جب اس نے کوئی ایسی شرط نہیں لگائی تو واضح ہوا کہ وہ براہ راست سب کی سنتا ہے اور پھر وسیلہ یا واسطہ کا ذکر لغو ہے، سیدھا اسی کو پکارنا صحیح طریقہ ہے، ان سب دلائل کے بعد اس چیونٹی نے سیدھا ایک اللہ کو پکارا کہ:

"اَللّٰهُمَّ إِنَّا خَلْقٌ مِنْ خَلْقِكَ، لَيْسَ بِنَا غِنًى عَنْ سُقْيَاكَ"

اے اللہ ہم آپ کی مخلوق میں سے ہیں ہم آپ کے پانی عطا کرنے سے بے نیاز نہیں ہیں۔([3])

پس یہی طریقۂ دعا فطرت کے موافق ہے۔

دعا مانگنے کے باطل طریقے

اس تقریر سے باقی دعا کے تین طریقے جو سائل نے ذکر کئے ان کی بھی حقیقت کھل گئی تاہم مزید وضاحت کی خاطر ان تینوں پر علیحدہ مفصل بحث کرتے ہیں۔ "فنقول وبالله التوفيق" دوسرا طریقہ اولیاء اللہ سے مدد مانگنا اور ان کو پکارنا قطعاً باطل و مردود ہے۔

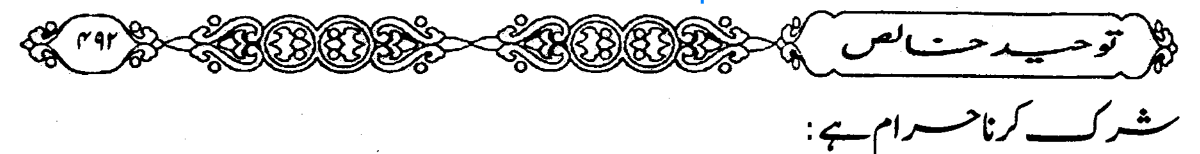
اولاً: اس لئے کہ جب اللہ کو پکارنے کا حکم ہے، قرآن و حدیث اس پر صراحت کرتے ہیں تو پھر کسی دوسرے کو پکارنا اس کو اللہ کے ساتھ شریک کرنا ہے جو حرام و ممنوع ہے۔

---

[1]– المقصد الأسنى شرح الأسماء الحسنى (۷۵)

[2]– تحفة الذاكرين شرح عدة الحصن الحصين (٦٦)

[3]– بلوغ المرام (۱۰٤) باب صلوٰة الإستسقاء حديث رقم (۵۲۲) بحوالة مسند أحمد ومستدرك حاكم .



شرک کرنا حرام ہے:

قال الله تعالىٰ :﴿ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ … ﴾ (الأنعام: ١٥١)

کہہ دیجئے آؤ تمہارے رب نے جو تم پر حرام کیا ہے، میں پڑھتا ہوں یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا … ﴾

کہہ دیجئے میرے رب نے فواحش کو ظاہر ہوں یا باطن اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ اللہ کے ساتھ ان کو شریک بناؤ جن کیلئے اس نے کوئی حجت نازل نہیں کی ہے، حرام کیا ہے۔ (الأعراف: ٣٣)

﴿ وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿١٣﴾ ﴾ (لقمان)

اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اے بیٹے اللہ کے ساتھ شرک نہ کر یقینا شرک ظلم عظیم ہے۔

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا ﴿٤٨﴾ ﴾ (النساء)

بیشک اللہ نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ کے ساتھ شریک بناتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔

﴿ … وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾ ﴾ (النساء) اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا وہ دور کی گمراہی میں گیا۔

شرک ناقابلِ معافی جرم ہے:

﴿ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾ ﴾ (المائدة)

جو اللہ کے ساتھ شریک بناتا ہے اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کی جگہ جہنم ہے اور ظالموں کیلئے کوئی مددگار نہیں ہے۔

ثانیاً: جب ثابت ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے تو ان آیات کے تحت نتیجہ نکلا کہ غیر کو پکارنا حرام ہونے کے باوجود سخت گمراہی اور اللہ تعالیٰ پر عظیم بہتان ہے اور پکارنے والے پر جنت کی نعمتیں حرام ہیں۔

وثالثاً: اللہ کو پکارنا بھی عبادت ہے

جیسا کہ سورۂ مومن کی آیت ابھی گزری، پوری آیت اس طرح ہے کہ:﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ ﴾ (غافر)

اور تمہارے رب نے کہا تم مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا، جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ اس آیت سے واضح ہو گیا کہ دعا (پکارنا) بھی عبادت ہے۔

وأخرج البخاري في أدب المفرد (المصري) : عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إن الدُّعَاء هُوَ الْعِبَادَةُ ﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ … ﴾ (غافر: ٦٠).



امام بخاری رحمہ اللہ "الأدب المفرد" میں روایت کرتے ہیں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے وہ نبی علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا: دعا عبادت ہے پھر پڑھا: مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ احمد، نسائی، ابوداؤد، ترمذی نے صحیح کہا، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا۔ حاکم نے صحیح الاسناد کہا۔ تفسیر ابن کثیر میں اسی طرح ہے اور خطیب نے اسے اپنی تاریخ میں براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (1) اور اسی طرح مفسرین نے بھی لکھا ہے۔

فأخرج ابن جرير في تفسيره : عن ثابت، قال: قلت لأنس: يا أبا حمزة أبلغك أن الدعاء نصف العبادة؟ قال: بل هو العبادة كلها.

ابن جریر تفسیر میں سیدنا ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کو کہا: اے ابو حمزہ کیا آپ تک یہ بات پہنچی ہے کہ دعا نصف عبادت ہے، انس رضی اللہ عنہ نے کہا بلکہ یہ پوری عبادت ہے۔ (2)

وقال الزمخشري: والدعاء بمعنى العبادة كثير في القرآن. كذا في تفسير القاسمي.

زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دعاء بمعنی عبادت، قرآن میں کثیر الاستعمال ہے۔ تفسیر القاسمی میں اسی طرح ہے۔ (3)

وقال النسفي في مدارك التنزيل: فالدعاء بمعنى العبادة كثير في القرآن ويدل عليه قول عليه السلام: "الدعاء هو العبادة" وقرأ هذه الآية﴿...إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسۡتَكۡبِرُونَ عَنۡ عِبَادَتِي...﴾. وعن ابن عباس رضي الله عنه: وحدوني أغفر لكم وهذا تفسير للدعاء بالعبادة.

نسفی رحمہ اللہ "مدارك التنزيل" میں کہتے ہیں: دعاء بمعنی عبادت قرآن میں بہت ہے اور اس پر یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے: جو لوگ میری عبادت سے بڑائی کرتے ہیں، اور رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: دعا عبادت ہے اور پھر اس آیت کو پڑھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "وحدوني أغفر لكم" یہ دعا کی عبادت کے ساتھ تفسیر ہے۔ (4)

وقال القرطبي في تفسيره المسمى بالجامع لأحكام القرآن: بعد ذكر الحديث فدل هذا على أن الدعاء هو العبادة وكذا قال أكثر المفسرين.

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "الجامع لاحكام القرآن" میں حدیث ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ دلیل ہے کہ دعا عبادت ہی ہے، اکثر مفسرین نے اسی طرح کہا۔ (5)

1- (صحيح) صحيح سنن أبي داود حديث رقم (١٤٧٩) ، وأخرجه أحمد والنسائي وأبوداؤد والترمذى وصححه ابن ماجة وابن جرير وابن حبان والحاكم وقال صحيح الإسناد كذا فى تفسير ابن كثير(٤/ ٨٥) وأخرجه الخطيب فى تاريخه (٢/ ٢٧٩) من حديث البراء رضي الله عنه

2- تفسير الطبرى (٧٩/٢٤)

3- تفسيرالقاسمى (٥١٧٦/١٤)

4- مدارك التزيل للنسفى (٨٣/٤)

5- الجامع لأحكام القرآن (٣٢٦/١٥)



رابعاً: عبادت خالص اللہ کے لئے:

اور عبادت کیلئے حکم ہے کہ خالص ایک اللہ کیلئے ہو۔

قال اللہ تعالیٰ : ﴿ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ۝ ﴾ (الزمر) . پس اللہ کی عبادت کرو خالص اس کی اطاعت کر کے۔

﴿ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ . . . ﴾ (البينة: ٥)

اور انہیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کریں خالص اس کی اطاعت کر کے اور ادیانِ باطلہ سے ایک طرف ہو کر۔

اور عبادت میں کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہیں کیا جا سکتا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ﴾ (النساء: ٣٦)

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

اور فرمایا کہ: ﴿ ... وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ ﴾

انہیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ ایک معبود کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کے ساتھ شریک جن کو ٹھہراتے ہو وہ ان سے پاک ہے۔ (التوبة)

اس آیت کریمہ سے چند امور ظاہر ہوئے:

(الف) ایک اللہ کی عبادت کا حکم نازل ہوا ہے اور پکارنا بھی ایک عبادت ہے۔ کمامر.

(ب) اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں کہ اس کو پکارا یا اس کی عبادت کی جائے

(ج) اور یہ کام شرک ہے جس سے اللہ کی شان بہت بلند ہے۔

(د) جب پکارنا بھی عبادت ہے تو دوسروں کو پکارنا خواہ کوئی ہو اس کو اللہ بنانا ہے۔

خامساً: "أشرف العبادة الدعاء". افضل عبادت دعا ہے۔ ([1])

أخرج البخاری فی الأدب المفرد (مصری) : من حديث أبی هريرة رضی اللہ عنہ مرفوعا وأخرج أيضا عن عائشة رضي الله عنها قالت : سئل النبي ﷺ : أي العبادة أفضل؟ قال: «دعاء المرء لنفسه».

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الأدب المفرد" میں اسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کون سی عبادت افضل ہے؟ فرمایا: انسان کا اپنے لئے دعا کرنا۔ ([2])

اور جب کسی چھوٹی سی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں کیا جا سکتا ہے تو پھر اشرف اور افضل عبادت میں کسی کو شریک کرنا کیسے جائز ہو گا بلکہ اور زیادہ حرام ہو گا۔

---

[1]– (ضعيف) الأدب المفرد باب فضل الدعاء حديث رقم (١٠٨) ، الأدب المفرد للبخاري حديث رقم (٧٣٥) .

[2]– (ضعيف) الأدب المفرد باب فضل الدعاء حديث رقم (١٠٩) ، الأدب المفرد (١٥) حديث رقم (٧٣٧) .



سادساً: غیر کو پکارنا شرک ہے:

خود نص قرآنی نے غیر کے پکارنے کو شرک کہا ہے۔

قال الله تعالى: ﴿ ذَٰلِكُم بِأَنَّهُۥٓ إِذَا دُعِيَ ٱللَّهُ وَحۡدَهُۥ كَفَرۡتُمۡ وَإِن يُشۡرَكۡ بِهِۦ تُؤۡمِنُواْۚ فَٱلۡحُكۡمُ لِلَّهِ ٱلۡعَلِيِّ ٱلۡكَبِيرِ ﴿١٢﴾ ﴾

یہ اس لئے کہ جب ایک اللہ کو پکارا جاتا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک کیا جاتا تو تم مان لیتے تھے پس فیصلہ اللہ بلند اور کبیر کیلئے ہے۔ (غافر)

خود ان پکارنے والوں کا ذکر فرمایا ہے کہ: ﴿ وَإِذَا رَءَا ٱلَّذِينَ أَشۡرَكُواْ شُرَكَآءَهُمۡ قَالُواْ رَبَّنَا هَٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا ٱلَّذِينَ كُنَّا نَدۡعُواْ مِن دُونِكَۖ ﴾ (النحل: ٨٦)

جب شرک کرنے والے اپنے شرکاء کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے پروردگار یہ ہمارے شرکاء ہیں جن کو تیرے سوا پکارتے تھے۔

سابعاً: نداءِ غیر اللہ کفر ہے:

قرآن نے غیر اللہ کی پکار کو کفر کہا ہے۔

قال تعالى: ﴿ وَمَن يَدۡعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ لَا بُرۡهَٰنَ لَهُۥ بِهِۦ فَإِنَّمَا حِسَابُهُۥ عِندَ رَبِّهِۦٓۚ إِنَّهُۥ لَا يُفۡلِحُ ٱلۡكَٰفِرُونَ ﴿١١٧﴾ ﴾

اور جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارتا ہے اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہی ہے۔ تحقیق کافر کامیاب نہ ہوں گے۔(المؤمنون)

بلکہ غیر کو پکارنے والے خود مرتے وقت اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں گے۔

قال تعالى: ﴿ ...حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوۡنَهُمۡ قَالُوٓاْ أَيۡنَ مَا كُنتُمۡ تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِۖ قَالُواْ ضَلُّواْ عَنَّا وَشَهِدُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمۡ أَنَّهُمۡ كَانُواْ كَٰفِرِينَ ﴿٣٧﴾ ﴾ (الأعراف)

حتیٰ کہ جب ان کے پاس بھیجے ہوئے آئیں گے جان لینے کو تو کہیں گے وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے تھے (کافر) کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے ہیں اور اپنے آپ پر گواہی دیں گے کہ ہم کافر تھے۔

تفسیر نسفی میں ہے: إعترفوا بكفرهم بلفظ الشهادة التي هي لتحقيق الخبر.

لفظ الشهادة کے ساتھ انہوں نے اپنے کفر کا اعتراف کیا ہے جو کہ تحقیق خبر پر دالالت کرتا ہے۔[1]

اور تفسیر المنار میں ہے کہ: أي: قالوا غابوا عنا فلا نرجوا منهم منفعة واعترفوا بأنهم كانوا كافرين بدعاءهم إياهم وزعمهم أنهم عنده تعالى كأعوان الأمراء والسلاطين ووزرائهم وحجابهم، جاهلين إن الله غنى عن ذلك بإحاطة علمه وكمال قدرته وأن الملوك والأمراء لايستغنون عن الأعوان والمساعدين لجهلهم بأمور الناس وعجزهم عن معرفتها وقضائها بأنفسهم.

---

[1]- تفسير النسفي (٢/٥٢)



یعنی وہ کہیں گے ہم سے غائب ہو گئے ہیں، ہمیں ان سے کسی نفع کی امید نہیں ہے، انہوں نے خود اعتراف کر لیا کہ ہم ان کو پکارتے رہے اس بناء پر ہم کافر تھے اور یہ سمجھتے رہے کہ یہ اللہ کے ہاں امراء و سلاطین کے معاونین اور وزراء اور دربانوں کی طرح ہیں۔ یہ لوگ اس سے جاہل تھے کہ اللہ اس سے بے نیاز ہے کیونکہ وہ ہر ایک کا احاطۂ علم کئے ہوئے ہے اور اس کو کمال قدرت حاصل ہے، امراء اور بادشاہ معاونین سے بے نیاز نہیں ہو سکتے کہ وہ لوگوں کے حالات سے ناواقف ہوتے ہیں اور معلومات حاصل کرنے سے عاجز ہیں اور خود فیصلہ لاگو نہیں کر سکتے۔ (۱)

ثامناً: نداءِ غیر اللہ غلو و ظلم ہے:

قرآن کریم نے نداء غیر اللہ کو غلو و جور کہا ہے چنانچہ اصحاب کھف کے قصہ میں ہے کہ:

﴿... إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ إِلَٰهًا لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾﴾ (الكهف)

جب کھڑے ہوئے اور کہا ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا رب ہے اس کے سوا کسی معبود کو ہم نہیں پکاریں گے۔ (اگر ایسا کیا تو) اس وقت ہم نے زیادتی کی بات کہی۔

قال ابن قتيبة في تفسيرغريب القرآن : أي غلوا يقال أشط عليَّ إذا غلا في القول.

امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ تفسیر "غریب القرآن" میں کہتے ہیں: یعنی غلو کی بات کہی، کہا جاتا ہے، اشط علی جب بات میں غلو کرے۔ (۲)

وقال الراغب في المفردات : الشطط الأفراط في البعد يقال شطت الدار وأشط يقال في المكان وفي الحكم وفي السوم يقال شط المزار عدى وانتهى الأمل. وعبر بالشطط عن الجور قال ﴿لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾﴾ (الكهف). أي قولا بعيدا عن الحق وشط النهر حيث يبعد عن الماء من حافته"۔ وقال أبو عبيدة في مجاز القرآن :"أي جورا وغلوّا".

امام راغب رحمہ اللہ "المفردات" میں کہتے ہیں: الشطط بہت دوری کو کہا جاتا ہے۔ "شطت الدار واشط مکان" حکم اور سودا میں آتا ہے۔ کہا گیا شط المزار یعنی ملنا بعید ہے اور شطط سے جور کی تعبیر کی جاتی ہے، قرآن میں ہے: ﴿لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾﴾ یعنی ایک بات جو حق سے بعید ہے، شط النہر یعنی پانی کنارے سے دور ہو گیا ہے۔ ابو عبیدۃ "مجاز القرآن" میں کہتے ہیں: شططا یعنی جور و غلو۔ (۳)

دیگر مفسرین یوں بیان کرتے ہیں۔

قال ابن جرير: يقول جل ثناؤه: لئن دعونا إلٰها غير إلٰه السمٰوات والأرض، لقد قلنا إذن بدعائنا غيره إلٰها، شططا من القول: يعني غاليا من الكذب، مجاوزا مقداره في البطول والغلوّ: كما قال الشاعر:

۱- تفسیر المنار (۴۱۳/۸)

۲- تفسیرغریب القرآن (ص ۲٦٤)

۳- المفردات للراغب (ص ۲٦۱) ، مجازالقرآن (۲۹٤/۱)

أَلا يــا لَقَوْمــي قد أَشْطَتْ عَوَاذِلــي ويزْعُمْنَ أَنْ أَوْدَى بِحَقِّــي باطلــي

ابن جریر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ہم آسمانوں اور زمین کے معبود کے سوا کسی کو پکاریں تو ہمارا یہ پکارنا انتہائی جھوٹ ہوگا جو بطلان و غلو میں حد سے زیادہ بڑھا ہوا ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا:

خبردار اے لوگو میری قوم پر تعجب ہے میری ملامت کرنے والیاں حد سے بڑھ گئی ہیں

کہتی ہیں میرے باطل نے میرے حق کو برباد کر دیا ہے۔ (۱)

وقال القرطبي :"أى لئن دعونا إلها غيره فقد قلنا إذا جوراً ومحالاً".

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اگر ہم اس کے سوا اور معبود کو پکاریں تو یہ ہماری زیادتی ہوگی اور محال بات۔ (۲)

وقال الخازن :قال ابن عباس يعني جورا، وقيل كذبا إن دعونا غيرالله. وهكذا فى البغوى على هامشه.

خازن کہتے رحمۃ اللہ علیہ ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یعنی جور، بعض کہتے ہیں: اگر ہم غیر اللہ کو پکاریں تو یہ جھوٹ ہوگا، بغوی میں بھی اسی طرح ہے۔ (۳)

اور غلو کی قرآن و حدیث میں منع صریح وارد ہے۔

قال اللہ تعالی :﴿يَـٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَـٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِى دِينِكُمۡ وَلَا تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡحَقَّۚ ...﴾ (النساء: ۱۷۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا نہ کچھ کہو۔

وقال :﴿قُلۡ يَـٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَـٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِى دِينِكُمۡ غَيۡرَ ٱلۡحَقِّ ...﴾ (المائدة: ۷۷)

اور فرمایا: کہہ دیجئے اے اہل کتاب حق کے سوا اپنے دین میں غلو نہ کرو۔

وقال النبي ﷺ :"إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالْغُلُوِّ فِي الدِّينِ".

نبی ﷺ نے فرمایا: دین میں غلو سے احتراز کرو تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ احمد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، "الجامع الصغیر" میں اسی طرح ہے۔ (۴)

اور جو چیز باعث ہلاکت ہو اس سے اور کیا حرام و ممنوع فعل ہوگا؟

تاسعاً: غیر اللہ کو پکارنا موجب عذاب ہے:

اور ساتویں دلیل میں سورۂ مومنون کی آیت گزری جس کا مفہوم ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارنے والے کی

۱- تفسير الطبري (۲۰۷/۱۵) والبيت للأحوص بن محمد , وهو من شواهد أبي عبيدة في مجاز القرآن (۱ / ۳۹۴)

۲- تفسيرقرطبي (۳۶۶/۱)

۳- تفسيرالخازن (۱۶۵/٤)

٤- (صحيح) صحيح وضعيف سنن النسائي رقم الحديث (۳۰۵۷) , سنن نسائی كِتَاب مَنَاسِكِ الْحَجِّ, بَاب الْتِقَاطِ الْحَصَى رقم الحديث (۳۰۰۷) , أخرجه أحمد والنسائى وإبن ماجة والحاكم من حديث إبن عباس كذا فى الجامع الصغير.

نجات نہیں ہے، نیز فرمایا کہ: ﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ ﴿٢١٣﴾﴾ (الشعراء)
اللہ کے ساتھ کسی معبود کو نہ پکار پس تو معذبین سے ہو جائے گا۔

﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ ﴿٩٨﴾﴾ (الأنبياء)
تم اور اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو جہنم میں جھونکے جاؤ گے، تم اس میں وارد ہونے والے ہو۔

اور تیسری دلیل میں بیان ہوا کہ پکارنا بھی عبادت ہے۔

﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾ وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ مِن دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنصُرُونَكُمْ أَوْ يَنتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾﴾
اور جہنم گمراہوں کے سامنے کر دی جائے گی، اور کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے تھے، کیا تمہاری مدد کرتے ہیں یا اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں، پس وہ معبودین اور گمراہ، دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے۔(الشعراء)

عاشراً: نداءِ غیر اللہ منع ہے: صراحتاً قرآن میں غیر اللہ کو پکارنے کی منع وارد ہے۔

﴿...فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ﴿١٨﴾﴾ (الجن) پس اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

قال الشوكاني فى تفسيره: ﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ من خلقه كائناً من كان.([1])
امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں: اللہ کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کو نہ پکارو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔
وقال ابن جرير: فلاتدعوا أيها الناس مع الله أحدا ولاتشركوا به شيئا ولكن فردوا له التوحيد واخلصوا له العبادة.
ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اے لوگو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، توحید کے قائل بنو اور عبادت خالص اسی کیلئے کرو۔([2])

وقال تعالىٰ: ﴿وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٦﴾﴾ (يونس)
اللہ کے سوا اس کو نہ پکار جو تجھے نہ نفع دیتا ہے اور نہ تیرا نقصان کر سکتا ہے اگر تو نے ایسا کیا تو اس وقت ظالموں میں سے ہو جائے گا۔
ان دونوں آیتوں میں صریحاً اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارنے کی منع ہے، خواہ فرشتہ یا نبی یا ولی یا کوئی اور نیز فرمایا:

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۘ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ...﴾ (القصص: ۸۸)
اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکار اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اس آیت سے دو مقدمے واضح ہوئے۔

أول: یہ کہ ایک ہی اللہ کو پکارنا ہے اس کے سوا دوسرے کو پکارنا ممنوع ہے۔

دوم: یہ کہ اللہ ایک ہے دوسرا کوئی اللہ نہیں ہے، ان دو مقدموں سے یہ نتیجہ ظاہر ہے کہ جو کسی دوسرے کو پکارتا ہے تو اس کو

---

[1] – فتح القدير للشوكانى (٥/ ٣٠٠).
[2] – تفسير ابن جرير (٢٩/ ١١٦).

اللہ جانتا ہے یایوں کہئے کہ کسی کو پکارنا اس کو اللہ سمجھنا ہے اور اللہ کے بعد دوسرا اللہ ماننا یا سمجھنا اس سے زیادہ کفر نہیں ہو سکتا۔

قال الله تعالى:﴿لَا تَتَّخِذُوٓاْ إِلَـٰهَيۡنِ ٱثۡنَيۡنِۖ إِنَّمَا هُوَ إِلَـٰهٞ وَٰحِدٞ...﴾ (النحل: ٥١) ترجمہ: دو معبود نہ بناؤ، معبود ایک ہی ہے۔

﴿لَّا تَجۡعَلۡ مَعَ ٱللَّهِ إِلَـٰهًا ءَاخَرَ فَتَقۡعُدَ مَذۡمُومٗا مَّخۡذُولٗا ﴿٢٢﴾﴾ ﴿وَلَا تَجۡعَلۡ مَعَ ٱللَّهِ إِلَـٰهًا ءَاخَرَ فَتُلۡقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومٗا مَّدۡحُورًا ﴿٣٩﴾﴾

اللہ کے سوا اور الٰہ نہ بنا پھر تو مذمت کیا ہوا اور بے یار و مددگار بیٹھ رہے گا اور اللہ کے سوا اور معبود نہ بنا ورنہ تو جہنم میں ملامت کیا ہوا اور راندا ہوا پھینک دیا جائے گا۔ (الإسراء)

﴿ٱلَّذِي جَعَلَ مَعَ ٱللَّهِ إِلَـٰهًا ءَاخَرَ فَأَلۡقِيَاهُ فِي ٱلۡعَذَابِ ٱلشَّدِيدِ ﴿٢٦﴾﴾ (ق)

جس نے اللہ کے ساتھ اور معبود بنایا اس کو شدید عذاب میں ڈال دو۔

الحادي عشر: ان آیات کے ملانے سے یہ مطلب نکلا کہ کسی بھی مخلوق کو پکارنا موجب مذمت و لعنت و طرد و ملامت ہے۔

والثاني عشر: اللہ کو پکارا جائے: اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس کو پکارا جائے جیسے آیت ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدۡعُونِيٓ...﴾ سے ظاہر ہے، نیز فرمایا کہ ﴿ٱدۡعُواْ رَبَّكُمۡ تَضَرُّعٗا وَخُفۡيَةًۚ...﴾ (الأعراف: ٥٥)، اور پھر کسی فرشتہ یا نبی یا ولی کو پکارنا اس کو اس کی شان میں برابر کرنا ہے حالانکہ اس کے برابر کوئی نہیں ﴿وَلَمۡ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدُۢ ﴿٤﴾﴾ (الإخلاص). اس سے بڑھ کر کیا کفر و ضلالت ہو گی۔

قال الله تعالى:﴿ثُمَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِرَبِّهِمۡ يَعۡدِلُونَ ﴿١﴾﴾ (الأنعام) پھر کفر کرنے والے اپنے رب کے برابر بناتے ہیں۔

وقال:﴿تَٱللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَٰلٖ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذۡ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿٩٨﴾ وَمَآ أَضَلَّنَآ إِلَّا ٱلۡمُجۡرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِن شَٰفِعِينَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٖ ﴿١٠١﴾﴾ (الشعراء)

کہیں گے قسم ہے اللہ کی ہم تو صریح گمراہی میں تھے جب کہ ہم نے رب العالمین کے برابر تم کو سمجھا، ہمیں تو مجرموں نے ہی گمراہ کیا ہے پس ہمارے لئے کوئی سفارش کرنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی مخلص دوست۔

بلکہ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنے والے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے محروم ہیں۔

وأخرج الترمذی وابن ماجة: عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَتَانِي آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي فَخَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يُدْخِلَ نِصْفَ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا.

ترمذی اور ابن ماجہ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس میرے رب کی طرف سے آنے والا آیا اور مجھے اختیار دیا کہ میری نصف امت جنت میں داخل ہو جائے یا سفارش کا حق لے لو میں نے سفارش کو ہی اختیار کیا اور یہ ہر اس شخص کیلئے ہو گی جس نے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بنایا ہے۔[1]

وأخرج إبن خزيمة فی التوحيد: عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ

---

[1] – (صحيح) صحيح سنن الترمذي رقم الحديث (٢٤٤١)، سنن الترمذی كِتَاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ بَاب مَا جَاءَ فِي الشَّفَاعَةِ، مشكاة (٤٩٤).

فَتَجْعَل كُل نَبِي دَعْوَته وَاخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا .

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ "التوحید" میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کیلئے مستجابہ دعا ہے، ہر نبی نے اپنی دعا پوری کرالی ہے اور میں نے اپنی دعا کو چھپا رکھا ہے کہ قیامت کے دن اپنی امت کیلئے سفارش کروں گا اور یہ سفارش ان شاء اللہ ہر اس شخص کو پہنچے گی جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ (1)

وأخرجه مسلم مع النووى: وأخرجه ابن ماجة: والآجرى فى الشريعة, والبيهقى فى الإعتقاد وقال وروينا فى هذا عن معاذ بن جبل وأبى ذر وأبى موسى وعوف بن مالك رضی اللہ عنہم وغيرهم عن النبى ﷺ .

امام مسلم اور ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا اور آجری نے "الشریعہ" میں اور بیہقی نے "الإعتقاد" میں روایت کیا اور کہا کہ اس بارے میں ہم نے معاذ بن جبل، ابوذر، ابو موسیٰ اور عوف بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مرفوعاً روایتیں کی ہیں۔ (2)

ثابت ہوا کہ مشرک کیلئے شفاعت نہیں اور غیر اللہ کو پکارنے والا مشرک ہے۔ كما ثبت فيما تقدم.

وأخرج البيهقى فى الإعتقاد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فى قول الله عزوجل لايشفعون إلالمن ارتضى ويقول الذين ارتضاهم بشهادة أن لا إله إلاالله . (3)

امام بیہقی رحمہ اللہ "الإعتقاد" میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ صرف اسی کے لئے سفارش کریں گے جس کیلئے اللہ پسند کرے گا اور وہ ان کو پسند کرتا ہے جو شہادت دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

وأخرجه ابن جرير وابن المنذر وابن أبى حاتم وأخرج نحوه ابن المنذر وابن أبى حاتم عن قتادة وأخرج عبد بن حميد عن الحسن كذا فى الدرالمنثور.

اس کو ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے تخریج کیا اور اسی طرح ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا اور عبد بن حمید نے حسن سے "الدرالمنثور" میں اسی طرح ہے۔ (4)

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی والدہ کیلئے دعاء استغفار کی اجازت نہیں ملی۔

فأخرج مسلم فى صحيحه مع النووى: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لِأُمِّي فَلَمْ يَأْذَنْ لِي وَاسْتَأْذَنْتُهُ أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي.

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب

1- صحيح مسلم كِتَاب الْإِيمَانِ, بَاب اخْتِبَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةَ الشَّفَاعَةِ لِأُمَّتِهِ, كتاب التوحيد (١٦٩).

2- سنن ابن ماجة (٤٣٢٩), والآجرى فى الشريعة (٣٤٠) الإعتقاد (٩٥).

3- الإعتقاد (٧).

4- الدر المنثور (٤/ ٣١٧).

سے اجازت طلب کی کہ اپنی ماں کیلئے استغفار کروں مجھے اجازت نہیں دی اور میں نے اجازت مانگی کہ اس کی قبر کی زیارت کو جاؤں تو مجھے اجازت دے دی۔ ([1])

والرابع عشر: مشرک کے لئے استغفار:

اس تقریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر قسم کے شرک کرنے والے خواہ غیر اللہ کو پکارے یا کوئی شرک کا کام کرے تو اس کیلئے دعا یا استغفار کرنا بھی منع ہے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن يَسْتَغْفِرُوا۟ لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوٓا۟ أُو۟لِى قُرْبَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَـٰبُ ٱلْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾ ﴾ (التوبة)

نبی علیہ السلام اور ایمانداروں کو اجازت نہیں کہ مشرکین کیلئے بخشش کی دعا مانگیں، چاہے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، اس حقیقت کے معلوم ہو جانے کے بعد کہ وہ جہنم والے ہیں۔

الخامس عشر: مشرک کی دیدار الٰہی سے محرومی:

غیر اللہ کو پکارنے والے قیامت کے دن اللہ کے دیدار سے محروم رہیں گے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿ . . . فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَـٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا ﴿١١٠﴾ ﴾ (الكهف)

جو اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہئے کہ صالح عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔ عبادت کی اعلیٰ قسم دعا ہے۔ کمامر

السادس عشر: نداءِ غیر اللہ باطل ہے:

اللہ کے سوا جس کو بھی پکارا جائے وہ باطل معبود مدعو ہے پس اس کو پکارنا بھی باطل ہے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ هُوَ ٱلْبَـٰطِلُ وَأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْكَبِيرُ ﴿٦٢﴾ ﴾ (الحج) ترجمہ: یہ اس لئے کہ اللہ حق ہے اور جن کو اس کے سوا پکارتے ہیں، باطل ہیں اور اللہ ہی بلند بڑا ہے۔

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ ٱلْبَـٰطِلُ وَأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْكَبِيرُ ﴿٣٠﴾ ﴾ لقمان

یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جس کو پکارتے ہیں باطل ہے اور اللہ ہی بلند بڑا ہے۔

قال الراغب فی المفردات: الباطل نقيض الحق وهو مالاثبات له عند الفحص عنه قال تعالىٰ: ﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ ٱلْبَـٰطِلُ ... ﴾ (لقمان) ([2])

امام راغب رحمہ اللہ "المفردات" میں کہتے ہیں: الباطل حق کی نقیض ہے یعنی جستجو کر لیں تو وہ نہ ملے اللہ تعالیٰ فرماتا

---

[1]- صحيح مسلم كِتَاب الْجَنَائِزِ, بَاب اسْتِئْذَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ (١/ ٣١٤) رقم الحديث (١٦٢١).

[2]- المفردات للراغب (٥٠).



ہے: یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور جن کو اس کے سوا پکارتے ہیں باطل ہیں۔

اور پہلی آیت کے تحت تفسیر ابن جریر میں ہے کہ: لأنی أنا الحق الذی لامثل لی ولاشریك ولاند وإن الذی یدعون هؤلاء المشركون إلٰها من دونه هو الباطل الذی لایقدر علی صنعة شئ بل هو المصنوع.

اس لئے کہ میں ہی حق ہوں، میرے مثل کوئی نہیں میرا کوئی شریک اور برابر کا نہیں اور جن کو یہ مشرکین میرے سوا معبود پکارتے ہیں وہ باطل ہیں جنہیں کسی چیز کے بنانے کی قدرت حاصل نہیں ہے بلکہ وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔([1])

ونحوه فی القاسمی، وفی القرطبی, أی ذوالحق فدینه الحق وعبادته الحق والمؤمنون یستحقون منه النصر بوعده الحق ﴿...وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ ٱلْبَٰطِلُ ...﴾ أی الأصنام التی لا إستحقاق لها فی العبادات.

اور "القاسمی" میں اسی طرح ہے، قرطبی میں ہے: یعنی حق والا۔ اس کا دین حق ہے اس کی عبادت حق ہے ایماندار اس کے حق وعدہ کی بناء پر اس کی مدد کے مستحق ہیں اور جن کو اس کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل ہیں یعنی بت جنہیں عبادات کا کوئی استحقاق حاصل نہیں ہے۔([2])

وفی إبن كثیر: أي: الإله الحق الذي لا تنبغي العبادة إلا له؛ لأنه ذو السلطان العظیم، الذي ما شاء كان وما لم يشأ لم يكن، وكل شيء فقير إليه، ذليل لديه، ﴿وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ ٱلْبَٰطِلُ...﴾ أي: من الأصنام والأنداد والأوثان، وكل ما عبد من دونه تعالى فهو باطل؛ لأنه لا يملك ضرًا ولا نفعًا.

"تفسیر ابن "کثیر میں ہے: یعنی حق معبود وہی ہے عبادت اسی کیلئے لائق ہے کیونکہ وہ سلطنتِ عظیمہ کا مالک ہے جو چاہتا ہے ہوتا ہے نہیں چاہتا تو نہیں ہوتا۔ ہر چیز اس کی محتاج اور اس کے آگے ذلیل ہے اور جن کو اس کے سوا پکارتے ہیں باطل ہیں یعنی بت، انداد، اوثان اور ہر وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، سب باطل ہیں کہ یہ نہ نقصان کے مالک ہیں نہ نفع کے۔([3])

وفی النسفی: إن الله الحق الثابت إلٰهیته وإن كل مایدعی إلٰها من دونه باطل الدعوة.

"تفسیر نسفی "میں ہے: یقیناً اللہ حق ہے اور اس کی الوہیت ثابت اور اس کے سوا جو بھی اِلٰہ پکارا جاتا ہے وہ باطل ہے۔([4])

وفی جامع البیان للمعین علی هامش الجلالین: وكل ما یدعو إلٰها دونه باطل الألوهیة كل إله سواه .

"جامع البیان "للمعین میں ہے: اس کے سوا جو بھی اِلٰہ پکارا جاتا ہے اس کی الوہیت باطل ہے۔([5])

اور دوسری آیت کے تحت ابن کثیر میں ہے کہ: أی: الموجود الحق، الإله الحق، وأن كل ما سواه باطل فإنه

---

[1]– تفسیر ابن جریر (۱۷/ ۱۹۶)

[2]– تفسیرالقاسمی (۱۲/ ۴۳۷۵)، تفسیرالقرطبی (۲/ ۹۱).

[3]– تفسیر ابن كثیر (۳/ ۲۳۲).

[4]– تفسیر النسفی (۳/ ۱۰۹).

[5]– جامع البیان للمعین (۲۷۳).

الغني عما سواه، وكل شيء فقير إليه؛ لأن كل ما في السمٰوات والأرض الجميع خلقه وعبيده، لا يقدر على تحريك ذرّة إلا بإذنه، ولو اجتمع كل أهل الأرض أن يخلقوا ذبابا لعجزوا عن ذلك.

یعنی وہی موجودِ حق ہے اور معبودِ حق ہے اور اس کے سوا ہر ایک باطل ہے کہ وہ اپنے ماسوا سے بے نیاز ہے اور ہر چیز اس کی محتاج ہے اس لئے کہ آسمانوں اور زمین کی جملہ چیزیں اسی کی پیدا کردہ ہیں اور اسی کے غلام اس کی اجازت کے بغیر ایک ذرہ نہیں ہلا سکتے، اگر سب زمین والے ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں گے۔ ([1])

وفى النسفى: إنه هو الحق الثابت الإلٰهية وأن من دونه باطل الإلٰهية.

وہی حق ہے اس کی الوہیت ثابت اور اس کے سوا کی الوہیت باطل ہے۔ ([2])

ان آیات و عبارات سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ کسی کو پکارنا اس کو اللہ سمجھنا ہے اور اللہ حق ہے، اس کی الوہیت حق ہے پس اس کا پکارنا بھی حق ہے اور دوسرے کی الوہیت باطل ہے پس اس کا پکارنا بھی باطل ہے۔

السابع عشر: باطل بمعنی شیطان:

سلف نے یہاں باطل کا معنی شیطان بھی کیا ہے۔

فأخرج ابن أبي حاتم عن مجاهد فى قوله: ﴿وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ ٱلْبَٰطِلُ...﴾ قال الشيطان كذا فى الدر المنثور، وذكره القرطبى أيضا فى تفسيره، وقال الزمخشرى فى أساس البلاغة "وأعوذ بالله من البطلة وهم الشياطين".

ابن ابی حاتم مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ ٱلْبَٰطِلُ...﴾ یعنی شیطان۔ "الدا لمنثور" میں اسی طرح ہے، قرطبی نے بھی اسے اپنی تفسیر میں ذکر کیا۔ زمخشری "اساس البلاغہ" میں کہتے ہیں: "أعوذ بالله من البطلة" یعنی شیاطین۔ ([3])

پس ان آیتوں کا یہ مطلب بھی ہوا کہ اللہ کے ماسواء کو پکارنے والے اپنے خیال کے مطابق خواہ کسی کو پکارتے ہوں مگر دراصل وہ شیطان ہی کو پکارتے ہیں کیونکہ فرشتے یا انبیاء علیہم السلام یا اللہ کے مقرب بندے رحمۃ اللہ علیہم نے نہ ایسا امر دیا ہے کہ مجھے پکارو نہ ایسی اجازت دی ہے اور نہ اس سے خوش ہوتے ہیں یعنی دراصل شیطان ہی کے القاء و اغوا پر پکارتے ہیں اسی کی اطاعت میں پکارتے ہیں لہٰذا یہ پکار اسی کو ہے۔ اس کیلئے چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

غیر اللہ کو پکارنا شیطان کو پکارنا ہے

دلیل اول: قال اللہ تعالیٰ: ﴿...وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَٰنًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾﴾ (النساء)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ لوگ شیطان سرکش کو ہی پکارتے ہیں۔

---

[1] – تفسير ابن كثير (٣/ ٤٥٢).

[2] – تفسير النسفى (٢٨٤).

[3] – الدر المنثور (٤/ ٤٦٩)، تفسير القرطبى (١٤/ ٧٩)، أساس البلاغة للزمخشرى (٣٦) طبع الهند.

یہ حصر صاف بتاتا ہے کہ کیونکہ غیر اللہ کی پرستش، پکارنا وغیرہ سب شیطان کے کہنے پر ہے لہٰذا یہ اس کی پرستش ہے ورنہ جو لوگ فرشتوں اور نبیوں کو پکارتے ہیں تو کیا معاذ اللہ ان سب کو شیطان مرید کہیں گے؟ حاشا للہ بلکہ آیت:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ سَبَقَتۡ لَهُم مِّنَّا ٱلۡحُسۡنَىٰٓ أُوْلَٰٓئِكَ عَنۡهَا مُبۡعَدُونَ ﴾ (الأنبياء)

جن کیلئے ہماری طرف سے اچھائی پہلے ہو چکی ہے وہ اس سے دور کئے جاتے ہیں۔

ان سب نیکوں کو مستثنیٰ کرتی ہے کیونکہ وہ اس پر کبھی راضی نہیں بلکہ یہ شیطان کی پیروی ہے اور اسی کی عبادت ہے۔

قال ابن جریر فی تفسیرہ: وما يدعو هٰؤلاء الذين يدعون هذه الأوثان والإناث من دون الله بدعائهم إياها "إلا شيطانًا مريدًا"، يعني: متمردًا على الله في خلافه فيما أمره به، وفيما نهاه عنه.

یہ لوگ جو ان اوثان اور اناث کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں یہ در حقیقت شیطان سرکش کو ہی پکارتے ہیں، مرید یعنی اللہ کے احکام کی خلاف ورزی میں سرکش ہیں۔[1]

وقال ابن كثير: أي: هو الذي أمرهم بذلك وحسنه وزينه لهم، وهم إنما يعبدون إبليس في نفس الأمر.

امام ابن کثیر کہتے ہیں: یعنی اس ابلیس نے ان کو اس کا حکم دیا، ان کے آگے اس کی خوبصورتی اور تزیین کی، در حقیقت یہ لوگ ابلیس کی عبادت کرتے ہیں۔[2]

وقال الزمخشری فی الکشاف: لأنه هو الذي أغراهم على عبادتها فأطاعوه فجعلت طاعتهم له عبادة.

زمخشری "کشاف" میں کہتے ہیں: اس لئے کہ اسی ابلیس نے ان کو غیر اللہ کی عبادت کا شوق دیا ہے یہ اس کی اطاعت کر رہے ہیں، ان کا ابلیس کی اطاعت کرنا ہی اس کی عبادت ہے۔ نسفی، خازن اور المنار وغیرہ میں اسی طرح ہے۔[3]

وقال الشوکانی فی فتح القدیر: "أي: وما يدعون من دون الله إلا شيطاناً مريداً، وهو إبليس لعنه الله، لأنهم إذا أطاعوه فيما يقول لهم فقد عبدوه".

امام شوکانی "فتح القدیر" میں کہتے ہیں: یعنی اللہ کے سوا شیطان ابلیس سرکش کو ہی یہ لوگ پکارتے ہیں کیونکہ جب یہ اس کی اطاعت کرتے ہیں جس کا وہ حکم دے تو گویا اس کی عبادت کر رہے ہیں۔[4]

وهكذا فی القاسمی: وفی الجامع البيان للمعين على هامش الجلالين: "فإنهم أمرهم بعبادتها فعلى الحقيقة هم يعبدونه".

"القاسمی" اور "الجامع البیان" میں اسی طرح ہے کہ اسی نے ان کو غیر اللہ کی عبادت کا حکم دیا ہے پس در حقیقت اسی کی

---

[1] - تفسیر الطبری (۵/ ۲۸۰).
[2] - تفسیر ابن کثیر (۱/ ۵۵۶).
[3] - تفسیرالکشاف (۱/ ۴۲۴), تفسیر النسفی (۱/ ۱۵۱), الخازن مع البغوی (۱/ ۴۹۸), المنار (۵/ ۴۲۵).
[4] - فتح القدیر (۱/ ۴۲۸).



عبادت کر رہے ہیں۔ (1)

دلیل دوم: قال الله تعالیٰ:﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ﴿٤٢﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ ﴾ (مریم)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کتاب میں ابراہیم کا ذکر کر وہ صدیق نبی تھا جب کہ اس نے اپنے باپ کو کہا اے میرے ابا جان تو کیوں اس کی عبادت کرتا ہے جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا اور نہ تجھے کوئی فائدہ دے سکتا ہے، اے ابا جان میرے پاس علم آگیا ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے, میرے پیچھے چلیں میں آپ کو سیدھے راستے پر لے چلوں گا، اے ابا جان شیطان کی عبادت نہ کریں شیطان تو رحمن کا نافرمان ہے۔

اور ظاہر ہے کہ شیطان اندھا نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ ان بتوں کی پوجا بھی دراصل شیطان ہی کی پوجا ہے کیونکہ اسی کے امر سے کی جاتی ہے، تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ: أي: لا تطعه في عبادتك هذه الأصنام، فإنه هو الداعي إلى ذلك، والراضي به، وقال النسفی فی المدارك: "أی لا تطعه فيما سوّل من عبادة الصنم...أن الشيطان الذي عصى الرحمن الذي جمع النعم منه أوقعك في عبادة الصنم وزينها لك فأنت عابده في الحقيقة" مختصرا.

یعنی ان بتوں کی پوجا کرنے میں اس کی اطاعت نہ کر، یہ اس کا داعی ہے اور یہی اس پر راضی ہوتا ہے۔ (2)

نسفی "مدارک" میں کہتے ہیں: یعنی بتوں کی عبادت میں اس کی اطاعت نہ کر کہ شیطان رحمن کا نافرمان ہی تجھے بتوں کی عبادت میں لگا رہا ہے اور اسے تیری نظر میں مزین کرتا ہے، درحقیقت تو اسی کا عابد ہے۔ مختصراً۔ (3)

قال القرطبی: "أي لا تطعه فيما يأمرك من الكفر، ومن أطاع شيئا في معصية فقد عبده".

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ جس کفر کا یہ تجھے حکم دیتا ہے، اس میں اس کا کہنا مان اور جو نافرمانی میں کسی کی اطاعت کرتا ہے وہ اسی کا عابد ہے۔ زاد المسیر لابن الجوزی میں اسی طرح ہے۔ (4)

وفی الخازن مع البغوی: "لا تطعه فيما يزين لك من الكفر والشرك".

تفسیر خازن میں ہے: کفر و شرک میں جو اس نے تیرے لئے مزین بنا دیا ہے اس کی اطاعت نہ کر۔ (5)

وفی الکشاف: هو الذي ورّطك في هذه الضلالة وأمرك بها وزينها لك،فأنت إن حققت النظر عابد الشيطان.

1- تفسير القاسمي (٥/ ٥٥٦)، جامع البيان (٨٦).

2- تفسير ابن كثير (٣/ ٢٢٣).

3- تفسير النسفي (٣/ ٣٦، ٣٧).

4- تفسير القرطبي (١١/ ١١١)، زاد المسير (٥/ ٢٣٦).

5- تفسير الخازن (٤/ ٢٠١).

"کشاف"میں ہے: اسی نے تجھے اس گمراہی میں لا ڈالا اور حکم دیا اور تیرے لئے مزین کیا۔ اگر تحقیقی نظر سے دیکھے تو توعابد شیطان ہے۔ (1)

وقال الشوکانی: "أي لا تطعه، فإن عبادة الأصنام هي من طاعة الشيطان".

شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اس کی اطاعت نہ کر بتوں کی پوجا شیطان کی اطاعت ہی ہے۔ (2)

دلیل سوم: وقال القاسمی فی محاسن التاویل: "فإنه فی الحقیقة عبادة الشیطان لأنه الأمر به والمسوّل له".

قاسمی رحمۃ اللہ علیہ "محاسن التأویل" میں کہتے ہیں: حقیقت میں یہ شیطان کی عبادت ہے کہ اسی نے اس کا حکم دیا ہے اور اسے مزین کر کے پیش کیا ہے۔ (3)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾ قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾﴾ (سبأ)

یاد کر جس دن ان سب کو اکٹھا کرے گا پھر فرشتوں کو کہے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟ فرشتے کہیں گے ہم آپ کی تنزیہ کرتے ہیں تو ہی ہمارا ساتھی ہے، یہ نہیں بلکہ یہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے ان کے اکثر پر ایمان لاتے تھے۔

یہاں ملائکہ کی عبادت کا صاف انکار ہے، حالانکہ لوگ ان کو پوجتے ہیں مثلاً ان کو بنات اللہ کہہ کر پوجنا، جیسے قرآن میں مشرکین سے منقول ہے کہ: ﴿فَٱسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ ٱلْبَنَاتُ وَلَهُمُ ٱلْبَنُونَ ﴿١٤٩﴾ أَمْ خَلَقْنَا ٱلْمَلَٰٓئِكَةَ إِنَٰثًا وَهُمْ شَٰهِدُونَ ﴿١٥٠﴾﴾ (الصافات) ترجمہ: پس ان سے پوچھ کیا تیرے رب کی بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے؟ کیا ہم نے فرشتوں کو مادہ پیدا کیا اور یہ حاضر تھے؟

ایضاً ملاؤں کے تعویذوں کو دیکھیں کہ کئی ایسے ہیں جن پر لکھا ہوتا ہے یا جبرئیل، یا میکائیل، یا اسرافیل یا عزرائیل، اسی طرح چوروں کو پکڑنے اور معلوم کرنے کیلئے مٹی کا لوٹا لے کر اس پر یہ نام لکھتے ہیں پھر مشکوک لوگوں کے نام کاغذ پر لکھ کر اس میں ڈالتے ہیں اور ان کا گمان ہے کہ جب چور کا نام آئے گا تو لوٹا گھومنے لگے گا۔ سبحان اللہ ھذا بھتان عظیم مگر اس کے باوجود فرشتے انکار کریں گے اور اس کی وجہ یہ بتائیں گے کہ ہمارا تو ان سے کوئی تعلق نہیں ہم سب مخلوق کا تو تو ہی ولی ہے مگر یہ دراصل شیطانوں کو پوجتے تھے کیونکہ انہی کے ماننے والے تھے انہی کے کہنے پر غیروں کی پوجا کرتے تھے نہ کہ ہماری مرضی سے یا کہنے سے

قال القرطبي: "أي يطيعون إبليس وأعوانه".

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی ابلیس اور اس کے معاونین کی اطاعت کرتے ہیں (4)

1- الکشاف (۲/ ۲۸۰).

2- الشوکانی (۳/ ۳۲٤).

3- محاسن التاویل للقاسمی (۱۱/ ٤٦٤١).

4- تفسیر القرطبی (١٤/ ۳۰۹).

وقال ابن كثير: أنتم أمرتم هؤلاء بعبادتكم؟... تقول الملائكة: ﴿...سُبْحَٰنَكَ ...﴾ أي: تعاليت تقدست عن أن يكون معك إله ﴿أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ...﴾ أي: نحن عبيدك ونبرأ إليك من هؤلاء، ﴿بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ...﴾ يعنون: الشياطين لأنهم هم الذين زينوا لهم عبادة الأوثان وأضلوهم﴿...أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴾".

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: تم نے ان کو اپنی عبادت کا حکم دیا تھا، فرشتے کہیں گے ، ﴿ سُبْحَٰنَكَ ﴾یعنی آپ بلند اور مقدس ہیں کہ آپ کے ساتھ کوئی الہٰ ہو﴿ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ...﴾ یعنی ہم آپ کے غلام ہیں اور ان سے براءت کا اظہار کرتے ہیں﴿ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ...﴾ یہ شیاطین کی عبادت کرتے تھے کیونکہ شیاطین نے ہی بتوں کی پوجا کو ان کیلئے مزین بنا کر پیش کیا اور انہیں گمراہ کیا۔ (1)

وقال الزمخشری فی الکشاف: "يريدون الشياطين، حيث أطاعوهم في عبادة غير الله". وقال الخازن فی لباب التأويل: "فبينوا بإثبات موالاة الله ومعاداة الكفار برائتهم من الرضا بعبادتهم لهم بل كانوا يعبدون الجن يعنى الشياطين فإن قلت قد عبدوا الملآئكة فكيف وجه قوله ﴿بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ...﴾ قلت أراد الشياطين زينوا لهم عبادة الملئكة فأطاعوهم فى ذلك فكانت طاعتهم الشياطين عبادة لهم".

زمخشری رحمۃ اللہ علیہ "کشاف" میں کہتے ہیں: آیت میں مراد شیاطین ہیں کہ غیر اللہ کی عبادت میں مشرکین نے انہی کی اطاعت کی ہے، خازن "لباب التاویل" میں کہتے ہیں: فرشتوں نے اللہ کے ساتھ دوستی اور کافروں کے ساتھ دشمنی کے اثبات سے واضح کر دیا کہ ہم ان کے عبادت کرنے سے بری ہیں بلکہ یہ لوگ جن یعنی شیاطین کی عبادت کرتے تھے اگر تو کہے انہوں نے تو فرشتوں کی عبادت کی پھر یہ کیوں کہا کہ یہ جنوں کی عبادت کرتے تھے؟ میں کہتا ہوں مقصد یہ ہے کہ شیاطین نے فرشتوں کی عبادت کو کافر کے دلوں میں مزین کیا تھا اور انہوں نے شیطان کی اطاعت کی پس ان کی اطاعت کرنا شیاطین کی عبادت ہے۔ (2)

وهكذا فى القاسمی: وقال ابن الجوزی فی زاد المسير: أي: نحن نتبرَّأُ إليك منهم، ما تولَّيناهم ولا اتَّخذناهم عابدين، ولسنا نريد ولياً غيرك. ﴿بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ...﴾ أي: يُطيعون الشياطين في عبادتهم إيَّانا ﴿ أَكْثَرُهُم بِهِم ...﴾ أي: بالشياطين ﴿...مُّؤْمِنُونَ ...﴾ أي: مصدِّقون لهم فيما يخبرونهم من الكذب أن الملآئكة بناتُ الله. وهكذا فى الشوكانی والجلالين مع جامع البيان على هامشه. (3)

"معالم التنزیل" للبغوی، نسفی، قاسمی میں اسی طرح ہے، ابن الجوزی "زاد المسیر" میں کہتے ہیں: یعنی ہم آپ کے پاس ان سے براءت کا اظہار کرتے ہیں، ہم نے نہ ان کو دوست بنایا نہ اپنا عابد بنایا، ہم تو آپ کے سوا کسی کو ولی نہیں بنانا چاہتے تھے بلکہ یہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے کہ ہماری عبادت میں شیاطین کی اطاعت کر رہے تھے، ان کی اکثریت شیاطین پر ایمان رکھتی

1- تفسير ابن كثير (۳/ ۴۲).

2- الكشاف (۲/ ۵۶۵)، لباب التأويل (۵/ ۲۴۱)، النسفی (۳/ ۳۲۸). وهكذا فی معالم التنزيل للبغوی على هامشه.

3- القاسمی (۱۴/ ۴۹۶۴)، زاد المسير (۶/ ۴۶۳)، الشوكانی (۴/ ۳۲۱)، الجلالين (۳۶۱).

تھی ان کے جھوٹ کو یہ سچ مانتے مثلاً یہ کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ "شوکانی" اور "جلالین" میں اسی طرح ہے۔

دلیل چہارم : قال اللہ تعالیٰ: ﴿ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا۟ ٱلشَّيْطَٰنَ ۖ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٠﴾ وَأَنِ ٱعْبُدُونِى ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ ﴾ (یس)

اے اولادِ آدم کیا میں نے تمہاری طرف نصیحت نہیں کی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو، یقیناً یہ تمہارا صریح دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرو یہ ہی سیدھی راہ ہے۔

کیا صرف ایک شیطان ہی کی عبادت سے اللہ نے منع کیا تھا؟ نہیں بلکہ یہ حکم دیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

﴿ ...أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ ۚ ... ﴾ (یوسف: ٤٠) . ترجمہ: اس نے حکم دیا تھا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

مگر چونکہ اللہ کے سوا کسی کی بھی عبادت ہو تو وہ شیطان ہی کی عبادت ہے اس لئے کہ اس کی اطاعت کی بناء پر ہے۔

قال ابن جرير: "يقول: ألم أوصكم وآمركم في الدنيا أن لا تعبدوا الشيطان فتطيعوه في معصية...قوله ﴿ وَأَنِ ٱعْبُدُونِى هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴾ يقول: ألم أعهد إليكم أن اعبدوني دون كلّ ماسواى من الآلهة والأنداد، وإياي فأطيعوا، فإن إخلاص عبادتي، وإفراد طاعتي، ومعصية الشيطان، هو الدين الصحيح، والطريق المستقيم".

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ فرماتا ہے، کیا میں نے تمہیں تاکید نہ کی اور دنیا میں حکم نہیں دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا کہ کہیں نافرمانی میں اس کی اطاعت کرو قولہ ﴿ وَأَنِ ٱعْبُدُونِى ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴾ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: کیا میں نے تمہیں تاکید کر دی تھی کہ میری ہی عبادت کرنا، میرے سوا جو دوسرے الٰہ اور شرکاء بنا لئے گئے ہیں ان کی عبادت نہ کرو اور میری ہی اطاعتِ خالص، میری عبادت واطاعت کرنا اور شیطان کی نافرمانی کرنا ہی دینِ صحیح اور صراطِ مستقیم ہے۔[1]

ونحوه فی ابن كثير والقرطبي والشوكانی وقال ابن الجوزی فی تفسيره: "﴿ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ ﴾ أي: ألم آمركم ألم أوصِكم؟ و«تعبُدوا» بمعنى تُطيعوا، والشيطان هو إبليس، زيَّن لهم الشِّرك فأطاعوه... ﴿ وَأَنِ ٱعْبُدُونِى ﴾ بكسر النون؛ والمعنى: وحِّدوني ﴿ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴾ يعني التوحيد". مختصراً.

ابن کثیر، قرطبی، شوکانی میں اسی طرح ہے۔ ابن الجوزی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں: ﴿ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ ... ﴾ یعنی کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا، کیا تمہیں تاکید نہیں کی "تعبدوا بمعنی تطیعوا" ابلیس نے ان کیلئے شرک کو مزین کیا، انہوں نے اس کی اطاعت کی ﴿ ...وَأَنِ ٱعْبُدُونِى... ﴾ بہ کسر نون بمعنی وحدونی ﴿ ...هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴾ یعنی توحید کا راستہ۔ مختصراً۔[2]

وقال النسفي فی تفسيره: وعبادة الشيطان طاعته فيما يوسوس إليهم ويزينه لهم ﴿ وَأَنِ ٱعْبُدُونِى... ﴾ وحدوني وأطيعوني ﴿ هَٰذَا ﴾ إشارة إلى ما عهد إليهم من معصية الشيطان وطاعة الرحمن ﴿ صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴾

---

[1] – تفسیر ابن جریر (۲۳/ ۲۳).

[2] – تفسیر ابن کثیر (۳/ ۵۷٦), تفسیر القرطبی (۱۵/ ٤۷), الشوکانی (٤/ ۳٦٦), زاد المسیر (۷/ ۳۰).



وهكذا فى الكشاف، ونحوه فى الجلالين مع جامع البيان.

نسفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں کہتے ہیں: شیطان کی عبادت اس کے وساوس اور تزیینات میں اس کی اطاعت کرنا ہے، ﴿ وَأَنِ اعْبُدُونِي ﴾ مجھے ایک جانو اور میری ہی اطاعت کرو، ﴿ هَذَا ﴾ یعنی شیطان کی نافرمانی اور رحمن کی اطاعت صراط مستقیم ہے۔

"کشاف" میں اسی طرح ہے اور "جلالین" میں بھی۔ (1)

الحاصل: پہلی اور چوتھی آیتوں میں عموم ہے کہ ماسواء اللہ ہر شئ کی پوجا کرنا یا اس کو پکارنا دراصل شیطان کو پکارنا ہے اور دوسری آیت سے بھی یہ ظاہر ہے کہ بتوں کی پوجا دراصل شیطان کی پوجا ہے جس میں حجر، شجر، جمادات، نباتات، قبروں اور مزاروں یا جھنڈوں، لکڑیوں اور ہر جامد و میت چیز کو پکارنا یا پوجنا داخل ہے اور تیسری آیت میں خصوصی طور پر اللہ کے مقرب بندے مثلاً فرشتے وغیرہ کو پوجنا یا پکارنا بیان ہے، یعنی دراصل یہ بھی شیطان کو پکارنا ہے کیونکہ کسی نیک بندے کی تعلیم نہیں کہ اسے پکارا جائے بلکہ یہ شیطانی تعلیم ہے پس اس کی پرستش شمار ہوگی۔

الثامن عشر: غیر اللہ کسی کی پکار کا جواب نہیں دیتے:

قرآن مجید نے یہ واضح کیا ہے کہ اللہ کے سوا جن کو بھی تم پکارو وہ کوئی جواب نہیں دیتے: ﴿ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿١٤﴾ ﴾ (الرعد)

اسی کو پکارنا حق ہے اور جو اس کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے اس کی مثال پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والے کی مانند ہے کہ یہ پانی منہ میں آجائے حالانکہ وہ نہیں آسکتا اور کافروں کا پکارنا گمراہی میں ہے۔

قال ابن جرير فى تفسيره: والعرب تضرب لمن سعى فيما لا يدركه مثلا بالقابض على الماء، قال بعضهم.

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک ایسے شخص کیلئے جو کسی چیز کے علم کے بغیر اس میں کوشاں ہے عرب قابض على الماء یعنی پانی پکڑنے والا کہتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے:

فإني وإياكم وشوقا إليكم   كقابض ماء لم تسقه أنامله

میں اور تم اور تمہارا اشتیاق   پانی کے پکڑنے والے کی طرح ہیں جس کی انگلیاں پانی نہیں پیتی ہیں

يعنى بذلك إنه ليس فى قدرة من ذلك إلا كما فى يد القابض على الماء لأن القابض على الماء لاشئ فى يده. وقال الآخر:

مقصد یہ ہے کہ اس کو اس میں کچھ حاصل نہ ہوگا جیسا کہ قابض على الماء کہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہوتا، ایک اور شاعر کہتا ہے:

فأصبحت مما كان بيني وبينها   من الود مثل القابض الماء باليد

میرے اور اس کے درمیان جو محبت ہے اس میں پانی کو ہاتھ سے پکڑنے والے کی طرح ہوگیا ہوں

ثم أخرج عن على رضي الله عنه قال: "كالرجل العطشان يمد يده إلى البئر ليرتفع الماء إليه، وما هو بباالغه. وعن

1- تفسير النسفى (٤/ ١١)، الكشاف (٢/ ٥٩١)، الجلالين (٣٦٩).



مجاهد يدعو الماء بلسانه، ويشير إليه بيده، ولا يأتيه أبداً".

پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: پیاسے آدمی کی طرح جو اپنا ہاتھ کنویں کی طرف پھیلاتا ہے کہ پانی اس کے پاس اونچا ہو کر آجائے اور وہ نہیں آئے گا۔ مجاہد سے ہے: پانی کو اپنی زبان سے بلاتا ہے اور ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے اور وہ کبھی اس کے پاس نہیں آئے گا۔

وعن قتادة رضي الله عنه وليس ببالغه حتى يتمرغ عنقه ويهلك عطشاً.

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ پانی اس کے پاس نہیں پہنچے گا حتی کہ پیاسا تڑپ کر مر جائے۔ ([1])

قرطبی، ابن کثیر، ابن الجوزی، خازن، نسفی، شوکانی، قاسمی، کشاف وغیرہ میں اسی طرح ہے۔ ([2])

وقال الله تعالىٰ: ﴿...وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا۟ دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا۟ مَا ٱسْتَجَابُوا۟ لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾﴾ (فاطر)

اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو، کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے مالک نہیں ہیں، اگر تم ان کو پکارو، تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر سن لیں تو تمہاری درخواست قبول نہ کر سکیں گے اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے باخبر کی طرح اور کوئی نہیں بتائے گا۔

أخرج ابن جرير: "عن قتادة أي ماقبلوا ذلك منكم ولانفعوكم فيه".

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں: یعنی تم سے اس کو قبول نہ کریں گے اور نہ نفع دیں گے۔ ([3])

وقال القرطبي: "أي إن تستغيثوا بهم في النوائب لا يسمعوا دعاءكم، لأنها جمادات لاتبصر، ولا تسمع... ثم يجوز أن يرجع هذا إلى المعبودين مما يعقل، كالملائكة والجن والأنبياء والشياطين أي يجحدون أن يكون ما فعلتموه حقا، وأنهم أمروكم بعبادتهم، كما أخبر عن عيسى بقوله:"﴿مَا يَكُونُ لِىٓ أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِى بِحَقٍّ﴾ (المائدة: ١١٦)" ونحوه في الشوكاني والجمل وقال تعالىٰ: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُۥٓ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ وَهُمْ عَن دُعَآئِهِمْ غَـٰفِلُونَ ﴿٥﴾ وَإِذَا حُشِرَ ٱلنَّاسُ كَانُوا۟ لَهُمْ أَعْدَآءً وَكَانُوا۟ بِعِبَادَتِهِمْ كَـٰفِرِينَ ﴿٦﴾﴾ " (الأحقاف).

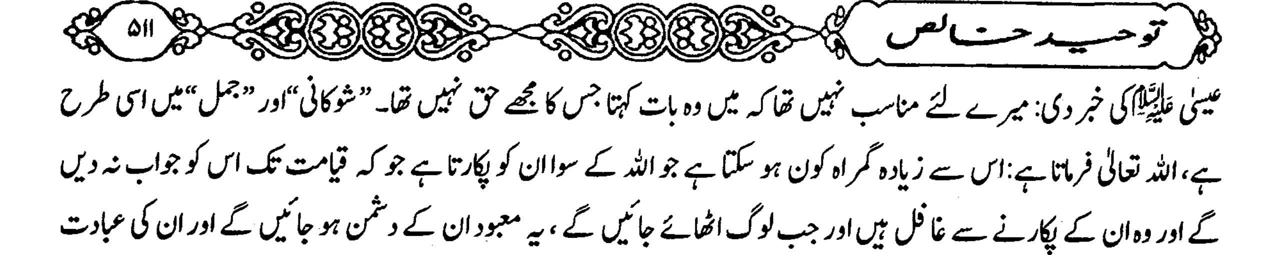
قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مقصد یہ ہے کہ اگر تم مصیبتوں میں ان سے مدد طلب کرو تو بھی تمہاری پکار نہ سنیں کیونکہ وہ جمادات ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے اس بات کا تعلق عقل مند معبودین کے ساتھ ہو جیسا کہ ملائکہ جن انبیاء اور شیاطین، یہ تمہارے کئے کے حق ہونے سے اور یہ کہ انہیں اپنی عبادت کا حکم کیا ہو، اس سے انکار کر دیں گے جیسا کہ

---

[1]– المصدر السابق , تفسير ابن جرير (١٣/ ١٢٩).

[2]– القرطبي (٩/ ٣٠٠ , ٣٠١), ابن كثير (٢/ ٥٧), ابن الجوزى (٤/ ٣١٧), الخازن مع البغوى (٤/ ١٠), النسفي (٢/ ٢٤٥), الشوكاني (٣/ ٦٩), القاسمي (٩/ ٣٦٦٢), الكشاف (٢/ ١٦٢).

[3]– تفسير ابن جرير (٢٢/ ١٢٦).



عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی: میرے لئے مناسب نہیں تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے حق نہیں تھا۔ "شوکانی" اور "جمل" میں اسی طرح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ان کو پکارتا ہے جو کہ قیامت تک اس کو جواب نہ دیں گے اور وہ ان کے پکارنے سے غافل ہیں اور جب لوگ اٹھائے جائیں گے، یہ معبود ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔ (۱)

وقال الزمخشری فی الکشاف: وإنما قيل: (مَن) و (هم) لأنه أسند إليهم ما يسند إلى أولى العلم من الاستجابة والغفلة، لأنهم كانوا يصفون بالتمييز جهلاً وغباوة. ويجوز أن يريد: كل معبود من دون الله من الجن والإنس والأوثان، فغلب غير الأوثان عليها. (۲)

زمخشری "کشاف" میں کہتے ہیں: "من اور ھم" اس لئے استعمال ہوا کہ ان کی طرف استجابت اور غفلت کی صفات ذوی العقول اسناد ہوئیں ہیں اس لئے کہ مشرکین بوجہ جہالت وغباوت ان کو عقل وشعور سے متصف کرتے تھے یہ بھی ہو سکتا ہے اس سے مراد وہ معبود ہوں جن کی اللہ کے سوا عبادت کی گئی جن، انسان اور اوثان پس غیر اوثان کو اوثان پر تغلیب دے کر "من اور ھم" کا اطلاق ہوا

خلاصہ یہ کہ ماسواء اللہ کو پکارنا لغو وعبث ہے۔

التاسع عشر : معنى إسمه تعالى المجيب.

بلکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے ایک نام "المجیب" بھی ہے اور حدیث الاسماء الحسنٰی میں مذکور ہے۔

قال الله تعالى: عن نبيه صالح عليه السلام ﴿فَٱسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوٓاْ إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّى قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾﴾ (هود)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صالح علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا: تم اپنے رب سے بخشش چاہو پھر اس کی طرف رجوع کرو بے شک میرا رب قریب ہے۔

وقال البيهقى فى الإعتقاد: "مُجِيبٌ : هو الذي يجيب المضطر إذا دعاه، ويغيث الملهوف إذا ناداه".

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "الإعتقاد" میں کہتے ہیں: مجیب وہ کہ جب بھی پریشان و مجبور اسے پکارے وہ جواب دے اور اس کی امداد کرے۔ (۳)

وقال فى الأسماء والصفات: عن الحليمى "ومعناه الذي ينيل سائله ما يريد ولا يقدر على ذلك غيره".

"الأسماء والصفات" میں ہے کہ: اس کا معنی ہے کہ جو چاہے سائل کو دے اس پر اس کے غیر کو قدرت نہیں ہے۔ (۴)

وقال الغزالى فى المقصد الأسنى: "هو الذى يقابل مسألة السائلين بالاسعاف ودعاء الداعين بالإجابة وضرورة المضطرين بالكفاية بل ينعم قبل النداء ويتفضل قبل الدعاء وليس ذلك إلا لله فإنه يعلم حاجة

۱- تفسير القرطبي (۱۴/ ۳۳۶) , الجمل (۴/ ۴۹۰).

۲- الكشاف (۳/ ۱۰۷).

۳- الإعتقاد (۱۷).

۴- الأسماء والصفات (۵۱) طبع الهند

المحتاجين قبل سؤالهم وقد علمها فی الأزل فدبر أسباب كفاية الحاجات بخلق الأطعمة والأقوات وتيسير الأسباب والآلات الموصولة إلى جميع المهمات".

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "المقصد الاسنی "میں کہتے ہیں: المجیب وہ ہے جو سائلین کے سوال کو پورا کرے دعا مانگنے والوں کی دعا قبول کرے اور مضطر لوگوں کی ضروریات کی کفایت کرے بلکہ پکارنے سے پہلے انعام کرلے اور دعا سے پہلے احسان و تفضل فرمائے اور ایسا کرنے والا فقط اللہ ہی ہے کہ وہی محتاجوں کی حاجت کو سوال سے پہلے جانتا ہے، وہ ازل سے واقف تھا اس نے ضروریات کی کفایت کیلئے اسباب کی تدبیر فرمائی طعام اور روزیاں پیدا کیں اور اسباب و آلات مہیا فرمائے جو جمیع مہمات کو پورا کرتے ہیں۔ (١)

ونحوه شرح أسماء الله الحسنىٰ للشيخ أحمد البونی.وقال الشوكانی فی تحفة الذاكرين "الذی يجيب دعوة من دعاه".

"شرح الأسماء الله الحسنىٰ "للشیخ البونی میں اسی طرح ہے، شوکانی "تحفۃ الذاکرین "میں کہتے ہیں: المجیب جو پکارے اس کی پکار کو پہنچنے والا۔ (٢)

پس دوسروں سے فریاد کرنا یا مدد کیلئے یا قضا حاجات کیلئے پکارنا اس کو بھی مجیب سمجھنا ہے جو خاص اللہ کی صفت ہے اور یہی بڑی وجہ اس فعل کے شرک ہونے کی ہے۔

قال الله تعالىٰ:﴿...فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۚ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾﴾ (مریم)

پس اسی کی عبادت کر اور اس کی عبادت پر پابند رہ، کیا تو اس کا ہم نام جانتا ہے؟

وفی تفسيرالشوكانی: "قال الزجاج: تأويله والله أعلم: هل تعلم له سمياً يستحق أن يقال له: خالق وقادر وعالم بما كان وبما يكون، وعلى هذا إلا سميّ لله في جميع أسمائه، لأن غيره وإن سمي بشيء من أسمائه، فللّه سبحانه حقيقة ذلك الوصف".

تفسیر شوکانی میں ہے: زجاج نے کہا اس کی تفسیر یہ ہے کیا تو اس کا ہم نام جانتا ہے جو استحقاق رکھتا ہو کہ اسے بھی خالق، قادر، عالم ماکان و مایکون کہا جاسکے۔ اسی طرح باقی ناموں میں اس کا کوئی ہم نام نہیں ہے۔ غیر کیلئے اگر اس کے اسم کا اطلاق ہوا بھی ہے تو اس وصف کی اصل حقیقت تو اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے۔ (٣)

اور اس کی تائید قرآن کے اندر بھی ملتی ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿يَٰزَكَرِيَّآ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَٰمٍ ٱسْمُهُۥ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَل لَّهُۥ مِن قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾﴾ (مریم)

اے زکریا تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں اس کا نام یحییٰ ہے ہم نے اس سے پہلے اس کا ہمنام نہیں بنایا ہے۔

١- المقصد الأسنى (٧٦).

٢- شرح أسماء الله الحسنى (٨٣).

٣- الشوكانی (٣/ ٣٣١).



والموفي للعشرين: سب اللہ کے محتاج ہیں:

قرآن کریم نے بھی ظاہر کیا ہے کہ اللہ کے آگے سب محتاج اور فقیر ہیں اور جن کو تم پکارتے ہو وہ بھی تمہاری طرح محتاج بندے ہیں وہ کسی کے نفع و ضرر کے مالک نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿...وَٱللَّهُ ٱلۡغَنِيُّ وَأَنتُمُ ٱلۡفُقَرَآءُ...﴾ (محمد: ۳۸) ۔ اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو۔

پس سب محتاج ہیں اور ان کو پکارنا بے سود ہے، بے معنی ہے، نیز ان کو غنی جل شانہ کی سی عزت دینا کھلا شرک ہے سب انسانوں میں اونچا مقام انبیاء علیہم السلام کا ہے حالانکہ وہ بھی اللہ کے آگے فقیر ہیں، موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ:

﴿فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰٓ إِلَى ٱلظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَآ أَنزَلۡتَ إِلَيَّ مِنۡ خَيۡرٖ فَقِيرٞ ﴿٢٤﴾﴾ (القصص)

ان کیلئے پلایا، پھر سایہ میں آ بیٹھے اور کہا اے میرے پروردگار جو آپ میری طرف اتاریں میں اس خیر کا محتاج ہوں۔

پس دوسرا کون ہے جو اس کی محتاجی سے باہر ہے؟ سیدنا نوح علیہ السلام نے کہا کہ:

﴿وَلَآ أَقُولُ لَكُمۡ عِندِي خَزَآئِنُ ٱللَّهِ...﴾ (هود: ۳۱) ۔ اور میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔

خود رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا کہ: ﴿قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمۡ عِندِي خَزَآئِنُ ٱللَّهِ...﴾ (الأنعام: ۵۰)

کہہ دیجئے میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔

پس دوسرا کون ہے جو اللہ کے خزانوں کا مالک ہو سکتا ہے؟ بلکہ کسی کے پاس نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَإِن مِّن شَيۡءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَآئِنُهُۥ وَمَا نُنَزِّلُهُۥٓ إِلَّا بِقَدَرٖ مَّعۡلُومٖ ﴿٢١﴾﴾ (الحجر)

ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہی ہیں اور ہم انہیں ایک معلوم اندازے سے اتارتے ہیں۔

نیز فرمایا کہ: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ عِبَادٌ أَمۡثَالُكُمۡۖ فَٱدۡعُوهُمۡ فَلۡيَسۡتَجِيبُواْ لَكُمۡ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ ﴿١٩٤﴾﴾

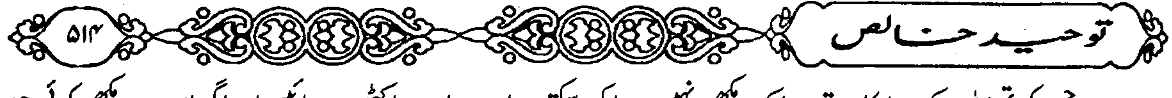
بیشک وہ لوگ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو تمہارے جیسے بندے ہیں پس انہیں پکارو، پس وہ تمہارا کہنا پورا کر دیں اگر تم سچے ہو۔ (الأعراف)

پس جب ہماری طرح اس کے بندے ہیں تو ان کو پکارنا باطل ہوا۔

ایضاً فرمایا کہ: ﴿...قُلۡ أَفَرَءَيۡتُم مَّا تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ إِنۡ أَرَادَنِيَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ هَلۡ هُنَّ كَٰشِفَٰتُ ضُرِّهِۦٓ أَوۡ أَرَادَنِي بِرَحۡمَةٍ هَلۡ هُنَّ مُمۡسِكَٰتُ رَحۡمَتِهِۦۚ قُلۡ حَسۡبِيَ ٱللَّهُۖ عَلَيۡهِ يَتَوَكَّلُ ٱلۡمُتَوَكِّلُونَ ﴿٣٨﴾﴾ (الزمر)

کہہ بتاؤ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے تکلیف دینا چاہے کیا وہ اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا مجھ پر رحمت کرنے کا ارادہ فرمائے کیا وہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ کہہ مجھے اللہ کافی ہے اسی پر ایمان داروں کو توکل کرنا چاہئے۔

﴿...إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَن يَخۡلُقُواْ ذُبَابٗا وَلَوِ ٱجۡتَمَعُواْ لَهُۥۖ وَإِن يَسۡلُبۡهُمُ ٱلذُّبَابُ شَيۡـٔٗا لَّا يَسۡتَنقِذُوهُ مِنۡهُۚ ضَعُفَ ٱلطَّالِبُ وَٱلۡمَطۡلُوبُ ﴿٧٣﴾ مَا قَدَرُواْ ٱللَّهَ حَقَّ قَدۡرِهِۦٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٧٤﴾﴾ (الحج)



جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی نہیں پیدا کر سکتے، چاہے سارے اکٹھے ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اس سے چھڑا نہیں سکتے طلب کرنے والے (طالب) اور جن سے طلب کیا جارہا ہے (مطلوب) دونوں ہی کمزور ہیں، انہوں نے صحیح طور پر اللہ کی قدر نہیں جانی یقیناً اللہ قوی زبردست ہے۔

یہ بیس دلائل قرآنیہ ہیں جن میں کئی دلائل سمائے ہوئے ہیں، وللہ الحمد. ایضاً قرآن کریم نے تین اصطلاحیں بیان فرمائی ہیں یعنی طاغوت، صنم اور وثن۔ ان تینوں کا اطلاق ہر اس چیز ماسوی اللہ پر ہو سکتا ہے جس کی پرستش کی جائے۔

طاغوت: قال في القاموس: "الطاغُوتُ اللاَّتُ، والعُزَّىٰ، والكاهِنُ، والشَّيْطانُ، وكلُّ رأسِ ضلالٍ، والأصْنامُ، وكلُّ ما عُبِدَ من دُونِ الله، ومَرَدَةُ أهْلِ الكتابِ".

ترجمہ: "القاموس" میں ہے: الطاغوت، لات، عزی، کاہن، شیطان، گمراہی کا سرغنہ، اصنام، ہر وہ جس کی اللہ کے سوا عبادت ہوئی اور سرکش اہل کتاب۔ (1)

وقال الراغب في المفردات: والطاغوت عبارة عن كل متعد وكل معبود من دون الله.

امام راغب رحمۃ اللہ علیہ "المفردات" میں کہتے ہیں: الطاغوت سے مراد تعدی کرنے والے اور اللہ کے سوا معبود ہیں۔ (2)

ونحو ذلك في النهاية لإبن الأثير ولسان العرب ومجمع بحار الأنوار.

النہایہ لابن الاثیر، لسان العرب اور مجمع بحار الانوار میں اسی طرح ہے۔ (3)

صنم: صنم کے متعلق "مفردات الراغب" میں ہے: قال بعض الحكماء: كل ماعبد من دون الله بل كل ما يشغل عن الله تعالىٰ يقال له صنم وعلى هذا الوجه قال إبراهيم صلوات الله عليه ﴿وَٱجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ ٱلْأَصْنَامَ﴾ فمعلوم أن إبراهيم مع تحققه بمعرفة الله، وإطلاعه على حكمته لم يكن ممن يخاف أن يعود إلى عبادة تلك الخبث التي كانوا يعبدونها فكأنه قال عن الإشتغال بما يصرفني عنك.

بعض حکماء کہتے ہیں: اللہ کے سوا جن کی عبادت کی گئی بلکہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ سے مشغول کر دے اسے صنم کہا جاتا ہے اسی بناء پر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا مجھے اور میری اولاد کو بچا کہ ہم اصنام کی عبادت کریں جیسا کہ معلوم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کی معرفت حاصل تھی وہ اس کی حکمتوں سے بھی مطلع تھے، ان سے خطرہ نہیں کہ ان خبث کی عبادت کریں گے جن کی اس دور کے مشرک کرتے تھے پھر گویا ان کا مقصد یہ ہے، ان کاموں سے بچا جو آپ سے میری توجہ ہٹا دیں۔ (4)

وهكذا في تاج العروس. تاج العروس میں اسی طرح ہے۔ (5)

---

1 – القاموس المحيط (٤/ ٣٥٧).

2 – المفردات للراغب (٣٠٧).

3 – النهاية لإبن الأثير (٣/ ٣٩)، لسان العرب (٩، ١٥)، مجمع بحار الأنوار (٢/ ٣١١).

4 – مفردات للراغب (٢٨٩).

5 – تاج العروس (٨/ ٣١٨).



وقال فی النهاية: "وهو كل من إتخذ من دون الله تعالىٰ".

"النهايه" میں ہے صنم ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اللہ کے سوا مقرر کر لی جائے۔ (۱)

وقال فی لسان العرب: "وقد تكرر في الحديث ذكرُ الصَّنَمِ والأَصنام وهو ما اتُّخِذَ إِلهاً من دون الله".

"لسان العرب" میں ہے: حدیث میں صنم اور اصنام کا لفظ بار بار آیا ہے، اصنام وہ ہیں جن کو اللہ کے سوا الٰہ بنالیا جائے۔

"مجمع بحار الأنوار" میں اسی طرح ہے۔ (۲)

الوثن: الوثن کیلئے "الصحاح للجوهرى" میں ہے: "الوثن: الصنم". الوثن صنم ہے۔ (۳)

وهكذا فى القاموس: والأفعال لإبن القطاع الصقلى، ولسان العرب، وتاج العروس. (٤)

"القاموس"، الافعال لابن القطاع الصقلی، "لسان العرب" اور "تاج العروس" میں اسی طرح ہے۔

بلکہ حدیث میں ہے کہ: "اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ" أخرجه مالك فى المؤطا عن عطاء بن يسار مرسلا ووصله البزار من حديث أبى سعيد الخدرى وله شاهد من حديث أبى هريرة رضی اللہ عنہ عند العقيلى كذا فى الزرقانى فى شرح المؤطا.

اے اللہ میری قبر کو وثن نہ بنا جس کی عبادت کی جائے۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "المؤطا" میں عطاء بن یسار سے مرسلاً روایت کیا اور بزار نے سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے موصول روایت کیا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس کا شاہد بھی ہے، الزرقانی "شرح المؤطا" میں اسی طرح ہے۔ (۵)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ماسواء اللہ جس کی پرستش ہوئی وہ وثن ہے اور لغة الحديث للنواب وحيد الزمان كتاب أصح المطابع میں ہے "اور وثن وہ جو اللہ کے سوا پوجا جائے اوثان اس کی جمع ہے"۔

ایک وہم: بعض کہتے ہیں کہ یہ آیتیں بتوں کیلئے ہیں، ہم تو نبیوں اور ولیوں کو پکارتے ہیں لیکن یہ سوال جتنا غلط ہے اتنا لغو بھی ہے۔

اس کا ازالہ اول: العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب. عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے، خصوص سبب کا نہیں۔

ثانیاً: یہ بت ان بزرگوں کی صورتیں تھیں۔

۱- النهاية (۳/ ۳۰).

۲- لسان العرب (۲/ ۳٤۹)، مجمع البحار (۲/ ۲۹۷).

۳- الصحاح للجوهرى (٦/ ۲۲۱۲).

٤- القاموس (٤/ ۲۲٤)، الأفعال لإبن القطاع (۳/ ۳۱۱)، لسان العرب (۳/ ٤٤۲)، تاج العروس (۹/ ۳۵۸).

۵- (صحيح) فقه السيرة، المؤطا (٦٠) رقم الحديث (۳۷٦)، شرح المؤطا للزرقانى (۱/ ۳۵۱).



فأخرج البخاری: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا صَارَتْ الْأَوْثَانُ الَّتِي كَانَتْ فِي قَوْمِ نُوحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ أَمَّا وَدٌّ كَانَتْ بِكَلْبٍ بِدَوْمَةِ الْجَنْدَلِ وَأَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ وَأَمَّا يَغُوثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ ثُمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالْجُرْفِ عِنْدَ سَبَإٍ وَأَمَّا يَعُوقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ وَأَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِآلِ ذِي الْكَلَاعِ أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى إليهم الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ أَنْ انْصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمْ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: قوم نوح میں جو اوثان تھے بعد میں عربوں میں ہوئے "دومۃ الجندل" میں قوم کلب کا تھا۔"سواع" ہذیل کا "یغوث" مراد یعنی بنو غطیف کا، سبا کے پاس جرف میں "یعوق"، ہمدان کا "نسر" حمیر آل ذی الکلاع ۔ نوح علیہ السلام کی قوم میں صالح مردوں کے نام تھے، جب وہ فوت ہو گئے تو شیاطین نے ان کی قوم میں خیال ڈالا کہ جن جگہوں میں یہ بیٹھے تھے وہاں انصاب بنالو اور ان اکابرین کے نام ان کو دے دو، چنانچہ قوم نے ایسا ہی کیا۔ جب اس دور کے لوگ مر گئے اور علم تغیر پذیر ہوا تو ان کی عبادت شروع ہو گئی۔ (۱)

اور فتح الباری میں ہے:وَأَخْرَجَ الْفَاكِهِيّ مِنْ طَرِيق عُبَيْد الله بْن عُبَيْد بْن عُمَيْر قَالَ : أَوَّل مَا حَدَثَتْ الْأَصْنَام عَلَى عَهْد نُوح ، وَكَانَتْ الْأَبْنَاء تَبَرّ الْآبَاء، فَمَاتَ رَجُل مِنْهُمْ فَجَزِعَ عَلَيْهِ فَجَعَلَ لَا يَصْبِر عَنْهُ ؛فَاتَّخَذَ مِثَالًا عَلَى صُورَته فَكُلَّمَا اِشْتَاقَ إِلَيْهِ نَظَرَهُ ثُمَّ مَاتَ فَفُعِلَ بِهِ كَمَا فعل تَتَابَعها عَلَى ذَلِكَ فَمَاتَ الْآبَاء، فَقَالَ الْأَبْنَاء. مَا اِتَّخَذَ آبَاؤُنَاهَذِهِ إِلَّا أَنَّهَا كَانَتْ آلِهَة، فَعَبَدُوهَا.

فاکہی رحمۃ اللہ علیہ عبید اللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ: اصنام کی ابتداء نوح علیہ السلام کے عہد سے شروع ہوئی، بیٹے آباء کے فرماں بردار تھے، ایک شخص فوت ہو گیا اس کا بیٹا صبر نہیں کر رہا تھا اس نے باپ کی صورت پر ایک مجسمہ بنالیا جب بھی باپ کو دیکھنے کا اشتیاق ہوتا اسے دیکھ لیتا وہ بھی فوت ہو گیا اور یہی سلسلہ اولاد میں چلتا رہا، بعد ازاں ان کی اولا دنے کہا ہمارے بڑوں نے یہ مجسمے اسی لئے بنائے تھے کہ خدا ہیں پس ان کی عبادت شروع کر دی۔ (۲)

اسی طرح مشہور بت "لات" بھی ایک آدمی تھا جس کے مر جانے کے بعد اس کی پوجا شروع ہوئی۔

فأخرج البخاری وابن جرير وابن المنذر وابن مردوية عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ اللَّاتُ رَجُلًا يَلُتُّ سَوِيقَ الْحَاجِّ, وأخرج الفاكهي عن ابن عباس أن اللات لما مات قال لهم عمرو بن لحي: إنه لم يمت ولكنه دخل الصخرة فعبدوها وبنوا عليها بيتاً وأخرج ابن أبي حاتم وابن مردويه عن ابن عباس قال : كان اللات يلت السويق على الحاج فلا يشرب منه أحداً إلا سمن فعبدوه . وأخرج سعيد بن منصور والفاكهي عن مجاهد قال : كانت اللات رجلاً في الجاهلية على صخرة بالطائف وكان له غنم فكان يأخذ من رسلها ويأخذ من

۱- صحیح بخاری کتاب تَفسیرِ القُرآنِ بَاب (وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ) (۲/ ۷۳۲) رقم الحدیث (۴۵۳۹).

۲- فتح الباری (۱۰/ ۲۹۵) طبع الحلبی البابی بمصر



زبيب الطائف والأقط فيجعل منه حيساً ويطعم من يمر من الناس ، فلما مات عبدوه وقالوا : هو اللات
وأخرج النسائي وابن مردويه عن أبي الطفيل قال: « لما فتح رسول الله ﷺ مكة بعث خالد بن الوليد إلى نخلة ، وكان بها العزىٰ فأتاها خالد وكانت على ثلاث سمرات فقطع السمرات وهدم البيت الذي كان عليها ، ثم أتى النبيّ ﷺ فأخبره ، فقال : ارجع فإنك لم تصنع شيئاً ، فرجع خالد ، فلما أبصرته السدنة ، وهم حجبتها ، امعنوا في الجبل وهم يقولون ياعزى ياعزى، فأتاه خالد فإذا امرأة عريانة ناشرة شعرها تحفن التراب على رأسها، فعممها بالسيف حتى قتلها، ثم رجع إلى رسول الله ﷺ فأخبره فقال : تلك العزى ». كذا في الدرالمنثور.

امام بخاری، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہم سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: لات ایک مرد تھا جو حاجیوں کیلئے ستو بناتا تھا۔(۱) فاکہی رحمۃ اللہ علیہ اس سے روایت کرتے ہیں: لات جب فوت ہو گیا تو عمرو بن لحي نے کہا وہ مرا نہیں ہے، بلکہ چٹان میں داخل ہو گیا ہے، اس کی عبادت شروع کر دی اور اس پر ایک گھر بنا دیا، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ روایت کرتے ہیں کہ لات حاجیوں کیلئے ستو بناتا تھا جو بھی اسے پیتا موٹا ہو جاتا پھر اس کی عبادت کرنے لگے۔ سعید بن منصور اور فاکہی مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا لات جاہلی دور میں ایک شخص تھا طائف میں ایک چٹان پر بیٹھتا، اس کی بکریاں تھیں، ان کا دودھ لیتا اور طائف کی کشمش اور پنیر لیتا اور تینوں ملا کر چوری بنا لیتا اور مسافروں کو کھلاتا۔ جب مر گیا تو لوگوں نے اس کو پوجا اور کہنے لگے یہ لات ہے، نسائی اور ابن مردویہ ابو الطفیل سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو خالد رضی اللہ عنہ کو کھجوروں کے ایک باغ کی طرف بھیجا وہاں عزیٰ (بت) تھا جب خالد رضی اللہ عنہ وہاں آئے وہ بت تین ستونوں پر تھا، انہوں نے ستونوں کو کاٹ دیا اور اس پر جو مکان تھا اسے گرا دیا۔ پھر نبی ﷺ کے پاس آئے اور اطلاع دی، آپ ﷺ نے فرمایا: واپس جاؤ تم نے ابھی کچھ نہیں کیا، خالد رضی اللہ عنہ واپس گئے اور عزیٰ کے محافظوں اور دربانوں نے جب خالد رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو پہاڑ کی طرف دوڑ گئے اور وہ کہتے تھے: یا عزیٰ یا عزیٰ۔ خالد رضی اللہ عنہ وہاں گئے تو ایک ننگی عورت کو دیکھا جو اپنے بال پراگندہ کئے ہے اور سر پر مٹی ڈال رہی ہے اس کو خالد رضی اللہ عنہ نے تلوار سے قتل کر دیا پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اطلاع دی، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ عزیٰ تھی۔ "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔(۲)

وأخرج البخاري: عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ كَنِيسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيهَا مِنَ الصُّوَرِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے حبشہ کے معبد کا ذکر کیا جو آپ ﷺ سے ماریہ کہا جاتا تھا، اس میں جو صورتیں تھیں، ان کا تذکرہ کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ایسے لوگ ہیں

۱- صحیح بخاری كِتَاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ بَاب ﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى﴾ (رقم: ٤٤٨١).

۲- الدر المنثور (١٢٦).



جب ان میں کوئی نیک بندہ یا مرد صالح مر جاتا ہے تو اس کی قبر پر سجدہ گاہ بنا دیتے ہیں اور تصویریں بنا دیتے ہیں یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔ ([1])

اور فتح الباری میں ہے: وَإِنَّمَا فَعَلَ ذَلِكَ أَوَلِئِك لِيَتَأَنَّسُوا بِرُؤْيَةِ تِلْكَ الصُّوَر وَيَتَذَكَّرُوا أَحْوَالَهُمْ الصَّالِحَة فَيَجْتَهِدُوا كَاجْتِهَادِهِمْ ، ثُمَّ خَلَفَ مِنْ بَعْدهمْ خُلُوف جَهِلُوا أَسرَارِهمْ وَوَسْوَسَ لَهُمْ الشَّيْطَان أَنَّ أَسْلَافكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ هَذِهِ الصُّوَرِ وَيُعَظِّمُونَهَا فَعَبَدُوهَا ، فَحَذَّرَ النَّبِيّ ﷺ عَنْ مِثْل ذَلِكَ سَدًّا لِلذَّرِيعَةِ الْمُؤَدِّيَة إِلَى ذَلِكَ".

یہ کام اس لئے کیا گیا تھا کہ یہ تصویریں دیکھ کر انسیت حاصل کریں اور بزرگوں کے اچھے اوقات زندگی کو یاد کریں اور انہیں کی طرح جدو جہد کریں مگر ان کے بعد ناخلف پیدا ہو گئے، تصویری رازوں کو نہ سمجھ سکے۔ شیطان نے ان کے ذہن میں ڈالا کہ تمہارے بڑے تو ان تصویروں کی پوجا کرتے تھے اور تعظیم کرتے تھے تم بھی ایسا کرو، اسی لئے نبی ﷺ نے اس قسم کے کاموں سے منع فرمادیا ہے تاکہ شرک کا سدباب کیا جائے۔

وهكذا فى كتاب الوسيلة لابن تيمية: و عمدة القارى للعينى وغيره . ([2])

"کتاب الوسیلہ" لابن تیمیہ اور "عمدة القارى" للعینی میں بھی اسی طرح ہے۔

پس یہ بت ان ہی بزرگوں کی صورتیں تھیں۔

ثالثاً: یہ تو ان کی نقل کو پوجتے اور نقل کو پکارتے تھے تم تو اصل کو پوجتے اور پکارتے ہو۔

فأيكما أكبر ضلالة وعمى إن كنتم تعلمون. — پس تم میں سے کون زیادہ گمراہ اور اندھا ہے اگر تم جانتے ہو؟

قد ظهرت فلا تخفى على أحد — إلا على أحد لا يعرف القمرا.

تو پوری طرح ظاہر ہو گیا ہے کہ کسی پر تو مخفی نہیں ہے — ہاں اس پر مخفی ہو سکتا ہے جو چاند کو نہیں پہچانتا۔

رابعاً: ان کی پوجا یا ان کو پکارنا اس لئے ممنوع ہوا کہ وہ من دون اللہ ہیں، پس تمہارے معبود یا جن، فرشتوں، نبیوں اور ولیوں کو پکارتے ہو، کیا وہ سب من دون اللہ نہیں ہیں بلکہ معاذ اللہ عین اللہ؟

خامساً: اگر بتوں ہی کو پوجتے تھے تو بھی ان پر تنبیہ کی گئی تھی کہ یہ نفع و ضرر کے مالک نہیں تو ماسواء اللہ کوئی ایسا مالک ہے بھی؟ خود رسول اللہ ﷺ کو حکم ہے کہ: ﴿قُلْ إِنِّي لَآ أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾﴾ (الجن). کہہ دیجئے میں تمہارے لئے نقصان اور بھلائی کا مالک نہیں ہوں۔

﴿قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ﴾ (الأعراف) کہہ میں اپنے لئے نقصان اور نفع کا مالک نہیں ہوں مگر جو چاہے اللہ۔

﴿قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ...﴾ (یونس: ٤٩) کہہ میں اپنے لئے نقصان اور نفع کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

---

[1] صحیح بخاری كِتَاب الصَّلَاةِ بَاب الصَّلَاةِ فِي الْبِيعَةِ... رقم الحديث (٤١٦).

[2] كتاب الوسيلة لابن تيمية (١٤), عمدة القارى للعينى (٤/ ١٧٤).



پھر دوسرا کون نفع نقصان کا مالک ہو سکتا ہے؟

سادساً: شرک کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی غیر کو اس کی شان یا اس کی کسی عبادت میں شریک کیا جائے۔ کیا شرکت صرف بے جان چیزوں کیلئے ممنوع ہے؟ اور جاندار اشیاء اور نیک بندے اللہ کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں؟ نعوذ باللہ من ذلك.

سابعاً: بلکہ بعض آیات میں صراحتاً عموم ہے جیسا کہ آیات اور تفسیروں کی عبارتوں سے معلوم ہوا۔

ثامناً: بعض میں جو خصوصی طور پر فرشتوں، نبیوں اور ولیوں کا ذکر ہے جیسے: ﴿ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ... ﴾ (الأنبياء: ۹۸)، اس آیت سے انبیاء اور نیکوں کو مستثنیٰ کیا گیا اور فرمایا کہ: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا ٱلْحُسْنَىٰٓ أُو۟لَـٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ ﴾ (الأنبياء) جن لوگوں کیلئے ہماری طرف سے اچھائی مقدر ہو چکی ہے، یہ لوگ اس (جہنم) سے دور رکھے جائیں گے۔

أخرج الفريابي وعبد بن حميد وابن جرير وابن أبي حاتم والطبراني وابن مردويه وأبوداود في ناسخه والحاكم وصححه من طرق، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : لما نزلت ﴿ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَٰرِدُونَ ﴾ (الأنبياء:۹۸) قال المشركون : فالملائكة وعيسى وعزير، يعبدون من دون الله. فنزلت: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا ٱلْحُسْنَىٰٓ أُو۟لَـٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴾ (الأنبياء:۱۰۱) عيسى وعزير والملائكة.

فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی ابن مردویہ اور ابوداؤد، ناسخ میں اور حاکم نے اس کو صحیح کہا بطرق مختلف، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیت ﴿ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ ... ﴾ نازل ہوئی تو مشرکوں نے کہا: فرشتوں عیسیٰ اور عزیر علیہم السلام کی بھی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا ٱلْحُسْنَىٰٓ ... ﴾ تو عیسیٰ، عزیر علیہم السلام اور فرشتے مستثنےٰ کر دیئے گئے۔

وأخرج ابن مردويه والضياء في المختارة عنه من وجه آخر، وأخرج أبو داؤد في ناسخه، وابن المنذر وابن مردويه والطبراني من وجه آخر، عنه. كذا فى الدر المنثور.

ابن مردویہ نے "المختارہ" میں بھی اسے دوسری سند سے روایت کیا ہے اور ابو داؤد نے ناسخ میں، ابن المنذر اور ابن مردویہ اور طبرانی نے ایک اور سند سے بھی بروایت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ روایت کیا۔" الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔[1]

اب اگر ان صالحین و انبیاء کی عبادت یا پکارنا ممنوع نہیں تو پھر استثناء کی کیا ضرورت تھی؟ بلکہ جب کہ سب کا پکارنا حرام و شرک تھا اس لئے مدعوین و معبودین کی دو اقسام بتائیں۔ ایک وہ جو اپنی پوجا یا پکارنے سے راضی نہیں اور منع کرتے رہے وہ اس فیصلہ سے باہر ہیں، باقی سب اس میں داخل ہیں، خواہ جاندار ہوں یا بے جان فتدبر۔

تاسعاً: بلکہ خود ایسی آیتیں قرآن میں وارد ہیں جن میں صریحاً اولیاء کا لفظ آیا ہے۔

---

[1] - الدر المنثور (٤/ ٣٣٨).



﴿...قُلْ أَفَاتَّخَذْتُم مِّن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا ...﴾ (الرعد: ۱۶)

کیا تم اللہ کے سوا اولیاء بنالیتے ہو جو اپنے لئے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں۔

﴿اتَّبِعُوا مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ ...﴾ (الأعراف: ۳)

جو تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا اس کی اتباع کرو اور اس کے سوا اولیاء کے پیچھے نہ چلو۔

﴿...وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰٓ ...﴾ (الزمر: ۳)

جن لوگوں نے اس کے سوا کارساز بنالئے ہیں (کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔

﴿أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا أَن يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِن دُونِيٓ أَوْلِيَآءَ ...﴾ (الکهف: ۱۰۲)

کیا پھر بھی کافر سمجھتے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز سمجھیں۔

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ اللَّهُ حَفِيظٌ عَلَيْهِمْ وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ۝٦﴾ (الشوری)

جو لوگ اس کے سوا کو کارساز بناتے ہیں اللہ ان کی نگرانی کر رہا ہے اور آپ کو ان پر اختیار نہیں دیا گیا۔

ان آیات میں صریحاً ولیوں کا نام ہے نیز فرمایا کہ: ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا رَبَّٰنِيِّـۧنَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَٰبَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ۝٧٩ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيِّـۧنَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝٨٠﴾ (آل عمران)

کسی انسان کیلئے جس کو اللہ نے کتاب، حکم اور نبوت دی ہے نہیں ہو سکتا کہ لوگوں کو کہے اللہ کے سوا میرے عبادت گزار بن جاؤ لیکن وہ یہی کہے گا۔ اللہ والے بن جاؤ اس لئے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور پڑھتے ہو اور نہ یہ حکم کرے گا کہ فرشتوں اور نبیوں کو رب قرار دے لو۔ کیا تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے سکتا ہے؟

اور پکارنا بھی عبادت ہے، کمامر۔ اب تو سمجھ گئے کہ اللہ کے سوا کسی کو پکارنا جائز و حلال نہیں ہے۔

عاشراً: اللہ ہی نفع و نقصان کا مالک ہے:

بلکہ یہ حکم واضح طور پر وارد ہے کہ پکار سننے والا اور نفع نقصان کا مالک اور ولی صرف اللہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ ۖ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝٩ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُۥٓ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝١٠﴾ (الشوری)

کیا انہوں نے اللہ کے سوا کارساز بنالئے ہیں، اللہ ہی کارساز ہے وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے، یہی اللہ میرا رب ہے، اسی پر میں توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف انابت کرتا ہوں۔

یعنی جو ولی حیات و موت کا مالک ہر چیز (پکار سننے، نفع و نقصان وغیرہ) پر قادر ہو جس کے ہاتھ میں فیصلہ ہو اور جس پر

بھروسہ کرنا چاہئے اور جس کی طرف لوٹنا اور جس کے آگے جھکنا چاہئے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، نہ کہ کوئی دوسرا۔ اللہ کے نبیوں نے ایسا ولی اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہیں سمجھا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعا گزر چکی، صاف کہا کہ اے اللہ بادشاہت و علم دینے والا۔ آسمان زمین کا خالق اور دنیا و آخرت کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا تو ہی ولی ہے اور تو ہی میرا اسلام پر خاتمہ کر اور جماعت صالحین سے ملحق فرما۔ اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا گزری جس کا مطلب ہے کہ "اے پروردگار دنیا اور آخرت میں ہمارا ولی تو ہی ہے، ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور ہمارے لئے دنیا و آخرت میں بہتری لکھ دے"، خود رسول اللہ ﷺ کو اعلان کرنے کا حکم ہوا کہ: ﴿...قُلِ ٱدْعُوا۟ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ﴿١٩٥﴾ إِنَّ وَلِـِّۧىَ ٱللَّهُ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْكِتَـٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى ٱلصَّـٰلِحِينَ ﴿١٩٦﴾﴾

ترجمہ: کہہ دیجئے تم اپنے شرکاء کو بلا لو پھر میرے خلاف تدبیریں کر لو اور مجھے مہلت نہ دو، میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب اتاری ہے اور وہی نیکوں کا متولی ہے۔(الأعراف)

بلکہ ثابت ہوا کہ ہر نیک صالح و مسلم کا ولی وہی ہے، یہ غلط ہے کہ اللہ کے بغیر کسی اور کو حاجت روائی کی خاطر پکارنے کے لئے ولی سمجھا جائے، یہ کافروں کا شیوہ ہے جیسا کہ سورہ کہف کی آیت گزری کہ: ﴿أَفَحَسِبَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ أَن يَتَّخِذُوا۟ عِبَادِى مِن دُونِىٓ أَوْلِيَآءَ ۚ إِنَّآ أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَـٰفِرِينَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾﴾ (الكهف)

ترجمہ: کیا کافر سمجھتے ہیں کہ میرے سوا میرے بندوں کو کارساز بنالیں، ہم نے جہنم کو کافروں کیلئے مہمانی کے طور پر تیار کر رکھا ہے۔

بلکہ قرآن حکیم نے تو دو ٹوک فیصلہ بتا دیا کہ: ﴿ٱللَّهُ وَلِىُّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ يُخْرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَـٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ ۖ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ أَوْلِيَآؤُهُمُ ٱلطَّـٰغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ ٱلنُّورِ إِلَى ٱلظُّلُمَـٰتِ ۗ أُو۟لَـٰٓئِكَ أَصْحَـٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَـٰلِدُونَ ﴿٢٥٧﴾﴾ (البقرة)

ترجمہ: اللہ ایمان داروں کا ولی ہے، ان کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور کفر کرنے والوں کے ساتھی طاغوت ہیں، نور سے تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی دوزخ والے ہیں یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

یعنی جو ایمان دار ہیں ان کا ولی ایک اللہ ہی ہے جو ان کی ہدایت کرتا ہے اور اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور کفر و شرک سے روکتا ہے جیسا کہ سترھویں دلیل قرآنی میں بیان ہوا کہ: اللہ کے سوا کسی کو بھی پکاریں دراصل یہ شیطان ہی کو پکارنا ہے کیونکہ اس کے کہنے پر دوسروں کو پکارا جاتا ہے۔

ایک اور وہم: کبھی کہتے ہیں کہ "ما" غیر ذوی العقول کیلئے آتا ہے پس مراد وہی بت ہیں جو صرف جمادات اور بے روح اشیاء ہیں۔

ازالہ: یہ وہم پہلے سے زیادہ باطل ہے، اولاً خود "من" کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جیسے: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُۥٓ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ وَهُمْ عَن دُعَآئِهِمْ غَـٰفِلُونَ ﴿٥﴾﴾ (الأحقاف)

ان سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ان کو پکارتے ہیں جو قیامت تک ان کا کہا نہ کر سکیں اور وہ ان کے پکارنے سے غافل ہیں۔

وقال: ﴿يَدْعُوا۟ لَمَن ضَرُّهُۥٓ أَقْرَبُ مِن نَّفْعِهِۦ ۚ لَبِئْسَ ٱلْمَوْلَىٰ وَلَبِئْسَ ٱلْعَشِيرُ ﴿١٣﴾﴾ (الحج)



نیز فرمایا:اس کو پکارتے ہیں جس کی عبادت کا نقصان نفع سے زیادہ قریب ہے ایسا کارساز برا اور ایسا ساتھی برا۔

ثانیاً: "معنی من دون اللہ". کئی آیات میں من دون اللہ کا ذکر ہے اس سے مراد ماسوا اللہ ہر چیز ہے، خواہ کوئی جاندار ہو یا بے جان فرشتہ ہو یا نبی یا ولی یا عام انسان یا حیوان یا کچھ اور۔"مفردات للراغب "میں ہے کہ: يقال للقاصر عن الشئ دون قال بعضهم هو مقلوب من الدنو والادون الدنى قوله تعالى ﴿لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ ...﴾ أى ممن لم يبلغ منزلة منزلتكم فى الديانة وقيل فى القرابة وقوله ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ ...﴾ أى ما أقل من ذلك وقيل ما سوى ذلك والمنعيان متلازمان وقوله تعالى﴿ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ...﴾.أى غير الله.

کسی چیز سے کم تر کو"دون" کہا جاتا ہے بعض کے نزدیک یہ لفظ ودنو سے مقلوب ہے، "الادون وفی" کے معنی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ ...﴾ آیت میں "من دونكم" سے مراد وہ ہیں جو دیانت میں تمہاری منزلت کو نہیں پہنچے اور بعض کے نزدیک قرابت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ ...﴾ میں "دون" سے مراد "اقل" ہے، بعض نے "ماسواء ذلك" کا معنی کیا ہے اور یہ "دون" ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں اور اللہ کے فرمان: ﴿ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ...﴾ میں غیر اللہ کے معنی میں ہے۔

پس حکم عام رہا خواہ ذوی العقول میں سے ہو یا غیر ذوی العقول۔

ثالثاً: اگر آپ غیر ذوی العقول ہی مراد لیں گے تو بھی وہ ذوی العقول کی نقل ہیں۔ کما مر۔ پس سوال وہی باقی ہے۔

رابعاً: "ما" ذوی العقول کیلئے بھی آتا ہے:"ما" صرف غیر ذوی العقول کیلئے خاص نہیں بلکہ ذوی العقول پر بھی کبھی بولا جاتا ہے، قرآن میں کئی مثالیں ہیں مثلاً:

﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ ...﴾(النساء: ۳)﴿وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ ...﴾(النساء:۲۲)

پس نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہیں اچھی لگیں اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے آباء نے نکاح کیا۔

﴿قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ...﴾ (ص: ۷۵)

فرمایا:اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کو سجدہ کرلے جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔

یہاں "ما" موصولہ اور مصدریہ دونوں ہو سکتے۔([1])

﴿وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ۝٣﴾ (البلد) ترجمہ: قسم ہے والد اور اس کی جس کو جنا۔

قال ابن خالويه فى إعراب ثلاثين سورة من القرآن الكريم: مافى موضع جر نسق على (والِدٍ) و لاعلامة للجر لأنه إسم ناقص بمعنى الذى و (ولد) فعل ماض وهو صلة ما. ([2])

---

[1]- تفسير الشوكانى (٤/ ٤٣٢).

[2]- إعراب ثلاثين من القرآن (٨٨).



ابن خالویہ "اعراب ثلاثین سورة من القرآن الکریم" میں کہتے ہیں: لفظ "ما" جر کے محل میں ہے، لفظ "والد" پر عطف جر کی علامت اس لئے ظاہر نہیں ہوئی کہ یہ اسم ناقص ہے الذی کے معنی میں اور ولد فعل ماضی ہے اور ما کا صلہ۔

وقال الفراء: وصلحت ما للناس كقوله ﴿مَا طَابَ لَكُم﴾ وكقوله ﴿وَمَا خَلَقَ ٱلذَّكَرَ وَٱلْأُنثَىٰٓ﴾ وهو الخالق للذكر والأنثى كذا فى تفسير القرطبي والشوكاني وقال تعالى: ﴿وَٱلسَّمَآءِ وَمَا بَنَىٰهَا﴾.

الفراء کہتے ہیں: "ما" انسانوں پر بھی دلالت کر سکتا ہے جیسا کہ ﴿مَا طَابَ لَكُم﴾ میں ہے اور ﴿وَمَا خَلَقَ ٱلذَّكَرَ وَٱلْأُنثَىٰٓ﴾ یعنی نر اور مادہ کا پیدا کرنے والا۔ تفسیر القرطبی اور شوکانی میں اسی طرح ہے نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَٱلسَّمَآءِ وَمَا بَنَىٰهَا﴾.[1]

یہاں بھی "ما" کے مفسرین نے دو معنی کئے ہیں بعض مصدریہ کہتے ہیں: بعض موصولہ۔

قال القرطبي: قال الحسن ومجاهد، وهو إختيار الطبري. أي ومن خلقها ورفعها، وهو الله تعالى. وحكي عن أهل الحجاز: سبحان ما سبحت له، أي سبحان من سبحت له.[2]

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حسن اور مجاہد نے کہا اور طبری نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے معنی آیت یوں ہے: قسم آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو پیدا کیا اور اونچا کیا یعنی اللہ تعالیٰ۔ اہل حجاز سے یہ محاورہ منقول ہے سبحان من سبحت له یعنی وہ ذات پاک ہے جس کی میں تنزیہ کرتا ہوں۔

وقال إبن جرير: ﴿وَٱلسَّمَآءِ وَمَا بَنَىٰهَا﴾ يقول جلّ ثناؤه: والسماء ومَا بناها، يعني: ومَنْ خَلَقها، وبناؤه إياها: تصييره إياها للأرض سقفا.

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَٱلسَّمَآءِ وَمَا بَنَىٰهَا﴾ یعنی آسمان اور اس ذات کی قسم جس نے اس کو بنایا، اللہ کا آسمان کو بناء کرنا یہ ہے کہ اس کو زمین کیلئے چھت بنایا ہے۔[3]

ثم أخرج عن مجاهد، قوله: ﴿وَٱلسَّمَآءِ وَمَا بَنَىٰهَا﴾ قال: الله بنى السماء. وقيل: ﴿وَمَا بَنَىٰهَا﴾ وهو جلّ ثناؤه بانيها، فوضع "ما" موضع "مَنْ" كما قال: ﴿وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ﴾، فوضع "ما" موضع "مَنْ"، ومَن ولد، لأنه قَسَمٌ أقسم بآدم وولده، وكذلك: ﴿وَلَا تَنكِحُواْ مَا نَكَحَ ءَابَآؤُكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ ...﴾، وقوله ﴿فَٱنكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم ...﴾ وإنما هو: فانكحوا مَنْ طاب لكم.

پھر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: اللہ نے آسمان کو بنایا، ابن جریر کہتے ہیں: ﴿وَمَا بَنَىٰهَا﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ آسمان کا بانی ہے۔ لفظ "ما" لفظ "من" کی جگہ استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ﴾ یہاں بھی "ما، من" کی

---

[1]– تفسير القرطبي (۲/ ۶۱)، الشوكاني (۵/ ۴۳۱).

[2]– تفسير القرطبي (۲۰/ ۷۳).

[3]– تفسير ابن جرير (۳۰/ ۲۱۹).

جگہ ہے، معنی ہے ومن ولداس لئے کہ اس میں سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی قسم ہے اور اسی طرح ان آیات میں ہے ﴿ وَلَا تَنكِحُواْ مَا نَكَحَ ءَابَآؤُكُم ... ﴾ اور ﴿ فَٱنكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم ... ﴾ بمعنی "فانكحوا من طاب لكم".([1])

اسی طرح نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "المدارک" میں اسی کو اختیار کیا ہے نیز حدیث میں بھی یہ استعمال ہے مثلاً بخاری میں حدیث ہے کہ: "يَا عَائِشُ هَذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرَى مَا لَا أَرَى تُرِيدُ رَسُولَ الله ﷺ". اے عائشہ رضی اللہ عنہا یہ جبریل علیہ السلام تمہیں سلام کہتے ہیں میں نے کہا: ان پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں آپ وہ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھتے۔([2])

یہاں "ما" سے جبرائیل مراد ہے اسی طرح علماء عربیہ نے بھی تصریح کی ہے کہ "ما" کبھی ذوی العقول کے لئے بھی آتی ہے۔

قال فی لسان العرب: "ومن العرب من يستعمل ما في موضع مَنْ مِن ذلك قوله عز وجل ﴿ وَلَا تَنكِحُواْ مَا نَكَحَ ءَابَآؤُكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ... ﴾ والتقدير لا تَنْكِحُوا مَنْ نَكَحَ آباؤكم وكذلك قوله ﴿ فَٱنكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ ... ﴾ معناه من طاب لكم (من النساء)".

"لسان العرب" میں ہے: بعض عرب لفظ ما کو من کی جگہ استعمال کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی قبیل سے ہے: ﴿ وَلَا تَنكِحُواْ مَا نَكَحَ ءَابَآؤُكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ... ﴾ اسی طرح یہ فرمان ایزدی ﴿ فَٱنكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ ﴾ جس کا معنی ہے "من طاب لكم" (یعنی جتنی شادیاں آپ کے لئے میسر ہو سکیں)۔ ([3])

وفی الرضی شرح الكافية: "وقد جاء في معني العالم قليلا، حكى أبو زيد سبحان ما سخركن لنا، وسبحان من سبح الرعد بحمده، وقال تعالى: ﴿ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْ ... ﴾".([4])

"رضی شرح کافیہ" میں ہے: کبھی قلیل طور پر عالم کے معنی میں آتا ہے، ابوزید نے نقل کیا وہ ذات پاک ہے جس نے تمہیں ہمارے لئے مسخر کیا اور وہ ذات پاک ہے رعد جس کی حمد کے ساتھ تنزیہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "﴿ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْ ... ﴾".

اور نیز دیکھئے "البرهان فی علوم القران للزركشي شرح قطرا الندى لإبن هشام" واللالى المكنية فی شرح الدراء الثمنية لمجد طيب بن إسحاق الأنصارى وحاشية المحرم على العصام على الجامى المتن المتين أوضح المسالك شرح ألفية إبن مالك لإبن هشام البهجة المرضيه للسيوطى و غيرها من الكتب. پس یہ وہم باطل ہوا۔([5])

---

[1] – المصدر السابق

[2] – صحیح بخاری كِتَاب الْمَنَاقِبِ, بَاب فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا (۱/ ۵۳۲) رقم الحديث (۳۴۸۴), المدارك (۳۶۰).

[3] – لسان العرب (۱۵/ ۴۷۳).

[4] – الرضى شرح الكافية ((۲/ ۵۵).

[5] – البرهان (۴/ ۳۹۹), شرح قطرا الندى (۱۰۲), واللالى المكنية (۹۱), وحاشية المحرم (۸۰), المتن المتين (۱۹۶), البهجة المرضيه (۲۶).

خامساً: "ما" دونوں میں مشترک:

بلکہ بصورت اشتراک یعنی ذوالعقول وغیر ذوالعقول دونوں میں مشترک تو اکثر استعمال ہوا ہے۔قرآن میں کئی مثالیں ہیں:

مثال اول: ﴿ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ مِن دَآبَّةٍ ... ﴾ (النحل: ٤٩)

اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں کی مخلوق اور جو زمین میں چلنے والے ہیں سب سجدہ کرتے ہیں۔

کیا ذوالعقول سجدہ نہیں کرتے کیا اس سے انبیاء واولیاء خارج ہیں؟

مثال دوم: ﴿سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ... ﴾ (الحدید: ١) جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے، اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں۔

﴿يُسَبِّحُ لَهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴿٢٤﴾ ﴾ (الحشر)

جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

﴿سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ ... ﴾ (الصف: ١) جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔

﴿يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ ... ﴾ (الجمعة: ١) جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔

کیا یہاں صرف غیر ذوی العقول مراد ہیں، فرشتے، انبیاء اور اولیاء تسبیح نہیں پڑھتے؟

مثال سوم: ﴿ ٱللَّهُ ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ... ﴾ (السجدة: ٤)

اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا۔

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ... ﴾ (ق: ٣٨)

ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو ان کے مابین ہے چھ دنوں میں پیدا کیا۔

کیا ذوی العقول اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں؟

مثال چہارم: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا ٱلسَّمَآءَ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَٰعِبِينَ ﴿١٦﴾ ﴾ (الأنبیاء)

ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے مابین کو کھیلتے ہوئے نہیں پیدا کیا۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا ٱلسَّمَآءَ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَٰطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ... ﴾ (ص: ٢٧)

اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو ان کے مابین ہے باطل نہیں پیدا کیا یہ تو کفر کرنے والوں کا گمان ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ إِلَّا بِٱلْحَقِّ ... ﴾ (الحجر: ٨٥)

اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے ایک مقصد کے تحت ہی پیدا کیا ہے۔

﴿ وَمَا خَلَقْنَا ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَٰعِبِينَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنَٰهُمَآ إِلَّا بِٱلْحَقِّ ... ﴾ (الدخان: ٣٩)

اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین کو کھیلتے ہوئے نہیں پیدا کیا، ہم نے ان کو ایک مقصد کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔

کیا اس سے ذوالعقول کو خارج کرو گے؟ کیا معاذ اللہ فرشتے، انبیاء، اولیاء یا دوسرے انسان کی پیدائش باطل اور ناحق ہے؟

مثال پنجم: ﴿لِّلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلۡأَرۡضِۗ ...﴾ (البقرة: ۲۸٤)

جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے، سب اللہ ہی کے لئے ہے۔

﴿وَلِلَّهِ مُلۡكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ...﴾(المائدة)

جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے سب اللہ ہی کے لئے ہے۔

کیا ذوالعقول اللہ تعالیٰ کی ملکیت نہیں؟ وہ اس کی بادشاہت سے باہر ہیں؟

﴿...يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡۖ ...﴾ (البقرة: ۲۵۵) جو ان کے آگے ہے اور ان کے پیچھے ہے سب کو جانتا ہے۔

﴿... وَيَعۡلَمُ مَا فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِۚ ...﴾ (الأنعام: ۵۹) جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے جانتا ہے۔

﴿ٱللَّهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ ٱلۡأَرۡحَامُ وَمَا تَزۡدَادُۚ ...﴾ (الرعد: ۸)

جو ہر مادہ اٹھاتی ہے اور جو رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے اللہ سب کو جانتا ہے۔

﴿يَعۡلَمُ مَا يَلِجُ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَمَا يَخۡرُجُ مِنۡهَا وَمَا يَنزِلُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ وَمَا يَعۡرُجُ فِيهَاۖ ...﴾ (الحديد: ٤)

جو زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس سے خارج ہوتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو چڑھتا ہے سب کو وہ جانتا ہے۔

﴿يَعۡلَمُ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ...﴾ (التغابن: ٤) ترجمہ: جو آسمانوں اور زمین میں ہے سب جانتا ہے۔

کیا ذوالعقول کو یہاں بھی مستثنیٰ کریں گے۔ کیا ان کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں؟

مثال ہفتم : ﴿يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ...﴾ (المائدة: ۱۷) (الشورى: ٤٩) ترجمہ: جو چاہے پیدا کرتا ہے۔

کیا ذوی العقول اللہ کی اس مشیت سے باہر ہیں۔

مثال ہشتم: ﴿وَمِنۡ ءَايَٰتِهِۦ خَلۡقُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِن دَآبَّةٖۚ ...﴾ (الشورى: ۲۹)

اور اس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین اور جو ان میں جانور پھیلائے ہیں کی تخلیق ہے۔

﴿وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٖ (إلى قوله تعالىٰ) لَأٓيَٰتٖ لِّقَوۡمٖ يَعۡقِلُونَ ﴿١٦٤﴾﴾ (البقرة)

اور جو اس میں جانور پھیلائے ہیں (الیٰ قولہ) سوچنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

کیا ذوی العقول کو یہاں مستثنیٰ کریں گے، کیا وہ اللہ کی قدرت پر دلالت نہیں کرتے؟ اس کی وحدانیت کی نشانیوں میں شمار نہیں؟

مثال نہم: ﴿...إِنَّ رَبِّي لَطِيفٞ لِّمَا يَشَآءُۚ ...﴾ (یوسف: ۱۰۰). میرا رب جو چاہتا ہے اس کی تدبیر لطیف کر دیتا ہے۔

کیا اس میں بھی ذوالعقول کو داخل نہیں کریں گے؟ بظاہر تو یوسف علیہ السلام اپنا اور بھائیوں اور والدین کا ذکر فرما رہے ہیں جیسا کہ سیاقِ کلام مجید سے ظاہر ہے۔



مثال دہم : ﴿رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَآ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ ﴿٢٤﴾﴾ (الشعراء:٢٤) (الدخان: ٧)

آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے کا پروردگار ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

﴿قَالَ رَبُّ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَآ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾﴾ الشعراء

مشرق و مغرب اور جو ان کے درمیان ہے کا پروردگار ہے، اگر تم سوچتے ہو۔

کیا ذوالعقول اللہ کے مربوب نہیں؟ فرشتوں، نبیوں اور ولیوں کا اللہ رب نہیں ہے؟ ان دس مثالوں سے ثابت ہوا کہ بصورت اشتراک "ما" کا استعمال اکثر ہوتا ہے۔

قال ابن هشام فی شرح قطر الندى: والمشترك من وما وأى وال وذو وذا فهذه الستة تطلق على الفرد والمثنى والمجموع والذكر من ذلك كله والمؤ نث.

ابن ہشام شرح قطر الندیٰ میں کہتے ہیں: مشترک یہ چھ ہیں: من,ما,ای,ال,ذو,ذا. یہ وہ الفاظ ہیں جن کا مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر و مؤنث پر اطلاق ہوتا ہے۔([1])

وهكذا فی جميع الكتب وقال فی أوضح المسالك: وأما"ما" فإنها كمالا يعقل وحده نحو ﴿ مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ ... ﴾ (النحل) وله مع العاقل نحو ﴿سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ... ﴾ ولأنواع من يعقل نحو ﴿فَٱنكِحُوا۟ مَا طَابَ لَكُم ... ﴾.

سب کتابوں میں اسی طرح ہے اور "اوضح المسالك" میں ہے "ما" کبھی صرف غیر ذوی العقول کیلئے آتا ہے جیسا کہ ﴿ مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ ... ﴾ جو تمہارے پاس ختم ہو جائے گا اور کبھی ذوالعقول اور غیر ذوالعقول دونوں کے لئے جیسا کہ ﴿سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ... ﴾ اور کبھی ذوی العقول کے لئے جیسا کہ ﴿فَٱنكِحُوا۟ مَا طَابَ لَكُم ... ﴾.([2])

پس ان آیات میں جو دلائل ہم نے ذکر کیے ہیں ان میں "ما" مشترک مابین ذوی العقول وغیر ہم ہے۔ تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ الغرض یہ وہم بھی کوئی چیز نہیں ہے۔

غیر اللہ کو ندا کرنا پکارنا اکبر الکبائر شرک ہے، احادیث سے ثبوت

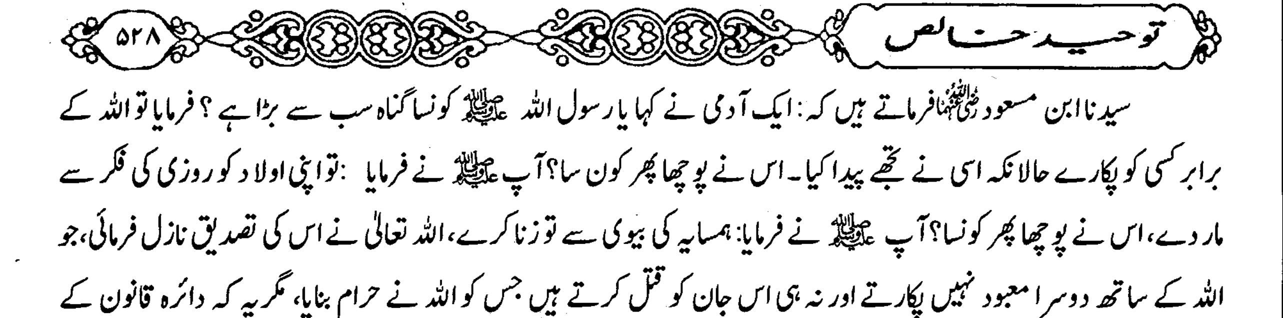
الدلیل اول: اب ہم احادیث سے دلائل ذکر کرتے ہیں۔

عن عَبْدِ الله ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ الله صلى الله عليه وسلم أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ الله, قَالَ: أَنْ تَدْعُوَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ ,قَالَ أَنْ تزنِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ فَأَنْزَلَ الله عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيقَهَا ﴿وَٱلَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ ٱلنَّفْسَ ٱلَّتِى حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلَّا بِٱلْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ... ﴾ الآية كذا فی المشكوة.

---

[1] – قطر الندى (١٠٣).

[2] – أوضح المسالك (٨).



سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا تو اللہ کے برابر کسی کو پکارے حالانکہ اسی نے تجھے پیدا کیا۔ اس نے پوچھا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنی اولاد کو روزی کی فکر سے مار دے، اس نے پوچھا پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمسایہ کی بیوی سے تو زنا کرے، اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق نازل فرمائی، جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہیں پکارتے اور نہ ہی اس جان کو قتل کرتے ہیں جس کو اللہ نے حرام بنایا، مگر یہ کہ دائرہ قانون کے تحت ہو اور زنا نہیں کرتے، الآیہ۔ مشکوٰۃ میں اسی طرح ہے۔ (۱)

یہاں صریحاً غیر اللہ کی ندا کرنے یا پکارنے کو اکبر الکبائر بتایا گیا ہے نیز آیت مصدقہ میں بھی پکارنے کا ذکر ہے اور ”عون المعبود“ شرح ابی داؤد طبع الہند میں ہے۔

نِدًّا بكسر النون أي: مثلاً ونظيراً في دعائك أو عبادتك وهكذا في تكملة المنهل العذب المورود شرح أبي داؤد وزاد والمراد أن أكبر الكبائر هو الشرك بالله تعالى بل الكفر مطلقا.

ندا بکسر نون پکارنے اور عبادت میں اس کی مثل اور نظیر ”تکملة المنهل العذب المورود شرح ابی داؤد“ میں اسی طرح ہے۔ اس میں یہ مزید ہے اکبر الکبائر سے مراد اللہ کے ساتھ شریک بنانا بلکہ مطلقاً کفر کرنا ہے۔ (۲)

الدليل الثاني: أخرج البخاري في صحيحه: عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ أَمَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبْزَى قَالَ سَلْ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ مَا أَمْرُهُمَا ﴿وَلَا تَقْتُلُوا۟ ٱلنَّفْسَ ٱلَّتِى حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلَّا بِٱلْحَقِّ ...﴾ ﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا ...﴾ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَمَّا أُنْزِلَتْ الَّتِي فِي الْفُرْقَانِ قَالَ مُشْرِكُو أَهْلِ مَكَّةَ فَقَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ وَدَعَوْنَا مَعَ اللهِ إِلَهًا آخَرَ وَقَدْ أَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ ...﴾ الْآيَةَ فَهَذِهِ لِأُولَئِكَ الحديث .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے عبد الرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ نے حکم کیا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ان دو آیتوں کی وضاحت پوچھوں ﴿وَلَا تَقْتُلُوا۟ ٱلنَّفْسَ ٱلَّتِى حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلَّا بِٱلْحَقِّ ...﴾ اور ﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا ...﴾ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: جب سورۂ فرقان والی آیت نازل ہوئی، مکہ کے مشرک کہنے لگے ہم نے قتل بھی کئے ہیں، جو اللہ نے حرام کئے تھے اور اس کے ساتھ اور معبود کو بھی پکارا اور فواحش بھی کر چکے ہیں (اب تو یقیناً جہنمی بنے پھر ہمیں دعوت اسلام کا کیا مقصد؟) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لائے پس یہ آیت انہیں لوگوں کے لئے ہے۔ (۳)

۱- صحيح بخاری كتاب الديات باب قول الله تعالى, (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ) رقم الحديث (۴۳۸۹).

۲- عون المعبود (۲/ ۲۶۳), (۴/ ۳۶۸).

۳- صحيح بخاری كتاب المناقب, باب مَا لَقِيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بِمَكَّةَ (۱/ ۵۴۴) رقم الحديث (۳۵۶۶).

اس حدیث سے چند امور مستنبط ہوئے۔اول یہ کہ ماسوا اللہ کو پکارنا شرک ہے۔دوم یہ اہل شرک کا شیوہ ہے نہ کہ اہل اسلام کا، سوم دورِ جاہلیت میں رواج تھا مگر اسلام نے اس کو ممنوع و حرام قرار دیا، چہارم نداءِ ماسواء اللہ کو ترک کئے بغیر کوئی اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔

الدليل الثالث: أخرج البخارى فى صحيحه:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ.

امام بخاری اپنی صحیح میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا بہت سچی بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی یہ بات ہے:خبردار اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔([1])

وأخرج مسلم مع النووى, والترمذى "وَالْمُرَاد بِالْبَاطِلِ الْمُضْمَحِل".

مسلم، ترمذی، ابن ماجہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے، نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح میں لکھتے ہیں: باطل سے مراد مٹ جانے والا ہے۔([2])

وقال الكرمانى فى شرح البخارى: أى فإنه غيرثابت فهو كقوله تعالىٰ ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُۥ﴾

وقال العيني فى عمدة القارى"ومعناه كل شئ سوا الله زائل فائت مضمحل ليس له دوام".([3])

کرمانی نے "شرح بخاری"میں کہا ہے یعنی باطل بمعنی فانی غیر ثابت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہے:ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے اس کی ذات کے سوا۔عینی "عمدۃ القاری"میں کہتے ہیں:اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے سوا ہر چیز زائل ختم ہونے والی ہے جو کہ مضمحل ہے اور اسے دوام حاصل نہیں ہے۔

وقال أبو حسن السندى فى حاشية إبن ماجة: "وهذه الكلمة موافقة لقوله تعالى ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُۥ...﴾ فلذلك وصفت بما وصفت وبالجملة فالباطل والهالك وجوده وعدمه سواء".

ابو الحسن السندی"حاشیہ ابن ماجہ"میں لکھتے ہیں: یہ کلمہ اللہ کے اس فرمان کے موافق ہے:"ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے" اسی لئے اس کلمے کی مذکورہ وصف بیان ہوئی ہے اور باطل و ہالک کا وجود و عدم برابر ہیں۔([4])

وقال العزيزى فى السراج المنير شرح الجامع الصغير: "المعنى كل شئ سوى الله وصفاته الذاتية والفعلية زائل فإنه مضمحل ليس له دوام".وقال: أى هالك لأنه موافق لاصدق الكلام وهو قوله تعالى: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ ونحوه فى الطيبي وتحفة الأحوذى.

---

[1] – صحيح بخارى كِتَاب الْمَنَاقِبِ, بَاب أَيَّامُ الْجَاهِلِيَّةِ (١/ ٥٤١) رقم الحديث (٣٥٥٣).

[2] – شرح مسلم (٢٣٩), الترمذى (٢/ ١٠٨).

[3] – فتح البارى (١٥/ ٧٠), عمدة القارى (١٦/ ٢٩٤).

[4] – حاشية السندى فى إبن ماجة (٢/ ٤١٠).

عزیزی رحمۃ اللہ "السراج المنیر شرح الجامع الصغیر" میں لکھتے ہیں: مقصد یہ ہے کہ اللہ اور اس کی صفات ذاتیہ وفعلیہ کے علاوہ ہر چیز زائل ہونے والی اور مضمحل ہے، جسے دوام حاصل نہیں نیز کہا باطل بمعنی ہالک یہ قول اللہ تعالیٰ کے اصدق کلام کے موافق ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ الطیبی اور "تحفة الأحوذی" میں بھی اسی طرح ہے۔ ([1])

اس حدیث سے بچند وجوہ استدلال ہے اولاً باطل کو پکارنا بھی باطل ہے جیسا کہ سولھویں دلیل قرآنی میں بیان ہوا۔

ثانیاً: فانی اور ہالک کو پکارنا عبث ہے۔وقد قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱلْحَيِّ ٱلَّذِى لَا يَمُوتُ ...﴾ (الفرقان: ۵۸) اس ہمیشہ زندہ رہنے والے اللہ تعالیٰ پر توکل کریں جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔

ثالثاً: اس کلمے کو دو آیتوں کے موافق بتایا ہے، ایک سورۂ قصص کے آخر میں یوں ہے: ﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُۥ لَهُ ٱلْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾﴾ (القصص) اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہ پکار اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ اس کی ذات کے سوا اس کا فیصلہ ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

پس ظاہر ہے کہ ماسواء اللہ کو پکارنا ممنوع ہوا اور دوسری آیت سورۂ الرحمن کے دوسرے رکوع میں ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو ٱلْجَلَٰلِ وَٱلْإِكْرَامِ ﴿٢٧﴾﴾ (الرحمن) جتنے روئے زمین پر ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے رب کی ذات ہی باقی رہے گی، وہ عظمت والا اور احسان والا ہے۔

وقال فی مجمع بحار الأنوار: أی فإنه غیر ثابت أو خارج عن حد الإنتفاع أی ماخلا الله وصفاته وماکان من الصالحات کالإیمان والثواب.

"مجمع بحار الأنوار" میں ہے: یعنی فانی غیر ثابت ہے یا حدِ انتفاع سے خارج ہے، یعنی اللہ اور اس کی صفات اور صالح اعمال جیسا کہ ایمان اور ثواب ان کے سوا (سب چیزیں باطل ہیں)۔([2])

وفی تعریفات الأشیاء للسعد الجرجانی: "الباطل ما لایعتد به ولایفید شیئا".

"تعریفات الأشیاء" للسعد الجرجانی میں ہے: باطل غیر معتد بہ اور غیر مفید کو کہتے ہیں۔([3])

پس جو چیز نافع نہیں اس کو پکارنا ہی غلط ہے۔ وهو الرابع.

وخامساً: "الأشیاء تعرف بأضدادها" جب ماسواء اللہ باطل و غیر ثابت و دائم و غیر نافع ہوا تو اللہ تعالیٰ حق و ثابت و نافع ہوا اور اسی کو پکارنا حق ہوا جبھی تو فرمایا کہ: ﴿لَهُۥ دَعْوَةُ ٱلْحَقِّ ...﴾ (الرعد: ۱۴) اور ماسواء اللہ کو پکارنا ضلالت و گمراہی ہوئی۔

لقوله تعالیٰ: ﴿فَمَاذَا بَعْدَ ٱلْحَقِّ إِلَّا ٱلضَّلَٰلُ ...﴾ (یونس: ۳۲) حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

---

[1]– السراج المنیر شرح جامع الصغیر ((۲/ ۲۰۶, ۱/ ۸۰۲)), تحفة الأحوذی (۴/ ۳۳).

[2]– مجمع بحار الأنوار (۱/ ۹۹).

[3]– تعریفات الأشیاء (۲۴).



سادساً: بلکہ حق و باطل کو ساتھ پکارنا قبیح شرک و صریح کفر ہے۔أعاذنا الله منه.

سابعاً: "باطل" بمعنی الشرک بھی آیا ہے۔

قال الزبیدی فی تاج العروس: "الباطل الشرك وبه فسر قوله تعالی ﴿وَيَمْحُ ٱللَّهُ ٱلْبَٰطِلَ ...﴾".

زبیدی "تاج العروس" میں کہتے ہیں: باطل شرک ہے، اللہ کے اس فرمان میں باطل سے شرک مراد ہے: اللہ باطل (شرک) کو مٹاتا ہے۔([1])

پس اللہ کے ماسواء جس کو بھی پکارا یا پوجا جائے تو شرک ہوگا۔

ثامناً: اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ماسواء اللہ باطل ہے تو پھر جس کو بھی کوئی پکارے گا تو باطل شے کو پکارتا ہے۔

تاسعاً: پس کوئی پکارے جانے کا اہل نہیں ہے۔

عاشراً: گو پکارنے والا خواہ ولی یا نبی یا کسی نیک کو پکارتا ہے مگر چونکہ اس کا پکارنا کوئی چیز نہیں جیسا کہ فرمایا کہ:

﴿لَا جَرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِيٓ إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُۥ دَعْوَةٌ فِى ٱلدُّنْيَا وَلَا فِى ٱلْأَخِرَةِ ...﴾ (غافر:۴۳)

یقینی بات ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو، وہ نہ تو دنیا میں پکارے جانے کے لائق ہے اور نہ آخرت میں۔

پس وہ دراصل باطل ہی کو پکارتا ہے۔

الدلیل الرابع: وہ حدیث جو پہلے مسئلہ کے جواب میں دلائل حدیثیہ کی حدیث نمبر (۲۰) میں گزری۔

وفيه "إذا أصابك فمن تدعو؟قال الذی فی السماء قال إذا هلك المال فمن تدعو؟ قال الذی فی السماء".

اس میں ہے: جب تجھے تکلیف پہنچے کس کو بلاتا ہے؟ کہا: آسمان والے کو، فرمایا: جب مال تباہ ہو جائے پھر کس کو بلاتا ہے؟ کہا: جو آسمان میں ہے اس کو۔

ثابت ہوا کہ اسلام نے یہی تعلیم دی ہے کہ ایک اللہ کو پکارا جائے نہ کہ کسی دوسرے کو۔

الدلیل الخامس: أخرج النسائی فی سننه: عَنْ سَعْد بن أبي وقاص قال لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ أَمَّنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّاسَ إِلَّا أَرْبَعَةَ نَفَرٍ وَامْرَأَتَيْنِ وَقَالَ اقْتُلُوهُمْ وَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمْ مُتَعَلِّقِينَ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ عِكْرِمَةُ بْنُ أَبِي جَهْلٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ خَطَلٍ وَمَقِيسُ بْنُ صُبَابَةَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي السَّرْحِ فَأَمَّا عَبْدُ اللهِ بْنُ خَطَلٍ فَأُدْرِكَ وَهُوَ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَاسْتَبَقَ إِلَيْهِ سَعِيدُ بْنُ حُرَيْثٍ وَعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ فَسَبَقَ سَعِيدٌ عَمَّارًا وَكَانَ أَشَبَّ الرَّجُلَيْنِ فَقَتَلَهُ وَأَمَّا مَقِيسُ بْنُ صُبَابَةَ فَأَدْرَكَهُ النَّاسُ فِي السُّوقِ فَقَتَلُوهُ وَأَمَّا عِكْرِمَةُ فَرَكِبَ الْبَحْرَ فَأَصَابَتْهُمْ عَاصِفٌ فَقَالَ أَصْحَابُ السَّفِينَةِ أَخْلِصُوا فَإِنَّ آلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِي عَنْكُمْ شَيْئًا هَاهُنَا فَقَالَ عِكْرِمَةُ لَئِنْ لَمْ يُنَجِّنِي مِنَ الْبَحْرِ إِلَّا الْإِخْلَاصُ لَا يُنَجِّينِي فِي الْبَرِّ غَيْرُهُ اللَّهُمَّ إِنَّ لَكَ عَلَيَّ عَهْدًا إِنْ أَنْتَ عَافَيْتَنِي مِمَّا أَنَا فِيهِ أَنْ آتِيَ مُحَمَّدًا ﷺ حَتَّى أَضَعَ يَدِي فِي يَدِهِ فَلَأَجِدَنَّهُ عَفُوًّا كَرِيمًا فَجَاءَ فَأَسْلَمَ. الحديث وأخرجه أبوداؤد مختصراً.

---

[1]- تاج العروس (۴/ ۳۳۹).



امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے سب لوگوں کو امان دے دی، چار مرد اور دو عورتوں کے سوا، فرمایا: ان کو قتل کر دو چاہے تم ان کو کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا پاؤ۔ عکرمہ بن ابی جہل، عبد اللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی السرح۔ عبد اللہ بن خطل کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا پایا گیا، اس کی طرف سعید بن حریث اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دوڑے، عمار رضی اللہ عنہ سے پہلے سعید رضی اللہ عنہ پہنچ گئے، وہ نوجوان تھا اور اس کو قتل کر دیا۔ مقیس بن صبابہ کو لوگوں نے بازار میں پکڑ لیا اور اسے بھی قتل کر دیا۔ عکرمہ نے سمندر کا سفر اختیار کیا مخالف ہوا نے ان کو آ لیا۔ کشتی والے کہنے لگے اب خالص اللہ کو پکارو کہ دوسرے یہاں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ عکرمہ نے کہا سمندر میں خالص اللہ کو پکارنا ہی مجھے بچا سکتا ہے تو خشکی میں بھی اس کے سوا اور کوئی نہیں بچا سکتا۔ اے اللہ اگر آپ نے مجھے اس مصیبت سے بچا لیا جس میں اب گرفتار ہوں تو محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں گا، میں آپ کو معاف کرنے والا، احسان والا پاؤں گا۔ چنانچہ عکرمہ رضی اللہ عنہ آئے اور اسلام قبول کیا، ابوداؤد نے اسے مختصراً روایت کیا۔ (1)

اس سے چند امور ظاہر ہوئے۔ اول یہ کہ ماسوا اللہ کو پکارنا اخلاص فی العبادۃ نہیں۔ دوم بلکہ شرک ہے، سوم یہ کہ یہ کام کفار کا تھا نہ کہ اہلِ اسلام کا، چہارم اور نبی ﷺ کا کفار کے ساتھ ایک مسئلہ اختلافیہ یہ بھی تھا۔ پنجم ماسوا اللہ نہ کوئی سن سکتا ہے نہ کوئی مشکل حل کر سکتا ہے ششم، اس بات کا بوقت مجبوری کفار کو بھی اعتراف تھا۔

الدليل السادس: أخرج البخاري: عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا مُعَاذُ هل تَدْرِي مَا حَقُّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ قَالَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا أَتَدْرِي مَا حَقُّهُمْ عَلَيْهِ؟قَالَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ. وأخرجه مسلم مع النووی والترمذی وأحمد فی مسنده.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے تخریج کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ رضی اللہ عنہ کیا تو جانتا ہے اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے ؟ کہا: اللہ ورسولہ اعلم فرمایا: یہ کہ اس کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں، کیا تو جانتا ہے بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے ؟ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ ورسولہ اعلم، فرمایا: یہ کہ ان کو عذاب نہ دے۔ اس کو مسلم، ترمذی اور احمد رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی مسند میں روایت کیا۔ (2)

اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ پکارنا بھی عبادت ہے، بلکہ عبادت میں افضل درجہ اس کا ہے پس پکارنا اللہ ہی کا حق ہے، جس میں اس کے ساتھ کوئی بھی مخلوق شریک نہیں ہو سکتی ہے بلکہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ماسوا اللہ کو پکارنا یا پوجنا اللہ کے حق کو ضائع کرنا ہے، اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہو گا۔

1- (صحيح) صحيح وضعيف سنن النسائي رقم الحديث (٤٠٦٧) , سنن النسائى كِتَاب تَحْرِيمِ الدَّمِ, باب الْحُكْمُ فِي الْمُرْتَدِّ (٢/ ١٥٠) رقم الحديث (٣٩٩٩). سنن ابى داؤد (١/ ٢٦٥).

2- صحيح البخاري كِتَاب التَّوْحِيدِ, بَاب مَا جَاءَ فِي دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ أُمَّتَهُ إِلَى تَوْحِيدِ (٢/ ١٠٩٧) رقم الحديث (٦٨٢٥), صحيح المسلم (١/ ٤٤), سنن الترمذى (٢/ ٨٩), مسند أحمد (٥/ ٢٨٨).

قال الله سبحانه وتعالیٰ: ﴿إِنَّ ٱلشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان). اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔

الدليل السابع: أخرج أبو يعلى: عَنْ مَعْقِلٍ، قَالَ: شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ، أو قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: الشِّرْكُ أَخْفَى فِيكُمْ مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَهَلِ الشِّرْكُ إلا من دعا مَعَ اللهِ إِلَهًا آخَرَ؟ فقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَلاَ أَدُلُّكَ عَلَى مَا يُذْهِبُ عَنْكَ صَغِيرَ ذَلِكَ وَكَبِيرَهُ؟ قُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لاَ أَعْلَمُ. كذا فى تفسير ابن كثير. ([1])

ابو یعلیٰ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کے پاس تھا یا یوں کہا مجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ علیہ السلام سے حدیث بیان کی کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم میں شرک چیونٹی کی چال سے زیادہ آہستہ آ جاتا ہے، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: شرک یہی ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارے، رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: شرک تم میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے، پھر فرمایا: کیا تجھے نہ بتاؤں کہ تجھ سے اس کا صغیر و کبیر دور ہو جائے؟ کہہ اے اللہ میں آپ کے ساتھ شرک کروں، اس سے آپ کی حفاظت میں آتا ہوں اور آپ سے اس کی معافی چاہتا ہوں جو میں نہیں جانتا۔ تفسیر ابن کثیر میں اسی طرح ہے۔

وأخرجه ابن المنذر وابن أبى حاتم فى تفسيريهما كذا فى الدر المنثور أخرج نحوه البخارى فى الأدب المفرد.

ابن المنذر احمد ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفاسیر میں اس کی روایت کی ہے، جیسا کہ "الدر المنثور" میں ہے اور اسی طرح بخاری نے "الأدب المفرد" میں اس کو روایت کیا ہے۔([2])

اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ ماسوااللہ کو پکارنا بھی شرک کی ایک قسم بلکہ بڑی اقسام میں سے ہے۔

الدليل الثامن: أخرج البخارى فى الأدب المفرد: عن ابن عباس: قال رجل للنبي ﷺ: ما شاءالله وشئت، قال: «جعلت لله نداء، ما شاء الله وحده» أخرجه ابن مردويه فى تفسيره كما فى تفسير ابن كثير. وأخرجه البيهقي في كتاب الأسماء والصفات ولفظه: أَجَعَلْتَنِي لِلهِ عَدْلا؟ بَلْ شَاءَ اللهُ وَحْدَهُ.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "الأدب المفرد" میں روایت کرتے ہیں: کہ ابن عباس نے بیان کیا: ایک آدمی نے نبی علیہ السلام کو کہا جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: تو نے مجھے اللہ کا شریک بنالیا ہے، مشیئت ایک اللہ کی ہے، ابن مردویہ نے تفسیر میں اس کو روایت کیا جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے اور بیہقی نے اس کو کتاب "الأسماء والصفات" میں روایت کیا ہے۔ اس کے لفظ یہ ہیں: "کیا تو نے مجھے اللہ کا برابر بنا دیا، بلکہ مشیئت ایک اللہ ہی کی ہے"۔([3])

پس جب یوں کہنا بھی اللہ سے برابر کرنا اور شرک کرنا ہے تو پھر "یا محمد" یا رسول اللہ" یا شیخ عبد القادر جیلانی، یا معین الدین اجمیری" وغیرہ کہنا بالطریق الاولیٰ شرک ہے اور اللہ کے ساتھ مخلوق کو برابر کرنا ہے، جو سخت گمراہی ہے۔

---

[1]- (صحيح) صحيح الأدب المفرد رقم الحديث (٢٦٦). مسند أبو يعلى, تفسير إبن كثير (٢/ ٤٩٥).

[2]- الدر المنثور (٤/ ٥٤), الأدب المفرد للبخارى (٢٥).

[3]- الأدب المفرد للبخارى (١١٦) (طبع المصر), الأسماء والصفات (ص ١١٠)

أخرج أحمد فی مسنده: عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَلْهُجَيْمِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِلَامَ تَدْعُو قَالَ أَدْعُو إِلَى اللهِ وَحْدَهُ الَّذِي إِنْ مَسَّكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَ عَنْكَ وَالَّذِي إِنْ ضَلَلْتَ بِأَرْضٍ قَفْرٍ دَعَوْتَهُ رَدَّ عَلَيْكَ وَالَّذِي إِنْ أَصَابَتْكَ سَنَةٌ فَدَعَوْتَهُ أَنْبَتَ عَلَيْكَ قَالَ قُلْتُ فَأَوْصِنِي قَالَ لَا تَسُبَّنَّ أَحَدًا وَلَا تَزْهَدَنَّ فِي الْمَعْرُوفِ وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُكَ وَلَوْ أَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَاءِ الْمُسْتَسْقِي وَاتَّزِرْ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ فَإِنَّ إِسْبَالَ الْإِزَارِ مِنَ الْمَخِيلَةِ وَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَا يُحِبُّ الْمَخِيلَةَ. وأخرجه أبونعيم الأصبهانی فی معرفة أسماء الصحابة والرجل هو أبو جری جابر بن سليم أو سليم بن جابر كما صرح به إبن عبدالبر فی الإستيعاب وابن كثير فی تفسيره.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مسند میں ابو تمیمہ الھجیمی سے وہ بنی الھجیم کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ کی دعوت کیا ہے؟ فرمایا: ایک اللہ کی طرف بلاتا ہوں، اگر تجھے تکلیف پہنچے اور تو اس کو پکارے تو وہی تیری تکلیف دور کرے گا، اگر ویران زمین میں گم ہو جائے اور تو اس کو بلائے تو واپس لا دے گا، اگر تجھے قحط سالی پہنچے پھر تو اس کو پکارے تو وہ تیرے لئے اگائے گا، میں نے کہا: مجھے وصیت فرمائیں، فرمایا: کسی کو گالی نہ دو، نیکی کے بارے میں بے نیاز نہ ہو جاؤ، چاہے یہ ہو کہ اپنے بھائی سے کشادہ چہرہ ملے اور چاہے یہ کہ اپنے ڈول سے پانی کی ضرورت مند کو پانی پلا دے اور نصف پنڈلی تک چادر باندھ، اگر زیادہ بڑھانا چاہے تو ٹخنوں تک، چادر گھسیٹنے سے احتراز کر کہ چادر گھسیٹنا تکبر ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔ ابو نعیم اصبہانی نے معرفۃ اسماء الصحابہ میں اس کو روایت کیا ہے، وہ آدمی ابو جری جابر بن سلیم ہے۔ یا سلیم بن جابر جیسا کہ ابن عبد البر نے "الإستیعاب" میں اور ابن کثیر نے تفسیر میں تصریح کی ہے۔ ([1])

اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی یہی دعوت تھی کہ ایک اللہ کو پکارا جائے اور وہی سنتا اور مشکل آسان کرتا ہے، غیر اللہ کو پکارنا آپ ﷺ کے طریقے کے خلاف اور دعوت کے برعکس ہے۔

الدلیل العاشر: أخرج النسائی فی الكبرى: عن عَبْدُ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ المَسْجد فَإِذَا رَجُل يُصَلِّي يَدْعُوا اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أن لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ قَالَ وَالذِی نَفْسِی بِيَدِه لَقَدْ سَأَلَهُ بِإِسْمِهِ الْأَعْظَمُ الذِیْ إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ". ([2])

نسائی "الکبریٰ" میں عبد اللہ بن بریدہ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا، اس نے دعا میں کہا: اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک بے نیاز جس نے نہ جنا اور نہ جنا گیا اور اس کا کوئی برابر کا نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس نے اللہ کے اسم اعظم کے ساتھ سوال کیا ہے جب اس کے ساتھ سوال کیا

[1]- (صحيح) صحيح الجامع حديث رقم (٩٨)، مسند أحمد (٥/ ٦٤).

[2]-(صحيح) صحيح و ضعيف سنن أبي داؤد ، رقم الحديث (١٤٩٣). السنن الكبرى للنسائی



جائے تو اللہ دیتا ہے، بلایا جائے تو قبول کرتا ہے۔

كذا في تفسير ابن كثير وأخرجه أبوداؤد والترمذى وابن ماجة وأحمد فى مسنده وابن حبان فى صحيحه كما فى موارد الظمآن وفى معناه حديث مِحْجَن بْنَ الْأَدْرَع حَدَّثَهُ قَالَ سمع النبي ﷺ رَجُلاً يَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا اللهُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ أَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ فَقَالَ قَدْ غُفِرَ لَهُ قَدْ غُفِرَ لَهُ ثَلَاثًا. أخرجه أبوداؤد والنسائى كذا فى تيسير الوصول إلى جامع الأصول لابن الربيع.

تفسیر ابن کثیر میں اسی طرح ہے ، ابوداؤد ، ترمذی، ابن ماجہ ، مسند احمد میں اور ابن حبان نے صحیح میں جیسا کہ موارد الظمان میں ہے، اس کو روایت کیا ہے کہا نبی ﷺ نے ایک شخص کو کہتے سنا: اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ تو ایک ہے ، بے نیاز ہے، جس نے جنا نہیں اور نہ جنا گیا اور نہ اس کا کوئی برابر ہے، آپ میرے گناہ بخش دیں، آپ بخشنے والے، مہربان ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی مغفرت ہو گئی، مغفرت ہو گئی ، مغفرت ہو گئی، ابوداؤد اور نسائی نے اس کو روایت کیا "تیسیر الوصول الی جامع الأصول" لابن الربیع میں اسی طرح ہے۔[1]

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ ایک اللہ کو پکارنا دعا کا صحیح طریقہ ہے اور اس کے لئے شرط ہے کہ اس ایک کو پکارا جائے ورنہ دعا قبول نہ ہو گی، نیز دوسرا کوئی نہ سن سکتا ہے نہ جواب دے سکتا ہے۔

الدليل الحادي عشر: أخرج الترمذى: وحسنه "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيكَ وَلَا أُبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي ولم تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً".

امام ترمذی رحمۃ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور اسے حسن کہا، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم جب تک تو مجھے بلائے گا اور امید رکھے گا میں تجھے بخش دوں گا، تیرے اندر جو بھی قصور ہوں اور پرواہ نہ کروں گا ، اے ابن آدم اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں ، پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے میں تجھے معاف کر دوں گا اور پرواہ نہ کروں گا، اے ابن آدم اگر تو میرے پاس زمین کے برابر گناہ لے کر آئے اور میرے ساتھ تو نے کسی چیز کو شریک نہیں بنایا تو میں تیرے لئے اتنی ہی مغفرت کروں گا۔[2]

وأخرجه أيضا فى المختارة كما فى الجامع الصغير للسيوطى.[3]

اس کو "المختارہ" میں روایت کیا ہے جیسا کہ "الجامع الصغیر" للسیوطی میں ہے۔

---

[1]– (صحيح) صحيح و ضعيف سنن أبي داؤد ، رقم الحديث (٩٨٥) . تفسير ابن كثير (٤/ ٥٦٩)، أبوداؤد (١/ ١٤٩)، الترمذى (٢/ ٨٥)، إبن ماجة (١٨٢)، مسند أحمد (٥/ ٣٤٩)، موارد الظمآن (٥٩٢)، تيسير الأصول (٢/ ٦٢).

[2]–(صحيح) صحيح وضعيف سنن الترمذي رقم الحديث (٣٥٤٠) ، سنن الترمذى كِتَاب الدَّعَوَاتِ، بَاب فِي فَضْلِ التَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ ....، (٢/ ١٩٣)، رقم الحديث (٣٤٦٣).

[3]– جامع الصغير للسيوطى (٢/ ٧٠).



اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا جب قبول ہو گی کہ خالص ایک اللہ کو پکارا جائے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، ان احادیث مبارکہ کا ماحاصل یہ ہے کہ یہ دعا کا طریقہ صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ اہل اسلام کا اجماعی مسئلہ ہے کہ ایک اللہ کو ہی دعا کے لئے پکارا جائے۔

وقال شيخ الإسلام ابن تيمية فى الوسيله: ودين الإسلام مبنى على أصلين: وهما تحقيق شهادة أن لاإله إلاالله وأن محمد رسول الله ﷺ وأول ذلك أن لاتجعل مع الله إلٰها آخر فلاتحب مخلوقا كماتحب الله ولاترجوه كما ترجو الله ولاتخشاه كما تخشى الله ومن سوى بين المخلوق والخالق شئ من ذلك فقد عدل بالله وهو من الذين بربهم يعدلون وقد جعل مع الله إلٰها آخر وإن كان مع ذلك معتقد أن الله وحده خلق السمٰوات والأرض فإن مشركى العرب كانوا مقرين بأن الله وحده خلق السمٰوات والأرض (فذكر الآية ثم قال) الأصل الثانى: أن نعبده بماشرح على السنة رسله لانعبده إلا بواجب أو مستحب والمباح إذاقصد به الطاعة دخل فى ذلك والدعاء من جملة العبادات فمن دعا المخلوقين من الموتى والغائبين وإستغاث بهم مع أن هذا أمرٌ لم يأمر به الله ولا رسوله أمر إيجاب ولاإستحباب كان مبتدعا فى الدين مشركا برب العالمين مبتدع بدعة ما أنزل الله بها من سلطان فإن من ذم من خالقه وسعى فى عقوبته كان ظالما جاهلا معتديا وإن حكم بذلك فقد حكم بغير ما أنزل الله وكان حكمه منقوضا بإجماع المسلمين وكان إلى أن يستتاب من هذا الحكم ويعاقب عليه أحوج منه إلى أن ينفذ له هذا الحكم ويعان عليه وهذا كله مجمع من المسلمين ليس فيه خلاف بين الأئمة ولاغيرهم".

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الوسیلہ" میں فرماتیں ہیں: دین اسلام دو اصول پر مبنی ہے: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمد رسول الله سے اسی حقیقت کا پتہ چلتا ہے، اول یہ کہ اللہ کے ساتھ دوسرا کوئی معبود نہ بنا تو اللہ سے محبت کرتا ہے، امید رکھتا ہے اور اس سے ڈرتا ہے پس کسی مخلوق سے ایسی نہ محبت کر، نہ امید رکھ اور نہ ان سے خوف و خشیت رکھ، اس معاملہ میں جس نے خالق اور مخلوق کو برابر کر دیا اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور وہ ان لوگوں میں سے ہو گیا جو اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہیں کہ وہ اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا رہا ہے، چاہے اس کے ساتھ یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ ایک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے (آیات ذکر کیں پھر کہا) دوسرا اصل یہ ہے کہ ہم اس کی عبادت اس طور پر کریں جو اپنے رسولوں کی زبانی اس نے بیان کر دی ہے اس کی عبادت واجب ہے یا مستحب یا مباح، مباح سے جب اطاعت مقصود ہو وہ بھی اس میں داخل ہو جاتی ہے دعا بھی عبادات میں سے ہے جو کوئی مردہ مخلوق یا غائبین کو پکارتا ہے اور ان سے مدد طلب کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا نہ اس کے رسول ﷺ نے نہ امر ایجاب نہ امر استحباب۔ ایسا شخص دین میں مبتدع ہے اور رب العالمین کے ساتھ شریک بنانے والا۔ یہ ایک ایسی بدعت کا مرتکب ہو رہا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری ہے اگر یہ شخص اپنے مخالف کی مذمت کرتا ہے اور اس کو سزا دینے میں کوشاں ہے تو یہ شخص ظالم، جاہل اور تعدی کرنے والا ہے اور اگر اس کے مطابق فیصلہ کرے تو یہ فیصلہ اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے خلاف ہے اور اس کا حکم اہل اسلام کے اجماع کی رو سے ناقابل عمل ہے، اس حکم سے توبہ کرے اور اسی پر سزا دیا جائے اس کیلئے بہتر ہے اس سے کہ اس کو نافذ کیا جائے اور اس پر تعاون کیا جائے یہ کل



مسلمانوں کا مجمع علیہ مسئلہ ہے، ائمہ اور دوسرے مسلمانوں میں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (۱)

وقال العلامة الأمير محمد بن إسماعيل اليماني صاحب سبل السلام في تطهير الإعتقاد من أدران الإلحاد: فإفراد الله تعالى بتوحيد العبادة لا يتم إلا بأن يكون الدعاء كله له والنداء في الشدائد والرخاء لا يكون إلا لله وحده، والإستعانة بالله وحده واللجأ إلى الله والنذر والنحر له تعالى، وجميع أنواع العبادات من الخضوع والقيام تذللا لله تعالى والركوع والسجود والطواف والتجرد عن الثياب والحلق والتقصير كله لا يكون إلا لله عز وجل، ومن فعل شيئا من ذلك لمخلوق حي أو ميت أو جماد أو غير ذلك فقد أشرك في العبادة. وصار من تفعل له هذه الأمور إله لعابديه، سواء كان ملكا أو نبيا أو وليا أو شجرا أو قبرا أو جنيا أو حيا أو ميتا، وصار العابد بهذه العبادة أو بأي نوع منها عابدا لذلك المخلوق مشركا بالله، وإن أقر بالله وعبده، فإن إقرار المشركين بالله وتقربهم إليه لم يخرجهم عن الشرك وعن وجوب سفك دمائهم وسبي ذراريهم وأخذ أموالهم غنيمة، قال الله تعالى: (في الحديث القدسي) "أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنْ الشِّرْكِ" (۲) لا يقبل الله عملا شورك فيه غيره، ولا يؤمن به من عبد معه غيره. (۳)

علامہ امیر محمد بن اسمٰعیل یمانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سُبل السّلام "تطهير الإعتقاد من أدران الإلحاد" میں لکھتے ہیں: اللہ کے لئے توحید کا اقرار تب مکمل ہو گا کہ اسی کو پکارا جائے، آسانی اور مصیبتوں میں اسی کو مدد کیلئے بلایا جائے اور اسی کی پناہ لی جائے۔ نذر اور قربانی اسی کیلئے مختص کی جائے، اسی طرح دیگر جملہ عبادات خضوع، قیام اللہ کے لئے تذلل، رکوع، سجود، طواف تجرد عن اللباس بال مونڈنا یا کاٹنا سب اللہ ہی کیلئے ہونا چاہیے، اگر کوئی شخص ان انواع عبادات میں سے کچھ حصہ کسی مخلوق زندہ یا مردہ یا جمادات کیلئے کرتا ہے تو یہ شرک فی العبادۃ کا مرتکب ہوا ہے اور جس کیلئے ایسا کیا گیا ہے اس کے عابدین کیلئے وہ معبود ہو گیا، چاہے وہ نبی ہو یا فرشتہ یا ولی یا درخت یا قبر یا جن یا زندہ یا مردہ اور یہ عبادات کرنے والا یا ان میں سے کسی ایک عبادت کا مرتکب اس مخلوق کا عابد ہے اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا ہے چاہے اللہ کا اقرار کرتا ہو اور اس کی عبادت کرتا ہو، مشرکین نے اللہ کا اقرار کیا تھا اور اس کی طرف تقرب بھی حاصل کرتے تھے، ان کے مشرک ہونے اور ان کے خون مباح ہونے، ان کی ذریت کو قید کرنے اور ان کے اموال کو غنیمت کے طور پر لینے سے اس اقرار نے ان کو خارج نہیں کیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں شریکوں کے شرک سے بے نیاز ہوں۔ اللہ کسی ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا جس میں غیر کو حصہ دار بنایا جائے اور اللہ کے ساتھ دوسرے کی عبادت کرنے والا مومن باللہ نہیں۔

وقال: "ومن نادى الله ليلا ونهارا وسرا وجهارا وخوفا وطمعا ثم نادى معه غيره فقد أشرك في العبادة، فإن الدعاء من العبادة، وقد سماه الله تعالى عبادة في قوله تعالى: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسۡتَكۡبِرُونَ عَنۡ عِبَادَتِي سَيَدۡخُلُونَ

۱- الوسيلة لإبن تيمية (۱۲۷, ۱۲۸).

۲- صحيح المسلم كِتَاب الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ بَاب مَنْ أَشْرَكَ فِي عَمَلِهِ غَيْرَ اللَّهِ رقم الحديث (۵۳۰۰).

۳- تطهير الإعتقاد من أدران الإلحاد (۲۱, ۲۲).



جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴾ بعد قوله: ﴿ ٱدۡعُونِيٓ أَسۡتَجِبۡ لَكُمۡۚ ... ﴾ فإن قلت : فإذا كانوا مشركين وجب جهادهم والسلوك فيهم ما سلك رسول الله صلى الله عليه وسلم في المشركين، قلتُ: إلى هذا ذهب طائفة من أئمة أهل العلم، فقالوا: يجب أولا دعاؤهم إلى التوحيد وإبانة أن ما يعتقدونه يضر و ينفع ، لا يغني عنهم من الله شيئا وأنهم أمثالهم وأن هذه الإعتقاد منهم فيه شرك لا يتم الإيمان بما جاءت به الرسل إلا بتركه والتوبة منه، وإفراد التوحيد اعتقادا وعملا لله وحده، وهذا واجب على العلماء، أي بيان أن ذلك الإعتقاد الذي تفرعت عنه النذور والنحائر والطواف بالقبور شرك محرم، وأنه عين ما كان يفعله المشركون لأصنامهم، فإذا أبان العلماء ذلك للأئمة والملوك وجب على الأئمة والملوك بعث دعاة إلى الناس يدعونهم إلى إخلاص التوحيد لله، فمن رجع وأقر حقن عليه دمه وماله وذراريه، ومن أصر فقد أباح الله منه ما أباح لرسوله ﷺ من المشركين

نیز کہا: جو شخص رات دن، ظاہر اور پوشیدہ میں خوف اور امید کے ساتھ اللہ کو پکارتا ہے پھر اس کے ساتھ غیر اللہ کو بھی پکارتا ہے، وہ مشرک فی العبادۃ ہے کیونکہ دعا بھی ایک عبادتّ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو عبادت کہا ہے: جو لوگ میری عبادت سے بڑائی کرتے ہیں اس فرمان کے بعد "مجھے پکارو میں تمہارا کہا پورا کروں گا" اگر تم کہو کہ جب یہ لوگ مشرک ہیں تو ان کے خلاف جہاد واجب ہے اور ان سے وہی سلوک کرنا چاہئے جو رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ کیا تھا، میں کہتا ہوں علماء میں ایک گروہ کا یہی مذہب ہے، وہ کہتے ہیں اولاً انہیں توحید کی طرف بلانا چاہئے اور واضح کرنا چاہئے کہ جس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نفع و نقصان دیتا ہے، وہ اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گے، ایسے لوگوں کا جن میں یہ شرکیہ عقیدہ موجود ہے اللہ کے رسولوں کے لائے ہوئے دین پر ایمان مکمل نہیں ہوگا، جب تک اس کو ترک نہ کیا جائے اور اس سے توبہ نہ کی جائے اور جب تک اللہ کی توحید کا عملاً اور اعتقاداً اقرار نہ کیا جائے، علماء پر یہ واضح کرنا واجب ہے کہ یہ عقیدہ جس سے نذر اور قربانیاں اور قبور کا طواف متفرع ہوتا ہے مشرکانہ عقیدہ ہے اور حرام ہے، مشرکین اپنے بتوں کے ساتھ بعینہٖ یہی سلوک کرتے تھے، علماء جب ائمہ اور بادشاہوں پر واضح کر دیں گے تو پھر ائمہ اور سربراہانِ مملکت کی ذمہ داری ہوگی کہ لوگوں میں داعی مقرر کریں، خالص توحید کی دعوت دیں جس شخص نے اپنے عقیدۂ باطلہ سے رجوع کر لیا اور اقرار وحدانیت کیا اس کا خون، مال، اولاد محفوظ ہو گئے اور جس نے اس کے بعد بھی اصرار کیا تو اللہ نے اس سے وہ مباح قرار دیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کیلئے مشرکین سے مباح قرار دیا تھا۔[1]

ثم قال: "وقد وقع إجماع الأمة على أن من أنكر البعث كفر وقتل ولو قال لا إله إلا الله، فكيف بمن يجعل لله ندا؟".

پھر کہا: امت کا اجماع ہے کہ جو بعثت کا منکر ہے کافر ہے، اس سے لڑائی کی جائے، چاہے لا الہ الا اللہ کہتا ہو، تو جو اللہ کے ساتھ شریک بناتا ہے اس کے ساتھ ایسا کیوں نہ کیا جائے۔[2]

نیز شاہ ولی اللہ الدہلوی رسالہ "تحفۃ الموحدین" مترجم، رحمانی پریس لاہور میں فرماتے ہیں کہ: پس ندا کردن غیر اللہ کہ

---

[1] - تطهير الإعتقاد من أدران الإلحاد (٣٧، ٣٨).

[2] - تطهير الإعتقاد من أدران الإلحاد (٤٦).



فلاں حاجت من برآ کفر محض است کہ ے فرماید: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ خاص ترا عبادت میکنیم و خاص از تو مدد میخواہیم۔

غیر اللہ کو پکارنا کہ میری فلاں حاجت پوری کرو، خالص کفر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ہم خاص تیری عبادت کریں گے اور تجھ سے ہی مدد چاہیں گے"۔

بلکہ ماسوا اللہ کو پکارنا یا استغاثہ کرنا نصاریٰ کا دین ہے۔

قال الإمام ابن تيمية فى بعض فتاواه هو فى المجموع المسمى بالجامع الفريد: ومن أعظم الشرك أن يستغيث الرجل بميت أو غائب كما ذكره السائل ويستغيث به عند المصائب يقول ياسيدى فلان كأنه يطلب منه أزالة ضره وجلب نفعه وهذا حال النصارى فى المسيح وأمه وأحبارهم ورهبانهم ومعلوم أن خير الخلق وأكرمهم على الله نبينا محمد ﷺ وأعلم الناس بقدره وحقه أصحابه ولم يكونوا يفعلون شيئا من ذلك لا فى الغيبة ولابعد مماته هؤلاء المشركون يضمون إلى الشرك الكذب فإن الكذب مقرون بالشرك وقد قال تعالىٰ: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴿٣٠﴾ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ﴾ وقال النبى ﷺ: وعدلت شهادة الزور بالإشراك بالله مرتين أوثلاثا, وقال تعالىٰ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾﴾ (الأعراف) وقال الخليل عليه السلام: ﴿أَئِفْكًا آلِهَةً دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ ﴿٨٦﴾ فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨٧﴾﴾ (الصافات)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک فتویٰ میں فرماتے ہیں جو کہ "الجامع الفرید" مجموعہ میں درج ہے، انسان میت یا غائب کو پکارے اور مصائب میں اس سے مدد مانگے کہے یا سیدی فلاں گویا وہ اس سے اپنی تکلیف کا ازالہ اور نفع حاصل کرنا طلب کر رہا ہے، یہ شرک ہے، نصاریٰ کا مسیح علیہ السلام اور ان کی ماں اور عالموں اور درویشوں کے بارے میں یہی حال تھا، یہ معلوم ہے کہ مخلوق میں افضل اور اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والے ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں اور آپ کی قدر اور حق کو سب سے زیادہ جاننے والے آپ ﷺ کے اصحاب ہیں، وہ تو ایسا نہیں کرتے تھے نہ غیب میں آپ ﷺ کو پکارتے اور نہ موت کے بعد۔ یہ مشرک شرک کے ساتھ جھوٹ کو ملاتے ہیں کہ کذب شرک کے ساتھ ملا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "پلیدی یعنی بتوں سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو، اللہ کیلئے خالص ہو جاؤ اس کے ساتھ شرک نہ کرو" نبی ﷺ نے فرمایا: اور جھوٹی گواہی شرک باللہ کے برابر ہے، دوبار فرمایا یا تین بار اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا ان پر ان کے رب کا غضب پہنچنے والا ہے اور دنیا کی زندگی میں ذلت اور ہم اس طرح افترا کرنے والوں کو سزا دیتے ہیں" خلیل علیہ السلام فرماتے ہیں: "کہ جھوٹ یعنی اللہ کے سوا خداؤں کا تم ارادہ کرتے ہو، پھر رب العالمین کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے۔

سائل نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ذکر کیا ہے، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے، اس کے خلاف تھے کہ ماسواء اللہ کسی کو پکارا جائے بلکہ ایک اللہ کو پکارنے اور پوجنے کی دعوت دیتے تھے چنانچہ "دیوان علی رضی اللہ عنہ" سے چند اشعار نقل کرتے ہیں۔ صفحہ (۵) طبع سعیدی میں ہے:

لبيــك لبيــك أنــت مــولاه فــارحم عبيــدا إليــك ملــجاه

حاضر، حاضر تواس کا مولیٰ ہے بندے پر رحم کر آپ کی طرف اس کی پناہ

يــا ذالمعــالــي عليــك معتمــدي طــوبــى لمــن كنــت مــولاه

اے بلندیوں والے آپ پر ہی میرا اعتماد ہے اس کیلئے خوشی جس کے آپ ساتھی ہوں

صفحہ (۸) میں ہے:

فـاسئـل إلهــك بـالإنـابـة مخلـصا دار الخـلـود سـوال من يتقـرب

اپنے معبود سے انابت کے ساتھ مخلصانہ سوال کر دار الخلود کا جیسا کہ تقرب حاصل کرنے والا رسول کرتا ہے

صفحہ (۱۵) میں ہے:

ينــادي بــالتضــرع يــا إلهــي أقـلنــي عشـرتـي واستــر عيــوبي

تضرع کے ساتھ بلاتا ہے، اے میرے اللہ مجھے میری لغزش معاف کر اور میرے عیبوں پر پردہ ڈال

فـزعــت إلى الخــلائق مستغيثـا ولــم أرفــي الخــلائق مــن مجيــب

میں مدد طلب کرتا ہوا مخلوق کی طرف گھبرا کر متوجہ ہوا میں نے مخلوق میں کوئی جواب دینے والا نہیں پایا

وأنــت تجيــب مـن يـدعـوك ربــي وتــكشــف ضـرعبـدك يـاحبيبــي

اے میرے پروردگار آپ قبول کرتے ہیں جو آپ کو پکارتا ہے اور اپنے بندوں کی تکلیف دور کرتے ہیں، اے میرے پیارے اللہ

ودائــي بــاطــن ولــديك طــب ومــن لــي مثـل طبــك ياطبيبــي

میری بیماری پوشیدہ ہے اور آپ کے ہاں علاج ہے اے میرے طبیب آپ جیسا معالج میرے لئے اور کون ہے؟

صفحہ (۳۱) میں ہے:

كن واثقا بـالله فـي كـل حـادث يصنـك مـدى الأيـام مـن عيـن حاسـد

ہر حادثہ میں اللہ پر اعتماد کرنے والا ہو تمام زندگی حاسد کی آنکھ سے تجھے محفوظ رکھے گا

وبــالله فــاستعصــم ولاتــرج غيــره ولاتــك للنعـــماء عنــه بجاهــد

اللہ کے ساتھ مضبوط رہ غیر سے امید نہ رکھ اور نہ ہی اس کی نعمتوں کا انکار کرنے والا ہو

صفحہ (۷۷) میں ہے:

أغــن عــن المخلــوق بــالخالــق تغــن عــن الكــاذب بــالصــادق

خالق کے ساتھ ہو اور مخلوق سے بے نیاز ہو جا صادق کے ساتھ ہو اور کاذب سے بے نیاز

واستــرزق الــرحمٰن مــن فضلــه فـليــس غيــرالله بــالــرازق

رحمان سے اس کا فضل مانگ اللہ کے ساتھ کوئی رازق نہیں ہے



صفحہ (۱۰۲، ۱۰۳) میں ہے:

یامن بی أعوذ ویامن به الوذ	من حكمه النفوذ
اے وہ ذات جس کی میں حفظ وپناہ لیتا ہوں	اس کا حکم نافذ ہوتا ہے
فما عنه لی شذوذ	تبارکت من حلیم
میں اس سے الگ نہیں ہو سکتا	اے حلیم آپ بابرکت ہیں
ویامن هو السمیع	ومن عرشه الرفیع
اے سننے والے	اور جس کا عرش اونچا ہے۔
ومن خلقه البدیع	ومن جاره المنیع
اور جس کی مخلوق عجیب	اور جس کا ہمسایہ محفوظ ہے
من الظالم الغشوم	ویاملجاء الضعیف
ظالم ستمگر سے	اور اے کمزور کے پناہ گاہ
ویا مغزأ اللهیف	تبارکت من لطیف
اے عاجز کا سہارا	اے لطیف آپ صاحبِ عظمت ہیں
رحیم بنا رؤف	خبیر ناکریم
ہم پر رحم کرنے والے رؤف	ہماری خبر گیری کرنے والے کریم

صفحہ (۱۲۱) میں ہے:

لاتخضعن لمخلوق علی طمع	فإن ذلك وهن منك فی الدین
کسی طمع کیلئے مخلوق کے آگے نہ جھک	یہ تیرے دین کی کمزوری ہو گی
واسترزق الله مما فی خزائنه	وإنما الأمر بین الكاف والنون
اللہ سے اس کے خزانوں میں سے رزق مانگ	کاف اور نون کے مابین فیصلہ ہے۔(یعنی لفظ کن)
إن الذی أنت ترجوه وتأمله	من البریة مسكین بن مسكین
مخلوق میں سے جس سے تو امید اور توقع رکھتا ہے	وہ مسکین بیٹا مسکین کا ہے۔

خود آپ اپنے اللہ کو یوں پکارتے تھے، چنانچہ صفحہ (۷۳) پر ہے:

أیامن لیس لی منك المجیر	بعفوك من عذابك أستجیر
اے وہ ذات میرے لئے آپ سے کوئی پناہ دینے والا نہیں	آپ کے عذاب سے آپ کی معافی کی پناہ لیتا ہوں۔
أنا العبد المقر بكل ذنب	وأنت السید الصمد الغفور

میں بندہ ہوں، ہر قصور کا اقراری — اور آپ مالک، بے نیاز، بخشنے والے ہیں

فإن عذبتني فالذنب مني — وإن تغفر فأنت به جدير

اگر آپ مجھے سزا دیں تو قصور میرا ہے — اور اگر بخش دیں تو یہ آپ کے لائق ہے۔

اسی طرح سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی کتاب "فتوح الغیب" صفحہ (۵۰) میں فرماتے ہیں: ولا ترجوا الخلق ولا تخافهم وخذ من فضل الله عزوجل وهوما لا يريبك وليكن لك مسؤل واحد.

مخلوق سے امید نہ رکھ اور نہ ان سے ڈر۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لے اور یہ تجھے شک میں نہ ڈالے گا اور تیرا ایک ہی مسئول ہونا چاہیئے۔

اور صفحہ (۱۰۳) پر اس حدیث إذا سألت فاسئل الله وإذا استعنت فاستعن بالله[1] کو لا کر فرماتے ہیں کہ: فينبغي لكل مؤمن أن يجعل هٰذا الحديث مرأة لقلبه وشعاره ودثاره وحديثه فيعمل به فى جميع حركاته وسكنا ته حتى يسلم فى الدنيا والآخرة ويجد العزة فيهما برحمة الله عزوجل.

ہر مومن کو لائق ہے کہ اس حدیث کو اپنے دل کا شیشہ اور اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے۔ جمیع حرکات و سکنات میں اس پر عمل کرے تاکہ دنیا و آخرت میں بچ سکے اور اللہ عزوجل کی رحمت سے دونوں جہانوں کی عزت حاصل کر سکے۔

اور صفحہ (۱۲۱) پر فرماتے ہیں کہ "إن الإشتغال بغير الله شرك" اور صفحہ (۱۷۶) پر اپنے فرزند عبد الوہاب کو وصیت کرتے ہیں کہ: عليك بتقوى الله عزوجل ولا تخف أحدا سوى الله وكل الحوائج إلى الله عزوجل ولا تعتمد إلا عليه واطلبها جميعا منه تعالىٰ ولا تتكل على أحد غيرالله سبحانه التوحيد التوحيد جماع الكل.

اللہ کا خوف لازم کر، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈر۔ جملہ حاجات اللہ کے سپرد کر اسی پر اعتماد کر اور سب کچھ اسی سے مانگ اور اللہ کے سوا کسی پر توکل نہ کر۔ توحید، توحید ہی اصل الکل ہے۔

بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آگے ان کا اپنا یہ حال تھا جیسا کہ علامہ سعدی شیرازی اپنی مشہور کتاب "گلستان" صفحہ (۲۶) طبع ہند میں لکھتے ہیں: کہ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ را دیدند در حرم کعبہ روئے بر حصا نہادہ بود میگفت ای خداوند بخشائے و اگر مستوجب عقو بتم مرا روز قیامت نابینا برانگیز تا در روی نیکاں شرمسار نباشم۔

میں نے حرم میں عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ زمین پر چہرہ رکھے کہہ رہے ہیں اے اللہ بخش دے، اگر میں مستوجب سزاء ہوں تو قیامت کے دن مجھے اندھا اٹھا تا کہ نیکوں کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔

پس یہ عقیدہ ان کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔

---

[1]– (صحيح) صحيح وضعيف سنن الترمذي رقم الحديث (٢٥١٦).



دلائلِ مخالفین

جب قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو پکارنا باطل و شرک و کفر ہے تو یہ ناممکن ہے کہ ایسے قبیح عقیدے کے اثبات کیلئے بھی کوئی دلیل قائم رہ سکے بلکہ قرآن کریم نے صراحۃً بتادیا ہے کہ ﴿ وَمَن يَدْعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ لَا بُرْهَٰنَ لَهُۥ بِهِۦ ﴾ اس آیت سے واضح ہوگیا کہ غیر اللہ کو پکارنے کیلئے کوئی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔

وقد أخرج بن أبي شيبة وعبد بن حميد وابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم عن مجاهد فی قوله ﴿ لَا بُرْهَٰنَ لَهُۥ بِهِۦ ﴾ قال لابينة له. وأخرج عبد بن حميد عن قتادة لابرهان له قال لابينة له.

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم مجاہد سے ﴿ لَا بُرْهَٰنَ ﴾ کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہا "لا بینة له" یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح عبد بن حمید قتادہ سے روایت کرتا ہے ﴿ لَا بُرْهَٰنَ لَهُۥ ﴾ یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں ہے

وأخرج ابن جرير عن مجاهد لابرهان له قال لاحجة له كذا فی الدر المنثور.

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ سے ﴿ لَا بُرْهَٰنَ لَهُۥ ﴾ یعنی کوئی حجت نہیں ہے۔ "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔ ([1])

اور امام المفسرین ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ میں تحت الآیت فرماتے ہیں: يقول تعالى ذكره: ومن يدع مع المعبود الذي لا تصلح العبادة إلا له معبودا آخر، لا حجة له بما يقول، ويعمل من ذلك ولا بينة.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو شخص اس معبود کے ساتھ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے کسی اور معبود کو پکارے اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہے اور نہ دلیل ہے۔ ([2])

اور تفسیر ابن الجوزی میں ہے کہ: أي ولاحجة ولادليل. ترجمہ: اس کے پاس نہ دلیل ہے اور نہ حجت۔ ([3])

ثانیاً: اوپر بیان ہوا کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کا پکارنا ہی حق ہے۔

﴿ ...وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ هُوَ ٱلْبَٰطِلُ ... ﴾ (الحج: ٦٢) : اور اس کے سوا جن کو پکارتے ہیں باطل ہیں۔

پس باطل کے اثبات میں کوئی حجت یا دلیل ہونا محال ہے مگر اس کے باوجود مشرک اور قبر پرست لوگ، ایسے صریح باطل کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم ان کے پیش کردہ دلائل کو ذکر کرکے واضح کرتے ہیں کہ غیر اللہ کو پکارنے کیلئے کوئی چیز قابل استدلال یا استناد نہیں ہے۔

الدليل الأول: یہ پیش کرتے ہیں کہ قرآن میں متعدد مقامات پر "یا أیها النبی، یا أیها الرسول" وارد ہے پس اگر ہم "یا رسول اللہ" کہیں تو کیا حرج ہے؟

---

[1]– الدر المنثور (٥/ ١٧).

[2]– تفسير ابن جرير (١٨, ٦٤).

[3]– تفسير ابن الجوزی (٥/ ٤٩٦).

أقول أولاً: وباللہ التوفیق: اللہ تعالیٰ جس کو چاہے خطاب کرے، اندھے کو دکھادے، بہرے کو سنوادے، گونگے سے کلام کرائے، مردے کو سنوائے۔

﴿...إِنَّ ٱللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَآءُ وَمَآ أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي ٱلْقُبُورِ ۝٢٢﴾ (فاطر)

اللہ سناتا ہے، جس کو چاہے اور آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔

ہمیں تو صاف خطاب ہے کہ: ﴿إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا۟ دُعَآءَكُمْ...﴾ (فاطر: ١٤) ترجمہ: اگر تم ان کو پکارو تمہاری دعا نہ سنیں گے۔

ثانیاً: اللہ تعالیٰ نے صرف انبیاء ہی نہیں کئی اور چیزوں کو بھی خطاب کیا ہے مثلاً:

﴿...يَٰٓأَرْضُ ٱبْلَعِى مَآءَكِ وَيَٰسَمَآءُ أَقْلِعِى...﴾ (هود: ٤٤). ترجمہ: اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان رک جا۔

﴿يَٰمَرْيَمُ ٱقْنُتِى لِرَبِّكِ...﴾ (آل عمران: ٤٣). ترجمہ: اے مریم اپنے رب کی عبادت کر۔

﴿يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِىِّ...﴾ (الأحزاب: ٣٠). ترجمہ: اے نبی کی عورتو۔

بلکہ سب انسانوں کو خطاب کیا ہے اور متعدد مقامات پر وارد ہے کہ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ﴾ (اے انسانوں) ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟﴾ بلکہ کفار کو بھی خطاب کیا کہ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟﴾ (التحريم: ٧) ﴿يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ﴾ تو کئی بار خطاب ہوا ہے حتیٰ کہ ابلیس کو بھی خطاب کیا۔ فرمایا کہ: ﴿...يَٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَىَّ...﴾ (ص: ٧٥)

اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا تو سجدہ کرے۔

تو کیا ان سب کو پکارو گے یعنی تسبیح لے کر یا ابلیس یا ابلیس کا وظیفہ پڑھتے رہو گے، یہ کوئی نئی بات نہیں، سنا ہے کہ آج بھی شیعوں کا ایک فرقہ یزیدی کے نام سے مشہور ہے جو دمشق کی طرف رہتے ہیں جو کہ شیطان کے پجاری ہیں نیز امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "تلبیس ابلیس" میں قدریہ کے بارہ فرقوں میں سے ایک ثنویہ بتایا ہے جن کا خیال ہے کہ: إن الخير من الله والشر من الشيطان. : خیر اللہ کی طرف سے ہے اور شر شیطان کی طرف سے۔[1]

نیز اوپر بیان ہوا کہ ﴿وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَٰنًا مَّرِيدًا﴾، ﴿بَلْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ﴾، ﴿يَٰٓأَبَتِ لَا تَعْبُدِ ٱلشَّيْطَٰنَ...﴾ یعنی خواہ کس کو پکاریں یا پوجیں دراصل یہ شیطان ہی کی عبادت ہے، پس ان کو چاہئے کہ اس ہی کے نام کا ورد کرتے رہیں۔

ثالثاً: اللہ تعالیٰ کا خطاب ہر چیز کو باعتبار حکم کے ہے اور سب اس کے محکوم ہیں، کیا تمہارا خطاب بھی اسی نوعیت کا ہے، معاذ اللہ یا رسول اللہ کہتے وقت ان پر اپنا حکم چلاتے ہو؟ پس یہ قیاس غلط ہے، اس میں انبیاء واولیاء کی توہین ہے۔

رابعاً و خامساً: تمہارا خطاب سائل کی حیثیت سے ہے کیا "معاذ اللہ" اللہ تعالیٰ کا خطاب بھی یہی حیثیت رکھتا ہے؟ کہو کہ وہ بھی یا أيها الرسول اور یا أيها النبي کہتے وقت سوال یا استغاثہ کرتا ہے؟ پس جس طرح تمہارا اپنے کو اللہ پر قیاس کرنا

---

[1]– تلبيس إبليس (٢٠).



غلط ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو اپنے پر قیاس کرنا بھی باطل ہے۔ خلاصۃ المرام کہ یہ استدلال ان دو صورتوں سے خالی نہیں یا یہ کہ تمہارا خطاب جیسا ہے یعنی وہ بھی انبیاء اور اولیاء کے آگے تمہاری طرح سائل بنے اور دونوں میں استدلال باطل ہے بلکہ صریح کفر وارتداد ہے۔وهو الخامس.

سادساً: اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں، وہ ہر ایک کو دیکھتا اور اس کی سن سکتا ہے، لہٰذا اس سے کوئی چیز بعید نہیں۔ وہ جس کو چاہے اس کو خطاب کرے مگر ہم غائبانہ نہیں پکار سکتے اور نہ قدرت رکھ سکتے ہیں کہ ان تک اپنی آواز پہنچا سکیں اور جن تک اللہ تعالیٰ اپنی آواز پہنچاتا ہے یہ ان کی اپنی قدرت نہیں جو سن لیں یا جواب دیں بلکہ اللہ ہی کی قدرت ہے جو ان تک پہنچاتا ہے پس اگر یہ عقیدہ ہے کہ وہ ہر جگہ سے سنتے ہیں تو یہ ان کو اللہ کے ساتھ شریک کرنا ہے کیونکہ ہر جگہ سے سننا یہ اسی وحدہ لا شریک لہ کی شان مبارک ہے اور اگر یہ عقیدہ ہے کہ ہم ہی ان تک اپنی آواز پہنچاتے ہیں تو اپنے آپ کو اللہ کہنا اور اللہ کا شریک کرنا ہے۔ وكلاهما باطل.

السابع و ثامنا: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: قال لما فرغ إبراهيم من بناء البيت قيل له:﴿ وَأَذِّن فِي ٱلنَّاسِ بِٱلْحَجِّ ﴾ (الحج: ٢٧) قال: ربّ ومَا يبلغ صوتي؟ قال: أذّن وعليّ البلاغ فنادى إبراهيم: أيها الناس كُتب عليكم الحجّ إلى البيت العتيق فحجوا- قال: فسمعه ما بين السماء والأرض، أفلا ترى الناس يجيئون من أقصى الأرض يلبون. أخرجه ابن جرير في تفسيره, والحاكم في مستدركه- وقال هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه. وأقره على ذلك الذهبي في تلخيصه.

جب ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپ کو کہا گیا، لوگوں میں حج کا اعلان کر دو، ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار میری آواز کہاں تک پہنچے گی؟ فرمایا اعلان کرو پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے پس ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا، اے لوگو تم پر قدیم گھر کی طرف قصد کرنا فرض کیا گیا ہے پس حج کرو، فرمایا اس آواز کو آسمان و زمین کے مابین والوں نے سنا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ لوگ دور دراز مسافت سے تلبیہ کہتے ہوئے آتے ہیں، اس کو ابن جریر نے اپنی تفسیر میں روایت کیا اور حاکم نے "مستدرک" میں اور کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور بخاری و مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ تلخیص میں ذہبی نے اس کو بحال رکھا۔([1])

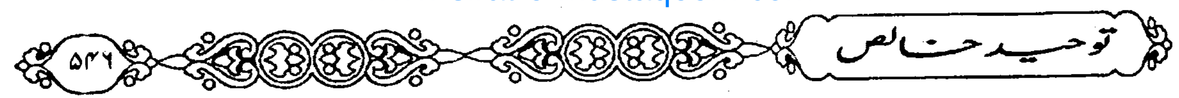
اس روایت سے ثابت ہوا کہ دور تک نہ کوئی خود بخود پہنچا سکتا ہے نہ کوئی خود بخود سن سکتا ہے، ابراہیم علیہ السلام کی آواز کے پہنچانے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے دیا تھا اور وہ تو ہر چیز پر قادر ہے لیکن کسی کی پکار یا استغاثہ کو پہنچانے کا اللہ نے کوئی وعدہ نہیں دیا بلکہ سننے سے انکار کیا ہے۔ کما مر۔ پس یہ استدلال غیر مفید ہے۔

الدليل الثاني :

قال الإمام البخاري في الأدب المفرد: حدثنا أبو نعيم قال: حدثنا سفيان ، عن أبي إسحاق، عن عبد الرحمن بن سعد قال: خدرت رجل ابن عمر، فقال له رجل : اذكر أحب الناس إليك ، فقال: يا محمد.

---

[1]- تفسير ابن جرير (٧/ ١٤٤) , مستدرك الحاكم (٢/ ٣٨٨).



وقال إبن السنى فى عمل اليوم والليلة۔ حدثني محمد بن إبراهيم الأنماطي ، وعمرو بن الجنيد بن عيسى، قالا: ثنا محمد بن خداش، ثنا أبو بكر بن عياش، ثنا ابو إسحاق السبيعي، عن أبي شعبة، قال: كنت أمشي مع ابن عمر رضي الله عنهما ، فخدرت رجله ، فجلس ، فقال له رجل: أذكر أحب الناس إليك. فقال: ”يا محمد فقام فمشى“.

وقال: حدثنا محمد بن خالد بن محمد البرذعى، ثنا حاجب بن سليمان، ثنا محمد بن مصعب، ثنا إسرائيل، عن أبي إسحاق، عن الهيثم بن حنش، قال: كنا عند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما، فخدرت رجله، فقال له رجل: «أذكر أحب الناس إليك. فقال: يا محمد ﷺ. قال: فقام فكأنما نشط من عقال .وقال: أخبرني أحمد بن الحسن الصوفي، حدثنا يحي بن الجعد، ثنا زهير، عن أبي إسحاق، عن عبد الرحمن بن سعد، قال: ”كنت عند ابن عمر، فخدرت رجله، فقلت: يا أبا عبد الرحمن، ما لرجلك؟ قال: إجتمع عصبها من هاهنا. قلت: أدع أحب الناس إليك. فقال: يا محمد. فانبسطت“.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”الادب المفرد ,, میں کہا۔ ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی کہا ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی ابو اسحق سے وہ عبد الرحمن بن سعد سے کہ ابن عمر کا پاؤں بے حس ہو گیا تو ایک شخص نے ان کو کہا تجھے جو سب سے زیادہ محبوب ہے، اسے یاد کر، ابن عمر نے کہا یا محمد ”ابن السنی عمل الیوم والیلة“ میں کہتا ہے مجھے محمد بن ابراہیم الانماطی اور عمرو بن جنید بن عیسی نے حدیث بیان کی کہتے ہیں ہمیں محمد بن خداش نے حدیث کی کہا ہمیں ابو بکر بن عیاش نے حدیث بیان کی۔ کہا ہمیں ابو اسحق السبیعی نے ابو شیبہ سے حدیث بیان کی کہتا ہے، میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا، ان کا پاؤں بے حس ہو گیا وہ بیٹھ گیا، ایک شخص نے کہا اپنے محبوب ترین کو یاد کرو تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا محمد چنانچہ کھڑے ہو گئے اور چل پڑے اور کہا ہمیں محمد بن خالد بن محمد برذعی نے حدیث بیان کی کہا ہمیں حاجب بن سلیمان نے حدیث بیان کی کہا ہمیں محمد بن مصعب نے حدیث بیان کی, کہا ہمیں اسرائیل نے ابو اسحق سے وہ ہثیم سے کہا ہم عبد اللہ بن عمر کے پاس تھے اس کا پاؤں سن ہو گیا، ایک شخص نے اس کو کہا تجھے جو سب سے زیادہ پیارا ہے اسے یاد کر۔ ابن عمر نے یا محمد ﷺ کہا چنانچہ وہ اٹھے، گویا رسی سے آزاد ہو گئے ہیں, اور کہا مجھے احمد بن حسن صوفی نے حدیث بیان کی کہا ہمیں یحیی بن جعد نے حدیث بیان کی کہا ہمیں زہیر نے ابو اسحق سے وہ عبد الرحمن بن سعد سے حدیث کرتا ہے کہا میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اس کا پاؤں بے حس ہو گیا میں نے کہا اے عبد الرحمن آپ کے پاؤں کو کیا ہو گیا؟ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا عقب یہاں سے مجتمع ہو گیا پس کہا یا محمد ﷺ چنانچہ پاؤں کھل گیا۔ (۱)

أقول أولاً: یہ روایت صحیح نہیں ہے سب اسانید کا مدار ابو اسحق السبیعی ہے جیسا کہ ”ابن السنی ,, کی ایک روایت میں تعین ہے اور دراصل یہ ایک ہی سند ہے اور ابو اسحق عمرو بن عبد اللہ ھمدانی ہے، یہ متغیر الحفظ ہے، آخر میں اس کا حافظہ بدل گیا تھا،

۱- الأدب المفرد للبخارى (طبع مصر) (۱۴۳) , عمل اليوم والليلة .



ایسے شخص کی حدیث معتبر نہیں۔

قال إبن الصلاح فی المقدمة: والحکم فیهم: أنه یقبل حدیث من أخذ عنهم قبل الإختلاط، ولا یقبل حدیث من أخذ عنهم بعد الإختلاط،أو أشکل أمره، فلم یدر هل أخذ عنه قبل الإختلاط أو بعده... أبو إسحٰق السبیعی اختلط أیضا، ویقال: أن سماع سفیان بن عیینة منه بعد الإختلاط، ذکر ذلك أبو یعلی الخلیلی.

ابن الصلاح "المقدمة" میں کہتے ہیں ۔ ان کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ اختلاط سے پہلے جن لوگوں نے ان سے حدیث لی وہ قبول ہے اور اختلاط سے بعد اخذ کرنے والوں کی حدیث غیر مقبول ہے اور ان کی حدیث بھی غیر مقبول جن کے بارے میں اشکال ہو کہ اختلاط کے پہلے لی یا بعد میں اور ابو اسحٰق سبیعی بھی مختلط تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سفیان بن عینیہ کا سبیعی سے سماع اختلاط کے بعد ہے۔ ابو یعلی خلیلی نے اس کا ذکر کیا ہے۔(۱)

وقال الحافظ ابن کثیر فی إختصار علوم الحدیث: نحوه قال وممن اختلط بآخرة: عطاء بن السائب، وأبو إسحاق السَّبیعی، قال الحافظ أبو یعلی الخلیلی: وإنما سمع منه ابن عُیینة بعد ذلك. وهکذا فی تدریب الراوی.

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ "اختصار علوم الحدیث" میں اسی طرح ذکر کرتے ہیں، کہا جو آخر میں مختلط ہو گئے ان میں عطا بن سائب، ابو اسحٰق سبیعی ہیں۔ حافظ ابو یعلی خلیلی کہتے ہیں، ابن عیینہ نے اختلاط کے بعد سبیعی سے سنا نیز "تدریب الراوی" میں بھی اسی طرح ہے۔(۲)

اور ابو اسحٰق کو حافظ ابو الوفاء سبط العجمی نے کتاب "الإعتباط بمعرفة من رمی بالإختلاط" قلمی میں ذکر کیا ہے۔(۳)

وقال الحافظ فی التقریب: إختلط بآخره. وقال الذهبی فی میزان الإعتدال: شاخ ونسی ولم یختلط.وقد سمع منه سفیان بن عیینة، وقد تغیر قلیلا. وقال الفسوی: فقال بعض أهل العلم: کان قد اختلط، وإنما ترکوه مع ابن عیینة لإختلاطه. مختصراً.

حافظ "تقریب" میں لکھتے ہیں۔ آخر میں مختلط ہو گیا۔ ذہبی "میزان الاعتدال" میں کہتے ہیں، میں بوڑھا ہو گیا اور ناسی ہوا مختلط نہیں ہوا۔ ابن عیینہ کو جب سماع حاصل ہوا، تھوڑا تھوڑا متغیر تھا۔ فسوی کہتا ہے بعض اہل علم کہتے ہیں یہ مختلط ہو گیا تھا اور ابن عیینہ کی روایات میں اختلاط کی وجہ سے متروک ہے۔(۴)

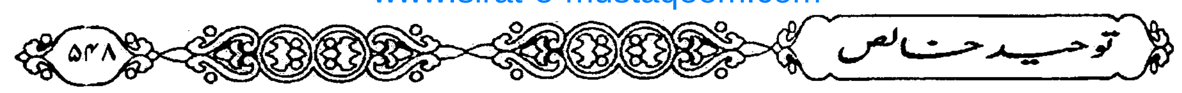
ثانیا: یہی ابو اسحٰق مدلس بھی ہے اور معنعن روایت کی ہے اور اس کی تدلیس مرتبہ ثالثہ کی ہے اس کو حافظ سبط بن العجمی نے کتاب "التبیین فی أسماء المدلسین" قلمی میں ذکر کیا ہے۔

۱- مقدمة إبن الصلاح (۱۹۵) (طبع بمبئی).

۲- إختصار علوم الحدیث (۲٤٤), تدریب الراوی (۲٦۳).

۳- کتاب الإعتباط بمعرفة من رمی بالإختلاط (۱۱).

٤- التقریب (۳۹۳), میزان الإعتدال (۲/ ۲۹۲).



وقال تابعی کبیر مشهور به. اور کہا تابعی کبیر ہے اور تدلیس میں مشہور ہے۔(۱)

اور حافظ ابن حجر "طبقات المدلسین" مرتبہ ثالثہ میں اس کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ:مشھور بالتدلیس وھو تابعی وصفه النسائی وغیره بذلك وقال ابن حبان فی کتاب الثقات کان مدلسا.وکذا ذکره فی المدلسین حسین الکرابیسی وأبوجعفرالطبری وقال ابن معین أفسدحدیث أهل الکوفةالأعمش وأبو إسحاق یعنی للتدلیس کذا فی التهذیب.

تدلیس میں مشہور ہے، تابعی ہے نسائی وغیرہ نے ایسا ہی کہا ہے، ابن حبان نے "الثقات" میں کہا مدلس ہے۔ حسین کرابیسی اور ابو جعفر الطبری نے مدلسین میں اس کا شمار کیا ہے۔ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے اہل کوفہ کی حدیث کو اعمش اور ابو اسحق نے تدلیس کی وجہ سے فاسد کر دیا ہے۔(۲)

پس یہ روایت قابل اعتماد نہیں ہے۔ایضاً ابن السنی کی اسانید میں دیگر علتیں بھی ہیں چنانچہ پہلی سند میں ابو بکر بن عیاش ہے۔

قال فی التقریب: لما کبر ساء حفظه وکتابه صحیح. جب بوڑھا ہوا حافظ خراب ہو گیا اور اس کی کتاب صحیح ہے۔(۳)

ایضاً ابو اسحق کے استاد ابو شعبہ کے متعلق پتہ نہیں لگتا کہ کون ہے اور دوسری سند میں محمد بن مصعب ہے۔

وهو القرقسانی قال فی التقریب: صدوق کثیر الغلط. وفی مختصر ضعفاء ابن حبان. کان ممن ساء حفظه حتی کان یقلب الأسانید ویرفع المراسیل لایجوز الإحتجاج به إذا إنفرد.وقال ابن أبی حاتم فی الجرح والتعدیل قسم. قال سألت أبا زرعة عن محمد بن مصعب القرقسانی فقال: صدوق فی الحدیث ولکنه حدث بأحادیث منکرة.قلت فلیس هذا مما یضعفه؟ قال: نظن أنه غلط فیها. قال سألت أبی عنه فقال: ضعیف الحدیث، قلت له أن أبا زرعة قال کذا وحکیت له کلامه فقال: لیس هو عندی کذا ضعف لما حدث بهذه المناکیر.

وہ قرقسانی ہے "تقریب" میں حافظ لکھتے ہیں، صدوق کثیر الغلط ہے۔ "مختصر ضعفاء ابن حبان" میں ہے، یہ ان میں سے تھا جن کی یادداشت خراب ہو گئی تھی حتیٰ کہ اسانید کو الٹ دیتا اور مراسیل کو مرفوع بنا دیتا تھا۔اگر اکیلا ہے تو اس کی روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ ابن ابی حاتم "الجرح والتعدیل" میں کہتے ہیں میں نے ابوزرعہ سے محمد بن مصعب قرقسانی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا حدیث میں صدوق ہے مگر احادیث منکرہ روایت کرتا ہے، میں نے کہا اس سے تو اس کی تضعیف نہیں ہوئی کہا ہمارا خیال ہے ان میں غلطیاں کرتا ہے، کہا اور میں نے اپنے والد سے اس کے بارے میں پوچھا تو کہا ضعیف الحدیث ہے، میں نے کہا ابو زرعہ نے تو اس کے بارے میں کہا اور پھر میں نے ابو زرعہ کی مذکورہ بالا بات نقل کی تو والد صاحب نے کہا میرے نزدیک یہ ایسا نہیں ہے۔ جب یہ ان مناکیر کو روایت کرتا ہے، ضعیف ہو گیا۔(۴)

۱- التبیین فی أسماء المدلسین (۹).

۲- کتاب الثقات (۲/ ٦٤), التهذیب (۸/ ٦٦, ٦٧).

۳- التقریب (۵۷٦).

٤- التقریب (٤٧١), الجرح والتعدیل (٤/ ١٠٢).



پس ایسے شخص کی روایت علی الاطلاق حجت نہیں۔ بالخصوص فیما نحن فیه صریح آیات اور احادیث کے خلاف ہے۔

ایضاً ابو اسحق کا استاد ہیثم بن حنش مجہول ہے۔

قال الإمام ابو بكر الخطيب البغدادى فى الكفاية: المجهول عند أصحاب الحديث: هو كل من لم يشتهر بطلب العلم في نفسه، ولا عرفه العلماء به، ومن لم يعرف حديثه إلا من جهة راو واحد، مثل عمرو ذى مرة وجبار الطائي وعبد الله بن أغر الهمدانى والهيثم بن حنش ومالك بن أغر و سَعِيدِ بْنِ ذِي جُدَّانَ وَقَيْسِ بْنِ كُرْكُمٍ وضمر بن مالك، وهؤلاء كلهم لم يرو عنهم غير أبي إسحاق السبيعي.

امام ابو بکر خطیب بغدادی "الکفایہ" میں لکھتے ہیں، اصحاب الحدیث کے نزدیک مجہول وہ راوی ہے جو فی نفسہ طلب علم میں شہرت یافتہ نہیں ہے نہ ہی اس کو علماء جانتے ہیں اور وہ کہ اس کی حدیث ایک ہی راوی کی طرف سے معروف ہے جیسا کہ عمر ذی مرۃ اور جبار طائی اور عبد اللہ بن اغر ہمدانی اور ہیثم بن حنش اور مالک بن اغر اور سعید بن ذی جدان اور قیس بن کرکم اور ضمر بن مالک ان سب سے ابو اسحق سبیعی اکیلا روایت کرتا ہے۔[1]

وقال أبوإسحاق الجوزجانى: فأما أبو إسحاق فروى عن قوم لايعرفون ولم ينتشر عنهم عند أهل العلم إلا ما حكى أبو إسحاق عنهم فإذا روى تلك الأشياء عنهم كان التوقيف فى ذلك عندى الصواب كذا فى التهذيب.[2]

ابو اسحاق جوزجانی کہتے ہیں، ابو اسحق غیر معروف لوگوں سے روایت کرتا ہے اور ان کی روایات اہل علم کے نزدیک نہیں پھیلیں۔ صرف ابو اسحاق ہی ان سے روایت کرتا ہے، میرے نزدیک اس کے بارے میں توقف کرنا بہتر ہے، تہذیب میں اسی طرح ہے۔

اور تیسری سند وہی الادب المفرد والی ہے نیز اس میں بھی زہیر بن معاویہ ہے جس کا اسحق سے سماع بعد التغیر والإختلاط ہے۔

قال فى التقريب: ثقة ثبت إلا أن سماعه من أبى إسحاق بآخره وهكذا فى تدريب الراوى وفى التهذيب.[3]

قریب میں ہے، ثقہ ثبت ہے مگر اس کا سماع ابو اسحاق سے آخر میں ہے۔ "تدریب الراوی" میں اسی طرح ہے، تہذیب میں ہے۔

عن الإمام أحمد فى حديث عن أبى إسحاق لين سمع منه بآخره وعن ابن معين سمع من أبى إسحاق بعد الإختلاط وعن أبى حاتم زهير أحب إلينا من إسرائيل فى كل شئ إلا فى حديث أبى إسحاق.

امام احمد نے زہیر کی ابو اسحاق سے حدیث کے بارے میں کہا کمزور ہے، آخر میں سنا، ابن معین کہتے ہیں، ابو اسحاق سے اختلاط کے بعد سنا، ابو حاتم سے ہے کہ زہیر اسرائیل سے ہمیں ہر معاملہ میں زیادہ پسند ہے سوا ابو اسحاق کی حدیث کے۔

ثالثاً: ایک نسخہ میں بدون حرف اللہ اور صرف اسم محمد ﷺ کا ذکر ہے، دیکھو "فضل الله الصمد شرح الأدب المفرد"

---

[1]- الكفاية (۸۸).

[2]- التهذيب (۸/ ۶۷).

[3]- التقريب (۱۶۷)، تدريب الراوى (۲۶۳)، التهذيب (۳/ ۳۵۱، ۳۵۲).



للشیخ فضل الله الجیلانی یہ بھی استدلال میں مخدوش ہے۔(۱)

رابعا: سند میں اضطراب واقع ہے، کبھی ابو اسحق عبد الرحمن بن اسحق سے روایت کرتا ہے اور کبھی ابو شعبہ سے تو کبھی ہیثم بن حنش سے اور واقعہ ایک معلوم ہوتا ہے۔

خامسا: علی التقدیر یہ روایت موقوف ہے، مرفوع نہیں نہ اس کے معنی میں ہے۔

قال الشوکانی: فی تحفة الذاکرین ولیس فی هذا مایفید أن لذلك حکم الرفع.

امام شوکانی "تحفة الذاکرین" میں کہتے ہیں، اس میں یہ نہیں ہے کہ اس کا مرفوع کا حکم ہے۔(۲)

سادسا وسابعا: یہ روایت مدعی پر قطعیة الدلالة نہیں ہے۔

ففی فضل الله الصمد: تحت الروایة وعلی کل حال فصورة النداء فی بعض الروایات لیس حقیقة ولا یتوهم أنه الإستغاثة أوالإستعانة وإنما المقصود إظهار الشوق وإضرام نار المحبة وذکر المحبوب بسخن القلب وبنشطه فیهذب إنجماد الدم فیجری فی العروق وهذا هو الفرح والخطاب قد یکون لا علی إرادة الإسماع وقال: والخطاب لیس علی إرادة السماع وإن کان الأصل فی الخطاب أن یوتی به لإسماع المخاطب فکثیرا مایوتی به لغیر ذلك کما هو کثیر فاحش فی کلام العرب والسنة وکلام الصحابة وفی کلام الناس کما فی ندبه وذکر المرء حبیبه فی غیبة وأمثال ذلك.

اس روایت کے تحت "فضل الله الصمد" میں ہے۔ بہر حال بعض روایات میں ندا کی صورت محقق نہیں ہے، نہ ہی یہ وہم کیا جائے کہ استغاثہ یا استعانہ ہے، مقصد صرف اظہار شوق اور محبت کی آگ کو روشن کرنا ہے اور گرم دلی سے محبوب کا ذکر کرنا ہے تاکہ دل کا انجماد ختم ہو جائے اور رگوں میں جاری و ساری ہو جائے۔ یہ اظہار خوشی و فرح ہے، خطاب کبھی سنانے کے ارادہ سے نہیں ہوتا۔ نیز کہا اصل خطاب میں اگرچہ سنانے کا ارادہ ہوتا ہے مگر کبھی ایسے نہیں ہوتا جیسا کہ کلام عرب، حدیث اور کلام صحابہ رضی اللہ عنہم سے معلوم ہوتا ہے، اسی طرح عام لوگوں کی گفتگو میں ہوتا ہے جیسا کہ ندبہ میں اور انسان کا اپنے دوست کو غائبانہ ذکر کرنا وغیرہ وغیرہ۔(۳)

الحاصل مجرد خطاب سنانے یا مخاطب کے سننے یا اس سے استغاثہ پر دلیل نہیں ہے جیسا کہ أمیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کا حجر اسود سے خطاب کہ: إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُقَبِّلُ مَا قَبَّلْتُكَ. أخرجه البخاری ومسلم کذا فی المشکاة. (۴)

میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نفع اور نقصان نہیں دے سکتا، اگر میں نبی ﷺ کو تیرا بوسہ لیتے نہ دیکھتا تیرا بوسہ نہ لیتا۔

۱- فضل الله الصمد (۲/ ۴۲۹).

۲- تحفة الذاکرین (۲۳۹).

۳- فضل الله الصمد (۲/ ۴۲۹, ۲/ ۴۵۲).

۴- صحیح البخاری کِتَاب الْحَجِّ بَاب مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ رقم الحدیث (۱۴۹۴), مشکوٰة المصابیح (۲۲۸).



بخاری اور مسلم نے روایت کیا جیسا کہ مشکوۃ میں ہے۔

اور جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ کو خطاب کیا کہ:

وَاللهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللهِ وَأَحَبُّ أَرْضِ اللهِ وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ.

اللہ کی قسم تو اللہ کی اچھی زمین ہے اور اللہ کی زمین سب سے زیادہ پیاری۔ اگر میں تجھ سے نہ نکالا جاتا تو نہ جاتا۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جیسا کہ مشکوۃ میں ہے۔[1]

اس طرح "سبعہ معلقات" (۹) میں امرؤالقیس کا شعر ہے کہ

ألا أيها الليل الطويل الا انجلي بصبح وما الاصباح منك بأمثل

اے طویل رات صبح کے ساتھ روشن ہو مگر تیری صبح بھی تو میرے لئے کوئی بہتر نہیں ہے

جب یہ سب خطابات اس نیت سے ہرگز نہیں کہ مخاطب سنتا ہے "فإذا جاء الإحتمال بطل الإستدلال وهو السابع".

وثامنا: بلکہ یہاں قرینہ موجود ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ عقیدہ ہرگز نہیں رکھتے تھے کہ آپ ﷺ دور سے سنتے ہیں جیسا کہ تیسری دلیل کے جواب میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

أيضاً: سورۂ تحریم کی آیت ملاحظہ ہو: قال الله تعالىٰ: ﴿وَإِذْ أَسَرَّ ٱلنَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَٰجِهِۦ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِۦ وَأَظْهَرَهُ ٱللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُۥ وَأَعْرَضَ عَنۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِۦ قَالَتْ مَنْ أَنۢبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِىَ ٱلْعَلِيمُ ٱلْخَبِيرُ ﴿٣﴾﴾ (التحريم)

جب نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی کو راز کی بات کی جب اس نے اس کا پتہ آگے دے دیا اور اللہ نے آپ پر اس کو ظاہر کر دیا تو بعض کا پتہ دے دیا اور بعض سے اعراض کیا، جب نبی نے اس کو بتایا تو کہنے لگی آپ کو کس نے بتایا فرمایا مجھے جاننے والے خبر رکھنے والے نے بتایا ہے۔

ثابت ہوا کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا یہ اعتقاد نہیں تھا کہ آپ ہر وقت ہر بات سنتے ہیں ورنہ یہ نہ کہتی کہ مَن أنبأك هذا۔ آپ کو کس نے بتایا۔ ایضاً آپ بھی یوں جواب دیتے کہ:

أنا سمعت بنفسي أونحو ذلك. میں نے خود سنا یا اس طرح کی کوئی اور عبارت۔

یہ نہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بذریعہ وحی بتایا نیز فرمایا کہ:

﴿وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا۟ مِنْ عِندِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ ٱلَّذِى تَقُولُ ۖ وَٱللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ...﴾ (النساء:۸۱)

اور کہتے ہیں ہم فرمانبردار ہیں جب آپ کے پاس سے جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ آپ کی کہی بات کے خلاف رات کو مشورے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مشورے لکھ رہا ہے۔

ثابت ہوا کہ وہ یہ اعتقاد نہیں رکھتے تھے کہ آپ ہر بات ہماری سنتے ہیں نیز فرمایا کہ:

---

[1]–(صحيح) صحيح وضعيف سنن الترمذي رقم الحديث (۳۹۲۵) . سنن الترمذی كِتَاب الْمَنَاقِبِ, بَاب فِي فَضْلِ مَكَّةَ. مشكوٰة المصابيح (۲۳۸).



﴿إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُنَٰفِقُونَ قَالُوا۟ نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُۥ وَٱللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ لَكَٰذِبُونَ ﴿١﴾﴾ (إلى قوله) ﴿وَلَٰكِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨﴾﴾ المنافقون

جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم دلی اقرار کرتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ﷺ ہیں، اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں... لیکن منافق نہیں جانتے۔

وأخرج البخاری فی صحیحه: عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنْتُ فِي غَزْوَةٍ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ يَقُولُ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهِ وَلَئِنْ رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِهِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَمِّي أَوْ لِعُمَرَ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَدَعَانِي فَحَدَّثْتُهُ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ فَحَلَفُوا مَا قَالُوا فَكَذَّبَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَصَدَّقَهُ فَأَصَابَنِي هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ لِي عَمِّي مَا أَرَدْتَ إِلَى أَنْ كَذَّبَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَمَقَتَكَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى ﴿إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُنَٰفِقُونَ﴾ فَبَعَثَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَرَأَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ قَدْ صَدَّقَكَ يَا زَيْدُ.

اور بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں، سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے کہا ہم غزوہ تبوک میں تھے، میں نے عبد اللہ بن ابی سے سنا کہہ رہا تھا، رسول اللہ ﷺ کے قریب والوں پر خرچ نہ کرو تاکہ اس کے ارد گرد سے بکھر جائیں۔ اگر ہم واپس گئے تو عزت والا ذلیل کو مدینہ سے نکال دے گا۔ میں نے یہ بات اپنے چچا یا عمر رضی اللہ عنہ سے کہی، اس نے نبی ﷺ سے اس کا تذکرہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے مجھے بلایا میں نے واقعہ سنایا، رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے پاس پیغام بھیجا، انہوں نے حلفیہ کہا ہم نے یہ بات نہیں کہی، رسول اللہ ﷺ نے میری تکذیب کی اور اس کو سچا جانا مجھے بے پناہ غم واندوہ پہنچا اور گھر میں بیٹھے رہا، میری پھوپھی نے کہا تو نے یہی چاہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیری تکذیب کی اور ناراض ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُنَٰفِقُونَ...﴾ نازل کی، نبی ﷺ نے میرے پاس آدمی بھیجا، آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا زید رضی اللہ عنہ اللہ نے تیری تصدیق کر دی ہے۔[1]

اگر آپ سنتے تھے تو سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی آپ ﷺ نے کیوں تکذیب کی اور عبد اللہ بن ابی کو سچا کیوں کہا، حالانکہ واقعہ اس کے خلاف تھا اور قرآن نے اس کے برعکس زید رضی اللہ عنہ کو سچا اور عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو جھوٹا بتایا۔ پس اگر روایت کو قابل قبول قرار دیا جائے تو بھی یہ قرائن اس نداء سے استغاثہ پر استدلال کو مانع ہیں۔

تاسعا: خود سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جس سے یہ اثر مبحوث فیہ مروی ہے، اس کا عقیدہ یہ نہ تھا۔

أخرج البخاری فی الأدب المفرد: قال حدثنا مطر بن الفضل قال: حدثنا حجاج، قال إبن جریج: سمعت مغیثا ابن عمر، أن ابن عمر سأله: من مولاہ؟ فقال: الله وفلان، قال ابن عمر: لا تقل کذلك، لا تجعل مع الله

---

[1] – صحیح البخاری کِتَاب تَفْسِیرِ الْقُرْآنِ بَاب قَوْلُهُ (إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ...) رقم الحدیث (۴۵۲۰).

أحدا، ولكن قل: فلان بعد الله. وأخرج عَنْ عَبْدِ الله بن ميسَرَةَ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا أَصْبَحَ قَالَ:اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنْ أَعْظَمِ عِبَادِكَ نَصِيبًا فِي كُلِّ خَيْرٍ تَقْسِمُهُ الْغَدَاةَ وَنُورًا يَهْدِي وَرَحْمَةً تَنْشُرُهَا وَرِزْقًا تَبْسُطُهُ وَضُرًّا تَكْشِفُهُ وَبَلَاءً تَرْفَعُهُ وَفِتْنَةً تَصْرِفُهَا. ورجاله رجال الصحيح. كذا فى مجمع الزوائد.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "الادب المفرد" میں روایت کرتے ہیں، کہا ہمیں مطر بن فضل نے حدیث بیان کی کہا ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی، ابن جریج کہتے ہیں، میں نے مغیث بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے اس کے مولیٰ کا سوال کیا تو کہا اللہ اور فلاں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ایسے نہ کہہ اللہ کے ساتھ کسی کو نہ بنا ہاں یوں کہہ اللہ کے بعد فلاں (بھی مولیٰ ہے) طبرانی عبد اللہ بن میسرۃ سے روایت کی کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صبح کے وقت کہا کرتا تھا، اے اللہ آج صبح آپ جو اچھائی تقسیم فرمائیں جو نور مرحمت فرمائیں جو رحمت عطا کریں جو رزق مخلوق پر کشادہ کریں اور تکالیف و مصائب و فتن ہٹائیں اس میں میرا حصہ اپنے سب بندوں سے زیادہ بنا، اس کے رجال صحیح کے رجال میں۔ مجمع الزوائد میں اسی طرح ہے۔ (1)

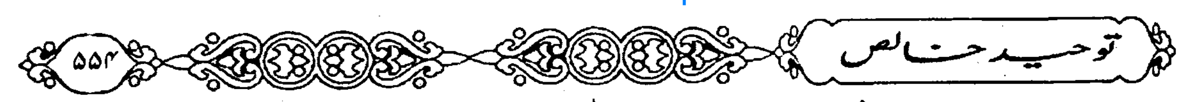
ایسے شخص سے یہ ہرگز متوقع نہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارے یا مدد مانگے۔

عاشراً: أخرج البخاري: عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا رَأَى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرَى رُؤْيَا فَأَقُصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي إِلَى النَّارِ فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ وَإِذَا فِيهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ أَقُولُ أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ النَّارِ قَالَ فَلَقِيَنَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لِي لَمْ تُرَعْ فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنْ اللَّيْلِ فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنْ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خواب دیکھتا تو آپ ﷺ کے سامنے بیان کرتا، میں نے آرزو کی کہ میں بھی خواب دیکھوں اور اسے رسول اللہ ﷺ کے حضور بیان کروں۔ میں نوجوان لڑکا تھا اور آپ ﷺ کے دور میں مسجد میں ہی سویا کرتا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتوں نے مجھے پکڑ لیا ہے وہ مجھے جہنم کی طرف لے گئے، وہ کنویں کی طرح چنی ہوئی تھی اور اس کے دو قرن تھے، اس میں کئی لوگ تھے جنہیں میں پہچانتا ہوں، میں جہنم سے اللہ کی پناہ مانگنے لگا۔ ہمیں ایک اور فرشتہ ملا اس نے کہا ڈرو نہیں، میں نے یہ خواب حفصہ رضی اللہ عنہا کو سنایا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو تو آپ ﷺ نے فرمایا عبد اللہ رضی اللہ عنہ اچھا نوجوان ہے اگر یہ رات کو نماز پڑھتا، اس کے بعد سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ رات کو بہت کم سوتا تھا۔ (2)

1- الأدب المفرد (١١٦) رقم الحديث (٨٠٥) طبع مصر . المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث (١٢٩٠٣) . مجمع الزوائد (١٠/ ١٨٤).

2- صحيح البخارى كِتَاب الْجُمُعَةِ, بَاب فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ. (١/ ١٥١), رقم الحديث (١٠٥٤).



اس حدیث سے بخوبی واضح ہوا کہ خود سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ دور سے سب کچھ جانتے ہیں یا سنتے ہیں ورنہ ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کو یہ کہلوانے کا کیا مطلب۔

ایضاً: یہ تو اس زمانہ کا واقعہ کا تھا جب آپ ﷺ حیات تھے پس کیسے اس سے یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ آپ کو بعد وفات پکارے گا یا فریاد کرے گا۔ اس طرح یہ روایت قطعاً قابل قبول نہیں۔

الدليل الثالث: یوں بیان کرتے ہیں کہ تشہد میں کہا جاتا ہے کہ السلام عليك أيها النبي. اسی سے یہ ثابت ہوا کہ غائبانہ رسول اللہ ﷺ کو پکارنا جائز ہے۔

أقول وبالله تعالي التوفيق: لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے خطاب کا لفظ بدل کر غائب کا لفظ استعمال کیا اور بجائے "السلام عليك أيها النبي" کے "السلام على النبي" کہنے لگے۔

فأخرج البخاري في صحيحه: عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه حَدِيْثِ التَشَهُّد وَفِي آخِره وَهُوَ بَيْنَ أظهرنَا فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى يَعْني النَّبِيِّ ﷺ.

"صحیح بخاری" میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث تشہد روایت کرتے ہیں، آخر میں ہے جب آپ ﷺ ہم میں تھے (ہم ایسا ہی کہتے رہے) جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو ہم کہتے: "سلام ہو، نبی ﷺ پر"۔ (1)

قال الحافظ في الفتح. فَالْقَائِل "يَعْنِي" هُوَ الْبُخَارِيّ ، وَإِلَّا فَقَدْ أَخْرَجَهُ أَبُو بَكْر بْن أَبِي شَيْبَة فِي مُسْنَده وَمُصَنَّفه عَنْ أَبِي نُعَيْم شَيْخ الْبُخَارِيّ فِيهِ فَقَالَ فِي آخِره " فَلَمَّا قُبِضَ ﷺ قُلْنَا السَّلَام عَلَى النَّبِيّ" وَهَكَذَا أَخْرَجَهُ الْإِسْمَاعِيلِيّ وَأَبُو نُعَيْم مِنْ طَرِيق أَبِي بَكْر.

حافظ "فتح الباری" میں کہتے ہیں یعنی کا قائل بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہے کیونکہ ابو بکر بن ابی شیبۃ اسے اپنے مسند اور مصنف میں ابو نعیم شیخ بخاری سے روایت کرتے ہیں۔ اس کے آخر میں ہے، جب نبی ﷺ فوت کئے گئے تو ہم نے کہا "السلام على النبي" اسماعیل اور ابو نعیم نے ابو بکر کے طریق سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ (2)

وقال: وَأَخْرَجَهُ أَبُو عَوَانَة فِي صَحِيحه وَالسَّرَّاج وَالْجَوْزَقِيّ وَأَبُو نُعَيْم الْأَصْبَهَانِيّ وَالْبَيْهَقِيّ مِنْ طُرُق مُتَعَدِّدَة إِلَى أَبِي نُعَيْم شَيْخ الْبُخَارِيّ فِيهِ بِلَفْظِ " فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا السَّلَام عَلَى النَّبِيّ".

نیز کہا ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں اور سراج، جوزقی، ابو نعیم، اصبہانی اور بیہقی ابو نعیم شیخ بخاری تک بہ طرق متعددہ سے روایت کرتے ہیں، بلفظ السلام على النبي. (3)

1- صحيح البخاري كِتَاب الِاسْتِئْذَانِ, بَاب الْأَخْذِ بِالْيَدَيْنِ وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِيَدَيْهِ, (٢/ ٩٢٦), رقم الحديث (٥٧٩٤).

2- فتح الباري (١٣/ ٢٩٦), رقم الحديث (٥٧٩٤).

3- فتح الباري (٢/ ٤٥٨), رقم الحديث (٧٨٨).



اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول "قلنا" بظاہر اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم پر دال ہے، ایسے ہی الفاظ سے فقہاء اجماع ثابت کرتے ہیں، اس سے زیادہ صریح دوسری روایت ہے۔

فأخرج عبد الرزاق عن ابن جريج عن عطاء: أن الصحابة كانوا يقولون والنبي ﷺ حي، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، فلما مات قالوا: السلام على النبي. (۱)

عبد الرزاق مصنف میں روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہ جب نبی ﷺ زندہ تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہا کرتے تھے "السلام عليك أيها النبی" جب وفات پاگئے تو کہتے "السلام علی النبی" یعنی سلام نبی پر۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

کیونکہ عبد الرزاق ابن جریج اور عطاء تینوں ائمہ حدیث میں سے ہیں "كما لا يخفى على من مارس الفن" اور یہ روایت اپنے باب میں بالکل صریح ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے۔

قال الإمام البخاری: فی جزء رفع اليدين: حدثني مسدد قال: حدثنا يزيد بن زريع، عن سعيد، عن قتادة، عن الحسن قال: «كان أصحاب النبي ﷺ كأنما أيديهم المراوح يرفعونها إذا ركعوا، وإذا رفعوا». حدثنا موسى بن إسماعيل، حدثنا أبو هلال، عن حميد بن هلال قال: «كان أصحاب النبي ﷺ إذا صلوا كان أيديهم حيال آذانهم كأنها المراوح» قال البخاري: «فلم يستثن الحسن، وحميد بن هلال أحدا من أصحاب النبي ﷺ دون أحد».

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "جزء رفع الیدین" میں فرماتے ہیں، مجھے مسدد نے حدیث بیان کی کہا ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی۔ سعید سے وہ قتادہ سے وہ حسن سے کہا، اصحاب النبی ﷺ رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت یوں ہاتھ اٹھاتے گویا وہ پنکھے ہیں، ہمیں موسیٰ بن اسمٰعیل نے حدیث بیان کی، ہمیں ابو ہلال نے حدیث بیان کی، حمید بن ہلال سے وہ کہتے ہیں، صحابہ نبی ﷺ جب نماز پڑھتے، ان کے ہاتھ کانوں کے سامنے ہوتے گویا وہ پنکھے ہیں۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حسن اور حمید بن ہلال نے کسی صحابی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ (۲)

ثم ذكر حديث وائل ثم قال " ولم يستثن وائل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أحدا إذا صلوا مع النبي صلى الله عليه وسلم أنه لم يرفع يديه".

پھر سیدنا وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی۔ وائل رضی اللہ عنہ نے بھی کسی صحابی کو مستثنیٰ نہیں کیا کہ اس نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے وقت رفع یدین نہیں کی۔ (۳)

اسی طرح یہاں بھی سمجھئے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے کسی ایک صحابی کی استثنا نہیں کی۔

أیضاً: فقہاء حنفیہ ابن ابی شیبہ کی حدیث:

۱- مصنف عبدالرزاق رقم الحديث (۳۰۷۵) . فتح الباری (۱/ ۳۵۸).

۲- جزء رفع اليدين (۸)، طبع الهند ، رقم الحديث (۲۷، ۲۸).

۳- جزء رفع اليدين (۹)، رقم الحديث (۲۹).



عن عمرو بن میمون قال لم یکن أصحاب النبي ﷺ یترکون أربع رکعات قبل الظهر ورکعتین قبل الفجر علی حال.

"عمرو بن میمون سے کہتا ہے:اصحاب رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت اور فجر سے پہلے دو رکعت کسی حال میں نہ چھوڑتے تھے"،سے اجماع صحابہ پر استدلال کرتے ہیں،دیکھو"تیسر الحریر للأمیر پاشا وفواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" العلامه عبد العلی الأنصاری فی ذیل المستصفی وغیرهمااور اسی طرح تشہد میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔([1])

فأخرج البیهقی فی سننه الکبری وصححه عن القاسم بن محمد یقول سمعت عائشة تعلمنا التشهد وتشیر بیدها تقول التحیات الطیبات الصلوات الزاکیات لله السلام علی النبي ورحمة الله وبرکاته.الحدیث.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "السنن کبریٰ" میں قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں اور صحیح کہا کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ ہمیں تشہد سکھاتی تھی اور اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتی تھی (ترجمہ تشہد) سب قولی عبادتیں مالی پاکیزہ عبادتیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔ سلام ہو نبی پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات۔([2])

اسی طرح سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

وأخرج مالك فی المؤطا: عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَتَشَهَّدُ فَيَقُولُ بِسْمِ اللهِ التَّحِيَّاتُ لِلهِ الصَّلَوَاتُ لِلهِ الزَّاكِيَاتُ لِلهِ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ شَهِدْتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ شَهِدْتُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ يَقُولُ هَذَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ وَيَدْعُو إِذَا قَضَى تَشَهُّدَهُ بِمَا بَدَا لَهُ فَإِذَا جَلَسَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ تَشَهَّدَ كَذَلِكَ أَيْضًا إِلَّا أَنَّهُ يُقَدِّمُ التَّشَهُّدَ ثُمَّ يَدْعُو بِمَا بَدَا لَهُ فَإِذَا قَضَى تَشَهُّدَهُ وَأَرَادَ أَنْ يُسَلِّمَ قَالَ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ يَرُدُّ عَلَى الْإِمَامِ فَإِنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ أَحَدٌ عَنْ يَسَارِهِ رَدَّ عَلَيْهِ. وأخرج البیهقی فی سننه.

امام مالک رحمہ اللہ "موطا" میں روایت کرتے ہیں۔نافع سے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشہد پڑھتے اور کہتے: اللہ کے نام سے قولی عبادتیں اللہ ہی کیلئے ، بدنی عبادتیں اللہ ہی کیلئے ، مالی پاکیزہ عبادتیں اللہ ہی کیلئے ۔سلام ہو نبی پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات۔سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کا رسول ہے۔ یہ پہلی دو رکعتوں میں کہتے اور جب تشہد پورا کر لیتے تو اپنے لئے دعا کرتے ۔جب آخر نماز میں بیٹھتے تو اسی طرح تشہد پڑھتے ۔کلمہ تشہد پہلے پڑھتے پھر اپنے لئے دعا مانگتے۔تشہد پورا کر لیتے اور سلام کا ارادہ کرتے تو کہتے: سلام نبی پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکات۔سلام ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر۔ سلام تم پر (دائیں طرف) پھر امام کو جواب دیتے،اگر کوئی بائیں طرف سے سلام کہتے تو اس کا جواب دیتے۔([3])

---

[1]– تیسرالحریر (۳/ ۲۶۲)، وفواتح الرحموت (۲/ ۲۴۲).

[2]– سنن الکبری (۲/ ۱۴۴).

[3]– المؤطا (۳۱)، رقم الحدیث (۱۹۰).

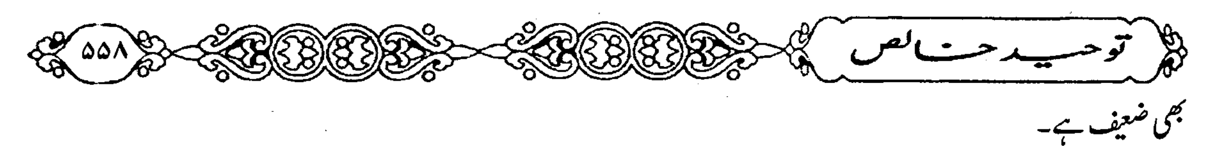


سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے یہ صاف ظاہر ہوا کہ جو اثر اس سے نداء بلفظ "یا محمد" دلیل دوم میں مذکور ہے وہ باطل ہے اور اس کی نسبت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح نہیں ہے جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد خطاب کا قائل نہیں تھا وہ کیسے اس طرح پکارے گا۔ فتفکر۔

اس تقریر سے واضح ہوا کہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ بلفظ "السلام علی النبی" کہنا چاہئے نہ کہ بلفظ الخطاب۔

قال الحافظ ابن حجر فی الفتح: وَقَدْ وَرَدَ فِي بَعْض طُرُق حَدِيث ابْن مَسْعُود هَذَا مَا يَقْتَضِي الْمُغَايَرَة بَيْن زَمَانه صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَال بِلَفْظِ الْخِطَاب ، وَأَمَّا بَعْده فَيُقَال بِلَفْظِ الْغَيْبَة ، وَهُوَ مِمَّا يُخْدَش فِي وَجْه الإِحْتِمَال الْمَذْكُور ، فَفِي الإِسْتِئْذَان مِنْ صَحِيح الْبُخَارِيّ مِنْ طَرِيق أَبِي مَعْمَر (فذكرحديث ابن مسعود المذكور وتخريجه ثم قال) قَالَ السُّبْكِيُّ فِي شَرْح الْمِنْهَاج بَعْد أَنْ ذَكَرَ هَذِهِ الرِّوَايَة مِنْ عِنْد أَبِي عَوَانَة وَحْده : إِنْ صَحَّ هَذَا عَنْ الصَّحَابَة دَلَّ عَلَى أَنَّ الْخِطَاب فِي السَّلَام بَعْد النَّبِيّ ﷺ غَيْر وَاجِب فَيُقَال السَّلَام عَلَى النَّبِيّ . قُلْتُ : قَدْ صَحَّ بِلَا رَيْب وَقَدْ وَجَدْت لَهُ مُتَابِعًا قَوِيًّا. (فذكر رواية عطاء المذكور ثم قال) وَأَمَّا مَا رَوَى سَعِيد بْن مَنْصُور مِنْ طَرِيق أَبِي عُبَيْدَة بْن عَبْد الله بْن مَسْعُود عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيّ ﷺ عَلَّمَهُمْ التَّشَهُّد فَذَكَرَهُ قَالَ فَقَالَ ابْن عَبَّاسٍ: إِنَّمَا كُنَّا نَقُول السَّلَام عَلَيْك أَيّهَا النَّبِيّ إِذْ كَانَ حَيًّا ، فَقَالَ اِبْن مَسْعُود : هَكَذَا عَلَّمَنَا وَهَكَذَا نُعَلِّمُ ، فَظَاهِر أَنَّ ابْن عَبَّاسٍ قَالَهُ بَحْثًا وَأَنَّ ابْن مَسْعُود لَمْ يَرْجِع إِلَيْهِ ، لَكِنَّ رِوَايَة أَبِي مَعْمَر أَصَحّ لِأَنَّ أَبَا عُبَيْدَة لَمْ يَسْمَع مِنْ أَبِيهِ وَالْإِسْنَاد إِلَيْهِ مَعَ ذَلِكَ ضَعِيف. بقدرالحاجة. وهكذا نحوه فی العدة علی شرح العمدة للأمیر الصنعانی والزرقانی شرح المؤطا.

حافظ ابن حجر "فتح الباری" میں کہتے ہیں، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعض طرق میں وارد ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے دور میں خطاب کا لفظ بولتے تھے اور آپ کے بعد غیب کا لفظ اور اس سے احتمال مذکور مخدوش ہو جاتا ہے، صحیح بخاری کے باب الاستیذان میں بہ طریق ابی معمر روایت ہے (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث بیان کی پھر کہا) سبکی "شرح المنھاج" میں اس روایت کو ابو عوانہ سے ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں، اگر یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو جائے تو اس پر دلیل ہو گی کہ نبی ﷺ کے بعد سلام میں خطاب واجب نہیں ہے یوں کہا جائے سلام ہو نبی پر میں کہتا ہوں، بلاشک یہ حدیث صحیح ہے۔ مجھے اس کا قوی متابع بھی مل گیا ہے (پھر عطا کی مذکورہ روایت بیان کی پھر کہا) سعید بن منصور روایت کرتے ہیں بہ طریق ابی عبیدة بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ اپنے باپ سے کہ نبی ﷺ نے ان کو تشہد سکھایا (اور ذکر کیا) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جب آپ زندہ تھے، ہم کہتے، سلام ہو آپ پر اے نبی ﷺ۔ پس سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں اسی طرح سکھایا اور ہم بھی اسی طرح تعلیم دیتے ہیں" ظاہر ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بات دریافت کے طور پر کہی ہے اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف مراجعت نہیں کی، مگر ابو معمر کی روایت زیادہ صحیح ہے کیونکہ ابو عبیدة کا اپنے باپ سے سماع نہیں ہے نیز اس تک سند



بھی ضعیف ہے۔

"العدة على شرح العمدة للأمير" میں اور "زرقانی" میں اسی طرح ہے۔ (1)

اور علامہ بدر الدین العینی الحنفی "عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری منیریہ" میں لکھتے ہیں کہ: قوله فلما قبض هكذا جاء في هذه الرواية دون الروايات المتقدم وظاهرها أنهم كانوا يقولون "السلام عليك أيها النبي" بكاف الخطاب في حياة النبي ﷺ فلما مات تركوا الخطاب وذكروه بلفظ الغيبة فصاروا يقولون "السلام على النبي" ونحوه في المحلى شرح المؤطا للشيخ سلام الله الدهلوي الحنفي.

"قوله فلما قبض" اس روایت میں اسی طرح ہے، پہلی روایات میں اس طرح نہیں ہے، ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کی زندگی میں "السلام عليك أيها النبي" خطاب کے ساتھ کہتے تھے اور وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے خطاب چھوڑ دیا اور یوں کہنے لگے "السلام على النبي"، "المحلى شرح المؤطا" للشيخ سلام الله الدهلوي الحنفي میں اسی طرح ہے۔ (2)

پس مدعی کا یہ استدلال باطل ہوا الحمد للہ اگر کہا جائے کہ یہ آپ ﷺ کی تعلیم کے خلاف ہے، ہم کہیں گے سب صحابہ کا یہ کہنا دلیل ہے، اس پر کہ آپ ﷺ ہی کے حکم سے ہوا تھا اور صرف رائے کی بناء پر اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہی گمان رکھنا درست ہے۔ اگر کہا جائے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے دور ہوتے تھے، وہ کیا کہتے تھے ہم کہیں گے۔

اولاً: تو جو چیز ہمیں بتائی نہیں گئی اس میں پڑنا ہی فضول بلکہ ممنوع ہے۔

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ... ﴾ الإسراء: ٣٦ اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں ہے۔

ثانیاً: ہمارے سامنے آپ کی حیاۃ والی صورت ہی نہیں جو ہمارے سامنے صورت ہے، وہ آپ کی وفات کے بعد کی ہے، اس کے متعلق ہمیں ہدایت مل چکی ہے، فحسب۔

ثالثاً: مدعی کا استدلال جب صحیح ہو سکتا ہے کہ ثبوت ملے کہ وہ لوگ غائبانہ بھی خطاب کہتے تھے اور ایسا کوئی ثبوت نہیں پس ان کو استدلال کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔

الجواب الثاني: جو لوگ لفظ خطاب کے قائل ہیں، وہ بھی یہ نہیں کہتے کہ آپ ﷺ سنتے ہیں یا اس سے ندا یا استغاثہ مراد ہے۔ حاشا وکلا۔ بلکہ وہ اور تاویلیں کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ ہم حکم کے مطابق الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ بعض اور تاویل کرتے ہیں، دیکھو شروح الاحادیث مثلاً فتح الباری، عمدۃ القاری کرمانی شرح البخاری، عون المعبود تحفۃ الاحوذی وغیرہ وغیرہ بلکہ ان کا اس میں تاویل کرنا اور اعتراض نکال کر یا خدشہ پیدا کر کے۔ جواب دینا خود دلیل ہے کہ وہ ندا غیر اللہ یا استغاثہ کو غیر شرعی فعل اور شرک شمار کرتے ہیں جبھی تو ان کو تاویل کی ضرورت پڑی۔

1- فتح الباري (٢/ ٤٥٨)، رقم الحديث (٧٨٨).

2- عمدة القاري شرح صحيح البخاري (٢٢/ ٤٥٤).



وھو الثالث : الحاصل یہ بھی دلیل نہیں بن سکتی۔

الدلیل الرابع: رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبد المطلب سے آپ ﷺ کی وفات پر یہ شعر منقول ہے:

ألا يــا رســول الله كـنـت رجائنــا   وكنت بنا بــرا ولــم تــك جانيــا

اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہماری امید تھے   اور ہمارے ساتھ مشفق آپ سخت طبیعت نہ تھے

أقول وبالله تعالى التوفيق: اولاً یہ اشعار حافظ ابن عبد البر نے "الاستیعاب" میں بایں اسناد ذکر کئے ہیں۔

قال الزبير حدثني عمي مصعب بن عبد الله قال حدثني أبي عبد الله بن مصعب قال رويت عن هشام بن عروة لصفية بنت عبد المطلب ترثي رسول الله ﷺ. فذكر الأشعار.

زبیر نے کہا مجھے میرے چچا مصعب بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہتے ہیں، مجھے ابو عبد اللہ بن مصعب نے حدیث بیان کی کہا میں ہشام بن عروۃ سے روایت کرتا ہوں کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبد المطلب نے رسول اللہ ﷺ کا مرثیہ کہا اور آگے شعر ذکر کئے۔

اور یہ سند بچند وجوہ ضعیف ہے۔

اول: یہ کہ عبد اللہ بن مصعب کو امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف کہا ہے۔(۱)

دوم: یہ کہ اس کے اور ہشام بن عروۃ کے درمیان کا واسطہ مجہول ہے اور یہ کہتا ہے کہ رویت عن ہشام۔

سوم: یہ کہ خود ہشام کو کسی صحابہ سے سماع نہیں۔(۲)

ثانیاً: جب قرآن و حدیث میں ندا غیر اللہ کی منع وارد ہے تو پھر کسی دوسرے کا قول دلیل نہیں بن سکتا۔

ثالثاً: یہ مرثیہ جیسے عام شعراء استعمال کرتے ہیں، اس سے ندا یا استغاثہ پر استدلال درست نہیں ہے۔

---

[۱] – الميزان للذهبي (۲/ ۷۸).

[۲] – التقريب (۵۳۳)، طبع الهند.



دعاء کا تیسرا طریقہ غلط ہے

اولاً: اس لئے کہ جب ثابت ہوا کہ اس کا سابقہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی سے ثبوت ہے، نہ نبی کریم ﷺ سے ثبوت ہے، نہ قرآن میں مذکور ہے، نہ حدیث میں، تو یہ امر بدعت ہوا۔

قال النبي ﷺ: "مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هذا مَا لَيسَ منه فَهوَ رَدٌّ". أخرجه البخاري ومسلم من حديث عائشة. وقال أيضا: أما بعد: فَإِنَّ خَيرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ الله وَخَيرُ الْهَدَى هدى مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُها وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .أخرجه مسلم من حديث جابر وقال : وَإِياكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

نبی ﷺ نے فرمایا: جو ہمارے اس دین میں نئی بات بناتا ہے وہ مردود ہے، بخاری و مسلم نے اس حدیث کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ نیز فرمایا: بہتر بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے اور برے امور نئے بنائے ہوئے ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ مسلم نے اس کو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، نیز فرمایا دین میں نئے بنائے گئے امور سے بچو کہ ہر محدثہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا۔ (۱)

ثابت ہوا کہ وسیلہ یا طفیل سے دعا مانگنا بدعت وضلالت اور مردود ہے۔

ثانیا: یہ دعاؤں میں اعتداء ہے جس کی منع ہے۔

قَالَ الله تعالی: ﴿ ٱدْعُوا۟ رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾ ﴾ (الأعراف)

اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اور آہستہ پکارو، یقیناً وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وقد أخرج البخاري في صحيحه: عن ابن عَبَّاسٍ:﴿ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾ ﴾(الأعراف) فِي الدُّعَاءِ وَغَيْرِهِ.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: اللہ دعا وغیرہ میں حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا، ابن جریر اپنی تفسیر میں اور ابن المنذر اور ابو الشیخ نے اس کو موصول کیا۔ (۲)

وقد أخرج ابن أبي شيبة : عن عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ أنه سَمِعَ ابنهُ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلْتُهَا فَقَالَ أَيْ بُنَيَّ سَلْ اللهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذْ بِهِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ سَيَكُونُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الطَّهُورِ وَالدُّعَاءِ.

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور بیہقی سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے سنا: اے اللہ میں آپ سے جنت کے دائیں طرف سفید محل کا سوال کرتا ہوں، جب اس میں

۱- صحيح البخاري كِتَاب الصُّلْحِ بَاب إِذَا اصْطَلَحُوا عَلَى صُلْحِ جَوْرٍ فَالصُّلْحُ مَرْدُودٌ حديث رقم (٢٤٩٩) ، صحيح مسلم كِتَاب الْجُمُعَةِ بَاب تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ وَالْخُطْبَةِ حديث رقم (١٤٣٥) ، سنن أبي داؤد حديث رقم (٣٩٩١) ، أحمد والترمذي وابن ماجة كذا في المشكاة.

۲- صحيح البخاري كِتَاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ (٢/٦٢٧)، تفسير الطبري (٨/٢٠٧) ، وصله ابن جرير في تفسيره وابن المنذر وأبوا لشيخ.



داخل ہوں گا۔ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بیٹے جنت کا سوال کرو اور جہنم سے پناہ طلب کرو۔ میں نے نبی علیہ السلام سے سنا ہے، فرماتے تھے: اس امت میں کچھ لوگ ہوں گے جو دعا اور وضوء میں حد سے بڑھ جائیں گے۔ (۱)

وأخرج الطيالسي: عن سعد بن أبي وقّاص أَنَّهُ سَمِعَ ابنا لَهُ يَدْعُو وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعِيمَهَا وَإِسْتَبْرَقَهَا وَنَحْوًا مِنْ هَذَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَسَلَاسِلِهَا وَأَغْلَالِهَا فَقَالَ لَقَدْ سَأَلْتَ خَيْرًا وَتَعَوَّذْتَ بِهِ مِنْ شَرٍّ كَثِيرٍ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّهُ سَيَكُونُ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الدُّعَاءِ وَقَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ : ﴿ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾ ﴾ الأعراف. وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَقُولَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ و عَمَلٍ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ و عَمَلٍ.

طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے لڑکے کو دعا میں کہتے سنا: اے اللہ میں آپ سے جنت اور اس کی نعمتوں اور ریشم کا سوال کرتا ہوں اور جہنم اور اس کی زنجیروں اور طوقوں سے پناہ مانگتا ہوں، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے خیر کا سوال کیا اور شر کثیر سے پناہ مانگی اور میں نے رسول اللہ علیہ السلام سے سنا ہے: ایک قوم ہو گی۔ جو دعا میں حد سے بڑھے گی اور یہ آیت پڑھی: اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اور آہستہ پکارو بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ تجھے یہ کافی ہے کہ کہہ: اے اللہ میں آپ سے جنت اور اس قول و فعل کا سوال کرتا ہوں جو اس کے قریب کر دے اور آپ کی پناہ لیتا ہوں، جہنم سے اور ہر اس قول و عمل سے جو اس کے قریب کر دے، "الدر المنثور" میں اسی طرح ہے۔ (۲)

الصادق المصدوق علیہ السلام نے سچ فرمایا: واقعی لوگ دعاؤں میں حد سے گزر گئے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے براہِ راست اللہ کو پکارنا سکھلایا اور لوگوں نے کئی الفاظ بڑھا دیئے کبھی کہتے ہیں یا اللہ فلاں کے واسطے کبھی کہتے ہیں فلاں کے طفیل۔ الامان والحفیظ۔

ثالثاً: دعاؤں کے الفاظ توقیفیہ ہیں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنے یا تبدیل کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں۔

أخرج البخاری: عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قُلْ اللَّهُمَّ إني أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا إِلَّا إِلَيْكَ اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهِ قَالَ فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا بَلَغْتُ اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ قُلْتُ وَرَسُولِكَ قَالَ لَا وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ.

۱- (صحيح) صحيح سنن أبي داود حديث رقم (٩٦)، سنن أبي داود كِتَاب الطَّهَارَةِ بَاب الْإِسْرَافِ فِي الْمَاءِ حديث رقم (٨٨)، وعبد بن حميد وابن ماجة وابن حبان والحاكم وا لبيهقي.

۲- (حسن صحيح) صحيح سنن أبي داود حديث رقم (١٤٨٠)، سنن أبي داود كِتَاب الصَّلَاةِ بَاب الدُّعَاءِ حديث رقم (١٢٦٥)، الدر المنثور(٩٢/٣) ، وابن أبي شيبة وأحمد وابن المنذر وابن أبي حاتم وأبو الشيخ وابن مردويه.



امام بخاری اپنی "صحیح" میں لاتے ہیں۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جب تو سونے کیلئے آئے تو نماز کا وضوء کر، پھر دائیں طرف پر لیٹ جا پھر کہہ اے اللہ میں اپنا چہرہ آپ کے سپرد کرتا ہوں، اپنی پیٹھ آپ کے سپرد کرتا ہوں، شوق وخوف کے ساتھ۔ آپ کے سوا نہ کوئی جائے پناہ ہے نہ نجات، "اے اللہ میں آپ کی کتاب پر ایمان لایا جو آپ نے نازل کی، آپ کے رسول علیہ السلام کو مانا جو آپ نے بھیجا"۔ اگر تو اس رات مر گیا تو فطرت پر مرا اور یہ کلمات نیند سے پہلے آخری ہونے چاہیں۔ میں نے یہ کلمات آپ پر دہرائے، جب میں نے کہا "اللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ" آگے میں نے کہا "وَرَسُولِكَ"۔ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ یوں کہو "وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ"۔ (1)

اس سے ثابت ہوا کہ دعا کے الفاظ دلیل پر موقوف ہیں پس جبکہ اس طرح دعا کا کوئی ثبوت نہیں تو وہ ممنوع و ناجائز ہوئی۔

رابعاً: یہ طریقہ الحاد فی اسماء اللہ تعالیٰ ہے۔

تفسیر المارج میں الحاد فی اسماء کے سات اقسام بتائے ہیں اور چھٹی قسم یوں بیان کی کہ: إشراك غيره تعالى في معاني أسمائه الخاصة مع تغيير اللفظ كاطلاق لفظ الوسيلة على بعض الصالحين بمعنى أنه يدعى من دون الله أو مع الله سبحانه ولقضاء الحاجات ورفع الكربات وكفاية المهمات من غير طريق الأسباب والعادات كطلب ذلك من الأموات فلفظ الوسيلة معنى بمعنى الإله إذ معناه المعبود والدعاء مخ العبادة وأعظم أركانها كما بيناه مرارا أو الرب المدبر للأمر على الإطلاق فهذا الحاد في معاني أسماء الله تعالى لا في ألفاظها.

اللہ کے خاص ناموں کے معانی میں کسی اور کو شریک بنانا اور لفظ بھی بدل دینا جس طرح کہ بعض صالحین پر وسیلہ کا اطلاق کیا جائے، اس معنی میں کہ اسے اللہ کے سوا پکارا جائے یا اللہ کے ساتھ قضاء وحاجات کے لئے، مصائب دفع کرنے کیلئے، مہمات سر کرنے کیلئے، مگر جبکہ یہ اسباب و عادات سے ماورائی ہو تو لفظ وسیلہ بمعنی الالہ کے ہے، کیونکہ اس کا معنی معبود ہے اور پکارنا عبادت کی روح اور اعظم رکن ہے۔ جیسا کہ ہم کئی بار بیان کر چکے ہیں یا اس کا معنی رب مدبر امور ہے تو یہ اللہ کے ناموں کے معنی میں الحاد ہے، الفاظ میں نہیں۔ (2)

خامساً: نصِ قرآنی کے مطابق کسی شخصیت کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ سمجھنا کہ اس کی معرفت ہمارا کام ہوگا یا دعا قبول ہوگی یا مغفرت ہوگی، یہ عقیدہ شرک ہے۔ قال اللہ تعالی: ﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّـُٔونَ ٱللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾﴾ (یونس) ترجمہ: اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نقصان پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی

1- صحيح البخاري كِتَاب الْوُضُوءِ بَاب فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوءِ حديث رقم (۲۳۹)

2- تفسير المارج (۹/۴۴۲-۴۴۸)



چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔

یہاں اس فعل کو صریحاً شرک سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قال ابن جرير في تفسيره تحت الآية : يقول: تنزيهًا لله وعلوًّا عما يفعله هؤلاء المشركون،من إشراكهم في عبادته ما لا يضر ولا ينفع ، وافترائهم عليه الكذب.

اس آیت کے تحت ابن جریر کہتے ہیں: اللہ پاک ہے اور اس سے عالی ہے جو یہ مشرک کرتے ہیں، یعنی اس کی عبادت میں ان کو شریک بنانا جو نہ نقصان کر سکتے ہیں اور نہ نفع اور یہ کہ اللہ پر جھوٹ بناتے ہیں۔(۱)

اور یہ کہنا کہ وہ عبادت کرتے تھے ہم عبادت نہیں کرتے، یہ غلط ہے کیونکہ سب کا مدار نیات پر ہے۔

قال الله تعالىٰ:﴿ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِۦ... ﴾ (الإسراء: ٨٤) کہہ دیجئے ہر ایک اپنے طریقہ پر کام کر رہا ہے۔

قال البخاري في صحيحه : عَلَى نِيَّته. وقال في الفتح: تَفْسِير مِنْهُ لِقَوْلِهِ : ﴿عَلَىٰ شَاكِلَتِهِۦ ... ﴾ بِحَذْفِ أَدَاة التَّفْسِير، وَتَفْسِير للشاكِلَة بِالنّيةِ صَحَّ عَنْ الْحَسَن الْبَصْرِيّ وَمُعَاوِيَة بْن قُرَّة الْمُزَنِيّ وَقَتَادَة أَخْرَجَهُ عَبْد بْن حُمَيْدٍ وَالطَّبَرِيّ عَنْهُمْ ، وَعَنْ مُجَاهِد: الشَّاكِلَة الطَّرِيقَة أَوْ النَّاحِيَة ، وَهَذَا قَوْل الْأَكْثَر، وَقِيلَ الدِّين. وَكُلّهَا مُتَقَارِبَة .

امام بخاری اپنی صحیح میں ﴿عَلَىٰ شَاكِلَتِهِۦ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں: یعنی اپنی نیت پر۔ فتح الباری میں ہے: على نية، شاكلة کی تفسیر ہے۔ الشَّاكِلَة کی تفسیر النية کے ساتھ حسن بصری، معاویہ بن قرہ مزنی اور قتادہ سے ثابت ہو چکی ہے، اس کو عبد بن حمید اور طبری نے ان سے روایت کیا، مجاہد سے ہے، الشَّاكِلَة الطَّرِيقَة یا النَّاحِيَة اور یہی اکثر کا قول ہے، بعض کہتے ہیں شَاكِلَة دین کے معنی میں ہے، سب معانی قریب قریب ہیں۔(۲)

وقال النبي ﷺ : إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى... الحديث. أخرجه البخاري وغيره من حديث عمر رضي الله عنه. قال البخاري: فَدَخَلَ فِيهِ الْإِيمَانُ وَالْوُضُوءُ وَالصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ وَالْحَجُّ وَالصَّوْمُ وَالْأَحْكَامُ.

نبی ﷺ نے فرمایا: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، مرد کیلئے وہی ہے جو نیت کرے، اس کو بخاری وغیرہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں ایمان، وضو، نماز، زکوۃ، حج، روزہ اور جملہ احکام آ گئے۔(۳)

اور ظاہر ہے کہ خواہ وہ ان کو پوجتے تھے لیکن نیت یہ تھی کہ یہ ہمارے سفارشی اور وسیلے ہیں پس اس نیت کو اللہ تعالیٰ نے شرک کہا ہے، اسی طرح یہ لوگ جو بھی کہتے ہیں کہ یا اللہ فلاں کے طفیل یا واسطے ہماری دعا قبول فرما، جب کہتے ہیں کہ ان کی نیت میں دونوں شریک ہیں۔

۱- تفسير الطبري (٨/١١)

۲- صحيح البخاري (١٣/١) كِتَاب الْإِيمَانِ بَاب مَا جَاءَ إِنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ ، فتح الباري لابن حجر (١٤٤/١)

۳- صحيح البخاري (٢/١) بدءِ الْوَحْيِ حديث رقم (١)

سادساً وسابعاً: اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ اور بندے کے درمیان میں اس معنی سے کوئی واسطہ یا وسیلہ ہے ہی نہیں جبھی تو فرمایا کہ: ﴿... قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ...﴾ (یونس: ۱۸)

ترجمہ: کہہ دو کیا اللہ کو بتارہے ہو جو وہ آسمانوں اور زمین میں نہیں جانتا۔

یعنی اگر آسمانوں یا زمینوں میں کہیں بھی کوئی ایسی شخصیت ہوتی جو وسیلے یا واسطے کی حیثیت رکھتی تو سب سے پہلے اس کا علم اللہ کو ہوتا۔

قال ابن جرير يقول أتخبرون الله بمالايكون فى السماوات ولا فى الأرض.

ابن جریر کہتے ہیں: کیا اللہ کو اس کی خبر دیتے ہو جو آسمانوں اور زمین میں وہ نہیں جانتا۔

وهكذا فى ابن كثير والقرطبى والشوكانى وفى الخازن مع البغوى وهذا على طريق الإلزام والمقصود نفى علم الله بذلك الشفيع وأنه لاوجودله البتة لأنه لوكان موجود لعلمه الله وحيث لم يكن معلوما لله وجب أن لا يكون موجودا ومثل هذا مشهور فى العرف فإن الإنسان إذا أراد نفي شيء حصل فى نفسه يقول ما علم الله لك مني مقصوده أنه ماحصل ذلك الشيء منه قط ولاوقع. ونحوه فى النسفى وفى جامع البيان لمعين الدين على هامش الجلالين، ومالا يعلمه العالم لكل شيء لم يكن له ثبوت بوجه.

ابن کثیر، قرطبی، شوکانی اور خازن میں اسی طرح ہے، اللہ پاک نے الزام کے طور پر یہ فرمایا ہے، مقصد یہ ہے کہ اللہ کو اس شفیع کا علم نہیں لہٰذا اس کا کوئی وجود ہی سرے سے نہیں ہے کیونکہ اگر موجود ہوتا تو اللہ کو اس کا ضرور پتہ ہوتا۔ جب اس کے علم میں نہیں ہے تو موجود بھی نہیں ہے۔ عرف میں ایسا مشہور ہے کہ انسان جب کسی چیز کی نفی کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے، اللہ میرے سے یہ چیز نہیں جانتا۔ مقصد یہ ہے کہ یہ چیز مجھ سے کبھی واقع نہیں ہوئی ہے۔ "جامع البیان" میں ہے کہ جس کو ہر چیز کا عالم نہیں جانتا وہ ہے ہی نہیں۔ (1)

پس جب کوئی وسیلہ یا واسطہ ہے ہی نہیں تو اس کا اعتقاد رکھنا اللہ تعالیٰ پر افتراء و جھوٹ ہوا۔

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ...﴾ (الأنعام: ۲۱) جو اللہ پر جھوٹ باندھے اس سے بڑا ظالم کون ہے؟

ثامناً وتاسعاً: بلکہ مشرکین مکہ کا شرک اسی قسم کا تھا کیونکہ جن کو وہ پوجتے تھے ان کو خالق مالک یا رازق یا محی وممیت یا نافع وضار وغیرہ نہیں جانتے تھے جیسا کہ قرآن حکیم میں ان کے عقائد مذکور ہیں۔

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾﴾ (لقمان)

اگر تو ان سے پوچھے آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا کہیں گے اللہ نے۔ کہہ سب حمد اللہ کیلئے ہے بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔

وقال: ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٦١﴾﴾ ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٣﴾﴾ (العنكبوت)

1- تفسير ابن كثير (۴۱۱/۲)، تفسير القرطبى (۳۲۲/۸)، تفسير الشوكانى (۴۱۲/۲)، تفسير الخازن مع البغوى (۱۴۸/۳)، تفسير النسفى (۱۵۷/۲)، جامع البيان لمعين الدين على حامش الجلالين (ص ۱۶۹)

نیز فرمایا: اگر تو ان سے پوچھے آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا، سورج و چاند کو کس نے مسخر کیا؟ تو کہیں گے اللہ نے۔ پس کہاں الٹے جارہے ہیں اور اگر ان سے پوچھیں اوپر سے پانی کس نے اتارا پھر زمین کی ویرانی کے بعد کس نے اس پانی سے اس کو زندہ کیا کہیں گے اللہ نے۔ کہہ سب حمد اللہ کیلئے ہے بلکہ ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔

وقال: ﴿ قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَـٰرَ وَمَن يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ ٱلْمَيِّتَ مِنَ ٱلْحَىِّ وَمَن يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ ٱللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾ ﴾ (یونس)

نیز فرمایا: کہہ دیجئے تمہیں آسمان و زمین سے کون روزی دیتا ہے؟ یا سمع اور ابصار کا کون مالک ہے؟ اور زندہ کو مردہ سے اور مردہ سے زندہ کو کون نکالتا ہے اور تدبیر کون کر رہا ہے؟ کہیں گے "اللہ"۔ کہہ دیجئے پھر ڈرتے کیوں نہیں ہو؟

وقال: ﴿ قُل لِّمَنِ ٱلْأَرْضُ وَمَن فِيهَآ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَن رَّبُّ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ ٱلسَّبْعِ وَرَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَنۢ بِيَدِهِۦ مَلَكُوتُ كُلِّ شَىْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ فَأَنَّىٰ تُسْحَرُونَ ﴿٨٩﴾ ﴾ (المؤمنون)

نیز فرمایا: کہہ دیجئے زمین اور جو اس میں ہے کس کی ملکیت ہے اگر تم جانتے ہو؟ کہیں گے اللہ کیلئے، کہہ کیا پس نصیحت حاصل کرتے ہو، کہہ سات آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ کہیں گے اللہ۔ کہہ کیا پس نہیں ڈرتے ہو، کہہ ہر چیز کی حکومت کس کے ہاتھ میں ہے وہ پناہ دیتا ہے اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ کہیں گے اللہ کی حکومت ہے کہہ پس کہاں جادو کئے جاتے ہو۔

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ ﴾ (الزخرف)

نیز فرمایا: اگر آپ ان سے پوچھیں ان کو کس نے پیدا کیا؟ کہیں گے اللہ نے۔ پس کہاں الٹے جارہے ہیں۔

وقال: ﴿ ...قُلْ أَفَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ إِنْ أَرَادَنِىَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَـٰشِفَـٰتُ ضُرِّهِۦٓ أَوْ أَرَادَنِى بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَـٰتُ رَحْمَتِهِۦ ۚ قُلْ حَسْبِىَ ٱللَّهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ ٱلْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٣٨﴾ ﴾ (الزمر)

نیز فرمایا کہ: بتاؤ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھے تکلیف دینا چاہے کیا یہ اس کی تکلیف کو ہٹادیں گے یا مجھ پر رحمت کا ارادہ کرے، کیا یہ اس کی رحمت کو روک لیں گے؟ کہہ مجھے اللہ کافی ہے، توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔

اگر کوئی ہوتا ان کی نظر میں تو اس کا نام لیتے گویا کہ ایک اللہ ہی کو خالق، مالک، رازق مارنے والا و زندہ کرنے والا، آنکھ و کان کا مالک، کائنات کی تدبیر کرنے والا، پناہ دینے والا، جانتے تھے کسی اور کے ہاتھ میں پناہ دینا یا مشکل کشائی کرنا، نفع و نقصان دینا یا شفاء دینا یا رزق وغیرہ ہرگز نہیں جانتے تھے اور یہ عین توحید ہے مگر ان کا شرک یہ تھا کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان میں واسطہ اور وسیلہ جانتے تھے کہ ان کے طفیل سے ہماری مشکلات حل ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن میں ان سے حکایت ہے کہ: ﴿ ...وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ إِنَّ ٱللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِى مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى مَنْ هُوَ كَـٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿٣﴾ ﴾ (الزمر)



جن کو اللہ کے سوا اولیاء بنا چکے ہیں ہم ان کی عبادت اسی لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔ اللہ یقیناً ان کے مابین فیصلہ کرے گا جس میں اختلاف کر رہے ہیں، اللہ جھوٹے ناشکرے کو راہ نہیں دیتا۔

آج کل جو اس طرح دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ فلاں ولی یا نبی کے وسیلے مجھے بخش دے یا مشکل حل کر دے یا مرض سے شفا دے بعینہ انہی کا عقیدہ ہے پس اس کے غلط ہونے میں ادنیٰ سا شبہ بھی باقی نہیں ہے۔

وفی شرح العقیدۃ : وَلَمْ يَكُونُوا يَعْتَقِدُونَ فِي الْأَصْنَامِ أَنَّهَا شَارِكَةٌ لِلّٰهِ فِي خَلْقِ الْعَالَمِ ، بَلْ كَانَ حَالُهُمْ فِيهَا كَحَالِ أَمْثَالِهِمْ مِنْ مُشْرِكِي الْأُمَمِ مِنَ الْهِنْدِ وَالتُّرْكِ وَالْبَرْبَرِ وَغَيْرِهِمْ ، تَارَةً يَعْتَقِدُونَ أَنَّ هَذِهِ تَمَاثِيلُ قَوْمٍ صَالِحِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ، وَيَتَّخِذُونَهُمْ شُفَعَاءَ ، وَيَتَوَسَّلُونَ بِهِمْ إِلَى اللهِ ، وَهَذَا كَانَ أَصْلَ شِرْكِ الْعَرَبِ.

"شرح العقیدہ الطحاویہ" میں ہے: بتوں کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ تخلیق جہان میں یہ اللہ کے شریک ہیں بلکہ ان کا حال دوسری اقوام ترکوں اور بربروں کی طرح ہے ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ صالح لوگوں کے یہ مجسمے (انبیاء کے تھے یا نیک لوگوں کے) ان کے سفارشی ہیں اور اللہ تک ان کے وسیلے ہیں اور عربوں کا اصل شرک بھی یہی تھا۔[1]

بلکہ اس آیت نے ایسے عقیدہ رکھنے والے کو کاذب و کفار بتلایا ہے۔ **وهو التاسع.**

عاشراً: بلکہ یہی فاسد عقیدہ دنیا کی جملہ برائیوں کی بنیاد اور نیکیوں سے سبکدوش ہونے کا سبب اولین ہے کیونکہ مومن کا ایمان بین الرجاء والخوف ہے۔

قال اللہ : ﴿ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٩٨﴾ ﴾ (المائدة)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جان لو اللہ سخت سزا والا ہے اور بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وقال :﴿ ... وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٦﴾ ﴾ (الرعد)

فرمایا: آپ کا رب لوگوں کو ان کے ظلم پر معاف کرنے والا ہے اور آپ کا رب شدید العقاب ہے۔

وقال :﴿ نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿٥٠﴾ ﴾ (الحجر)

اور فرمایا: میرے بندوں کو بتا دو، میں ہی بخشنے والا مہربان ہوں اور میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے۔

اور اسی بناء پر انسان نیک بنتا اور بری راہ سے بچتا ہے اور اس امید پر کہ میرے گناہ معاف ہوں گے اور میرے درجات بلند ہوں گے، میری نیکیاں بڑھیں گی اور میں جنت کا حقدار بنوں گا، وہ نیک کام کرے گا، اللہ کے فرائض کی پابندی کرے گا اور حلال کی تلاش کرے گا اور اللہ کی حدود کا خیال رکھے گا اور اس خوف کی بناء پر کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ اس کی گرفت بڑی ہے، کہیں میں جہنم میں نہ جاؤں۔ العیاذ باللہ وہ گناہوں سے بچے گا اور محرمات سے اجتناب کرے گا۔ یہ جب ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اور اللہ کے درمیان کوئی وسیلہ یا واسطہ نہ سمجھے بلکہ براہ راست اپنے مالک سے اپنا تعلق پیدا کرے اور یقین رکھے کہ اللہ کے آگے مجھے

---
[1]– شرح الطحاوية في العقيدة السلفية (٧)

خود جواب دہ ہونا ہے، کوئی کام نہیں آئے گا نہ واسطہ نہ وسیلہ اور یہ عقیدہ رکھے کہ وہی مہربان اور ایسا رحیم ہے کہ میں جب بھی توبہ کروں گا قبول کرے گا، جب بھی مغفرت مانگوں گا بخش دے گا اور جو سوال کروں گا بشرطیکہ شریعت کے موافق ہو تو قبول کرے گا۔ لیکن اگر وسیلہ مروجہ کا اعتقاد رکھے گا تو اللہ سے بے خوف ہو جائے گا اور خواہ کتنا عظیم گناہ کرے گا لیکن اس کو دل میں خوف نہیں آئے گا کیونکہ اس نے دل میں ٹھان لیا ہے کہ میرے بخشوانے والے موجود ہیں اور فلاں و فلاں کے طفیل میں بخشا جاؤں گا، پس یہی کفر اور فسق و فجور کی اصل جڑ ہے۔

وقد قال الله تعالىٰ: ﴿... فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ﴿٩٩﴾﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اللہ کے داؤ سے نقصان اٹھانے والی قوم ہی بے خوف ہے۔

ایضاً: اس سے اللہ سے ناامیدی ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے دل میں سمجھتا ہے کہ میں گنہگار ہوں بدکار ہوں اور سیاہ کار ہوں، میری اللہ نہیں سنے گا، جب تک کسی کا وسیلہ نہ پیش کروں، کسی کے طفیل سے دعا نہ مانگوں اور یہ ناامیدی کھلی گمراہی اور صریح کفر ہے۔ قال الله تعالىٰ: ﴿وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِۦٓ إِلَّا ٱلضَّآلُّونَ ﴿٥٦﴾﴾ (الحجر)

ترجمہ: اپنے رب کی رحمت سے گمراہ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

وقال: ﴿إِنَّهُۥ لَا يَا۟يْـَٔسُ مِن رَّوْحِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٨٧﴾﴾ (یوسف) اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

پس یہی عقیدہ ناامیدی کا باعث ہے۔ **وهو الحادي عشر.**

بلکہ اس طرح گنہگار کو توبہ کا بھی خیال نہیں آئے گا نہ گناہوں پر حسرت ہوگی نہ ہی یہ توبہ کرے گا اور بڑا ظلم ہے۔ قال الله تعالىٰ: ﴿وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿١١﴾﴾ (الحجرات) جو توبہ نہیں کرتے وہی ظالم ہیں۔ **وهو الثاني عشر.**

والثالث عشر: واسطے یا وسیلے سے یا کسی کے طفیل دعا مانگنا یا یوں کہنا کہ الٰہی بحق فلاں یا بحرمة فلاں یا بجاہ فلاں۔ یہ سب الفاظ "من باب الأقسام على الله بذات أحد" ہیں اور: سائر الأئمة يمنعون أن يقسم أحد بالمخلوق فإنه إذا منع أن يقسم على مخلوق بمخلوق فلان يمنع أن يقسم على الخالق بمخلوق أولى وأخرى. كذا في الوسيلة لابن تيمية.

سب ائمہ اس سے منع کرتے ہیں کہ کسی کو مخلوق کی قسم دی جائے، جب کہ مخلوق کو مخلوق کی قسم دینے سے منع کیا گیا ہے تو یہ بھی بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا کہ خالق کو مخلوق کی قسم دی جائے۔[1]

والرابع عشر: یہ ایسا ہے جیسا کہ کسی پر دباؤ ڈال کر مجبور کر کے اس سے کام لیا جائے یا اس کو کسی ہستی سے ڈرا کر اس سے اپنی بات منوائی جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں سخت گستاخی ہے جو اس کی شان کے خلاف ہے۔

والخامس عشر: بلکہ توسل والوں نے اس معاملہ میں حد کر دی حتیٰ کہ "قصائد قاسمیہ" کو دیکھیں تو نہ کسی نبی کو چھوڑا نہ کسی ولی کو ہر ایک کے واسطے دعا مانگی ہے حتیٰ کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے تو ایک مقام پر انتہاء کر دی کہ اصحاب کہف کے کتے

---

[1] الوسيلة لابن تيمية (۵۳)



کو وسیلہ اور واسطہ بنایا ہے چنانچہ ان کی مشہور تصنیف "بہشتی زیور" حصہ نہم (ص ۹۶- طبع رحیمیہ دیوبند یوپی) میں تعویذات کے بیان میں ہے، برائے آسیب زدہ از قطب عالم مولانا گنگوہی۔ اسماء اصحاب کہف بعبارت ذیل کاغذ پر لکھ کر جس مکان میں مریض یا مریضہ ہو اس کی دیواروں پر جگہ جگہ چسپاں کر دیئے جائیں۔ اسماء اصحاب کہف یہ ہیں: إلٰهی بحرمة یملیخا مکسلمینا کشفوطط طیبونس کشا فطیونس إذا فطیونس یوانس یوس وکلبهم قطمیر ﴿وَعَلَى ٱللَّهِ قَصْدُ ٱلسَّبِيلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَهَدَىٰكُمْ أَجْمَعِينَ ۝٩﴾ (النحل) وصلی الله علی سیدنا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم. (اس سے زیادہ اللہ کی شان میں کیا گستاخی ہو گی)۔

والسادس عشر: بلکہ اس طرح دعا مانگنا لغو عبث ہے کیونکہ کسی کو واسطہ اسی کا دیا جاتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہو یا اس کے آگے مجبور ہو یا جس کے نام سے وہ ناچار ہو جائے اور انکار کرنا اس کو مشکل ہو۔ اللہ تعالیٰ ان سب نقائص سے پاک ہے، اس کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔

فقد قال النبيّ ﷺ: لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ، اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ، اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي إِنْ شِئْتَ وَلْيَعْزِمْ الْمَسْأَلَةَ إِنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ لَا مُكْرِهُ لَهُ.

نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی یہ نہ کہے اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش۔ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر۔ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے رزق دے۔ سوال کرے کیونکہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔

احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ نے اس کو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، "الفتح الکبیر" میں اسی طرح ہے۔[1]

وقال: إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمْ الْمَسْأَلَةَ وَلَا يَقُلْ اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ فَأَعْطِنِي فَإِنَّهُ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ.[2]

اور فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو سوال کا عزم کرے یوں نہ کہے: اگر چاہے تو مجھے دے۔ اللہ کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ اس کو احمد، بخاری، مسلم، نسائی رحمہم اللہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ "جامع صغیر" میں اسی طرح ہے۔

پس اس طرح سوال کرنے کا کوئی معنی نہیں بلکہ یہ حکم "فَلْيَعْزِمْ الْمَسْأَلَةَ" اس عقیدے کے خلاف ہے کیونکہ جو واسطہ یا طفیل سے دعا مانگتا ہے وہ بذات خود صاحب عزم نہیں، اس کو یقین نہیں ورنہ ایسی ضروریات محسوس نہیں کرتا۔

هو السابع عشر والثامن عشر: ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کے طفیل یا واسطہ کے بغیر سنتا یا دعا قبول کرتا ہے یا نہیں۔ حاجات رفع کرتا ہے یا نہیں۔ علی الاول، اس طرح طفیل یا واسطہ سے دعا مانگنا محض بے فائدہ اور لغو ہوا۔ وعلی الثانی، یہ عقیدہ خالص کفر ہے۔

والتاسع عشر: بلکہ اس عقیدے سے اللہ تعالیٰ کے حساب کا کفران ہے اور اس کا احسان ہوا جس کا وسیلہ لیا گیا ہے کیونکہ

---

[1] صحيح البخاري كِتَاب التَّوْحِيدِ بَاب فِي الْمَشِيئَةِ وَالْإِرَادَةِ حديث رقم (٦٩٢٣)، احمد والشيخان والنسائى وابوداؤد وابن ماجة كذا فى الفتح الكبير.

[2] صحيح البخاري كِتَاب الدَّعَوَاتِ بَاب لِيَعْزِمْ الْمَسْأَلَةَ فَإِنَّهُ لَا مُكْرِهَ لَهُ برقم(٥٨٦٣)، أخرجه أحمد والشيخان والنسائى كذا فى الجامع الصغير (١٢/١)

دل میں یہ ہے کہ فلاں کے واسطے سے ہی کام ہوا اور حاجت پوری ہوئی۔ اللہ کے احسان و امتنان کو جب دل مانے گا کہ درمیان میں کوئی واسطہ یا وسیلہ نہ ہو پھر اقرار کرے گا کہ یہ مجھ پر محض اس ایک اللہ کا احسان ہے اور اسی طرح پھر اس کو نیک عمل کرنے اور اللہ کیلئے خالص جانی و مالی عبادت کرنے کی محبت دل میں پیدا ہوگی اور بصورت دیگر اللہ کی طرف رغبت کم اور ان وسیلوں اور واسطوں کی طرف توجہ زیادہ ہوگی اور انہیں کے نام کی خیرات و صدقات کرنا جیسا کہ آجکل لوگ بزرگوں کے نام پر کرتے ہیں محض اس لئے کہ وہ ان کو وسیلہ جانتے ہیں اسی طرح یہ اعتقاد ہی شرکی رسومات مثلاً گیارہویں، میلاد یا امام جعفر کے کونڈے وغیرہ کی اصل بنیاد ہے۔

وهو الموفي للعشرين والحادي والعشرون: غیر اللہ کے نام پر دینا شرعاً حرام و ممنوع ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿ وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَٰهُمْ ۗ تَٱللَّهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾ ﴾ (النحل)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور ان کیلئے کچھ حصہ بناتے ہیں جن کو جانتے نہیں اس میں سے جو ہم نے ان کو دیا اللہ کی قسم تم سے تمہاری بناوٹی باتوں پر سوال ہوگا۔

اس فعل کو اس آیت میں إفتراء علی اللہ کہا گیا ہے۔

وقال: ﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُۥ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا۠ أَوَّلُ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾ ﴾

نیز فرمایا: میری نماز، قربانی، زندگی اور موت اللہ رب العالمین کیلئے ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے مجھے اسی کا حکم دیا گیا اور میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا ہوں۔ (الأنعام).

یہاں غیر کے نام پر دینے کو شرک بتایا ہے اور حکم ہے کہ جانی اور مالی عبادتیں خالص ایک اللہ کیلئے ہوں اس میں کوئی شریک نہ ہو۔

وقال: ﴿ قُلْ تَعَالَوْا۟ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُوا۟ بِهِۦ شَيْـًٔا ... ﴾ (الأنعام: ١٥١)

اور فرمایا: کہہ دیجئے آؤ میں پڑھتا ہوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا یہ کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

یہاں شرک کو حرام بتایا گیا ہے اور شرک عام ہے۔ خواہ مالی عبادت میں ہو یا بدنی میں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: لَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ ...الحديث. أخرجه مسلم فى صحيحه مع النووى والنسائى فى سننه من حديث على رضي الله عنه. [1]

اللہ نے اس پر لعنت کی جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے۔ مسلم نے اس کو صحیح میں اور نسائی نے سنن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

پس جو کام حرام ممنوع اور موجب لعنت ہو اس کا باعث اور محرک بھی حرام ہے۔

والثاني والعشرون: اس طرح مانگنا اللہ پر خواہ مخواہ کسی کا حق لازم کرتا ہے، اللہ پر کسی کا حق نہیں جیسا کہ خود امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے اقوال آخر میں آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

---

[1] - صحيح مسلم مع النووى كِتَاب الْأَضَاحِيِّ بَاب تَحْرِيمِ الذَّبْحِ لِغَيْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَلَعْنِ فَاعِلِهِ (٢/١٦٠) حديث رقم (٣٦٥٨) ، سنن النسائي كِتَاب الضَّحَايَا باب مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (٢/١٨٤) حديث رقم (٤٣٤٦) .

اور جو قرآن میں آیا ہے: ﴿... وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾﴾ (الروم) ترجمہ: ہم پر ایمانداروں کی مدد کرنا حق ہے۔

﴿... كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾﴾ (یونس) ترجمہ: اسی طرح ہم پر حق ہے کہ ہم ایمانداروں کو نجات دیں گے۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَا مُعَاذُ أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ حَقُّه عَلَيهم أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، يَا مُعَاذُ أَتَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ إِذَا فَعَلُوا ذلك قَالَ حَقُّهم عَلَيه أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ.

اللہ کے رسول ﷺ نے کہا: اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا: اس کا حق تم پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اے معاذ! کیا تم جانتے ہو بندوں کے حق اللہ پر کیا ہیں، جب وہ مذکورہ کام کریں؟ فرمایا: ان کا حق یہ ہے کہ ان کو عذاب نہ دے۔ (۱)

یہاں جزاء وسزا مراد ہے۔ ایفاءِ عہد مقصود ہے کیونکہ اس لئے مومنین کو نصرت و نجات کا وعدہ دیا ہے لہٰذا اس پر قیاس درست نہیں۔ ثانیاً یہ حق اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اوپر واجب فرمایا ہے۔ تمہارے رب نے اپنے نفس پر رحمت واجب کی ہے۔

وفی الحديث القدسی: يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا...

حدیث قدسی میں ہے: اے میرے بندو! میں نے اپنے پر ظلم حرام کر دیا ہے اور تمہارے درمیان بھی حرام کرتا ہوں پس ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ مسلم وغیرہ نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا۔ (۲)

اور "فيما نحن فيه" اللہ نے کہیں نہیں بتلایا کہ فلاں نبی یا ولی کا مجھ پر ایسا حق ہے کہ اگر اس کے طفیل دعا مانگی جائے تو میں قبول کر لوں گا۔ حاشا وکلا۔

بحق فلاں ایک دلیل: ایضا جس کی روایت میں دعا کے یہ الفاظ ہیں کہ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِينَ عَلَيْكَ وَأَسْأَلُكَ بِحَقِّ مَمْشَايَ هَذَا إِلَيك ...

اے اللہ میں آپ سے سوال کرنے والوں کے حق کے ساتھ مانگتا ہوں اور آپ کی طرف میرے چل آنے کے حق کی بناء پر۔ (۳)

جواب: یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ أخرجه أحمد وابن ماجة من طريق عطية بن سعيد العوفى عن أبى سعيد الخدرى. ترجمہ: احمد اور ابن ماجہ نے بہ طریق عطیہ بن سعید عوفی وہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اور عطیہ مشہور ضعیف راوی ہے۔

قال ابن تيمية فى الوسيلة: وهو ضعيف بإجماع أهل العلم. وقال فى الميزان: ضعيف وحكي تضعيفه عن أبى حاتم و أحمد والنسائى وجماعة.

۱ـ صحيح البخاري كِتَاب اللِّبَاسِ بَاب إِرْدَافِ الرَّجُلِ خَلْفَ الرَّجُلِ حديث رقم (٥٥١٠)

۲ـ صحيح مسلم مع النووى (٣١٩/٢) كِتَاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ بَاب تَحْرِيمِ الظُّلْمِ حديث رقم (٤٦٧٤)

۳ـ (ضعيف) ضعيف سنن ابن ماجة حديث رقم (٧٧٨)، سنن ابن ماجه كِتَاب الْمَسَاجِدِ وَالْجَمَاعَاتِ بَاب الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ حديث رقم (٧٧٠)، مسند أحمد حديث رقم (١٠٧٢٩)



اس پر علماء کا اجماع ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے۔ میزان میں کہا ضعیف ہے اور اس کی تضعیف ابو حاتم، احمد، نسائی اور ایک جماعت سے بیان کی۔([1])

ایضاً: اس سے بھی وہی حق مراد ہے۔

قال ابن تيميه فى الوسيلة : ولفظه لاحجة فيه فإن حق السائلين عليه أن يجيبهم وحق العابدين أن يثيبهم وهو حق أحقه الله تعالىٰ على نفسه الكريمة بوعده الصادق بإتفاق أهل العلم وبإيجابه على نفسه فى أحد أقوالهم وقد تقدم بسط الكلام على ذلك وهذا بمنزلة الثلاثة الذين سألوه فى الغار بأعمالهم فإنه سأله هذا ببره العظيم لوالديه وسأله هذا بعفة العظيمة عن الفاحشة و سأله هذا بأدائه العظيمة للأمانة لأن هذه الأعمال أمرالله بها ووعد الجزاء لأصحابها فصار هذا كما حكاه عن المؤمنين لقوله :﴿ رَبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَـٰنِ أَنْ ءَامِنُوا۟ بِرَبِّكُمْ فَـَٔامَنَّا ۚ رَبَّنَا فَٱغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّـَٔاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ ٱلْأَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ ﴾(آل عمران).

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "الوسیلہ" میں کہتے ہیں: اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ سائلین کا حق اللہ پر یہ ہے کہ ان کی دعا قبول کرے اور عابدین کا یہ کہ ان کو بدلہ دے۔ یہ ایک ایسا حق ہے جو اللہ نے خود اپنے وعدۂ صادقہ کی وجہ سے باتفاق اہل علم اپنے اوپر ثابت کیا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ نے اپنے آپ پر واجب کیا ہے، اس پر پوری بحث پہلے گزر چکی ہے یہ ان تین اشخاص کے بمنزلہ ہے جنھوں نے غار میں اپنے اعمال کے ساتھ سوال کیا، ایک نے والدین کی فرمانبرداری کے ساتھ سوال کیا، دوسرے نے فاحشہ سے عفت عظیمہ کے ساتھ اور تیسرے نے ادائیگی امانت کے ساتھ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کاموں کا حکم دیا ہے اور جو کرے گا ان سے جزا کا وعدہ کیا۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں سے حکایت فرمائی کہ کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار ہم نے اعلان کرنے والے کی منادی سنی ہے جو ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، سو ہم اے ہمارے رب ایمان لائے پس ہمارے گناہ بخش اور ہماری برائیاں مٹا اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔([2])

لہٰذا یہ دعا کا طریقہ اس باب سے نہیں ہے بلکہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کرنے کا وعدہ دیا ہے اور قبول کرنے کا اپنے اوپر حق کیا ہے۔

فأخرج البزار عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال ثَلاثٌ حَقٌّ على الله أنْ لا يَرُدَّ دَعْوَةً الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ والمَظْلُومُ حَتَّى يَنْتَصِرَ والمُسافِرُ حَتَّى يَرْجِعَ. رجاله رجال الصحيح كذا فى المجمع، حسنه السيوطى فى الجامع الصغير.([3])

امام بزار، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ پر حق ہے کہ تین اشخاص کی دعا رد نہ کرے، روزہ دار کی دعا افطار تک، مظلوم کی دعا فریاد رسی تک اور مسافر کی دعا واپسی تک، اس کے رجال صحیح ہیں۔ مجمع (الزوائد) میں اسی طرح

---

[1]- الوسيلة (١١١) ، الميزان (٢)

[2]- الوسيلة (١١١)

[3]- السلسلة الصحيحة حديث رقم (١٧٩٧) والحديث صحيح بألفاظ متقاربة و نصه : " ثلاث دعوات لا ترد : دعوة الوالد و دعوة الصائم و دعوة المسافر "، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (١٥١/١٠) ، الجامع الصغير (١١٥/١).



ہے، سیوطی نے "الجامع الصغیر" میں اسے حسن کہا۔

اب یقیناً یہ توسل و طفیل وغیرہ لغو ہوئے جبکہ قبول کرنا اس نے اپنے اوپر واجب کیا ہے۔

وهو الثالث والعشرون والرابع والعشرون: اس میں دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ اس طرح جو اللہ نے ہمیں حق دیا ہے اس کو ٹھکرانا ہے۔ العیاذ باللہ۔

الخامس والعشرون والسادس والعشرون: سب نیک بندے انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء و صلحاء علیہم الرحمہ والغفران اللہ کے آگے قریب ہونے کی کوشش میں ہیں اور اس کے ہاں نزدیکی و قربت کی تلاش میں ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ أُولَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ يَبۡتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلۡوَسِيلَةَ أَيُّهُمۡ أَقۡرَبُ وَيَرۡجُونَ رَحۡمَتَهُۥ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُۥٓۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحۡذُورٗا ﴿٥٧﴾ ﴾ (الإسراء)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جن کو یہ مشرکین پکارتے ہیں اپنے رب کے ہاں ذریعہ تلاش کرتے ہیں کہ کون زیادہ مقرب بنتا ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں یقینا تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

قال القرطبي في تفسيره : يطلبون من الله الزلفة والقربة ويتضرعون إلى الله في طلب الجنة وهي الوسيلة.

امام قرطبی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں: اللہ سے قرب طلب کرتے ہیں اور تلاشِ جنت کیلئے اللہ کی جناب میں عاجزی کرتے ہیں اور یہی وسیلہ ہے۔(1)

پھر وہ دوسروں کیلئے کیا توسط کریں گے اور ان کے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بنیں گے اور یہ بھی عجیب عقیدہ ہے کہ جس کو وسیلہ سمجھا جائے وہ تو اللہ کے عذاب سے ڈرے۔ حتیٰ کہ اکرم الاولین والآخرین ﷺ کا فرمان ہے کہ: وَاللهِ إِنِّي أَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ. اللہ کی قسم مجھے تم سے زیادہ اللہ کا خوف ہے اور میں تم سے زیادہ اس کا ڈر رکھتا ہوں۔(2)

لیکن یہ قبر پرست اور اہلِ وسیلہ صرف اس کے سہارے پر جس کو وسیلہ سمجھ بیٹھے ہیں، بے خوف رہیں۔ وهوالسادس و العشرون.

والسابع والعشرون: سابقہ قوموں کے واقعات قرآن کریم نے بیان کئے ہیں وہ لوگ بھی اپنے بزرگوں کو وسیلہ سمجھتے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کی معرفت ہم اللہ کے نزدیک ہوں گے، ان کی معرفت ہماری نجات ہو گی، مطلب براری اور مشکل کشائی ہو گی لیکن یہ بات ان کے کچھ کام نہیں آئی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَلَقَدۡ أَهۡلَكۡنَا مَا حَوۡلَكُم مِّنَ ٱلۡقُرَىٰ وَصَرَّفۡنَا ٱلۡأٓيَٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُونَ ﴿٢٧﴾ فَلَوۡلَا نَصَرَهُمُ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ قُرۡبَانًا ءَالِهَةَۢۖ بَلۡ ضَلُّواْ عَنۡهُمۡۚ وَذَٰلِكَ إِفۡكُهُمۡ وَمَا كَانُواْ يَفۡتَرُونَ ﴿٢٨﴾ ﴾ (الأحقاف)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے تمہارے اردگرد کی بستیاں ہلاک کر دیں اور بار بار نشانیاں بتا دیں تاکہ یہ لوگ باز آ جائیں،

1- تفسير القرطبي (۲۷۹/۱۰)

2- صحيح البخاري كِتَاب النِّكَاحِ بَاب التَّرْغِيبِ فِي النِّكَاحِ،حديث رقم (٤٦٧٥) ، المشكاة (٢٦)



پس جن معبودوں کو اللہ کے سوا تقرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے ہیں اور یہ ان کی بناوٹ اور گھڑی ہوئی بات ہے۔

قال النسفي : القربان ماتقرب إلى الله تعالى أى اتخذوهم شفعاء متقربا بهم إلى الله تعالى حتى قالوا هؤلاء شفعائنا عندالله. وقال الخازن : وذالك إفكهم يعنى كذبهم الذى كانوا يقولون إنها تقربهم إلى الله وتشفع لهم عنده.

نسفی کہتے ہیں:"القربان"جو چیز اللہ کے قریب کر دے یعنی انہوں نے ان کو سفارشی بنالیا کہ یہ ان کو اللہ کے قریب کر دیں گے کیونکہ کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔خازن کہتے ہیں یہ ان کا جھوٹ ہے جو بولتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے اور اس کے ہاں ہماری سفارش کریں گے۔بغوی(نے اس کے حاشیے میں بھی اسی طرح ذکر کیا)ہے۔([1])

والثامن والعشرون : اور یہ عقیدہ رکھنا کوئی حقیقت نہیں بلکہ افک اور کذب ہے۔

والتاسع والعشرون: احکام شریعت دو حالات پر منحصر ہیں : فعل المأمورات و ترك المنهيات اور انہیں کیلئے بندہ مکلف ہے اور یہ اعتقاد ان دونوں سے آزاد کر دیتا ہے کیونکہ واسطہ اور وسیلہ کے سہارے پر نہ وہ مامورات کی پرواہ کرے گا نہ منہیات سے پرہیز کرے گا پس یہ کوئی مذہبی عقیدہ نہیں بلکہ شریعت کو ختم کرنا اور بندوں کو تکالیفِ شرعیہ سے آزاد ہونے کیلئے ایک حیلہ و بہانہ ہے، فالحذر كل الحذر.

والموفي للثلاثين: کسی کی جاہ یا حرمت یا کسی کا حق ہے، بھی تو وہ اسی کا ہے وہ اپنے حق سے محروم نہیں ہو گا اور اس نے یہ مرتبہ اپنے اعمال اور نیکیوں سے پایا ہے تم بھی نیکیاں کر کے پا سکتے ہو لیکن یہ کون سی عقل کی بات ہے کہ اس کے حق یا جاہ یا حرمت سے تم کو فائدہ پہنچے اور تم خود تو متوجہ نہ ہو بلکہ ناامید ہو اور دوسروں کی جاہ اللہ کے ہاں تمہیں کام آئے۔یہ بات عقلاً محال اور یہ نظریہ غیر مستقیم ہے۔ہاں اگر تو اپنی جاہ اللہ کے آگے پیش کر کے اس سے مانگے ، یہ اور بات لیکن دوسرے کے مرتبہ کو آگے رکھ کر اپنے لئے مانگے ،یہ نرا بے وقوفانہ عمل ہے۔الغرض ان تیس دلائل سے واضح ہوا کہ یہ طریقہ دعا کا بدعت ضلالت اور عقیدہ شرکیہ،کفریہ جاہلیت کی رسم ،مشرکین کی پیروی اور محض جھوٹ اور فریب و حیلہ اور عقیدۂ اسلامیہ کے خلاف بلکہ نقلاً عقلاً باطل و مردود ہے ،اب ہم مخالفین کے دلائل نقل کر کے ان پر کلام کرتے ہیں۔ لله فستعلمون من هو فى ضلال مبين.

تنبیہ : ردِّ دلائل مخالفین

یہ محض خیال ہے کہ ایسے عقیدے کو دلائل سے ثابت کیا جائے جو کہ قرآن و حدیث تعلیم انبیاء علیہم السلام اور عقیدہ سلف کے خلاف ہو اور وہ عقلاً بھی فاسد و ظاہر البطلان ہو اور سراسر شریعت کے معارض و مخالف ہو بلکہ اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخی کے ساتھ سب برائیوں اور گناہوں کی بنیاد و جڑ ہو اور جس سے بندہ کا اپنے مالک سے تعلق ٹوٹ جاتا ہو اور اس سے ناامید بلکہ بے خوف ہو جائے ہر گز ہر گز نہیں۔اس کا ثبوت پیش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے تاہم بقول الغريق يتشبث

---

[1]- تفسير النسفى (٤/١٤٦) ، الخازن (٦/١٣٨)، وهكذا فى البغوى على هامشه.



بالحشيش کے ادھر ادھر ہاتھ مارے ہیں۔ ہم قارئین کے آگے واضح کرنا چاہتے ہیں کہ:

؎ پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکین بود

الدليل الأول: قوله تعالى: ﴿... وَٱبْتَغُوٓاْ إِلَيْهِ ٱلْوَسِيلَةَ ...﴾ (المائدة: ٣٥) ترجمہ: اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

أقول وبالله تعالي التوفيق :

أولا : وسیلة بمعنی القربة (یعنی نزدیکی) اور "غریب القرآن" لابن قتیبه میں ہے: الوسيلة القربة والزلفة يقال توسل إلىّ بكذا أي تقرب. "الوسیله" قربت کے معنی میں ہے۔ کہا جاتا ہے "توسل إلىّ بكذا" یعنی میرے قریب ہوا۔ ([1])

وقال ابن الأثير في النهاية : هي في الأصل مايتوصل به إلى الشئ ويتقرب به وجمعها الوسائل يقال وسل وسيلة وتوسل والمراد به في الحديث القرب من الله تعالى.

ابن الأثیر "النهاية" میں کہتے ہیں: وسیلہ اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی شئے کا قرب حاصل کیا جائے اس کی جمع الوسائل ہے، کہا جاتا ہے وسل وسيلة وتوسل، حدیث میں مراد اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ ([2])

ونحوه في مختصر النهاية للسيوطي على هامشه ومجمع بحار الأنوار وقال ابن القطاع في كتاب الأفعال : وسل إلى ربه وسلاً رغب الوسيلة القربة. ([3])

"مختصر النهايه" للسیوطی اور "مجمع بحار الأنوار" میں اسی طرح ہے، ابن القطاع الصقلی "کتاب الأفعال" میں لکھتے ہیں: "وسل إلى ربه وسلاً" یعنی اپنے رب کا قرب حاصل کیا۔

ونحوه في مفردات الراغب والصحاح للجوهري وتاج العروس. ([4])

"مفردات راغب" اور "الصحاح للجوهری" اور "تاج العروس" میں اسی طرح ہے۔

الوسيلة:المنزلة عند الملك، والوسيلة: الدرجة، والوسيلة: القربة، وهكذا في القاموس وأقرب الموارد والمنجد. ([5])

وسیلہ: بادشاہ کے ہاں منزلت اور درجہ اور قربت کے معانی میں آتا ہے۔ "القاموس" اور "اقرب الموارد" اور "المنجد" میں اسی طرح ہے۔

اور "المصباح المنير" للفیومی میں ہے: الوسيلة ما يتقرب به إلى الشئ. الوسیلہ جو کسی چیز تک پہنچنے کا ذریعہ ہو۔ الوسيلة هي ما يتقرب إلى الغير. جو کسی تک جانے کا ذریعہ ہو۔ ([6])

---

[1] – غريب القرآن لإبن قتيبه (١٤٣)

[2] – النهاية لإبن الأثير (٤/٢١٠)

[3] – مجمع بحار الأنوار (٣/٤٣٦) ، كتاب الأفعال لإبن القطاع الصقلي (٣/٣١٠)

[4] – مفردات للراغب (٥٤٥) ، الصحاح للجوهري (٥/١٨٤١) ، تاج العروس (١٥٤)

[5] – القاموس (٤/٦٤) ، أقرب الموارد (٢/١٤٥٢) ، المنجد (٩٠٠)

[6] – المصباح المنير للفيومي (٢/٣٣٦)



اور صراح میں ہے: توسیل توسل نزدیکی جستن بچیزی۔ اور وحید اللغات حرف واو میں ہے: وسیلہ رغبت کرنا نزدیک ہونا۔ اور مصباح اللغات میں ہے۔([1])

الواسلة والوسيلة: تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ۔ یہاں یہ معنی نہیں ہوتا کہ فلاں یا فلاں کے واسطہ سے دعا مانگو۔

وثانیاً: بلکہ یہ حکم ہے کہ اللہ کی طرف رغبت رکھو اور اس کے نزدیک ہونے کہ کسی نزدیک شخصیت کو واسطہ بناؤ۔فأين هذا من هذا.

ثالثاً: یہ استدلال ناقص ہوگا بلکہ دوسرے مقدمہ کا محتاج ہے، وہ یہ کہ آیا طریقہ دعا بھی تقرب کا ذریعہ ہے یا نہیں یہ محتاج الثبوت ہے، وهو مفقود فبطل الإستدلال والحمد لله تعالى.

ورابعاً: اس طریقۂ دعا سے تو اسی کی طرف رغبت ہوتی ہے جس کو وسیلہ سمجھا جاتا ہے نہ کہ اللہ کی طرف پس یہ طریقہ اس آیت کے حکم کے خلاف ہے۔

وخامساً: اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں قریب ہونے کا یہ طریقہ نہیں بتلایا بلکہ عمل ہی سے قریب ہونا بتلایا ہے۔

ففي الحديث القدسي: "وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحبَبْتهُ..." الحديث.

حدیث قدسی میں ہے، فرائض سے زیادہ کوئی چیز مجھے محبوب نہیں جس کے ذریعہ میرا بندہ میرے قریب ہوتا ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں۔ الحدیث([2])

أخرجه البخاري من حديث أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه وقد قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ... أخرجه مسلم من حديثه أيضا. وأخرج أيضا من حديث رَبِيعَة بْن كَعْبٍ الْأَسْلَمِيُّ قَالَ كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي سَلْ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ.

اس حدیث کو بخاری نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور نبی ﷺ نے فرمایا: سجدے میں بندہ رب کے قریب ترین ہوتا ہے۔ اس کو مسلم نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا نیز ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزاری، میں آپ ﷺ کے پاس وضوء کا پانی اور دوسری ضرورت کی چیزیں لایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سوال کرو، میں نے کہا: جنت میں آپ ﷺ کی مرافقت کا سوال کرتا ہوں، فرمایا: کوئی اور سوال؟ میں نے کہا: وہ یہی ہے۔ فرمایا: کثرتِ سجود کے ساتھ اپنے لئے میرے ساتھ تعاون کرو۔([3])

پس اللہ نے یہ طریقہ نزدیک ہونے کا بتلایا ہے، یہی مراد ہے نہ کہ کسی شخصیت کا واسطہ۔

---

[1] – صراح (۴۴۷)، وحيد اللغات (۵۲)، مصباح اللغات (۹۳۳)

[2] – صحيح البخاري كِتَاب الرِّقَاقِ بَاب التَّوَاضُعِ حديث رقم (۶۰۲۱)

[3] – صحيح مسلم كِتَاب الصَّلَاةِ بَاب مَا يُقَالُ فِي الرُّكُوعِ حديث رقم (۷۴۴)وكِتَاب الصَّلَاةِ بَاب فَضْلِ السُّجُودِ برقم (۷۵۴) المشكاة (۱۹۷/۸۴)



سادساً: بلکہ قرآن کی تعلیم ہے کہ:﴿... تَرَىٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ...﴾ (الفتح: ۲۹)
تو ان کو رکوع سجدہ میں دیکھے گا، اللہ کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں۔

قال ابن جرير : يقول يلتمسون بركوعهم وسجودهم وشدتهم على الكفار ورحمة بعضهم بعضاً فضلا من الله وذلك رحمته إياهم بأن يتفضل عليهم فيدخلهم جنته.

ابن جریر کہتے ہیں: اپنے رکوع و سجود اور کفار پر سختی کرنے اور آپس میں رحم دلی کے مظاہرے سے وہ اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم و فضل کر لے اور جنت میں داخل کر دے۔(۱)

وقال ابن كثير : وصفهم بكثرة العمل وكثرة الصلاة، وهي خير الأعمال، ووصفهم بالإخلاص فيها لله، عز وجل، والإحتساب عند الله جزيل الثواب، وهو الجنة المشتملة على فضل الله، وهو سعة الرزق عليهم، ورضاه تعالى، عنهم وهو أكبر من الأول، كما قال جل وعلا: ﴿...وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ...﴾ (التوبة: ۷۲).

ابن کثیر نے کہا ان کو کثرتِ عمل اور کثرتِ نماز کی صفت سے متصف قرار دیا کہ نماز سب اعمال میں اچھا عمل ہے اور اس میں اخلاص کی صفت سے متصف گردانا اور پھر واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا ان کا ثواب یعنی جنت ان کیلئے ہے اور یہ اللہ کے عظیم فضل یعنی وسعت رزق اور اس کی رضا مندی پر مشتمل ہے اور اللہ کا راضی ہونا پہلے فضل سے بھی بڑا ہے جیسا کہ فرمایا: اللہ کی رضا سب سے بڑی ہے۔(۲)

وفی تفسير المراغی : فوصفهم بأوصاف كلها مدائح لهم وذكرى لمن بعدهم وبها سادوا الأمم وامتلكوالدول وقيضوا على ناصية العالم اجمع وهی: ﴿۱﴾ لأنهم غلاظ على من خالف دينهم وقاذاهم العداء رحماء فيما بينهم ﴿۲﴾ إنهم جعلوا الصلوة والإخلاص لله ديدنهم فی أكثر الأوقات ﴿۳﴾ إنهم يرجون بعملهم الثواب من ربهم والزلفى إليه ورضاه عنهم.

"تفسیرِ المراغی" میں ہے: ان کو ایسی صفات سے موصوف قرار دیا جو ان کے لئے مدح اور بعد والوں کیلئے نصیحت ہیں اور انہی صفات سے انہوں نے اقوام کی سیادت و قیادت حاصل کی اور دنیا کی طاقت پر کنٹرول حاصل کیا اور وہ صفات یہ ہیں: ① اپنے دینی مخالف پر سخت اور آپس میں رحم دل۔ ② انہوں نے نماز اور اعمال خالص اللہ کیلئے بنائے اور اکثر اوقات اس میں مشغول رہتے ہیں۔ ③ اپنے عمل پر رب تعالیٰ کے ہاں ثواب اور اس کے تقرب اور ان پر اس کے راضی ہونے کی امید رکھتے ہیں۔(۳)

پس آپ نے آیت بالا کی تفسیر کر دی۔ والقرآن يفسر بعضه بعضاً.

سابعاً وثامناً: بلکہ صحیح و معتبر نقل سے ثابت ہو چکا ہے، اگر بندہ نیک عمل کو واسطہ بنا کر اللہ سے دعا کرے تو قبول ہوتی ہے۔

۱- تفسير الطبري (۲۶/۱۱۰)
۲- تفسير ابن كثير (۴/۲۰۴)
۳- تفسير المراغی (۲۶/۱۱۴)

فأخرج البخاری : عَنْ ابن عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يَمْشُونَ إِذْ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فَآوَوْا إِلَى غَارٍ فَانْطَبَقَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ إِنَّهُ وَاللهِ يَا هَؤُلَاءِ لَا يُنْجِكُمْ إِلَّا الصِّدْقُ فَلْيَدْعُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِمَا يَعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ صَدَقَ فِيهِ فَقَالَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ لِي أَجِيرٌ عَمِلَ لِي عَلَى فَرَقٍ مِنْ أَرُزٍّ فَذَهَبَ وَتَرَكَهُ وَأَنِّي كنت عَمَدْتُ إِلَى ذَلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ فَصَارَ مِنْ أَمْرِهِ أَنِّي اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَأَنَّهُ أَتَانِي يَطْلُبُ أَجْرَهُ فَقُلْتُ لَهُ اعْمِدْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ فَسُقْهَا فَقَالَ إِنَّمَا لِي عِنْدَكَ فَرَقٌ مِنْ أَرُزٍّ فَقُلْتُ لَهُ اعْمِدْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ فَإِنَّهَا مِنْ ذَلِكَ الْفَرَقِ فَسَاقَهَا فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَانْسَاخَتْ عَنْهُمْ الصَّخْرَةُ فَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ فَكُنْتُ آتِيهِمَا كُلَّ لَيْلَةٍ بِلَبَنِ غَنَمٍ لِي فَأَبْطَأْتُ عنهما لَيْلَةً فَجِئْتُ وَقَدْ رَقَدَا وَأَهْلِي وَعِيَالِي يَتَضَاغَوْنَ مِنْ الْجُوعِ فَكُنْتُ لَا أَسْقِيهِمْ حَتَّى يَشْرَبَ أَبَوَايَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُمَا وَكَرِهْتُ أَنْ أَدَعَهُمَا فَيَسْتَكِنَّا لِشَرْبَتِهِمَا فَلَمْ أَزَلْ أَنْتَظِرُ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَانْسَاخَتْ عَنْهُمْ الصَّخْرَةُ حَتَّى نَظَرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ لِي بنت عَمٍّ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَأَنِّي رَاوَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا فَأَبَتْ إِلَّا أَنْ آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ فَطَلَبْتُهَا حَتَّى قَدَرْتُ فَأَتَيْتُهَا بِهَا فَدَفَعْتُهَا بها فَأَمْكَنَتْنِي مِنْ نَفْسِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا فَقَالَتْ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُ مِائَةَ دِينَارٍ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَفَرَّجَ اللهُ عَنْهُمْ فَخَرَجُوا.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے کے تین آدمی جا رہے تھے کہ ان کو بارش نے آلیا وہ ایک غار میں جا بیٹھے۔ غار کا منہ ان پر بند ہو گیا۔ ایک دوسرے کو کہنے لگے اللہ کی قسم تمہیں سچائی ہی یہاں سے نجات دے سکتی ہے، ہر شخص اپنے سچے عمل سے دعا مانگے ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ آپ جانتے ہیں میرا ایک مزدور تھا۔ چاول کے چند سیر پر اس نے کام کیا۔ میں وہ چاول دینے لگا تو وہ انکار کر کے چلا گیا میں نے انہی چاولوں کی کاشت کی اور اس کی آمدنی سے گائے خریدی وہ ایک دن اپنی مزدوری لینے پھر آیا میں نے کہا: یہ گائے تیری ہے، اسے ہانک لے جا۔ اس نے کہا: میرے تو وہی چاول ہیں، میں نے کہا: میاں یہ مال لے جا یہ انہیں چاولوں کی آمدنی ہے۔ اے اللہ آپ جانتے ہیں میں نے آپ کے خوف سے یہ کیا، ہم سے اس پتھر کو ہٹا۔ چٹان کھسکی، دوسرے نے کہا: اے اللہ آپ جانتے ہی ہیں میرے ماں باپ بوڑھے تھے میں ہر رات ان کو بکریوں کا دودھ دیتا، ایک رات آنے میں دیر ہو گئی وہ دونوں سو گئے میرے اہل و عیال میرے پاؤں میں بھوک سے بلبلاتے رہے میں ان کو خوراک اس وقت تک نہیں دیتا جب تک کہ میرے ماں باپ نہ لے لیتے۔ میں نے ان کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہ بھی نہ چاہا کہ ان کو چھوڑ دوں۔ میں اسی طرح صبح تک ان کا انتظار کرتا رہا۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے خوف سے ایسا کیا تھا تو ہم سے کشادگی فرما۔ چٹان کچھ اور ہٹی، یہاں تک کہ وہ آسمان دیکھنے لگے، تیسرے نے کہا: اے اللہ آپ جانتے ہیں میرے چچا کی بیٹی تھی مجھے سب سے زیادہ محبوب، میں نے اس کو اپنی طرف بلایا اس نے انکار کر دیا، الا یہ کہ میں اس کو ایک صد دینار دوں۔ میں نے اتنے دینار حاصل کئے اور اس کو دے دیئے۔ لڑکی نے مجھے اپنی رضامندی دے دی۔ جب میں بدکاری پر تیار ہوا تو کہنے لگی: اللہ سے ڈر اور ناحق مہر نہ توڑ۔ میں اٹھ گیا اور سو دینار بھی چھوڑ دیئے۔ اگر آپ جانتے ہیں

میں نے یہ کام آپ کے خوف سے ہی کیا تھا تو کشادگی فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پتھر ہٹا دیا اور وہ وہاں سے نکلے۔ (١)

وأخرجه مسلم أيضا والطبراني في الدعاء بإسناد صحيح من حديث أنس وهو وابن حبان من حديث أبي هريرة رضي الله عنه بإسناد حسن وأحمد والبزار من حديث النعمان بن بشير من أوجه حسان والطبراني من حديث علي وعقبة بن عامروعبدالله بن عمرو بن العاص وابن أبي أوفى بأسانيد ضعيفة واستوعب طرقه أبوعوانة في صحيحه والطبراني في الدعاء. كذا في الفتح.

اس کو مسلم نے بھی روایت کیا اور طبرانی نے "الدعاء" میں صحیح سند کے ساتھ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ نیز طبرانی اور ابن حبان نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی سند حسن کے ساتھ، احمد اور بزار نے اس کو سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے باسانید حسان روایت کیا اور طبرانی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے باسانید ضعیفہ روایت کیا ہے۔ ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں اور طبرانی نے "الدعاء" میں اس کے طرق کا استیعاب کیا ہے، فتح الباری میں اسی طرح ہے۔ (٢)

اس حدیث نے اللہ کے ہاں قریب ہونے اور قربت تلاش کرنے کا طریقہ بتلا دیا ہے جب کہ انہوں نے عمل صالح اللہ تعالیٰ کے آگے پیش کئے۔

وفي بعض الرواية: "أُنْظُروا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلّٰه"، وفي رواية: "أُدْعُوا اللهَ بِهَا"، وفي رواية: "إِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ"، وفي رواية: "تفَكَّرُوا فِي أَحْسَنِ أَعْمَالِكُمْ فَادْعُوا اللهَ بِهَا لَعَلَّ اللهَ يُفَرِّج عَنْكُمْ"، وفي رواية: "إِنَّكُمْ لَنْ تَجِدُوا شَيْئًا خَيْرًا مِنْ أَنْ يَدْعُو كُلّ اِمْرِئٍ مِنْكُمْ بِخَيْرِ عَمَلٍ عَمِلَه قَطُّ".

ایک روایت میں ہے کہ: کوئی نیک عمل دیکھو جو تم نے اللہ کیلئے کئے ہوں اور ایک روایت میں ہے: ان کے ساتھ دعا کرو، ایک اور روایت میں ہے: تمہیں کوئی چیز نہ نجات دے گی، اس کے سوا کہ اللہ کو اپنے صالح اعمال کے ساتھ پکارو۔ ایک روایت میں ہے اپنے اچھے اعمال سوچو اور ان کے ساتھ دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ تمہاری مصیبت ختم کر دے، ایک روایت میں ہے، اس سے بہتر کوئی چیز نہ پاؤ گے کہ ہر آدمی اپنے اچھے عمل سے دعا کرے۔ (٣)

اور یہی طریقہ صحیح ہے، باقی جو طریقہ سائل نے ذکر کیا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں، وہ اس آیت میں جب داخل ہو گا کہ وہ بھی شرعی طریقہ سے ہو۔ وإذ ليس فليس.

وقال في الفتح: وَفِي هَذَا الْحَدِيث اِسْتِحْبَاب الدُّعَاء فِي الْكَرْب، وَالتَّقَرُّب إِلَى اللهِ تَعَالَى بِذِكْرِ صَالِح الْعَمَل، وَاسْتِنْجَاز وَعْده بِسُؤَالِهِ.

١- صحيح البخاري (١/٤٩٣) كِتَاب أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاء بَاب حَدِيثُ الْغَارِ حديث رقم (٣٢٠٦)

٢- صحيح البخاري كِتَاب الْمُزَارَعَة بَاب إِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ ...حديث رقم (٢١٦٥، ٢١١١) فتح الباري (٣٢٢/٧)

٣- فتح الباري (٣١٧/٧)

اس حدیث میں ہے کہ تکلیف کے وقت اور تقرب إلی اللہ کیلئے اپنے اچھے اعمال کو ذکر کر کے سوال کیا جائے اور اس کے وعدہ وفائی کو پیش کیا جائے۔ ([1])

اور امام نووی "كتاب الأذكار" میں اس حدیث پر یہ باب لکھتے ہیں کہ: باب دعاءالإنسان وتوسله بصالح عمله إلى الله تعالى. انسان کا دعا مانگنا اور اپنے صالح اعمال کو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ بنانا۔ ([2])

بلکہ اس حدیث کے یہ الفاظ کہ: إِنَّكُمْ لَنْ تَجِدُوا شَيْئًا خَيْرًا مِنْ أَنْ يَدْعُو كُلّ اِمْرِئٍ مِنْكُمْ بِخَيْرِ عَمَل عَمِلَه قَطُّ. تم اس سے بہتر کوئی چیز نہ پاؤ گے کہ تم میں سے ہر آدمی اپنے لئے اچھے عمل سے دعا کرے۔ ([3])

ان سے واضح ہوا کہ اور کوئی طریقہ ہے ہی نہیں۔ پس بواسطہ فلاں یا بحقہ یا بحرمۃ وغیرہ کا بطلان ہو گیا اور آیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہا۔ وهو الثامن.

وتاسعاً: اہل لغت نے جہاں وسیلہ کا معنی قربت کیا ہے وہاں یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ کے ہاں تقرب عمل صالح کے ساتھ ہوتا ہے اور یہی ذریعہ اس کو نزدیک ہونے کا ہے اور وسیلہ دعا قبول ہونے کا ہے۔

قال الجوهرى فى الصحاح : والتوسيل والتَوَسُّلُ واحد. يقال: وَسَّلَ فلانٌ إلى ربّه وَسيلَةً، وتوَسَّلَ إليه بوَسيلَةٍ، تقرَّب إليه بعمل. ([4])

جوہری "صحاح" میں کہتے ہیں: التوسیل اور توسل کا ایک ہی معنی ہے، کہا جاتا ہے "وَسَّلَ فلانٌ إلى ربّه وَسيلَةً، وتوَسَّلَ إليه بوَسيلَةٍ" یعنی عمل کے ساتھ اس کا قرب حاصل کیا۔

وقال ابن مكرم الأفريقى فى لسان العرب : ووَسَّل فلانٌ إلى الله وسِيلةً إذا عَمِل عملاً تقرَّب به إليه والواسِل الراغِبُ إلى الله قال لبيد أَرى الناسَ لا يَدْرونَ ما قَدْرُ أَمرِهم وتوَسَّل إليه بوَسيلةٍ إذا تقرَّب إليه بعَمَل. وقال الفيروز آبادى فى القاموس: ووسل إلي الله تعالي توسيلا عمل عملا تقرب به إليه كتوسل، وهكذا في تاج العروس، وفى المصباح : وتوسل إلى ربه بوسيلة تقرب إليه بعمل. وهكذا فى الصراح وقال الراغب فى المفردات: قال تعالى ﴿...وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ...﴾(المائدة:٣٥) وحقيقة الوسيلة إلى الله تعالى مراعاة سبيله بالعلم والعبادة وتحرى مكارم الشريعة وهى كالقربة.

ابن مکرم افریقی "لسان العرب" میں کہتے ہیں: "ووَسَّل فلانٌ إلى الله وسِيلةً" جب ایسا عمل کرے جو اس کے قریب کر دے، والواسِل الراغِبُ إلى الله، لبید کہتا ہے۔ "وتوَسَّل إليه بوَسيلةٍ" یعنی عمل کے ذریعہ اپنے رب کا قرب حاصل

---

[1] - فتح الباري (٣٢١/٧)

[2] - الأذكار للنووي (ص ٣٥٥)

[3] - فتح الباري (٣١٧/٧)

[4] - الصحاح في اللغة (١٨٤١/٥)

کیا۔"فیروز آبادی قاموس" میں "وسل إلى الله تعالىٰ توسيلا" یعنی ایسا عمل کیا جس کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کر لیا۔"تاج العروس" میں اس طرح ہے۔"مصباح" میں ہے: "وتوسل إلى ربه بوسيلة" یعنی عمل کے ساتھ اس کا قرب حاصل کیا۔ "الصراح" میں اسی طرح ہے۔راغب "مفردات" میں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿...وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ...﴾ اللہ کی طرف وسیلہ کی حقیقت یہ ہے کہ علم و عبادات اور مکارمِ شریعت پر عمل کیا جائے جیسا کہ قربة کا معنی ہے۔(۱)

پس لغت عربیہ بھی آیت میں ایسے سوال کو داخل نہیں کرتی، فافهم.

وعاشراً: اور سلف سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔

فأخرج ابن جرير : عن أبي وائل قال القربة فى الأعمال وعن عطاء والحسن وعبد الله بن كثير القربة. وعن السدى هى المسألة والقربة وعن قتادة أى تقربوا إليه بطاعته والعمل مايرضيه وعن مجاهد القربة إلى الله، عن ابن زيد المحبة تحببوا إلى الله وقرا. أولئك الذين يدعون يبتغون إلى ربهم الوسيلة.

ابن جریر ابووائل سے روایت کرتے ہیں کہ: وسیلہ یعنی عمل کے ساتھ تقرب حاصل کرنا۔عطاء اور حسن اور عبداللہ بن کثیر نے بھی یہی معنی کیا۔ سدی سے ہے الوسیلة یعنی مسألة اور قربة، قتادہ سے مروی ہے: اطاعت کرنے اور اس کے پسندیدہ عمل کر کے اس کا قرب حاصل کرو، مجاہد سے ہے۔الوسیلة سے مراد اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے اور ابن زید سے مروی ہے الوسیلہ یعنی المحبة، مقصد یہ کہ اللہ کی محبت حاصل کرو اور یہ آیت پڑھی: جن کو پکارتے ہیں اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔(۲)

وأخرج الحاكم فى مستدركه: عن حذيفة رضي الله عنه أنه سَمِعَ قَارِئًا يَقْرَأُ ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ... ﴾ (المائدة: ٣٥) قال : القربة. وأقره على إخراجه الذهبي ورمز عليه للصحيحين وحكاه ابن الجوزى فى زاد المسير وابن كثير والشوكانى.

امام حاکم نے مستدرک میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے ایک قراءت کرنے والے سے سنا ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ... ﴾ کہا: القربة۔ذہبی نے حاکم کے اخراج روایت پر سکوت کیا ہے اور صحیحین کا اشارہ کیا۔ابن الجوزی نے زاد المسیر میں اور ابن کثیر اور شوکانی نے اس کی حکایت کی۔(۳)

کسی صحابی یا تابعی سے ایسا منقول نہیں کہ اس نے اس آیت کا وہ مفہوم لیا ہو جو کہ یہ لوگ لے رہے ہیں۔

والحادي عشر: مفسرین نے بھی یہی بتلایا ہے۔ قال ابن جریر : يقول: واطلبوا القربة إليه بالعمل بما يرضيه. و"الوسيلة": هي "الفعيلة" من قول القائل: "توسلت إلى فلان بكذا"،أى: تقرَّبت إليه، ومنه قول عنترة:

۱- لسان العرب (۱۱ /۷٤٤) ، القاموس (۱٥٤/۸) ، المصباح (۳۳٦/۲) ، الصراح (ص ٤٤٧) ، المفردات (ص ٥٤٥)

۲- تفسير الطبري (٢٢٦/٦)

۳- المستدرك للحاكم (۳۱۲/۲) حديث رقم (۳۱۷۳) ، زاد المسير (۳٤۸/۲) ، ابن كثير (٥۲/۲) ، الشوكانى (۳٦/۲)

ابن جریر کہتے ہیں:آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے پسندیدہ عمل کر کے اس کا قرب حاصل کرو،"الوسیلة" بروزن "الفعلیة"، "توسلت إلى فلان بكذا"یعنی میں نے اس کا قرب حاصل کیا۔عنترہ کہتے ہیں:

إِنَّ الرِّجَالَ لَهُمْ إِلَيْكِ وَسِيلَةٌ إِنْ يَأْخُذُوكِ، تَكَحَّلِي وتَخَضَّبي

يعني بـ"الوسيلة"، القُرْبة. ومنه قول الآخر: وسیلہ سے مراد قرب ہے۔اور ایک شاعر کہتا ہے:

إِذَا غَفَلَ الوَاشُونَ عُدْنَا لِوَصْلِنَا وَعَادَ التَّصَافِي بَيْنَنَا وَالوَسَائِلُ.(1)

وبنحو الذي قلنا في ذلك قال أهل التأويل: دیگر مفسرین بھی ہماری طرح کہتے ہیں۔

ثم ذكر الآثار التى قدمنا ونحوه فى القرطبى وابن كثير وابن الجوزى والخازن مع البغوى والبحر المحيط لأبى حيان الأندلسى والشوكانى والقاسمى والمراغى والطنطاوى والمنار والجمل.

پھر وہ آثار ذکر کئے جو ہم نے بیان کئے ہیں، قرطبی،ابن کثیر،ابن الجوزی، خازن،البحر المحیط لأبی حیان الاندلسی، شوکانی، قاسمی، مراغی، طنطاوی، المنار اور الجمل میں اسی طرح ہے۔(2)

وقال فخرالدين الرازى فى تفسيره (قديم): فكان المراد طلب الوسيلة إليه فى تحصيل مرضاة وذلك بالعبادات والطاعات. فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں:مطلب یہ ہوا کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے عبادات اور طاعات کا ذریعہ تلاش کیا جائے۔(3)

وقال النسفى : هى كل مايتوسل به أى يتقرب من قرابة أو صنيعة أو غير ذلك فاستعيرت لما يتوسل به إلى الله تعالىٰ من فعل الطاعات وترك السيأت.

نسفی کہتے ہیں: الوسیلة ہر وہ چیز ہے جس سے قرب حاصل ہوا پھر اللہ کی فرماں برداری اور ترکِ عصیان کیلئے جس کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے، الوسیلہ مستعار لیا گیا۔(4)

وهكذا فى الكشاف للزمخشرى، قال البيضاوى فى أنوارالتنزيل : أى ماتتوسلون به إلى ثوابه والزلفى من فعل الطاعات وترك المعاصى من وسل إلى كذا إذا تقرب إليه.

"الکشاف للزمخشری" میں اسی طرح ہے، بیضاوی "انوار التنزیل" میں کہتے ہیں:یعنی وہ کام جن کو ثواب اور قرب کا ذریعہ بنایا جائے۔اطاعت کے کام کرنا اور گناہ ترک کر دینا۔"وسل إلى كذا" یعنی اس کا قرب حاصل کیا۔(5)

1- تفسير الطبري (٢٢٦/٦)

2- القرطبى (١٥٩/٦) وابن كثير(٥٢/٢) وابن الجوزى (٣٤٨/٢) والخازن مع البغوى (٣٩/٢) والبحرالمحيط لأبى حيان الأندلسى (٣٧٢/٣) والشوكانى (٣٦/٢) والقاسمى (١٩٦٨/٦) والمراغى (١٠٩/٦) والطنطاوى (١٨١/٣) والمنار (٣٦٩/٦) والجمل (٣٨٨/١)

3- تفسير فخرالدين الرازى (٥٨٩/٣)

4- تفسير النسفى (٢٨٢/١)

5- الكشاف للزمخشرى (٤٥٨/١) ، أنوارالتنزيل (١٤٨/٢)



وقال الآلوسی فی روح المعانی: ﴿... وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ...﴾ أی اطلبوا لأنفسكم إلى ثوابه والزلفى منه الوسيلة هی فعيلة بمعنى ما يتوسل به ويتقرب إلى الله عزوجل من فعل الطاعات وترك المعاصی من وسل إلى كذا أی تقرب إليه بشيء.

آلوسی "روح المعانی" میں کہتے ہیں: ﴿... وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ...﴾ یعنی اپنے لئے ثواب اور اس کا قرب طلب کرو۔ الوسیلة "فعیلة" یعنی وہ اطاعت و ترک معصیت کے کام جن کو اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جائے "وسل إلى كذا" سے مشتق ہے یعنی کسی چیز کے ساتھ اس کا قرب حاصل کیا۔ (۱)

وهكذا فی تفسير أبی السعود : على هامش التفسير الكبير. تفسیر ابی السعود میں اسی طرح ہے۔ (۲)

وفی الجلالين : ﴿... وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ...﴾ مايقربكم إليه من طاعته، وفی جامع البيان للمعين على هامشه: أی القربة بطاعة، وفی سواطع الإلهام للفيضي: روموا إليه وكرمه الوسيلة ما هو موصلكم لإكرامه ورحمه وطوع أعمال السداد وطرح أعمال السوء والمعار. (۳)

جلالین میں ہے: ﴿... وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ...﴾ یعنی اطاعت کرو، جو تم کو اس کے قریب کر دے۔ "جامع البیان للمعین" میں ہے یعنی اطاعت کے ذریعہ قرب حاصل کرنا۔ "سواطع الإلهام للفيضى" میں ہے: اس کے کرم کا قصد کرو، الوسیلة: کام جو تمہیں اس کے اکرام و رحم تک پہنچا دیں۔ اچھے کام کرو اور برے اعمال ساقط کر دو۔

وفی التفسير المنظوم الموسوم بالتيسير للأميريني : وسيلة أی قربه وأنس.

"التفسیر المنظوم" یعنی "التیسیر للأمیرینی" میں ہے : وسیلہ یعنی اس کا قرب و انس۔

وفی ألفية أبی ذرعة العراق فی تفسير الفاظ القرآن على هامشه : "وسيلة أی قربة لذی القوى".

ابو ذرعہ العراقی کے "الفیہ فی تفسیر الفاظ القرآن" میں ہے، وسیلہ یعنی قوتوں والے کا قرب حاصل کرنا۔ (۴)

بلکہ یہی اہل علم کی متفق علیہ تفسیر ہے۔

قال ابن كثير ﴿ الصفحة المذكورة ﴾ : وهذا الذی قاله هؤلاء الأئمة لا خلاف بين المفسرين فيه، وكذا قاله الشوكانی والقاسمی. ترجمہ: امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ائمہ مذکورین نے یہی تفسیر کی ہے اور مفسرین میں اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، شوکانی اور قاسمی نے اسی طرح کہا۔

---

[1] – روح المعانی (۱۱۱/٦)
[2] – تفسير أبی السعود (۵٦۷/۳)
[3] – تفسير الجلالين (ص ۹۷)
– ألفية في تفسير ألفاظ القرآن (ص ۱۰۵)



اور ایسی تفسیر جو متفق علیہ تفسیر کے معارض و مخالف ہو، مردود ہے۔ وھو الثانی عشر.

والثالث عشر: نیز وسیلہ بمعنی الحاجۃ بھی آیا ہے۔

فأخرج الطستی وابن الأنباری فی الوقف والإبتداء عن ابن عباس أن نافع بن الأزرق قال له أخبرنی عن قوله عزوجل ﴿...وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ...﴾ قال : الحاجة، قال : وهل تعرف العرب ذلك؟ قال : نعم أ ما سمعت عنترة: إِنَّ الرِّجَالَ لَهُمْ إِلَيْك وَسِيلَةٌ.

طستی اور ابن الانباری "الوقف والإبتداء" میں کہتے ہیں کہ نافع بن ازرق نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ﴿... وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ...﴾ کا کیا مطلب ہے؟، انہوں نے کہا: ﴿ٱلۡوَسِيلَةَ﴾ یعنی الحاجۃ۔ نافع نے پوچھا: عرب اس معنی کو جانتے ہیں ؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے عنترہ کا یہ شعر نہیں سنا، جس میں وسیلہ بمعنی حاجت ہے۔

کذا فی الدر المنثور و أورده السیوطی بإسناده فی الإتقان والآلوسی فی روح المعانی.(1)

"الدر المنثور" میں اسی طرح ہے، سیوطی نے اپنی سند کو پیش کیا ہے۔

یہ معنی بھی اس عقیدے کے خلاف ہے بلکہ یہ حکم ہے کہ براہ راست اللہ ہی سے اپنی حاجات طلب کرے جیسا کہ فرمایا کہ: ﴿... وَسۡـَٔلُواْ ٱللَّهَ مِن فَضۡلِهِۦٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٗا ٣٢﴾ (النساء)

ترجمہ: اللہ سے اس کا فضل مانگو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

نہ کہ کسی کے واسطے یا وسیلے سے اس طرح یہ آیت ان کی تردید کرتی ہے نہ کہ تائید۔

والرابع عشر: وسیلہ بمعنی ایک اعلیٰ منزل بھی ہے۔

قال ابن کثیر : والوسیلة أیضًا: علم علی أعلی منزلة في الجنة، وهي منزلة رسول الله ﷺ وداره في الجنة، وهي أقرب أمكنة الجنة إلى العرش، وقد ثبت في صحيح البخاري، من طريق مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ الله قَالَ قَالَ رَسُول الله ﷺ: مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ إلا حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي. ثم ذكر أحاديث فحديث عبدالله بن عمروبن العاص عن مسلم وحديث أبي هريرة عن أحمد وحديث آخر عنه عن البزار بلفظ : وَسَلُوا لِيَ الْوَسِيلَةَ فَسَأَلُوه فأخبرهم إِنَّ الْوَسِيلَةَ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنَالُهَا إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا. وحديث ابن عباس عن الطبرانی وحديث سعيد الخدری و علی عن ابن مردوية رضی الله عنهم أجمعين، وفی تنوير المقباس من تفسير ابن عباس علی هامش الدرالمنثور﴿...وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ...﴾والدرجة الرفيعة".

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نیز "الوسیلہ" بہشت کے اعلیٰ مقام کا نام بھی ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کا مرتبہ اور بہشت میں آپ کی

1- الدر المنثور (۲/۲۸۰)، الإتقان (۱/۱۲۱) ، روح المعانی (۶/۱۱۱)

منزل ہے اور یہ مقام عرش کے قریب ترین ہے۔ صحیح بخاری میں بہ طریق محمد بن المنکدر سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اذان سنتا ہے اور پھر کہتا ہے "اے اللہ اس پوری پکار اور قائم ہونے والی نماز کے مالک محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا کر اور اسے مقامِ محمود میں لے جا جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے"۔ اس کیلئے میری سفارش حلال ہو گئی۔(۱) پھر کئی احادیث ذکر کیں پھر سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث مسلم سے اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث احمد سے اور ایک اور حدیث بزار سے بیان کی، مؤخر الذکر کے لفظ یہ ہیں: میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو، پس انہوں نے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے ان کو خبر دی کہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جسے ایک ہی آدمی حاصل کرے گا اور مجھے توقع ہے کہ وہ میں ہی ہوں۔(۲) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث طبرانی سے اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ابن مردویہ سے روایت کی اور تنویر المقباس من تفسیر سیدنا ابن عباس میں ہے ﴿... وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ...﴾ یعنی اونچا درجہ۔(۳)

یہ بھی اللہ سے سیدھا سوال کرنے کی ہدایت ہے جو اس طریقۂ دعا کو منافی ہے۔

والخامس عشر: اور اگر یہ مفہوم ہوتا تو ضرور رسول اللہ ﷺ یہی طریقۂ دعا سکھاتے "و إذ ليس فليس"۔ اعجب العجائب تو یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جن پر قرآن نازل ہوا اور جو سب سے زیادہ اس کے جاننے والے بلکہ آپ ہی نے اس کی تفسیر قولاً و عملاً سمجھائی۔ آپ کو تو اس آیت کریمہ سے یہ طریقۂ دعا معلوم نہ ہو نہ کسی صحابی کو حالانکہ وہی نزولِ آیات کے زمانۂ سعید کو پانے والے تھے نہ کسی تابعی یا سلف میں سے کسی کو نہ اہل لغت کو نہ اہل تفسیر کو لیکن اِن کو کیسے معلوم ہوا؟ اس کو اضغاث احلام سمجھیں یا تحریف فی القرآن یا خبط العشواء۔

والسادس عشر والسابع عشر: ﴿... وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ...﴾ اس میں سب مخاطب ہیں خواہ صلحاء ہوں یا بدکار، انبیاء ہوں یا امت والے، حکم تو عام ہے۔ سب کو شامل ہے اگر شخصیت کے وسیلہ کا مطلب ہوتا تو سب کو خطاب نہ ہوتا کیونکہ متوسل یا وسیلہ طلب کرنے والا اور یا متوسل بہ جس کا توسل لیا جائے دو الگ چیزیں ہیں اور ان کا یہ استدلال اس کو مستلزم ہے کہ بعض اس میں مخاطب نہ ہوں "وهو باطل فالملزوم مثله" اگر کہا جائے بعض کا بعض وسیلہ ہو گا ہم کہیں گے یہ غلط ہے، فاسد ہے کیونکہ پھر وسیلہ اور متوسل ایک ہو گا۔

ثانیاً: اس سے یہ لازم آئے گا کہ جو نیک اور صالح ہو وہ اپنی ہی شخصیت کا وسیلہ پکڑے، دوسرے کی ضرورت نہیں۔ ایضاً یہ تمہارا سوال غلط ہو جائے گا کہ فلاں نبی یا ولی اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ مقرب ہے اور اس کی وجاہت عظیمہ ہے۔ اس کے وسیلہ سے

۱- صحيح البخاري كِتَاب الْأَذَان بَاب الدُّعَاء عِنْدَ النِّدَاء حديث رقم (۵۷۹)

۲- حيح مسلم كِتَاب الصَّلَاة بَاب اسْتِحْبَاب الْقَوْلِ مِثْلِ قَوْلِ الْمُؤَذِّن حديث رقم (۵۷۷)، مسند أحمد رقم (۷۲۸۱)، مسند البزار برقم (۲۱۴۵)

۳- تفسير ابن كثير (۵۳/۲) ، تنوير المقباس من تفسير ابن عباس (ص ۳۳۶) ، الدرالمنثور (ج ۱)



دعا مانگی جائے کیونکہ وہ خود توسل لینے کا مامور ہے اور ﴿وَٱبۡتَغُوٓاْ﴾ کے حکم کے تحت ہے اور فاضل مفضول کا وسیلہ بنے گا ہاں اگر آیت میں عمل و طاعت مراد لی جائے جیسا کہ اوپر بیان ہوا تو آیت عموم پر رہے گی۔ کوئی اشکال پیش نہیں آئے گا مثلاً اس آیت کا اول مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ آیت بالا اس طرح شروع ہوتی ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ... ﴾ (المائدة: ٣٥)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف ذریعہ تلاش کرو۔

اور آپ کو کہنے کا حکم ہے کہ: ﴿وَأَنَا۠ أَوَّلُ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ١٤٣﴾ (الأعراف). ترجمہ: میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

پس اس میں آپ ہی اولین مخاطب و مامور ہیں، اب اگر یہ وسیلہ ہے تو آپ سے کون افضل واتقی اور زیادہ پرہیزگار ہے جس کے توسل سے دعا مانگیں گے، حاشاوکلا۔ اور اگر اپنے سے کم درجہ شخصیت کا توسل لیں گے تو آپ کی تعلیل باطل ہو جائے گی کہ اپنے سے اعلم واتقی کا وسیلہ لیا جائے کہ یہ تقرب الٰہی کا باعث ہے۔ وھو السابع عشر۔

والثامن عشر: ﴿ٱلۡوَسِيلَةَ﴾ میں "لام" نہ استغراق کا ہے نہ جنس کا کیونکہ اگر استغراق کا ہے تو پھر کفر و اسلام کی تمیز نہ رہی۔ اس طرح جنس میں بھی یہ ہوگا کہ ہر ایک مذہب والا جس چیز کو وسیلہ سمجھے اس کو پکڑ لے ہندو بتوں کو اور دیوتاؤں کو وسیلہ سمجھ کر پوجتے ہیں تو کیا یہ بھی اس آیت کے مطابق ٹھیک عمل کر رہے ہیں۔ حاشاللہ۔ بلکہ یہاں عہدِ خارجی مراد ہے اور خارج میں اس کا بیان موجود ہے یعنی اعمالِ صالحہ کما ذکر مع البیان الواضح اور عہدِ ذہنی بھی اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد عمل ہو پھر جو بھی عمل ہو کسی بھی نیک عمل سے تقرب حاصل کیا جا سکتا ہے بلکہ جس طرح قرآن و حدیث و اقوالِ سلف اور لغویین و مفسرین کے اقوال سے ﴿ٱلۡوَسِيلَةَ﴾ سے مراد تقرب بالاعمال ثابت ہوا، وہ اگر لیا جائے تو پھر استغراقی معنی بھی درست ہوگا کہ سب اعمال سے تقرب حاصل کرو لیکن اگر صرف معنی قربت لے کر پھر استغراق یا جنس کا معنیٰ کرنا درست نہ ہوگا اور استدلال اسی پر موقوف ہے۔ وھو لا یستقم کذالك۔

والتاسع عشر: آیت میں خود کوشش کر کے اللہ کے نزدیک ہونے کا حکم ہے جیسا کہ اوپر کی تقریر سے واضح ہوا جو کہ اس استدلال کو مانع ہے کیونکہ بموجب استدلال دوسرے جس کو ہم اچھا بزرگ سمجھیں اس کی سعی سے فائدہ اٹھانے کا اثبات جو کہ آیت کے خلاف ہے۔

والموفي للعشرين: بلکہ یہ عقیدہ بعد من اللہ کو مستلزم ہے کیونکہ اگر وسیلہ و قربت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی قریب کو آگے کیا جائے، اسی کا واسطہ دے کر اس کا طفیل درمیان میں لا کر دعا مانگی جائے، یہ جب ہوگا کہ اپنے آپ کو پیچھے اور اپنے آپ کو اللہ سے بعید سمجھے اور یہی سب سے پہلی بیماری ہے جس کی بناء پر دعائیں مردود ہوتی ہیں۔

ففی الحدیث القدسی قال الله: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، فَلْيَظُنَّ عَبْدِي مَا شَاءَ. أخرجه الحاكم والطبرانی من حدیث وَاثِلَة بن الأَسْقَع، وقال تعالیٰ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي إِنْ ظَنَّ بِي خَيْرًا فَلَهُ وَإِنْ ظَنَّ شَرًّا فَلَهُ. أخرجه أحمد من حدیث أبی هریرة كذا فی الجامع الصغیر.

حدیث قدسی میں ہے، اللہ فرماتا ہے: میں میرے متعلق اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو چاہے میرے بارے میں گمان کرے۔ اس کو حاکم اور طبرانی نے واثلہ سے روایت کیا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں اگر اچھا گمان کرے تو اس کیلئے، برا گمان کرے تو اس کیلئے۔ "الجامع الصغیر" میں اسی طرح ہے۔[1]

پس جبکہ ان کا گمان ہی پیچھے ہونے کا ہے، اللہ سے دور ہونے کا ہے تو وہ دور اور پیچھے ہی رہیں گے۔

صدق الله سبحانه وتعالیٰ: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا ٱلْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا ٱلْمُسْتَـْٔخِرِينَ ﴿٢٤﴾﴾ (الحجر)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سچ فرمایا: ہم تم میں سے آگے بڑھنے والوں اور پیچھے رہنے والوں کو خوب جانتے ہیں۔

ان بیں جوابات کے بعد آیات کے سیاق پر غور کریں تو کئی وجوہ سے ان کا استدلال باطل نظر آئے گا۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱبْتَغُوٓا۟ إِلَيْهِ ٱلْوَسِيلَةَ وَجَـٰهِدُوا۟ فِى سَبِيلِهِۦ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ
ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُۥ مَعَهُۥ لِيَفْتَدُوا۟ بِهِۦ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٣٦﴾ يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا۟ مِنَ ٱلنَّارِ وَمَا هُم بِخَـٰرِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٧﴾ وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ
فَٱقْطَعُوٓا۟ أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَـٰلًا مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَن تَابَ مِنۢ بَعْدِ ظُلْمِهِۦ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ ٱللَّهَ
يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٩﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَن يَشَآءُ ۗ
وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤٠﴾﴾ (المائدة)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ جو کفر کرتے ہیں (وہ چاہیں گے کہ) ان کو زمین میں جو کچھ ہے مل جائے اور اس کے برابر مزید تاکہ قیامت کے دن کے عذاب سے اس کو فدیہ میں دے سکیں اور ان کیلئے عذاب الیم ہے، آگ سے نکلنا چاہیں گے مگر نہیں نکل سکیں گے اور ان کیلئے دائمی عذاب ہے چور مرد اور عورت ان کے ہاتھ کاٹ لو جو انہوں نے کیا، یہ اللہ کی طرف سے اس کی سزا ہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے جو ظلم کے بعد رجوع کرتا ہے اور اصلاح کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے، رحم کرنے والا ہے، کیا تو نہیں جانتا اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمین کی ملکیت ہے جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس کو چاہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اب یہ آیات بار بار پڑھیں اور سیاق پر غور کریں تو چند وجوہ آپ کو اہل البدع کا استدلال غلط نظر آئے گا۔

اولاً: ﴿ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ﴾ اگر یہی مراد ہے جو خصم لیتا ہے تو پھر ڈرنے کی کیا ضرورت جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

---

[1] - (صحيح) صحيح الجامع حديث رقم (٤٣١٦) و (٤٣١٥) ، المعجم الكبير للطبراني حديث رقم (١٧٦٧٢) ، مسند أحمد حديث رقم (٨٧١٥)

ثانیاً: تکالیف شرعیہ دونوں میں منحصر ہیں، منہیات کا ترک اور مامورات کا کرنا اور دونوں کو ان دو جملوں میں جمع فرمایا۔ امام رازی اپنی تفسیر طبع قدیم میں فرماتے ہیں: اعلم أن مجامع التكليف محصورة في نوعين لا ثالث لهما : أحدهما : ترك المنهيات وإليه الإشارة بقوله ﴿ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ﴾ وثانيهما : فعل المأمورات ، وإليه الإشارة بقوله تعالى :﴿ وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ﴾ ولما كان ترك المنهيات مقدماً على فعل المأمورات بالذات لا جرم قدمه تعالى عليه في الذكر. وهكذا فی الخازن۔ (۱)

جان لو تکلیف کا جامع دو نوع ہیں تیسری نوع اس میں نہیں ہے۔ ایک ترک منہیات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اسی طرح اشارہ ہے۔ اللہ سے ڈرو، دوسرا مامورات پر عمل کرنا۔ اللہ کے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ ہے: اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو چونکہ ترک منہیات فعل مامورات سے بالذات مقدم ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر پہلے فرمایا، خازن میں اسی طرح ہے۔

وثالثاً: ﴿ وَجَٰهِدُواْ فِي سَبِيلِهِۦ ﴾ مجاہدہ خود محنت و سعی کو چاہتا ہے اور توسل کا اعتقاد اس کے منافی ہے یعنی خود کوشش کرو نہ کہ کسی دوسرے کو آگے کرو۔

قال الرازی : واعلم أنه تعالى لمّا أمر بِتَرْك ما لا يَنْبَغِي بقوله ﴿ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ﴾ وبفعل ما يَنْبَغِي، بقوله: ﴿ وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ﴾ وكل واحد منهما شاقٌّ ثَقِيل على النَّفس والشهوة، فإن النَّفْس لا تَدْعُو إلا إلى الدنيا واللَّذَّات المَحْسُوسَة، والعَقْل لا يدعو إلا إلى خِدْمَة اللهِ وطاعتهِ والإعْرَاض عن المَحسُوسَات ، فكان بَيْن الحالَتيْن تضادٌّ وتناف ،ولذلك فإن العلماء ضربوا المثل في مظان تطلب الدنيا والآخرة بالضرتين وبالضدين، وبالمشق والمغرب، وبالليل والنهار، وإذا كان كذلك كان الانقياد لقوله تعالى:﴿ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ﴾ من أشقِّ الأشْيَاء على النَّفس أشدها ثقلاً على الطبع ، فلهذا السبب أردف ذلك التكليف بقوله ﴿ وَجَٰهِدُواْ فِي سَبِيلِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ﴿٣٥﴾ ﴾.

امام رازی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے غیر مناسب کاموں کو بحکم ﴿ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ﴾ ترک کر دینے کا حکم دیا اور مناسب کاموں کے کرنے کا بحکم ﴿ وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ﴾، فعل و ترک نفس انسانی اور اس کی چاہت پر شاق اور بھاری ہیں کہ نفس دنیا اور لذاتِ محسوسہ کی دعوت دیتا ہے اور عقل اللہ کی خدمت اور اس کی اطاعت کرنے اور محسوسات سے اعراض کی دعوت دیتی ہے، اس لئے ان دونوں حالتوں میں تضاد اور تنافی ہے اور علماء نے طلبِ دنیا اور طلبِ آخرت کو دو ضرتیں اور دو ضدیں یا مشرق و مغرب اور رات و دن سے تمثیل دی ہے اور چونکہ ﴿ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ﴾ شاق ہے اور ﴿ وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ﴾ پر عمل کرنا نفس پر بہت شاق ہے اور طبعیت پر بہت بھاری اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا: اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ (۲)

۱- تفسير الرازي (۵۸۸/۳)، الخازن (۳۹/۲)

۲- تفسير الرازي (۵۸۹/۳)



رابعاً: بلکہ اگر دعا بوسیلہ فلاں مراد ہوتی تو اس میں کوئی مشقت نہیں بلکہ اعمال میں ثقل و مشقت ہے جبھی تو کوشش و سعی کا حکم ہوا تاکہ فلاح نصیب ہو۔

وخامساً: ایضاً جہاد فی سبیل اللہ بھی اس برہمنی عقیدے کے خلاف ہے بلکہ ان کے عقیدے کے موافق کسی محنت کی ضرورت نہیں صرف توسل لیا جائے۔ دشمن خود بخود دفع ہو جائیں گے۔

قال ابن جرير : يقول جل ثناؤه للمؤمنين به وبرسوله: وجاهدوا، أيها المؤمنون، أعدائي وأعداءَكم في سبيلي، يعني في دينه وشَرِيعته التي شرعها لعباده، وهي الإسلام. يقول: أتْعِبُوا أنفسكم في قتالهم وحملهم على الدخول في الحنيفية المسلمة.

ابن جریر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں اور اپنے رسول ﷺ کو فرمایا: اے ایمان دارو میرے اور اپنے دشمن کے ساتھ جہاد کرو۔ في سبيلي یعنی میرے دین اور شریعت جو بندوں کے لئے تجویز کی۔ یعنی اسلام کے لئے۔ مقصد ہے۔ دشمنوں کے ساتھ لڑائی کرنے میں اور لوگوں کو اسلام میں لانے کے لئے اپنے آپ سے محنت کراؤ۔[1]

وسادساً وسابعاً: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ... ﴾ یہاں بھی واضح کیا کہ کفار معاوضہ میں دولت دینا چاہیں گے مگر کوئی فائدہ نہ ہوگا اور نہ جہنم سے وہ نکل سکیں گے اس لئے کہ ان کے پاس عمل نہیں۔ آپ ان کے مقابلہ میں اعمال سے فلاح حاصل کریں۔ ان دو آیتوں کا پہلی آیت کے ساتھ اسی طرح ربط ہوتا ہے۔

قال ابو السعود فی تفسيره على هامش التفسير الكبير :"﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ... ﴾ كلامٌ مبتدأٌ مَسوقٌ لتأكيدِ وجوب الإمتثال بالأوامر السابقة وترغيب المؤمنين فى المسارعة إلى تحصيل الوسيلة إليه عزوجل قبل انقضاء أو أنه ببيان استحالة توسل الكفار يوم القيامة بأخرى الوسائل إلى النجاة من العذاب فضلا عن نيل الثواب. وهكذا فى روح المعانى وفى ابن جرير يقول لهم جل ثنائه فلا تطمعوا أيها الكفرة فى قبول الفدية منكم ولا فى خروجكم من النار بوسائل آبائكم عندى بعد دخولكم إن أنتم متم على كفركم الذى أنتم عليه ولكن توبوا إلى الله توبة نصوحا.

ابو السعود اپنی تفسیر میں کہتے ہیں:﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ... ﴾ نیا کلام ہے،اس سے پہلے مذکورہ اوامر کے امتثال کی تاکید ہے اور ایمانداروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ حاصل کرنے کی ترغیب ہے کہ وقت گزرنے سے پہلے حاصل کرلیا جائے کیونکہ کفار کو عذاب سے بچنے کیلئے قیامت کے دن وسائل و ذرائع نجات نہیں دلا سکیں گے،ثواب حاصل کرنا تو کجا"روح المعانی"میں اسی طرح ہے،ابن جریر میں ہے: اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا اے کافرو یہ توقع نہ رکھو کہ تم سے فدیہ لے لیا جائے گا اور نہ یہ کہ

---

[1] - تفسير الطبري (٦/١٢٧) ، روح المعانى (٦/١١٥-١١٦) ، تفسير ابن جرير (٦/٢٧٧)



تم کو آگ سے تمہارے آباء کے وسیلے سے نکال دیا جائے گا اس کے بعد کہ تم اس میں کفر پر مر کر داخل ہو چکے ہو۔ہاں اللہ کی طرف خالص رجوع کرو۔(۱)

بلکہ ابن جریر کے کلام سے ظاہر ہوا کہ کسی شخصیت کا توسل کافر کی رسم ہے اور اس آیت میں اس کی تردید ہے۔ وهو السابع.

وثامناً: ﴿ وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقْطَعُوٓاْ أَيْدِيَهُمَا ... ﴾ (المائدة: ٣٨) چور مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

یہاں تمثیل بیان ہے کہ یہ بھی ایک گناہ ہے، سزا کے سوا اس کیلئے کوئی صورت نہیں اور توبہ کے سوا اس کیلئے کوئی چارہ نہیں۔ یہ سب کچھ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آیت مبحوثہ میں عمل کر کے اللہ کے ہاں قرب حاصل کرنے کا حکم ہے۔

وتاسعاً: اور توبہ کے ساتھ اصلاح کو ذکر فرما کر واضح کر دیا کہ یہی عمل صالح وسیلہ ہے جس سے بندہ اپنے مالک کے قریب ہوتا ہے۔

وعاشراً: آخری آیت میں اللہ نے اپنی مشیت اور مرضی کو بیان کیا ہے کہ جس کو چاہے عذاب کرے اور جس کو چاہے بخش دے، تو پھر بحق فلاں یا فلاں کا کیا فائدہ نیز ایک جگہ فرمایا کہ:

﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ ٱلْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَٰلِمُونَ ﴿١٢٨﴾ ﴾ (آل عمران)

آپ کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں چاہے تو ان پر رجوع کرے یا ان کو عذاب دے کہ یہ ظالم ہیں۔

پس اس معنی کیلئے آپ ﷺ بھی کچھ اختیار نہیں رکھتے ہیں تو پھر دوسرے کا توسل کیا کام دے گا۔

والحادي عشر: ان آیات کا ماقبل سے بھی تعلق ہے۔

قال الشيخ ابوحيان الأندلسی فی تفسيره البحر المحيط : مناسبة هذه الآية لما قبلها ، أنه تعالى لما ذكر جزاء من حارب الله ورسوله وسعى في الأرض فساداً من العقوبات الأربع ، والعذاب الأليم المعد لهم في الآخرة ، أمر المؤمنين بتقوى الله ، وابتغاء القربات إليه ، فإن ذلك هو المنجي من المحاربة والعقاب المعد للمحاربين .

الشیخ ابوحیان الاندلسی اپنی تفسیر "البحر المحیط" میں فرماتے ہیں اس آیت کی ماقبل کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں چار سزاؤں اور آخرت میں عذاب الیم کا ذکر فرمانے کے بعد مؤمنین کو تقویٰ اور اس کا قرب حاصل کرنے کا حکم دیا کہ یہی حکم اللہ سے جنگ اور عذاب سے نجات دے سکتا ہے۔(۲) پس یہاں عمل ہی مراد ہے۔

والثاني عشر: قال الرازی : كأنه قيل : قد عَرَفْتُمْ كمال جَسَارَةِ اليَهُودِ على المَعَاصِي والذُّنُوب وبُعْدهم عن الطَّاعَات الَّتِي هِيَ الوَسَائِلُ لِلْعَبْدِ إِلَى الرَّبِّ ، فكُونُوا أيُّها المُؤمِنُون بالضِّدِّ مِنْ ذَلِكَ فاتَّقوا معَاصِي اللهِ ، متوسلين إِلَى الله بالطَّاعات اللهِ.

۱- تفسير أبي السعود (۳/۵٦۷-۵٦۸)

۲- تفسير البحر المحيط (۳/٤۷۱-٤۷۲)



امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: گویا کہ تم جانتے ہی ہو کہ یہودی گناہوں اور معاصی پر کتنی جسارت کرتے ہیں اور اطاعت سے بعید تر ہیں جو کہ رب تک انسان کا وسیلہ اور ذریعہ ہے، اے ایمان والو تم ان کے خلاف ہو جاؤ اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرو اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے وسیلے سے اللہ کا قرب و نزدیکی حاصل کرو۔([1])

اور اگر اہلِ بدع کا توسل مراد ہے تو پھر مضمون کی ترتیب نہیں بنتی اور نہ ہی یہود کے اس غلط راستہ کے مقابلہ میں کوئی صحیح راستہ بیان ہوتا ہے۔

والثالث عشر: قال الرازي أيضاً: أنه تعالى حكى عنهم أنهم قالوا ﴿...نَحْنُ أَبْنَٰٓؤُاْ ٱللَّهِ وَأَحِبَّٰٓؤُهُۥ ...﴾ (المائدة: ١٨) أي ابناء أنبياء الله، فكان إفتخارهم بأعمال آبائهم، فقال تعالى: يا أيها الذين آمنوا ليكن مفاخرتكم بأعمالكم لا بشرف آبائكم وأسلافكم، ﴿... ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱبْتَغُوٓاْ إِلَيْهِ ٱلْوَسِيلَةَ ...﴾، والله أعلم.

نیز امام رازی کہتے ہیں: اللہ نے یہود کا یہ مقولہ نقل فرمایا: ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے محبوب یعنی اس کے انبیاء کے بیٹے ہیں، ان کا افتخار اپنے آباء کے اعمال پر تھا، اس لئے اللہ نے فرمایا اے ایمان والو تمہاری مفاخرت اعمال کے ساتھ ہے، شرفِ آباء پر نہیں، اس لئے اللہ سے ڈرو اور اس کا قرب تلاش کرو۔ واللہ اعلم

بعینہ یہی حال ہے ان توسل والوں کا، پس یہ آیت ان کی دلیل نہیں بلکہ کئی وجوہ سے ان کے غلط عقیدے کی تردید کرتی ہے۔

الدليل الثاني: ﴿...وَكَانُواْ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ...﴾ (البقرة: ٨٩)

اس سے پہلے (یہود) کافروں کے خلاف فتح کی درخواست کرتے تھے۔

أقول بتوفيق جل وعلا: اس آیت میں کوئی ایسا ذکر نہیں کہ فلاں وفلاں کے واسطے سے دعا مانگتے تھے یا مانگی جائے۔

ثانياً و ثالثاً: جس روایت کی بناء پر یہ تفسیر کی گئی ہے کہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے واسطہ سے دعا مانگتے تھے وہ بناوٹی ہے، ہم اس کو نقل کر کے اس پر کلام کرتے ہیں۔

أخرج الحاكم في مستدركه: أخبرني الشيخ أبو بكر بن إسحاق، أنبأ محمد بن أيوب، حدثنا يوسف بن موسى، حدثنا عبد الملك بن هارون بن عنترة، عن أبيه، عن جده، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: « كانت يهود خيبر تقاتل غطفان، فكلما التقوا هزمت يهود خيبر فعاذت اليهود بهذا الدعاء: اللّٰهُمَّ إنا نسألك بحق محمد النبي الأمي الذي وعدتنا أن تخرجه في آخر الزمان، إلا نصرتنا عليهم. قال: فكانوا إذا التقوا دعوا بهذا الدعاء، فهزموا غطفان، فلما بعث النبي ﷺ كفروا به، فأنزل الله: ﴿...وَكَانُواْ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُواْ كَفَرُواْ بِهِۦ فَلَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٨٩﴾﴾ (البقرة ٨٩)

---

[1]- تفسير الرازي (٣/٥٨٨)

حاکم "مستدرک" میں روایت کرتے ہیں مجھے شیخ ابو بکر بن اسحٰق نے خبر دی، کہا مجھے محمد بن ایوب نے خبر دی، کہا ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں عبد الملک بن ہارون نے حدیث بیان کی وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے وہ سعید بن جبیر سے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: خیبر کے یہودی غطفان سے لڑتے جب یہودِ خیبر کو شکست ہو جاتی تو یہ دعا مانگتے، اے اللہ ہم آپ سے بحقِ محمد سوال کرتے ہیں جو کہ نبی امی ہے۔ آپ نے ہم سے اس کا وعدہ کیا ہوا ہے کہ آخر زمانہ میں اس کو بھیجے گا، اے اللہ ہمیں ان پر نصرت عطا فرما جب دشمن سے ملاقات ہوتی تو یہ دعا مانگتے اور غطفان کو شکست دیتے۔ جب نبی علیہ السلام مبعوث ہوئے تو آپ کا انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ پہلے آپ کے واسطہ سے کافروں کے خلاف فتح کی دعا مانگتے تھے۔ (1)

یہ عبد الملک مشہور جھوٹا ہے حدیثیں خود گھڑتا تھا۔

ففی مختصر ضعفاء ابن حبان: كان يضع الحديث لا يحل كتب حديثه إلا على جهة الإعتبار. (2)

مختصر ضعفاء ابن حبان میں ہے: یہ حدیث وضع کرتا تھا اس کی حدیث لکھنا حلال نہیں اِلاّ یہ کہ اعتبار کی جہت سے نقل ہو۔

وذكره العقيلي فى الضعفاء: وحدث عن البخارى قال منكر الحديث وعن أحمد ضعيف الحديث وعن بهز بن اسد و ابن معين كذاب.

عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے اور بخاری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا یہ منکر الحدیث ہے، احمد نے ضعیف الحدیث کہا، بہز بن اسد اور ابن معین نے کذاب کہا۔ (3)

وكذالك حكاه ابن أبى حاتم فى الجرح والتعديل: عن أحمد وابن معين وعن أبيه قال متروك الحديث ذاهب الحديث.

ابن ابی حاتم نے "الجرح والتعدیل" میں احمد اور ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح نقل کیا اور اپنے باپ (ابو حاتم) سے بیان کیا کہ اس نے کہا یہ متروک الحدیث، ذاہب الحدیث ہے۔ (4)

وقال السعدى : دجال كذاب ، وقال صالح بن محمد جزاة عامة حديثه كذب وضعفه يعقوب بن سفيان وذكره الساجى وابن الجارود وابن شاهين فى الضعفاء وقال أبونعيم يروى عن أبيه المناكير. كذا فى اللسان، وقال الدار قطنى: متروك يكذب. كذا فى التهذيب والميزان وقال النسائى فى كتاب الضعفاء والمتروكين: متروك الحديث وقال ابن تيمية فى الوسيلة من المعروفين بالكذب.

سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ دجال اور کذاب ہے، صالح بن محمد جزات نے کہا اس کی عام حدیثیں جھوٹی ہیں اور اسے یعقوب بن سفیان نے ضعیف کہا۔ ساجی، ابن الجارود، ابن شاہین نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا۔ ابو نعیم کہتے ہیں: یہ اپنے باپ سے مناکیر

1- المستدرك على الصحيحين للحاكم (٢/٢٦٣) حديث رقم (٢٩٩٧)

2- مختصر ضعفاء ابن حبان (قلمى) (ص ٦٨)

3- الضعفاء للعقيلى (قلمى) (٢/٢١)

4- الجرح والتعديل لإبن أبى حاتم (٢/٣٧٤) قسم (٢)



روایت کرتا ہے، "لسان" میں اسی طرح ہے۔ دار قطنی نے کہا متروک ہے، جھوٹ بولتا ہے، تہذیب اور "میزان" میں اسی طرح ہے، نسائی "کتاب الضعفاء والمتروکین" میں کہتے ہیں، متروک الحدیث ہے۔ امام ابن تیمیہ نے "الوسیلة" میں کہا یہ معروفین بالکذب میں سے ہے۔(۱)

پس اس حدیث کے موضوع و بناوٹی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ خود امام حاکم جو "مستدرک" میں اس روایت کو لائے ہیں وہ اس عبدالملک بن ہارون کے متعلق کہتے ہیں کہ:

ذاهب الحديث جداً. وقال في المدخل روى عن أبيه أحاديث موضوعة ، كذا في اللسان.

ذاہب الحدیث جدا ہے، اور المدخل میں کہا: اپنے باپ سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ لسان میں اسی طرح ہے۔(۲)

اہلِ علم نے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ پر اس روایت کی وجہ سے تنقید کی ہے۔

قال ابن تيمية في الوسيلة : وهذا الحديث رواه الحاكم في مستدركه وقال: "أدت الضرورة إلى إخراجه". وهذا مما أنكر عليه العلماء فإن عبد الملك بن هارون من أضعف الناس وهو عند أهل العلم بالرجال متروك بل كذاب وقد تقدم (يعني ص ۸۸) ماذكره يحيي بن معين وغيره من الأ ئمة في حقه قلت وهذا الحديث من جملتها.

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "الوسیلة" میں کہتے ہیں: اس حدیث کو حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "المستدرک" میں روایت کیا اور کہا ایک ضرورت کی بناء پر اس کی تخریج ہوئی ہے ورنہ اس کو علماء نے منکر قرار دیا ہے کہ عبدالملک بن ہارون علماء کے ہاں ضعیف ترین روایت میں سے ہے اور متروک ہے بلکہ کذاب ہے اور یحیی بن معین وغیرہ ائمہ کی اس کے بارے میں جرح پہلے گزر چکی ہے، میں کہتا ہوں یہ حدیث بھی انہیں میں سے ہے۔(۳)

نیز امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "تلخيص المستدرك" حاکم کی تردید کی ہے کہ: قلت لاضرورة إلى ذلك فعبد الملك بن هارون متروك هالك. میں کہتا ہوں اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ عبدالملک بن ہارون متروک برباد ہے۔(۴)

پس اس وضعی و جعلی روایت پر اپنے عقیدے کی بنیاد رکھنا اہلِ ایمان کا کام نہیں۔ یہ تو سراسر زنادقہ واہلِ بدعت نے اسلام کو ڈھانے اور مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے کیلئے روایتیں گھڑی ہیں، ان سے قطعی پرہیز کرنا چاہئے۔ وهوالثالث.

رابعاً: استفتاح کا معنی طلب الفتح ہے۔ قال الله تعالىٰ: ﴿ إِن تَسْتَفْتِحُواْ فَقَدْ جَآءَكُمُ ٱلْفَتْحُ ... ﴾ (الأنفال: ١٩) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر تم فتح طلب کرتے ہو تو تمہارے پاس فتح آ چکی ہے۔

وهكذا قال أهل اللغة ففي اللسان : والإستفتاح الإستنصار. وهكذا في جميع كتب اللغة. (۵)

۱- اللسان (٧٢/٤)، التهذيب (١٠/١١)، الميزان (٢٤٧/٣)، كتاب الضعفاء والمتروكين (قلمى) (ص ٦٦)، الوسيلة (ص ٨٨)

۲- اللسان (٧٢/٣)

۳- الوسيلة (ص ١١٩)

۴- تلخيص المستدرك حاكم (٢٦٣/٢)

۵- اللسان (٥٣٧/٢)



اہل لغت نے اسی طرح کہا "لسان" میں ہے: استفتاح، مدد طلب کرنا، جمیع کتب لغت میں ایسا ہی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اللہ سے دعا مانگتے تھے لیکن یہ کہاں ہے کہ بواسطہ فلاں اور بحق فلاں وغیرہ۔

خامساً وسادساً: بلکہ مفسرین یہی شان نزول بیان کرتے ہیں کہ یہود مشرکین سے کہتے تھے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ آخر زمانہ کے نبی ﷺ کو مبعوث فرمائے گا، ہم اس کی جماعت میں تمہارے ساتھ قتال کریں گے۔

فأخرج ابن جرير: عن على الأزدى قال اليهود كانوا يقولون اللّٰهُمَّ إبعث لنا هذا النبى يحكم بيننا وبين الناس يستفتحون يستنصرون به على الناس. وعن قتادة كانت اليهود تستفتح بمحمد ﷺ على كفار العرب من قبل وقالوا اللّٰهُمَّ إبعث هذا النبى الذى نجده فى التوراة يعذبهم ويقتلهم فلما بعث الله محمدا ﷺ فرأو أنه بعث من غيرهم كفروا به حسدا للعرب. الحديث وعن أبى العالية نحوه وعن السدى قال كانت العرب تمر باليهود فيؤذونهم كانوا يجدون محمدا فى التوراة ويسألون الله أن يبعثه فيقاتلوا معه العرب فلما جاء هم محمد ﷺ كفروا به حين لم يكن من بنى إسرائيل وعن عطاء كانوا يستفتحون على كفار العرب بخروج النبى ﷺ ويرجون أن يكون منهم فلما خرج ورأوه ليس منهم كفروا وعن مجاهد وابن زيد نحوه.

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ علی ازدی سے روایت کرتے ہیں کہ: یہود کہتے تھے اے اللہ اس نبی ﷺ کو ہمارے لئے بھیج، ہمارے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کر کے اس کے ساتھ لوگوں پر نصرت حاصل کریں گے۔ قتادہ سے ہے: یہود محمد ﷺ کے ساتھ کفار عرب پر فتح چاہتے تھے اور کہتے اے اللہ اس نبی رحمۃ اللہ علیہ کو بھیج جس کا تذکرہ ہم تورات میں پاتے ہیں وہ آ کر انہیں عذاب دے اور قتل کرے۔ جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بھیجا اور انہوں نے دیکھا کہ دوسری قوم میں سے مبعوث ہوا ہے، حسد کی بناء پر انکار کر دیا، ابو العالیہ سے اسی طرح مروی ہے۔ سدی کہتے ہیں: عرب یہود کے ساتھ گزرے تو انہیں ایذا دیتے اور یہود محمد ﷺ کا ذکر تورات میں پاتے تھے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے کہ اس کو بھیج اس کے ساتھ ہو کر عرب سے لڑیں جب ان کے پاس محمد ﷺ آ گئے تو اس کا انکار کر دیا کیونکہ وہ بنو اسرائیل سے نہیں تھا۔ عطاء سے ہے کہ کفار عرب کے خلاف نبی ﷺ کی آمد سے فتح طلب کرتے تھے اور ان کو توقع تھی کہ آپ ﷺ انہی میں سے ہوں گے، جب آپ ﷺ آئے اور ان کو پتہ چلا کہ آپ ﷺ ان میں سے نہیں ہیں تو انکار کر دیا، مجاہد اور ابن زید سے اسی طرح مروی ہے۔([1])

وفى تفسير ابن كثير: أي: وقد كانوا قبل مجيء هذا الرسول بهذا الكتاب يستنصرون بمجيئه على أعدائهم من المشركين إذا قاتلوهم، يقولون: إنه سيبعث نبي في آخر الزمان نقتلكم معه قتل عاد وإرم، كما قال محمد بن إسحاق، عن عاصم بن عُمَر عن قتادة الأنصاري، عن أشياخ منهم قال: قالوا: فينا والله وفيهم يعني في الأنصار وفي اليهود الذين كانوا جيرانهم، نزلت هذه القصة يعني: ﴿ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَٰبٌ مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ

---

[1] - تفسير الطبري (٤/١١-١٢)

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ... ﴾(البقـــــرة: ۸۹)

قالوا كنا قد علوناهم دهرًا في الجاهلية، ونحن أهل شرك وهم أهل كتاب، وهم يقولـون: إن نبيًا سيبعث الآن نتبعه، قد أظل زمانه، فنقتلكم معه قتل عاد وإرم. فلما بعث الله رسوله من قريش واتبعناه وكفروا بـه. يقـول الله تعالى: ﴿ ...فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾ ﴾(البقرة).

تفسیر ابن کثیر میں ہے: رسول اللہ ﷺ کے اس کتاب کو لانے سے پہلے یہودی آپ ﷺ کی آمد سے لڑائیوں کے وقت نصرت کی درخواست کرتے اور کہتے آخر زمانہ میں ایک نبی ﷺ مبعوث ہوگا ہم اس کے ساتھ ہو کر عاد قوم کی طرح تمہیں قتل کر دیں گے جیسا کہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ نے عاصم بن عمرو سے وہ قتادہ انصاری سے وہ اپنے بزرگوں سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے اور انصار اور ان کے ہمسایہ یہودیوں کے بارے میں یہ قصہ نازل ہوا یعنی: جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آ گئی ہے، اس کی تصدیق کرتی جو ان کے پاس ہے اور پہلے کافروں کے خلاف درخواست کرتے تھے جب ان کے پاس وہ آ گیا جسے انہوں نے پہچان لیا ہے تو اس کا انکار کر دیا ہے۔ کہتے ہیں ہم مشرک تھے اور یہود اہل کتاب پر زبردستی کرتے رہتے تھے تو وہ کہتے ابھی ایک نبی ﷺ مبعوث ہونے والا ہے۔ ہم اس کی اتباع کریں گے، اس کی آمد کا وقت آ چکا ہے، اس کے ساتھ ہو کر تمہیں عاد وارم کی طرح قتل کریں گے، جب اللہ نے اپنا رسول ﷺ قریش میں سے بھیجا اور ہم نے اس کی اتباع کی تو یہود نے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب ان کے پاس آ گیا جو انہوں نے پہچان لیا ہے انکار کر دیا، انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔([1])

وفى الشوكانى: والإستفتاح الإستنصار أى كانوا يطلبون من الله النصر على أعدائهم بالنبى المبعوث فى آخر الزمان الذى يجدونه عندهم فى التوراة. وهكذا فى جميع التفاسير.

تفسیر شوکانی میں ہے: استفتاح نصرت طلب کرنا یعنی اللہ سے اپنے دشمنوں کے خلاف نبی مبعوث کے ساتھ جو کہ آخر زمانہ میں ظاہر ہونا ہے جس کا ذکر تورات میں پاتے تھے مدد طلب کرتے۔([2])

اور بعض نقل شاذ میں جو اس کے خلاف مذکور ہے وہ حجت نہیں ہے۔

قال فى الوسيلة: وما ذكره بعض المفسرين من أنهم كانوا يقسمون به أو ليسالون به فهو نقل شاذ مخالف للنقول الكثيرة المستفيضة المخالفة له.

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ "الوسیلہ" میں فرماتے ہیں کہ: یہ جو بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ یہود آپ ﷺ کی قسم کھاتے تھے یا آپ ﷺ کے وسیلہ سے سوال کرتے تھے یہ شاذ نقل ہے اور نقول مستفیضہ کے خلاف ہے۔([3])

وهو السادس وسابعاً: بلکہ قرآنی سیاق ہی مضمون کو واضح کر دیتا ہے۔

---

[1]– تفسير ابن كثير (۱/۱۲٤)

[2]– فتح القدير (۱/۹۳)

[3]– الوسيلة (ص ۱۱۷)

قال اللہ تعالیٰ : ﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَٰبٌ مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا۟ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا۟ كَفَرُوا۟ بِهِۦ فَلَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٨٩﴾﴾ (البقرة)

جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آگئی ہے تصدیق کرتی ہے اس کی جو ان کے پاس ہے اور پہلے فتح طلب کرتے تھے کفر کرنے والوں کے خلاف پس جب ان کے پاس وہ آگئی جو انہوں نے پہچان لی ہے، انکار کر دیا پس اللہ کی لعنت انکار کرنے والوں پر۔

ظاہر ہے کہ یہاں بحث کتاب کی ہو رہی ہے اور وہ لوگ فتح کی دعا کرتے رہتے تھے لیکن جب وہی کتاب آئی اور اس کو پہچانا، پھر بھی کفر کر گئے یعنی مطلب یہ کہ وہ نبی ﷺ کے زمانہ کا پتہ دیتے تھے اور نزول قرآن کریم کی خبر دیتے تھے اور دعا کرتے کہ وہ جلد نازل ہو تا کہ ہم ان سے مقابلہ کریں، یہاں توسل فی الدعا کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

ثامناً وتاسعاً: خود سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح منقول ہے: أَنَّ يَهُودَ، كَانُوا يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ قَبْلَ مَبْعَثِهِ، فَلَمَّا بَعَثَهُ اللهُ مِنَ الْعَرَبِ كَفَرُوا بِهِ وَجَحَدُوا مَا كَانُوا يَقُولُونَ فِيهِ، فَقَالَ لَهُمْ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، بشر بن البراء بن مَعْرُور، أخو بني سلمة: يَا مَعْشَرُ يَهُودَ، اتَّقُوا اللهَ وَأَسْلِمُوا فَقَدْ كُنْتُمْ تَسْتَفْتِحُونَ عَلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ ﷺ، وَنَحْنُ أَهْلُ شِرْكٍ وَتُخْبِرُونَنَا أَنَّهُ مَبْعُوثٌ وَتَصِفُونَهُ لنا بِصِفَتِهِ، فَقَالَ سَلامُ بْنُ مِشْكَمٍ أَخُو بَنِي النَّضِيرِ: مَا جَاءَنَا بِشَيْءٍ نَعْرِفُهُ، وَمَا هُوَ بِالَّذِي كُنَّا نَذْكُرُكُمْ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ مِنْ قَوْلِهِمْ: ﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَٰبٌ مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا۟ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا۟ كَفَرُوا۟ بِهِۦ فَلَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٨٩﴾﴾ (البقرة)

یہود، اوس اور خزرج کے خلاف رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے فتح طلب کرتے تھے، جب اللہ نے آپ کو عربوں میں سے بھیجا، آپ ﷺ کا اور جو آپ ﷺ کے بارے میں کہتے تھے انکار کر دیا، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور سیدنا بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ جو کہ بنو سلمہ کا فرد ہے کہا: اے گروہ یہود تم اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو تم ہمارے خلاف محمد ﷺ کے ساتھ فتح طلب کرتے تھے جبکہ ہم مشرک تھے تم ہمیں بتاتے تھے کہ وہ مبعوث ہونے والا ہے اور آپ کی صفات بھی تم بیان کرتے تھے، سلام بن مشکم بنو نضیر کے ایک فرد نے کہا: یہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں لایا جو ہم جانتے ہیں اور یہ وہ نہیں ہے جس کا ہم ذکر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیات اتاری جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آگئی ہے، تصدیق کرتی ہے اس کی جو ان کے پاس ہے اور پہلے کافروں کے خلاف فتح طلب کرتے تھے جب ان کے پاس وہ آگئی ہے جسے انہوں نے پہچان لیا ہے تو اسکا انکار کر دیا ہے پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ([1])

أخرجه ابن إسحاق فی سیرته عنه قال أخبرنی محمد بن أبی محمد أخبرنی عكرمة عن ابن عباس فذكره كذا ذكر ابن كثير وأخرجه ابن جرير بسنده عن ابن اسحاق.

---

[1]- تفسير ابن أبي حاتم (٣ / ٤٩٠) حديث رقم (٩٠١)

ابن اسحاق نے اس کو اپنی سیرت میں روایت کیا ہے، مجھے محمد بن ابی محمد نے خبر دی ہے کہا مجھے عکرمہ نے خبر دی ہے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، ابن کثیر نے اسی طرح ذکر کیا ہے، ابن جریر نے اپنی سند سے ابن اسحق سے اس کو تخریج کیا۔([1])

اس روایت نے جس طرح ان کے استدلال کو باطل کر دیا ہے کہ وہ ایک قسم کی خبر دیتے تھے اوران کو نبی علیہ السلام کی بعثت سے ڈراتے تھے اسی طرح یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ جو روایت حاکم والی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ خالص جھوٹ ہے۔**وهو التاسع.**

وعاشراً والحادي عشر: وعلی التقدیر یہ مراد لیا جائے کہ وہ لوگ توسل سے دعا مانگتے تھے تو بھی سند نہیں بنتی اس لئے کہ ان کا فعل ہمارے لئے حجت نہیں ایضا۔ بالخصوص جبکہ ہماری شریعت میں یہ فعل بچند وجوہ ممنوع و حرام ہے کما ذکر۔ بلکہ سیاق خود دلالت کرتا ہے کہ قرآن ان کی تعریف نہیں کرتا بلکہ ان کی تذلیل و تحقیر کر رہا ہے کہ یہ لوگ بے ایمان ہیں۔

والثاني عشر: بلکہ علی التقدیر اگر اس کو تسلیم کر لیں اور حاکم کی روایت کو صحیح مان لیں تو بھی یہ ہوگا کہ یہ طریقۂ دعا یہود کی سنت ہے نہ کہ شیوۂ اہل اسلام "فتدبر".

والثالث عشر: اس کی مثال یوں سمجھئے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا سجدہ ہمارے لئے حجت نہیں اس طرح وہ لوگ قبروں پر مسجدیں بناتے تھے: كماحكى الله عنهم بقوله:﴿...قَالَ ٱلَّذِينَ غَلَبُواْ عَلَىٰٓ أَمۡرِهِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيۡهِم مَّسۡجِدٗا ﴿٢١﴾﴾ (الكهف) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے نقل فرمایا ہے: ان لوگوں نے کہا جو ان کے امر پر غالب تھے ہم ان پر مسجد بناتے ہیں۔

ان کا یہ فعل ہمارے لئے قابل اتباع نہیں کیونکہ ہماری شریعت میں اس فعل سے منع شدید وارد ہے۔ اسی طرح چونکہ یہ طریقہ دعا ممنوع ہے، اس لئے علی تقدیر الثبوت ان کا فعل ہمارے لئے قابل اخذ یا اتباع نہیں پس یہ آیت بھی اہل بدع کی حجت نہیں بلکہ من وجہ ان پر حجت ہے۔

والرابع عشر: اس آیت کا دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ وہ لوگ آپ علیہ السلام کے آنے اور قرآن کے نزول کی خبر دیتے تھے۔

قال الشوكاني:وقيل الإستفتاح بمعنى الفتح أي يخبرونهم بأنه سيبعث ويعرفونهم بذلك.وهكذا في روح المعاني.

امام شوکانی فرماتے ہیں: استفتاح فتح کے معنی میں ہے یعنی ان کو خبر دیتے تھے کہ وہ مبعوث ہونے والا ہے اور روح المعانی میں ایسا ہی ہے۔([2])

اس طرح تو آیت کا اس دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں رہا اور معنی سیاق کے بالکل موافق ہے۔

والخامس عشر: امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے معنی یوں بیان کئے ہیں: قال في المفردات أي يستنصرون بالله ببعثة محمد صلى الله عليه وسلم وقيل يستعملون خبره من الناس مرة ويستنبطونه من الكتب مرة وقيل يطلبون من الله بذكره الظفر وقيل كانوا يقولون أنا لننصربمحمد صلى الله عليه وسلم على عبدة الأوثان. ([3])

---

[1]– ابن كثير(١٢٤/١)

[2]– فتح القدير (٩٥/١) ، روح المعاني (ج ١)

[3]– المفردات (ص ٣٧٧)

"مفردات" میں کہا اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کرتے تھے کہ وہ محمد ﷺ کو مبعوث کرے۔ کہا گیا ہے کبھی آپ ﷺ کی خبر لوگوں سے استعمال کرتے اور کبھی کتاب سے استنباط کرتے اور کہا گیا اللہ سے آپ ﷺ کے ذکر کے ساتھ مدد طلب کرتے تھے، کہا گیا یوں محمد ﷺ کے ساتھ بت پرستوں کے خلاف ہماری مدد کی جائے گی۔

پہلے معنی کے سوا باقی معنوں کو قیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، مگر کسی سے وہ معنی نہیں نکلتا جس سے اہل بدعت کے مدعی کو تائید ملتی ہو یا اثبات ہوتا ہو۔

الدليل الثالث: یوں بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے طفیل دعا مانگی تھی ان کی مغفرت ہوئی۔

اقول بتأييده تعالي: یہ سراسر جھوٹ ہے خود قرآن نے اس کے خلاف دعا بتائی ہے کما مر۔ اس میں ایسا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ثانیاً جس روایت کی بناء پر کہا گیا ہے اس کو عام لوگ ذکر کرتے رہتے ہیں مگر یہ قطعاً ثابت نہیں ہم اس کو باسناد ذکر کر کے اس پر کلام کرتے ہیں۔

أخرج الحاكم في المستدرك : قال حدثنا أبو سعيد عمرو بن محمد بن منصور العدل ، ثنا أبو الحسن محمد بن إسحاق بن إبراهيم الحنظلي ، ثنا أبو الحارث عبد الله بن مسلم الفهري ، ثنا إسماعيل بن سلمة ، أنبأ عبد الرحمن بن زيد بن أسلم ، عن أبيه ، عن جده ، عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه ، قال : قال رسول الله ﷺ : لما اقترف آدم الخطيئة قال : يا رب أسألك بحق محمد لما غفرت لي ، فقال الله : يا آدم ، وكيف عرفت محمدا ولم أخلقه ؟ قال : يا رب ، لأنك لما خلقتني بيدك ونفخت في من روحك رفعت رأسي فرأيت على قوائم العرش مكتوبا لا إله إلا الله محمد رسول الله فعلمت أنك لم تضف إلى اسمك إلا أحب الخلق إليك ، فقال الله : صدقت يا آدم ، إنه لأحب الخلق إلي ادعني بحقه فقد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك.[1]

حاکم نے "المستدرک" میں روایت کیا کہ ہمیں ابو سعید عمرو بن محمد بن منصور العدل نے حدیث بیان کی کہا ہمیں ابو الحسن محمد بن اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے حدیث بیان کی کہا ہمیں ابو الحارث عبد اللہ بن مسلم فہری نے حدیث بیان کی کہا ہمیں اسماعیل بن سلمہ نے حدیث بیان کی کہا ہمیں عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے خبر دی وہ اپنے باپ سے وہ اس کے دادا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدم نے گناہ کا ارتکاب کیا تو کہا اے رب میں بحق محمد ﷺ آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا اور میں نے اس کو پیدا نہیں کیا ہے، کہا اے پروردگار جب آپ نے مجھے پیدا کیا اور میرے اندر اپنی روح پھونکی میں نے سر اوپر اٹھایا تو عرش کے پائے پر لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں نے جان لیا کہ آپ نے اسے اپنے نام کے ساتھ جو ملایا ہے تو سب مخلوق میں آپ کو محبوب ہے، اللہ نے فرمایا آدم تو سچ کہتا ہے واقعی یہ مخلوق میں سب سے زیادہ مجھے محبوب ہے، اس کے حق سے دعا کر میں نے تجھے بخش دیا، اگر محمد ﷺ نہ

---

[1] (موضوع) السلسلة الضعيفة (٢٥) ، المستدرك على الصحيحين للحاكم (٢/٦١٥) حديث رقم (٤١٩٤)



ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

وأخرج أبو بكر الآجرى فى كتاب الشريعة : قال حدثنا ابو الحارث الفهرى قال أخبرنى سعيد بن عمرو قال حدثنا أبو عبدالرحمن بن عبدالله بن إسماعيل بن بنت أبى مريم قال حدثنى عبد الرحمن بن زيد بن أسلم عن أبيه عن جده عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فذكر نحوه.

ابو بکر آجری نے "کتاب الشریعه" میں اس کو روایت کیا کہا ہمیں ابو بکر بن ابی داوٗد نے حدیث بیان کی کہا ہمیں ابو الحارث فہری نے حدیث بیان کی کہا مجھے سعید بن عمرو نے حدیث بیان کی کہا ہمیں ابو عبد الرحمن بن عبد اللہ بن اسماعیل بن ابی مریم نے حدیث بیان کی کہا مجھے عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے حدیث بیان کی، وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اور اسی طرح ذکر کیا۔ (1)

یہ روایت سنداً باطل ہے اور دونوں سندوں کا مدار عبد الرحمن بن زید بن اسلم ہے جو مشہور ضعیف اور مجروح ہے۔

فقد ضعفه أحمد وابن المدينى والبخارى وأبوداؤد والنسائى وأبوحاتم وأبوزرعة وابن سعد والجوزجانى وقال ابن معين ليس حديثه بشئ وقال ابن خزيمة ليس هو ممن يحتج أهل العلم بحديثه لسوء حفظه وقال الساجى هومنكر الحديث وقال الطحاوى حديثه عند أهل العلم بالحديث فى النهاية من الضعف وقال الحاكم وأبونعيم روى عن أبيه أحاديث موضوعة. كذا فى التهذيب.

اس کو احمد، ابن مدینی، بخاری، ابوداوٗد، نسائی، ابوحاتم، ابوزرعہ، ابن سعد اور جوزجانی نے ضعیف کہا اور ابن معین نے کہا اس کی حدیث لیس بشئی ابن خزیمہ نے کہا: یہ ان میں سے نہیں جس کی حدیث کو اہل علم حجت جانتے ہیں کہ اس کا حافظہ خراب ہے۔ ساجی نے کہا: یہ منکر الحدیث ہے، طحاوی نے کہا: اس کی حدیث علم حدیث کے علماء کے ہاں نہایت ضعیف ہے۔ حاکم اور ابو نعیم نے کہا: اپنے باپ سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے، تہذیب میں اسی طرح ہے۔ (2)

وذكره الذهبى فى الميزان : حديثا وقال هذا حديث منكر، وقال ابن الجوزى فى الموضوعات إتفقوا على تضعيفه وذكره العقيلى فى الضعفاء.

حافظ ذہبی نے "میزان" میں اس کی ایک حدیث ذکر کی اور کہا یہ حدیث منکر ہے۔ ابن الجوزی نے الموضوعات میں کہا: اس کی تضعیف پر علماء نے اتفاق کیا ہے، عقیلی نے اس کو "الضعفاء" میں ذکر کیا ہے۔ (3)

اور امام ابن تیمیہ نے بھی "الوسیلہ" میں کہا ہے کہ: ضعيف بإتفاقهم، يغلط كثيراً. (4) باتفاق علماء ضعیف ہے بہت غلطی کرتا ہے۔

1- كتاب الشريعة للآجرى (ص ٤٢٧)

2- التهذيب (١٧٩/٦-١٧٨)

3- الميزان للذهبى (١٠٦/٢) ، العقيلى فى الضعفاء (قلمى) (٦٨٥/١)

4- الوسيلة (ص ٨٩)



وفی مختصرضعفاء ابن حبان : کان یقلب الأخبار وھو لا یعلم حتی کثر ذلك فی روایته مع رفع المراسیل وإسناد الموقوف فاستحق الترك، وفی کشف الأحوال للمدراسی ضعیف بالإتفاق.(1)

"مختصرضعفاء ابن حبان" میں ہے: بے علمی سے احادیث تبدیل کر دیتا تھا، اس کی روایت میں ایسا بہت ہے، مراسیل کو مرفوع کر دینا اور موقوف کو مسند بنا دینا، لہٰذا ترک کا مستحق ہے۔ کشف الاحوال للمدراسی میں ہے۔ باتفاق ضعیف ہے۔

پس جو راوی بالاتفاق اہل علم ضعیف ہو اور موضوعات کا راوی ہو تو اس کی روایت معتبر نہیں لہٰذا اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ حافظ ذہبی تلخیص "المستدرک" میں صاف فرماتے ہیں کہ: قلت بل موضوع وعبد الرحمن واہ...رواہ عبداللہ بن مسلم الفھری ولا أدری من ذاعن إسماعیل بن مسلمة عنه.

میں کہتا ہوں بلکہ موضوع ہے اور عبد الرحمن کمزور ہے اس کو عبد اللہ بن مسلم فہری نے روایت کیا میں نہیں جانتا یہ کون ہے اسماعیل بن مسلمہ سے وہ اسی سے۔ اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو موضوع ثابت کیا ہے۔(2)

وقال : فھذا ما أنکرہ علیه أئمة العلم بالحدیث. اس پر ائمہ حدیث نے اس کا انکار کیا ہے۔

نیز "میزان" میں بھی اس خبر کو باطل کہا ہے۔

و أقرہ علی ذلك صاحب اللسان. صاحب لسان نے بھی اسی کو برقرار رکھا۔(3)

ثالثا: امام ذہبی کے کلام سے اس روایت میں دوسری علت بھی ظاہر ہوئی وہ یہ کہ عبد اللہ بن مسلم فہری مجہول ہے اور یہ ابو بکر آجری کی سند میں بھی واقع ہے اور بقول صاحب اللسان (صفحہ مذکورہ) یہ عبد اللہ بن مسلم بن رشید ہے جس کے متعلق میزان میں ہے کہ: ذکرہ ابن حبان متھم بوضع الحدیث وقال حدثنا عنه جماعة یضع علی لیث ومالك وابن لھیعة لایحل کتب حدیثه ونحوہ فی مختصرضعفاء ابن حبان وزاد وھو الذی یروی عن ابن ھدبة نسخة کلھا معمولة وفی تنزیه الشریعة لأبی الحسن الکتانی متھم بالوضع.(4)

ابن حبان نے اس کو ذکر کیا ہے، وضع حدیث میں متہم ہے اور کہا ہمیں اس سے ایک جماعت نے حدیث بیان کی، لیث اور مالک اور ابن لہیعۃ پر حدیث وضع کرتا تھا، اس کی حدیث لکھنا حلال نہیں ہے۔ "مختصر ضعفاء ابن حبان" میں اسی طرح ہے اور یہی ابن ہدبہ سے ایک نسخہ روایت کرتا ہے جو کہ سب بناوٹی ہے، "تنزیه الشریعه" میں ہے متہم بالوضع ہے۔

اس سے مزید تشفی ہوئی کہ یہ روایت گھڑی ہوئی ہے "قبحه الله من وضعه".

ورابعاً: الآجری کی سند میں ابو عبد الرحمن بن عبد اللہ بن اسماعیل ہے جس کا حال معلوم نہیں اور غیر معروف راوی کی

1- مختصرضعفاء لإبن حبان (قلمی) (ص ٦٦) ، کشف الأحوال للمدراسی (ص ٦٦)

2- الوسیلة (ص ٧٨-٧٩)

3- اللسان (٣/٣٦٠)

4- میزان (٢/ ٥٠٣)، ضعفاء ابن حبان (٦٤)، تنزیه الشریعة (٢/ ٧٦).



روایت حجت نہیں، بالخصوص عقائد کے مسائل ہیں۔

خامساً: سند میں اضطراب معلوم ہوتا ہے۔ حاکم کی سند میں۔ابو حارث الفسری کہتا ہے:حدثنا اسماعيل بن مسلمة أنباء عبدالرحمن بن زيد بن أسلم. ترجمہ: ہمیں اسماعیل بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، ہمیں عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے خبر دی۔

اور آجری کی سند میں کہتا ہے کہ: أخبرني سعيد بن عمرو قال حدثنا أبو عبدالرحمن بن عبدالله بن إسماعيل بن بنت أبي مريم قال حدثني عبد الرحمن بن زيد بن أسلم.

مجھے سعید بن عمرو نے خبر دی کہا ہمیں ابو عبد الرحمن بن عبد اللہ بن اسماعیل بن بنت ابی مریم نے حدیث بیان کی کہا مجھے عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے حدیث بیان کی، پس یہ روایت کسی طرح قابل التفات نہیں۔

وسادساً: بلکہ ابو بکر الآجری نے "كتاب الشريعة" میں اس روایت کو ابو الزناد، عبد اللہ بن ذکوان تابعی کا قول بنایا ہے: قال: أنبأنا أبو أحمد هارون بن يوسف بن زياد التاجر قال: حدثنا أبو مروان العثماني قال: حدثني أبي عثمان بن خالد عن عبد الرحمن بن أبي الزناد ، عن أبيه قال: «من الكلمات التي تاب الله بها على آدم عليه السلام إنه قال : أللّٰهُمَّ إني أسألك بحق محمد صلى الله عليه وسلم عليك فذكر نحوه.

کہا ہمیں ابو احمد ہارون بن یوسف بن زیاد التاجر نے خبر دی، کہا ہمیں ابو مروان عثمانی نے حدیث بیان کی، مجھے ابن عثمان بن خالد نے حدیث بیان کی وہ عبد الرحمن بن ابی الزناد سے وہ اپنے باپ سے کہتا ہے: سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ ان کلمات سے ہوئی: اے اللہ میں آپ سے بہ حق محمد سوال کرتا ہوں۔[1]

اور یہ سند بھی ہالک ہے۔ابن عثمان بن خالد، دراصل یہ طباعت یا کتابت کی غلطی ہے اور سند اسی طرح ہے کہ:"حدثني أبي عثمان بن خالد عن عبد الرحمن بن أبي الزناد عن أبيه".

اس لئے کہ ابو مروان کی اپنے باپ عثمان بن خالد سے روایت کرنا مشہور ہے اور ابن ابی زناد سے بھی عثمان کی روایت ہے"كما هو الظاهرمن الشيوخ والأصحاب المذكورين في التهذيب" وغيره.

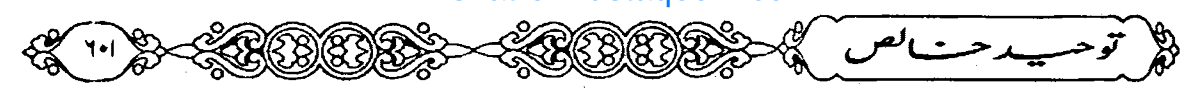
پس **اولاً:** ابو مروان محمد بن عثمان بن خالد العثمانی اگرچہ فی نفسہ صدوق ہے لیکن:قال صالح بن محمد الأسدي:"ألا أنه يروي عن أبيه المناكير" وقال الحاكم في حديثه بعض المناكير وقال ابن حبان يخطي ويخالف كذا في لتهذيب.

صالح بن محمد اسدی کہتے ہیں: یہ اپنے باپ سے مناکیر روایت کرتا ہے، حاکم نے کہا اس کی حدیث میں کچھ مناکیر ہیں۔ ابن حبان نے کہا خطا کرتا ہے اور مخالفت کرتا ہے، "تہذیب" میں اسی طرح ہے۔[2]

ثانیاً: اس کا باپ عثمان بن خالد تو مشہور ہے۔

[1] - كتاب الشريعة (٤٢٢) رقم: ٩٣٨).

[2] - التهذيب (٩/ ٣٣٦).



قال فی التقریب: متروك الحديث وقال البخاری وأبوحاتم والحاكم أبو أحمد منكر الحديث وقال النسائی ليس بثقة وقال العقيلی الغالب علي حديثه الوهم وری له ابن عدی أحاديث وقال وله غيرماذكرت وكلها غير محفوظة وقال الساجی عنده مناكير وقال الحاكم أبو عبدالله وأبو نعيم الأصبهانی حدث عن مالك بأحاديث موضوعة وقال ابن حبان يروی المقلوبات عن الثقات لايجوز الإحتجاج به كذا فی التهذيب.

"تقریب" میں کہا متروک الحدیث ہے، بخاری اور ابو حاتم، حاکم ابو احمد نے کہا منکر الحدیث ہے، نسائی نے کہا اس کی حدیث پر وہم غالب ہے، ابن عدی نے اس کی کئی احادیث روایت کیں، کہا اس کے علاوہ بھی اس کی روایات ہیں اور سب غیر محفوظ ہیں، ساجی نے کہا اس کے پاس مناکیر ہیں۔ حاکم ابو عبد اللہ اور ابو نعیم اصبہانی نے کہا مالک سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ ابن حبان نے کہا مقلوبہ روایات ثقات سے روایت کرتا ہے، قابل احتجاج نہیں ہے۔[1]

وثالثاً: عبد الرحمن بن ابی الزناد متغیر الحفظ ہے کما فی التقریب۔ اگرچہ سند بھی باطل و مردود ہے مگر اس نے پہلی روایت کو مزید رد کیا یعنی مقطوع ہے۔ صحابی تک بھی نہیں پہنچتی اور جرح کے لحاظ سے اس پہلی سے کچھ بہتر ہے پس وہ روایت موضوع مضطرب مفروضہ اور مختلف ہے بلکہ اضطراب دوسری طرح بھی پایا گیا ہے یعنی کوئی راوی اس کو "عن عبد الرحمٰن بن زيد بن أسلم عن أبيه عن عمر بن الخطاب" مرفوعاً روایت کرتا ہے تو کوئی "عن عبد الرحمٰن بن أبي الزناد عن أبيه". مقطوعاً روایت کرتا ہے۔ وهذا يكذب ذا وذا يبطل هذا. والحمد لله.[2] وهو السابع

وثامناً: مستدرک للحاکم میں دوسری حدیث ہے: حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا الحسن بن علي بن عفان، ثنا الحسن بن عطية، ثنا الحسن بن صالح، عن المنهال بن عمرو، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس رضي الله عنهما، ﴿فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِۚ﴾ قال: أي رب ألم تخلقني بيدك؟ قال: «بلى». قال: أي رب، ألم تنفخ في من روحك؟ قال: «بلى». قال: أي رب ألم تسبق رحمتك غضبك؟ قال: «بلى». قال: أرأيت إن تبت وأصلحت أراجعي أنت إلى الجنة؟ قال: «بلى». قال: فهو قوله ﴿فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ﴾ (البقرة: ٣٧). [3]

کہا ہمیں ابو العباس محمد بن یعقوب نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں حسن بن علی بن عفان نے حدیث بیان کی، ہمیں حسن بن عطیہ نے حدیث بیان کی ہمیں حسن بن صالح نے حدیث بیان کی وہ منہال بن عمرو سے وہ سعید بن جبیر سے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے کہا کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے کہا: اے پروردگار آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے نہیں پیدا کیا؟ فرمایا: کیوں نہیں، اے پروردگار کیا آپ نے میرے اندر اپنی روح نہیں پھونکی؟ فرمایا: کیوں نہیں کہا اے پروردگار کیا مجھے آپ نے بہشت میں جگہ نہیں دی؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ کہا: کیا آپ کی رحمت غصہ پر غالب نہیں ہے؟ فرمایا کیوں نہیں۔ آدم نے کہا اگر میں توبہ کروں

---

[1] - التقريب (٣٥٢).

[2] - التقريب (٣٠٨).

[3] - مستدرك الحاكم (٢/ ٥٤٥)، وقال الحاكم: (صحيح الإسناد).

اور نیکی کروں کیا آپ مجھے جنت میں واپس لے جائیں گے ؟ فرمایا کیوں نہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان اسی بارے میں ہے: ﴿فَتَلَقَّىٰ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ﴾۔

ابن جریر نے اس کو ذکر کیا ہمیں ابو کریب نے حدیث بیان کی کہا ہمیں ابن عطیہ نے حدیث بیان کی وہ قیس سے وہ ابن ابی لیلیٰ سے وہ منہال بن عمرو سے وہ سعید بن جبیر سے۔ اس حدیث کے متعلق امام حاکم نے کہا ہے کہ:

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، بخاری و مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ اور حافظ ذہبی نے بھی تلخیص میں اس کو صحیح مانا ہے۔

وأخرجه ابن جرير أيضا بأسنادين آخرين وأخرجه أيضاً عن قتادة وأبي العالية والسدى نحوه.

نیز ابن جریر نے اس کو دو دوسری سندوں سے بھی روایت کیا ہے اور اس کو قتادہ، ابو العالیۃ اور سدی سے بھی روایت کیا ہے۔

یہ روایت بھی اس حدیث کی تکذیب کرتی ہے اور بیان کرتی ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنے آپ کو پیش کیا نہ کہ کسی دوسرے کو درمیان میں واسطہ بنایا۔

تاسعاً: بلکہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوا کہ اللہ کے ہاں مجرم کو خود بخود توبہ کرنا اور نیک عمل کرنا چاہئے یہی کام آئے گا نہ کہ کسی کے طفیل یا واسطہ۔

وعاشراً: قوله: ﴿فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ ...﴾ (البقرة: ٣٧) . اپنے رب سے کلمات حاصل کئے۔

خود اس روایت کو جھوٹا بناتا ہے کیونکہ اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو کہا کہ: كيف عرفت محمدا ولم أخلقه.

تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچان لیا اور میں نے اس کو (اب تک) پیدا نہیں کیا ہے۔

اگر یہ کلمات اللہ کے سکھائے ہوئے ہوتے پھر اس سوال کا کیا مطلب؟

والحادي عشر: نیز اس روایت میں یہ الفاظ ہیں "ولو لا محمد ما خلقتك" جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدم سے پہلے پیدا کئے ہوئے تھے حالانکہ یہ حقیقت کے خلاف ہے ایضاً اس کے قبل ہے کہ: كيف عرفت محمدا ولم أخلقه.

تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچان لیا حالانکہ میں نے اس کو ابھی پیدا نہیں کیا ہے۔

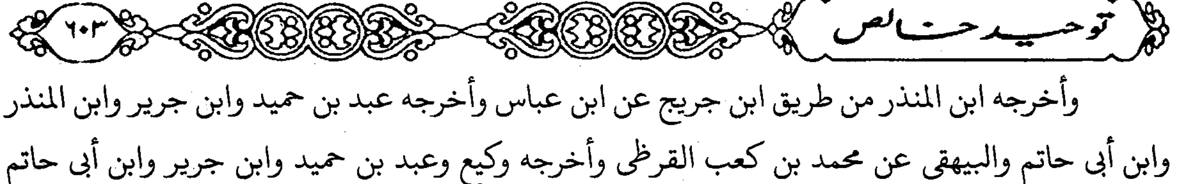
پس نفس روایت کے اندر ایسے الفاظ ہیں جو ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں۔

وهو الثاني عشر: بلکہ سلف نے یہ تصریح کر دی ہے کہ ان کلمات سے مراد وہی دعا ہے جو سورہ اعراف میں مذکور ہے۔

فأخرج الثعلبى من طريق عكرمة عن ابن عباس فى قوله: ﴿فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ ...﴾ (البقرة: ٣٧) قال قوله:

﴿...رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٢٣﴾﴾ (الأعراف)

ثعلبی بہ طریق عکرمہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: کلمات یہ تھے: اے ہمارے پروردگار ہم نے خود پر ظلم کیا ہے، اگر آپ نے ہمیں نہ بخشا اور رحم نہ کیا تو ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے۔



وأخرجه ابن المنذر من طريق ابن جريج عن ابن عباس وأخرجه عبد بن حميد وابن جرير وابن المنذر وابن أبى حاتم والبيهقى عن محمد بن كعب القرظى وأخرجه وكيع وعبد بن حميد وابن جرير وابن أبى حاتم عن مجاهد وأخرجه عبد بن حميد عن الحسن والضحاك كذا فى الدر المنثور. وأخرجه ابن جرير، عن قتادة وابن زيد ثم قال "والذى يدل عليه كتاب الله إن الكلمات التى تلقاهن آدم من ربه هن الكلمات التى أخبرالله عنه أنه قال... إلى ربه معترفا بذنبه وهو قوله:﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَـٰسِرِينَ ﴿٢٣﴾ ﴾ الأعراف وهكذا هو قول للبيضاوى فى أنوار التنزيل، مصرى والنسفى فى المدارك وغيرهما. ([1])

ابن المنذر نے اس کو ابن جریج کے طریق سے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور اس کو عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، بیہقی نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا اور اس کو وکیع اور عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے اور اس کو عبد بن حمید نے حسن اور ضحاک سے بھی روایت کیا ہے،"الدر المنثور" میں اسی طرح ہے اور اس کو ابن جریر نے قتادہ اور ابن زید سے روایت کیا پھر کہا اللہ کی کتاب دلالت کرتی ہے کہ جو کلمات سیدنا آدم علیہ السلام نے اعتراف جرم کے طور پر کئے تھے، یہ تھے: اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے اگر آپ نے نہ بخشا اور نہ رحم کیا تو ہم نقصان یافتہ لوگوں میں سے ہو جائیں گے، بیضاوی نے "انوار التنزیل" اور نسفی نے "المدارک" میں اسی طرح کہا ہے۔

الحاصل : یہ دلیل نہیں بنتی۔

قال شيخ الإسلام ابن تيمية فى الرد على الكبرى ص، ٦/ ٩ سلفيه بمصر، ويكفيك ان هذا الحديث ليس هوفى شى من دواوين الحديث التى يعتمد عليها لافى الصحاح كالبخارى ومسلم وصحيح ابن خزيمة وأبوحاتم بن حبان والحاكم ([2]) ولا فى المستخرج على الصحيح لأبى عوانة وأبى نعيم ومستخرج البرقانى والإسماعيلى ولا فى السنن كسنن أبى داؤد والنسائى وابن ماجة ولا فى الجوامع كجامع الترمذى وغيره ولا فى المسانيد كمسند أحمد وغيره ولا فى المصنفات كمؤطا مالك ومصنف عبد الرزاق وسعيد بن منصور وابن أبى شيبة ووكيع وسلمة ولا فى كتب التفسير المروية بالأسانيد التى يميز فيها بين المقبول والمردود كتفسير عبدالرزاق وعبد بن حميد وأحمد بن حنبل وإسحاق بن إبراهيم وعبدالرحمن بن إبراهيم دحيم وابن أبى شيبة وبقى بن مخلد وتفسير ابن أبى حاتم وابن أبى داؤد ومحمد بن جرير الطبرى وأبي بكر بن المنذر وابن مردوية وقد جمع غير واحد من الحفاظ قصة آدم من أجمعهم لها أبوالقاسم ابن عساكر فى تاريخه الكبير فإنه روى عامة

---

[1]- الدر المنثور (١/ ٥٩)، تفسير ابن جرير (١/ ٢٤٥)، أنوار التنزيل (١/ ١٤٣)، النسفى (١/ ٤٣).

[2]- هذا تسامح من شيخ الإسلام والله يسامحه فإن الحاكم قد أخرج الحديث كما ذكرنا بل وقال إبن تيمية نفسه فى الوسيلة (٨٩/١) وهذا الحديث رواه الحاكم فى مستدركه من طريق عبد الله بن مسلم الفهرى عن إسماعيل بن مسلمة عنه يعنى عبد الرحمن بن زيد بن أسلم ثم قال رواية الحاكم لهذا الحديث مما أنكر عليه. عن المصنف العلامة السيد بديع الدين الشاه السندى مدظله العالى

ما رواه الناس ولم يذكرهذا وإنما ذكر هذا وإمثاله من يجمع الموضوعات الكثيرة والأكاذيب العظيمة مثل مصنف كتاب وسيلة المعتبرين التى صنفها الشيخ عمر الموصلى ومثل تنقل الأنوار للبكرى الذى فيه من الكذب مالايخفى على فطن لبيب ومثل القاضى عياض بن موسى اليحصبى مع علمه وفضله ودينه أنكرالعلماء عليه كثيرا مماذكره فى شفعائه من الأحاديث والتفاسير التى اعلمونا أنها من الموضوعات والمناكير وإذا كان تفسير الثعلبى وصاحبه الواحدى ونحوها فيها من الغريب والموضوع فى الفضائل والتفسير مالايجوز الإعتماد على مجرد عزوه اليها فكيف بغيرها كتفسير أبى القاسم القشيرى وأبى الليث السمر قندى وتفسير أبى عبد الرحمن السلمى (إلى أن قال) ثم هؤلاء الضلال يتوهمون أن النبى ﷺ كان حينئذ موجودا وإن ذاته خلقت قبل الذوات ويستشهدون على ذلك بأحاديث مفتراة مثل حديث فيه إنه كان نورا حول العرش فقال ياجبرئيل أنا كنت ذلك النور ويدعى أحدهم أن النبى ﷺ كان يحفظ القرآن قبل أن يأتيه جبريل والمقصود هنا إن الله سبحانه كتبه نبيا بعد خلق آدم قبل نفخ الروح فيه وهو موافق لما أخرجاه فى الصحيحين من حديث ابن مسعود حديث الصادق والمصدوق الذى بين فيه خلق الجنين وتفصيله من حال إلى حال فناسب هذا أنه بين خلق آدم ونفخ الروح تكتب أحواله ومن أعظمها كتابة سيد ولده (ثم قال) فما ذكره البكرى فى قصة توسل آدم ليس له أصل ولانقله أحد عن النبى ﷺ ولايصلح للإعتماد ولا للإعتضاد ولاللإستشهاد (ثم قال) ومماييبين كذب هذا إن الله سبحانه وتعالىٰ قال: ﴿فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴿٣٧﴾﴾(البقرة) فأخبرنا أنه تاب عليه بالكلمات التى تلقاها منه وقال تعالى:﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٢٣﴾﴾ الأعراف . فأخبر أنه أمرهم بالهبوط عقب هذه الكلمات وأخبر أنه تاب عليه عقب الكلمات وأمره بالهبوط فكان أمره بالهبوط عقب الكلمات التى تلقاها منه وهى قولهما: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا ...﴾(الأعراف). أو كلمات تشبه هذه الكلمات وذكر ذلك طائفة كثيرة من المفسرين ومن ذكر أن الكلمات التى تلقاها آدم من ربه غير هذه فلاحجة معه فى خلاف ظاهر القرآن وقد ذكر ابن أبى الدنيا فى كتاب التوبة فى هذه الكلمات أشياء كثيرة كلها تدور على ماذكره الله فى كتابه من قول آدم وأيضا فإن قولهما ظلمنا أنفسنا وأن لم تغفرلنا وترحمنا يتضمن الإقرار والإستغفار ومن هو دون آدم إذ أقر بذنبه وأستغفرمنه غفرالله له كما فى الصحيحين أن النبى ﷺ قال لعائشة إن كنت المت بذنب فاستغفرى الله وتوبى إليه فإن العبد إذا إعترف بذنبه وتاب الله عليه ”وقال تعالى: ﴿وَمَن يَعْمَلْ سُوٓءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُۥ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ يَجِدِ ٱللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١١٠﴾﴾(النساء) وكذا الآية التى فى آل عمران ﴿وَٱلَّذِينَ إِذَا فَعَلُواْ فَٰحِشَةً أَوْ ظَلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمْ ذَكَرُواْ ٱللَّهَ فَٱسْتَغْفَرُواْ لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ إِلَّا ٱللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّواْ عَلَىٰ مَا فَعَلُواْ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾﴾ (آل عمران).



وإذا حصلت المغفرة بالتوبة حصله المقصود بها لا بغيرها. وقد ثبت فی الصحيح عن عمرو بن العاص أن رسول الله ﷺ قال له يا عمرو أما علمت أن الإسلام يهدم ما كان قبله وأن التوبة تهدم ما كان قبلها.

شیخ الاسلام ابن تیمیہ "الرد علی البکری" میں کہتے ہیں: تجھے یہ بات کافی ہے کہ یہ حدیث معتمد علیہ کتب احادیث صحاح بخاری و مسلم و صحیح ابن خزیمہ، ابو حاتم، ابن حبان، حاکم، مستخرج علی الصحیح لابی عوانہ وابی نعیم مستخرج البرقانی واسماعیلی میں نہیں ہے اور نہ ہی سنن میں ہے جیسا کہ سنن ابی داؤد، نسائی، ابن ماجہ میں اور نہ جوامع میں جیسا کہ جامع ترمذی وغیرہ اور نہ ہی مسانید میں جیسا کہ مسند احمد وغیرہ اور نہ مصنفات میں جیسا کہ مؤطا مالک، مصنف عبد الرزاق و سعید بن منصور ابن ابی شیبہ، وکیع و سلمۃ اور نہ ہی ان کتب تفاسیر میں جن کی اسانید مقبول و مردود میں امتیاز کیا جا سکتا ہے جیسا کہ تفسیر عبد الرزاق، عبد بن حمید، احمد بن حنبل، اسحاق بن ابراہیم، عبد الرحمان بن ابراہیم، دحیم، ابن ابی شیبہ. بقی بن مخلد اور تفسیر ابن ابی حاتم، ابن ابی داؤد، محمد بن جریر طبری، ابی بکر بن المنذر، ابن مردویہ کئی ایک حفاظ نے آدم علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا ہے، ابو القاسم ابن عساکر نے "تاریخ کبیر" میں پورا واقعہ درج کیا اور لوگوں کی مرویہ سب روایات جمع کر دی ہیں مگر اس روایت کو وہ بھی نہیں لایا ہے، اس روایت اور اس کے مثل روایات کو وہ لوگ لاتے ہیں جو موضوعات کثیرہ اور اکاذیب عظیمہ کو جمع کرتے ہیں مثلاً مصنف کتاب "وسیلہ المعتبرین" شیخ عمر موصلی، نقل الانوار الکبری جس میں وہ جھوٹ ہے جسے، سمجھدار آدمی بخوبی جانتا ہے، اسی طرح قاضی عیاض بن موسیٰ یحصبی علم و فضل اور دین کے باوجود علماء نے اس کی الشفاء میں ذکر کردہ احادیثِ تفاسیر کا انکار کیا ہے اور ان کو موضوعات و مناکیر میں قرار دیا ہے۔ ثعلبی اور واحدی وغیرہ کی تفاسیر میں فضائل و تفسیر میں غریب اور موضوع موجود ہے تو محض ان کی طرف منسوب کر دینے سے اعتماد حاصل نہیں ہوتا ہے، اسی طرح ابو القاسم قشیری، ابو اللیث سمرقندی اور ابو عبد الرحمن سلمی کی تفاسیر پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے پھر یہ گمراہ وہم کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اس وقت موجود تھے اور آپ کی ذات سب ذوات سے پہلے تخلیق ہوئی اور اس پر بناوٹی روایات سے استشہاد کرتے ہیں مثلاً اس حدیث سے جس میں ہے کہ عرش کے ارد گرد نور تھا۔ آپ نے فرمایا: جبرائیل وہ نور میں ہی تھا۔ ان کے بعض کا دعویٰ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے آنے سے پہلے ہی آپ ﷺ حافظِ قرآن تھے یہاں مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی تخلیق کے بعد اور اس میں روح پھونکنے سے پہلے آپ ﷺ کو نبی لکھ دیا اور یہ بات صحیحین کی حدیث سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عین مطابق ہے جس میں جنین کے پیدا ہونے اور درجہ بدرجہ حالات کی تبدیلی کا بیان ہے۔ اس کے مناسب ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق اور نفخ روح کے درمیان اس کے احوال لکھے اور یہ عظیم حال بھی تحریر ہوا کہ اس کی اولاد میں ان کا سردار ہو گا (پھر کہا) سیدنا آدم علیہ السلام کے توسل کے بارے میں بکری نے جو روایت ذکر کی ہے اس کا کوئی اصل نہیں ہے اس کو نبی ﷺ سے کوئی بھی نقل نہیں کرتا یہ قابل اعتماد نہیں ہے نہ ہی کسی اور روایت کی تائید و استشہاد میں پیش کی جا سکتی ہے (پھر کہا) اس روایت کی تکذیب اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کلمات حاصل کئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر رجوع کیا بے شک وہی رجوع کرنے والا مہربان ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام نے ان کلمات سے توبہ کی تھی جو انہوں نے اپنے رب سے حاصل کئے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دونوں نے

کہا اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور اگر آپ نے ہمیں نہ بخشا اور رحم نہ کیا تو ہم خاسرین میں سے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ان کلمات کے بعد ان کو ہبوط کا حکم دیا اور یہ بھی اللہ نے خبر دی کہ کلمات کے بعد اترنے کا حکم دیا، معلوم ہوا اترنے کا حکم انہی کلمات کے بعد تھا جو کہ رب تعالیٰ سے حاصل کئے تھے اور وہ تھے ﴿... رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا ...﴾ یا انہیں کے ہم معنی دوسرے کلمات۔ مفسرین کے طائفہ کثیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ جو کلمات رب تعالیٰ سے حاصل کئے تھے ان کے علاوہ کوئی اور کلمات ہیں۔ ظاہر قرآن کے خلاف ہے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ ابن ابی الدنیا نے "کتاب التوبة" میں ان کلمات کے بارے میں بہت سی چیزیں پیش کیں جو کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے اس قول کے گرد ہی گھومتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے نیز آدم و حوا کے اس قول ﴿... رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا ...﴾ میں اقرار اور طلبِ بخشش ہے، آدم سے کم تر کوئی اگر ایسا اقرار جرم کرے اور بخشش چاہے تو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے نبی ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اگر تجھ سے کوئی جرم ہو گیا تو اللہ سے استغفار کر اور اس کی طرف رجوع کر بندہ جب جرم کا اقرار کر کے توبہ کرے اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو برا کام کرتا ہے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔ اسی طرح وہ آیت جو سورۂ آل عمران میں ہے، اور جو فحش کام کرتے ہیں یا اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں پھر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اللہ کے سوا کون گناہ معاف کر سکتا ہے اور جان بوجھ کر اپنے کاموں پر اصرار نہیں کرتے۔ جب توبہ سے مغفرت حاصل ہو جاتی ہے تو مقصود اسی سے حاصل ہو گا نہ کہ کسی دوسرے ذریعے سے۔ صحیح میں سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو کہا: اے عمرو کیا تو نہیں جانتا کہ اسلام پہلے کی چیزیں ساقط کر دیتا ہے اور توبہ پہلے کے کام گرا دیتی ہے۔

وأيضا فلوكان آدم قال هذا لكانت أمة محمد ﷺ أحق به منه بل لكان الأنبياء من ذرية أحق به وقد علم كل عالم بالآثار والسنن أن النبي ﷺ لم يا مر أمّته به ولا نقل عن أحد من الصحابة الأخيار ولا فعله أحد من العلماء الأبرار فعلم أنه من أكاذيب أهل الوضع والإختلاق الذين وضعوا من الكذب أكثر مما بأيدى المسلمين من الصحيح ولكن الله فرق بين الحق والباطل باصل النقد والعارفين بالنقل علماء التعديل والتجريح.

نیز اگر سیدنا آدم علیہ السلام نے ایسا کہا ہوتا تو امتِ محمد ﷺ بھی ایسا ہی کہتی بلکہ سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد میں انبیاء بھی ایسا ہی کہتے۔ جب کہ آثارِ سنن کے عالم جانتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی امت کو اس کا حکم نہیں دیا ہے اور نہ کسی صحابی سے منقول ہے نہ ہی کسی نیک عالم نے ایسا کیا۔ معلوم ہوا یہ جھوٹے اور وضاعین کی اختراع ہے جنہوں نے صحیح کے مقابلہ میں اس سے زیادہ جھوٹ وضع کر لیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان نقد اور علماء نقل یعنی علماء تعدیل و تجریح کے ذریعہ تفریق کر دی ہے۔ مختصرا

اسی طرح ابن الجوزی نے "الموضوعات" میں "باب الدعاء لحفظ القرآن من كتاب الدعاء" میں ایک روایت ذکر کی ہے۔

فرواه بسنده من طريق عمر بن الصبح عن أبي عبدالله الشامي ومحمد بن أبي عائشة السندي يزيد بن

عمر بن عبد العزيز إلى الفقهاء عن مجاهد بن جبير عن ابن مسعود عن النبي ﷺ قال: "من أراد أن يوعيه الله حفظ القرآن فليكتب هذا الدعاء في إناء نظيف بعسل مأذى ثم ليغسله بماء المطر قبل أن يمس الأرض فليشربه على الريق ثلاثة أيام فإنه يحفظ بإذن الله: أللّٰهُمَّ إنى أسألك بأنك مسئول لم يسأل مثلك، أسألك بحق محمد رسولك ونبيك، وإبراهيم خليلك وصفيك، وموسى كليمك ونجيك، وعيسى كلمتك وروحك". الحديث الطويل قال ابن الجوزى هذا حديث موضوع على رسول الله ﷺ، والمتهم به عمر بن الصبح. قال ابن حبان: يضع الحديث على الثقاة، لا يحل كتب حديثه إلا على وجه التعجب.

اس کو اپنی سند سے بہ طریق عمر بن صبح روایت کیا، وہ عبد اللہ شامی اور محمد بن ابی عائشہ سندی یزید بن عمر بن عبد العزیز فقہاء تک وہ مجاہد بن جبیر سے وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے وہ نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قرآن کا حافظ بنائے وہ یہ دعا صاف برتن میں شہد کے ساتھ لکھے پھر اس کو بارش کے پانی سے دھوئے اس سے قبل کہ وہ پانی زمین پر گرے پھر اسے نہار منہ تین دن پئے۔ اللہ کے حکم سے وہ حافظ ہو گا (ترجمۂ دعا) اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ تو ہی مسؤل ہے، آپ کی مثل کسی سے سوال نہیں ہو سکتا، میں آپ سے سوال کرتا ہوں بہ حق محمد جو آپ کے رسول ہیں اور نبی ہیں اور بہ بحق ابراہیم خلیل و صفی اور بہ حق موسیٰ جو آپ کا کلیم اور نجی اور بہ حق عیسیٰ آپ کا کلمہ اور روح۔ ابن الجوزی کہتے ہیں: یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر اتہام ہے اور اس کا متہم عمر بن صبح ہے، ابن حبان کہتے ہیں: یہ شخص ثقات پر حدیث گھڑتا تھا، اس کی حدیث لکھنا حلال نہیں ہے، الا یہ کہ اظہار تعجب کے طور پر ہو۔ [1]

قال إسحاق بن راهوية أخرجت خراسان ثلاثة لم يكن لهم نظير فى البدعة والكذب جهم بن صفوان و عمر بن الصبح ومقاتل بن سليمان وقال البخارى حدثنى يحيٰ يشكرى عن على بن جرير سمعت عمر بن الصبح يقول وضعت خطبة النبى ﷺ وقال أبو حاتم وابن عدى منكر الحديث وقال الأزدى كذاب وقال الدارقطنى متروك وقال أبو نعيم روى عن قتادة ومقاتل الموضوعات وقال النسائى ليس بثقة وقال ابن عدى عامة مايرويه غير محفوظ لامتنًا ولاسندًا وقال العقيلى ليس حديثه بالقائم وليس بمعروف بالنقل كذا فى التهذيب. [2]

امام اسحٰق بن راہویہ کہتے ہیں: خراسان میں تین اشخاص نمودار ہوئے بدعت اور جھوٹ میں جن کی کوئی نظیر نہیں ملتی جہم بن صفوان، عمر بن صبح اور مقاتل بن سلیمان امام بخاری کہتے ہیں: مجھے یحییٰ یشکری نے علی بن جریر سے حدیث بیان کی کہ: اس نے عمر بن صبح کو کہتے سنا میں نے نبی ﷺ کا خطبہ وضع کیا ہے، ابو حاتم اور ابن عدی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ازدی نے کہا کذاب ہے دار قطنی نے کہا متروک ہے ابو نعیم نے کہا قتادہ اور مقاتل سے موضوعات روایت کرتا ہے۔ نسائی نے کہا ثقہ نہیں ہے، ابن عدی نے کہا اس کی عام مرویات غیر محفوظ ہیں نہ متناً اور نہ سنداً۔ عقیلی کہتے ہیں: اس کی حدیث درست نہیں ہے اور نہ یہ

---

[1] - الموضوعات لابن الجوزى (٣/ ١٧٤).

[2] - التهذيب (٧/ ٤٦٣، ٤٦٤).



روایت میں معروف ہے۔ تہذیب میں اسی طرح ہے۔

اسی طرح سیوطی نے "اللالی المصنوعه فی الأحادیث الموضوعة" میں بحوالہ خطیب اس جیسی روایت من طریق موسیٰ بن إبراهیم المروزی عن وکیع عن عبادة عن شقیق عن ابن مسعود ذکر کی ہے۔(۱)

ثم قال موسى بن إبراهيم كذاب وكذبه يحيىٰ وقال الدارقطني وغيره متروك كذا فى الميزان.

موسیٰ بن ابراہیم کذاب ہے۔ یحیٰ نے اس کی تکذیب کی۔ دار قطنی وغیرہ نے متروک کہا "میزان" میں اسی طرح ہے۔اسی جگہ سیوطی نے ایک اور روایت بحوالہ "کتاب الدعاء لأبی العباس بن إبراهيم بن تركان الهمدانی" سے نقل کی ہے۔(۲)

من طريق عبد الملك بن هارون بن عنترة عن الشيبانى عن أبيه أن أبابكر الصديق أتى النبیﷺ فقال إنى أتعلم القرآن فيفلت عنى فقال النبیﷺ قل اللّٰهُمَّ إنى أسئلك بحق نبيك وإبراهيم خليلك وموسى نجيك وعيسى روحك الحديث ثم قال السيوطى عبد الملك دجال مع مافى السند من الأعضال والله اعلم.

عبد الملک بن ہارون بن عنترہ کے طریق سے وہ شیبانی سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا میں قرآن سیکھتا ہوں اور وہ مجھ سے چھوٹ جاتا ہے، نبیﷺ نے فرمایا کہہ: اے اللہ میں آپ سے آپ کے نبی محمدﷺ اور آپ کے خلیل ابراہیم اور آپ کے نبی موسیٰ اور روح عیسیٰ کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں۔الحدیث۔ امام سیوطی کہتے ہیں: عبد الملک دجال ہے اور سند میں اعضال بھی ہے۔ واللہ اعلم

یہ(عبد الملک بن ہارون)وہی مشہور کذاب وضاع ہے جس کا ذکر دوسری دلیل کی بحث میں ہوا۔ امام ابن تیمیہ نے "الوسیلہ" میں اس کو موضوع ثابت کیا ہے اور کوئی اس باب میں مرفوع روایت ثابت نہیں۔(۳)

قال ابن تيمية فى الوسيلة: "والمقصود إنه ليس فى هذا الباب حديث واحد مرفوع إلى النبى يعتمد عليه فى مسئلة شرعية بإتفاق أهل المعرفة بحديثه بل المروى فى ذلك إنما يعرف أهل المعرفة بالحديث أنه من الموضوعات أما تعمداً من واضعه وأما غلطا منه.

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: مقصد یہ کہ اس باب میں ایک بھی مرفوع حدیث نبیﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ جس سے کسی شرعی مسئلے کے لئے اعتماد کیا جاسکے، فنِ حدیث کے جاننے والوں کا یہ متفق علیہ فیصلہ ہے۔اس بارے میں جو پیش کی جاتی ہے وہ موضوعات میں سے ہے واضع نے جان بوجھ کر وضع کی یا غلطی سے ایسا ہوا۔(۴)

اسی طرح ابن ابی الدنیا کی کتاب "مجابوا الدعوة" میں ایک روایت ہے۔

۱- اللالی المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة (۲/ ۳۵۷).

۲- الميزان (۳/ ۲۰۸).

۳- كتاب الوسيلة (۸۸).

۴- كتاب الوسيلة (۹۳).



رواه من طريق إسماعيل بن أبان الغنوى عن سفيان الثورى عن طارق بن عبد العزيز عن الشعبى أنه قال لقد رأيت عجبا بفناء الكعبة أنا وعبد الله بن عمر وعبد الله بن الزبير ومصعب بن الزبير وعبد الملك بن مروان فقال القوم بعد أن فرغوا من حديثهم ليقم كل رجل منكم فليأخذ بالركن اليمانى ويسأل الله حاجته فإنه يعطى من سعة ثم قالوا نعم يا عبد الله بن الزبير فإنك أول مولود فى الإسلام بعد الهجرة فقام فأخذ بالركن اليمانى ثم قال اللّٰهُمَّ إنك عظيم ترجى لكل عظيم أسئلك بحرمة وجهك وحرمة عرشك وحرمة نبيك ألا تمتنى من الدنيا حتى تولينى الحجاز ويسلم على بالخلافة ثم جاء فجلس ثم قام مصعب فأخذ بالركن اليمانى ثم قال اللّٰهُمَّ إنك رب كل شئ و إليك بصير كل شئ أسئلك بقوتك على كل شئ ألا تمتنى من الدنيا حتى تولينى العراق وتزوجنى بسكينة بنت الحسين ثم قام عبد الملك بن مروان فأخذ بالركن اليمانى فقال اللّٰهُمَّ رب السمٰوات السبع ورب الأرض ذات النبت بعد القفوا أسئلك بما سألك به عبادك المطيعون لأمرك وأسئلك بحقك وبحق الطائفين حول عرشك إلى آخره.

اسماعیل بن ابان غنوی کے طریق سے اس کو روایت کیا وہ سفیان سے وہ طارق سے وہ شعبی سے کہ اس نے کہا میں نے کعبہ کے صحن میں ایک عجیب بات دیکھی، میں عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر، مصعب بن زبیر اور عبد الملک بن مروان تھے، بات چیت سے فارغ ہو کر طے یہ ہوا کہ ہم میں سے ہر ایک رکن یمانی پکڑ کر دعا مانگے اور اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے سب نے کہا اے عبد اللہ بن زبیر تو اسلام میں ہجرت کے بعد سب سے پہلا مولود ہے۔ عبد اللہ اٹھا اور رکن یمانی کو پکڑ کر کہا اے اللہ تو بڑا ہے، میں آپ کے چہرے اور عرش کی حرمت اور آپ کے نبی ﷺ کی حرمت کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ میں دنیا سے نہ جاؤں حتیٰ کہ آپ مجھے حجاز کا متولی بنادیں اور مجھ پر خلافت کا سلام کہا جائے پھر وہ آیا اور بیٹھ گیا اور مصعب اٹھا اس نے رکن یمانی کو پکڑ کر کہا اے اللہ ہر چیز کا پروردگار ہر چیز کا دیکھنے والا میں آپ کی قوت سے سوال کرتا ہوں کہ دنیا سے نہ جاؤں حتی کہ آپ مجھے عراق کا والی بنادیں اور سکینہ بنت حسین کے ساتھ نکاح ہو جائے پھر عبدالملک بن مروان اٹھا اور رکن یمانی پکڑ کر کہا اے اللہ سات آسمانوں اور زمین کے رب ویرانی کے بعد آبادی کرنے والا میں اس کے ساتھ سوال کرتا ہوں جس کے ساتھ آپ کے مطیع بندوں نے سوال کیا ہے اور آپ کے حق اور عرش کے ارد گرد طواف کرنے والوں کے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔

اور یہ خبر بھی باطل اور جھوٹی ہے یہ اسماعیل بن ابان الغنوی مشہور کذاب ووضاع ہے۔

قال فى التقريب طبع هند متروك رمى بالوضع.[1]

"تقریب" میں کہا متروک ہے وضع کا الزام دیا گیا ہے۔

وقال النسائى فى الضعفاء: متروك الحديث وفى مختصر ضعفاء ابن حبان كان يضع الحديث على الثقات وكان أحمد بن حنبل شديد الحمل عليه وقال ابن معين وضع أحاديث كثيرة على سفيان لم تكن. وقال

[1]- التقريب (٤٠).



البخاری ومسلم والعقیلی والدارقطنی والساجی والبزار متروك وقال أبو حاتم وأبوزرعة ترك حديثه وقال الجوزجانی ظهر منه الكذب وقال الحاكم أبو أحمد ذاهب الحديث وقال أبوداؤد كان كذابا وقال الخطيب قدم بغداد وحدث بها أحاديث تبين للناس كذبه فيها فتجنبوا السماع منه وطرحوا الرواية عنه كذا فی التهذيب.

امام نسائی نے "ضعفاء" میں کہا متروک الحدیث ہے۔ "مختصر ضعفاء ابن حبان" میں ہے، ثقات پر احادیث وضع کرتا تھا اور امام احمد بن حنبل اس پر شدید اعتراض کرتے تھے، ابن معین نے کہا اس نے سفیان پر احادیث کثیرہ وضع کیں۔ بخاری، مسلم، عقیلی، دارقطنی، ساجی، بزار نے کہا متروک ہے، ابو حاتم، ابوزرعۃ نے کہا، اس کی حدیث ترک کی جائے، جوزجانی کہتے ہیں مجھے اس کا جھوٹ معلوم ہو گیا ہے، حاکم ابواحمد نے کہا ذاہب الحدیث ہے، ابوداؤد نے کہا کذاب تھا۔ خطیب کہتے ہیں بغداد آیا اور احادیث بیان کیں جن سے لوگوں کو اس کا جھوٹ معلوم ہو گیا۔ اس کے سننے سے اجتناب کیا، اس کی روایت کو پھینک دیا، "تہذیب" میں اسی طرح ہے۔ ([1])

اس طرح طارق بن عبد العزیز بھی مجہول ہے نہ معلوم کون ہے یہ وہ طارق بن عبد العزیز بھی نہیں جس سے ابن عجلان راوی ہے وہ اس طبقہ کا نہیں۔

قال الشيخ الإسلام فی الوسيلة: قال وخولف فيها فرواها أبو نعيم عن الطبرانی حدثنا أحمد بن زيد بن الحريش حدثنا أبوحاتم السجستانی حدثنا الأصمعی قال حدثنا عبدالرحمن بن أبی الزناد عن أبيه قال إجتمع فی الحجر مصعب وعروة وعبد الله ابن الزبير أما أنا فأتمنى الخلافة وقال عروة أما أنا فأتمنى أن يوخذ عنی العلم وقال مصعب أما أنا فأتمنى إمرة العراق والجمع بين عائشة بنت طلحة وسكينة بنت الحسين وقال عبد الله بن عمر أما أنا فأتمنى المغفرة قال فقال كلهم ماتمنوا ولعل ابن عمر قد غفرله۔ قلت وهذا إسناد خير من ذاك الأسناد بإتفاق أهل العلم وليس فيه سوال بالمخلوقات. ([2])

شیخ الاسلام "الوسیلۃ" میں فرماتے ہیں: اس روایت میں اختلاف کیا گیا ہے، ابو نعیم طبرانی سے روایت کرتا ہے، ہمیں احمد بن زید بن حریش نے حدیث بیان کی کہا ہمیں ابو حاتم نے حدیث بیان کی کہا ہمیں اصمعی نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں عبد الرحمن بن ابی الزناد نے حدیث بیان کی وہ اپنے باپ سے کہا حجر میں مصعب، عروہ عبد اللہ ابناء زبیر اور عبد اللہ بن عمر جمع تھے، انہوں نے کہا اپنی اپنی خواہشات کا اظہار کرو، عبد اللہ بن زبیر نے کہا میں خلافت کی تمنا کرتا ہوں، عروہ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ لوگ مجھ سے علم حاصل کریں۔ مصعب نے کہا میں عراق کی حکومت چاہتا ہوں اور یہ کہ عائشہ بنت طلحہ اور سکینہ بنت حسین دونوں سے شادی کروں، عبد اللہ بن عمر نے کہا میں مغفرت کی تمنا رکھتا ہوں ہر ایک نے اپنی اپنی چاہتیں حاصل کر لی ہیں اور توقع ہے، ابن عمر کو مغفرت حاصل ہو گئی ہو گی، میں کہتا ہوں، باتفاق علماء یہ سند پہلی سند سے بہتر ہے اور اس میں کسی مخلوق کے

---

[1]- الضعفاء للنسائی (قلمی) (٥)، الضعفاء لابن حبان (قلمی) (٧)، التهذيب (١/ ٢٧١).

[2]- كتاب الوسيلة (٩٤).



واسطہ سے سوال نہیں کیا گیا۔

الغرض: اسی طرح ان بناوٹی روایتوں کو پیش کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ نسئل اللہ العافیة.

الدلیل الرابع: حدیث الاعمٰی کو پیش کرتے ہیں۔

اقول بتوفیق اللہ: یہ روایت بھی ان کی دلیل نہیں بنتی، ہم اس کو تفصیل وار نقل کرتے ہیں۔

قال الترمذی فی سننه: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ادْعُ اللهَ أَنْ يُعَافِيَنِي قَالَ إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَإِنْ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ فَادْعُهْ قَالَ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوءَهُ وَيَدْعُوَ بِهَذَا الدُّعَاءِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى لِيَ اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ.

وقال ابن ماجة فی سننه: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورِ بْنِ سَيَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدَنِيِّ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ ... (فذکره ولفظه) وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي....

وقال أحمد فی مسنده: ثنا عثمان بن عمرانا شعبة عن أبي جعفر قال سَمِعْتُ عُمَارَةَ بْنَ خُزَيْمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْف به ولفظه "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ فَتَقْضِي لِي اللَّهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ". وقال، حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدِينِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَارَةَ بْنَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ يُحَدِّثُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ. فذکره وفی آخره: وَتُشَفِّعُنِي فِيهِ وَتُشَفِّعُهُ فِيَّ۔ قَالَ فَكَانَ يَقُولُ هَذَا مِرَارًا ثُمَّ قَالَ بَعْدُ أحسب أَنَّ فِيهَا أَنْ تُشَفِّعَنِي فِيهِ قَالَ فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَبَرَأَ.

وقال ثَنَا مُؤَمَّلٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابن مسَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الْخَطْمِيُّ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْف فذکره.

امام ترمذی اپنی "سنن" میں فرماتے ہیں: ہمیں محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی، ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، وہ ابو جعفر سے وہ عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے وہ عثمان بن حنیف سے کہتے ہیں، ایک نابینا شخص نبی علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا اللہ سے دعا فرمایئے مجھے عافیت دے، فرمایا: اگر تو چاہے تو دعا کروں اور اگر صبر کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ اس نے کہا دعا کیجئے۔ آپ علیہ السلام نے اس کو اچھا وضوء کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ یہ دعا مانگے: اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ علیہ السلام کی طرف آپ کے نبی محمد نبی رحمت علیہ السلام کے ساتھ توجہ کرتا ہوں کہ میری یہ ضرورت پوری فرما۔ اے اللہ آپ علیہ السلام کی میرے بارے میں سفارش قبول فرما۔ (1)

---

1 - صحیح سنن الترمذی (رقم: ۳۵۷۸)، سنن الترمذی كِتاب الدَّعَوَاتِ، بَاب فِي دُعَاءِ الضَّيْفِ (۲/ ۱۹۷)، (رقم: ۳۵۰۲).



ابن ماجہ ”سنن“ میں فرماتے ہیں: ہمیں احمد بن منصور نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی وہ ابی جعفر مدنی سے وہ عمارہ بن خزیمہ سے وہ عثمان بن حنیف سے اس کے لفظ یہ ہیں۔ میں آپ کی طرف محمد نبی رحمت ﷺ کو متوجہ کرتا ہوں، اے محمد ﷺ میں آپ کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ (1)

امام احمد نے ”مسند“ میں کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، ہمیں شعبہ نے خبر دی ابو جعفر سے کہا میں نے عمارہ بن خزیمہ سے سنا عثمان بن حنیف سے وہ حدیث بیان کر رہا تھا۔ اس کے یہ لفظ ہیں۔ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف تیرے نبی رحمت محمد ﷺ کے ساتھ توجہ کرتا ہوں۔ اے محمد ﷺ میں آپ کے ساتھ اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں اپنی اس ضرورت میں سفارش قبول فرما اور کہا میں نے عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے سنا عثمان بن حنیف سے حدیث بیان کرتا تھا۔ آخر میں ہے تو مجھے اس کام میں سفارشی بنا۔ یہ کئی بار کہا پھر فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ اس میں مجھے تو سفارشی بنا۔ اس آدمی نے ایسا ہی کیا اور درست ہو گیا، اور کہا ہمیں مؤمل نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں حماد بن مسلمہ نے حدیث بیان کی کہا ہمیں ابو جعفر خطمی نے حدیث بیان کی عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے وہ عثمان بن حنیف سے۔ (2)

حاکم نے مستدرک میں فرمایا : أخبرنا حمزة بن العباس العتبي ببغداد، ثنا العباس بن محمد الدوري، ثنا عون بن عمارة البصري، ثنا روح بن القاسم، عن أبي جعفر الخطمي، عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف، عن عمه عثمان بن حنيف رضي الله عنه فذكره ولفظه فى آخره اللَّهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ ، وشفعني في نفسي»، فدعا بهذا الدعاء فقام وقد أبصر. وقال أخبرنا أبو محمد عبد العزيز بن عبد الرحمن بن سهل الدباس، بمكة من أصل كتابه، ثنا أبو عبدالله محمد بن على بن زيد الصائغ ، ثنا أحمد بن شبيب بن سعيد ، حدثنى أبى، عن روح بن القاسم ، عن أبي جعفر المدنى وهو الخطمى ، عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف، عن عمه عثمان بن حنيف. فذكره ولفظه ”قل: اللَّهُمَّ إنى أسألك، وأتوجه إليك بنبيك محمد صلى الله عليه وسلم نبي الرحمة، يا محمد إنى أتوجه بك إلى ربك فيجلى لى عن بصرى، اَللّٰهُمَّ شفعه فى، وشفعنى فى نفسى»“ قال عثمان : فوالله ما تفرقنا ، ولا طال بنا الحديث حتى دخل الرجل وكأنه لم يكن ضر قط.

وقال ابن السنى فى عمل اليوم والليلة: أخبرنى أبو عروبة حدثنا العباس بن فرح الرياشي والحسين بن يحي الثورى قال ثنا أحمد بن شبيب بن سعيد قال ثنا أبى عن روح بن القاسم عن أبى جعفر المدنى وهو الخطمى عن أبى أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف رضي الله عنه به سندا ومتنا.

ورواه البيهقى من طريق شبيب بن سعيد الحيطى: عن روح بن القاسم عن أبى جعفر المدينى وهو الخطمى عن أبى أمامة بن سهل بن حنيف عن عثمان بن حنيف بلفظه كما فى الوسيلة.

---

1 - صحيح سنن ابن ماجة (رقم: ١٣٨٥) سنن إبن ماجة كِتَاب إِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَالسُّنَّةِ فِيهَا بَاب مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْحَاجَةِ (١٠٠) (رقم: ١٣٧٥)

2 - مسند أحمد (٤/ ١٣٨)، (رقم: ١٦٦٠٤، ١٦٦٠٥) مستدرك الحاكم (١/ ٥٢٦).



ورواه أبو بكر بن أبى خيثمة فى تاريخه: قال حدثنا مسلم بن إبراهيم حدثنا حماد بن سلمة نا أبوجعفر الخطمى عن عمارة بن خزيمة عن عثمان بن حنيف أن رجلا أعمى أتى النبى ﷺ فقال إنى أصبت فى بصرى فادع الله لى قال إذهب فتوضا وصل ركعتين ثم قل اللّهم إنى أسئلك وأتوجه إليك بنبى محمد نبى الرحمة يا محمد إنى أستشفع بك على ربى فى رد بصرى اللّهم فشفعنى فى نفسى وشفع بنبى فى رد بصرى وإن كان حاجة فافعل مثل ذلك فرد الله عليه بصره. كذا فى الوسيلة أيضا.

ہمیں حمزہ بن عباس عقبی نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں عباس بن محمد دوری نے حدیث بیان کی کہا ہمیں عون بن عمارہ بصری نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں روح بن قاسم نے حدیث بیان کی ابو جعفر سے وہ ابی امامہ سے وہ اپنے چچا عثمان بن حنیف سے۔ آخر میں ہے اے اللہ میرے بارے میں اس کی سفارش قبول کر یہ دعا مانگی اور اٹھا اس کی آنکھیں درست ہو گئیں۔ (۱)

اور کہا ہمیں ابو محمد عبد العزیز بن عبد الرحمن بن سہل دباس نے مکہ میں اپنی اصل کتاب سے حدیث بیان کی کہا ہمیں ابو عبد اللہ محمد بن علی بن زید الصائغ نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں احمد بن شبیب نے حدیث بیان کی کہا مجھے میرے باپ نے حدیث بیان کی روح بن قاسم سے وہ ابو جعفر مدنی سے وہ ابوامامہ بن سہیل بن حنیف سے وہ اپنے چچا عثمان بن حنیف سے اور اس کو ذکر کیا۔ اس کے لفظ یہ ہیں کہ: اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف آپ کے نبی محمد ﷺ نبی رحمت کو متوجہ کرتا ہوں، اے محمد ﷺ میں آپ کے ساتھ اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں، وہ میری آنکھ روشن کر دے، اے اللہ اس کی میرے بارے میں سفارش قبول فرما اور میرے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ عثمان کہتا ہے اللہ کی قسم ہم جدا نہ ہوئے تھے اور نہ ہی بات لمبی ہوئی حتیٰ کہ وہ آدمی آیا اور گویا اسے کوئی تکلیف نہ تھی۔ (۲)

ابن السّنّی "عمل اليوم والليلة" میں کہتے ہیں: مجھے ابو عروبہ نے خبر دی کہا ہمیں عباس بن فرح ریاشی اور حسین بن یحیی ثوری نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں احمد بن شبیب بن سعید نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں میرے باپ نے حدیث بیان کی روح بن قاسم سے وہ ابو جعفر مدنی سے وہ ابو امامہ سے وہ اپنے چچا عثمان بن حنیف سے۔ سند و متن اسی طرح ہے اور بیہقی نے اس شبیب بن حبطی سے روایت کیا وہ روح بن قاسم سے وہ ابو جعفر سے وہ ابوامامہ سے وہ عثمان بن حنیف بلفظ جیسا کہ "الوسیلہ" میں ہے۔ (۳)

اور اس کو ابو بکر بن ابی خیثمہ نے روایت کیا تاریخ میں کہا ہمیں حدیث بیان کی مسلم بن ابراہیم نے کہا ہمیں حدیث بیان کی حماد بن سلمہ نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابو جعفر خطمی نے عمارۃ بن خزیمہ سے وہ عثمان بن حنیف سے کہ ایک نابینا آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا میری آنکھ خراب ہے، اللہ سے میرے لئے دعا کریں، فرمایا: جا وضو کر اور دو رکعت نماز پڑھ پھر کہہ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد نبی رحمت کو تیری طرف متوجہ کرتا ہوں، اے محمد ﷺ میں تجھے اپنے رب کے

۱۔ مستدرك الحاكم (رقم: ۱۸۸۴)

۲۔ مستدرك الحاكم (رقم: ۱۸۸۵).

۳۔ عمل اليوم والليلة (۱۷۰)، كتاب الوسيلة (۹۸).



پاس سفارشی بناتا ہوں، میری نگاہ واپس کرنے میں اے اللہ میرے نفس کے بارے میں میری سفارش قبول کر اور میرے نبی کی سفارش میرے آنکھ کی واپسی کے بارے میں قبول فرما۔ اگر کوئی اور کام ہو تو بھی ایسا ہی کر چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بینائی دے دی۔

اگرچہ اس حدیث کو امام ترمذی امام حاکم وغیرہما من الائمہ نے صحیح کہا ہے مگر امام ذہبی نے "سیر الأعلام النبلاء"([1]) میں عثمان بن حنیف کے ترجمہ میں کہا ہے کہ: ولعثمان حديث لين فى مسند أحمد. ([2]) مسند احمد میں عثمان کی کمزور حدیث ہے۔

عن أبى جعفر عن عمارة بن خزيمة عن عثمان بن حنيف .

اور روح بن القاسم ان کی مخالفت کرتا ہے، اس اختلاف کو امام ابو نعیم اصبہانی نے بھی "کتاب معرفة "میں یوں بیان کیا ہے کہ اول روایت عثمان بن عمر عن شعبہ ذکر کی ہے۔ بعدہ۔ ([3])

قال رواه روح بن عبادة وعثمان بن جبلة عن شعبة مثله .

پھر کہا اس کو روح بن عبادۃ اور عثمان بن جبلہ نے شعبہ سے اسی طرح روایت کیا۔

پھر روایت روح عن شعبہ لا کر پھر کہتے ہیں کہ: ورواه حماد بن سلمة عن أبى جعفر الخطمى عن عمارة بن خزيمة مثله ورواه روح بن القاسم عن أبى جعفر فخالف شعبة وحماد بن سلمة فقال عن أبى أمامة بن سهل بن حنيف.

اور اس کو حماد بن سلمہ نے ابو جعفر خطمی سے وہ عمار بن خزیمہ سے اس کی مثل روایت کیا اور اس کو روح بن قاسم نے ابو جعفر سے روایت کیا، اس نے شعبہ اور حماد بن سلمہ دونوں کی مخالفت کی اور کہا عن ابی امامہ۔

ثانیاً: متن میں بھی اضطراب ہے بعض روایت میں ہے فشفعني فيه اور بعض میں ہے فشفعني فى نفسي جیسا کہ حاکم وغیرہ کی حدیث میں ہے اور یہ الفاظ ایک دوسرے کے خلاف ہیں پس یہ روایت قطعی طور پر حجت نہیں ہے۔

ثالثاً: بالخصوص حنفیہ کیلئے تو یہ روایت حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ خبر واحد کا منکران کے ہاں کافر نہیں جیسا کہ: التحرير، وشرح التيسير، ومسلم الثبوت، وشرحه فواتح الرحموت، وأصول البزدوى، وأفاضة الأنوار شرح أصول المنار لعلاء الدين الحضى مع حاشية نسمات الأسحار لابن عابدين الشامى، والمختصر الحسامى ونور الأنوار اور شرح العقائد النسفية (جو کہ حنفیہ کی مشہور درسی کتاب ہے) طبع رحیمیہ دیوبند میں ہے کہ: أن خبر الواحد على تقدير إشتماله على جميع الشرائط المذكورة فى أصول الفقه لايفيد إلاالظن ولاعبرة باالظن فى باب الإعتقاديات خصوصا إذا إشتمل على إختلاف رواية وكان القول بموجبه مايفضى إلى مخالفة ظاهر الكتاب.

خبر واحد میں چاہے وہ تمام شرطیں پائی جائیں جو اصول فقہ میں مذکور ہیں، ظن کا ہی فائدہ دیتی ہے اور اعتقادی مسائل میں ظن کا کوئی اعتبار نہیں ہے خصوصاً جب کہ اس میں اختلاف روایت ہو اور اس کے مطابق کہنے سے ظاہر کتاب کی مخالفت لازم آتی

---

[1] ۔ كتاب الوسيلة (١٠٢)

[2] ۔ سير الأعلام النبلاء (٢/ ٤٣٣).

[3] ۔ كتاب المعرفة للأصبهانى (٢/ ١٢٧).



ہو۔([1])

پس یہ روایت اصول حنفیہ کے مطابق حجت نہیں نہ اس پر عقیدے کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے اور امام ترمذی نے اس کے واحد ہونے کی تصریح کر دی ہے۔

قال بعد ما أخرجه غريب لانعرفه إلامن هذا الوجه من حديث أبي جعفر.

اس روایت کو لانے کے بعد کہا غریب ہے ہم اسے ابو جعفر سے ہی جانتے ہیں۔

رابعاً: اس (شرح العقائد کی) عبارت سے بھی ظاہر ہوا کہ خاص طرح وہ خبر واحد جس کی روایت میں اختلاف واقع ہو کما فیما نحن فیه جیسا کہ دوسرے جواب میں گزرا۔

خامساً: نیز وہ خبر واحدِ جس سے ظاہر قرآن کی مخالفت نظر آئے کما نحن فیہ کیونکہ اس عقیدے کا ابطال قرآن و حدیث سے باصراحت ثابت کیا گیا۔ پس روایت حنفیہ کیلئے قطعاً قابل اعتماد نہیں چہ جائیکہ اس کو معرض میں حجت بنائیں۔

وسادساً: على التقدير، اس روایت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس میں دلالت علی المطلوب ہو نہ کسی کے واسطے سے دعا کا ذکر ہے نہ بحرمت أحد یا بحق أحد یا بجاہ أحد، پس استدلال درست نہیں بلکہ سوال میں کوئی واسطہ نہیں، وسیلہ نہیں اور صریح الفاظ ہیں "اللّٰهُمَّ إني أسئلك" پس یہ روایت علی تقدیر تسلیم صحت۔ اُن پر حجت ہے۔ **وهو السابع.**

وثامناً: دعا سے پہلے وضوء اور نماز دو رکعت کا حکم ہے جس سے واضح ہوا کہ اعمال کا توسل ہو سکتا ہے اور اس سے بندہ اللہ کے قریب ہو سکتا ہے نہ کہ کسی شخصیت سے اور اسی طرح آیت "وابتغوا إليه الوسيلة" کی تفسیر بھی واضح ہو گئی۔

وتاسعاً: محل استدلال مدعی کا یہ "وأتوجه إليك بنبيك" ہے حالانکہ یہاں "نبيك" سے قبل مضاف کی تقدیر مانی جائے گی سو یہاں تقدیر نہ بحق "نبيك" درست ہو گی نہ "بجاه نبيك" نہ "بحرمة نبيك ونحوذلك" بلکہ یہ ہو گا "بأمر نبيك أو بإتباع نبيك ونحوه ذلك فلا يتم الإستدلال".

وعاشره: اگر مضاف مقدر نہ مانیں تو صرف "ب" پر غور کریں وہ چودہ معنوں میں مستعمل ہے۔

(١) الإلصاق، (٢) والتعدية، (٣) والإستعانة، (٤) والسببية، (٥) والمصاحبة، (٦) والظرفية، (٧) والبدل، (٨) والمقابلة، (٩) والمجاوزة كعن، (١٠) والإستعلاء، (١١) والتبعيض، (١٢) والقسم، (١٣) والغاية نحو أحسن بى أى إلى ضمن أحسن معنى لطف، (١٤) والتوكيد وهو الزائدة كذا ذكر الإمام ابن هشام فى مغنى اللبيب.([2])

اور "متن متین" میں ایک اور معنی ذکر کیا ہے یعنی "(١٥) التعديه" اور "رضی شرح الكافيه" استنبول میں ایک اور معنی

---

[1] - التحريرلابن الهام (٣١١)، شرح التيسير للأمير باشا (٣٨). مسلم الثبوت (١٧٩)، فواتح الرحموت (٢/ ١١١)، أصول البزدوى (١٥٢)، أفاضة الأنوار (١٢٣)، المختصر الحسامى (١٤٣)، شرح العقائد النسفية (٩٧).

[2] - مغنى اللبيب (٩٥، ٩٩).



بیان کیا گیاہے۔قال: (١٦) و تجي بمعني من ، نحو عينا يشرب بها عباد الله.

یہ کل سولہ معنی ہیں، آخری گیارہ معنوں میں سے کوئی بھی معنی یہاں درست نہیں، اسی طرح استعانة کا معنی بھی درست نہیں کیونکہ اس وقت "با" آلۃ الفعل پر داخل ہوتی ہے۔(1)

قال في المغني: وَهِيَ الدَّاخِلَةُ عَلَى آلَةِ الْفِعْلِ نَحْوُ كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ ونحرت بالقدم، وفى شرح الجامى على الكافية (طبع كراتشى) أى إستعانة الفاعل فى صدور الفعل عنه بمجرورها نحو كتبت بالقلم نعم حججت بتوفيق الله أصبت القرض بفلان صحيح كما ذكره فى المفصل (مطبع خانجى بمصر).

مُغنی میں کہا: یہ آلہ فعل پر داخل ہے جیسے "كتبت بالقلم" یعنی میں نے قلم کے ساتھ لکھا وغیرہ۔"شرح الجامی علی الکافیه" میں ہے یعنی فاعل نے فعل کے اس سے صادر ہونے میں با کے مجرور سے مدد حاصل کی ہے جیسے "كتبت بالقلم" ہاں یہ کہنا حججت بتوفيق الله أصبت القرض بفلاں صحیح ہے جیسا کہ "المفصل" میں ذکر کیا ہے۔(2)

جس کا مطلب یہ کہ اللہ کی توفیق سے مجھے حج نصیب ہوا یا فلاں کی حمایت و تائید سے مجھے اپنا قرض حاصل ہوا لیکن یہاں بنبيك اس طرح درست جب ہو کہ مضاف حذف مانا جائے یا ذکر ہو اور یہ معنی ہو گا کہ اے اللہ تیرے نبی علیہ السلام کی ہدایت اور فرمانے سے میں تیری طرف متوجہ ہوا ہوں، اس طرح بھی مدعی کا مطلب حاصل نہیں ہوتا نیز سببیہ سے بھی ان کو فائدہ نہیں کیونکہ معنی یہ ہو گا کہ یااللہ میں تیرے نبی علیہ السلام کی وجہ سے یعنی ان کے فرمان اور بتانے سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں نہ کہ اس کے واسطے سے دعا مانگتا ہوں۔ایضاً "مصاحبہ" کا معنی اگر لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ میں بمع تیرے نبی علیہ السلام تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، یہ ایسا ہے جیسا کہ دو آدمی مل کر دعا مانگیں یہاں بھی واسطہ یا طفیل کا کوئی سوال نہیں رہتا اور اگر "الصاق" کا معنی مراد لو گے تو وہ معنی نہیں دے گا جو خصم کو مطلوب ہے اس لئے کہ لصوق دو قسم ہیں۔

قال في المغني: ثم الإلصاق حقيقي كأمسكت بزيد إذا قبضت على شى من جسمه أوعلى مايحبسه من يد أو ثوب ونحوه ولوقلت أمسكته احتمل ذلك وأن تكون منعته من التصرف ومجازى نحو مررت بزيد أى الصقت مرورى بمكان يقرب من زيد.

"مغنی" میں ہے کہ: الصاق حقیقی ہے جیسے امسکت بزید جب تو اس کے جسم کے کسی حصہ کو پکڑے یا اس کی ایسی چیز سے جس سے وہ قابو ہو جائے اور یوں کہہ سکے أمسكته یعنی میں نے اس کو پکڑ لیا اور تصرف سے روک دیا اور الصاق مجازی ہے جیسے مررت بزید یعنی میرا گزر اس جگہ سے ہوا جہاں کہ زید قریب تھا۔(3)

1- متن المتين (٢٦٥)، رضى شرح الكافية (٢/ ٣٢٨).

2- المغنى (١/ ٧)، شرح الجامى على الكفاية (٣٣٩)، المفصل (٢٨٥).

3- المغنى (٢/ ٩٥).

پس حقیقی معنی نہیں بنتا اور یہی ہوگا کہ میں تیرے نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھ کر دعا مانگتا ہوں اور اگر "تعدیہ" کا معنی لوگے تو مطلب ہوگا کہ یا اللہ میں تیرے نبی علیہ السلام کو اپنے واسطے دعا کیلئے تیری طرف متوجہ کرتا ہوں یہی معنی شراح نے بیان کیا ہے دیکھئے "تحفة الأحوذی" وغیرہ۔(١)

ففی تکملة مجمع بحار الأنوار باء بنبیك للتعدیة وفی بك للإستعانة .

"تکملة مجمع بحار الأنوار للفتنی" میں ہے: بنبیك کی با تعدیہ ہے اور بك کی با استعانت کیلئے۔(٢)

یعنی آپ سے عرض کی کہ مدد کریں اللہ سے دعا کریں اور یہی معنی سیاق سے ظاہر ہے چنانچہ الفاظ "اللّٰهُمَّ فشفعه فی" ہیں یعنی میں دعا مانگنے کے لئے ان سے عرض کرتا ہوں اور اے اللہ تو میرے حق میں اس کی دعا قبول فرما۔ یہی صحیح معنی اور متعین ہے اور اس سے اس طریقۂ دعا کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ یہاں تو زندہ سے دعا کروانے کا مسئلہ ہے کہ طریقۂ رابعہ میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ **وهو الحادي عشر.**

والثاني عشر: بلکہ یہ روایت علی شرح الصحت اہل بدع کیلئے خاتمہ کے برابر ہے کیونکہ جو شخص آپ علیہ السلام سے دعا کا طالب ہے وہی آپ کے لئے سفارش کر رہا ہے کہ یا اللہ میرے حق میں آپ کی دعا قبول فرما۔

والثالث عشر: بعض روایت میں ہے کہ "فشفعني فی نفسي" جس کا مطلب ہے کہ صرف اس نے رسول اللہ علیہ السلام سے دعا نہیں کروائی بلکہ خود بھی دعا مانگی۔

والرابع عشر: ان سب باتوں سے اگر اغماض کیا جائے تو بھی یہ روایت حجت نہیں بنتی اس لئے کہ علماء نے اس روایت کو آپ کے معجزات میں شمار کیا ہے یعنی اللہ کے ہاں آپ علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوئی۔

ذکره البیهقی فی دلائل النبوة کما فی الوسیلة وکذا ورده الحافظ ابن کثیر فی البدایة والنهایة فی سرد دلائل النبوة.

بیہقی "دلائل النبوۃ" میں ذکر کرتے ہیں جیسا کہ "الوسیلہ" میں ہے اور اسی طرح حافظ ابن کثیر نے "البدایۃ والنہایۃ" میں دلائلِ نبوت کے ذیل میں درج کیا ہے۔(٣)

پس اس پر احکام متفرع نہیں کئے جا سکتے ہیں، اس پر بڑی دلیل یہ ہے کہ کئی آپ علیہ السلام کے زمانہ میں ایسے بیمار ہوئے لیکن کسی کے لئے ایسا نہیں ہوا۔ ثابت ہوا کہ علی تقدیر الصحۃ یہ ایک معجزہ ہے ورنہ ہر ایک بیمار کے لئے یہ معمول ہوتا۔

والخامس عشر: اگر یہ عموم ہوتا تو آپ علیہ السلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے مگر کسی سے بسند صحیح ثابت نہیں جو روایت عثمان بن حنیف کے عمل کے متعلق نقل کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے ہم اس کو نقل کر کے اس پر کلام کرتے ہیں

أخرج الطبرانی فی معجمه الکبیر : فی ترجمة عثمان بن حنیف فی الجزء الخمسین. حَدَّثَنَا طَاهِرُ بن

١- تحفة الأحوذی (٤/ ٢٨٢).

٢- مجمع بحار الأنوار للفتنی (٦٥)

٣- کتاب الوسیلة (٩٧)، البدایة والنهایة (٦/ ١٦١).

عِيسَى ، حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بن الْفَرَجِ، حَدَّثَنَا ابن وَهْبٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْمَكِّيِّ، عَنْ رَوْحِ بن الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدَنِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بن سَهْلِ بن حُنَيْفٍ، عَنْ عَمِّهِ عُثْمَانَ بن حُنَيْفٍ أَنَّ رَجُلا،"كَانَ يَخْتَلِفُ إِلَى عُثْمَانَ بن عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي حَاجَةٍ لَهُ، فَكَانَ عُثْمَانُ لا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ وَلا يَنْظُرُ فِي حَاجَتِهِ، فَلَقِيَ ابن حُنَيْفٍ فَشَكَى ذَلِكَ إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ بن حُنَيْفٍ: ائْتِ الْمِيضَأَةَ فَتَوَضَّأْ، ثُمَّ ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بنبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّي فَيَقْضِي لِي حَاجَتِي وَتَذْكُرُ حَاجَتَكَ، وَرُحْ حَتَّى أَرُوحَ مَعَكَ، فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ فَصَنَعَ مَا، قَالَ لَهُ، ثُمَّ أَتَى بَابَ عُثْمَانَ بن عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَجَاءَ الْبَوَّابُ حَتَّى أَخَذَ بِيَدِهِ فَأَدْخَلَهُ عَلَى عُثْمَانَ بن عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَأَجْلَسَهُ مَعَهُ عَلَى الطِّنْفِسَةِ حُنَيْفًا، فَقَالَ:مَا حَاجَتُكَ؟ فَذَكَرَ حَاجَتَهُ وَقَضَاهَا لَهُ، ثُمَّ، قَالَ لَهُ: مَا ذَكَرْتُ حَاجَتَكَ حَتَّى كَانَ السَّاعَةُ، وَقَالَ: مَا كَانَتْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ فَأْذْكُرْهَا، ثُمَّ إِنَّ الرَّجُلَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ فَلَقِيَ عُثْمَانَ بن حنِيفٍ، فَقَالَ لَهُ: جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا مَا كَانَ يَنْظُرُ فِي حَاجَتِي وَلا يَلْتَفِتُ إِلَيَّ حَتَّى كَلَّمْتَهُ فِيَّ، فَقَالَ عُثْمَانُ بن حُنَيْفٍ: وَاللهِ مَا كَلَّمْتُهُ، وَلَكِنِّي شَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَأَتَاهُ ضَرِيرٌ فَشَكَى إِلَيْهِ ذِهَابَ بَصَرِهِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "ائْتِ الْمِيضَأَةَ فَتَوَضَّأْ، ثُمَّ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ ادْعُ بِهَذِهِ الدَّعَوَاتِ"، قَالَ ابن حُنَيْفٍ: فَوَاللهِ مَا تَفَرَّقْنَا وَطَالَ بنا الْحَدِيثُ حَتَّى دَخَلَ عَلَيْنَا الرَّجُلُ كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ ضُرٌّ قَطُّ.

كذا ذكره السبكى فى شفاء الأسقام وأخرجه أبونعيم فى معرفة الصحابة، قال نا أبو عمروبن حمدان نا الحسن نا أحمد بن عيسى نا ابن وهب أخبرنى أبو سعيد وإسمه شبيب بن سعيد من أهل البصرة عن أبى جعفر المدينى عن أبى أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف وأخرجه البيهقى كما فى شفاء السقام أيضا۔ قال أخبرنا عبد الملك بن أبى عثمان الزاهد نا أبوبكر محمد بن على بن إسماعيل الشاشى القفارنا أبو عروبة ثناالعباس بن الفرج ثنا إسمعيل بن شبيب ثنا أبى عن روح بن القاسم عن أبى جعفر المدينى عن أبى أمامة بن سهل بن حنيف إن رجلا كان يختلف إلى عثمان فذكره.

طبرانی"المعجم الکبیر"میں عثمان بن حنیف کے حالات میں ذکر کرتے ہیں ہمیں طاہر بن عیسیٰ بن فارس مغربی نے حدیث بیان کی کہا ہمیں اصبغ بن فرج نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی ابو سعید مکی سے وہ روح بن قاسم سے وہ ابو جعفر سے وہ ابی امامہ بن سہل بن حنیف سے وہ اپنے چچا عثمان بن حنیف سے کہا ایک شخص سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی کسی حاجت کیلئے آتا تھا، عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف توجہ نہ کرتے اور نہ ہی اس کی حاجت پر نظر ڈالتے وہ شخص ابن حنیف کو ملا اور اس سے شکایت کی عثمان بن حنیف نے اس کو کہا وضوء کر پھر مسجد جا اور دو رکعت پڑھ پھر یہ دعا کہہ۔ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف ہمارے نبی کے ساتھ توجہ کرتا ہوں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تجھے تیرے رب کی طرف متوجہ کرتا ہوں وہ میری حاجت پوری کرے اور اپنی ضرورت کا ذکر کر اور پھر شام کو آنا تاکہ میں بھی تیرے ساتھ آؤں۔ آدمی مذکورہ کام کر کے چلا گیا پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر آیا، دربان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا اور

چٹائی پر بٹھایا اور کہا تیرا کام ہے اس نے اپنا کام پیش کیا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ کام پورا کر دیا اور فرمایا آئندہ تجھے جو کام ہو اس کا ذکر کیا کر۔ پھر وہ آدمی وہاں سے نکلا اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو ملا اور کہا اللہ تجھے جزائے خیر دے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ میرے کام پر غور نہیں کر رہے تھے یہاں تک کہ تو نے ان سے گفتگو کی۔ سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ان سے کوئی بات نہیں کی ہے لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، ایک نابینا آیا اور بینائی ختم ہونے کی شکایت کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا وضوء کا برتن لا اور وضوء کر پھر دو رکعت پڑھ پھر یہ دعا مانگ۔ ابن حنیف کہتے ہیں ابھی ہم وہاں سے نہیں گئے اور نہ ہی کوئی دیر ہوئی تھی کہ وہ شخص واپس آیا گویا اسے کبھی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ سبکی نے "شفاء اللأسقام" میں اسی طرح ذکر کیا اور ابو نعیم نے "معرفة الصحابة" میں اس کو روایت کیا اور کہا ہمیں ابو عمرو بن حمدان نے حدیث بیان کی ہمیں حسن نے حدیث بیان کی ہمیں احمد بن عیسٰی نے حدیث بیان کی، ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی کہا مجھے ابو سعید شبیب بن سعید بصری نے خبر دی وہ ابی جعفر مدینی سے وہ ابوامامۃ سے وہ اپنے چچا عثمان بن حنیف سے نیز اسے بیہقی نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ "شفاء الاسقام" میں ہے کہا ہمیں عبدالملک بن ابی عثمان الزاہد نے خبر دی کہا ہمیں ابو محمد بن علی بن اسماعیل شاشی نے خبر دی، کہا ہمیں ابو عروبۃ نے خبر دی کہا ہمیں عباس بن فرج نے حدیث بیان کی کہا ہمیں اسمٰعیل بن شبیب نے حدیث بیان کی کہا ہمیں میرے باپ نے حدیث بیان کی وہ روح بن قاسم سے وہ ابو جعفر مدینی سے وہ ابوامامہ سے کہ ایک آدمی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آتا جاتا تھا۔

اگرچہ یہ وہی سند ہے جس میں اضطراب ہے لیکن اس کے باوجود شبیب بن سعید میں کلام ہے۔

قال الحافظ الذهبي في الميزان: صدوق يغرب. ذكره ابن عدى في كامله، فقال: له نسخة عن يونس بن يزيد مستقيمة. حدث عنه ابن وهب بمناكير. قال ابن المديني. شبيب بن سعيد ثقة، كان يختلف في تجارة إلى مصر، و كتابه يحتج به، قد كتبته عن ابنه أحمد... قال ابن عدى: كان شبيب لعله يغلط ويهم إذا حدث من حفظه و أرجو أنه لا يتعمد فإذا حدث عنه ابنه أحمد بأحاديث يونس، فكأنه شبيب آخر- يعني يجود روى عنه هو ومحمد بن المثنى.

حافظ ذہبی "میزان" میں فرماتے ہیں: صدوق یغرب ابن عدی نے کامل میں اس کا ذکر کیا اور کہا، اس یونس بن یزید سے ایک نسخہ صحیحہ ہے، اس سے ابن وہب مناکیر روایت کرتا ہے، ابن المدینی نے کہا شبیب بن سعید ثقہ ہے، تجارت کیلئے مصر جایا کرتا تھا، اس کی کتاب دلیل لینے کے قابل ہے، میں نے اسے اس کے بیٹے احمد سے لکھا ہے، ابن عدی کہتے ہیں، شبیب شاید کہ جب اپنے حفظ سے حدیث کرتا غلطی اور وہم کرتا ہے مجھے امید ہے وہ عمداً ایسے نہیں کرتا تھا جب اس سے اس کا بیٹا احمد یونس کی احادیث روایت کرے تو گویا یہ دوسرا شبیب ہے۔ یہ روایت اچھی ہے، اس کا بیٹا اور محمد بن المثنیٰ اس سے روایت کرتے ہیں۔[1]

وفي التقريب: لابأس بحديثه عن رواية ابنه أحمد عنه لامن رواية ابن وهب.

---

[1] - ميزان الاعتدال (١/ ٤٤١).



"تقریب" میں ہے، اس کا بیٹا احمد روایت کرے تو کوئی حرج نہیں، البتہ ابن وہب کی روایت میں حرج ہے۔[1]

وقال الحافظ فی مقدمة الفتح: وأخرج البخاری من روایة ابنه عنه عن یونس أحادیث ولم یخرج من رایته عن غیر یونس ولامن روایة ابن وهب شیئا.

حافظ ابن حجر "مقدمہ فتح الباری" میں کہتے ہیں: امام بخاری یونس کی احادیث اس کے بیٹے کے واسطہ سے اس سے روایت کرتے ہیں اس کی وہ روایات جو کہ یونس سے نہیں ہیں وہ روایت نہیں کرتے اور نہ ہی ابن وہب کی اس سے روایات۔[2]

ان عبارات کا ماحاصل یہ ہے کہ شبیب کی وہ روایات معتبر ہیں جو کہ اس سے اس کے بیٹے احمد بن شبیب نے نقل کی ہیں اور وہ بھی یونس بن یزید الایلی سے۔ باقی روایات ان کی مناکیر ہیں اور ابن وہب کی خصوصیت نہیں کیونکہ یہ ایک حکایت ہے۔ اس ثبوت میں وہ شبیب مناکیر کا راوی ہے ورنہ ابن وہب بذاتِ خود ثقہ اور امام ہے۔ یہ جب ہوتا کہ ابن وہب کی وجہ سے یہ مناکیر ہوں وحاشا ابن وهب من ذلك. لیکن یہ بذات خود صاحب مناکیر ہے اور ان میں سے اس کے بیٹے احمد کی روایات جو کہ یونس سے ہیں صحیح ہیں۔ ایسا ہی انتخاب وانتقاد امام المحدثین امام بخاری نے کیا ہے اور ابن عدی کے کلام کا بھی مقتضی یہی ہے کیوں کہ وہ کہتے ہیں کہ جب اس کا بیٹا احمد اس سے عن یونس ابن یزید روایتیں لاتا ہے تو اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کہ یہ کوئی دوسرا شبیب ہے بلکہ ابن عدی نے اس کی روایتیں منکرہ نقل کی ہیں جو کہ اس نے اسی روح بن القاسم سے نقل کی ہیں جس سے یہ روایت نقل کی ہے کما فی الوسیلة پس یہ خاص ہے۔ اس طریقہ سے جو عن أحمد بن شبیب بن سعید عن أبیه عن یونس بن یزید ہو اور فیمانحن فیه ایسا نہیں بلکہ بروایت ابن وہب ہے اس لئے اس کے منکر ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور جو روایت بیہقی کی ہے وہ بھی ایسی ہی ہے کیونکہ بواسطہ احمد نہیں ہے بلکہ اسماعیل بن شبیب اس سے راوی ہے لہٰذا وہ سند بھی منکر ہونے سے نہیں بچتی۔[3]

أولاً: خود یہ اسماعیل غیر معروف ہے کتب اسماء الرجال میں اس کا نشان نہیں ملتا نہ کوئی اس کو شبیب کے شاگردوں میں ذکر کرتا ہے پس یہ دوسری علت ہے بلکہ اس کا بیٹا احمد بن شبیب جس کی روایت اس سے مستقیم ہے وہ یہ زیادتی یعنی عثمان بن حنیف کا عمل و قول نقل نہیں کرتا جیسا کہ ہم نے حاکم وابن السنی سے نقل کیا پس یہ زیادتی منکرہ ہے اس لئے تو اہل السنن نے اس کو نقل ہی نہیں کیا اور اس کی سند و متن میں بھی اضطراب ہے اولاً طبرانی اور بیہقی کی سند میں یہ حدیث عثمان بن حنیف کی ہے اور ابو نعیم کی سند میں یہ حدیث ابو امامہ بن سہل بن حنیف کی ہے۔

ثانیاً: طبرانی میں یہ لفظ ہیں "وتذكر حاجتك" اور بیہقی کی سند میں ہے کہ "أنظر ما كان لك من حاجة" اور ابن ابی خیثمہ کی روایت میں ہے کہ "وإن كانت حاجة فافعل مثلك ذلك" اس سے جو عموم پر استدلال کرتے ہیں وہ بوجہ اضطراب

---

[1] - التقریب (۲۲۰).

[2] - مقدمة الفتح (۲/ ۱۷۳).

[3] - کتاب الوسیلة (۱۰۰، ۱۰۱).



باطل ہو گیا ہاں اگر یہ مراد لی جائے کہ اگر دعا کی ضرورت سمجھو تو اس طرح کرو یعنی یہ خاص شخص کیلئے حکم تھا تو اضطراب تو نہیں رہے گا مگر عموم پر استدلال ختم ہو جائے گا۔

ثالثاً: بیہقی کی اس روایت میں ہے "اللّٰهم فَشَفِّعْهُ فِيَّ وشفعني في نفسي" اور طبرانی وابی نعیم کی روایت میں ایسا نہیں بلکہ اور مسند احمد کی روایت میں ہے، فشفعني فيه ۔ كما ذكر.

رابعاً: بلکہ روایت کی تکذیب کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تشہد میں خطاب کے صیغہ کو بدل دیا تھا جیسا کہ دلیل ثالث کے جواب میں گزرا پس کیسے عثمان بن حنیف اس کو "یا محمد" بصیغہ خطاب دعا کہلائے گا۔ فافہم، اس لئے حافظ ابن حجر نے بھی "انتقاد الترغيب والترهيب" میں اس روایت کو بالکل حذف کر دیا ہے اور اصل روایت کو لائے ہیں مگر اس سے زیادہ قصے کو ذکر نہیں کیا ہے۔

قال شيخ الإسلام فى الوسيلة: فهٰذه الزيادة فيها عدة علل إنفراد هذا بها عن من هو أحفظ وأكبر منه وإعراض أهل السنن عنها واضطراب لفظها وأن راويها عرف له عن روح هذا أحاديث منكرة ومثل هذا يقتضى حصول الريب والشك فى كونها ثابتة فلاحجة فيها إذا لإعتبار بما رواه الصحابى لابما فهمه إذا كان اللفظ الذى رواه لايدل على مافهمه بل على خلافه ومعلوم أن الواحد بعد موته إذا قال اللّهم فشفعه فى وشفعنى فيه. مع أن النبىﷺ لم يدع له كان هذا كلاما باطلا مع أن عثمان بن حنيف لم يأمره أن يسأل النبىﷺ شيئا ولا أن يقول فشفعه فِيّ ولم يأمره بالدعاء المأثور علي وجهه وإنما أمره ببعضه وليس هناك من النبىﷺ شفاعة ولا ما يظن انه شفاعة فلو قال بعد موته فشفعه لكان كلاما لامعني له ولهذا لم يأمر به عثمان والدعاء عن النبي ﷺ لم يأمر به والذى أمر به ليس مأثوراً عن النبىﷺ ومثل هذا لاتثبت به شريعة كسائر ماينقل عن أحاد الصحابة فى حسن العبادات أوالإباحات أو الإيجابات أوالتحريمات إذا لم يوافقه غيره من الصحابة عليه وكان ماثبت عن النبىﷺ يخالفه لايوافقه لم يكن فعله سنة يجب على المسلين إتباعها بل غايته أن يكون ذلك مما يسوغ فيه الإجتهاد ومما تنازعت فيه الأمة فيجب رده إلى الله والرسولﷺ ومن قال من العلماء أن قول الصحابى حجة فإنما قاله إذا لم يخالفه غيره من الصحابة ولاعرف نص يخالفه ثم إذا اشتهر ولم ينكروه كان إقرارا على القول فقد يقال هذا إجماع إقرارى إذا عرف أنهم أقروه ولم ينكره أحد منهم وهم لايقرون على الباطل وأما إذا لم يشتهر فهذا ان عرف أن غيره لم يخالفه فقال يقال هو حجة وأما إذا عرف أنه خالفه فليس بحجة بالإتفاق و أما إذا لم يعرف هل وافقه غيره أوخالفه لم يجزم بأحدهما ومتى كانت السنة تدل على خلافه كانت الحجة فى سنة رسول الله لافيما يخالفها بلاريب عند أهل العلم وإذا كان كذلك فمعلوم أنه إذا ثبت عن عثمان بن حنيف أو غيره أنه جعل من المشروع المستحب أن يتوسل بالنبىﷺ[1] داعيا له وشافعا

[1]– بعد موته من غير أن يكون النبي ﷺ

فيه فقد علمنا أن عمر وأكابر الصحابة لم يروا هذا مشروعا بعد مماته كما كان يشرع فى حياته بل كانوا فى الإستسقاء فى حياته يتوسلون فلما مات لم يتوسلوا به بل قال عمر فى دعائه الصحيح المشهور الثابت بإتفاق أهل العلم بمحضر من المهاجرين والأنصار فى عام الرمادة المشهور لما إشتد بهم الجذب حتى حلف عمر لا ياكل سمنا حتى يخصب الناس ثم لما إستسقى بالناس قال اللّهم إناكنا إذا أجد بنا نتوسل إليك بنبينا فتسقينا وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا فيسقون وهذا دعاء أقره عليه جميع الصحابة ولم ينكر أحد مع شهرته وهو من أظهر الإجتماعات الإقرارية ودعا بمثله معاوية بن أبى سفيان فى خلافته لما إستسقى بالناس فلو كان توسلهم بالنبى ﷺ بعد مماته كتوسلهم فى حياته لقالوا كيف نتوسل بمثل العباس ويزيد بن الأسود ونحوهما و نعدل عن التوسل بالنبى ﷺ الذى هو أفضل الخلائق وهو أفضل الرسل وأعظمها عند الله فلما لم يقل ذلك أحد منهم وقد علم أنهم فى حياته إنما توسلوا بدعائه وشفاعته وبعد مماته توسلوا بدعاء غيره وشفاعة غيره علم إن المشروع عندهم التوسل بدعاء التوسل به لابذاته وحديث الأعمى حجة لعمر وعامة الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين فأنه إنما أمر الأعمى أن يتوسل إلى الله بشفاعة النبى ﷺ ودعائه لابذاته وقال له فى الدعاء و قل:"اللّهُمَّ فشفعه فى"وإذا قدر أن بعض الصحابة أمرغيره أن يتوسل بذاته لابشفاعته ولم يأمر بالدعاء المشروع بل ببعضه وترك سائره المتضمن للتوسل بشفاعته كان ما فعله عمر بن الخطاب هو الموافق لسنة رسول الله ﷺ وكان المخالف لعمر محجوجا بسنة رسول الله وكان الحديث الذى رواه عن النبى ﷺ حجة عليه لاله.

شیخ الاسلام ''الوسیلہ'' میں فرماتے ہیں اس زیادتی میں کئی علتیں ہیں اس کے لانے میں اکیلا ہے اس سے احفظ و اکبر روات اس کو نہیں لاتے اور اہل سنن نے اس سے اعراض کیا ہے اور یہ کہ اس کے لفظوں میں اضطراب ہے اس کے راوی روح سے منکرہ احادیث معروف ہیں اور اس قسم کی روایت کے ثابت ہونے میں شک و شبہ پڑ جاتا ہے لہٰذا یہ حجت نہیں اس لئے کہ اعتبار صحابی کی روایت کا ہے نہ کہ اس کے فہم کا جبکہ کے مرویہ الفاظ حدیث اس کے فہم پر دلالت نہ کرتے ہوں بلکہ اس کے مخالف ہوں اور معلوم ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کی وفات کے بعد کہے اے اللہ میرے لئے اس کی سفارش قبول فرما اور اس کیلئے میری یہ دعا قبول کر حالانکہ نبی ﷺ نے تو اس کیلئے دعا کی ہی نہیں۔ تو باطل کلام ہو جائے گا نیز عثمان بن حنیف نے اس کو یہ نہیں کہا کہ وہ نبی ﷺ سے کسی چیز کا سوال کرے اور نہ یہ کہا کہ یوں کہہ پس اس کی میرے لئے سفارش قبول کر اور نہ ہی منقول پوری دعا کا اس کو حکم دیا بلکہ بعض کا حکم دیا اور یہاں نبی ﷺ کی سفارش یا اس کے ہم معنی کوئی بات ہے ہی نہیں۔ اگر موت کے بعد داعی یوں کہے کہ اس کی سفارش قبول کر تو یہ کلام بے معنی بن جائے گا اس لئے تو عثمان بن حنیف نے اس کا حکم نہیں کیا تھا۔ نبی ﷺ سے منقول دعا کا حکم نہیں کیا اور جس کا حکم کیا وہ منقول نہیں اور اس جیسی بات سے شریعت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ عبادات و اباحات، ایجابات اور تحریمات میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایسی باتیں منقول جن کی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے موافقت نہیں کی اور نبی ﷺ سے اس کا خلاف ثابت ہے تو اس صحابی کا فعل سنت نہیں بن جائے گا کہ مسلمانوں پر اس کی اتباع واجب ہو

زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکے گا کہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور امت کے علماء میں تنازع ہے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف فیصلہ کیلئے لوٹانا لازم ہے۔ بعض علماء نے جو یہ کہا ہے کہ صحابی کا قول حجت ہے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دوسرے صحابی اس کے مخالف نہ ہوں اور وہ قول مشہور ہو جائے اور کوئی صحابی اس کا انکار نہ کرے کیونکہ وہ باطل کا اقرار نہیں کرتے اور اگر وہ قول مشہور نہیں ہوا اور یہ معلوم ہے کہ دوسرا کوئی صحابی اس کا مخالف نہیں تو پھر وہ عالم کہتا ہے کہ یہ حجت نہیں، اگر معلوم ہو جائے گا اس صحابی نے مخالفت کی تو پھر باتفاق حجت نہیں اگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی نے مخالفت کی ہے یا نہیں تو کسی ایک پر جزم نہیں ہوگا اور جب سنت نے اس کے خلاف پر دلالت کر دی تو حجت سنت رسول اللہ ﷺ ہے نہ کہ وہ جو اس کے مخالف ہے تو غور فرمایئے، عثمان بن حنیف یا کسی اور سے ثابت ہو جائے کہ اس نے اس کو مشروع اور مستحب قرار دیا ہے کہ نبی ﷺ کی موت کے بعد اس کو وسیلہ بنایا جائے اس کے بغیر کہ آپ ﷺ دعا مانگیں اور سفارش فرمائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو آپ کی وفات کے بعد مشروع نہیں کہا جیسا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں مشروع تھا بلکہ آپ ﷺ کی زندگی میں آپ کے ذریعے استسقاء کی دعا کی اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے ساتھ توسل نہیں کیا بلکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی مشہور و ثابت دعا میں مہاجرین اور انصار کے سامنے سال رمادہ میں جب قحط سالی سخت ہو گئی تھی کہا اور جس میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حلف اٹھایا تھا کہ میں گھی اس وقت تک استعمال نہ کروں گا جب تک عام خوشحالی نہ ہو جائے تو اس موقع پر دعا استسقاء میں کہا اے اللہ جب ہمیں قحط سالی ہوئی تو آپ کی طرف آپ کے نبی ﷺ کو ہم وسیلہ و ذریعہ بناتے تھے اور آپ ہمیں بارش دیتے تھے اب ہم پھر آپ کی طرف ہمارے نبی ﷺ کے چچا کو ذریعہ بناتے ہیں پس ہمیں بارش دے پس بارش دیئے جاتے اس دعا کا جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم نے اقرار کیا ہے۔ شہرت کے باوجود کسی نے انکار نہیں کیا ہے اور یہ اقراری اجماعات میں واضح ترین ہے، سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے بھی ایک استسقاء میں اسی طرح دعا کی۔ اگر نبی ﷺ کی موت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم اسی طرح آپ کو وسیلہ بناتے جس طرح آپ کی زندگی میں بناتے تھے تو صحابہ کرام بول اٹھتے کہ افضل الخلائق اور افضل الرسول اور اللہ کے ہاں سب سے بڑے رسول اللہ ﷺ کے توسل کی بجائے ہم عباس اور یزید بن اسود وغیرہ وغیرہ سے توسل کیوں کریں جب کسی نے ایسا نہیں کہا اور یہ معلوم ہے کہ آپ کی زندگی میں آپ ﷺ کی دعا اور سفارش کو وسیلہ بناتے رہے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد دوسروں کی دعاؤں اور سفارش کو وسیلہ بنایا تو مشروع متوسل بہ کہ دعا کا وسیلہ ہوا نہ کہ اس کی ذات کا۔ عمر رضی اللہ عنہ اور عامہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا استدلال حدیث الاعمی سے ہے کہ نبی ﷺ نے اس کو آپ ﷺ کی دعا اور سفارش سے توسل کا حکم دیا تھا نہ کہ ذات سے توسل کا آپ نے اس کو دعا میں کہا، تو کہہ "اے اللہ میرے لئے اس کی سفارش قبول کر" اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی صحابی نے کہا ہے کہ غیر نبی کی ذات کو وسیلہ بنایا جائے نہ کہ اس کی سفارش کو اور وہ دعا مشروع کا حکم بھی نہ کرے بلکہ بعض الفاظ کا اور باقی کو چھوڑ دے جس میں توسل سفارش تھا تو اس کے مقابلہ میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے وہی کیا جو سنتِ رسول ﷺ کے عین مطابق ہے جس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہے سنت رسول اللہ ﷺ کو اس کے خلاف حجت میں پیش کیا جائے گا اور جو حدیث وہ



نبی ﷺ سے روایت کر رہا ہے وہ الٹا اس کے خلاف ہے، اس کے حق میں نہیں واللہ اعلم۔[1]

اس عبارت سے مزید کئی جوابات معلوم ہوئے۔

اولاً: عثمان بن حنیف نے وہ الفاظ نہیں کہے کہ "أَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ" اور یہ کلمات خود استدلال کو باطل کرتے ہیں کیونکہ لازم ہے کہ جس کا توسل لیا جائے اول تو وہ موجود ہو اور وہی دعا مانگے 'شفاعت کرے بعد میں کہے کہ یا اللہ اس کی دعا اور سفارش میرے حق میں قبول فرما۔ وإذ ليس فليس۔

ثانیاً: بلکہ جب اس وقت یہ بات ناممکن ہے تو پھر استدلال باطل ہے۔

ثالثاً: جو الفاظ صحابی سے منقول ہیں وہ ماثور نہیں پس اس روایت کو عام نہیں بنایا جا سکتا۔

رابعاً: بلکہ حدیث کا مفہوم ہے کہ کسی نیک کی دعا یا سفارش کا وسیلہ لیا جائے یعنی اس سے دعا کروائی جائے بعد میں خود دعا کرے نہ کہ اس کی ذات کا وسیلہ لے اور علی تقدیر الصحت یہ عثمان بن حنیف کا فعل محجوج بالحدیث المرفوع ہے اور حجت نہیں۔

خامساً: ایضاً یہ اس کا فعل ایسا نہیں جس پر دیگر کبار صحابہ کو علم ہوا اور انہوں نے بھی اس کو درست رکھا ہو اور انکار نہ کیا ہو جب تک کہ ایسا ثبوت نہیں تو اس کو سند نہیں بنایا جا سکتا۔

وسادساً: بلکہ کبار صحابہ کا عمل اس کے خلاف موجود ہے جیسا کہ سیدنا امیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی دعا و سفارش کا توسل لیا (جیسا کہ روایت الدلیل الخامس میں بیان ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ) یا جیسا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں یزید بن الاسود کی دعا کا توسل لیا اگر یہ طریقہ (یعنی وسیلہ بالذات) ان کے ہاں صحیح ہوتا تو خود رسول اللہ ﷺ کا توسل کیوں نہیں لیا حالانکہ کہاں آپ ﷺ کا مقام کہاں عباس اور یزید بن الاسود رضی اللہ عنہما یا کوئی اور دیگر حالانکہ وہ آپ ﷺ کی زندگی میں آپ کی دعا کا وسیلہ لے بھی چکے تھے۔

سابعاً: بلکہ ان کا یہ عمل سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے تھا مہاجرین کو اس کا علم تھا، انصار اس سے آگاہ تھے کئی تو موجود تھے اور سب نے اس کو درست سمجھا پس یہ عمل اس عمل کے خلاف ہے اور اس پر راجح ہے کیونکہ اس کو بہترین اجماعی صورت حاصل ہے

ثامناً: بلکہ عین حدیث کے موافق ہے کیونکہ اس میں متوسل بہ کی سفارش و دعا کا ہونا پہلے ضروری ہے۔

تاسعاً: اور کم از کم اتنا ضرور ہے کہ اس روایت کے فہم میں صحابہ کا اختلاف ہے اور اختلاف کے بعد ایک کا فہم علی الاطلاق حجت نہیں۔

عاشراً: ایک طرف ایک صحابی ہے اور روایت بھی یقینی و صحت سے نہیں پہنچتی دوسری طرف روایت یقینی اور صحیح اور عام جماعت کے سامنے کا واقعہ اور سب کا اتفاق بس ان کا فہم ارجح بلکہ اوفق ہے کیونکہ الفاظ حدیث "فشفعه في" اس کو مقتضی ہیں۔

والحادی عشر: یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حکم قرآنی ہے کہ: ﴿...فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ ...﴾ (النساء ۵۹)

---

[1] ۔ کتاب الوسیلة (۱۰۴، ۱۰۹).



اگر کسی چیز میں تم تنازع کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹادو۔

ایسی صورت میں سب کے قول کو ترک کر کے اصل کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اصل (حدیث) میں علی تقدیر الصحت صرف یہ ہے کہ ایک جو بزرگ سمجھا جائے وہ اللہ سے دعا کرے اور متوسل بہ اس کے بعد اللہ سے یہ عرض کرے کہ یا اللہ میرے حق میں اس کی دعا و سفارش قبول فرما۔ اس سے اہل توسل کی گردن ٹوٹتی ہے اور ان کا بنتا کچھ نہیں، ان گیارہ جوابات کو گزشتہ پندرہ جوابات سے ملائیں، جملہ چھبیس جوابات ہوئے۔

والسابع والعشرون: اس روایت میں توسل خاص ہے یعنی بدعاءﷺ و شفاعت اور فی حیاتہ فقط لیکن دعویٰ عام ہے اور اس کیلئے دلیل بھی عام مطلوب ہے نہ کہ خاص۔

والثامن والعشرون: اور یہ محض قیاس ہے جو کہ فی نفسہ اگرچہ قطعی دلیل نہیں تاہم قیاس مع الفارق ہے اس لئے کہ مردہ کو زندہ پر قیاس کیا جارہا ہے حالانکہ دونوں میں مفارقت ظاہر ہے۔

ایضاً: زندہ تو دعا مانگ سکتا ہے اور اللہ کے ہاں سفارش کر سکتا ہے اور مردہ نہ اس کی سن سکتا ہے جیساکہ طریقہ رابعہ کی بعث میں آئے گا ان شاء اللہ۔ اور نہ اس کیلئے دعا مانگ سکتا ہے جو اس کے توسل کیلئے پہلی شرط ہے جیسا کہ حدیث کا مقتضی ہے اگر حدیث کو صحیح مان لیا جائے، ایسا قیاس قائلین بالقیاس کے ہاں بھی باطل ہے اور بالغرض جو سماع موتی کے قائل ہیں ان کے مطابق بھی یہ قیاس درست نہیں کیونکہ اگرچہ وہ سنتے ہیں لیکن دعا مانگنا محتاج ثبوت ہے کس نے دیکھا ہے کیا دلیل ہے کہ اس نے دعا مانگی بھی ہے جب تک یہ شرط نہیں پائی جاتی تو یہ استدلال صحیح نہیں ہوتا۔

والتاسع والعشرون: حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ:

اُدْعُ اللهَ أَنْ يُعَافِيَنِي قَالَ إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَإِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ فَادْعُهُ.

اللہ سے دعا کیجئے مجھے عافیت دے فرمایا اگر تو چاہے تو دعا کروں اگر صبر کرے تو تیرے لئے بہتر ہے، اس نے کہا دعا کیجئے۔

یعنی اس شخص نے آپ ﷺ سے دعا طلب کی آپ نے بھی دعا کا ذکر کیا پس یہ تو زندہ سے دعا کرانے کیلئے کہنا ہے مبحوث فیہ توسل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ والموفی للثلاثین.

اہل لغت نے بھی اس روایت کا معنی وہی کیا ہے جو اہل حق کہتے ہیں نہ کہ اہل بدعت۔

قال فی مجمع بحارالأنوار: قوله إنی أتوجه بك بعد قوله: أتوجه إليك فيه معنى قوله﴿...مَن ذَا ٱلَّذِى يَشْفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ ...﴾(البقرة:۲۵۵) فسأل اولا بإذن الله لنبيه ليشفع له ثم أقبل على النبی ملتمسا أن يشفع له ثم كرّ مقبلا على الله أن يقبل شفاعته قائلا فشفعه فی.

"مجمع بحار الأنوار" میں ہے: أتوجه بك، أتوجه إليك کے بعد اس میں آیت کا مفہوم موجود ہے: اس کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کون سفارش کر سکتا ہے۔ پہلے اللہ سے اجازت طلب کی کہ اپنے نبی کو سفارش کی اجازت دے پھر نبی ﷺ کی



طرف متوجہ ہوا کہ سفارش کیجئے پھر دوبارہ اللہ کی طرف متوجہ ہوا کہ آپ کی سفارش قبول فرما۔ (۱)

اس عبارت سے یہ ظاہر ہوا کہ اگر بالفرض اس روایت کی صحت مانی جائے تو بھی اس طریقہ دعا کے لئے شرائط ہیں:

اول: یہ کہ ایسا شفیع موجود ہو۔ **دوم:** یہ کہ طالب شفاعہ اول اللہ تعالیٰ سے اذن طلب کرے۔ **سوم:** بعدہ شفیع سے سفارش کیلئے کہے، پھر دوبارہ اللہ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرے کہ اے اللہ اس کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ کسی میت کا توسل یا کسی کے توسل و طفیل سے دعا کا اس روایت سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے بلکہ اس وقت اس طریقہ سے دعا ممکن ہی نہیں کیونکہ اذن شفاعت کا علم اب کیسے ہو گا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس تو وحی آتی تھی اور آپ ﷺ نے علی شرط صحت۔ اذن ملنے کے بعد سفارش کی اب جبکہ وحی کا آنا بند ہو چکا ہے تو پھر یہ دعا کیسے ممکن ہے، ثابت ہوا کہ یہ طریق اگر اس روایت سے ثابت ہے تو بھی آپ ﷺ کیلئے خاص تھا لہٰذا اس روایت سے کسی طرح مدعی کو استدلال کی گنجائش نہیں ہے بلکہ ان سب باتوں کے علاوہ اس روایت کو امام بخاری "تاریخ کبیر" میں اس طرح لائے ہیں۔

قال شهاب حدثنا حماد بن سلمة: عن أبي جعفر الخطمي عن عمارة بن خزيمة بن ثابت: عن عثمان بن حنيف أتى أَعْمَى النَّبِيَّ ﷺ: فَقَالَ: ادْعُ اللهَ تعالى أَنْ يَرُدَّ بَصَرِي ، قَالَ: أو أدعك؟ قَالَ: لاَ ، بَلْ ادْعُ اللهَ ، قَالَ ثَلاثًا ، ثُمَّ قَالَ: تَوَضَّأ وصل رَكْعَتَيْنِ وَقُلْ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ "فَفَعَلَ فَرَدَّ بَصَرَهُ .

شہاب نے کہا ہمیں حماد بن سلمۃ نے حدیث بیان کی، ابو جعفر خطمی سے وہ عمارہ بن خزیمہ سے وہ عثمان بن حنیف سے کہ ایک نابینا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اللہ سے دعا کیجئے کہ میری بینائی واپس کرے فرمایا: ترک دعا کر دوں؟ اس نے تین بار کہا بلکہ اللہ سے دعا کیجئے، فرمایا وضوء کر اور دو رکعت پڑھ اور کہہ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اس نے ایسا کیا اور اس کی بینائی بحال ہو گئی۔ (۲)

اس روایت کی سند صحیح ہے، اس نے واضح کر دیا کہ صرف اللہ سے دعا کرنی اور اس کی طرف متوجہ ہونا ہے جو عین توحید و ایمان ہے اور جس طرح اس روایت سے صحیح راستہ معلوم ہوا اسی طرح اس سے دیگر زیادات کا منکر ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ والحمد للہ

الدليل الخامس: أخرج البخارى فى صحيحه: عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ. وأخرجه البيهقى فى سننه: ولفظه وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ اليوم بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، فَيُسْقَوْنَ. وأخرجه الطبرانى أيضا كما فى البدايه والنهاية.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ جب قحط سالی ہو جاتی تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عباس رضی اللہ عنہ کو دعا کیلئے کہتے اور فرماتے اے اللہ ہم آپ کے پاس اپنے نبی ﷺ کو وسیلہ بناتے تھے اور آپ ہمیں بارش دیتے

۱- مجمع بحار الأنوار (۱/ ۴۱۳).

۲- تاریخ الکبیر (۲۱۹۲).

تھے اب ہم ہمارے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں پس ہمیں بارش دے چنانچہ وہ بارش دیئے جاتے۔ طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہے جیسا کہ "البدایہ والنہایہ" میں ہے۔ (1)

أقول بتوفیقه جل ثناه: اس روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے ان کا دعویٰ ثابت ہوتا ہو کیونکہ سیدنا امیر عمر رضی اللہ عنہ نے نہ ایسا کہا کہ فلاں یا فلاں کے واسطے سے یا اس کی جاہ ورتبہ سے یا اس کی ذات سے ہم مانگتے تھے یا اب مانگتے ہیں۔

ثانیاً: بلکہ یہاں یہ ہے کہ زندہ نیک اور صالح کو دعا کیلئے آگے کیا جائے جیسا کہ نماز کی امامت کیلئے اپنے میں سے زیادہ نیک جس کو سمجھتے ہیں آگے کر دیتے ہیں، پس یہ زندہ سے دعا کروانے کا طریقہ ہے نہ کہ مروجہ توسل۔

ثالثاً: اسی حدیث پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب رکھا ہے کہ: باب سوال الناس الإمام الإستسقاء إذا قحطوا.

لوگوں کا امام سے استسقاء کا سوال کرنا جب بارش نہ ہو۔

اور امام بیہقی نے یوں کہا ہے کہ: باب الإستسقاء بمن ترجى بركة دعائه.

ترجمہ: اس سے دعا استسقاء کرانا جس کی دعا کی برکت کی امید ہو۔

اور امام مجد الدین ابو البرکات ابن تیمیہ جد شیخ الاسلام نے "منتقی الاخبار" میں یوں کہا ہے کہ: باب الإستسقاء بذوی الصلاح. نیک لوگوں سے طلب بارش کی دعا کرانا۔ (2)

مطلب واضح ہے کہ جس کو صالح و مستجاب الدعوات سمجھا جائے اس سے دعا طلب کی جائے یہ روایت موضوع سے خارج ہے۔

رابعاً: عام شراح بھی یہی کہتے ہیں: قال فی فتح الباری: وَيُسْتَفَاد مِنْ قِصَّة الْعَبَّاس الِاسْتِشْفَاع بِأَهْلِ الْخَيْر وَالصَّلَاح وَأَهْل بَيْت النُّبُوَّة. (3)

"فتح الباری" میں کہا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں اور اہل بیت نبوت سے دعا طلب کرنا درست ہے۔

وهكذا فی الكرمانی شرح البخاری، وعمدة القاری للعینی، والبدرالتمام للشيخ محمد المغربی (قلمی تحت الحديث) وسبل السلام للأمير اليمانی وغيرها من الشروح وقال النووی فی شرح المهذب، يستحب أن يستسقى بالخيار من أقارب رسول الله ﷺ وبأهل الصلاح من غيرهم وبالشيوخ والضعفاء والصبيان والعجائز وغير ذوات الهيات من النساء ودليله ماذكره المصنف۔ يعنى هذا الحديث وغيره وقال موفق الدين ابن قدامة فی المغنی، وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُسْتَسْقَى بِمَنْ ظَهَرَ صَلَاحُهُ ؛ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ إلَى إجَابَةِ، فَإِنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ عَمِّ النَّبِيِّ ﷺ. وهكذا فی الشرح الكبير شمس الدين بن قدامة فی ذيل المغنی.

1۔ صحيح البخاری كِتَاب الْجُمُعَةِ، بَاب سُؤَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ الِاسْتِسْقَاءَ (رقم: ٩٥٤)، سنن الكبری للبيهقی (٣/ ٣٥٢)، البداية والنهاية (٧/ ٩٢).

2۔ منتقى الأخبار (١١١) (طبع الهند)

3۔ فتح الباری (٣/ ١٥١)، (رقم: ٩٥٤).



کرمانی "شرح بخاری" اور "عمد القاری للعینی" اور "البدر التمام للشیخ محمد المغربی" اور "سبل السلام" للامیر الیمانی اور "فتح العلام" للنواب وغیرہ شروح میں اسی طرح ہے، نووی نے "شرح المہذب" میں کہا ہے رسول اللہ ﷺ کے نیک رشتہ داروں دوسرے نیک لوگوں، بزرگوں اور کمزوروں اور بچوں اور بوڑھی عورتوں وغیرہ سے بارش کی دعا کروانا مستحب ہے۔ دلیل وہ حدیث ہے جو مصنف نے بیان کی ہے یعنی "مذکورۃ الصدر حدیث موفق الدین ابن قدامہ المغنی" میں کہتے ہیں جس کی نیکی واضح ہے اس سے طلب دعا بارش مستحب ہے کیونکہ قبولیت کے زیادہ قریب ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے چچا سے بارش کی دعا کرائی تھی۔ "الشرح الکبیر" شمس الدین ابن قدامہ میں بھی اسی طرح ہے۔

پس شراح و فقہاء سب یہی معنی کرتے ہیں۔

وخامساً: بلکہ دوسری روایت سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

فأخرج الإسماعيلي بسند البخاري: عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ "كَانُوا إِذَا قَحَطُوا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ اِسْتَسْقَوْا بِهِ، فَيَسْتَسْقِي لَهُمْ فَيُسْقَوْنَ فَلَمَّا كَانَ فِي إِمَارَةِ عُمَرَ" فَذَكَرَ الْحَدِيث. كذا في الفتح.

امام اسماعیلی بخاری کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا نبی ﷺ کے زمانہ میں جب قحط ہو جاتا تو آپ ﷺ سے بارش طلب کرتے اور بارش دیئے جاتے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں۔ "فتح" میں اسی طرح ہے۔[1]

اس سے ظاہر ہوا کہ لوگوں نے دعا کی درخواست کی اور رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور بارش کو برسایا یہ ہے معنی اس جملہ کا کہ: إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِينَا.

ہم اپنے نبی ﷺ کو آپ کے پاس ذریعہ بناتے تھے اور آپ ہمیں بارش دیتے تھے۔

حدیث ہی میں اگر حدیث کی تفسیر مل جائے تو پھر کسی تاویل یا تفسیر کی ضرورت نہیں رہتی۔ پس یہاں توسل کا معنی یہ نہیں کہ طفیل یا واسطہ۔

سادساً وسابعاً: وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ اليوم بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا.

آج ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا کو ذریعہ بناتے ہیں پس ہمیں بارش دے۔

اس کا بھی یہی مفہوم ہوا بلکہ دوسری روایت میں اس کی تفسیر آ چکی ہے: فأخرج الزُّبَيْر بْن بَكَّار فِي الْأَنْسَاب بِإِسْنَادٍ لَهُ أَنَّ الْعَبَّاس لَمَّا اِسْتَسْقَى بِهِ عُمَر قَالَ: "اللَّهُمَّ إِنَّهُ لَمْ يَنْزِل بَلَاء إِلَّا بِذَنْبٍ، وَلَمْ يُكْشَف إِلَّا بِالتَّوْبَة، وَقَدْ تَوَجَّهَ الْقَوْم بِي إِلَيْك لِمَكَانِي مِنْ نَبِيّك، وَهَذِهِ أَيْدِينَا إِلَيْك بِالذُّنُوبِ وَنَوَاصِينَا إِلَيْك بِالتَّوْبَةِ فَاسْقِنَا الْغَيْث. فَأَرْخَتْ السَّمَاء مِثْل الْجِبَال حَتَّى أَخْصَبَتْ الْأَرْض، وَعَاشَ النَّاس"۔ كذا في الفتح أيضا.

زبیر بن بکار اپنی سند سے "الانساب" میں ذکر کرتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کی دعا کی،

---

[1] فتح الباری (۳/ ۱۴۸)۔



درخواست کی تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کوئی مصیبت نہیں اترتی مگر گناہوں کی وجہ سے اور نہیں ٹلتی مگر توبہ سے۔ قوم نے مجھے آپ کی طرف متوجہ کیا ہے کہ میرا آپ کے نبی علیہ السلام کے ہاں ایک مقام ہے اور یہ ہمارے گناہوں سے آلودہ ہاتھ آپ کی طرف ہیں اور ہماری پیشانیاں آپ کی طرف رجوع کرتی ہیں ہمیں بارشیں عطا فرما۔ آسمان پر پہاڑ کی طرح بادل اٹھے، زمین سرسبز ہو گئی اور لوگوں کی معیشت درست ہو گئی۔ (۱)

ظاہر ہے کہ اس کو دعا کیلئے آگے کیا گیا اور وہ زندہ تھے جس سے دعا طلب کی نہ کہ کسی مردہ یا غیر موجود کا واسطہ دیا .وهو السابع.

وثامناً: خود سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے بھی براہ راست دعا مانگی نہ کہ کوئی طفیل یا واسطہ پیش کیا۔

وتاسعاً: بلکہ یہ الفاظ کہے "قد توجه القوم بي إليك" اس کا وہی مفہوم ہے جو کہ عثمان بن حنیف کی روایت میں جملہ "أتوجه إليك بنبيك" میں بیان ہوا جیسا کہ چوتھی دلیل کے جواب نمبر ۱۹ اور نمبر ۱۰ میں ذکر ہوا بلکہ اگر اس حدیث کی صحت مانی جائے تو عباس رضی اللہ عنہ کی اس دعا نے اس کی مزید تشریح کر دی۔ والحمد لله على ذلك.

وعاشراً: "استسقى بالعباس" کا مطلب بھی دوسری روایت میں مذکور ہے۔

فأخرج عَبْد الرَّزَّاق مِنْ حَدِيث ابن عَبَّاس "أَنَّ عُمَر اِسْتَسْقَى بِالْمُصَلَّى، فَقَالَ لِلْعَبَّاسِ: قُمْ فَاسْتَسْقِ، فَقَامَ الْعَبَّاس" فَذَكَرَ الْحَدِيث. كما في الفتح أيضا.

عبد الرزاق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عیدگاہ میں بارش کی دعا طلب کی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو کہا اٹھ اور دعا مانگ چنانچہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اٹھے۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔ (۲)

یعنی انہوں نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے دعا طلب کی۔

قال القاري في المرقاة: أي تشفع به في الإستسقاء بعد إستغفاره ودعائه.

قاری "مرقاۃ" میں کہتے ہیں: استغفار و دعا کے بعد طلبِ بارش کی دعا میں اس کی سفارش حاصل کی۔

پس یہی صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تھا۔

قال ابن حزم في المحلي : روينا من طريق عبدالرحمن بن مهدى عن سفيان الثوري عن أبي اسحاق السبيعي: أن ابن الزبير بعث إلى عبد الله بن يزيد هو الخطمي أن يستسقي بالناس، فخرج فاستسقى، وفيهم البراء بن عازب وزيد بن أرقم، فصلى ثم خطب. (۳)

ابن حزم "المحلی" میں کہتے ہیں: ہم عبدالرحمن بن مہدی کے طریق سے روایت کرتے ہیں، وہ سفیان ثوری سے وہ ابو اسحق سبیعی سے ابن زبیر نے عبداللہ بن یزید خطمی کے پاس پیغام بھیجا کہ لوگوں کیلئے بارش کی دعا کرے وہ باہر نکلے اور دعا کی ان

۱۔ فتح الباری (۳/ ۱۵۰) (رقم: ۹۵۴).

۲۔ فتح الباری (۳/ ۱۴۸)، مصنف عبدالرزاق (رقم: ۴۹۱۳).

۳۔ المحلی لابن الحزم (۵/ ۹۴).



میں براء بن عازب اور سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی تھے اور نماز پڑھی پھر خطبہ دیا۔

وَرُوِيَ أَنَّ مُعَاوِيَةَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي ، فَلَمَّا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ ، قَالَ : أَيْنَ يَزِيدُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْجُرَشِيُّ ؟ فَقَامَ يَزِيدُ ، فَدَعَاهُ مُعَاوِيَةُ ، فَأَجْلَسَهُ عِنْدَ رِجْلَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ : اللَّهُمَّ إنَّا نَسْتَشْفِعُ إلَيْك بِخَيْرِنَا وَأَفْضَلِنَا يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ ، يَا يَزِيدُ ، ارْفَعْ يَدَيْكَ .فَرَفَعَ يَدَيْهِ ، وَدَعَا اللهَ تَعَالَى ، فَثَارَتْ فِي الْغَرْبِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ ، وَهَبَّ لَهَا رِيحٌ ، فَسُقُوا حَتَّى كَادُوا لَا يَبْلُغُونَ مَنَازِلَهُمْ. كذا فى المغنى وأخرجه أبوزرعة الدمشقى فى تاريخه بسند صحيح.

وَرَوَاهُ أَبُو الْقَاسِمِ اللَّالَكَائِيُّ فِي السُّنَّةِ فِي كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ مِنْهُ .وَرَوَى ابن بَشْكُوَال مِنْ طَرِيقِ ضَمْرَةَ ، عَنْ ابن أَبِي حَمْلَةَ قَالَ : أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ بِدِمَشْقَ ، فَخَرَجَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ يَسْتَسْقِي ، فَقَالَ : أَيْنَ .يَزِيدُ بْنُ الْأَسْوَدِ ؟ فَقَامَ وَعَلَيْهِ بُرْنُسٌ ، ثُمَّ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ : أَيْ رَبُّ إنْ عِبَادَك تَقَرَّبُوا بِي إلَيْك فَاسْقِهِمْ ، قَالَ : فَمَا انْصَرَفُوا إلَّا وَهُمْ يَخُوضُونَ فِي الْمَاءِ .وَرَوَى أَحْمَدُ فِي الزُّهْدِ أَنَّ نَحْوَ ذَلِكَ وَقَعَ لِمُعَاوِيَةَ مَعَ أَبِي مُسْلِمٍ.

روایت کیا گیا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی استقاء کیلئے نکلے جب منبر پر چڑھے تو کہا یزید بن اسود جرشی کہاں ہیں؟ یزید اٹھے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا اور اپنے قریب کھڑا کیا، پھر کہا: اے اللہ ہم اپنے میں سے اچھے اور افضل یعنی یزید بن اسود کی سفارش لائے ہیں یزید تم ہاتھ اٹھاؤ، یزید نے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی، مغرب سے بادل اٹھا ڈھال کی طرح اور ہوا چل پڑی۔ اتنی بارش ہوئی کہ ان کا گھروں تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔ "المغنی" میں اسی طرح ہے۔ ابو زرعۃ دمشقی نے اس کو اپنی تاریخ میں بہ سند صحیح روایت کیا ہے۔ کذا فى التلخيص الحبير طبع مصر (۱)

اور ابو القاسم لالکائی نے "السنة" میں کرامات اولیاء میں اس کو روایت کیا اور ابن بشکوال نے بہ طریق ضمرۃ وہ ابن ابی حملۃ سے روایت کرتا ہے کہ دمشق میں قحط سالی ہو گئی۔ ضحاک بن قیس استقاء کیلئے باہر آئے اور کہا: یزید بن اسود کہاں ہیں، وہ اٹھے ان کے سر پر ترکی ٹوپی تھی۔ اللہ کی حمد اور ثنا کہی پھر کہا اے پروردگار آپ کے بندوں نے آپ کی طرف مجھے ذریعہ بنایا ہے آپ بارشیں دیں وہ واپس ہوئے تو پانی میں سے چل کر آرہے تھے۔ احمد نے زہد میں بیان کیا ہے کہ اس قسم کا واقعہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابو مسلم سے پیش آیا۔ "تلخیص الحبیر" میں اسی طرح ہے۔ (۲)

کسی نے یہ نہیں کہا کہ یا اللہ فلاں کے واسطے یا طفیل بارش نازل فرمایا یا گناہ بخش دے۔ **وهوالحادی عشر.**

پس یہ حدیث ان کیلئے حجت نہیں۔

الثانی عشر: قال الشيخ أنور شاه الكشميرى فى فيض البارى: ليس فى الحديث التوسل المعهود الذى يكون بالغائب حتى قد لايكون به شعور أصلا بل فيه توسل السلف وهو أن يقوم رجلا ذا وجاهة عند الله تعالىٰ ويأمره أن يدعو لهم ثم يجعل عليه فى دعائه كما فعل بعباس رضی اللہ عنہ عم النبى ﷺ ولوكان فيه توسل

---

[1] - المغنى (۲/ ۲۹۵). (رقم: ۱٤۸۳).

[2] - تلخيص الحبير (۲/ ۱۰۹)، (رقم: ۷۳۰).



المتاخرين لما إحتاجوا إلى ذهاب العباس معهم ولكفى لهم التوسل بنبيهم بعد وفاته أيضا أو بالعباس مع عدم شهوده معهم ونحوه فى العرف الشذى وتعليقات على البخارى التى جمعها الشيخ محمد چراغ على (قلمى). (1)

شیخ انور شاہ کشمیری "فیض الباری" میں کہتے ہیں: حدیث میں معہود توسل کا کوئی ثبوت نہیں جس میں غائب کو وسیلہ بنایا جاتا ہے اور اسے کوئی شعور نہیں ہوتا اس میں توسل سلف کا ثبوت ہے وہ یہ کہ ایک نیک شخص کو اٹھنے کو کہا جائے کہ وہ ان کیلئے دعا کرے جیسا کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کو کہا گیا اگر یہاں متاخرین میں مروجہ توسل ہوتا تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی، نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ذات کو وسیلہ بنا لیتے یا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو ان کی عدم موجودگی میں وسیلہ بنا لیتے۔ "العرف الشذی" میں اسی طرح ہے اور "تعلیقات انور شاہ علی البخاری" مرتبہ محمد چراغ میں بھی اسی طرح ہے۔

احناف کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔ **وهو الثانی عشر.**

والثالث عشر والرابع عشر: سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جانا بھی مسئلہ کو حل کر دیتا ہے ورنہ غائبانہ ان کے توسل سے دعا مانگتے ہر گز ایسا نہیں کیا بلکہ یہ روایت مخالفین پر بڑی دلیل ہے اس لئے کہ سب کے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو کتنا ہی مقام رکھتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ کے مقام کے آگے کچھ بھی نہیں۔ اگر مروجہ توسل مشروع ہوتا تو صحابہ رسول اللہ ﷺ کا ہی توسل لیتے اور آپ کو چھوڑ کر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا ہر گز توسل نہ لیتے یا کم از کم سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ سمجھتے۔ وهو الرابع عشر.

والخامس عشر: بلکہ یہاں سے ثابت ہوا کہ اس طرح توسل سلف میں قطعاً مروج نہیں تھا جیسا کہ سید انور شاہ کشمیری نے سلف اور خلف کے توسل کا فرق بتایا یعنی یہ بعد کا اختراعی عمل ہے۔

قال ابن تيمية فى الوسيلة: ودعاء أمير المؤمنين عمر بن الخطاب فى الإستسقاء المشهور بين المهاجرين والأنصار وقوله "اللّٰهُمَّ إنا كنا إذا اجد بنا نتوسل إليك بنبينا فتسقينا وإنا نتوسل إليك بعم نبينا" يدل على أن التوسل المشروع عندهم هو التوسل بدعائه وشفاعته لا السوال بذاته إذ لوكان مشروعا لم يعدل عمر والمهاجرون والأنصار عن السوال بالرسول إلى السوال بالعباس.

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "الوسیلة" میں فرماتے ہیں: امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کی دعاء استسقاء مہاجرین اور انصار میں مشہور ہے، ان کا یہ فرمان: اے اللہ جب ہم قحط سالی میں مبتلا ہوتے اپنے نبی کو وسیلہ بناتے تھے اور آپ ہمیں بارش دیتے اور ہم نے آپ کی طرف اپنے نبی ﷺ کے چچا کو وسیلہ بنایا، دلالت کرتا ہے کہ ان کے ہاں توسل کا مشروع طریقہ دعا اور سفارش کا وسیلہ ہے نہ کہ ذات کا اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی ذات کے مقابلہ میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے دعا نہ کرواتے۔ (2)

1۔ فیض الباری (۲/ ۳۷۹)، العرف الشذی (٤٨٥).

2۔ كتاب الوسيلة (٦٨).



اور "مستدرک حاکم" میں یہ روایت اس طرح مروی ہے: قال أخبرنا أبو زكريا يحيي بن محمد العنبرى، ثنا الحسن بن على بن نصر، ثنا الزبير بن بكار، حدثنى ساعدة بن عبيد الله المزنى، عن داود بن عطاء المدنى، عن زيد بن أسلم، عن ابن عمر أنه قال: استسقى عمر بن الخطاب عام الرمادة بالعباس بن عبد المطلب ، فقال: «اللّٰهُمَّ هذا عم نبيك العباس ، نتوجه إليك به فاسقنا ، فما برحوا حتى سقاهم الله، قال: فخطب عمر الناس، فقال : «أيها الناس، إن رسول الله ﷺ كان يرى للعباس ما يرى الولد لوالده، يعظمه، ويفخمه، يبر قسمه فاقتدوا أيها الناس برسول الله ﷺ فى عمه العباس، واتخذوه وسيلة إلى الله عز وجل فيما نزل بكم».

کہا ہمیں ابو زکریا یحیٰ بن محمد عنبری نے خبر دی کہا ہمیں حسن بن محمد نے حدیث بیان کی کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی کہا مجھے ساعدہ نے حدیث بیان کی وہ داؤد بن عطا سے وہ زید بن اسلم سے وہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ قحط سالی کے دنوں میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے استسقاء کی دعا کیلئے کہا اور کہا: اے اللہ یہ آپ کے نبی کے چچا ہیں، ہم انہیں آپ کی طرف متوجہ کرتے ہیں پس ہمیں بارش دے۔ ابھی وہاں سے گئے نہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بارش دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا رسول اللہ ﷺ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے وہی حقوق دیکھتے تھے جو کہ اولاد کی نظر میں والد کے ہوتے ہیں۔ ان کی تعظیم کرتے اور ان کی قسم پوری کرتے۔ اے لوگو تم بھی آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرو اور تمہیں جو مصیبت آئے اسے اللہ تعالیٰ کی جناب میں ذریعہ بناؤ۔([1])

یہ روایت باطل اور واہی السند ہے اور داؤد بن عطاء المدنی ہالک ہے۔

قال البخارى: فى تاريخه الكبير، وضعفائه الصغير، على هامش كشف الأستار منكر الحديث قال أحمد رأيته و ليس بشئ، وقال ابن أبي حاتم فى الجرح والتعديل: عن أبيه ليس بالقوى ضعيف الحديث منكر الحديث، و عن أبي زرعة قال منكر الحديث، وذكره العقيلى فى الضعفاء، وفى مختصر ضعفاء ابن حبان كثير الوهم فى الاخبار لايحتج به بحال وقال النسائى ضعيف وقال ابن عدى ليس حديثه بالكثير وفى حديثه بعض النكرة و قال الدارقطنى متروك، كذا فى التهذيب، وقال فى التقريب ضعيف، وقال الذهبى فى تلخيص المستدرك متروك.

بخاری "تاریخ کبیر" اور "ضعفاء صغیر" میں کہتے ہیں: منکر الحدیث ہے، احمد کہتے ہیں: میں نے اس کو دیکھا ہے یہ کوئی چیز نہیں ہے، ابن ابی حاتم "جرح و تعدیل" میں اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں یہ قوی نہیں ہے۔ ضعیف اور منکر الحدیث ہے، ابو زرعہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا منکر الحدیث ہے۔ عقیلی نے اس کو "ضعفاء" میں ذکر کیا، مختصر ضعفا ابن حبان میں ہے کثیر الوہم ہے کسی حال میں یہ قابل حجت نہیں۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے، ابن عدی کہتے ہیں اس کی حدیث کثیر نہیں ہے اور اس کی حدیث میں کچھ نکرہ ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں متروک ہے، تہذیب میں اسی طرح ہے، "تقریب" میں کہا ضعیف ہے۔ ذہبی نے

---

[1]- مستدرك الحاكم (۳/ ۳۳۸).



"تلخیص المستدرک" میں کہا متروک ہے۔[1]

أیضاً:اس سے راوی ساعدۃ بن عبید اللہ غیر معروف ہے، کہیں اس کے حالات نہیں ملتے نیز اس میں بھی علی التقدیر توسل السلف کا ذکر ہے نہ توسل خلف کا فتدبر۔

أخرج البيهقى من طريق أبى صالح، عن مالك قال: أصاب الناس قحط فى زمان عمر بن الخطاب، فجاء رجل إلى قبر النبى ﷺ فقال: يا رسول الله! استسق الله لأمتك فإنهم قد هلكوا؛ فقال ائت عمر فأقرئه السلام، وأخبره أنكم مسقون. وقل له: عليك الكيس الكيس. فأتى الرجل عمر، فأخبره، فبكى عمر ثم قال: يا رب ما آلو إلا ما عجزت عنه.

ذكره ابن كثير فى البدايه والنهاية: وقال هذا اسناد صحيح، وقال فى الفتح: وَرَوَى ابن أَبِي شَيْبَة بِإِسْنَادٍ صَحِيح مِنْ رِوَايَة أَبِي صَالِح السَّمَّانِ عَنْ مَالِك وَكَانَ خَازِن عُمَر قَالَ "أَصَابَ النَّاس قَحْط فِي زَمَن عُمَر فَجَاءَ رَجُل إِلَى قَبْر النَّبِيّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُول اللهِ اِسْتَسْقِ لِأُمَّتِك فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا ، فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَام فَقِيلَ لَهُ : اِئْتِ عُمَر".

امام بیہقی بہ طریق ابی صالح مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس آیا اور کہا یارسول اللہ اپنی امت کیلئے اللہ سے بارش کی دعا کیجئے وہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا عمر کے پاس جا اس کو میرا اسلام کہہ اور اطلاع دے کہ بارش ہو گی تم احتیاط اور ہوشیاری سے کام لو۔ وہ شخص سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پیغام پہنچایا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ میں کوتاہی نہیں کرتا ہوں الا یہ کہ میں عاجز ہو جاؤں۔[2]

ابن کثیر نے اس کو" البداية والنهاية "میں روایت کیا اور اس کی سند صحیح ہے۔ فتح الباری میں کہا ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا یہ روایت ابی صالح سمان سے وہ مالک سے جو کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خازن تھا کہتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑ گیا، ایک آدمی نبی ﷺ کی قبر کے پاس آیا اور کہا یارسول اللہ اپنی امت کیلئے بارش کی دعا فرمایئے، وہ ہلاک ہو رہی ہے۔اس آدمی کو خواب میں کہا گیا کہ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا۔[3]

یہ روایت قابل التفات نہیں اولا اگرچہ سند کو صحیح کہا گیا ہے، مگر یہ شخص نامعلوم کون ہے، اس کا فعل کسی کیلئے حجت نہیں۔ اگر کہا جائے یہ بلال بن الحارث المزنی صحابی ہے جیسا کہ "فتح الباری" میں ہے ہم کہیں گے۔ فتح الباری کی عبارت اس طرح ہے۔

قال وَ رَوَى سَيْف فِي الْفُتُوح أَنَّ الَّذِي رَأَى الْمَنَام الْمَذْكُور هُوَ بِلَال بْن الْحَارِث الْمُزَنِيّ أَحَد الصَّحَابَة.

سیف الفتوح میں روایت کرتا ہے جس نے مذکور خواب دیکھا وہ بلال بن حارث مزنی ایک صحابی ہے۔

---

[1]- ((تاريخ الكبير (٢٤٤)، ضعفاء الصغير للبخارى (١٠٨، ١٠٩)، الجرح والتعديل (١/ ٤٢١)، الضعفاء للعقيلى (١/ ٣٥٠)، ضعفاء لابن حبان (٣٥)، التهذيب (٣/ ١٩٤)، التقريب (١٤٨)، تلخيص المستدرك (٣/ ٣٣٤).

[2]- دلائل النبوة للبيهقى (رقم: ٢٩٧٤).

[3]- فتح البارى (٣/ ١٤٨)، (رقم: ٩٥٢)، البداية والنهاية (٧/ ٩١، ٩٢).



اور سیف بن عمر التیمی البرجمی مشہور متہم و متروک راوی ہے۔[1]

قال ابن معين ضعيف الحديث فليس خير منه وقال أبو حاتم متروك الحديث يشبه حديثه حديث الواقدى وقال أبوداؤد ليس بشئ وقال النسائى والدارقطنى ضعيف وقال ابن عدى بعض أحاديثه مشهورة وعامتها منكرة لايتابع عليها وقال ابن حبان يروى الموضوعات عن الأثبات قال وقالوا أنه يضع الحديث اتهم بالزندقة وكذا قاله الحاكم وقال البرقاني عن الدارقطني متروك وكذا فى التهذيب، وقال الذهبى فى الميزان هو كالواقدى وفى الخلاصة للخزوجى ضعفوه.

ابن معین کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے اس میں خیر نہیں ہے، ابو حاتم کہتے ہیں متروک الحدیث ہے، اس کی حدیث واقدی کی حدیث کے مشابہ ہے، ابوداؤد کہتے ہیں کچھ بھی نہیں ہے۔ نسائی اور دارقطنی نے کہا ضعیف ہے، ابن عدی کہتے ہیں اس کی بعض احادیث مشہور ہیں اور اکثر منکرۃ ہیں۔ اس کی متابعت نہیں کی جاتی۔ ابن حبان نے کہا اثبات سے موضوعات روایت کرتا ہے کہا، حدیث وضع کرتا تھا، زندیق ہونے کا اتہام لگایا گیا ہے اور اس طرح حاکم نے کہا، برقانی کہتے ہیں کہ دارقطنی نے اس کو متروک قرار دیا، "تہذیب" میں اسی طرح ہے۔[2]

پس اس کے قول پر کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی کسی سے بااسناد نقل کیا ہے۔ ایضاً اس خبر میں یہ بھی نہیں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے اس فعل یعنی قبر شریف پر لانے اور نداء کرنے کی خبر بھی دی گئی تھی۔ صرف اس کو خواب کی اطلاع ملی ہے ایضا۔ خواب پر شرعی مسائل نہیں رکھے جا سکتے "وهذا مالا خلاف فيه" بلکہ علی التقدیر اس میں تنبیہ ہے کہ زندہ کے پاس آنا چاہئے۔ قبر پر آنا درست نہیں۔ ایضاً صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہرگز ایسا متوقع نہیں جبکہ انہوں نے تشہد میں بھی خطاب کو بدل دیا وہ کیسے ایسی حرکت کر سکتے ہیں، فتدبر۔ نیز ابو بکر بن ابی الدنیا کتاب "مجابی الدعاء" میں ایک اثر یوں لائے ہیں۔

قال: حدثنا أبوهاشم سمعت كثير بن محمد بن كثير بن رفاعة يقول جاء رجل إلى عبدالملك بن سعيد بن أبجر فجبس بطنه فقال بك داء لايبرأ قال ما هو قال الديبلة قال فتحول الرجل فقال الله ربى لا أشرك به شيئا اللّٰهُمَّ إنى أتوجه إليك بنبيك محمد نبى الرحمة ﷺ تسليما يامحمد إنى أتوجه بك إلى ربك وربى ويرحمنى ممابى قال فجبس بطنه فقال قد برئت مابك علة .

ابو ہاشم کہتے ہیں: میں نے کثیر بن محمد بن کثیر بن رفاعہ سے سنا کہ ایک شخص عبد الملک بن سعید بن ابجر کے پاس آیا اور اس کے پیٹ کو پکڑا اور کہا تجھے تکلیف ہے جو ٹھیک نہیں ہو رہی ہے۔ عبد الملک نے کہا کیا؟ تو اس شخص نے کہا دیبلہ پس آدمی ہٹ گیا اور کہا اللہ میرا رب ہے میں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں بناتا اے اللہ میں آپ کی طرف آپ کے نبی محمد نبی رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد ﷺ میں آپ کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ میرا رب میری اس تکلیف پر رحم

---

[1] - فتح البارى (۳/ ۱٤۸).

[2] - التهذيب (٤/ ۲۹٥، ۲۹٦)، الميزان للذهبى (۱/ ٤۳٦)، الخلاصة للخزوجى (۱۳٦).

فرمائے گا، کہتا ہے پھر اس کے پیٹ کو پکڑا اور کہا تو ٹھیک ہو گیا، تجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔

یہ سند مجہول ہے، ابو ہاشم کا پتہ نہیں کہ کون ہے، اسی طرح کثیر کا بھی کہیں تعارف نہیں ملتا۔

ایضاً عبد الملک کوئی صحابی نہیں بلکہ کسی صحابی سے اس کی ملاقات نہیں کما فی التقریب اور نہ معلوم یہ رجل اس دعا کو پڑھنے والا کون ہے پس ایسی روایت کسی طرح بھی قابل توجہ نہیں ہے۔

الدليل السادس: قال الله تعالىٰ: ﴿...وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُواْ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُواْ ٱللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾﴾ (النساء)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب ان لوگوں نے خود پر ظلم کیا ہے اگر آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے مغفرت چاہیں اور رسول ان کیلئے دعائے مغفرت کرے تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اقول بحوله وقوته جل ذكره: اس آیت میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ طریقہ دعا لیا جائے۔

ثانیاً: یہاں ضمیر ﴿...وَلَوْ أَنَّهُمْ ...﴾ میں اشارہ منافقین کی طرف ہے جن کا پہلے ذکر آ چکا ہے۔

قال ابن جرير: يعني بذلك جل ثناؤه: ولو أن هؤلاء المنافقين الذين وصف صفتهم في هاتين الآيتين، الذين إذا دعوا إلى حكم الله وحكم رسوله صدّوا صدودًا، ﴿إِذ ظَّلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمْ﴾، بإكتسابهم إياها العظيم من الإثم في احتكامهم إلى الطاغوت، وصدودهم عن كتاب الله وسنة رسوله إذا دعوا إليها "جاؤوك"، يا محمد، حين فعلو ما فعلوا من مصيرهم إلى الطاغوت راضين بحكمه دون حكمك، جاؤوك تائبين منيبين، فسألوا الله أن يصفح لهم عن عقوبة ذنوبهم بتغطيته عليهم، وسأل لهم اللهَ رسولهُ ﷺ مثل ذلك. وذلك هو معنى قوله: ﴿فَٱسْتَغْفَرُواْ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ﴾.

ابن جریر کہتے ہیں: اللہ جل شانہ نے اس سے یہ مراد لی ہے کہ جن منافقین کی صفات کا بیان ان آیتوں میں ہوا ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کی طرف بلایا جائے تو اعراض کرتے ہیں اور طاغوت کے پاس اپنا فیصلہ لے جا کر اور کتاب اللہ و سنت رسول سے اعراض کر کے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اے محمد ﷺ جب یہ لوگ ایسا کر رہے ہیں کہ طاغوت کی طرف لوٹ رہے ہیں اور اس کے فیصلے پر راضی ہیں آپ کے فیصلے پر نہیں۔ اگر توبہ و رجوع کر کے آپ ﷺ کے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور رسول بھی ان کیلئے ایسا ہی سوال کرے، آیت شریف ﴿فَٱسْتَغْفَرُواْ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ﴾ کا یہی مطلب ہے۔([1])

پس یہ آپ کے زمانہ کے منافقین کیلئے ہے پس اگر کہا جائے کہ اعتبار عموم لفظ کو ہے نہ خاص سبب کو تو جواباً ہم کہیں گے اولاً کئی وجوہ عمل علی العموم کو مانع ہیں۔ یہ وجوہ آئندہ جوابوں میں آئیں گی۔ ایضاً پہلے اپنے آپ کو منافق تسلیم کرو اور طاغوت پر

[1] - تفسیر ابن جریر (٥/ ١٥٧).

ایمان رکھنے والا تصور کرو پھر اس میں اپنے آپ کو داخل کرو پس یہ عذر صحیح نہیں ہے۔

ثالثاً: یہ الفاظ دوسرے موقع پر بھی آئے ہیں۔ ﴿... وَإِذَا جَآءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ ٱللَّهُ ...﴾ (المجادلة: ٨)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو وہ تحیہ (سلام) کہتے ہیں جو اللہ نے آپ کو نہیں کہا ہے۔

یہاں یقیناً آپ ﷺ کی زندگی کا وقت مراد ہے۔

وأخرج عبد الرزاق وسعيد بن منصور وعبد بن حميد والبخاري ومسلم وابن المنذر وابن أبي حاتم وابن مردويه والبيهقي في الشعب عَنْ عَائِشَة قَالَتْ: «دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ يَهُودُ فَقَالُوا: السَّامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ ، فَقَالَتْ عَائِشَة: عَلَيْكُمْ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ، فقال: يا عائشة إِنَّ الله لاَ يُحِبُّ الْفُحْشَ، وَلاَ التَّفَحُّشَ، قُلْتُ: ألا تسمعهم يقولون السَّامُ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ ﷺ: أو ما سمعت ما أقول: وَعَلَيْكُمْ، فأنزل الله ﴿...وَإِذَا جَآءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ ٱللَّهُ ...﴾ وأخرجه أحمد وعبد بن حميد والبخارى والترمذى وصححه عن أنس نحوه وأخرج عبد الرزاق وابن أبى حاتم وابن مردوية عن ابن عباس فى هذه الآية قال كان المنافقون يقولون لرسول الله ﷺ إذا حيوه سام عليك فنزلت كذا فى الدرالمنثور، وأخرج ابن جرير، حديث عائشة وأنس ونحو ذلك عن مسروق وابن عباس ومجاهد وقتادة وابن زيد.

عبد الرزاق اور سعید بن منصور، عبد بن حمید، بخاری مسلم، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی، "شعب الایمان" میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہودی آئے اور کہا اے ابو القاسم آپ پر "سام" (موت) ہو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اور تم پر سام اور لعنت ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ سخت رویہ کو پسند نہیں فرماتے ہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے ان کا یہ مقولہ نہیں سنا کہ آپ پر سام ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے نہ سنا، میں نے بھی کہہ دیا ہے اور تم پر۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: جب آپ کے پاس آتے ہیں وہ تحیہ کہتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لئے نہیں کہا اور احمد، عبد بن حمید، بخاری، ترمذی نے اس کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے صحیح کہا، عبد الرزاق، ابن ابی حاتم اور ابی مردویہ اس آیت کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ منافق رسول اللہ ﷺ کو سلام کہتے وقت "سام عليك" کہتے تو یہ آیت نازل ہوئی "الدر المنثور" میں اسی طرح روایت کیا ہے اور مسروق، ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور ابن زید سے بھی۔ (۱)

اسی طرح یہاں بھی یہ بات آپ کے زمانہ کی ہے، آپ کی وفات کے بعد والے احکام اس پر متضرع نہیں ہوں گے۔

---

[1] - الدر المنثور (١/ ٢٨٤)، تفسير ابن جرير (٢/ ١٤، ١٥). ولفظ الحديث عند البخارى هوعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ الْيَهُودَ أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ قَالَ وَعَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ السَّامُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمْ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْلًا يَا عَائِشَةُ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَإِيَّاكِ وَالْعُنْفَ أَوْ الْفُحْشَ قَالَتْ أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا قَالَ أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قُلْتُ رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ فَيُسْتَجَابُ لِي فِيهِمْ وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ. (كِتَاب الدَّعَوَاتِ، بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَجَابُ لَنَا فِي الْيَهُودِ وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِينَا).

رابعاً: بلکہ عموم جس آیت میں ہے وہ دوسری طرح اسی سورۃ النساء کے سولھویں رکوع میں ہے کہ: ﴿ وَمَن يَعْمَلْ سُوٓءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُۥ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ يَجِدِ ٱللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١١٠﴾ ﴾ (النساء)

جو شخص برائی کرتا ہے یا خود ظلم کرتا ہے پھر اللہ سے مغفرت چاہے، اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

یہاں نہ آنے کی قید ہے اور نہ استغفار الرسول کی شرط۔ پس ثابت ہوا کہ وہ آیت انہیں منافقین کیلئے خاص ہے جو کہ آپ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔

خامساً: بلکہ اس طرح دونوں آیتوں میں تعارض رہے گا۔ پہلی یہ شرط ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام کے پاس آئیں اور پھر یہ ضروری ہے کہ آپ بھی ان کیلئے دعا استغفار کریں جبھی وہ اللہ کو تواب رحیم پائیں گے اور دوسری میں یہ دونوں شرطیں نہیں بلکہ صرف استغفار کریں تو اللہ کو غفور رحیم پائیں گے۔ اس میں بھی یہی لفظ ہیں کہ ﴿ يَجِدِ ٱللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾ اور تعارض دفع کی صورت بھی یہی ہے کہ پہلی آیت میں منافقین کے حال کی حکایت ہے جو آپ کے وقت میں تھے اور اس دوسری آیت میں ایک عام حکم ہے کہ ہر ایک تائب توبہ کر کے اللہ سے اپنے گناہ بخشوا سکتا ہے۔

سادساً: آیت میں "جَآءُوكَ" ہے "جاؤا إلى قبرك" نہیں اور استدلال اسی پر موقوف ہے۔

سابعاً: اگر یہی تقریر کرو گے تو محتاج دلیل ہو گی بلکہ "لقائل أن يقول إلى دينك أو إلى طريقتك أو إلى سنتك أو إلى كتابك ونحوذلك" بلکہ یہی اقرب ہے اور یہی مقتضی ہے۔ اس آیت کا کہ: ﴿ وَأَنِيبُوٓا۟ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا۟ لَهُۥ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ ٱلْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ﴿٥٤﴾ وَٱتَّبِعُوٓا۟ أَحْسَنَ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ ٱلْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٥﴾ ﴾ (الزمر) ترجمہ: اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور عذاب آنے سے قبل اس کے اطاعت گزار بن جاؤ کہ عذاب کے بعد مدد نہیں کئے جاؤ گے، تمہارے رب کی طرف سے جو تمہاری طرف بہترین (دین) اتارا گیا ہے اس کی اتباع کرو اس سے پہلے کہ اچانک عذاب آ جائے اور تمہیں پتہ نہ چلے۔

پھر توبہ کا اتمام ہے کہ اس کی کتاب پر عمل کیا جائے۔

ثامناً: رسول اللہ علیہ السلام کے بعد کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی بلکہ سلف میں کسی سے صحیح طریقہ ثابت نہیں کہ کسی نے اس طرح استغفار کیا ہو یا آپ کی قبر پر آ کر اس طرح استغفار کیا ہو اور جو ایسے واقعات نقل کئے جاتے ہیں سب مکذوب اور بناوٹی ہیں مثلاً عتبی سے ایک عام حکایت نقل کرتے ہیں کہ:

ایک اعرابی کا قبر شریف پر آپ علیہ السلام سے مدد چاہنا: ذكرها أبو منصور الصباغ فى كتابه الشامل عن العُتْبي، قال: كنت جالسا عند قبر النبى عليه السلام، فجاء أعرابي فقال: السلام عليك يا رسول الله، سمعت الله يقول: ﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُوا۟ ٱللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴾ وقد جئتك مستغفرا لذنبي مستشفعا بك إلى ربي ثم أنشأ يقول:

يا خيرَ من دُفنَت بالقاع أعظُمه فطاب منْ طيبهنّ القاعُ والأكَمُ

نَفْسي الفداءُ لقبرٍ أنت ساكنُه فيه العفافُ وفيه الجودُ والكرمُ

اسے ابو منصور صباغ نے اپنی کتاب "الشامل" میں عتبی سے روایت کیا کہ میں نبی علیہ السلام کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور کہا اے اللہ کے رسول آپ پر سلام، میں نے سنا ہے کہ اللہ نے فرمایا: جب یہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کر چکے ہوں اگر آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے استغفار کریں اور رسول ان کیلئے بخشش کی دعا مانگے تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے، میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی مغفرت چاہنے اور اپنے رب کے پاس آپ کی سفارش لینے آیا ہوں پھر اس نے کہا:

اے وہ شخص زمین میں مدفون سب سے جس کا جسم افضل ہے

اور اس کی وجہ سے میدان اور ٹیلوں میں مہک ہے

میری جان اس قبر پر قربان ہو جس میں آپ سکونت پذیر ہیں

اس میں عفت جود و کرم ہے

ثم انصرف الأعرابي فغلبني عيني، فرأيت النبي عليه السلام في النوم فقال: يا عُتْبى، الحقْ الأعرابيّ فبشره أن الله قد غفر له،كذا فى تفسير ابن كثير وذكرها ابن عساكر فى تاريخه وابن الجوزى فى مشير الغرم الساكن وغيرهما بأسانيد إلى محمد بن حرب الهلالى قال دخلت المدينة فأتيت قبرالنبي عليه السلام فذكرها قاله السبكى فى شفاء الأسقام

اعرابی چلا گیا اور مجھے نیند آ گئی، میں نے رسول اللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے تھے، عتبی اعرابی کو ملو اور اسے اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی خوش خبری سنا دو۔ تفسیر ابن کثیر میں اسی طرح ہے، ابن عساکر نے اسے اپنی تاریخ میں اور ابن الجوزی نے "مشیر الغرم الساکن" میں کئی سندوں سے روایت کیا، یہ اسانید محمد بن حرب ہلالی تک پہنچتی ہیں کہتا ہے میں مدینہ میں داخل ہوا اور نبی علیہ السلام کی قبر کے پاس آیا۔ (سبکی "شفاء الأسقام")[1]

جواب اولاً: یہ قصہ من گھڑت ہے، اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، اس عتبی کی کہیں توثیق معلوم نہیں ہوئی۔ صرف اتنا کہ مؤرخ اور ادیب تھا جیسا کہ "تاریخ الخطیب" والصبر للذہبی اور "شذرات الذہب" میں ہے، کسی نے توثیق ذکر نہیں کی۔ اسی طرح یہ محمد بن حرب الہلالی نہ معلوم کون ہے کہیں اس کا ذکر نہیں ہے۔[2]

ثانیا: ان دونوں تک بھی سند معلوم نہیں پس اس مجہول سند کو کون قبول کرے گا۔

ثالثا: قال الشيخ محمد بن أحمد بن عبد الهادى: فى الصارم المنكى: وهذه الحكاية إلتى ذكرها بعضهم يرويها عن العتبى بلا اسناد وبعضهم يرويها عن محمد بن حرب الهلالى وبعضهم يرويها عن محمد بن حرب عن أبى الحسن الزعفرانى عن الأعرابى.

---

[1]- تفسير ابن كثير (۱/ ۵۲۰).

[2]- تاريخ الخطيب (۲/ ۳۲۴)، الصبر للذهبى (۱/ ۴۱۳)، شذرات الذهب (۲/ ۶۵).



وقد ذكرها البيهقى فى شعب الإيمان بأسناد مظلم عن محمد بن روح بن يزيد البصري ، حدثني أبو حرب الهلالي ، قال : حج أعرابي فلما جاء إلى باب مسجد رسول الله ﷺ أناخ راحلته فعقلها ثم دخل المسجد حتى أتى القبر. ثم ذكر نحو ماتقدم وقد وضعها بعض الكذابين اسناداً إلى على بن أبى طالب رضي الله عنه كما سيأتى ذكره وفى الجملة ليست هذه الحكاية المذكورة عن الأعرابى ممايقوم به حجة واسناده مظلم مختلف ولفظها مختلق.

شیخ محمد بن احمد بن عبد الہادی "الصارم المنکی" میں کہتے ہیں: یہ قصہ جسے بعض لوگوں نے بیان کیا ہے اور عتبی سے بلا اسناد روایت کیا ہے اور بعض اسے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کرتے ہیں اور بعض محمد بن حرب سے وہ ابو الحسن زعفرانی سے وہ اعرابی سے اور بیہقی نے اسے "شعب الایمان،، میں تاریک سند سے محمد بن روح بن یزید بصری سے روایت کیا کہتا ہے، مجھے ابو حرب ہلالی نے حدیث بیان کی کہ ایک اعرابی نے حج کیا، جب رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہوا، اونٹنی کو بٹھایا اور اسے باندھا پھر مسجد میں داخل ہوا حتی کہ قبر کے پاس آیا (پھر مذکورہ قصہ بیان کیا) بعض کذابین نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب تک اس کی سند پہنچا دی ہے جیسا کہ اس کا تذکرہ آگے آرہا ہے، خلاصہ یہ کہ اعرابی کا یہ واقعہ قابل استدلال نہیں کیونکہ اس کی سند مجہول اور مختلف ہے اور اس کے الفاظ بناوٹی ہیں۔ ([1])

پس یہ روایت مضطرب و مختلف فیہ بھی ہے۔

رابعاً: اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عتبی تک تو سند ہے ہی نہیں اور ہلالی والی سند مظلم اور مجہول۔ پس اس روایت کے باطل ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں۔

امام مالک کے ایک قول سے استدلال: اس طرح ایک حکایت امام مالک سے نقل کرتے ہیں:

قال القاضى عياض فى كتاب الشفاء: حدثنا القاضى أبو عبد الله محمد بن عبد الرحمن الأشعرى وأبو القاسم أحمد بن بقى الحاكم وغير واحد فيما أجازونه قالوا أخبرنا أبوالعباس أحمد بن عمر بن دلهاث قال حدثنا أبو الحسن على بن فهر حدثنا أبوبكر محمد بن أحمد بن الفرج ثنا أبو الحسن عبد الله بن المنتاب حدثنا يعقوب بن إسحاق بن أبى إسرائيل حدثنا ابن حميد قال ناظر أبو جعفر أمير المؤمنين مالكا فى مسجد رسول الله ﷺ فقال له مالك أميرالمؤمنين لاترفع صوتك فى هذا المسجد فإن الله تعالىٰ ادب قوما فقال ﴿لَا تَرْفَعُوٓا۟ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِىِّ﴾ ومدح قوما فقال ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَٰتَهُمْ عِندَ رَسُولِ ٱللَّهِ﴾ وذم قوما فقال: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن﴾ الآية وإن حرمته ميتا كحرمة حيا فاسكن لها أبوجعفر وقال يا أباعبدالله أستقبل القبلة وأدعو، أم أستقبل رسول الله ﷺ فقال ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة أبيك آدم عليه السلام إلى الله يوم القيامة بل إستقبله واستشفع به فيشفعك الله قال الله تعالىٰ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟﴾ الآية.

قاضی عیاض نے "کتاب الشفاء" میں کہا ہمیں قاضی ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن اشعری اور ابو القاسم احمد بن بقی الحکم

---

[1] - الصارم المنكى (٢١٢)، شعب الإيمان للبيهقى (رقم: ٤٠١٩).

اور دوسروں نے حدیث بیان کی، کہتے ہیں ہمیں ابو العباس احمد بن عمر بن دلہاث نے حدیث بیان کی کہا ہمیں ابو الحسن علی بن فہر نے حدیث بیان کی کہا ہمیں ابو بکر محمد بن احمد بن الفرج نے حدیث بیان کی کہا ہمیں ابو الحسن عبد اللہ بن المنتاب نے حدیث بیان کی کہا ہمیں یعقوب بن اسحاق بن اسرائیل نے حدیث بیان کی کہا ہمیں ابن حمید نے حدیث بیان کی کہ امیر المومنین ابو جعفر اور امام مالک نے مسجد رسول اللہ ﷺ میں ایک مسئلہ پر بحث کی تو امام مالک نے کہا اے امیر المومنین اس مسجد میں آواز اونچی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنی آوازیں نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور ایک قوم کی تعریف میں فرمایا: جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آوازیں پست رکھتے ہیں اور ایک دوسری قوم کی مذمت میں فرمایا: جو لوگ آپ کو حجرات کے باہر سے پکارتے ہیں۔ وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کی توقیر اسی طرح کی جاتی ہے جیسا کہ زندگی میں۔ ابو جعفر اس پر نرم پڑ گیا اور کہا اے ابو عبد اللہ میں قبلہ رخ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کروں۔ امام مالک نے کہا تم آپ ﷺ سے چہرہ کیوں موڑتے ہو حالانکہ قیامت کے دن آپ ﷺ ہی تیرے اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہوں گے، آپ ﷺ کی طرف منہ کر اور آپ ﷺ کی سفارش لے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی سفارش قبول کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟﴾۔

جواب: یہ روایت بھی بچند وجوہ باطل ہے اولاً ابن حمید محمد بن حمید ہے اور وہ سخت ضعیف و مجروح ہے۔

قال يعقوب بن شيبة كثير المناكير وقال البخارى فيه نظر وكذبه أبو زرعة وقال فضلك الرازي: عندي عن ابن حميد خمسون ألف حديث، ولا أحدث عنه بحرف. وقال إسحاق بن منصور الكرسيح أشهد أنه لكذاب وقال صالح جزرة: كنانتهم ابن حميد في كل شئ يحدثنا ما رأيت أجرأ على الله منه، كان يأخذ أحاديث الناس فيقلب بعضه على بعض.وقال أيضاً: ما رأيت أحذق بالكذب من ابن حميد والشاذكونى. وقال ابن خراش: كان والله يكذب. وجاء عن غير واحد أن ابن حميد كان يسرق الحديث. وقال النسائي: ليس بثقة. وقال أبو علي النيسابوري: قلت لابن خزيمة: لو أخذت الاسناد عن ابن حميد ! فإن أحمد بن حنبل قد أحسن الثناء عليه ! قال: إنه لم يعرفه، ولو عرفه كما عرفناه لما أثنى عليه أصلا. وقال أبو أحمد العسال: سمعت فضلك الرازي يقول: دخلت عليه وهو يركب الأسانيد على المتون. كذا فى الميزان.

یعقوب بن شیبہ نے کہا یہ زیادہ منکر روایتیں بیان کرتا ہے، امام بخاری نے کہا اس میں نظر ہے۔ ابو زرعہ نے اس کو جھوٹا کہا، فضلک الرازی کہتے ہیں ابن حمید کے پاس پچاس ہزار احادیث ہیں مگر میں اس میں سے ایک حرف بھی نہیں لیتا۔ اسحق بن منصور کہتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں یہ جھوٹا ہے، صالح جزرہ کہتے ہیں ہم ابن حمید کو ہر چیز میں متہم جانتے تھے، یہ ہمیں حدیث بیان کرتا تھا، اللہ پر اس سے زیادہ جری میں نے کوئی نہیں دیکھا، لوگوں کی حدیثیں لیتا اور ایک دوسرے پر الٹ پلٹ دیتا نیز کہا ابن حمید اور شاذ کونی سے زیادہ جھوٹ کا ماہر میں نے کوئی نہیں دیکھا، ابن خراش کہتے ہیں اللہ کی قسم یہ جھوٹ بولتا ہے، کئی ایک علماء سے منقول ہے کہ ابن حمید چوری کرتا تھا، نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہے، ابو علی نیسابوری کہتے ہیں میں نے ابن خزیمہ سے کہا آپ ابن حمید سے سند حاصل کریں، امام احمد بن حنبل نے اس کی تعریف کی ہے، انہوں نے کہا احمد بن حنبل نے اس کو نہیں



جانا، اگر اسے جان لیتے جیسا کہ ہم جانتے ہیں تو اس کی کبھی تعریف نہ کرتے۔ ابو احمد العسال کہتے ہیں میں نے فضلک رازی سے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ میں ابن حمید کے پاس داخل ہوا وہ متون پر اسانید جوڑ رہا تھا۔ میزان میں اسی طرح ہے۔[1]

وقال أبو نعيم بن عدى: سمعت أبا حاتم الرازى فى منزله وعنده ابن خراش وجماعة من مشائخ أهل الرأى وحفاظهم فذكروا ابن حميد فأجمعوا على أنه ضعيف فى الحديث وأنه يحدث بمالم يسمعه وأنه أخذ أحاديث أهل البصرة والكوفة فحدث بها عندالرازيين، كذا فى التهذيب، وفى مختصر ضعفاء ابن حبان ينفرد عن الثقات بالأشياء المقلوبات ولاسيما إذا حدث عن شيوخ بلده .

ابو نعیم بن عدی نے کہا میں نے ابو حاتم رازی سے ان کے گھر سنا ان کے پاس ابن خراش اور مشائخ و حفاظ اہلِ رائے کی ایک جماعت وہاں موجود تھی، ابن حمید کا تذکرہ ہوا انہوں نے اتفاق کیا کہ یہ حدیث میں ضعیف ہے، جو نہیں سنتا وہ حدیث بیان کر دیتا ہے، اہل بصرہ اور اہل کوفہ سے حدیثیں سن کر رازیین کے ہاں حدیث بیان کر چکا ہے، "تہذیب" میں اسی طرح ہے، مختصر ضعفاء ابن حبان میں ہے: ثقات سے مقلوبہ اشیاء لانے میں منفرد ہے خصوصاً جبکہ اپنے شہر کے شیوخ سے حدیث بیان کرے۔[2]

ثانیاً: ابن حمید کا امام مالک سے نہ لقاء حاصل ہے نہ ادراک۔

قال شيخ الإسلام فى الوسيلة وهذه الحكاية منقطعة فان محمد بن حميد الرازى لم يدرك مالكا لاسيما فى زمن أبى جعفر المنصور فأن أباجعفر توفى بمكة سنة ثمان وخمسين وما ئة وتوفى مالك سنة تسع وسبعين ومائة وتوفى محمد بن حميد الرازى سنة ثمان وأربعين ومأتين ولم يخرج من بلده حين رحل فى طلب العلم إلا وهو كبير مع أبيه...وآخر من روى المؤطا عن مالك هو أبومصعب وتوفى سنة اثنتين وأربعين ومأ تين وآخر من روى عن مالك على الإطلاق هو أبو حذيفة أحمد بن إسماعيل السهمى توفى سنة تسع وخمسين ومأتين. مختصرا.

شیخ الاسلام کتاب "الوسیلہ" میں فرماتے ہیں: یہ حکایت منقطع ہے، محمد بن حمید الرازی نے امام مالک کو نہیں پایا، بالخصوص ابو جعفر منصور کے دور میں کیونکہ ابو جعفر کی وفات مکہ میں ۱۵۸ھ میں ہوئی، امام مالک ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے اور محمد بن حمید رازی ۲۴۷ھ میں فوت ہوا۔ طلب علم کیلئے اپنے باپ کے ساتھ بڑی عمر میں اپنے شہر سے نکلا۔ امام مالک سے مؤطا روایت کرنے والا آخری تلمیذ ابو مصعب ہے جن کی وفات ۲۴۲ھ کو ہوئی اور امام مالک سے روایت کرنے والا آخری فرد ابو حذیفہ احمد بن اسماعیل سہمی ہے۔ متوفی ۲۵۹ھ۔ مختصرا[3]

ثالثاً: سند کے اندر چند مجہول راوی ہیں مثلاً: علی بن فہر اور محمد بن فرج اور عبد اللہ بن المنتاب۔ تینوں کا حال معلوم نہیں ہو سکا پس یہ سند مظلم و باطل ہے۔

---

[1] - ميزان الإعتدال (٣/ ٤٩، ٥٠) (رقم: ٧٤٥٣).

[2] - التهذيب (٩/ ١٣٠)، مختصرضعفاء ابن حبان (١٠٧) .

[3] - كتا ب الوسيلة (٧١) .



قال فی الصارم المنکی هذا اسناد مظلم منقطع ومشتمل علی من لایحتج بروایته ولم یسمع من مالك شیئا ولم یلقه بل روایته عنه منقطعة غیرمتصلة.

"الصارم المنکی" میں ہے: یہ تاریک اور منقطع سند ہے اور اس میں نا قابل حجت رواۃ موجود ہیں۔ امام مالک سے کچھ نہیں سنا اور نہ ہی ملے بلکہ امام مالک سے ان کی روایت منقطع ہے، متصل نہیں۔([1])

أیضاً: یہ واقعہ علیٰ تقدیر الثبوت نہ فرمان صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے نہ تابعین کا۔ ایضاً اس میں یہ ذکر ہے کہ وسیله ابیك آدم حالانکہ یہ جس روایت کی بناء پر تھا وہ موضوع اور باطل ثابت ہوئی۔ کما تقدم پس ایسے الفاظ کا امام کی زبان سے نکلنا محال ہیں کیونکہ اس حکایت کی صحت اس روایت کے ثبوت کو مستلزم ہے وهو باطل وإذ بطل الألزم بطل الملزوم. ایضاً اس کے باطل ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام مالک صرف قبر شریف کے پاس بار بار آنا جانا بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ کما فی الشفاء للقاضی عیاض. پس جب سلف میں کسی نے اس آیت سے نہ استدلال کیا نہ یہ مطلب سمجھا اب تم کو کیسے سمجھ میں آیا؟ کیا معاذ اللہ وہ ایسی نعمت سے محروم رہے۔ **وهو التاسع.**

وعاشراً: اس میں ﴿...وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ...﴾ پہلا جملہ یعنی شرط کا حصہ ہے اور جواب ﴿...لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾﴾ ہے پس یہ موقوف ہے اس پر کہ آپ ﷺ کو استغفار کرتے ہوئے دیکھا جائے "وهو متعذر فی هذا الوقت فلا یتم الإستدلال".

والحادی عشر: اگر یہ ہوتا تو کسی کی استغفار قبول نہ ہوتی جب تک کہ وہ وہاں قبر شریف پر نہ جائیں پس یہ ساری دنیا میں جو مسلمان ہیں کیا ان کی دعا و استغفار مقبول نہیں ہوتی وہ اللہ کو تواب و رحیم نہیں پاتے؟ حاشا وکلا.

والثانی عشر: بلکہ اس آیت کی نظیر اس کے مابعد کی آیت ہے: "حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ".

پس کیوں نہیں آپ کی قبر پر جا کر فیصلہ لیتے؟ کیا ضرورت ہے ان فقہی روایات پر قناعت کرنے کی؟

والثالث عشر: پورا سیاق اس طرح ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾﴾ (النساء)

ہم نے جو رسول بھی بھیجا اسی لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے جب انہوں نے خود پر ظلم کیا ہے، اگر آپ کے پاس آتے اور اللہ سے بخشش چاہتے اور رسول ان کیلئے بخشش مانگیں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ آپ کے رب کی قسم یہ لوگ ایمان والے نہ ہوں گے جب تک اپنی اختلافی باتوں میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر اپنے دلوں

---

[1]- الصارم المنکی (۲۱۸).



میں آپ کے فیصلہ پر تنگی نہ پائیں اور تسلیم کر لیں۔

اب ان کی تفسیر کی بناء پر ان کے اوپر حق ہے کہ اختلافی مسئلہ میں کوئی فیصلہ ان کے ہاں معتبر نہ ہو جب تک قبر پر نہ جائیں اور حضور میں مسئلہ پیش کریں، پھر جو جواب ملے اس کے مطابق فیصلہ کریں اور عمل درآمد ہو بلکہ دونوں آیتوں کا ربط بھی بتاتا ہے کہ دونوں کا حکم برابر ہے جس طرح "یحکموك" سے مراد "إتیان إلی الکتاب والسنة" ہے اسی طرح "جاؤك" سے بھی وہی مراد ہے۔

والرابع عشر: آیت کا شانِ نزول یہ ہے: أخرج ابن جریر فی تفسیرہ عن مجاهد في قول الله: ﴿...إِذ ظَّلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ...﴾ إلی قوله: ﴿...وَيُسَلِّمُواْ تَسۡلِيمٗا ﴿٦٥﴾﴾ (النساء) قال: إن هذا في الرجل اليهودي والرجل المسلم اللذين تحاكما إلی کعب بن الأشرف. ابن جریر اپنی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: یہ آیت ایک یہودی اور ایک مسلمان کے مابین جھگڑے میں نازل ہوئی جو اپنا فیصلہ کعب بن اشرف کے پاس لے گئے۔ (1)

پس ذات کے پاس آنا مراد نہیں بلکہ کتاب و سنت کی طرف آنا مراد ہے ، فافهم.

والخامس عشر: بلکہ شان نزول سے یہ بھی واضح ہوا کہ "جاؤك" سے مراد "حکموك" ہے پس جس طرح آپ کی وفات کے بعد "یحکموك" پر عمل ہو سکتا ہے ویسا ہی "جاؤك" پر بھی ہو گا۔

والسادس عشر: ان کا استدلال دو مقدمات پر مبنی ہے اول نبی اکرم ﷺ زندہ ہوں۔ دوم یہ کہ آپ ﷺ اس آنے والے کیلئے استغفار کریں اور وہ جانتا ہو۔ پہلا باطل ہے۔

لقوله تعالیٰ: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٞ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمۡ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ عِندَ رَبِّكُمۡ تَخۡتَصِمُونَ ﴿٣١﴾﴾ (الزمر)
بیشک آپ مرنے والے ہیں اور یہ بھی مرنے والے ہیں پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

نیز کتب احادیث "صحاح ستہ" و "مشکوٰۃ" وغیرہ میں جو احادیث آپ ﷺ کی وفات کے متعلق ہیں وہ کہاں جائیں گی اور دوسرا مقدمہ تو بالکل باطل ہے، کون یہ جان سکتا ہے پس یہ استدلال بھی باطل ہے۔

والسابع عشر: استغفار کیلئے آپ ﷺ کے ہاں آنا شرط نہیں ہے بلکہ جو جہاں مغفرت مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا اور یہ تمام مسلمانوں میں متفق علیہ بات ہے۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡاْ يَسۡتَغۡفِرۡ لَكُمۡ رَسُولُ ٱللَّهِ ...﴾ (المنافقون: ۵) جب انہیں کہا جائے آؤ اللہ کا رسول تمہارے لئے استغفار کرے تو کیا اس طرح آنے والے سب کو منافق کہو گے؟ یا ان کو منافق سمجھ کر آنے کی ترغیب دے رہے ہو یا ان پر یہ آیت چسپاں کر رہے ہو؟

والتاسع عشر: ایضاً علی التقدیر یہ آیت ہر ایک کیلئے نہیں ہو گی بلکہ جو ظلم کرے یعنی جو گناہ کبیرہ کرے نہ کہ ہر مومن

1- تفسیر ابن جریر (۱۵۷/۵)، رقم (۹۹۰۷).



کیلئے ہے کیونکہ اس میں شرط ہے کہ ﴿...إِذ ظَّلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمْ ...﴾ اور اس میں بھی ہو گا کہ وہاں جا کر اللہ سے استغفار کرو اور یہ نہیں کہ آپ ﷺ کے طفیل یا واسطہ سے یا وسیلہ سے دعا مانگو۔

والموفی للعشرین: لغایہ اگر زبردستی سے ثابت کیا جائے تو یہ ہو گا کہ امام وقت (یعنی شرعی حاکم جس سے شرعی بیعت ہوئی ہو) یا اس کے نائب کے پاس آ کر توبہ کرے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے لیکن مسئلہ محبوث فیہا سے آیت کا کوئی تعلق نہیں ہے پس ان کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ احناف کیلئے تو امام ابو حنیفہ کا فرمان کافی ہے اور وہ اس طریقہ سے دعا کو برا جانتے ہیں۔

قال أبوالحسن القدوری فی كتابه الكبير فی الفقه المسمى بشرح الكرخی فی باب الكراهة وقد ذكرهذا غير واحد من أصحاب أبی حنيفة قال أبو حنيفة لاينبغی لأحد أن يدعوالله الابه وأكره أن يقول بمقاعد العزمن عرشك أوبحق خلقك وهو قول أبی يوسف قال أبو يوسف بمقعد العز من عرشه هو الله فلا أكره هذا وأكره أن يقول بحق فلان أوبحق أنبيائك ورسلك وبحق البيت الحرام والمشعر الحرام قال القدوری المسئلة بخلقه لاتجوز لأنه لاحق للخلق علي الخالق فلا تجوز وفاقا. كذافی الوسيلة.

ابو الحسن قدوری اپنی کتاب "شرح الکرخی، باب الکراھۃ" میں کہتے ہیں: اصحاب ابو حنیفہ میں سے کئی ایک نے یہ بات کہی ہے۔ بشر بن ولید کہتے ہیں ہمیں ابو یوسف نے حدیث بیان کی کہ ابو حنیفہ نے کہا کسی کو جائز نہیں کہ اللہ کو اس کے نام کے سوا پکارے میں یوں کہنا ناپسند کرتا ہوں یا یوں کہے آپ کے عرش کی عزت کی جگہوں کے ساتھ سوال کرتا ہوں یا یوں کہے آپ کی مخلوق کے حق سے سوال کرتا ہوں اور یہ ابو یوسف کا قول ہے، ابو یوسف کہتے ہیں: مقعد العزمن عرشہ وہ اللہ ہی ہے میں اس کو مکروہ نہیں سمجھتا البتہ اسے مکروہ سمجھتا ہوں کہ کہے بحق فلاں یا بحق أنبياءك ورسلك یا بحق البيت الحرام والمشعر الحرام. قدروی کہتے ہیں مخلوق کے نام سے سوال کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ خالق پر کسی مخلوق کا حق نہیں ہے لہٰذا اتفاقاً ناجائز ہے۔ "الوسيله" میں اسی طرح ہے۔[1]

اور حنفی مذہب کی مشہور درسی کتاب "هداية" أخيرين (مجتبائی دہلی) میں ہے کہ: ويكره أن يقول فی دعائه بحق فلان أوبحق أنبيائك ورسلك لأنه لاحق للمخلوق على الخالق. وهكذا فی الفتاوى السراجية، وكنز الدقائق لأبی. البركات النسفی(نولكشور دهلی) وشرحية تبيين الحقائق لزين الدين الزيلعی، البحر الرائق لابن نجيم ، والبناية شرح الهداية للعينی والدر المختار مع شرح ردالمختار لابن عابدين الشامی وغيرها من كتب القوم.[2]

دعا میں یوں کہنا مکروہ ہے، بحق فلاں یا "بحق أنبياءك ورسلك" اس لئے کہ خالق پر مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے۔

الفتاویٰ السراجیہ اور "کنزالدقائق" لأبی البرکات نسفی اور اسی کی شروح "تبیین الحقائق" اور "البحر الرائق" اور

---

[1] - كتا ب الوسيله (۵۳) .

[2] - الفتا وى السراجية (۷۲)، كنز الدقائق (۳۱/۶)، البحر الرائق (۲۰۷/۸)، الدرالمختا ر مع شرح ردالمختا ر (۶۹۱/۵) .



"البناية شرح الهداية" للعینی اور "الدر المختار" وغیرہ کتب قوم میں اسی طرح ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ یہ توسل کا عقیدہ اور وحدۃ الوجود و ہمہ اوست کا عقیدہ یہ دونوں ایک دوسرے کی تکذیب کرتے اور ایک دوسرے کو رد کرتے ہیں کیونکہ اگر ہر چیز میں اللہ ہے یا ہر ذات سے متحد ہے تو درمیان میں واسطہ کیسے بنے گا اور کیسے کسی کا وسیلہ پکڑا جائے گا جبکہ متوسل الیہ دونوں ایک ہی ہیں یا ایک دوسرے میں حلول کئے ہوئے ہیں اور دوسری طرف اگر درمیان میں کوئی وسیلہ بن سکتا ہے یا واسطہ یا طفیل ہو سکتا ہے جس کی معرفت بندہ اللہ تک پہنچتا ہے یا اس کے قریب ہو سکتا ہے یا اس کی دعا اللہ تک پہنچتی ہے یا قبول ہوتی ہے تو پھر اتحاد کیسا اور اللہ کا کسی چیز میں حلول کا کیا مطلب۔ دونوں عقیدے ایک دوسرے سے ٹکرا کر باطل ہو جاتے ہیں۔ سچ ہے دروغ گورا حافظہ نباشد۔

وقد أخرج أبو جعفر العقيلي أول كتاب الضعفاء عن القاسم بن محمد أحد أئمة التابعين قا ل " إن الله عزوجل أعان على الكذابين بالنسيان ". (1)

ابو جعفر عقیلی "کتاب الضعفاء" کے اول میں قاسم بن محمد سے جو کہ ائمہ تابعین سے ہیں، روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں کو نسیان کے ذریعہ مات کیا ہے۔

دعا مانگنے کا چوتھا طریقہ

اس میں تفصیل ہے اگر زندہ کو دعا مانگنے کیلئے عرض کیا جائے تو جائز ہے جیسے قرآن میں ہے کہ: ﴿...فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ ...﴾ (البقرة:٦١) ﴿قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ...﴾ (البقرة:٦٨)

ہمارے لئے اپنے رب سے دعا مانگ وہ چیزیں ہمارے لئے پیدا کرے جو زمین اگاتی ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے لئے اپنے رب سے دعا مانگ کہ ہمیں بتائے وہ کیا ہے۔

﴿...قَالُوا يَٰمُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ ...﴾(الأعراف:١٣٤)

انہوں نے کہا اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا مانگ۔

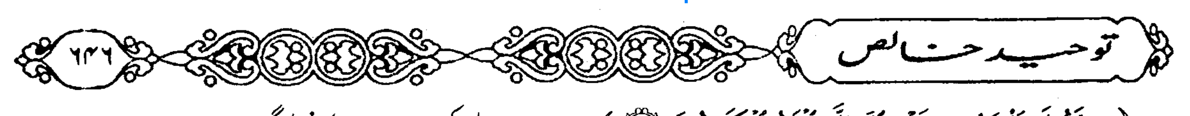
﴿وَقَالُوا يَٰأَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ ...﴾ (الزخرف: ٤٩) اور انہوں نے کہا اے ساحر ہمارے لئے اپنے رب سے دعا مانگ۔

اسی طرح احادیث میں کئی ایسے واقعات مذکور ہیں کہ اصحاب رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتے اور آپ ﷺ سے دعا فرماتے خاص طرح استسقاء کا واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جمعہ کے روز ممبر پر آپ سے عرض کیا گیا، آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور بارش آگئی۔(2) لیکن اس کیلئے شرائط ہیں۔

اول: یہ نہ سمجھے کہ میری اللہ نہیں سنتا یہ ناامیدی کفر ہے۔

1۔ كتا ب الضعفاء (٦/١) .

2۔ صحيح البخاري (١٣٧/١) .



﴿...إِنَّهُۥ لَا يَاْيْـَٔسُ مِن رَّوۡحِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡقَوۡمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ ﴿٨٧﴾﴾ (یوسف) اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

دوم :یہ اعتقاد بھی نہ ہو کہ صرف اپنے سے افضل ہی سے دعا کی درخواست کی جائے بلکہ اپنے سے افضل یا کم درجہ سب کو کہا جا سکتا ہے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ بھی کبھی صحابہ کو دعا مانگنے کے لئے کہتے تھے۔

فأخرج أبوداؤد والترمذی عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْعُمْرَةِ فَأَذِنَ وَقَالَ لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا .

ابو داؤد اور ترمذی سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے عمرہ کی اجازت طلب کی آپ ﷺ نے اجازت دیدی اور فرمایا :اے بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھلانا ، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا : یہ ایک ایسا مقولہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کے بدلہ میں دنیا اچھی نہیں لگتی۔([1])

وفی روایة قال أشرکنا یا أخی فی دعائك قال الترمذی حدیث حسن صحیح، کذا فی الاذکار للنووی .

ایک روایت میں ہے اے بھائی اپنی دعامیں ہمیں شریک کر، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے ،الاذکار للنووی میں اسی طرح ہے۔([2])

بلکہ ہمیں حکم ہے کہ: سَلُوا اللهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ أَعْلَى دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنَالُهَا إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ. أخرجه الترمذی کمافی الجامع الصغیر للسیوطی.([3])

اللہ سے میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو جو کہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے اور جسے ایک شخص ہی پا سکے گا اور مجھے توقع ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا، ترمذی نے اسے روایت کیا جیسا کہ ''الجامع الصغیر للسیوطی ''میں ہے۔

اور ہم پانچ وقت روزانہ اذان سننے کے بعد ان کیلئے دعا کرتے ہیں کہ: وآت محمدن الوسیلة والفضیلة وابعثه مقاما محمودان الذی وعدته.اور محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت دے اور مقامِ محمود میں آپ کو اٹھا، جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہوا ہے۔

اسی طرح ہر وقت آپ پر درود بھیجنا کہ :اَللّٰهمَ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ.

یعنی اے اللہ محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔

پس ہر ایک زندہ سے افضل ہو یا مفضول دعا کیلئے کہا جا سکتا ہے ۔ تخصیص صحیح نہیں ہے۔ سوم وہ خود بھی اللہ سے دعا کرے نہ کہ خود تو دعا نہ مانگے اور دوسروں کو دعا کیلئے کہتا پھرے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ سے ناامیدی ہوتی ہے جو کہ کفر وگمراہی ہے ، ان شرائط کے تحت کسی زندہ کو دعا کیلئے کہا جا سکتا ہے مگر مردہ کو نہیں کیونکہ اول تو یہ طریقہ نہ قرآن نے سمجھایا ہے نہ کسی حدیث

---

[1] - (ضعيف) صحيح سنن أبي داؤد رقم (١٤٩٨)، سنن أبي داؤد ، بَاب الدُّعَاءِ، كِتَاب الصَّلَاةِ، رقم (١٢٨٠) .

[2] - كتاب الأذ كار للنووي (١٩٧) .

[3] - (صحيح) صحيح سنن الترمذي رقم (٣٦١٢) سنن الترمذي كِتَاب الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَاب فِي فَضْلِ النَّبِيِّ ﷺ رقم (٥٩٤٩).



میں ہے، نہ عمل سلف صالحین میں ملتا ہے پھر وہی بدعت واحداث فی الدین لازم آئے گا۔

ثانیاً: یہ امر شریعت کے لحاظ سے بالعکس ہے کیونکہ شرع میں تو اموات کیلئے دعا کرنے کا حکم ہے نہ کہ ان سے طلب دعا کا۔

ثالثاً: قال النبي ﷺ : إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّامِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ أو عِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهِ أو وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُولَهُ. ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں تین کے سوا، ایک صدقہ جاریہ دوسرا علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے تیسرا نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرے۔ (1)

اس کو بخاری نے "الأدب المفرد" میں اور مسلم نے صحیح میں اور نسائی، ابوداؤد، ترمذی نے اپنی اپنی سنن میں بحدیث سیدنا ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا۔ الجامع الصغیر میں اسی طرح ہے۔

اور دعا بھی ایک عمل ہے خواہ اپنے لئے ہو یا دوسروں کیلئے بلکہ افضل عبادت ہے جیسا کہ نداءِ غیر اللہ کی بحث میں گزرا پس وہ کیسے دعا مانگے گا جبکہ اس کا ہر عمل ان تین چیزوں کے علاوہ منقطع ہو چکا ہے۔

رابعاً: بلکہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے استسقاء کا واقعہ اس پر قاطع دلیل ہے۔ انہوں نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کیلئے کہا ورنہ خود رسول اللہ ﷺ کی قبر پر جا کر آپ ﷺ سے دعا کیلئے عرض کرتے۔ یہ تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی آنکھوں کے آگے ہوا اور یہ مسئلہ ان کے ہاں اسی طرح معروف تھا نہ کہ اس کے خلاف کسی میت کو کہنا۔

الخامس والسادس: ایک حدیث میں آیا ہے: عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قال: أتت النبي ﷺ امْرَأَةٌ فكلمته في شَئٍ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ ولَمْ أَجِدْكَ، كَأَنَّهَا تريد الْمَوْتَ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ.

سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور کسی معاملہ میں آپ سے گفتگو کی آپ ﷺ نے اسے فرمایا پھر آنا کہنے لگی: یا رسول اللہ ﷺ اگر میں آپ کو نہ پاؤں یعنی آپ ﷺ وفات پا جائیں تو؟ فرمایا اگر مجھے نہ پائے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلی جانا۔ (2)

ثابت ہوا کہ فوت ہونے کے بعد زندہ کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں پس کیسے اس کو دعا کیلئے کہا جا سکتا ہے اور اس حدیث شریف نے اس مسئلہ کے ساتھ ہی آیت "جاؤك" پر بحث کا بھی خاتمہ کر دیا والحمد للہ ورنہ آپ ﷺ اس عورت کو فرماتے کہ میری قبر پر آ جانا بلکہ یہ سمجھایا کہ میرے بعد میرے جانشین کے پاس آیا کرو۔ فتفکر۔

وسابعاً: بخاری میں بَاب مَا يُكْرَهُ مِنْ اتِّخَاذِ الْمَسجِدِ عَلَى الْقبرِ. کتاب الجنائز میں تعلیقاً مروی ہے: وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُم ضَرَبَتْ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى قَبْرِهِ سَنَةً ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعُوا صَائِحًا يَقُولُ أَلَا

1- صحيح البخاري، بَاب فِي الْوَقْف كِتَاب الْأَحْكَامِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ رقم (١٢٩٧) أخرجه البخارى فى الأدب المفرد ومسلم فى صحيحه. والنسائى وابوداؤد والترمذى فى سننهم من حديث أبى هريرة كذا فى الجامع الصغير.

2- صحيخ المسلم، بَاب مِنْ فَضَائِلِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رضي الله عنه كِتَاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ رقم (٤٣٩٨).



هَلْ وَجَدُوا مَا فَقَدُوا فَأَجَابَهُ الْآخَرُ بَلْ يَئِسُوا فَانْقَلَبُوا. وهو موصول فى الجزء السادس عشرمن حديث الحسين بن اسماعيل المحاملى رواية الأصبهانيين عنه وفى كتاب ابن أبى الدنيافى القبور، كذا فى الفتح البارى.

حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم جب فوت ہوئے تو ان کی عورت نے قبر پر ایک سال تک خیمہ لگائے رکھا پھر وہ وہاں سے چلی تو ایک آواز دینے والے کی آواز سنی کیا گمشدہ کو انہوں نے پالیا ہے، دوسرے نے جواب دیا بلکہ ناامید ہو کر واپس جارہے ہیں۔ یہ اثر جزء سادس عشر حدیث حسین اسماعیل المحاملی بروایت اصبہانیین میں موصول ہے اور کتاب إبن أبی الدنیا میں بھی اور فتح الباری میں اسی طرح ہے۔(1)

پس جب میت کا کوئی تعلق نہیں تو پھر کیسے سن کر دعا کرے گا بلکہ کہنے والا خائب وخاسر رہے گا۔

قال ابن نمير إنما ضربت الخيمة هناك للإستمتاع بالميت بالقرب منه تعليلا للنفس وتخيلاً بإستصحاب المألوف من الأنس فجائتهم الموعظة على لسان الهاتفين بتقبيح ماصنعوا وكانهما من الملئكة أو من مومنى الجن.

ابن نمیر نے کہا یہاں خیمہ اس لئے لگایا کہ دل بہلانے کیلئے میت کے قرب سے نفع حاصل کیا جائے اور اس کی مالوف دوستی کے تخیل سے انس حاصل کیا جائے، ان کے پاس ہاتفین کی زبانی نصیحت آئی کہ انہوں نے یہ برا کام کیا ہے معلوم ہوتا ہے وہ یا تو فرشتے تھے اور یا پھر مومن جن تھے۔ فتح الباری میں اسی طرح ہے۔

جب اتنی انسیت بھی حاصل نہیں تو پھر دعا کیلئے ان سے کہنا قطعاً قبیح ہے۔

ثامناً: نص قرآنی ہے کہ عمل زندگی تک ہے مرنے کے بعد نہیں۔

قال الله تعالىٰ: ﴿ وَأَنفِقُواْ مِن مَّا رَزَقْنَٰكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَآ أَخَّرْتَنِيٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿١٠﴾ وَلَن يُؤَخِّرَ ٱللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَآءَ أَجَلُهَا ۚ وَٱللَّهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١١﴾ ﴾ (المنافقون)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو ہم نے تم کو دیا ہے اس سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تمہیں موت آئے اور پھر کہے اے رب مجھے کچھ قریبی میعاد تک کیوں نہ مؤخر کیا میں صدقہ کرتا اور نیکوں میں سے ہو جاتا حالانکہ جب موت کا وقت آجاتا ہے اللہ کسی کو مہلت نہیں دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کی خبر رکھتا ہے۔

پس مر جانے کے بعد کیسے دعا مانگے گا یا اس کیلئے سفارش کرے گا۔

تاسعاً: أخرج ابن ماجة قال: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ ثَنَا مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ خِرَاشٍ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ لَمَّا قُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ رسول الله يَا جَابِرُ أَلَا أُخْبِرُكَ مَا قَالَ اللهُ لِأَبِيكَ قلت بَلَى، قَالَ مَا كَلَّمَ اللهُ أَحَدًا إِلَّا مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ وَكَلَّمَ أَبَاكَ كِفَاحًا فَقَالَ يَا عَبْدِي تَمَنَّ عَلَيَّ أُعْطِكَ قَالَ رَبِّ تُحْيِينِي فَأُقْتَلُ فِيكَ ثَانِيَةً فَقَالَ الرَّبُّ سُبْحَانَهُ إِنَّهُ سَبَقَ مِنِّي أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ قَالَ يَا رَبِّ فَأَبْلِغْ مَنْ وَرَائِي قَالَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى هذه الآية: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ

1- صحيح البخارى كِتَابُ الجَنَائِزِ، بَاب مَا يُكْرَهُ مِنْ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ، (١/ ١٧٧)، فتح البارى (٣/ ٤٤٢).



رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُونَ ﴿١٦٩﴾. وأخرجه ابن المديني قال "ثنادحيم ثناموسى بن إبراهيم ثناطلحة بن خراش سمع جابرا فذكره . كذا في سيراعلام النبلاء للذهبي، وأخرجه ابن مردويه في تفسيره قال حدثنا عبدالله المديني فذكره . كذا في تفسير ابن كثير، وأخرجه ابن الأثير في أسدالغابة بسنده إلى ابن المديني، فذكره وأخرجه بقي بن مخلد قال حدثنا دحيم حدثنا موسى بن إبراهيم قال سمعت طلحة بن خراش فذكره كذا في الإستيعاب لابن عبد البر وقال ابن عبد البر موسى وطلحة كلاهما ثقة مدني. مختصرا أخرجه الحاكم في المستدرك أخبرني عبد الله بن محمد بن زياد ثنا محمد بن إسحاق الإمام نا يحيى بن حبيب الحارثي وعبدة بن عبدالله الخزاعي قالاثناموسى بن إبراهيم بن كثير قال سمعت طلحة بن خراش يحدث عن جابر بن عبد الله "فذكره" قال الحاكم هذا حديث صحيح ولم يخرجاه. واقره على ذلك لذهبي . ([1])

ابن ماجہ نے تخریج کی، کہ ہمیں ابرہیم بن منذر نے حدیث بیان کی کہا ہمیں موسیٰ بن ابراہیم حزامی نے حدیث بیان کی کہا میں نے طلحہ بن خراش سے سنا کہتے ہیں میں نے سیدناجابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہتے ہیں جب سیدناعبد اللہ بن حرام رضی اللہ عنہ احد کے دن قتل ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایااے جابر کیا تجھے بتاؤں؟ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ سے کیا کہا ہے؟ میں نے کہاہاں بتایئے یارسول اللہ ﷺ ،فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے پردہ کے پیچھے سے کلام فرمایااور تیرے والد سے سامنے فرمایا اے میرے بندے تمنا کر میں تجھے دوں گا، تیرے والد نے کہااے میرے پروردگار مجھے زندہ کر میں دوبارہ آپ کی راہ میں قتل ہو جاؤں۔ اللہ نے فرمایا میرا پہلے فیصلہ ہو چکا ہے کہ انہوں نے واپس نہیں جانا ہے تو کہااے پروردگار پیچھے والوں کو اطلاع دیدے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ نہ سمجھو۔ ابن المدینی نے اسے روایت کیا کہا ہمیں رحیم نے حدیث بیان کی کہا ہمیں موسیٰ بن ابراہیم نے حدیث بیان کی کہا ہمیں طلحہ بن خراش نے حدیث بیان کی اس نے سیدناجابر رضی اللہ عنہ سے سنا۔"سير أعلام النبلاء للذهبي"میں اسی طرح ہے اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا کہا ہمیں عبد اللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی کہا ہمیں ہارون بن سلیمان نے حدیث بیان کی کہا ہمیں علی بن عبد اللہ المدینی نے خبر دی تفسیر ابن کثیر میں اسی طرح ہے۔ ابن الاثیر نے "اسد الغابة"میں اپنی سند سے ابن المدینی تک اور پھر مذکورہ روایت کو ذکر کیا اور اسے بقی بن مخلد نے تخریج کیا کہا ہمیں دحیم نے حدیث بیان کی کہا ہمیں موسیٰ بن ابراہیم نے حدیث بیان کی کہا میں نے طلحہ بن خراش سے سنا "الاستیعاب"میں اسی طرح ہے ابن عبد البر کہتے ہیں موسیٰ اور طلحہ دونوں ثقہ مدنی ہیں۔ حاکم نے اسے "المستدرک"میں روایت کیا کہا مجھے عبد اللہ بن محمد نے خبر دی کہا ہمیں محمد بن اسحق امام نے حدیث بیان کی کہا ہمیں یحیی بن حبیب اور عبدۃ بن عبد اللہ خزاعی نے خبر دی دونوں کہتے ہیں ہمیں موسیٰ بن ابراہیم نے حدیث بیان کی کہا میں نے طلحہ بن خراش سے سنا جابر بن عبد اللہ سے حدیث بیان کرتا تھا۔ حاکم کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے، بخاری و مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

---

[1] - (حسن) صحيح سنن إبن ماجة رقم (١٩٠) سنن إبن ما جه ، بَاب فِيمَا أَنْكَرَتْ الْجَهْمِيَّةُ، كِتَاب الْمُقَدِّمَة، رقم (١٨٦) .سير الأعلام النبلاء للذهبي (٢٣٧/١)، تفسير ابن كثير ٤٢٧/١)، أسدالغابة (٢٣٢/٣)، الإستيعاب لإبن عبدالبر (٣٥٨/١) ، المستدرك للحاكم (٢٠٣/٣) .



ذہبی نے بھی اس کو برقرار رکھا ہے۔

مردے نہیں سنتے: پس اگر مردے کا زندہ کے ساتھ تعلق ہوتا تو یہ عرض نہ کرتا کہ: یا رب فأبلغ من ورائی. اے میرے پروردگار میرے پیچھے والوں کو پہنچا دے۔

پس کیسے اس کی بات سنے گا اور اس کیلئے دعا مانگے گا۔

عاشراً: دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا اور زبان سے دعا کے کلمات ادا کرنا اور دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہونا وغیرہ آداب دعا یہ سب اعمال زندہ ہی کر سکتا ہے، میت ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا پس اس کو دعا کیلئے کہنا لغو عبث ہے۔ایضاً ان دس جوابوں کے علاوہ اس کی صحت اس پر موقوف ہے کہ مردہ سنتا ہو حالانکہ سننا دیکھنا وغیرہ زندوں کی صفات احیاء ہیں اور ان کا وجدان روح کے ساتھ ہے۔

قال اللہ تعالیٰ : ﴿ ثُمَّ سَوَّىٰهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِۦ وَجَعَلَ لَكُمُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَـٰرَ وَٱلْأَفْـِٔدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٩﴾ ﴾(السجدة)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر اس کو درست بنایا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے بہت کم شکر کرتے ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ: ﴿ وَمَا يَسْتَوِى ٱلْأَحْيَآءُ وَلَا ٱلْأَمْوَٰتُ ... ﴾ (فاطر: ۲۲) ترجمہ: زندے اور مردے برابر نہیں ہیں۔

پس میت نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے، نہ سمجھتا ہے بلکہ وہ زندہ کیساتھ کسی بھی شان میں شریک نہیں۔ الاجس کی شرعاً یا حساً استثناء ہو سکے اور اس کے استثناء کی کوئی دلیل نہیں لہٰذا اسماع میں میت زندہ کے ساتھ شریک نہیں پس وہ اس کا اہل نہیں کہ اس کو دعا کیلئے کہا جائے۔

ایضاً: نص قرآن واضح ہے کہ: ﴿ ... إِنَّ ٱللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَآءُ ۖ وَمَآ أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِى ٱلْقُبُورِ ﴿٢٢﴾ ﴾ (فاطر)

اللہ جسے چاہے سنائے اور آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔

یعنی تم مخاطبین میں سے کوئی بھی اپنی بات قبر والوں کو نہیں سنا سکتا ہے پھر ان کو دعا کیلئے کہنا چہ معنی دارد۔ ایضاً فرمایا کہ:

﴿ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ ٱلْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ ٱلصُّمَّ ٱلدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا۟ مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾ ﴾ (النمل)

آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو جبکہ پیٹھ موڑ کر جارہے ہوں، آپ سنا سکتے ہیں۔

جب میت کو ہم کوئی بھی بات سنا ہی نہیں سکتے تو پھر کیسے ہم اس کو دعا کیلئے کہہ سکتے ہیں اور وہ کیسے ہماری بات سنے گا اور کیسے ہمارے لئے دعا مانگے گا یہاں یہ تاویل کرنا کہ ان سے مراد کافر ہیں بے سود ہے۔

اولاً: یہ تشبیہ بھی صحیح جب ہوگی کہ اموات نہیں سنتے ہوں اور کافر پر میت کا اطلاق تشبیہاً خواہ مجازاً بھی جب صحیح ہوگا کہ میت نہ سنتا ہو اگر وہ سنتا ہے تو پھر یہ تمثیل غلط اطلاق بے معنی جو سراسر شان قرآن کریم کے خلاف ہے۔ پس اگر اس کو تمثیل ہی مانا جائے تو بھی اول ہمارا دعویٰ ثابت ہوگا بعد میں یہ مثال مطابق و موافق ہوگی۔ واذ لیس فلیس. اسی طرح اگر اہل قبور سنتے ہیں تو بھی یہ تمثیل باطل ہو جائے گی۔ نعوذ باللہ من ذلك.

ثالثاً: اس آیت میں بہرے کا بھی ذکر ہے۔ فقال:﴿ وَلَا تُسْمِعُ ٱلصُّمَّ ٱلدُّعَآءَ ﴾. تو کیا بہرے سنتے ہیں، اگر کوئی کہے کہ نہیں



اس آیت سے مراد بہرے نہیں بلکہ کافر مراد ہیں تو کیا یہ اس کی بیوقوفی نہیں ہو گی بلکہ اسے کہا جائے گا بیوقوف جب بہرے سنتے نہیں اس لئے تو اللہ نے کافر کو بہرا کیا ہے ورنہ نہ۔

قال ابن جرير فى تفسيره: ويقول لاتجعل لهم أسماعا يفهمون بها عنك ماتقول لهم وإنما هذامثل معناه فانك لاتقدر أن تفهم هؤ لاء المشركين الذين قدختم الله على اسماعهم وسلبهم فهم مايتلى عليهم من مواعظ تنزيله كما لاتقدر أن تفهم الموتى الذين قدسلبهم الله أسماعهم بأن تجعل لهم أسماعا.

ابن جریر اپنی تفسیر میں کہتے ہیں:اور اللہ فرماتا ہے کہ آپ ان کے کان نہیں بناتے جن سے یہ آپ کی کہی باتیں سنیں یہ ایک مثل ہے۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ان مشرکین کو نہیں سمجھا سکتے جن کے کانوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے اور قرآن پاک کے مواعظ کا سمجھنا ان سے سلب کر دیا ہے جیسا کہ مردوں کو جن کے کان مسلوب ہیں آپ نہیں سمجھا سکتے اس طرح کہ آپ ان کے کان بنادیں۔([1])

دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا ہے کہ:﴿إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾﴾ (الأنعام)

سننے والے ہی قبول کرتے ہیں، مردوں کو اللہ اٹھائے گا پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

یہاں خاص طور پر سامعین اور مردوں کا فرق بتایا ہے۔

قال ابن جرير يقول: والكفارُ يبعثهم الله مع الموتى، فجعلهم تعالى ذكره في عداد الموتى الذين لا يسمعون صوتًا، ولا يعقلون دعاء، ولا يفقهون قولا إذ كانوا لا يتدبرون حُجج الله، ولا يعتبرون آياته، ولا يتذكرون فينزجروا عما هم عليه من تكذيب رُسل الله وخلافهم. وهكذا فى تفسير الشوكانى وغيره.

ابن جریر کہتے ہیں:اللہ تعالیٰ نے کفار کو مردوں کی طرح قرار دیا ہے کیونکہ مردے آواز نہیں سنتے۔پکار اور کسی قول کو نہیں سمجھتے۔اسی طرح کافر بھی اللہ کے بیان کردہ دلائل پر تدبر نہیں کرتے نہ ہی اس کی آیات سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور نہ وعظ و نصیحت قبول کرتے ہیں تاکہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب اور آپ ﷺ کے ساتھ اختلاف کرنے سے باز آجائیں اور تفسیر الشوکانی وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے۔([2])

وقال الزمخشرى فى الكشاف حلبى بمصر وشبهوا بالموتى وهم أحياء صحاح الحواس، لأنهم إذا سمعوا ما يتلى عليهم من آيات الله فكانوا أقماع القول لا تعيه آذانهم وكان سماعهم كلاسماع كانت حالتهم لإنتفاء.جدوى السماع كحال الموتى الذين فقدوا مصحح السماع وكذلك تشبيههم بالصمّ الذين ينعق بهم فلا يسمعون. وشبهوا بالعمى حيث يضلون الطريق ولا يقدر أحد أن ينزع ذلك عنهم، وأن يجعلهم هداة بصراء إلا الله عز وجل. ([3])

زمخشری "کشاف" میں کہتے ہیں: کفار باوجود یہ کہ زندہ ہیں اور صحیح الحواس ہیں ان کو مردوں کے ساتھ تشبیہ اس لئے

[1]- تفسير الطبري (٢١/٥٥).

[2]- تفسير الطبري (٧/١٨٥)، تفسير الشوكاني (٢/١٠٧).

[3]- الكشاف للزمخشري (٢/٤٦١).



دی گئی ہے کہ جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کے کان بات کی گہرائی تک نہیں جاتے اور ان کا سننا نہ سننے کی طرح ہو جاتا ہے اور سننا چونکہ بے فائدہ رہا ہے اس لئے وہ مردوں کی طرح ہو گئے جو سرے سے سنتے ہی نہیں ہیں۔ اسی طرح کفار کی تشبیہ بہروں کے ساتھ ہے کہ ان کو چیختے رہئے، نہیں سنتے اور اندھوں کے ساتھ تشبیہ اس لئے دی ہے کہ یہ راہ راست سے ہٹ گئے ہیں اور کوئی بھی ان کو واپس نہیں لا سکتا اللہ تعالیٰ کے سوا۔

حدیثِ بدر سے مبتدعہ کا استدلال: بعض لوگ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بدر میں مقتولین سے خطاب کیا تھا حالانکہ یہ استدلال بچند وجوہ باطل ہے، ہم اس روایت کو نقل کر کے اس پر کلام کرتے ہیں۔

أخرج البخاری: عَنِ ابن عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أَهْلِ الْقَلِيبِ فَقَالَ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا فَقِيلَ لَهُ تَدْعُو أَمْوَاتًا فَقَالَ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لَا يُجِيبُونَ.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے قلیب بدر والوں کی طرف جھانکا اور فرمایا: کیا تم نے اس کو جس کا تمہارے رب نے وعدہ کیا حق پایا ہے؟ کہا گیا کہ آپ مردوں کو پکارتے ہیں، فرمایا: تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے۔

جواب: یہ واقعہ آپ ﷺ کے معجزات میں شمار ہوتا ہے پس اس سے عموم پر استدلال درست نہیں۔

ثانیاً: خود اس روایت کے ساتھ دوسری روایت اس طرح ہے کہ: عن عائشة قالت إنما قال النبی ﷺ إنهم ليعلمون الآن ماكنت أقول لهم حق وقد قال الله: ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ﴾.

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ اب جان رہے ہیں کہ جو میں ان سے کہتا تھا وہ سچ تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

اس روایت نے اس روایت کی تفسیر کر دی کہ یہ خصوصی واقعہ ہے جو خوارق عادات میں سے شمار ہوتا ہے، اس لئے امام بخاری یہ روایت اس کے بعد لائے ہیں تاکہ تفسیر ہو جائے۔ فما أدق النظر وما أحسن الفكر.

وثالثاً: یہ روایت بخاری کتاب المغازی "باب قتل أبی جهل" میں اس طرح ہے: عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى قَلِيبِ بَدْرٍ فَقَالَ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ثُمَّ قَالَ إِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ لهم فذكروا ذلك لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّهُمُ الْآنَ يَعْلَمُونَ أَنَّ الَّذِي كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ ثُمَّ قَرَأَتْ ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ﴾ حتى قرأت الآية. [1]

ہشام بن عروۃ سے وہ اپنے باپ سے وہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ قلیب بدر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا تم نے اس کو حق پایا جو تمہارے رب نے وعدہ کیا، پھر فرمایا: یہ اب سن رہے ہیں جو میں ان سے کہہ رہا ہوں۔

[1] صحيح البخاری كِتَاب الْمَغَازِي، بَاب قَتْلِ أَبِي جَهْلٍ، (۲/ ۵۶۷) (رقم: ۳۶۸۲).

یہ بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے کہی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ نے یوں فرمایا تھا یہ لوگ اب جان رہے ہیں کہ جو میں ان سے کہتا تھا وہ حق تھا۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت پڑھی ﴿ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ ﴾ الآیہ۔

اس حدیث نے خود وضاحت کر دی کہ یہ اس وقت کیلئے خاص تھا کیونکہ آپ ﷺ کے یہ الفاظ کہ :أنهم الآن يسمعون ماأقول لهم . یہ لوگ اب سن رہے ہیں جو میں ان سے کہہ رہا ہوں۔ کسی تاویل کے محتاج نہیں۔

رابعاً: سوال کرنے والا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تھے چنانچہ اسی "باب قتل ابی جھل" میں دوسری سند ہے۔من طریق قتادہ عن انس عن ابی طلحۃ سے حدیث مروی ہے۔ اس مین یہ الفاظ ہیں:فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ مَا تُكَلِّمُ مِنْ أَجْسَادٍ لَا أَرْوَاحَ لَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ.

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ ایسے جسموں سے بات فرمارہے ہیں جن میں روح نہیں ہے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا:اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے تم ان سے میری بات زیادہ نہیں سن رہے ہو۔[1]

اگر اموات سنتے ہوتے تو آپ ﷺ یہ جواب نہ دیتے بلکہ فرماتے کہ ہاں مردے بھی سنتے ہیں لیکن فرمایا کہ یہ سنتے ہیں جس سے ایک طرف امیر عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو آپ ﷺ نے ثابت کیا کہ واقعی بے جان جسم نہیں سنتا اور دوسری طرف واضح کیا کہ یہ اس وقت سنتے ہیں جیسا کہ پہلی روایت میں گزرا۔ ایضا اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی یہ جانتے تھے کہ مردے نہیں سنتے ہیں جس کو رسول اللہ ﷺ نے بھی رد نہیں فرمایا۔ **وھو الخامس.**

وسادساً: پھر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان بھی اس کو واضح کر دیتا ہے۔

وسابعاً: اس روایت کے اندر اخیر میں قتادہ راوی کا قول ہے کہ:قال قتادة أحياهم الله حتى أسمعهم قوله توبيخاً وتصغير أو نقمة وحسرة وندما .

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا تاکہ ان کو آپ کی بات سنائے توبیخ، تذلیل، سزا حسرت اور ندامت کیلئے۔

پس یہ خود دلیل ہے کہ یہ خرق عادت تھی نہ کہ مردے سنتے ہیں بلکہ "احیاء" خود روایت کو محل نزاع سے خارج کر دیتا ہے۔

والحمد لله على ذلك.

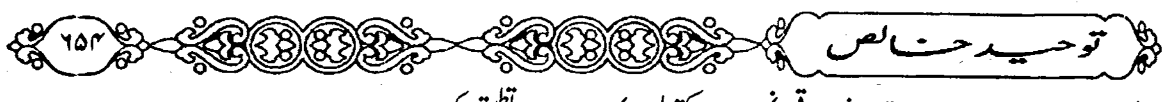
وثامناً: لغایہ علی التقدیر دو صحابیوں ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کے قولوں میں اختلاف ہو گا مگر اس روایت سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات کو تقویت حاصل ہے اس لئے امیر عمر کا قول آپ ﷺ نے رد نہ کیا بلکہ یہ سمجھایا کہ یہ سنتے ہیں۔

ایضاً:اس سے پہلی روایت جو اس باب قتل ابی جہل میں ہے اس نے بھی واضح کر دیا کہ یہ اس وقت سنتے ہیں پس یہ روایت اس کے قابل نہیں کہ سماع موتی کے اثبات میں اس کو دلیل بنایا جائے۔

وتاسعاً: اگر اس سے سماعِ موتی پر استدلال کیا جائے گا تو قرآنی آیات سے تعارض واقع ہو گا۔ وہو مستحیل کیونکہ کتاب وسنت

---

[1] - صحيح البخارى كِتَاب الْمَغَازِي، بَاب قَتْلِ أَبِي جَهْلٍ، (۲/ ۵۶۷)، (رقم: ۳۶۷۹).



دونوں وحی ہیں اور ما او حی میں تعارض واقع نہیں ہو سکتا پس یہی صورت تطبیق کی ہے۔

قال ابن التين لامعارضة بين حديث ابن عمر والآية لأن الموتى لايسمعون بلاشك ولكن إذا اراد الله أسماع ماليس من شانه السماع لم يمتنع كقوله ﴿ إِنَّا عَرَضْنَا ٱلْأَمَانَةَ ... ﴾ (الأحزاب: ٧٢) وقوله ﴿ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ٱئْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا ﴾ (فصلت: ١١) كذا فى الفتح الحلبى بمصر.

ابن التین کہتے ہیں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اور آیت میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ بلاشک مردے نہیں سنتے ہیں لیکن جب اللہ اس کو سنانا چاہے جس کی صفت سننا نہیں تو یہ ممتنع نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے امانت پیش کی۔ اور فرمایا: ہم نے اسے اور زمین کو کہا خوشی سے آؤ یا ناپسندیدگی سے۔ "فتح الباری" میں اسی طرح ہے۔ ([1])

وعاشراً: آپ علیہ السلام کے عہدِ مبارک میں ان کے علاوہ کئی کفار مرے اور قتل ہوئے کسی کو اس طرح خطاب نہیں بلکہ کسی میت سے آپ علیہ السلام نے کوئی خطاب یا کلام نہیں کیا اگر یہ عام ہوتا اور ان کو خطاب کرتے رہتے تو صحابہ اس طرح نہ سوال کرتے نہ تعجب کرتے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ محض ایک معجزہ اور خرقِ عادت تھی جس سے دوسروں کو تنبیہ ہو گئی۔

حدیث خفق النعال سے استدلال: اسی طرح خفق النعال والی حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں مگر وہ بھی ان کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ یہ حدیث بخاری میں اس طرح ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ. الحديث .

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست واپس ہٹتے ہیں حتی کہ وہ ان کے جوتوں کی آوازیں سنتا ہے تو دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں اس شخص (محمد ﷺ) کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔ ([2])

جواب: یہاں ظاہر ہے کہ ہر وقت مراد نہیں بلکہ اس وقت کہ دفن کرنے والے لوٹ رہے ہوں اور فرشتے اس کو اٹھاتے ہیں تو اس وقت سوال کے لئے زندہ کیا جاتا ہے اور دوسری جگہ پر سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں روح کے لوٹانے کا صریحاً ذکر ہے:

ففي حديث أصحاب السنن وصححه ابو عوانة وغيره وَفِيهِ "فَتُرَدّ رُوحه فِي جَسَده" وَفِيهِ فَيَأْتِيه مَلَكَانِ فَيَجْلِسَانِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبّك؟ ...الحديث وفيه... وَأَنَّ الْكَافِر تُعَاد رُوحه فِي جَسَده، فَيَأْتِيه مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ الحديث. كذا فى الفتح الحلبى بمصر.

اصحاب سنن کی حدیث میں جسے ابو عوانہ وغیرہ نے صحیح کہا یوں ہے اس کی روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے، دو فرشتے اس

---

[1] - فتح الباري (٤٧٧/٣) .

[2] - صحيح البخارى كِتَاب الْجَنَائِزِ، بَاب الْمَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ، (١/ ١٨)، (رقم: ١٢٥٢).

کے پاس آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں تیرا رب کون ہے۔ الحدیث (اور اس میں ہے) اور کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں۔([1])

پس یہ روایت خارج عن محل النزاع ہے کیونکہ زندہ کے سننے میں اختلاف نہیں بلکہ بحث اس میں ہے کہ مردہ سنتا ہے یا نہیں اس کے ساتھ اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں۔

قبرستان میں سلام کرنے سے استدلال: اس طرح قبر پر سلام کرنے سے استدلال بھی درست نہیں کیونکہ مجرد خطاب سماع پر کافی دلیل نہیں جیسا کہ امیر عمر رضی اللہ عنہ نے حجرِاسود کو خطاب کیا کما مر۔ اسی طرح شعراء وغیرہم کا خطاب۔ الحاصل سماعِ موتی کے مدعی کے پاس کوئی قوی اور واضح دلیل نہیں ہے۔

فقہ حنفیہ میں ہے مردے نہیں سنتے: بلکہ احناف کیلئے تو ان کی فقہ کا فیصلہ کافی ہے۔

قال الشيخ ابن الهمام في فتح القدير عند أكثر مشائخنا هوأن الميت لايسمع عندهم على ماصرحوا به في كتاب الإيمان في باب اليمين بالضرب لوحلف لايكلمه وكلمه ميتا لا يحنث لأنها تنعقد على مابحيث يفهم والميت ليس كذلك لعدم السماع وأورد قوله في أهل القليب "ماأنتم بأسمع لماأقول منهم" وأجابوا تارة بأنه مردود من عائشة رضى الله عنها قالت كيف يقول ﷺ ذلك والله تعالى يقول ﴿...وَمَآ أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِى ٱلْقُبُورِ ﴿٢٢﴾﴾ وإنك لاتسمع الموتى ، وتارة بأن ذلك خصوصية له معجزة وزيادة حسرة على الكافرين وتارة بأنه من ضرب المثل كماقال على رضى الله عنه ويشكل عليهم مافي مسلم أن الميت يسمع قرع نعالهم إذاإنصرفوا أللّٰهم الاان يخصوا ذلك بأول الوضع في القبر مقدمة للسوال جمعابينه وبين الآيتين فإنهما يفيد أن تحقيق عدم سماعهم فإنه تعالىٰ شبه الكفار بالموتى لإفادة تعذرسماعهم وهوفرع عدم سماع الموتى. وقال فيه يعني إذاحلف لايكلمه إقتصر على الحياة فلوكلمه بعد موته لايحنث لأن المقصود منه الأفهام والموت ينافيه لأنه لايسمع فلايفهم . فذكر نحوالأول وهكذا في العناية على الهداية لأكمل الدين البابرتي على هامشه ونحوه في ردالمختار لابن عابدين الشامي وغيره من كتب الفقه .

شیخ ابن الہمام "فتح القدیر" میں کہتے ہیں: ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک یہ ہے کہ مردہ نہیں سنتا جیسا کہ کتاب الایمان باب الیمین بالضرب میں تصریح کی ہے کہ اگر ایک شخص حلف اٹھاتا ہے کہ میں فلاں سے کلام نہیں کروں گا اور مرنے کے بعد اس کے ساتھ کلام کرتا ہے تو حانث نہیں ہو گا اس لئے کہ کلام کا مقصد ہے مخاطب کو سمجھانا اور مردہ نہیں سمجھتا کیونکہ وہ سنتا ہی نہیں اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے قلیبِ بدر والوں کے حق میں فرمایا: جو میں کہہ رہا ہوں اس کو ان سے زیادہ تم نہیں سن رہے ہو۔ مشائخ نے اس کا ایک تو یہ جواب دیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر فرمایا تھا کہ نبی علیہ السلام ایسا کہاں فرما سکتے ہیں

[1] ـ فتح الباري (۱۳/۴۷۶) .(رقم: ۱۲۸۰).

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور آپ قبر والوں کو نہیں سنانے والے اور آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور دوسرا یہ جواب کہ یہ معجزے کے طور پر نبی ﷺ کی خصوصیت ہے تاکہ کافروں کی حسرت زیادہ ہو اور تیسرا جواب یہ کہ یہ بطور ضرب المثل کے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بھی اشکال کیا جاتا ہے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ میت واپس ہٹنے والوں کے جوتوں کی آوازیں سنتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں رکھنے کے بعد اور سوال سے پہلے ایسا ہوتا ہے تاکہ اس حدیث اور آیتوں میں تطبیق پیدا ہو سکے کیونکہ آیات سے محقق ہوتا ہے کہ مردے نہیں سنتے کہ کفار کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ کافروں کا سننا ناممکن ہے اور یہ تب ہوگا کہ مردوں کا سننا معدوم ہو۔ صفحہ ۱۰۰ جلد ۴ میں کہا: مقصد یہ ہے اگر ایک شخص حلف اٹھاتا ہے کہ میں فلاں سے کلام نہیں کروں گا اور وہ اس سے موت کے بعد کلام کرتا ہے تو حانث نہ ہوگا کیونکہ مقصود کلام سمجھانا ہے اور موت اس کے منافی ہے کہ وہ سنتا نہیں لہٰذا سمجھتا بھی نہیں۔ پہلے کی طرح تفصیل بیان کی، "عنایہ علی الہدایہ" میں بھی اسی طرح ہے اور "رد المختار" لابن عابدین شامی وغیرہ کتب فقہ میں ایسا ہی مذکور ہے۔ (۱)

ایضاً: اگر فرضاً و تقدیراً قبول کیا جائے کہ مردے سنتے بھی ہیں اور جن دلائل سے قائلین سماعِ موتی استدلال کرتے ہیں۔ ان سے ان کا دعویٰ ثابت بھی ہوتا ہے اور قلیب بدر کا واقعہ معجزہ نہیں اس میں خصوصیت نہیں بلکہ اس سے سماع موتی کا اثبات ہوتا ہے تو بھی مدعی کا مطلب حل نہیں ہوگا۔ اموات کا صرف سماع ثابت ہونا اس مسئلہ کیلئے کافی نہیں بلکہ یہ ثبوت بھی ہونا ضروری ہے کہ ان میں بولنے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی بھی طاقت ہے وہو "ممنوع ابدا" بلکہ اس قلیبِ بدر والی حدیث میں یہ الفاظ گزرے کہ ولکن لا یجیبون. (کہ یہ جواب نہیں دے سکتے) نیز صحیح مسلم مع النووی کی حدیث میں ہے کہ: غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَرُدُّوا عَلَيَّ شَيْئًا. مگر وہ مجھے جواب نہیں دے سکتے۔ (۲)

پس اگر سنتے بھی ہیں تو ان کے جواب دینے یا دعا مانگنے کا کوئی ثبوت نہیں لہٰذا اگر بفرض محال سماع کو ثابت مان لیں تو بھی ان کا پکارنا یا ان کو دعا کیلئے کہنا لغو بے سود ہے۔

قال شيخ الاسلام فى الوسيلة ويخالفون بذلك إجماع الصحابة والتابعين لهم بإحسان وسائر المسلمين فإن أحدا منهم لم يطلب من النبي بعد موته أن يشفع له ولاسأله شيئا ولاذكر أحد من ائمة المسلمين فى كتبهم.

شیخ الاسلام "الوسیلہ" میں کہتے ہیں یہ نظریہ قائم کر کے صحابہ و تابعین اور جملہ مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کر رہے ہیں کیونکہ کسی نے بھی آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ سے شفاعت طلب نہیں کی اور نہ ہی آپ ﷺ سے کوئی سوال کرتا ہے اور نہ ہی یہ بات کسی امام نے اپنی کتابوں میں ذکر کی ہے۔ (۳)

وقال: واعلم أنه لم يكن النبي ﷺ بل ولاأحد من الأنبياء قبله شرعوا للناس أن يدعوا الملائكة والأنبياء

---

[1] - فتح القدير (۱/۳۳٦)، (٤/۱۰۰)، ردالمختار لابن عابدين (۳/۲۰۱).

[2] - صحيح مسلم ، بَاب عَرْضِ مَقْعَدِ الْمَيِّتِ...، كِتَاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَأَهْلِهَا ، رقم (٥١٢٠) .

[3] - كتا ب الوسيلة (۲۰) .

والصالحين ويستشفعوا بهم لابعد مماتهم ولافى مغيبهم فلايقول أحد ياملائكة الله إشفعوا لى عندالله سلوا الله لنا أن ينصرنا أو يرزقنا أو يهدينا أو كذلك لايقول لمن مات من الأنبياء الصّالحين يانبى الله يارسول الله ادع لى سل الله لى استغفرالله لى سل الله أن يغفرلى أو يهدينى أوينصرنى أويعافينى ونحو ذلك ممايفعله أهل البدع من أهل الكتاب والمسلمين كمايفعله النصارى فى كنائسهم وكمايفعله المبتدعون من المسلمين عند قبور الأنبياء والصالحين أوفى مغيبهم فهذا مماعلم بالإضطرارمن دين الإسلام وبالنقل المتواتر وبإجماع المسلمين أن النبى ﷺ لم يشرع هذاالأمته وكذلك الأنبياء قبله لم يشرعواشيئا من ذلك بل أهل الكتاب ليس عندهم عن الأنبياء نقل بذلك ولافعل أحد من أصحاب نبيهم والتابعين لهم بإحسان ولاأستحب ذلك أحد من أئمة المسلمين لا الأئمة الأربع ولاغيرهم ولا ذكر أحد من الأئمة فى مناسك الحج ولاغيرها أنه يستحب لأحد أن يسأل النبى عند قبره أن يشفع له أو يدعولأمته أو يشكوإليه بما نزل بأمته من مصائب الدنيا و الدين.

اور کہا جان لو کہ نبی ﷺ اور آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نے بھی اس کو مشروع نہیں بتایا کہ فرشتوں، انبیاء اور صالحین کو پکاریں اور ان کو سفارشی بنائیں نہ ہی ان کی موت کے بعد اور نہ ان کے غائب ہونے کے وقت میں۔ کوئی بھی یہ نہیں کہتا اے اللہ کے فرشتو میرے لئے اللہ کے ہاں سفارش کرو، ہمارے لئے اللہ سے سوال کرو کہ وہ ہماری مدد فرمائے اور ہمیں رزق دے اور راہ راست پر لے آئے اور نہ ہی انبیاء علیہم السلام اور صالحین میں سے جو فوت ہو گیا انہیں کہتا ہے: اے اللہ کے نبی اے اللہ کے رسول میرے لئے دعا کر اللہ سے سوال کر میرے لئے استغفار کر یا راہِ راست پر لائے یا میری مدد کرے یا عافیت دے وغیرہ وغیرہ جو مبتدع اہل کتاب اور مسلمان کرتے ہیں اور جو کہ نصاریٰ اپنی عبادت گاہوں میں کرتے ہیں اور جیسا کہ مبتدع مسلمان، انبیاء اور صالحین کی قبروں کے پاس اور ان کے غائب ہونے کے وقت کرتے ہیں، لازمی طور پر دین اسلام میں اور نقل متواتر اور مسلمانوں کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے مذکورہ طریقہ مشروع نہیں فرمایا ہے۔ اسی طرح آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے ایسے کسی طریق کو مشروع نہیں کیا بلکہ اہلِ کتاب کے پاس اس بارے میں انبیاء سے کوئی روایت منقول نہیں جیسا کہ مسلمانوں کے پاس نبی ﷺ کی ایسی کوئی روایت نہیں اور نہ ہی کسی صحابی اور تابعی کا فعل ثابت ہے اور نہ ہی اس طریق کو ائمہ نے اور نہ دوسروں نے مناسک حج وغیرہ کتابوں میں بھی کسی نے ذکر نہیں کیا کہ نبی ﷺ کی قبر کے پاس جا کر آپ ﷺ سے سفارش کا سوال کیا جائے یا آپ ﷺ امت کیلئے دعا کریں یا امت پر جو دینی اور دنیاوی مصائب نازل ہیں ان کی آپ ﷺ کو شکایت کی جائے۔ پس یہ طریقہ بھی درست نہیں ہاں زندہ کو دعا کیلئے کہا جا سکتا ہے لیکن سابقہ شروط کے ساتھ۔ فافہم

امام شافعی کا امام ابوحنیفہ کی قبر پر جا کر دعا مانگنا: اسی طرح یہ طریقہ بھی غلط ہے کہ کسی صالح یا نیک کی قبر پر جا کر اللہ سے دعا کریں جیسا کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب رد المختار لابن عابدین الشامی اول میں امام شافعی کے متعلق نقل کیا ہے کہ: ومماروى من تأدبه معه أنه قال أنى لأتبرك بأبى حنيفة وأجى إلى قبره فإذاعرضت لى حاجة صليت ركعتين وسألت الله عندقبره فتقتضى سريعا.

وہ ان کا اتنا ادب ملحوظ رکھتے تھے کہ انہوں نے کہا میں ابو حنیفہ کے ساتھ برکت حاصل کرتا ہوں، اس کی قبر پر جاتا ہوں جب مجھے کوئی ضرورت درپیش ہوتی ہے، اس کی قبر کے پاس دو رکعت پڑھتا ہوں اور اللہ سے سوال کرتا ہوں میرا کام فوراً ہو جاتا ہے۔(۱)

جواب: یہ واقعہ بے اصل ہے۔ اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، اس کو ملا علی قاری نے "ذیل الجواهر المضية فی طبقات الحنفيه" (ملحق مع الجزء الثانی من الجواهر المضية) میں یوں نقل کیا ہے کہ: وذكرالغزنوی عن الإمام الشافعی أنه قال لإنی لأتبرك بأبی حنيفة .

غزنوی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں ابو حنیفہ کے ساتھ تبرک حاصل کرتا ہوں۔(۲)

اور یہ غزنوی احمد بن محمد بن محمود ابن سعید ہے جو کہ ۳۹۵ھ میں فوت ہوا ہے۔(۳) كما فی الجواهر المضية والفوائد البهية فی تراجم الحنفية و تاج التراجم للشيخ قاسم بن قطلو۔ پس چھٹی صدی کا آدمی بلا سند امام شافعی سے ایک بات نقل کرے اس پر کیسے باور کیا جا سکتا ہے۔ درمیان میں صدیاں گزر گئی ہیں اس کے بطلان کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ خود امام شافعی امام ابو حنیفہ پر جرح وقدح کرتے ہیں، دیکھئے "تاریخ بغداد" بلکہ ایسا مذموم فعل امام شافعی کی طرف منسوب کرنا ہی درست نہیں کیونکہ دعا بھی عبادت ہے۔ کمامر اور قبروں کو عبادت گاہ بنانا ممنوع ہے۔(۴)

فأخرج الشيخان عَنْ عَائِشَةَ أن رَسُول الله ﷺ قال فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ الله الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و مسلم رحمۃ اللہ علیہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی اس بیماری میں فرمایا جس سے اٹھ نہ سکے۔ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔(۵)

وأخرج مسلم عن جندب قال سمعت النبی ﷺ يقول أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ .. (۶)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا جندب رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں نے اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبریں سجدہ گاہیں بنالیں۔ خبردار قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں

وأخرج مالك مرسلاعن عطاء بن يسار قال قال رسول الله اَللّٰهُمَّ لاتجعل قبری وثنا يعبد إشتد غضب الله على قوم إتخذوا قبورأنبيائهم مساجد .

۱- ردالمختار لأبن عا بدين (۱/۵۷) .

۲- الجواهر المضية في طبقات الحنفيه (۹۹) .

۳- الجواهر المضية (۱/۱۲۰)، والفوائدالبهية في تراجم الحنفية (۴۱)، تاج التراجم (۱۰) .

۴- تا ريخ بغداد (۳۹۴تا ۴۳۷) .

۵- صحيح مسلم ، كِتَاب الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ،رقم (۸۲۳)، بَاب النَّهْيِ عَنْ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ.... .

۶- صحيح مسلم ، كِتَاب الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ، رقم (۸۲۷)، بَاب النَّهْيِ عَنْ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ.... .



امام مالک مرسلاً عطا بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ میری قبر کو وثن نہ بنانا جس کی عبادت کی جائے اللہ اس قوم پر سخت ناراض ہوتا ہے جو اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں اسی طرح ہے۔([1])

وأخرج ابن حبان عن ابن مسعود سمعت رسول الله يقول من شرار الناس من تدركهم الساعة وهم احياء ومن يتخذ القبور مساجد . كذا فى مواردالظمان،وأخرجه الطبرانى فى الكبير بأسناد حسن وأخرج هو وأحمد عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ الله ﷺ أَدْخِلْ عَلَيَّ أَصْحَابِي فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَكَشَفَ الْقِنَاعَ ثُمَّ قَالَ لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. ورجاله موثقون .

امام ابن حبان، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا برے لوگوں میں سے ہیں وہ جن کی زندگی میں قیامت قائم ہو گی اور جو قبروں کو سجدہ گاہ بنائیں گے، موارد الظمآن میں اسی طرح ہے، "طبرانی کبیر" میں باسناد حسن لاتے ہیں اور انہوں نے اور احمد نے اس کو اسامہ بن زید سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس میرے دوستوں کو لاؤ جب آپ کے پاس آئے تو پردہ ہٹا دیا اور فرمایا: اللہ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت کی کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔([2])

وأخرج الطبرانى فى الكبير من حديث زيد بن ثابت والبزار من حديث على وأبى عبيدة وأبى سعيد رضى الله عنهم كذا فى مجمع الزوائد .

طبرانی، کبیر میں زید بن ثابت اور بزار علی اور ابو عبیدہ اور ابو سعید سے روایت کرتے ہیں۔ "مجمع الزوائد" میں اسی طرح ہے۔([3])

پس قبر کو عبادت گاہ نہیں بنایا جا سکتا بلکہ یہ یہود و نصاری کی عادت سیئہ ہے یہ فعل ممنوع اور اس کا فاعل مغضوب علیہ اور نہایت برے لوگوں میں سے ہے الغرض یہ طریقہ بھی غلط ہے۔

قال شيخ ألإسلام فى الوسيلة والمكان المتخذ مسجدا إنما يقصد فيه عبادة الله ودعائه لادعاء المخلوقين فحرم ﷺ أن نتخذ قبورهم مساجد بقصد الصلوات فيها كماتقصد المساجد وإن كان القاصد لذلك إنمايقصد عبادة الله وحده لأن ذلك ذريعة إلى أن يقصدوا المسجد لأجل صاحب القبر ودعائه والدعاء به والدعاء عنده فنهى رسول الله ﷺ عن اتخاذ هذا المكان لعبادة الله. وحده لئلايتخذ ذريعة إلى الشرك بالله والفعل إذا كان يفضى إلى مفسدة وليس فيه مصلحة راجحة ينهي عنه كما نهي عن الصلوات في الأوقات الثلاثة لما في ذلك من المفسدة الراجحة وهو التشبه بالمشركين الذى يفضى إلى الشرك وليس فى قصد الصلوة فى تلك الأوقات مصلحة راجحة لامكان التطوع فى غير ذلك من الأوقات . ولهذا كانت زيارة قبور المسلمين على وجهين زيارة شرعية وزيارة بدعية فالزيارة الشرعية أن يكون مقصود الزائر الدعاء للميت كما يقصد

---

[1]- مشكوة (٦٩/٧٢) .

[2]- تحذير الساجد للألباني حديث رقم (٧) ، مسند أحمد، رقم (٢٠٧٧٦)، موارد الظمأن (١٠٤) .

[3]- مجمع الزوائد (٢٨/٢٧/٢) .

ماطلبوا عندهم يؤس فعقولهم بلذاذة السنة غامرة قلوبهم بالرضاء فى الأحوال عامرة تعلم السنن سرورهم ومجالس العلم حبورهم وأهل السنة قاطبة إخوانهم وأهل الإلحاد والبدع باسرها أعدائهم.

دونوں نے سچ کہا کہ اصحاب الحدیث سب انسانوں میں افضل ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو ان لوگوں نے دنیا کو اپنے پیچھے پھینک رکھا ہے اور اپنی غذا لکھنا بنایا اور اپنی راحت مذکورہ علمی اور خلوق سیاہی اور نیند بیداری اور انہوں نے اصطلاء روشنی سے ہی حاصل کیا اور کنکریاں ان کے سرہانے بنے۔ عالی اسانید کے مقابلے میں شدائد اور تکالیف ان کیلئے آسان ہیں، لذتِ سنت سے ان کی عقول سرشار ہیں۔ حالات پر راضی ہونے سے ان کے دل آباد ہیں، ان کی خوشی سنت کا علم حاصل کرنا ہے، علمی مجالس ان کی زینت ہے، اہلِ سنت سب کے سب ان کے بھائی ہیں اور جملہ بدعتی گروہ ان کے دشمن ہیں۔ ([1])

بحمد للہ سوال دوم کے جواب سے بھی ہم فارغ ہوئے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور اسی ایک کے آگے التجا ہے کہ ہم سب کو صحیح راہ پر قائم رکھے۔ آمین

أللّٰهُمَّ يا ذا العرش الكريم ويا ذاالجلال والإكرام والفضل العميم. إهدنا سبيلك القويم. الموصل إلى نعيمك المقيم. وعصمنا عن الطريق الذميم. وعن كل عقيدة يعتقده اللئيم. ومن كل عمل يستعمله الأثيم. السائق إلى نار الجحيم. ربنا إنك من تدخل النار فقد أخذيته وما للظلمين من أنصار. ومن تق السيات يومئذ فقد رحمته وذلك هو الفوز العظيم. واحفظنا من وساوس كل خناس رجيم وخطرات العدو المضل الخصيم واجعل ما كتبناه خالصا لوجهك الكريم وتقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم. وأنا العبد المذنب المليم. أبو محمد بديع الدين الشاه عفى عنه.

[1] ـ معرفة العلوم الحديث (٣) .